

اشارات منیری

# مقائیس المجاہدین

ملفوظات حضرت خواجه غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل و مستند مجموعہ



مفتی محمد رفیع

مولانا کمال چاکر خان و اخوندی سیال جی قباوی

مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ







سازاد دوست دیندا نور محمد خواجہ  
 دھولایا چہیندا نور محمد خواجہ  
 عربی تیدی عجم وی تیدی  
 سندھ پنجاب اراحہ



حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ



اشاراتِ منیری

# متنائیں المجالس

ملفوظات حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل و مستند مجموعہ

جمع و ترتیب

مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و ترجمہ

مولانا حاج کیتان و احمد شکیال حشی قہاری

ناشرانِ تاجرانِ کتب  
عزیز نسٹونٹ اردو بازار لاہور

الفجرا

محمد فیصل نے  
 تعریف پر نثر سے چھپوا کر شائع کی  
 قیمت - /- روپے



# عرضِ ناشر

کتاب اشعارِ فریدی جس کو مقابیس المجالس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے قطبِ وقت حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کے مبارک ملفوظات کا مجموعہ ہے آپ کا تعلق سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ ہے آپ کا وصال ۹۰۱ھ میں ہوا مزارِ پُر نور کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازیخان میں ہے آپ کا سلسلہ حضرت خواجہ نور محمد ہمدانیؒ اور حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے ذیل ہے حضرت خواجہ نصیر الدین چرخ دہلویؒ اور سلطان اشاعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوبِ الہیؒ سے جاملتا ہے۔

ان ملفوظات کو حضرت مولانا رکن الدینؒ نے آپ کی حیاتِ مبارک کے آخری ۱۰ سال میں پانچ جلدوں میں جمع فرمایا۔ مولانا رکن الدینؒ علومِ ظاہری و باطنی کے جامع اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے مُرید و خلیفہ تھے۔ آپ تحصیلِ خانپور کے علاقہ سونہ کے باشندے تھے جو فرید آباد کے قریب ہے۔ آپ کی ذات پر ہمارا بھی اس لیے آپ کا ہر سہی کھلتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے وصالِ مبارک کے بعد پہلی تین جلدیں بزبانِ فارسی ۱۹۰۲ء میں آگرہ میں طبع ہوئیں اور چوتھی جلد ۱۹۲۲ء میں لاہور میں طبع ہوئی۔ پانچویں جلد ابھی تک غیر مطبوعہ تھی اس کے چند قلمی نسخے قدردانِ حضرت اس کے کئی کتب خانوں کی زینت ہیں۔

اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ حضرت قبلہ کپتان و محدث سیال چشتی دامت برکاتہم نے سالہا سال کی انتھک محنت سے تمام پانچ جلدوں کو مختلف مقامات سے حاصل کر کے ان کا ترجمہ فرمایا اور **بزمِ اتحاد السالکین** کی مساعی جلد سے زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر آج مدینہِ ناظرین پہنچا۔ اس کتاب کے حصہ اول میں احوال و مقامات خواجہ غلام فریدؒ کے نام سے ایک تعارفی مقالہ بھی شامل کیا گیا ہے جسے کپتان و محدث صاحب موصوف نے مرتب فرمایا ہے یہ مقالہ کیا ہے۔ گوزے میں دریا بند ہے اس مقالہ میں حضرت اقدسؒ کے ان بلند مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے جو آپ کی ولایت کی خصوصیات ہیں نیز سماع، وحدت الوجود، وحدت الشہود، زیارِ مستبور، عرس، فاتحہ، نذرِ نیاز جیسے اخلاقی مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت عارفانہ انداز میں حل کر دیا ہے۔ یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ حدیثِ مبارک "العلماء ورثۃ الانبیاء" کا حقیقی منظرِ مونیانے کرام ہیں جن کے مبدک وجود کی برکت سے شمعِ سلام روشن ہے۔ اور قیامت تک روشن رہے گی۔ کتاب مقابیس المجالس بھی حضرت خواجہ صاحب کے انوار سے روشن ایک شمع ہے جس کی روشنی میں طالبانِ راہِ حقیقت قریبِ معرفتِ الہی کے عظیم الشان راستہ کو آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ تو اہلِ دین و اہلِ حال حضرات ہی کر سکتے ہیں جن کیلئے ایک ایک حرفِ درخشندہ سارہ ہے۔ لیکن یہاں پر صرف چند خصوصیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اس کتاب میں تمام متعین مشائخِ چشت، اہل بہشت و دیگر مشائخِ عظام کے علاوہ قبلہ علم حضرت خواجہ نور محمد مہادی قدس سرہ آپ کے مشائخِ عظام اور خلفاء و ضلعاء کے حالات و منقولات شرح و بسط کیا ہے۔ بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت اقدس نے اپنی مجالس میں لوائحِ جامی کی جو شرح بیان فرمائی ہے اور دیگر محبتِ تصوف مثل عوارف المعارف، کشف المحجوب، فتوحات مکیہ، قصصِ احکم تحفِ مرسلہ، مرآۃ الاسرار، اقتباس الانوار وغیرہ کے جو نکات بیان فرمائے ہیں وہ کتاب ہذا میں محفوظ ہو گئے ہیں۔ قریب معرفت کے میدان میں حضرت خواجہ صاحب نے جو حقائق و معارف اور اسرار و رموز بیان فرمائے ہیں ان کا کچھ آپ کے اشعار کے بلند باطنی مطالب بھی ضبطِ تحتہ میں آگئے ہیں۔

اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں حضرت خواجہ غلام فیض کے خلاف قادیانی سازش کی قلعی کھول دی گئی ہے اور ان کی جعلی خط و کتابت اور اسحاقی عبارات کی خود قادیانی کتابوں اور یہ سہلہ مقدمہ بہادر پور کے ذریعہ دھجیاں اڑادی گئی ہیں۔ قادیانی کہتے ہیں کہ مقابیس کی تیسری جلد کو چھپا دیا گیا ہے یہ الزام بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اگرچہ یہ کتاب اب کیا ہے لیکن جہاں جہاں باقی جلدیں ملتی ہیں تیسری جلد بھی موجود ہے چنانچہ ہمارے اس اردو ترجمہ میں بھی تیسری جلد شامل ہے۔ صرف ان جعلی خطوط اور عبارات کو محذوف کر دیا گیا ہے جو قادیانی سازش کے ذریعہ کتاب میں شامل کر دی گئی تھیں کیونکہ یہ کتاب کا حصہ نہیں ہے کھل جلدازی ہے جس کا ثبوت مقدمہ کتاب میں مفصل طور پر ہم پہنچا دیا گیا ہے۔

مقابیس المجالس کے ترجمہ اور تحقیق کے علاوہ حضرت فقہ کتبان داعش سیال صاحب نے تصوف کی نادر اور نایاب کتب مرآۃ الاسرار، اقتباس الانوار، مکتوبات قدوسیہ، برہانوں کے اردو تراجم بھی مکمل کر لیے ہیں جو چھپ چکے ہیں۔ اپنے حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح تاریخی حالات اور کمالات پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مقام گنجشکر ہے آپ کی ایک تصنیف ”مشہدہ حق“ بھی ہے جو سلوک الی اللہ اور سلک اولیائے کرام کا پتھر ہے۔ اب آپ یورپ امریکہ اور افریقہ وغیرہ کے نو مسلم حضرات اور غیر مسلم شائقینِ حقیقت کیلئے انگریزی زبان میں تصوف طریقت کی کتابیں تیار کرنے میں مصروف ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعیٰ حمیدہ کو مستبول فرمادیں اور ہم سب کو دولتِ قربِ معرفت اور عبودیت نوازیں۔ (ناشر)





# فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۰	حضرت علیؓ نور سلیمان و نوسی کی شہادت	۲۲	{مقدمہ} مشائخ چشتیہ کی شدید نسبت عشق یہ روح اسلام ہے
۷۱	حضرت قاضی محمد عاقلؒ کے خلفاء	۲۶	حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی شالی شخصیت
۷۱	حضرت خواجہ احمد علی صاحبؒ	۲۹	حضرت اقدس کا بلند مقام
۷۲	حضرت خواجہ خدابخش صاحب محبوب الہیؒ	۴۰	کوہِ قہر قوم کی اصل اقداس نامہ مشائخ کوہِ قہر
۷۲	اولاد	۴۴	حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے خلفاء
۷۳	خلفاء	۴۶	حضرت خواجہ غلام فریدؒ اور مرزا قادیانی کے درمیان نام نہاد خط و کتابت کا جائزہ
۷۳	حضرت مولانا غلام محمد الدینؒ	۵۴	جامعہ طغوثیہ مولانا کریم الدینؒ کی ولایت عرفان
۷۳	ذوق سلوک		— حصہ اول —
۷۳	وصال		
۷۳	حضرت خواجہ غلام فریدؒ		
۷۳	ولادت باسعادت		
۷۴	ابتدائی تعلیم		احوال و مقامات حضرت خواجہ غلام فریدؒ علیہ السلام
۷۴	بندِ حریت	۶۵	باب اول : حالات
۷۴	اسلمے مشائخ چشتیہ کا تاریخ و حال مدنی	۶۷	شہرتِ عام و بقائے دوام
۷۴	سند نشینی	۶۷	حضرت اقدسؒ کا خاندان
۷۴	مفرج	۶۸	کوہِ قہر قوم کی اصل
۷۴	درس و تدریس	۶۸	حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ
۷۴	تجربہ علمی	۶۹	حضرت قاضی محمد عاقلؒ صاحبؒ
۷۴	غلام زکریاؒ مست و تاجدارِ اتمہ	۷۰	اپنے شیخ کے جانشین بننے کی پہلی شہادت
۷۸	نواب صاحب بیاد پور کا حمزہ و انکسار	۷۰	دوسری شہادت
۷۹	نواب قیصر خان کی عقیدت مندی	۷۰	تیسری شہادت
۷۹	وصال	۷۰	چوتھی شہادت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۹۲	مجاز کے متعلق شاہ شمس الدین تبریزی کا	۷۹	حضرت اقدسؒ کے خلفاء
	شیخ اوصد الدین کو اقباء	۸۰	اولاد
۷	امام اعظمؒ کا مجاز سے پرہیز	۷	حضرت قطب الموحیدین خواجہ محمد بخش صاحبؒ
۷	حضرت خواجہ غلام فریدؒ اور عشق مجازی	۷	تبریزی
۹۳	حضرت مولانا جامیؒ اور عشق مجاز	۸۱	باطنی کمالات
۷	عارفِ رومیؒ اور مجاز	۷۰	وصال
۹۴	شیخ فرید الدین عطارؒ اور مجاز	۷	آپ کے خلفاء
	حُسنِ مجازی ترکیبِ مثنویؒ سقراطِ مطلق صفت	۷	حضرت خواجہ معین الدینؒ
۷	الہی پر ذاتِ کرامیت تھے ہیں	۸۲	تعلیم و تربیت
۹۵	اقسامِ محاب	۸۳	حضرت کی جاذبیت
۷	محاباتِ غلانی	۷	پابندیِ شریعت
۷	محاباتِ نورانی	۸۴	حضرت خواجہ معین الدینؒ کے خلفاء
۷	محاباتِ کیفی	۷	وصال
۹۶	غیرت و دوست	۸۵	حضرت خواجہ قطب الدینؒ
۹۷	اشاراتِ فریدی کی اہمیت کی تیسری وجہ	۸۶	حضرت خواجہ فیض فرید مدظلہ
۷	اشاراتِ فریدی کی اہمیت کی چوتھی وجہ	۷	خواجگان کوٹ مٹھن شریف کی دیگر گدیاں
۹۸	اہمیت کی پانچویں وجہ	۷	شیدائی شریف
۷	اہمیت کی چھٹی وجہ	۷	حضرت شیخ محمد صاحب لاہوری
۹۹	اہمیت کی ساتویں وجہ	۸۷	حضرت خواجہ محمد شریف صاحبؒ
۱۰۰	باب سوم : سلوك الى الله	۷	حضرت خواجہ دودھ صاحب کو بھی اختیار تھا
۱۰۱	فانی اللہ	۸۸	باب چہم : تصانیف
۷	قادر الفنا	۷	مقامیں المجالس کی اہمیت
۷	بقا باللہ	۸۹	طبعِ اقل
۱۰۳	باب چہارم : مقامات	۹۰	اہمیت کی پہلی وجہ
۷	آپ کا مقام فانی اللہ	۷	اہمیت کی دوسری وجہ
۱۰۴	آپ کا مقام قادر الفنا	۹۱	مجاز کی ضرورت



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۴	{ پاکین شریف میں کوڑیوں کی رقم بھی محبوبیت کی یادگار ہے۔	۱۰۵	{ حضرت اقدس کی ولایت کی تیسری خصوصیت بقا اللہ ہے۔
۱۲۵	باب پنجم : ذوقِ سماع	۱۰۶	فلسے بقا زیادہ مجرب اور بلند ہے۔
۱۲۶	محبوبِ حقیقی کا ہر چیز میں جلوہ	۱۰۷	{ حضرت اقدس کے کلام میں کثرتِ بحر و فراق کی وجہ
۱۲۹	زاہدِ مشک کرتب بند	۱۰۸	شدید نسبتِ عشق اور عبدیت کا اجمال
۱۳۱	باب ششم : ذوقِ سماع	۱۰۹	جہاں خود قرب ہے وہی
۱۳۲	حقیقتِ سماع	"	تندر آئینہ فوق الرسل جوید
۱۳۳	صحیح ذوق کی اہمیت	۱۱۱	حضرت مجدد الف ثانیؒ
۱۳۴	مؤید اسرافیل بھی سماع بالمرزا میر ہے	"	حضرت اقدس کا بلند ترین وجہ
"	حقیقتِ سماع کے متعلق ایک اور نکتہ	"	غایتِ عرف
"	{ حضرت شاہ عبدالرحیم نقشبندی کا حقیقتِ سماع کے متعلق مشاہدہ	۱۱۲	جذبہ غایت
۱۳۶	جوازِ سماع	"	تخصیص
"	فشران اور سماع	۱۱۳	آپ کے ایک اہم شعر کی شرح
"	امام حسن کا قول	"	حضرت مجدد الف ثانیؒ اور تخصیص
۱۳۷	مزید جوازِ سماع قرآن کی روش	۱۱۵	بقا افضل ہے فلسے
۱۳۹	جوازِ سماع احادیث کی روش	۱۱۷	لحائفِ شہ
۱۴۰	{ حرمتِ سماع والی احادیث کے متعلق محدثین کی رائے	"	{ لحائف کے متعلق حضرت مجددہ صاحب کی وضاحت
۱۴۱	{ حرمتِ سماع کی احادیث کے متعلق ائمہ مجتہدین کی رائے	۱۱۸	حضرت اقدس کی ولایت کی نسبتِ عشق
۱۴۲	حضرت فقیر کا سماع	۱۱۹	حضرت خواجہ صاحبؒ کی شانِ محبوبیت
۱۴۳	اُستادِ الہام والحق حضرت امام ابراہیم بن سعد کا سماع بالمرزا میر	"	شانِ محبوبیت کے متعلق آپ کی اپنی شہادت
"	{ رئیس الحشیش امام شیعہ کا سماع بالمرزا میر	۱۲۰	مقامِ محبوبیت کی مزید شہادت
"	رئیس الحشیش امام شیعہ کا سماع بالمرزا میر	۱۲۱	حضرت نازک سائیں کی شہادت
"	رئیس الحشیش امام شیعہ کا سماع بالمرزا میر	۱۲۲	حضرت غوثِ عالمؒ کو مقامِ محبوبیت شہ کا دلائل

مضامین	صفحات	مضامین	صفحات
۱۵۵	شیخ عبدالرحمن محدث دہلوی اور سماع	۱۴۶	صحابہ کرامؓ کا سماع
"	امام ابوریثہؓ اور امام محمدؓ کا سماع	"	حضرت حسان بن ثابتؓ کا سماع بالزہیر
"	مولانا عبدالحی فریجی علی اور سماع	"	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع
"	قادی خیرہ اور سماع	۱۴۷	اور وحید
۱۵۶	اہل حدیث امام قاضی محمد بن علی شومکانی	"	دیگر صحابہ کرام جنہوں نے سماع سنا
"	اور سماع	"	مختلف سلاسل کے مشائخ عظام
"	استاذ العلماء والحدیث امام ابراہیم	"	اور سماع
"	مفتی اور سماع	"	حضرت داتا گنج بخشؒ اور سماع
"	امام احمد غزالی اور سماع	۱۴۸	حضرت امام غزالی اور سماع
۱۵۷	شیخ اشیرؒ حضرت مینا مالیدین ابوالنجیب	"	شرائط سماع (امام غزالی)
"	شہروردی اور سماع	"	مقامات سماع
"	حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا قانیؒ	۱۴۹	حضرت غوث الاعظمؒ اور سماع
"	کا سماع اور قصص	۱۵۰	حضرت غوث الاعظمؒ کا خود سماع سنا
"	حضرت قاضی حمید الدین ناگوری	۱۵۱	خواجہ شہاب الدین بہروردی اور سماع
"	شہروردی کا سماع	"	حضرت شیخ کا قرآن سے اخذ جواز سماع
۱۵۸	حضرت شیخ فخر الدین عراقی	۱۵۲	حضرت شیخ کا احادیث سے اخذ جواز سماع
"	شہروردی کا سماع	"	وجہ و حال حضرت شیخ کی نظریں
"	حضرت شیخ سعدی شیرازی بہروردیؒ	"	حضرت شیخ اور آداب سماع
"	کا سماع	"	ائمہ اربعہ اور سماع
"	حضرت محمد دم جانیان اوی بہروردی اور سماع	"	امام ابو حنیفہؒ اور سماع
۱۵۹	حضرت شاہ نعمت اللہ قانی شہروردی اور سماع	۱۵۳	علامہ نابلسی حنفی اور سماع
"	مشائخ نقشبندیہ اور سماع	"	علامہ ملا علی قاری حنفی اور سماع
"	حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور سماع	"	علامہ شامی حنفی اور سماع
۱۶۰	حضرت خواجہ محمد یار نقشبندی اور سماع	۱۵۴	امام مالکؒ اور سماع
"	حضرت مولانا خواجہ احمد رضا عیدنی	"	امام شافعیؒ اور سماع
۱۶۱	نقشبندی اور سماع	"	امام احمد بن حنبلؒ اور سماع



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۴۳	مولانا اشرف علی تھانوی کا فتویٰ جوازِ سلع	۱۴۱	حضرت مجدد الدلت ثانیؒ اور سلع
۱۴۹	حضرت خواجہ قطب الدین خجندیہ کا مزار پر آواز دہنا	"	حضرت امیر ابو اعلیٰ نقشبندیؒ اور سلع
"	حضرت خواجہ قطب کا شاہ عبدالرحیمؒ	۱۴۲	حضرت قاضی شاد اللہ پانی پتی نقشبندیؒ
"	نقشبندی کے ساتھ مکالمہ سماع کے متعلق	"	اور سلع
۱۸۰	مولانا تھانوی کا سماع سنتا اور سنتوانا	"	حضرت شیخ شہاب الدین شہروردیؒ
۱۸۱	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور سلع	۱۴۳	کا ایک قول سماع کے متعلق
۱۸۲	مولانا تھانوی کا ایک اور بار سلع سنتا	۱۴۴	حضرت حافظ شیر محمد شہروردیؒ اور سلع
۱۸۳	مولانا محمد حسین عیوبیؒ کا سماع میں مسائل	"	حضرت شاہ محمد اسماعیل کرمانویؒ
۱۸۴	حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نقشبندیؒ	۱۴۵	نقشبندی اور سلع
"	کا سماع مزار میر کے ساتھ۔	"	حضرت مسکین شاہ صاحب لاہوریؒ
۱۸۵	امام شافعی کا ماہر راگ ہونا	"	اور سماع
"	امام احمد بن حنبل کا رقص	"	فوجی ہند کی آواز پر ایک نقشبندی عالم کی گزرت
۱۸۶	سلطنت سماع کے متعلق خواجہ صاحب کی تحریر	"	خواجگان چشتیہ اور سماع
۱۸۸	غلام ربیع بحث	"	حضرت خواجہ حسن بھریؒ
۱۸۹	رقص دوام	۱۴۶	حضرت ابو اسحاق شامیؒ
۱۹۰	حضرت خواجہ صاحب کا ایک بلند ترین شعر پر وجہ	"	حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ
۱۹۲	زادگان خشک کی منزل مقصود	۱۴۷	حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ
"	شرائط آداب سماع	"	حضرت خواجہ قطب الدین دود چشتیؒ
۱۹۳	شرط مکان	"	حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ
"	شرط زمان	۱۴۸	حضرت خواجہ سعید الدین امیر سیؒ
"	اخوان	"	حضرت خواجہ قطب الدین خجندیہؒ کا کہنا
"	آداب سماع	"	حضرت شیخ فرید الدین گنجی شکرؒ
۱۹۴	ترتیب سماع	۱۴۹	حضرت سلطان الشارح محبوب الہیؒ
۱۹۵	منقبت ادبیار	۱۵۰	حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ
۱۹۶	حضرت اقدس کی مجالس سماع	"	علمائے دیوبند اور سماع
۱۹۸	مجلس سماع (جو برس فخر مہجرات علی شہید علیہ السلام)	۱۵۱	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور سماع

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	وحدت الوجود اور وحدت الشہود	۲۰۰	دیگر مجالس سماع
۲۲۷	میں تعلیق شاہ ولی اللہ کی تحریر تائیں	۲۰۵	حضرت خواجہ صاحب کے ذوق سخن کی یکایک مثال
	باب ہفتم : تصوف	۲۰۷	حضرت قاضی صاحب کا رقص
۲۲۸	کے خلاف اہل یورپ کے غلط الزامات	۲۰۸	حضرت خواجہ عبد الخشیر محبوب الہی کا رقص
	دو اصول	۲۰۹	دیگر مجالس سماع
۲۲۹	عیسائی مصنفین کی تعاد بیانی	۲۱۱	دیگر محفل سماع اور شدید غلبہ حال
"	منصف مزاج یورپی مصنف ماسینو	۲۱۲	باب ہفتم : وحدت الوجود
	آربری اور سپین کے پروفیسر	"	عقلی ثبوت
۲۳۰	آسن پلے سیدس ماسینو کے	"	قانون شہادت
	متعلق پروفیسر آدبری کا بیان	۲۱۳	طریق و جہان
۲۳۵	ڈاکٹر نکلس کی رائے	۲۱۴	حقیقت وحدت الوجود
۲۳۶	کٹر متعصب عیسائی نیکڈ نالڈ کی رائے	۲۱۵	نظریہ قتر بیہ
"	تصوف اور گونٹے	۲۱۶	حقیقت ملول و اتحاد
"	انکی کے پروفیسر تھاکر اور تصوف	۲۱۷	عقیدہ استغناء علی اثر شام علم خیر ان کی رائے برقی غلط
۲۳۷	کھوکھلے الزام	"	تمام عقائد میں سے عقیدہ وحدت الوجود صحیح ترین ہے
"	سوفیا ماد فلسفہ زبان کے مابین اختلافات	۲۱۸	بُت پرستی کیوں حرام ہے
۲۳۸	ہندو فلسفہ روحانیت اور اسلامی تصوف	۲۱۸	خائق و مخلوق کا تعلق
"	بدھ مت اور تصوف	۲۲۰	کی فساد و جوہر ذاتی میں کا مبین شریک کیسے ہیں
۲۳۹	باب نہم : عرس اود	۲۲۱	مولانا جامی کی تصریح
	نیا نیت قبور	"	مولانا جامی کے قول کی شہود خواجہ صاحب کی زبانی
"	عرس	"	مردم سلا ترقی پھر داعاری کا مطلب
۲۴۰	پہلا ثبوت	۲۲۲	خلاصہ بحث
"	دوسرا ثبوت	۲۲۳	وحدت الوجود اور وحدت الشہود
۲۴۱	ادلیائے کرام زندہ ہیں		مکتوبات امام ربانی میں وحدت الوجود
"	ایک نکتہ	۲۲۵	کا ثبوت



# مقائیس المجاس

جلد اول

۳۶۱	حقیقت ایمان کامل	۲۴۵	مقبوس ۱: روح اور جسم مثالی
"	طاق مدد مخوس نہیں متبرک ہے۔	"	تھمہ مسلکی اہیت
۳۶۲	الطرق الی اللہ	۲۴۶	مولانا ردم کی عظمت
"	مقبوس ۲: مختلف اقوام کے بیان میں	"	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بذہرت کی نفی
۳۶۳	قدیم ترین مذہب	"	مقبوس ۳: مولانا محمد حامد فقبوری
۳۶۴	ذکر خلفاء حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد ہاروی	۲۴۸	قاضی محمد عیسیٰ خانپوری
۳۶۵	مقبوس ۴: انگریز انیسویں صدی کے خوں سے شرک کا رخ بدل دیا	۲۴۹	مقبوس ۵: حضرت خواجہ محمد سلیمان
۳۶۶	انگریز کپتان جہاز کا مسلمان ہونا	"	ترنوسی کے خلفاء
۳۶۷	حضرت خواجہ غلام فخر الدین کی عظمت	۲۵۱	مقبوس ۶: جامعہ لغزغات غلوت غلام ہیں
"	حضرت قبلہ عالم کے حقیقی جانشین	"	مقبوس ۷: چڑھوں کا اسلام
"	قاضی محمد مائل ہیں	"	حضرت خواجہ نظام الدین اویار کا جود و کرم
۳۶۸	حضرت قاضی محمد مائل کا خواب خلافت کے متعلق	۲۵۲	غیر شرعی رسومات کی مذمت
۳۶۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بذہرت کی نفی	۲۵۳	حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کا
۳۷۰	حضرت قبلہ عالم کے نزدیک حضرت قاضی صاحب کی قدر و منزلت	"	کشف شیطان کے متعلق
"	حضرت قبلہ عالم کے خلفاء میں سے سب سے زیادہ رشد و ہدایت کا ظہور حضرت خواجہ محمد سلیمان ترنوسی سے ہوا۔	۲۵۵	امام غزالی کی عظمت
۳۷۱	حضرت خواجہ نور محمد زرد والہ کی عظمت کا ذکر ان کے شیخ کی زبان پر	"	عالم اہل میں حضرت موسیٰ اور
۳۷۲	صحبت شیخ کی مدت	۲۵۶	امام غزالی کا سوال و جواب
۳۷۳	شیخ کی نافرمانی کا حشر	۲۵۷	شیخ احمد غزالی
۳۷۴	ہمدردی قیدیوں کی رہائی کرائی	۲۵۸	شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی
		"	نصار سونچنے کے متعلق فتویٰ
		۲۵۹	مقبوس ۸: اونی کپڑے پر ناز جانے ہے
		۲۶۰	غراب میں یقین و فیض
		۲۶۱	مقبوس ۹: دنیا سے ایمان سلامت پہنچنے پر

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۹۱	شیخ کی خدمت کمالی ادب ہے	۲۸۴	{ مجذوب ختم تمام جینسوں کو بگاڑ
۲۹۲	مقبوس ۱۳: زیارت قدم مبارک		دودھ حاصل کیا۔
۲۹۳	مقبوس ۱۵: بدھ کے دن سفر کرنے کا نکتہ	۲۸۵	حضرت قاضی محمد عاتقؒ کے خلفاء
۲۹۴	شیخ سے گفتگو کی سزا	"	نواب فازی الدین دکنی
۲۹۵	مقبوس ۱۶:	۲۸۶	حدیث انت و شیعتک فی البعۃ
۲۹۶	مقبوس ۱۷:	۲۸۷	{ مقبوس ۱: حضرت غوث اعظمؒ کے
"	{ مقبوس ۱۸: حضرت معروف کفریؒ		قول قدیمی ہذا کا مطلب
"	کی وسعت مشرب	۲۸۹	اصحابِ قبر کے دو گروہ
۲۹۷	کبر و دعوت	"	حضرت خواجہ حسین الدین چشتیؒ کا اہل قبر ہونا
۲۹۸	{ کیا قانونِ قرارت کے بغیر نمازیں	"	{ حضرت غوث اعظمؒ کی مجلسِ حفظ
	قرآن پڑھنا جائز ہے؟		میں لوگوں کا جاں بحق ہونا
۲۹۹	مقبوس ۱۹:	۲۸۰	حضرت غوث اعظمؒ کی ایک اور کرامت
۳۰۱	مقبوس ۲: صحابہ کرام کے متعلق کمالِ حبیب	۲۸۱	حقیقتِ قتل کو خواب میں تبدیل کرنا
۳۰۲	لنگر کی سوسکی روٹی اور چٹنی کی قدر و قیمت	۲۸۳	حضرت قبلہ عالم ہمدانیؒ اور ایک شعر کی شرح
۳۰۳	{ مقبوس ۲۱: کرامتِ شیخ سے کوڑیاں	"	غوثیتِ متفقہ کا مطلب
	روپے بن گئے	۲۸۴	حضرت ابوالباقس قصاب کی کرامت
۳۰۴	مقبوس ۲۲: طریق وضو	۲۸۵	شیطان پر نصرت نہ سببِ گناہ نہیں
۳۰۵	ادبِ اکرام سے بڑھتی باعثِ سلبی ایمانی ہے	۲۸۶	مقبوس ۲: فضیلتِ ادیب کے بیان میں
۳۰۶	مقبوس ۲۳:		شیخ عبدالباقس مرقی کا خواب
"	مقبوس ۲۴: بدھ کے دن سفر	۲۸۷	{ فضیلتِ ادیب کے متعلق
"	منگل کے دن غسل اور تیل لگانا	"	{ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا کشف
۳۰۷	والدہ کی خدمت حج سے بہتر ہے	"	{ فضیلتِ ادیب کے متعلق
۳۰۹	جلد دوم	۲۸۹	مقبوس ۳: تادمِ کتب
"	مقبوس ۲۵: حضرت اقدس کا بیت کا طریقہ	"	سفر نامہ مخدوم جانیان کی حقیقت
۳۱۰	مقبوس ۲۶-۲۷: شقایب کی کمال	۲۹۰	سوانح کی کیفیت
۳۱۱	مرزات پر حاضری کا طریقہ	۲۹۱	مقبوس ۱۳: جبکہ دن سفر شروع کرنا منع ہے



مضامین	صفحات	مضامین	صفحات
مقبوس <sup>۱۸</sup> : صحت بشارت کا عمل	۳۱۲	بہادر شاہ غفر چشتی کا مقولہ	۳۳۵
مقبوس <sup>۱۹</sup> : بعض قدیم شہروں کا ذکر	"	شاہ عبدالرحمن عکسوی کے مزید حالات	"
مارو - دھولہ	"	بہادربے طاقات	۳۳۶
مقبوس <sup>۲۰-۲۱</sup> : حسن اخلاق	۳۱۳	آپ کی مختلف نسبتوں کا ذکر	"
استغراق کے باوجود پابندی نماز	۳۱۴	حضرت شاہ مدار بدیع الدین مخدومی	۳۳۹
مقبوس <sup>۲۲</sup> : مناجات حکیم سنانی	۳۱۵	ترش حضرت شاہ احمد عبدالحق کے آداب	۳۴۰
سنائی کی قرب کا واقعہ	۳۱۸	مقبوس <sup>۲۳-۲۴</sup> : چالیس سال پر عمر فرزند موجود	۳۴۱
مقبوس <sup>۲۵</sup> : عید کے دن حضرت اقدس	۳۱۹	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	"
کی پریشاں	"	برعس حضرت خواجہ قطب الدین خیار گاہی	"
مقبوس <sup>۲۶</sup> : تعظیمی مسجد	۳۲۱	مقبوس <sup>۲۷</sup> : کثیر رنگوں کو شہید بنانے کا طریقہ	۳۴۲
حضرت محبوب اعلیٰ کے آگے مقبرہ عمار	۳۲۲	مقبوس <sup>۲۸</sup> : نرمی قلب کا وظیفہ	۳۴۸
کاسجدہ تعظیمی	"	مقبوس <sup>۲۹</sup> : ریاست بہاولپور میں تفریہ منوعہ	"
مقبوس <sup>۳۰</sup> : سیوستان کو سلاطین	"	مقبوس <sup>۳۰</sup> : شیخ محمد کامل کھٹار	۳۴۹
حضرت آدم کے قدم کا نشان	۳۲۴	اپنے پیر کے علاوہ کسی اور بزرگ سے	۳۵۰
مقبوس <sup>۳۱</sup> : حضرت صاحبزادہ صاحب کی شادی	۳۲۵	فیض حاصل کرنا	"
فکر کا عظیم نشان انتظام	۳۲۶	علما دیوبند کے پیر حاجی امد اللہ مہاجر مکی	۳۵۱
مقبوس <sup>۳۲-۳۸</sup> : شیخ احمد عبدالحق	۳۲۷	کی عظمت	"
رد و روی چشتی صابری	۳۲۷	آپ کے خلفاء مولانا شہید احمد گلگوتی اور	۳۵۲
شیخ عبدالحق کی غربت علم کی طرح مشغولی	۳۲۹	مولوی محمد اسلم نازوٹی وغیرہ	"
شیخ عارف صابری کی ولادت کا واقعہ	"	جو من حجاز کا کائن آپ کے ملحقہ زاد تھیں	"
حضرت شیخ عبدالحق کا حجرہ بدلی و جمالی	۳۳۱	مقبوس <sup>۳۹-۴۰</sup> : انیسار و ملائیک کی تصاویر	۳۵۳
شیخ کے ایک مرید کا خود بخود مرنا	"	بائیس خراجگان کون ہیں	۳۵۴
اور شیخ کا اُسے زندہ کرنا	"	تبرکات کا دامن کرنا	۳۵۵
حضرت شیخ کا وصال اور دوبارہ زندہ ہونا	"	خرقہ معراجیہ کی حقیقت	۳۵۶
مقبوس <sup>۴۱</sup> : حضرت شیخ عبدالرحمن عکسوی	۳۳۲	وسائط فیضان مین الحق و انسان الکامل	۳۵۷
کا ذوقی سماج	"	ملاک مذکور ہیں یا مورت	"

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۷۶	حضرت خواجہ گنج شکر کے خطا	۳۵۹	دیران مبینی کی حقیقت
۳۷۸	مقبوس ۵: تفتیق و خلافت	"	بندش کشف کی ایک وجہ
۳۷۹	حالات خواجگان کوٹاٹن شریف	۳۶۰	مقبوس ۸: دہائے نور کی اجازت
۳۸۰	مشائخ کے مشرب میں معمولی فرق	"	طریقہ صدقہ
۳۸۲	حضرت خواجہ غلام فخر الدین کا ذوق سخن	۳۶۲	مقبوس ۹: سلسلہ حقیقہ کی مقبرہ کتابیں
۳۸۳	[آپ و خلافت کے وقت بھی جوش و خروش کی وجہ سے طاعن مستحق]	۳۶۳	حضرت مخدوم شاہر کی خلافت کی تصدیق
۳۸۴	دریائی سفر میں طبیحال	۳۶۴	کتاب سیر الاقطاب غیر معتبر ہے
"	مقبوس ۵۲-۵۱: دنیا کی عمر	۳۶۵	[حضرت امیر خسرو کی حضرت مخدوم شاہر سے ملاقات]
۳۸۸	رام چند جی اور کرشن جی	۳۶۸	شیخ احمد عبدالحق دہلوی
۳۹۰	مذہب زرتشت	۳۶۹	شیخ عبدالحق کا جوش طلب
۳۹۰	مقبوس ۵۳: سعادت خورد و پیر	"	سلسلہ سراجیہ
"	[حضرت خواجہ نظام الدین اولیا اور حضرت مخدوم جانیان کی رشتہ داری]	"	سید محمود کرمانی
۳۹۱	مقبوس ۵۴: نماز قصر	۳۷۰	سید حسین کرمانی
۳۹۲	مقبوس ۵۵: آداب مجلس سماع	۳۷۱	امیر خسرو
۳۹۳	مقبوس ۵۶: مولانا نور محمد بڑا	"	[کتاب فوار الغزاد کے مصنف حضرت حسن بلاشبہدی]
۳۹۵	حسن جمال کی وجہ سے ایک عورت توڑی گئی	۳۷۲	حضرت امیر خسرو
۳۹۷	سید محمد مصنف کتاب بھر المعانی	"	مولانا ضیاء الدین برنی
۳۹۸	[نغمہ محابئی رسول علی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ایک فارمین]	۳۷۳	مولانا علاء الدین نیلی
"	[کیا مشائخ صابریہ کی دعا سے سلسلہ جالیہ پھر سے جاری ہوا؟]	۳۷۴	[کتاب افضل الفوائد و راحت القلوب حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی اور آپ کے خلفاء]
"	حسن پستی	۳۷۵	سید گیسو داز کا خواب شاہی دہلی کی ہجرت
۳۹۹	جواز سبیل	"	سلطان الترشد و ناصر الدین محمود
۴۰۰	حسن بازی میں سے حقیقی کاشا بہ افضل ہے	۳۷۶	فیروز تفتیق



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۲۴	مقبوس ۶۶: زیارت مزار حضرت شاہ رکن عالم	۴۰۱	شیخ روز بہان بقلی کے قول کی تشریح
۴۲۷	مقبوس ۶۷: سیدزادہ کا احترام	۴۰۲	عورتوں کی آواز سے پرہیز لازمی ہے۔
۴۲۸	مقبوس ۶۸: زیارت روضہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ	"	شرعیّت زراعت کے گرد باڑ کا کام دیتی ہے
۴۲۹	طریق حاضری	۴۰۳	خوبصورت لوگوں کی قبول دعا حدیث سے ثابت ہے۔
۴۳۰	سجادہ نشین صاحب ملاقا	"	مرد کے گناہ کا شیخ کے حال پر اثر
"	حضرت اقدس کا ایک مندریں قیام	۴۰۴	مقبوس ۵۴: انگریز سائل کا حاضر ہونا
۴۳۱	مندرجہ کے اندر ذکر جہری	"	چھوڑ دینا
"	مقبوس ۶۹: مجلس رقص و سرود	۴۰۵	مقبوس ۵۸: حضرت خواجہ صاحب کی فن موسیقی میں مہارت
۴۳۲	مقبوس ۷۰: بوجہ کو سفر کرنے کے لئے پستان	۴۰۶	حضرت خواجہ خدابخش کے عطیت
۴۳۳	شیخ جمالی شہروردی	"	بڑے پیر جمالی سے بے ادبی کا حشر
"	شیخ جمالی کے مولانا جامی سے ملاقات	۴۰۷	قاری عزیز اللہ اور قاری صبغۃ اللہ
۴۳۴	شیخ جمالی کے سلسلے مولانا جامی کا احترام	۴۰۹	مقبوس ۷۱: شیخ روز بہان بقلی کی عجالت کی تشریح
۴۳۵	شیخ جمال درویش خندان رو	"	مکرم شیطان
۴۳۶	حضرت غوث بہاؤ الدین گمانی کی وصیت	۴۱۲	شیخ ابوبکر داسطلی
۴۳۷	شیخ جمالی کے متعلق	۴۱۳	مقبوس ۷۲: امام ہدی کے متعلق
۴۳۸	شیخ جمالی کی بیعت سلسلہ چشتیہ میں	۴۱۴	حضرت اقدس کا موقف
۴۳۹	جلد سوم	"	مقبوس ۷۳: تناسخ اور بروز میں فرق
"	مقبوس ۷۴: مرشد کے روضہ اقدس پر جعفری	۴۱۷	اقسام بروز
"	محل سماع	۴۱۸	قطب ایک ہے اور اُسے ناہیں
"	مقبوس ۷۵: کعبہ شریف کی محبت پر	۴۱۹	مقبوس ۷۴: حضرت اقدس کے خطوط
"	کعبہ پر داز نہیں کرتے	۴۲۱	افسان کے نام
۴۴۰	با ادب جانور	"	مقبوس ۷۵: حضرت پیر شاہ صاحب
۴۴۱	خلفا حضرت خواجہ سلیمان تونسوی	۴۲۳	سجادہ نشین گمان سے ملاقات
"	حکیم خدا بخش ساکن گوٹھ چنی		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۷۵	چراغ بلا روغن	۴۴۲	مقبوس <sup>۳</sup> : تقریب عرس
"	چربان کی خصوصیت	۴۴۳	مقبوس <sup>۵</sup> : بیعت مولفین و غایت
۴۷۶	جن بھوت اور چیل	۴۴۵	مقبوس <sup>۸، ۹، ۱۰، ۱۱</sup> : مولوی محمد امین صاحب
۴۷۶	مقبوس <sup>۲۱</sup> : حضرت خواجہ معین الدین		خلیفہ حضرت مولانا شمس الدین یاروی
	اجمیری کے کچھ حالات	"	قلت غلہ
۴۷۸	مقبوس <sup>۲۲</sup> : عہد شباب کے کیا اثرات	۴۴۷	حضرت شاہ دولہ گجراتی
۴۷۹	مقبوس <sup>۲۳، ۲۴</sup> : حضرت مولانا	۴۴۸	درندوں پر حکومت
"	فخر الدین دہلوی کے خلفاء	"	شاہ دولہ کی سخاوت
"	مولانا فیاض الدین جے پوری	۴۴۹	شاہ دولہ کے چڑھے
"	شاہ نیاز احمد بریلوی		حضرت اقدس کا طریقہ ذکر
۴۸۳	نفس ناطقہ		مشائخ کرام کی مہروں کے اہفاظ
"	حضرت شیخ نظام الدین خاموش	۴۵۱	مقبوس <sup>۱</sup> : خواجگانِ حشت کی تصاویر
۴۸۴	وظیفہ بلے رزق اور قرب حق	"	صحابہ کرام کی ٹھہریں
"	تعویذ اور وطن آلف کی تلقین	۴۵۲	آج کل کے سائل
۴۸۵	مقبوس <sup>۲۲، ۲۳</sup> : مجلس رقص و سرود	۴۵۳	مقبوس <sup>۱۱</sup> : حضرت شیخ حسین بن منصور نقوی
۴۸۶	حضرت قاضی حمید الدین ناگوری	۴۵۹	مقبوس <sup>۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵</sup> : مجالس سماع برقعہ
۴۸۷	سماع کسی سلسلے میں حرام نہیں	"	عرس حضرت خواجہ محمد عاتق قدس سرہ
۴۸۸	حضرت قاضی حمید الدین ناگوری	۴۶۲	مقبوس <sup>۱۶</sup> : مسجد میں بیٹھ کر سنائی سننا
"	سہروردی اور سماع	۴۶۵	مقبوس <sup>۱۷</sup> : شیخ فرید الدین عطار کی
"	حضرت قطب الاقطاب کا وصال	"	کتاب میں الحاق
۴۸۹	لفظ "کاک" کی وجہ تسمیہ	۴۶۷	حضرت خوش علی شاہ کا ایک واقعہ
"	حضرت خواجہ خضر سے ملاقات کا طریقہ	۴۶۹	جنات سے دوستی
۴۹۰	رمضان شریف میں مجلس رقص و سرود کا اثر	۴۷۰	مقبوس <sup>۱۸</sup> : مجموعہ کتب تبرکات
"	راگ منزل یعنی نازل شدہ ہیں		منجانب حضرت مولانا فزولہ پوری
۴۹۱	مقبوس <sup>۲۵</sup> : امام بخاری کی عظمت	۴۷۳	مقبوس <sup>۱۹</sup> : حرم مکہ
۴۹۲	مقبوس <sup>۳۶</sup> : اپنی زندگی کا کچھ درد و فکر	۴۷۳	مقبوس <sup>۲۰</sup> : اہل سنت و جماعت کی لکھڑ



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۱۴	جذب و تصفیہ	۴۹۳	سلب امراض
۵۱۵	قرب حق میں اضطراب کی وجہ	۴۹۴	حیات ضمنی
۵۱۶	مقبوس ۶۱ تا ۶۲ دوست وہ ہے جو عیوب سے آگاہ کرے	"	وجوب و غناء ذاتی
۵۱۸	شاہ جلال رحمن کا غلو توحید و جود میں	"	وجوب و غناء ذاتی کے علاوہ تمام صفات سے کاملین متصف ہوتے ہیں
"	بواہر سیر کا علاج	۴۹۵	معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
۵۱۹	چوڑھے مسلمان ہیں	۴۹۶	مقبوس ۶۳ تا ۶۴ حضرت علی کی تاریخ وصال
۵۲۰	ایک چیز کسی کیلئے مفید کسی کیلئے مضر	۴۹۸	سیلہ کذاب
۵۲۱	یارانِ غلہ	۵۰۰	خف و مسخ
۵۲۲	بیک وقت کئی مقامات پر ہونا	۵۰۳	سانپ سے حفاظت
"	وکیل و دفع دبا	"	مقبوس ۶۵ تا ۶۸ خف و مسخ کے متعلق
۵۲۳	مقبوس ۶۳ تا ۶۴ چھوڑ نہ ب	"	احادیث
۵۲۵	سر سید احمد خاں	۵۰۵	عیانیوں کا مباہلہ سے گریز
"	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے	۵۰۶	حضرت معاذ بن جبل کی شان
۵۳۷	اس حدیث کے اصل معنی	"	عذاب الہی کے نزول کی علامات
۵۳۸	اربابِ ملل و اربابِ نعل	۵۰۷	ختم قرآن
۵۴۰	حضرت سید علی عرف پیر بابا بغیری اور انور علی	۵۰۸	مقبوس ۶۹ تا ۷۰ حضرت اقدس کا سنت اور نقل باجماعت پڑھنا
۵۴۲	توحید و جود میں اور مولانا عبد الرحمان	"	پالتو پرندوں کو آزاد کرنا
۵۴۳	پیر تارک	۵۱۰	حضرت ابو سعید ابوالخیر سے بچیں نہیں بلکہ رکت
"	مقبوس ۶۵ تا ۶۷ حضرت اقدس کا عفو و کرم	"	مقبوس ۷۱ تا ۷۲ حضرت اقدس کی عید
"	حضرت اقدس کا انگار	۵۱۱	مقبوس ۷۳ تا ۷۴ تعداد آیات، الفاظ و حروف قرآن
۵۴۵	حافظ جیون اور موت	۵۱۲	تعداد محرکات یعنی زبر زیر پیش
۵۴۶	صوفی کا مالِ مباح ہے	"	گم شدہ بچے کی واپسی کا عمل
"	وکیل	۵۱۳	مقبوس ۷۵ تا ۷۶ توحید ایمانی و توحید حالی
"	مقبوس ۶۶ تا ۶۷ دفع و ہم کی رباہی	۵۱۴	تین ختم نہیں ہوتا
۵۴۷	پہاڑوں کی خصوصیت		

مفہم	صفحہ	مفہم	صفحہ
مقبوس : ہندو لک کے کا مجر و نیاز	۵۷۵	حضرت اقدس کے متعلق ایک قصیدہ	
مقبوس : تعویذ برائے تسہیل ولادت	"	غلام نرگس مست تو تاجدار اند	۵۳۸
وفیضہ برائے رزق	"	کتاب مناقب فریدی	۵۳۹
مقبوس : شب عاشورہ کی نوافل	۵۷۶	مقبوس : ۲۱۷۱ : سنت کرنا سخت بُرا ہے	۵۳۹
کتاب مرآۃ العارین	۵۷۶	کیا مردان صحابی تھے ؟	۵۵۰
مقبوس : عاشورہ محرم میں نئی پوشاک	۵۷۸	حضرت علیؑ کے متعلق ایک شیعہ کے سوالات	"
اصحاب رسول کو گالی دینا کفر ہے	۵۷۹	علم جعفر	۵۵۲
عاشورہ کی نوافل اور دعائیں	۵۸۰	حضرت اقدس کی انگریزی دانی	۵۵۳
عام بخشش	۵۸۳	مقبوس : ۲۱۷۱ : عمل برائے دفع طاعون اور وبا	۵۵۵
مشغولی گلشن راز	"	اولیاء کے لئے کرامت چھپانا فرض ہے	۵۵۶
مقبوس : ۱۳۱۲ : جواز سماع	۵۸۴	مراتب سلوک	"
فتویٰ کفر	۵۸۵	طریق بیعت	"
ایک اہم مسئلہ اور اس کا حل	۵۸۶	مقبوس : ۸۷۷۵ : جاس سماع بر عرس حضرت	۵۵۷
اقسام کشف	۵۸۷	قبلہ عالم ہار دی، حضرت محبوب الہی	
مقبوس : ۱۳۱۲ : ظاہری لباس کا باطن پر اثر	۵۸۸	خواجہ خدا بخش	
میان ولایت علی شاہ صاحب فیروز پوری	۵۸۸	مقبوس : حجم غفر کی بیعت	۵۶۳
مولوی غلام کبریا ساکن پاکپتن شریف	۵۹۰	جلد چہارم	
مختصر سبق عروض	۵۹۱	مقبوس : پر ہار قوم کی مغفرت کا نذرہ	۵۶۵
مقبوس : ۱۵ : قصائے دغائف جائز ہے	۵۹۲	مقبوس : موسم گرما کے متعلق کہاوتیں	۵۶۶
مقبوس : کشتی کا غرق ہونا	۵۹۳	مقبوس : بُت کا کلام کرنا	"
کرامت شیخ سے مجموعہ ملفوظات لکھی گئی	۵۹۴	چند مشکل الفاظ کے معانی	۵۶۷
مقبوس : ۱ : وفیضہ برائے مرض و سحر	۵۹۵	مقبوس : عرس و غسل سماع	۵۶۹
مقبوس : ۱ : غنا و رد جوہر ذاتی	"	مقبوس : حضرت سلطان الاولیاء کی سادگی	۵۷۱
(شرح رائج جامی)		حضرت ولایت علی شاہ	۵۷۲
شرح لائحہ بیست و چہارم	۶۰۳	مقبوس : میان نعل دین کشمیری	۵۷۲
شرح لائحہ بیست و پنجم	"	مقبوس : عرس و سماع	۵۷۳



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۳۷	حضرت خواجہ محمد طیبان قرنسوی کا اتقی	۴۰۴	لائحہ بیست و ششم
"	حضرت خواجہ نعیم الدین چراغ دہلوی کا اتقی	۴۰۵	لائحہ سی و یکم
۴۳۸	تفسیر حدیث ان الله خلق ادم علی صوفیہ	۴۰۶	مقبوس ۱۹: مولانا رکن الدین خلوت خاص میں
۴۳۹	مقبوس ۲۸: لائحہ ہند ہم	"	اقسام ٹریدین
۴۴۰	تنزیلات	۴۰۷	بیعت کیسے فتح ہوتی ہے
۴۴۱	مقبوس ۲۹: لائحہ ہند ہم	"	کیا ٹرید کو پیر سے دفاع طلب کرنا چاہیے
۴۴۲	مقبوس ۳۰: خدشہ دل کا عیب تک حل	"	حضور قلب فی الصلوٰۃ کے اقسام
۴۴۳	فرق مراتب متعلق اہم سوال اور اس کا جواب	۴۰۸	اقسام سیر
۴۴۴	ساکھ مشکل کتابوں میں وقت ضائع نہ کرے	۴۰۹	سیر نزولی
"	مولانا جامی کے کمالات	"	سیر عروجی
۴۴۵	مقبوس ۳۱: لائحہ نواز دہم	۴۱۰	انسان شجر معکوس ہے
۴۴۶	لائحہ بیستم	۴۱۱	مقام فانی اللہ مقام بقا باللہ زیادہ افضل ہے
"	خلا بھی ظہور ذات ہے	۴۱۲	جامعیت وحدیت بقا باللہ میں ہے
۴۴۷	مقبوس ۳۲: لائحہ بیست و یکم	۴۱۳	مقبوس ۲: تعویذ فتح و خیر و برکت
۴۴۸	لائحہ بیست و دوم	۴۱۴	مقبوس ۲۱: وظیفہ مقاصد دینی و دنیوی
۴۴۹	اقام عدم	"	مقبوس ۲۲: سورہ برات میں اللہ عز و جل کی وجہ
"	مقبوس ۳۳: دیوان اوصیاء کے چند اشعار	۴۲۰	اویار اطفال حق اند کے معنی
۴۵۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی ہے یا جزوی	۴۲۱	حضرت قبلہ عالم کا لباس
۴۵۱	لائحہ بیست و سوم	"	مقبوس ۲۳: لائحہ بیستم
"	حقیقت ہمہ ادست	۴۲۲	لائحہ نہم
۴۵۲	لائحہ بیست و چارم	۴۲۳	مقبوس ۲۴: لائحہ یازدہم
۴۵۳	قیقات و جوہر و امکانات	۴۲۴	لائحہ دوازدهم
۴۵۴	مقبوس ۳۴: اہل بیت نبوی سے کیا مراد ہے	۴۲۵	لائحہ سیزدہم
۴۵۵	سید الشہداء امیر حمزہؑ	۴۲۶	ایک اعتراض اور اس کا جواب
"	حضرت عمرؓ کی عقیدت حضرت عباسؓ کے ساتھ	۴۲۷	مقبوس ۲۵: سیرت ادلیا
"	آیات اللہ کے ظہور پر فوری سجدہ کا حکم	"	حضرت سلطان الادیار کا اتقی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۸۶	محببت شیخ	۴۸۷	لائحہ بیست و پنجم
۴۸۷	لائحہ جامی کی اہمیت	۴۸۸	لائحہ بیست و ششم
"	لقطہ صوفی کی ابتداء	"	تجدد امثال (کون دہ روز)
۴۸۸	امام ابوحنیفہ صوفی	"	ایکاشکاں اور جواب
"	اہل اسلام کے تین فرقے	۴۸۹	مقبوس ۲۵: حضرت شیخ نظام الدین اوزگ
۴۸۹	ائمہ مجتہدین کا اتقی	۴۹۰	اہل نسبت سے کیا مراد ہے
"	ادیار کرام کا تقدس	۴۹۱	حضرت میاں عشق اللہ
"	حضرت سہل تستری کی بکبری کا ثبوت	۴۹۲	شیخ کامل ایک مکار پیر کی خدمت میں
۴۹۰	امام عظیمؒ کی نماز اور ہاتھ کا جواب	۴۹۳	مقبوس ۳۶: شیخ کامل سے بڑی بھونے کی سزا
۴۹۱	امام مالکؒ کی شہرہ کی وجہ	۴۹۴	میاں فاضل شاہ صاحب کو کارہ
۴۹۲	امام مالکؒ اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۴۹۵	مقبوس ۳۷: لائحہ بیست و ہفتم
"	امام شافعیؒ	"	حقیقت وجود
"	چار پیر	۴۹۶	حقیقت نضر و آب حیات
۴۹۳	شریعت و طہارت کے احکام	۴۹۷	ایمنہ حق نما
۴۹۴	ارواح ادیار کا سفید پتھر کی شکل میں	۴۹۸	لائحہ بیست و ہشتم
۴۹۵	حضرت ذوالنون مصریؒ پتھر کا سایہ مٹا کر	"	مسئلہ قدر و جبر
"	ایک بزرگ کی موت	۴۹۹	قدر و جبر کے متعلق حضرت تاجی محمد عارفؒ کا موقف
۴۹۷	مقبوس ۴۱: دنیا اور عالم برزخ کی ملائیم و فرق	۵۰۰	شیخ احمد معشوقؒ تاجی کا ناز نہ پڑھنا
"	غوثیت متفقہ کا مطلب	۵۰۱	ادیار اللہ کے بہت کھانے اور کم کھانے کی وجہ
۴۹۸	مقبوس ۴۲: غلام کا نان افقہ	۵۰۲	مقبوس ۳۸: لائحہ سی و یکم
"	مقبوس ۴۳: ۲۵ عشق مجازی مطلق کو مقید	۵۰۳	نواب صادق محمد خاں عباسی کی وفات پر
"	میں تلاش کر رہا ہے	۵۰۴	حضرت اقدس سس کا سرخ و طلال
۵۰۱	خلیفہ بغداد کے حکم کی غلاوت و روزی	۵۰۵	مقبوس ۳۹: اہل ظاہر و اہل باطن کے
۵۰۱	ادیار کے کرام کی رواداری	۵۰۶	درمیان اختلاف کا شاندار حل
۵۰۲	شیخ درویش بہان بقی اور عشق مجازی	۵۰۷	مقبوس ۴۰: لائحہ سی و چہارم
۵۰۲	شیخ جلال الدین تھانیسری کا عشق		



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۶۶	سرمنڈانا	۴۰۲	خواجه ابراہیم ادویہ کی بیٹے سے
"	مولوی محمد حسن راجہ پوری	"	بیت اس کی موت کا سبب بنی
۴۶۷	میاں اشرف محمد اور میاں خیرت	۴۰۳	اڈنٹ کا اپنی مالکہ سے عشق
"	ساکن کھائی کا تقویٰ	"	حضرت اقدس کے ہندو مرید
"	رموز ادویا	۴۰۴	مقبوس ۴۶: حضرت اقدس کی تاریخ ولادت
۴۶۸	حضرت ملا شاہ لاہوری کی نماز	"	آپ کی ربانی
"	مقبوس ۵۹: چنگیزی مذہب	۴۰۵	مقبوس ۴۶: قرب زوافل و قرب فیاض
۴۶۹	کنواں پاک کرنے کا مسئلہ	۴۰۶	شیخ محمد شاہ کی ایک ہندو پر نظر کریم
۴۷۱	مقبوس ۶: حضرت عیسیٰ کا آسمان چلنا	۴۰۸	مقبوس ۴۸، ۴۹: حضرت غوث اعظم کا نسب
"	اور واپس آنا	۴۰۹	حضرت صاحب السیر
۴۷۲	مقبوس ۶۱: مسئلہ تضاد قدر	"	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
"	صفات عین حق ہیں یا غیر	۴۱۱	مزارات پر ماضی کا طریقہ
"	(صفات اللہ لا عین ولا غیرہ)	۴۱۳	مقبوس ۵: حکما ریوان
۴۷۳	حکما اور فلاسفہ کا مسلک	۴۱۴	تویدرگی
۴۷۴	حیرت آخری مقام ہے	"	مقبوس ۵۱، ۵۲: ہستی و نیستی
۴۷۵	امام غزالی کا ناتمام سلوک	۴۱۶	مقبوس ۵۲: حضرت شیخ شہاب الدین
۴۷۶	قرب و نسبت میں فرق	"	شہروردی کا سامع سنا
۴۷۸	مقبوس ۶۲: کتے کا گوشت	"	مقبوس ۵۴، ۵۵: بختی کا عقیدہ
۴۷۹	مقبوس ۶۳: صفات اعلیٰ اور حکما	۴۱۸	مقبوس ۵۶: چاند برج مقرب میں تو ستر فرج ہے
۴۸۰	جبر و قدر	۴۱۹	مقبوس ۵۷: کم خوردن
"	شیخ عبد اللہ راوی شیخ جیٹو جیٹو	۴۱۹	مقبوس ۵۸: شیخ نجیب الدین
۴۸۱	ظہور کرامت کس سے زیارہ ہوتا ہے	۴۲۰	سلسلہ ختیمہ میں نسبت شہروردیہ
۴۸۱	اعجاز قرآن	۴۲۲	حضرت خواجہ گنج شکر کی آخری نماز
۴۸۳	حضرت بختی صاحب کا چلید	۴۲۳	حق تعالیٰ کی محبت پر محبت پر غالب بنانی چاہیے
۴۸۵	مقبوس ۶۴: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار	"	پیر کی محبت بیوی بچوں کی محبت پر غالب ہے
۴۸۶	مقبوس ۶۵: اسرار توحید خواجہ بہری کی زبان سے	۴۲۵	رقص اور جنبش کیا چیز ہے

صفحات	مضامین	صفحات	مضامین
۴۸۱	( من این الی این ) مقبوس ۸۱ : مزامیر یعنی آلات سماع کا جواز	۴۴۸	کیا مُرد کا مرتبہ پیر کے مرتبہ سے بلند ہو سکتا ہے
۴۸۳	حضرت قاضی محمد عاقلؒ کا دھوکہ اکثر اس	۴۵۰	خواجہ اجیریؒ کا مقام
۴۸۴	حضرت داؤدؒ کے نفیات اور مزامیر	۴۵۱	اقسام سرائف
۴۸۵	مقبوس ۸۲ : میاں جی غلام رسول صاحبؒ	۴۵۲	خواجہ اجیریؒ اور خواجہ قطبؒ کی دہلی میں ملاقات
۴۸۶	مولوی عثمان صاحبؒ کا رقص	۴۵۳	خاتم الانبیاءؑ اور خاتم الولايات
۴۸۷	مولوی قادر بخش صاحبؒ	۴۵۴	حضرت خواجہ نقشبندؒ کا مقام
۴۸۸	حضرت محبوب الہیؒ کے تین شدید وجہ	۴۵۵	ادبیائے مکھنوم
۴۸۹	مقبوس ۸۳ : ولیغہ برائے برکت رزق	۴۵۶	جیل عرفات میں ادبیائے مستورین کا اجتماع
۴۹۰	مقبوس ۸۴ : حضرت صاحبؒ والدہ کا وصال	۴۵۷	مقبوس ۶۶ : مجلس سماع
۴۹۱	سکرات موت کی شدت	۴۵۸	مقبوس ۶۷ : حضرت قبلہ عالم ہارویؒ
۴۹۲	سلج کے متعلق مشائخ کی مختلف آراء	۴۵۹	سماع باجم
۴۹۳	سلج کی ہشیرہ کی پیشین گوئی	۴۶۰	مقبوس ۸۸ تا ۹۱ : پیر کی غیبی امداد
۴۹۴	مقبوس ۸۵ : سرتیڈ احمد سے حضرت	۴۶۱	مقبوس ۹۲ : حضرت اقدس کا سند میں قیام
۴۹۵	اقدس کی ملاقات	۴۶۲	مقبوس ۹۳ : لفظ نقشبند کی وجہ تسمیہ
۴۹۶	مولوی نذیر احمد اہل حدیث	۴۶۳	حضرت خواجہ نقشبندؒ کے خلفاء
۴۹۷	دہلی اور شیعہ	۴۶۴	مقبوس ۹۴ : حضرت شیخ ابو سعید انصاریؒ
۴۹۸	غوث علی شاہ صاحبؒ کا مسلک	۴۶۵	مقبوس ۹۵ : حضرت محبوب الہیؒ کا سماع
۴۹۹	مقبوس ۸۶ : آفرینش حوا	۴۶۶	آداب سماع
۵۰۰	شجر صنوعہ سے کیا مراد ہے	۴۶۷	مقبوس ۹۶ : مُرد کی شرکاز بات پر
۵۰۱	مقبوس ۸۷ : تعویذ برائے اتھارہ (قابوس)	۴۶۸	حضرت اقدس کا غصہ
۵۰۲	مقبوس ۸۸ : تبرکات نبویؐ	۴۶۹	مقبوس ۹۷ : استغراق کی وجہ سے
۵۰۳	بیت اللہؐ پر پہلی نظر پڑتے وقت جو	۴۷۰	نمازیں دوسروں کی امداد
۵۰۴	دعا مانگی جائے پوری ہوتی ہے	۴۷۱	حافظ غلام مرتضیٰ صاحبؒ چلیاؤ بہنی
۵۰۵	مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ	۴۷۲	حضرت خواجہ خدا بخشؒ کی مشغلی کا کمال
۵۰۶	بلی کے پس خوردہ کا حکم	۴۷۳	مقبوس ۹۸ : حضرت خواجہ اجیریؒ کی اولاد
		۴۷۴	مقبوس ۹۹ : متقہین کا بلند پایہ کلام



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۲۴	مقبوس <sup>۹۱</sup> : حقیقت اخلاق و کواکب	۸۰۵	نماز جمعہ کی رکعتیں
۸۲۶	اویار کا سلم غیب	۸۰۶	مقبوس <sup>۹۱</sup> : تلقین ذکر و وظائف
۸۳۰	{ شیخ عبدالرزاق جہانویؒ اور	"	ذلیفہ برائے ذوق الہی و کثافت رزق
۸۳۱	شیخ امامی پانی پتی	۸۰۷	مقبوس <sup>۹۱</sup> : حاضرین میں تحائف تقسیم کرنا
"	شیخ محمد مودودؒ	۸۰۸	حضرت سلطان لاویار کا خاتہ
"	شیخ جلال الدین قریشیؒ	۸۰۹	میاں سندان صاحب کارا زافاش ہونا
۸۳۲	مقبوس <sup>۹۱</sup> : درس حدیث	۸۱۰	ظہور کرامت موت واقع ہونا
۸۳۳	بُت پرستی اور وحدت الوجود	"	مقبوس <sup>۹۲</sup> : حضرت ابو عمرہ خراسانیؒ
۸۳۵	مقبوس <sup>۹۱</sup> : ستر حال و رویشاں	۸۱۱	آب کا بکری کی آواز پر بدکرنا
۸۳۶	ایک عجیب و غریب شاہدہ	"	شرک خفی
۸۳۷	میاں غوث بخش چشتی کا شاہدہ	۸۱۲	حضرت مخدوم محمد شریفؒ کی بیعت کا ادا
۸۳۹	عادات مشائخ عظام	۸۱۳	حضرت خواجہ احمد علیؒ کی بیعت
۸۴۰	رسول خدا کی نماز	۸۱۴	{ مقبوس <sup>۹۳</sup> : شیخ منصور کو ہلانے خوا
۸۴۱	مقبوس <sup>۹۱</sup> : کفارہ روزہ	"	کی بارش
"	کشف کیے ہوتے	۸۱۵	شیخ منصور کا مجاہدہ
۸۴۲	مقبوس <sup>۹۱</sup> : حضرت اقدس کے دیگر خلفاء	"	شیخ شبلؒ
"	{ مقبوس <sup>۹۱</sup> : ایک یہودی راہب کا	۸۱۶	شیخ شبلؒ کا استغراق میں پابند نماز ہونا
"	مشرقت بر اسلام ہونا	۸۱۷	حضرت جنید بغدادیؒ کی عظمت
۸۴۳	حضرت مصعب بن عمیرؓ کا کفن	"	آپ کے خلفاء
۸۴۴	مقبوس <sup>۱۰۲</sup> : اویار کا ہیکل تبدیل کرنا	"	مرض برص
۸۴۵	حضرت غوث اعظمؒ کی عظمت	۸۲۰	مقبوس <sup>۹۳</sup> : شیخ کی غیبی امداد
۸۴۶	مقام ختم	۸۲۱	مقبوس <sup>۹۵</sup> : تین مشائخ کے اتفاق جمع میں
"	شیخ قنیب البانؒ	۸۲۲	بیت المال کی ملکیت
"	کشف و کرامات سے پرہیز	"	حضرت عمرؓ اور بیت المال
۸۴۸	شیخ روہبان بقیؒ	۸۲۵	زکوٰۃ شریعت، زکوٰۃ طریقت و حقیقت
۸۴۹	حسن و عشق	۸۲۶	شدت سکرات

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۶۱	حضرت صاحبِ نار و والدہ کا اتقی	۸۶۹	عرب شاعری میں عاشق مرد اور معشوق عورت
۸۶۲	حضرت قبلہ عالم کا اتقی	۸۷۱	مسنون طریقہ حجامت
۸۶۳	حضرت یحییٰ بن معاذ رازی کو	۸۷۲	مقبوس ۱۰۳: ترجمہ مشائخ
۸۶۴	شہزادی کا ایک لاکھ دینار پیش کرنا	۸۷۳	کیا کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے
۸۶۵	استفراق میں اپنا نام بھول گئے	۸۷۴	مقبوس ۱۰۴: بدی کا نیکی میں تبدیل ہونا
۸۶۶	مقبوس ۱۱۶: مخمل سماع	۸۷۵	مقبوس ۱۰۵: ۱۰۶: درس حدیث
۸۶۷	مقبوس ۱۱۷: جم غفیر کی بیعت	۸۷۶	حضرت شیخ محمود احمد آبادی
۸۶۸	مقبوس ۱۱۸: زیارتِ قبور کے آداب	۸۷۷	مقبوس ۱۱۹: حضرت اقدس کا ایک خواب
۸۶۹	مقبوس ۱۱۹: سلبِ مرض اور اثرِ جنات کا عمل	۸۷۸	اسمِ عظم
۸۷۰	مقبوس ۱۲۰ تا ۱۲۲: درس حدیث	۸۷۹	مقبوس ۱۰۹: حجِ مبرور
۸۷۱	حضرت عمر کا ایمان لانا	۸۸۰	مقبوس ۱۱۰: چھوٹے درویش زیادہ
۸۷۲	مقبوس ۱۲۳: اختلاف کے باوجود دینِ محکم ہا	۸۸۱	حاجتِ روائی کرتے ہیں
۸۷۳	اختلافِ صحابہ کی حقیقت	۸۸۲	مقبوس ۱۱۱: مشاہدہ حسنِ مجازی
۸۷۴	مقبوس ۱۲۴، ۱۲۵: حالتِ جنب میں	۸۸۳	حضرت عثمان کا کشف
۸۷۵	مقدس کتابوں کو یاد رکھنا منہ ہے	۸۸۴	امام ابو حنیفہؒ اور محبان
۸۷۶	مقبوس ۱۲۶: درس حدیث	۸۸۵	خلیق محمد
۸۷۷	مقبوس ۱۲۷: صاحبزادہ صاحب	۸۸۶	مقبوس ۱۱۲: لفظ "شہرِ حندھر" کا مطلب
۸۷۸	کی تقریبِ شادی	۸۸۷	مقبوس ۱۱۳: درس حدیث علیؓ کے بعد
۸۷۹	مقبوس ۱۲۸ تا ۱۳۰: اختلافِ مذاہب	۸۸۸	کے علامات
۸۸۰	حضرت غوثِ اعظمؒ کے قول	۸۸۹	مقبوس ۱۱۴: درس حدیث
۸۸۱	قدی ہند کا مطلب	۸۹۰	مقبوس ۱۱۵: بیعِ نسیم
۸۸۲	مقبوس ۱۳۱، ۱۳۲: حضرت اقدس کا حافظہ	۸۹۱	گشت کے عوض جانور
۸۸۳	جذب سے کمی	۸۹۲	ناجانِ بیع
۸۸۴	مولوی عبدالعزیز پر ہاروی کا حافظہ	۸۹۳	سود کی خدمت
۸۸۵	درس حدیث	۸۹۴	شیخ حسام الدین متقی کا شہرتِ مجوک
۸۸۶	شادی بیاہ میں رنگ کی رسم	۸۹۵	سے جاں بحق ہونا



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۹۱۵	مقبوس ۱: آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں	۸۹۰	مقبوس ۱۳۳: تقویٰ برائے قوتِ مروتی
"	مقامِ علیؑ	"	مقبوس ۱۳۴: وظیفہ برائے رزق
۹۱۶	دریۃ العلم	۸۹۱	مقبوس ۱۳۵: فضلہ عبد اللہ بن سبا
۹۱۸	حضرت علیؑ کو دشنام دینے والا کا فریب	۸۹۲	مقبوس ۱۳۶: حجرات کے لئے کوئی دن
"	حدیث من کنت مملوۃ کی تشریح	"	منوع نہیں
۹۲۱	فضیلت حضرت طلحہؓ	"	مقبوس ۱۳۷: تلاوت قرآن کا
"	فضیلت حضرت زبیرؓ	۸۹۵	طریق خاص
۹۲۲	فضیلت حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ	۸۹۶	مقبوس ۱۳۹: ذکرِ خداوی
"	آیہ انا عرضنا الامانۃ کی تشریح	۸۹۷	مشائخ کی خلوت میں داخل ہونے والی ہے
۹۲۳	فضیلت عشرہ مبشرہ	۸۹۹	مقبوس ۱۴۰: بیعت کے وقت بال کاٹنا
۹۲۴	فضیلت صحابہؓ علی الترتیب	۹۰۰	مقبوس ۱۴۱: بے ادبانہ کلام پر غصہ
"	خلافت نبوت و خلافت ولایت	"	مقبوس ۱۴۲: مشائخ کی خدمت
۹۲۵	فضیلت صحابہ بلحاظ متفرق صفات	۹۰۲	میں بیٹھکر وظیفہ پڑھنا
"	فضیلت سعد بن ابی وقاصؓ	"	مقبوس ۱۴۳: حضرت اقدسؑ کے متعلق قصیدہ
۹۲۷	ازواجِ مطہرہ کی دلجوئی	۹۰۴	مقبوس ۱۴۵: زمین گول ہے
"	حضرت عائشہ صدیقہؓ کا جود و کرم	"	زمین قطر و محیط ہے
۹۲۸	فضیلت خلفائے راشدین	۹۰۵	مقبوس ۱۴۶: نہایت مقامِ فقر
"	جنگِ خیبر اور شجاعت علیؑ	۹۰۶	مقامِ ذات میں کرامات کا ظہور کم ہوتا ہے
۹۲۹	مقبوس ۲: نصاریٰ کو آنحضرتؐ	۹۰۷	کشف و کرامات مقامِ صفات سے ہیں
"	صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ مباہلہ	۹۰۹	سیرتِ خلفائے حضرت سلطانِ اولادیا
۹۳۰	حدیث آلِ عبا	۹۱۰	اپنے بیٹے کو شیخ کے بیٹے پر قربان کر دیا
۹۳۱	حضرت امام حسنؑ اور امیر معاویہؓ کے	۹۱۲	حضرت خواجہ بزرگ کا وصال
"	ماہین صلح کی پیش گوئی حدیث میں	"	عیب جوئی سے پرہیز
"	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے	۹۱۳	مقبوس ۱۴۷: اہل نسبت کا مطلب
"	کو قتل کرنے والا حرم میں کھانے کی میز	۹۱۴	مقبوس ۱۴۸: حضرت اقدسؑ کی فرائض
"	پوچھ رہا ہے		جلد پنجم

صفحات	مضامین	صفحات	مضامین
۹۵۰	مقبوس: عرس و سماع	۹۳۲	حضرت ابن عباسؓ کے حق میں دعا
۹۵۲	مقبوس: زیارات مزارات	"	برائے عطائے حکمت
۹۵۳	مقبوس: بہشت و دوزخ کی سعادت	"	فضیلت زید و اسامہؓ
۹۵۴	مقبوس: عقائد باطل سے صورت کا منع ہونا	۹۳۳	کتاب اللہ اور اہل بیت سے تمک
۹۵۵	خلقت کے چار اقسام	"	اہل بیت افضل ہیں یا قرآن
۹۵۶	حضرت مخدوم جہانیاں کی عظمت	۹۳۴	فضیلت حضرت عباسؓ
۹۵۷	بے ادبی کی سزا	۹۳۵	فضیلت حضرت جعفر طیارؓ
"	سلسلہ بینائیہ	"	فضیلت اسامہ بن زیدؓ
۹۵۸	تاریخ نکانا	۹۳۶	نماز فجر و عصر تاخیر سے پڑھنا مستحب
"	موت اختیاری و موت ارادی	۹۳۷	ذکر بھی نماز ہے
۹۵۹	مقبوس: حسن مجازی کے مشاہد کی مشقت	"	مقبوس: فضیلت بی بی خدیجہ الکبریٰؓ
۹۶۰	تجس کوئی بُرا ہے کہ تو سچ سمجھو	۹۳۸	فضیلت حضرت عائشہ صدیقہؓ
"	درویش کو مٹی بن جانا چاہیے	۹۳۹	جادو کا اثر
"	خلاصہ درویشی	۹۴۰	مقبوس: حضرت اولیس قرنیؓ
"	نہایت بلند ہمت اور نہایت پست آدمی	۹۴۱	قدح چنگیزی
۹۶۱	تقصیر سے نصرت	"	شام و دین کے حق میں آنحضرت کی
"	پانچواں مغن	"	دعا اور عباد کے حق میں دعید
"	اپنی مراد چھوڑ کر دوسروں کی مراد	"	ملک شام کے متعلق مزید بشارت
۹۶۲	قبول کرنا بڑا کام ہے	۹۴۲	اہل شام پر لعنت سے حضرت علیؓ کا اجتناب
۹۶۳	مُرید کیسا ہونا چاہیے	۹۴۳	مرتبہ ابدال
"	نا اہل کے سامنے حقائق بیان کرنا درست نہیں	۹۴۴	قطب ہدار
"	احترام سادات	۹۴۵	قدح تاتاریاں
"	امام عظیم اور احترام سادات	"	شہادت حضرت فرید الدین عطارؒ
۹۶۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں مُردہ دیکھنا	۹۴۶	مقبوس: گشت کھانے کے روحانی مُفرا
"		۹۴۷	حضرت اقدس کا استغفار
		۹۴۸	مقبوس: توحید کیا ہے، صاحبِ حال کی



مضامین	صفحات	مضامین	صفحات
ہمارا ابو بکرؓ اور شیعوں کا ابو بکرؓ	۹۶۴	مقبوس ۱۶: ہر قسم کی بیماری اور	۹۸۴
اپنے شیخ سے زیادہ محبت	۹۶۵	دبار سے امان کا آسانی طریقہ	"
جذب حقیقی و محبت ذاتی	"	دعا برائے دفع دبار	"
اپنے آپ کو شیخ پر قربان کر دیا	۹۶۶	دیگر دعا	۹۸۵
مقبوس ۱۳: ایک مصرعہ اور اس کے معنی	۹۶۷	فضیلت صحابہ کرامؓ	۹۸۶
حقیقت عارف	۹۶۸	القاب مشائخ	"
عدم اضافی اور عدم حقیقی	"	مقبوس ۱۷: مولانا درویش احمد کا غلو	۹۸۷
حقیقت اشیاء کیا ہے	۹۶۹	وحدت الوجود میں جنات کی باہمیت	۹۸۸
عارف کون ہے، شیخ منصورؒ کا جواب	"	اور طریق تسخیر جنات	"
انا الحق کے مختلف معانی	۹۷۰	مقبوس ۱۸: بیویوں کو زود کو بکرنا	۹۸۹
حضرت مخدوم جہانیاں کی تشریح	۹۷۱	مقبوس ۱۹: ہدایت ذاتی	"
کلمات شطیات تین حالتوں میں معنی	"	مقبوس ۲۰: جنازہ مغیب	۹۹۰
ہو سکتے ہیں	"	وہابیوں پر ہیز لازمی ہے	۹۹۱
مشابہ کی محبت	"	مرض جذام یعنی کوڑھ سے پرہیز	"
شیخ منصورؒ ناقص تھے یا کامل	۹۷۳	آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان	"
منصورؒ کے کمال کے تین گواہ	"	فضائل حضرت قبلہ عالم ہارونیؒ	"
مجاہدات مشائخ	۹۷۴	مقبوس ۲۱، ۲۲: کیا استعداد کے بغیر	۹۹۲
حضرت خواجہ جمیریؒ کا مجاہدہ	۹۷۵	ولایت ممکن ہے؟	"
سحر جادو، ڈاٹن بھوت	۹۷۶	نظر بد کی حقیقت	"
مقبوس ۱۴: ایک مشکل رباعی کا مطلب	"	ادبیات پر بعض شایان کا ظلم	۹۹۳
ذکر جہری کا جواز نقشبندی شیخ کی زبانی	۹۷۸	سلطان المشائخ کی مخالفت	۹۹۴
ہدایت خلق کا لازماً طریقہ	۹۷۹	مقبوس ۲۳، ۲۴: کوہِ بیخِ قوم کی اصل	۹۹۵
حضرت شیخ شہاب الدینؒ درویشی کی عظمت	۹۸۰	مقبوس ۲۵: مشائخ عظام کے عرس	۹۹۶
مقبوس ۱۵: دعا برائے دفع بلا	۹۸۱	مقبوس ۲۶: مسکد قضا و قدر	۹۹۸
دیگر دعا	"	صاحبِ وظیفہ کے لئے دائمی ذوق ہے	۹۹۰
کیا عشق مجازی سے سالک کے فائدہ ہوتا ہے	۹۸۳	مقبوس ۲۷: عرس و سماع	"

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۱۸	مجاز کی ایک بینی سے روحانی فوائد	۱۰۰۱	مقبوس ۲۸: سید کا احترام
۱۰۲۰	محبوب کے دو معشوق ہوتے ہیں اور عاشق کا ایک	۱۰۰۲	بیت عمر رضی اللہ عنہ
۱۰۲۱	مقبوس ۳۲: وظیفہ خدای از مقدمہ	۱۰۰۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادگی اور فتح بیت المقدس
۱۰۲۲	دترقی سلوک مقبوس ۳۵: حروف پہنچیں حکمت	۱۰۰۴	مومن کائنات پر حکمرانی کرتے ہیں مقبوس ۲۹: اہل ہندو کا تصور و فوج و پشت
۱۰۲۳	مقبوس ۳۶: شغل حقیقی میں خیال باسی کیسے ترک ہو سکتا ہے	۱۰۰۵	اہل ہندو کے نزدیک مدت دنیا
۱۰۲۴	الہام ہر شخص کو ہر لمحے	۱۰۰۶	دنیا کی کل مدت قرآن کی رو سے
۱۰۲۵	مرزا بیدل مقیدین پر سبقت لگے مقبوس ۳۸: ۳۸ جابلقا جابلسا	۱۰۰۷	مقبوس ۳: عرس و سماع
۱۰۲۶	عالم مثال مفصل	۱۰۰۸	مقبوس ۳۱: ۳۲: تعویذ فقہیہا
۱۰۲۷	عالم مثال متصل	۱۰۰۹	کامل سے رابطہ نسبت توحید کو قوی کرتا ہے
۱۰۲۸	تجسس سے عمل بہتر ہے	۱۰۱۰	کیا مجاز سے تعلق رکھنے سے بھی نسبت قوی ہوتی ہے
۱۰۲۹	شیعہ مذہب کی ابتدا	۱۰۱۱	کبریا کی صرف اللہ کو زیب دیتی ہے
۱۰۳۰	حضرت اقدس کی ابتدائی تعلیم	۱۰۱۲	سورن پٹن پر حضرت جن بصری کو تنبیہ
۱۰۳۱	مقبوس ۳۹: خلیفہ محمد عظیم صاحب شیدا نوئی	۱۰۱۳	کیا بیعت کے بعد بیعت تبرک جائز ہے؟
۱۰۳۲	ننگہ کا فرج	۱۰۱۴	طوفان نوح اور شاستر
۱۰۳۳	حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کا لنگر	۱۰۱۵	نر اور مادہ ایک چیز ہے
۱۰۳۴	اجتہاد ائمہ مجتہدین	۱۰۱۶	نرمحتاج اور مادہ محتاج الیہ ہے
۱۰۳۵	مقبوس ۴۰: حضرت شیخ موصل حاصر	۱۰۱۷	یعنی عاشق و معشوق
۱۰۳۶	طریق زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۱۸	مقبوس ۳۳: حضرت امیر معاویہ
۱۰۳۷	راگ کا موثر ہونا	۱۰۱۹	کے حق میں بدگمانی ناجائز ہے
۱۰۳۸	مولانا جامی کی عظمت	۱۰۲۰	اویار اللہ سے بدظن ہونے سے ایمان سلب ہو سکتا ہے
۱۰۳۹	اویا کے کرام کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا درست نہیں	۱۰۲۱	مافی ہمبر کی نماز
۱۰۴۰		۱۰۲۲	ہیر اور ستی خواتین عشاق کی کاروان سالار ہیں



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۵۳	وقت نماز فجر	۱۰۳۶	مقبوس ۴۲: کتب تاریخ و سیر میں مقام
"	وقت نماز ظہر	۱۰۳۷	جواز سماع
۱۰۵۴	وقت نماز عصر	۱۰۳۸	شیخ نے سماع کے متعلق اجتہاد کے کام لیا
"	وقت نماز مغرب	۱۰۳۹	مولانا جامی نقشبندی کا سماع
"	وقت نماز عشاء	"	حضرت مرزا مظہر جان جانی نقشبندی کا سماع
۱۰۵۵	فرائض، واجبات، سنن	۱۰۴۰	مقبوس ۴۳: شاعر علی حیدر کی بیعت
"	فرائض نماز	"	مقبوس ۴۴: میان صالح محمد اور خود دم
"	واجبات نماز	۱۰۴۲	گنج بخش گیلانی رحمۃ اللہ علیہما
۱۰۵۶	احکام پردہ	۱۰۴۳	وظیفہ برائے برکت
"	مقبوس ۴۵: شجر منور کیا تھا؟	"	مقبوس ۴۵: اہل اللہ کی موت موت نہیں
۱۰۵۷	مولانا جامی کی عظمت	۱۰۴۴	جو شخص اپنے آپ کو سید بتائے اُس کی
۱۰۵۸	محلات مول	"	تعظیم لازمی ہے
۱۰۵۹	کیا نیند میں قلبِ ذاکر رہتا ہے	۱۰۴۵	شیعوں پر حضرت سلطان الادویہ کی فوج کشی
"	نحوست اشیاء	"	سیت پور میں فساد
۱۰۶۰	مقبوس ۵: درس شرح ملا	۱۰۴۶	حضرت علی کی طبیعت سے کافر مسلمان ہو گیا
۱۰۶۱	مقبوس ۵: سائل کو جھڑکنے کا مسئلہ	"	مقبوس ۴۶: حضرت شیخ شہاب الدین
"	غیر اللہ کی قسم کھانا	۱۰۴۷	شہرِ وردی کی عظمت
۱۰۶۲	مقبوس ۵۲: وظیفہ محبت مودق الہی	۱۰۴۸	شیخ اکبر کو قطب بنانے ہوئے اُن پر فتویٰ کفر
"	مقبوس ۵۳: کرامات کی بعض غلط	"	حضرت امام عبدالقادر
۱۰۶۳	باتیں مشہور ہو جاتی ہیں	۱۰۴۹	مقبوس ۴۷: حضرت اقدس کا عمل
"	مقبوس ۵۴: رنگوں کے مُرید کے خطوط	"	برائی کا بدلہ نیکی میں دینا جو ان روی ہے
"	مقبوس ۵۵: عطائے خلافت پر	۱۰۵۰	مقبوس ۴۸: فقرائے اہل ہندو
۱۰۶۴	مولانا ابو محمد ابراہیم رنگونی	"	ہاتھ تادمہ اور موت کا علاج
"	مقبوس ۵۶: تعویذ برائے دفع امراض	۱۰۵۱	شاہ بدیع الدین مدار
"	مقبوس ۵۷: حضرت شیخ مشاوی	۱۰۵۲	شاہ مدار کی تین نادر خصوصیات
"	دینوری رحمۃ اللہ علیہ	"	زندگی و قلندر کی مشرب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۸۹	مولانا رکن الدینؒ کا تہذیبی مفادات کا عرفان	۱۰۶۵	حضرت ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ
۱۰۹۱	مراتب ادراک	۱۰۶۶	مقبوسؒ ۵: حضرت اقدس اور حضرت خواجہ اللہ بخشؒ کے مابین محبت
۱۰۹۲	دوسرے شعر کے معنی	۱۰۶۸	تحفہ عاجزی
۱۰۹۲	مقبوسؒ ۴: حضرت خواجہ قطب الدین چشتیؒ اور مولانا احمد جامؒ کی ملاقات	۱۰۶۹	اقسام استغراق
۱۰۹۴	مقبوسؒ ۶: حضرت قاضی نور محمد صاحب قیصر خانہ میں تصور شیخ سے	۱۰۷۰	ادبیار اللہ کے مراتب میں فرق کرنا گناہ ہے
"	بیڑیوں کا ٹوٹ جانا	۱۰۷۱	مقبوسؒ ۵۹: وحدت الوجود اور شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ
۱۰۹۷	مقبوسؒ ۵: نواب قیصر خاں کا عہد خان	۱۰۷۳	شیخ رکن الدین اور شیخ جلال الدین قہاویؒ کی عظمت
"	حقیقت وجود	"	شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا لباس
۱۰۹۸	نفاذیت کا امتحان	"	شیخ حام الدین مانچوڑی اور سماع
۱۱۰۰	آداب سماع	۱۰۷۴	مقبوسؒ ۶۲: جبر و قدر
۱۱۰۱	آداب سماع پر عمل نہ کرنے کی سزا	۱۰۷۵	مقبوسؒ ۶۳: ۶۵، ۶۷، ۶۸ اوقات نماز
۱۱۰۲	مشائخ اور نوار سونگھنا	۱۰۷۹	مقبوسؒ ۶۶: میر گل محمد خاں ابن سردار قیصر خاں مگسی کا قصیدہ
"	مقبوسؒ ۷: مجاہدہ نفس	"	مقبوسؒ ۶۸: سورہ توبہ میں تسمیہ شریف
"	حضرت ابو بکر واسطیؓ اور حضرت سہل تستریؒ کا مجاہدہ	۱۰۸۴	ز آئے کی وجہ
۱۱۰۳	حضرت یحییٰ مدنیؒ کا مجاہدہ	۱۰۸۵	مقبوسؒ ۶۹: وظیفہ برائے زیارت بزرگان
"	حضرت ابو سعید ابو الخیرؒ کا مجاہدہ	"	مقبوسؒ ۷۰: ایک شیعا امام کا اعتراف
۱۱۰۴	حضرت خواجہ گنج شکرؒ کا مجاہدہ	"	حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی مابین محبت کے متعلق
"	مقبوسؒ ۸: میلاد شریف کے موقع پر مصلح سماع	۱۰۸۷	مقبوسؒ ۷۱: عمل برائے دفع مرض و پیشی
۱۱۰۸	مقبوسؒ ۹: حضرت اقدس کا وصال مبارک	"	مقبوسؒ ۷۲: ادراک لبط اور ادراک مرکب





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



## مشائخِ چشتیہ کی شدید نسبتِ عشقیہ روحِ اسلام

یوں تو تمام اولیائے کرام کا مسلک جو عشق و محبت الہی پر مبنی ہے، اسلامی تعلیمات اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ لیکن مشائخِ چشتیہ کی شدید نسبتِ عشقیہ قرآن حکیم اور حدیثِ نبویؐ کے والہانہ جذبِ عشق، جوش و غروش، سوز و گداز، فدائیت اور جان بازی، خلوص و صداقت، ایثار و محبت کا بہترین نمونہ ہونے کی حیثیت سے بلاشبہ روحِ اسلام اور جانِ اسلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلقِ خدا کے قلوب ستر کرنے اور تھوڑے عرصے میں لوگوں کو خدا رسیدہ کرنے میں مشائخِ چشتیہ کو حیرت انگیز کامیابی نصیب ہوئی۔ حق تعالیٰ قرآنِ عظیم میں فرماتے ہیں: **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ** (جو لوگ مومن ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہے)۔ یہی شدید محبت حضراتِ خواجگانِ چشت کا خاصہ ہے، نیز فرمایا: **وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ** (لیقولون) دینا امنافا کتبنا مع الشاہدین۔ (اور جب وہ (مومنین) کلامِ الہی سنتے ہیں تو اُن کی آنکھوں میں آنسو اُبھنے لگتے ہیں اس وجہ سے کہ اُن کو عرفانِ حق حاصل ہے۔ اور عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو شاہدین (یعنی حسن و جمالِ الہی کے مشاہدہ کرنے والوں میں) لکھ دے)۔ **سُبْحَانَ اللَّهِ**! اس آیتِ پاک میں کس قدر شدید نسبتِ عشقیہ بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس جذبِ عشق اور نالہ و فریاد کے عوض اس آیت میں جو انعام ملتا ہے اس کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ یعنی قُرب و معرفت اور مشاہدہ حُسن و جمالِ محبوبِ حقیقی۔ یہی وہ مقامات ہیں جو مشائخِ چشتیہ کے بے پناہ درد و عشق کی غرض و غایت ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ سوز و گداز کہاں سے آیا ہے۔ اس سوز و گداز کا اصل حق تعالیٰ کا اعلان: **كُنْتُ كَنزًا مَخْفِيًا فَحُبِبْتُ أَنْ أَعْرِفَ خَلْقَتِ الْخَلْقَ** ہے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کی چاہت ہوئی کہ میرے حُسن و جمال کا مشاہدہ کیا جائے اس لئے  
 میں نے قلب انسان کو ایسا آئینہ بنا کر بھیجا کہ جس کے اندر میرے جمالِ لازوال کے قبول کرنے کی صلاحیت  
 موجود تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ تخلیق کائنات اور تخلیق حضرت انسان کی غرض و غایت ہی محبت ہے  
 جو اسلامی تعلیمات کی روح و رواں اور ایمان کی جان ہے۔ یہی شدید نسبت عشقیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور صحابہ کرام کی زندگیوں کا خالقہ تھی اور یہی چیز مشائخِ چشتیہ کا محور ہے۔ جس طرح صحابہ کرام میں شعر  
 و سخن اور وجد و جذب کی کیفیت کا مظاہرہ ہوتا تھا جین اسی طرح مشائخِ چشت کے قلوب میں وجد  
 و رقص کا غلبہ ہے۔ صحابہ کرام کو ایک ایک لاکھ تک اشعار یاد ہوتے تھے اور اپنی مجالسِ فوق و شوق میں  
 خوب اشعار سُنتے تھے، سنتے تھے اور گاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ چند لوگوں کے ساتھ سفر میں  
 تھے۔ جب رات کے وقت ایک منزل پر قیام کیا تو ساری رات گاتے رہے صبح جب آذان ہوئی  
 تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آج تو چھٹے گاتے گاتے سحر کر دی ہے۔ صحابہ کرام اور حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر  
 صحابی سے گانے کا نام سُن کر یا لوگوں کو تعجب ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ روحِ اسلام اور رسولِ خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مسلکِ جذب و عشق سے بے بہرہ ہیں۔ اسی طرح حبشہ سے آنے والے سلمان  
 کا مسجدِ نبوی میں والہانہ وجد و رقص، گانا بجانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُٹم المومنین حضرت عائشہؓ  
 رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس وجد و رقص کو دیکھ کر غفلت ہونا، ہمارے علماء و اہل کُتبِ احادیث میں  
 پڑھتے ہیں لیکن شرم کے مارے اس کا کسی سے ذکر نہیں کرتے اس وجہ سے کہ اُن کے نزدیک سرورِ کائنات  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا یہ فعل نفوذ باللہ معیوب تھا۔ یہ حضرات احادیث میں یہ بھی پڑھتے  
 ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار وف پر گانا سُنا اور صحابہ کرام کو بھی تاکید فرمائی کہ شادی و  
 خوشی کے موقع پر گانے بجانے کا انتظام کیا کریں لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے  
 گانے بجنے کا نام سُن کر یہ حضرات کانپ جاتے ہیں کہ یہ کیا ہو گیا اور دل کی بات دل میں رکھ لیتے  
 ہیں۔ نہ کسی کو بتاتے ہیں، نہ خود اس پر عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ عشق و محبت کے ان مظاہروں کو جو حقیقت  
 روحِ اسلام اور جانِ ایمان ہیں، یہ لوگ خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ بعض احادیث میں سلع اور گانے بجانے کو حرام کہا گیا ہے لیکن مُقتدین کے  
 نزدیک یہ احادیث ضعیف اور منکح ہیں اور متاخرین کی روایت کردہ ہیں، مُتقدمین کی نہیں۔ تفصیلات



کے لئے ملحوظ ہو یا بسامع۔ چنانچہ بعض صلواتِ اُمت نے کمال احتیاط کا پہلو اختیار کیا اور ضعیف اور قطعی احادیث پر بھی اس خیال سے عمل کیا کہ ممکن ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو۔ حضرت ابو یزید بسطامیؒ نے تمام عمر خربوزہ نہ کھایا محض اس خیال سے کہ احادیث سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح خربوزہ کاٹ کر تناول فرمایا۔ ممکن ہے کسی اور طریقے سے کھانے کی وجہ سے سنت کی خلاف ورزی ہو جائے لیکن مشائخِ چشت اہل بہشت کے فہم دین کے بارے میں اعتدال اور توازن کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ان احتیاطوں کو ترک کر دیا جس سے فائدہ کم اور نقصانِ عظیم ہو۔ لہذا انہوں نے جوازِ سامع کی احادیثِ صحیحہ کو بلا تاثر قبول کر لیا اور حرمتِ سامع کے بارے میں جو ضعیف اور قطعی احادیث تھیں ان کو بجا علو پر ترک کر کے روحِ اسلام کو اپنایا اور صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی طرح جذبِ وحش، ذوق و شوق اور ایمان کے جوش و خروش کا مسلک اختیار کر کے ہدایتِ حق میں عظیم الشان کامیابی حاصل کی۔ بلند پایہ محدثین مثلاً قاضی شریح، سعید ابن مسیب، عطاب بن ربیع، امام زہری، امام شعبی وغیرہم سے منقول ہے کہ حضرت جعفر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے خوش الحان نغمہ نوازی سے گانا سنتے تھے۔ میزان الاعتدال، مدارج النبوة، احیاء العلوم، ان تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ اُستاذ الائمہ حضرت ابراہیم بن سعد مبنی جو ایک بلند پایہ محدث اور امام بخاری، امام شافعی، امام احمد، امام شعبی کے اُستاد ہیں، بڑے ذوق و شوق سے عود پر خود بھی گاتے تھے اور گانا سنتے بھی تھے۔ عود ایک قسم کا باجا ہے جو ستار کی قسم کا ہوتا ہے۔

اسی طرح امام ابو یوسف بھی گانا سنتے تھے اور گریہ کرتے تھے۔ قاضی شوکانی مبنی اہل حدیث نے اپنے رسالہ سامع میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ نے سامع کو حرام نہیں کہا۔ امام احمد بن حنبل سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی لڑکی صالحہ کے پاس گانا سنا۔

سند امام مالکؒ میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں، جعفرؒ اور زیدؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؐ نے جعفرؒ سے فرمایا کہ تم سیرت اور صورت میں ہمارے مشابہ ہو۔ یہ سن کر ان پر وجد طاری ہوا اور رقص کرنے لگے۔ اسی طرح جب حضرت زیدؒ سے فرمایا کہ تو میرا بھائی اور مددگار ہے تو ان پر بھی وجد طاری ہوا اور رقص کرنے لگے اور جب مجھ سے فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں تو اس پر میں رقص کرنے لگا۔

مکتوباتِ صدی میں حضرت شیخ شرف الدین بہاریؒ نے حضرت انسؓ سے حدیث نقل کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، جبریل تشریف لائے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی کہ آپ کی اُمت کے فقراء اغنیاء سے باخبر برس پہلے بہشت میں جائیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سُن کر بے حد خوش ہوئے اور دریافت فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا ہے کہ جو اشعار پڑھے۔ ایک ہندی نے عرض کی کہ ہاں یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اشعار گاؤ۔ جب وہ اشعار گائے گئے تو سرورِ کائنات فرموداتِ صلی اللہ علیہ وسلم پر وجد طاری ہو گیا، یہاں تک کہ چادرِ مبارک آپ کے کندھوں سے گر گئی جب افاقہ ہوا تو معاویہ ابن سفیانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ لہو کیا اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا اے معاویہ دُور ہو، وہ کہیم نہیں جو دوست کا ذکر کرنے اور وجد میں نہ آئے۔ اس کے بعد آپ نے چادر کے سونچے کئے اور بطور تبرک حاضرین میں تقسیم فرمادیے۔ مشائخِ چشت اہل بہشت کا بھی یہی حال ہے کہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ دوست کا نام سنتے ہی مست ہو جاتے ہیں اور بے خود ہو کر وجد کرنے لگتے ہیں۔ یہی وہ مسلک ہے جو روحِ اسلام اور جانِ ایمان ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور محدثین کا یہی مسلک ہے۔ چونکہ یہ مسلک فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ اس لئے نہایت کامیاب اور مؤثر ہے۔

### حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی مثالی شخصیت

صحابہ کرام اور مشائخِ چشت کے نقشِ قدم پر حقیقتِ اسلام اور حرارتِ ایمان

کی زندہ مثال عصرِ حاضر کے حضرت خواجہ غلام فریدؒ ہیں، جنہوں نے ثابت کر دیا کہ احکامِ شریعت کی پابندی کے ساتھ جذب و عشق بھی ضروری ہے بلکہ عینِ اسلام ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **الا لا ایمان لمن لا حبة له ط** (جسے محبت نہیں اُس کا ایمان بھی نہیں ہے)۔ چنانچہ ادیانے کرام تو اس حدیث: **تخلقوا باخلاق اللہ**، **بی یسمع و بی یبصر** اور **اتقوا بفراستہ المؤمن فانہ ینظر بمرآئہ اللہ** کے مطابق ذات و صفاتِ حق تعالیٰ میں فنایت حاصل کر کے فنا فی اللہ، بقا باللہ اور کشف و کرامات کے بلند مراتب پر فائز ہوئے اور علمائے ظواہر خالی جگڑوں میں مشغول رہ کر ان بلند مقامات سے محروم رہے۔ لیکن حضراتِ صوفیائے کرام کی



مقبولیت دیکھ کر ان پر اعتراضات اور الزامات کے طومار بھی باندھتے رہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ، جنہی سوانح حیات اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، بھی ان الزامات سے نہ بچ سکے۔ سطور ذیل میں ہم ان الزامات کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ ان خاصانِ خدا کے مقدس چہرے سے وہ گرد و خبار ہٹ جائے جو مخالفین نے پیدا کی ہے۔ اور ان کا حسین چہرہ پھر سے اپنی تابندگی و حسن و جمال سے عشاق کو اپنی جانب کشش کر سکے۔

**پہلا الزام** حضرت اقدس کی ذات ستودہ صفت پر ظاہر بین لوگوں نے پہلا الزام یہ تراشا ہے کہ آپ عشق مجازی کے دلدادہ تھے۔ لیکن کتابِ ہذا کے مطالعہ سے قارئین کرام پر یہ واضح ہو گا کہ آپ نے عشق مجازی کی سخت مذمت فرمائی ہے۔ البتہ اپنے اپنے کلام میں بادۂ وساعرا اور گل و بلبل کی اصطلاحات ضرور استعمال فرمائی ہیں کیونکہ تعلیم حقیقت کی کوئی زبان ہی نہیں ہے۔ حقیقت کے متعلق جو کچھ کہا جاتا ہے، مجاز کے الفاظ میں کہنا پڑتا ہے۔ غالب نے خوب کہا ہے

ہر چند کہ ہو مشاعرہ حق کی گفتگو

بنی نہیں ہے ساعد و مینا کے بغیر

**دوسرا الزام** حضرت اقدس پر دوسرا الزام یہ لگایا گیا ہے کہ آپ تارکِ صوم و سلوۃ تھے۔ اس بات کے ثبوت میں وہ لوگ حضرت اقدس کے اس قسم کے اشعار پیش کرتے ہیں

صوم صلوٰتوں پھر دعا عاری

حالانکہ مقابیس الجاس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فرائض، واجبات اور سنن تو درگزر آپ آخری سانس تک نوافل، مستحب اور روزمرہ کے اذکار و مشاغل، اوراد و وظائف کو بھی باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ ”صوم صلوٰتوں پھر دعا عاری“ ایک الزامی اور ملائیم جملہ ہے جس سے کفری کے جذبہ میں اپنے خود کو متہم کیا ہے اور یہی مجموعہ وانحار اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔

**تیسرا الزام** آپ پر تیسرا الزام یہ عائد کیا گیا ہے کہ آپ ہندو فلسفہ لوگ سے متاثر ہو کر ہمہ ادست اور ملول و اتحاد کے قائل تھے۔ اس کے ثبوت میں

وہ لوگ حضرت اقدس کے اس قسم کے اشعار پیش کرتے ہیں  
احدول بن احمد آیا

یہ صحیح ہے کہ آپ اسلامی وحدت الوجود کے قائل تھے لیکن آپ ہندوانہ ہمہ اوست کے سخت مخالف تھے  
یاد رہے کہ اسلامی وحدت الوجود اور مشرکانہ نظریہ ہمہ اوست میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس  
فرق کو کتاب ہذا کے حصہ اول یعنی "احوال و مقامات" میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔  
جہاں تک ملول و اتحاد کا تعلق ہے، حضرت خواجہ صاحب، دیگر مشائخ اور متکلمین حضرات کی طرح اس  
کے مخالف تھے۔ "احدول بن احمد آیا" جیسے اشعار سے حضرت کا مطلب حاشا و کلا یہ نہیں ہے  
کہ جس طرح ہندو لوگ رام اور کرشن کو خدا کا اوتار مانتے ہیں، حضرت خواجہ صاحب بھی آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کا اوتار یعنی (INCARNATION) مانتے تھے۔ بلکہ اس سے آپ کی مزا و تنزلات  
ستہ کے مطابق ذات احدیت کا ظہور اول یا تجلی اول، یعنی حقیقت محمدیہ ہے جسے تعین اول اور  
وحدت کے ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کی اصل یہ حدیث پاک ہے: اول ما خلق اللہ  
نورہی و خلق کل شیء من نورہی۔ (سب سے پہلے حق تعالیٰ نے میرا نور (نور محمدی) پیدا فرمایا اور  
میرے نور سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا) چونکہ نقیہ پیدا کرنے میں بھی احتیاج بہ غیر کا شائبہ متصور ہوتا ہے  
اس لئے عارفین نے تخلیق کو تجلی کا نام دیا ہے۔

حضرت اقدس پر چوتھا الزام یہ عائد کیا گیا ہے کہ آپ خلاف شرع سماع  
چوتھا الزام سنتے تھے۔ اس کے متعلق ہم شروع میں کہہ چکے ہیں کہ سماع خواہ بالمرأیہ

ہو یا بلا مرأیہ، احادیث سے ثابت ہے۔ نیز کتاب ہذا کے باب سماع میں جسٹم قرآن مجید، اتحاد  
نبوی اور کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محمد ثین،  
مشائخ چشتیہ، قادریہ، شہروردیہ اور نقشبندیہ کے اقوال و افعال سے سماع کا جواز ثابت کیا ہے۔ بلکہ  
قرآن حکیم اور حدیث شریف میں ایمان کے جوش و غروش، ذوق و شوق، سوز و گداز اور درد و داغ کی  
جاسجا تعریف کی گئی ہے اور زنا و خشک کی رہبانیت اور خالی بہشت پرستی کی مذمت آئی ہے۔ بہشت  
پرستی اور ظاہر وادری کی اس سے زیادہ مذمت کیا ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
ان الله لا ينظر الى صوركم و اعمالكم ولكن الله ينظر الى قلوبكم و نياتكم۔



۱) اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کی پروا کرتا ہے نہ تمہارے اعمال کی، بلکہ وہ تمہارے قلوب کی کیفیت یعنی جذب و عشق اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

کتاب ہذا کے حصہ اول یعنی "احوال و مقامات" میں میں نے  
**حضرت اقدس کا بلند مقام** | عشاق کی سہولت کے لئے حضرت خواجہ صاحب کے بلند

روحانی مقامات و منازل کی نشاندہی کی ہے۔ اپنی عقل و ارادہ کے ذریعے نہیں بلکہ بمصداق ۛ

### آفتاب آمد دلیل آفتاب

حضرت اقدس کے آفتاب ولایت کی روشنی میں آپ کے بلند مقامات کا پتہ لگایا ہے۔ ناظرین  
 مقامیں الجاس میں حضرت اقدس کے بیان کردہ بلند مقامات و معارف کو دیکھ کر حیران ہوں گے کہ اس  
 لئے گزرے زمانے میں بھی حضرت اقدس اسی شان و شوکت کے ولی اللہ ہیں جیسے مقتدی حضرات  
 نیز آپ کے مجموعہ کلام یعنی "دیوان فریدی" سے بھی آپ کے بلند روحانی منازل مثلاً قافی اللہ، غار  
 الفار، بقا باللہ کا آسانی سے پتہ چل سکتا ہے بشرطیکہ چشم بینا ہو۔ لیکن بعد افسوس کہنا پڑتا ہے کہ آج  
 تک جن شامیں حضرات نے حضرت اقدس کے کلام کی تشریح کی ہے، انہوں نے کما حقہ کلام کا حق ادا  
 نہیں کیا اور بمصداق ۛ

ہر کسے از غن خود شد یار من

وز درونم کس نجست اسرار من

اپنی اپنی استعداد اور افتاد و طبع کے مطابق معانی نکال کر حضرت اقدس کو فتیوں کے مقام سے اُتار کر  
 مشوسطین بلکہ مبتدیوں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا ہے مثلاً آپ کے یہ اشعار ۛ

جنتان خود مشرب ہے دوری اتھاں کیا وصل و مجھوری

انانیت تھنی پوری ہے انسانوں تے رحمانوں

ولایت کے بلند ترین مقام یعنی بقا باللہ اور مقام عبودیت کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ لیکن یاروگوں نے کیلے  
 کیا لکھ دیا ہے۔ اسی طرح آپ کا شعر ۛ

شدہ مکس در مکس ایں بنا

کہ رفت بقا ہے بت افنا

بھی اقلیم ولایت میں بلند ترین مقام کی پیداوار ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کسی شرح میں اس کے حقیقی معنی بیان نہیں کئے گئے۔ خدا کے فضل و کرم سے کتاب ہذا میں ان تشکیکوں کو پورا کیا گیا ہے۔ یہ بات حضرت اقدس کے ملفوظات میں بیان کردہ حقائق و معارف اور دیوان شریف کے اشعار کی روشنی اور مشائخ عظام کے فیض صحبت سے میسر آئی ہے۔  
دگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

## کوریمبہ قوم کی اصل

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے کتاب ہذا کے حصہ اول میں اختصار کے ساتھ حضرت اقدس کے نسب کے متعلق لکھا اور بتا دیا کہ کوریکچہ قوم قریشی فاروقی ہے۔ لیکن جبریں حضرت مولانا نور احمد فریدی مدظلہ کی شرح دیوان فرید کے مقدمہ میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کوریکچہ قوم سندھ کی اڑبہ قوم کی شاخ ہے جو قریش کی قوم مخدومی سے تعلق رکھتی ہے اور حضرت عکرمہ بن ابوجہل کی اولاد ہے۔ اس سے چونکہ اختلاف کا طوفان کھڑا ہو گیا ہے۔ ہم نے کتب تاریخ کی مدد سے اس کے متعلق مزید تحقیق سے کام لیا، جس کا نتیجہ آئندہ سطور میں درج ہے۔

حضرات مشائخ کوریکچہ کے پاس جو شجرہ نسب اس کی رُو سے کوریکچہ قوم عبد شریف کے قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی ہے اور حضرت

## نسب نامہ مشائخ کوریکچہ

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے۔ نسب نامہ یہ ہے: حضرت خواجه غلام فرید بن حضرت خواجه خدا بخش محبوب الہی بن حضرت خواجه احمد علی بن حضرت قاضی محمد عاقل بن حضرت مخدوم محمد شریف بن حضرت مخدوم محمد یعقوب بن حضرت مخدوم نور محمد بن حضرت مخدوم محمد کریم بن حضرت شیخ حسین بن شیخ پربا بن شیخ حاجی بن شیخ نونہ بن شیخ حاجی بن شیخ صدر الدین بن یعقوب بن شیخ حاجی فضل اللہ بن شیخ پربا بن شیخ حسین بن شیخ محمد بن محسن بن موسیٰ بن زید بن ناصر بن حسن بن یوسف بن میمنہ بن احمد بن محمد بن عبد اللہ بن منصور بن مالک بن یحییٰ بن محمد بن سلیمان بن ناصر بن عبد اللہ بن امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ،



ابتدائی حالات اور لفظ کو ریجہ کی وجہ تسمیہ | سب سے پہلے حضرت مالک بن حکیم بن عین ثاب  
میں لشکر اسلام کے تحت ملک سندھ میں وارد ہوئے۔

اور ایک مدت تک چٹا کرتے رہے۔ آپ کے فرزند منصور بن مالک بھی بڑے صاحب جاہ و جلال  
تھے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ شیخ عیسیٰ نے ترک دنیا کر کے فقر اختیار کیا۔ اس خاندان میں شیخ کو ربھی  
بڑے ذی اقتدار تھے۔ کتاب مناقب فریدی کے مصنف شاہزادہ احمد اختر جہا در شاہ غفر کے پوتے  
اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے مرید و خلیفہ تھے، لکھتے ہیں کہ شیخ کو ری کی اولاد کو ریجہ کے نام سے منووم  
ہوئی۔ اور لفظ کو ریجہ در اصل کو ری جا یعنی کو ری کا جایا (بیٹا) ہے۔ جس طرح میرزا سے مراد میرزا کی اولاد ہے  
لفظ نزا اور جاہم معنی ہیں۔ ہم بھی اس وجہ تسمیہ سے اتفاق کرتے ہیں۔ صاحب مناقب فریدی  
کے علاوہ صاحب گوہر شب چراغ، صاحب ہفت اقطاب، کتاب خواجہ غلام فریدؒ کے مصنف  
جناب سید مسعود حسن شہاب اور مولانا عزیز الرحمن نے بھی شرح دیوانی فریدؒ میں اس بات پر اتفاق کیا ہے  
کہ کو ریجہ قوم قریشی فاروقی ہے۔ مزید برآں کسی اور سوانح نگار نے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا۔ لیکن چنانچہ  
مولانا نور احمد فریدی نے شرح دیوان فریدؒ کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے کہ کو ریجہ قوم فاروقی نہیں ہاشمی ہے اور  
حضرت حکمران بن ابوجہل کی اولاد ہے۔ انہوں نے یہ روایت مقابیس المجالس کی جلد پنجم سے لی ہے جس میں  
لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے اپنے ایک رشتہ دار مخدوم محمد شفیع ساکن دم شریف  
صوبہ سندھ سے ان کے ایک مرید سید شہاب الدین کے ذریعے دریافت کیا کہ کو ریجہ قوم کی اصل کیا ہے  
جب بعد میں سید شہاب الدین آئے تو انہوں نے بتایا کہ مخدوم محمد شفیع فرماتے ہیں کہ ”اباہم فقیر کو ریجہ  
قوم ابڑہ سے ہیں۔“ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا کہ سندھ کی مشہور تاریخ چچ نامہ ہے  
جس میں اقوام سندھ کے حالات مفصل درج ہیں۔ اس کے اندر یہ لکھا ہے کہ ابڑہ قوم قریشی مخدومی کی ایک  
شاخ ہے جو حضرت حکمران بن ابوجہل کی اولاد ہے۔ معلوم نہیں چچ نامہ کی یہ روایت بھی سید شہاب الدین  
نے بیان کی یا خواجہ صاحبؒ خود چچ نامہ کا مطالعہ فرمایا۔

مقابیس المجالس کی یہ روایت دیکھ کر ہم متعجب نامہ کا مطالعہ کیا۔ اصل کتاب تو عربی میں ہے لیکن  
نہ اصل کتاب کا کہیں پتہ چلتا ہے نہ مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف وغیرہ کسی کو معلوم ہے۔ ممکن ہے  
سندھ کے سرکاری یا غیر سرکاری قدیم کتب خانوں میں عربی نسخہ موجود ہو۔ بہر حال چچ نامہ کے ترجمہ فارسی

(جو علی بن حامد بن ابی بکر الکوفی نے ۱۱۳ھ میں ادھر شریف میں بیٹھ کر کیا) کے مقدمہ میں پروفیسر عمر بن محمد واؤد پوتہ ایم۔ اے (بیبی) پی۔ ایچ۔ ڈی (کیمبرج) نے لکھا ہے کہ بیچ نامہ کا اصل نام "مقامہ سندھ" تھا۔ لیکن مصنف کا نام اور حالات نامعلوم ہیں۔ نہ کتاب کی تالیف کا سن معلوم ہے نہ مآخذ کتاب کا ذکر ہے۔ اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ مصنف کا لقب منہاج الدین تھا۔ جو بعض مؤرخین نے منہاج المسالک لکھا ہے۔ بعض نے مصنف کا نام خواجہ امام ابراہیم لکھا ہے۔ ان اہل ہست کے باوجود بیچ نامہ کی کافی شہرت ہے اور اس کے تین ترجمے انگریزی میں بھی ہو چکے ہیں۔ ایک پروفیسر الیٹ (ELIOT) نے کیا ہے۔ دوسرا مرزا قلیچ بیگ نے اور تیسرا کسی اور کا ہے۔ مرزا قلیچ بیگ کے ترجمہ انگریزی سے بہادر پور کے فاضل مولانا حفیظ الرحمن نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ نیز ایک اردو ترجمہ سندھ ادبی بورڈ کی طرف سے بھی شائع ہو چکا ہے لیکن ان فارسی، اردو اور انگریزی تراجم میں کسی جگہ یہ روایت نہیں آئی کہ کوریکیم یا ائبزہ قوم عرب کی قریشی معدومی شاخ سے تعلق رکھتی ہے اور نہ یہ لکھا ہے کہ یہ قوم حکمران بن ابوجہل کی اولاد ہے۔ بیچ نامہ کے ان نسخوں کے علاوہ راقم الحروف نے سندھ کی مشہور تاریخ تحفۃ الکرام اور تاریخ معصومی کا مطالعہ بھی کیا ہے لیکن یہ روایت کہیں نہیں ملی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام سندید کو کسی غیر معروف شخص سید شہاب الدین سے جو روایت موصول ہوئی وہ غلط ہے۔ نیز میں سید شہاب الدین کے متعلق بھی کوئی معلومات نہیں کہ آیا وہ ثقہ راوی ہے یا غیر ثقہ۔ آیا اس نے مخدوم محمد شفیع صاحب سے دریافت بھی کیا یا اپنی طرف سے جو کچھ معلوم تھا بتا دیا۔ اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ سید شہاب الدین نے اپنے پیر مخدوم محمد شفیع ساکن دم شریف سے یہ بات سنی۔ لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مخدوم محمد شفیع صاحب کی علمی، ادبی حیثیت اور تاریخ دانی کی حیثیت کیا تھی۔ کیا انہوں نے بیچ نامہ کا مطالعہ کیا تھا یا ان خود اپنے آپ کو ائبزہ قرار دے دیا۔ غرضیکہ اس نہایت ہی ضعیف روایت کی بنا پر قوی اور مستند روایات کو ترک نہیں کیا جاسکتا کوریکیم قوم کے فاروقی ہونے کی سب سے بڑی اور سب سے قوی سند یہ ہے کہ تو اتر سے اس خاندان کے پاس اپنا شجرہ نسب چلا آرہا ہے جس کی صحت کو چیلنج کرنا اصول تحقیق و تیسرے کی تکذیب ہے۔ اگر فہم حدیث کے اس اصولی قرائن کو ترک کر دیا جائے تو علم حدیث کا سارا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔ علاوہ انیس محدثین حضرات نے خبر احد (خبر واحد) کو بھی اصولی طور پر تسلیم کر لیا ہے لیکن متواتر خبر کا درجہ تو



اس سے کئی گنا زیادہ ہے اور کسی صورت میں اس کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ نیز سندھ و پنجاب اور بہاول پور  
 میں مشائخ کوریجہ صدیوں سے عوام و خواص میں فاروقی کہلاتے آئے ہیں۔ ان حضرات کے پاس شاملانِ منطبیہ  
 اور احمد شاہ ابدالی کی سندت موجود ہیں۔ منسل شہنشاہ شاہ جہاں کا وزیر ازلت خاں حضرت خواجہ نور محمد کوریجہ  
 کا مرید تھا۔ نیز ریاست بہاول پور کے متعدد حکمران بھی اس خاندان کے مرید تھے۔ نیز نواب صاحب  
 ریاست ٹونک، نواب صاحب ریاست جھل اور نواب صاحب ریاست چوٹی بھی اس خاندان کے  
 مرید تھے۔ ان سب کے نزدیک کوریجہ قوم فاروقی قریشی مسلم تھی۔ سوانح نگار بھی اس بات پر متفق  
 ہیں کہ کوریجہ قوم قریشی فاروقی ہے۔ ان سب قوی اور مستند سواہد کو ترک کر کے ایک نامعلوم شخص سید  
 شہاب الدین کی غیر معتبر روایت پر عمل کرنا علم تاریخ کے ساتھ ظلم کے مترادف ہوگا۔ تاریخ اس طرح  
 نہیں بنتی۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ خود حضرت خواجہ غلام فرید قدس نے اس روایت کو تسلیم  
 نہیں فرمایا۔ یہ خبر سن کر جو الفاظ آپ کے منہ سے نکلے یہ ہیں: ”واللہ اعلم بالصواب از حقیقت حال۔“  
 اس سے ظاہر ہے کہ روایت سننے کے بعد آپ کے دل میں اس کی صحت کے متعلق شبہ موجود تھا ورنہ  
 واللہ اعلم نہ فرماتے اور فوراً اس کی تائید فرماتے۔ لیکن لفظ واللہ اعلم بذات خود کافی بلاغت کا حامل  
 ہے اور ظاہر کر رہا ہے کہ آپ نے یہ روایت قبول نہیں فرمائی۔ اگر قبول فرماتے تو فوراً اپنے شجرہ نسب میں  
 ترمیم کرتے اور تمام مریدین میں اعلان کر دیتے کہ ہم فاروقی نہیں بلوچی ہیں۔ لیکن پھر شجرہ نسب کہاں سے  
 لاتے۔ شجرہ نسب تو وہی ہے جو چودہ صدیوں نے دیا ہے اب نیا شجرہ کیسے بن سکتا ہے اور بنانے  
 کی ضرورت بھی کیسے ہے۔

بعض لوگ غلط فہمی سے یہ خیال کرتے ہوں گے کہ مولانا رکن الدین نے شرارت سے یہ غلط  
 روایت مقابیس العباس میں درج کر دی ہوگی۔ یہ بات بھی علم تحقیق و ریسرچ کے خلاف ہے اور آداب  
 طریقت جاننے والے اسے ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ پہلی بات قویہ ہے کہ مولانا رکن الدین کو حضرت  
 اقدس نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ حضرت اقدس کے خلیفہ کی دیانت پر اعتراض خود حضرت اقدس پر اعتراض  
 کے مترادف ہے۔ نیز مقابیس العباس میں بعض مقامات پر بعض مسائل کی مولانا رکن الدین نے جو تشریحات  
 کی ہیں، حضرت اقدس کو ایسی پسند آئیں کہ آپ نے کتاب میں شامل کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ  
 یہ تشریحات کتاب مقابیس العباس (جلد پنجم) کے مقبوس: ۲۶ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ ان

تشریحات سے ظاہر ہے کہ اقلیم ولایت و عرفان میں مولانا رکن الدین کا مقام کس قدر بلند ہے لہذا ایک ولی اللہ سے یہ ہرگز توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ بددیانتی سے کام لیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ قریشی ہاشمی ہونا افضل ہے اور قریشی فاروقی ہونا مفضول ہے۔ اگر کوئی محض شرارت یا بددیانتی کرتا تو اس خاندان کو افضل سے مفضول کی طرف لے جاتا نہ کہ مفضول سے افضل کی طرف۔ لہذا مولانا رکن الدین کی دیانت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ انہوں نے یہ روایت ضرور حضرت اقدس کی زبان ہمارے ہاں سے سنی ہے اور حضرت اقدس نے یہ روایت سید شہاب الدین سے سنی ہے لیکن سید شہاب الدین کا کثافت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ نیز بیچ نامہ کے تمام نسخوں اور سندھ کی دیگر مستند قرائن میں اس روایت کا نہ ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ سید شہاب الدین کی روایت غیر معتبر اور ناقابل قبول ہے۔

ممکن ہے کوئی صاحب یہ کہدیں کہ یہ روایت حضرت مخدوم محمد شفیع کے قول پر مبنی ہے۔ لیکن اگر سید شہاب الدین کی روایت ایک مخدوم محمد شفیع صاحب پر مبنی ہے تو کوریجہ قوم کے فاروقی ہاشمی روایت ایک مخدوم نہیں بیشمار خادیم اور خواجگان کے اقوال پر مبنی ہے۔ مثلاً حضرت خواجہ غلام محمد قریشی حضرت خواجہ غلام بخش، حضرت خواجہ احمد علی، حضرت قاضی محمد عاقل، حضرت مخدوم محمد شریف، حضرت مخدوم نور محمد، حضرت مخدوم زکریا وغیرہم تاحضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ ہم قریشی فاروقی ہیں۔ لہذا ایک غیر معروف شخص سید شہاب الدین کی شہادت پر اتنی بڑی تاریخ کیسے بدلی جاسکتی ہے باقی رہا یہ کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا کہ ”من می گویم“ کہ کوریجہ قوم ابراہیم کی شاخ ہے لیکن اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ”واللہ اعلم بالصواب از حقیقت حال“ جس سے ظاہر ہے کہ آپ کو اس روایت پر شبہ تھا۔ اگر آپ ”واللہ اعلم بالصواب“ کے بعد من می گویم کہتے تو یہ بھی کوئی بات تھی لیکن آپ کا آخری جملہ ”واللہ اعلم بالصواب از حقیقت حال“ ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ نے سید شہاب الدین کی روایت کو قبول نہیں فرمایا۔ نیز چونکہ کوریجہ قوم کے ابراہیم ہونے اور ابراہیم قوم کے قریشی مخدومی ہاشمی ہونے کی روایت کا تمام تر ماخذ بیچ نامہ تھا۔ خواہ بیچ نامہ کے ماخذ نامعلوم ہوں اور چونکہ بیچ نامہ کے کسی نسخہ میں یہ روایت موجود نہیں ہے اس لئے یہ عمارت و حریم سے گر جاتی ہے۔

حضرت اقدس کے جن خلفاء کا ذکر ملفوظات میں آیا ہے ان کے اسمائے گرامی کتاب انہ میں

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے خلفاء



درج ہو چکے ہیں۔ بعد میں دیگر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کے علاوہ بھی آپ کے خلفاء ہیں چنانچہ اس بات کی تصدیق حضرت اقدس کے فرزند خلیفہ وجانشین قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش کی اس تقریظ سے بھی ہوتی ہے جو مقامیں المجالس کی جلد دوم، سوم میں ہے۔ اس تقریظ میں حضرت خواجہ غلام فرید کے خلفاء کے اسماء کرامی یہ ہیں :

قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ فضل حق سجادہ نشین منگیر شریف، مخدوم سید ولایت شاہ از اولاد حضرت مخدوم جہانیاں، وصال ۱۳۱۰ھ۔ مزار اوج شریف حضرت حافظ محمد، سجادہ نشین حاجی پور (ڈیرہ غازیخان) حضرت خواجہ امام بخش کوریہ، مخدوم سید غلام شاہ برادر مخدوم ولایت شاہ، حضرت سید مومن شاہ، موضع پیر (منظر گڑھ) حضرت سید مراد شاہ، ساکن ڈنڈا شاہ بلادل (پنجاب) حضرت خواجہ کرم دین، سجادہ نشین پراراں (یاقت پور) حضرت سید عبداللہ شاہ، ساکن کالا باغ (ڈیرہ اسماعیل خان) حضرت سید غریب شاہ از اولاد مخدوم جہانیاں، وصال ۱۳۱۵ھ۔ مزار شہر سلطان (منظر گڑھ) حضرت مولانا عبدالودود قادری بخش، وطن ملک برا۔ وصال ۱۳۲۰ھ در سفر دیا۔ آپ کے خلفاء برا، مدراس، ناگپور میں موجود ہیں حضرت شیخ عبدالرحمن اللہ آبادی گیت گنجی۔ حضرت میاں جی مولوی احمد بخش مزار حیدر عباسیاں، حضرت مولوی نبی بخش مہر پور، وصال ۱۳۱۴ھ۔ مزار موضع غنی لاڑ۔ (یاقت پور) حضرت مولانا فیض اللہ مراد آبادی علاقہ روہیل کھنڈ کثیر التصانیف ہیں۔ حضرت شہزادہ احمد اختر، حمیرہ اکبر شہنشاہ بہادر شاہ ظفر، مقیم کرانہ ضلع منظر گڑھ۔ حضرت میاں جی خان محمد، ساکن چاچڑاں شریف، حضرت حکیم محمد یعقوب، حضرت حکیم امام الدین کیرانوی، وصال ۱۳۱۹ھ مزار در کرانہ۔ حضرت مولوی محمد بخش ساکن چاچڑاں شریف حضرت مولوی نجم الدین ساکن احمد پور شرقیہ وصال ۱۳۱۸ھ، مزار در خانقاہ خود۔ حضرت مولوی محمد قاسم ساکن سمینہ متصل ڈیرہ غازیخان، حضرت نواب قیصر خاں والی ریاست جمل بلوچستان۔ حضرت میاں مریج شاہ الہی ساکن بن پور علاقہ بھیلہ (گرا یار) وصال ۱۳۱۵ھ نزد جتہ، جن کے خلفاء میاں نکال شاہ و نیان پیر علی ہیں، حضرت شیخ بلند خان، حضرت محمد امین رنگنی، حضرت میاں عبدالعظیم، حضرت میاں ابو محمد عبدالرحیم صوبہ دار جٹ ۲۷ مدراس، حضرت سید احمد شاہ ساکن مڈ دولت علاقہ اللہ آباد۔ حضرت میاں نصیر الدین (شاہید حضرت مولانا نصیر الدین غم بہاولپوری ہیں) حضرت سید شہاب الدین مدراسی، حضرت میاں عبدالکرم مدراسی، حضرت مولانا رکن الدین، کاتب خطوط۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا غلام احمدؒ

قادیانی کے درمیان نام نہاد خط و کتابت کا جائزہ

مقائیس الجائیس کی جلد سوم میں جو نام نہاد خط و کتابت مابین حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ اور مرزا غلام احمد قادیانی پائی جاتی ہے، ہم نے اردو ترجمہ میں اُسے مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر حذف کر دیا ہے۔

**پہلی اور سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ جب یہ کتاب پہلی دفعہ اگر سے چھپ کر آئی اور حضرت اقدس کے فرزند اور خلیفہ وجائیش حضرت قطب الموحیدین خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں سے گزری تو آپ نے حکم دیا کہ اس خط و کتابت کو کتاب سے خارج کر دیا جائے کیونکہ فرید والد ماجد کے یہ عقائد تھے نہ ہمارے خاندان کے ہیں۔ اب چونکہ حضرت خواجہ محمد بخش حضرت اقدس کے جائز خلیفہ اور مالک سلسلہ تھے اس لئے آپ کے حکم کی تعمیل ہم پر واجب ہے۔ آپ حضرت خواجہ صاحب کے فرزند و بلند ہونے اور ہر وقت اُن کے ساتھ رہنے والے اور آپ کے جمیع حالات سے باخبر ہونے کے علاوہ بڑے عالم و فاضل اور بلند مرتبہ ولی اللہ بھی تھے حضرت خواجہ صاحب کی لوگوں کے ساتھ جس قدر خط و کتابت لیں دین اور گفتگو ہوتی تھی حضرت خواجہ محمد بخش اس سے پوری طرح آگاہ تھے اور آپ کے محرم راز تھے۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ مرزا قادیانی کو حضرت اقدس نے کوئی خط لکھا ہو اور اُس کا علم آپ کے ہر وقت حاضر باش فرزند و بلند اور خلیفہ وجائیش کو نہ ہو۔ اس سلسلہ میں حضرت خواجہ محمد بخش کے خلیفہ حضرت مولانا نور احمد فرید آبادی کی شہادت ہمارے پاس موجود ہے۔ مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :**

”حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت خواجہ غلام فرید صاحب

قدس سرہ نے غلام احمد قادیانی کو حیکہ اُس کے عقائد و اعمال درست تھے، من عباد اللہ الصالحین لکھا تھا لیکن مابعد جب اس کی کیفیت کھل گئی، مرزا کو بُرا کہا اور انکار کیا۔“



اسی طرح حضرت خواجہ ہوش محمد سجادہ نشین شیدائی شریف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری وجہ

استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا کہ :

مرزا صاحب نے جو خط خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ کی جناب میں لکھا، اس کے جواب میں حضرت صاحب موصوف نے اس کو عباد العالجین " لکھا مگر بعد میں جب اس کے عقائد طشت از بام ہوئے تو اعلانیہ صاحب موصوف فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے غلطی سے لکھا ہے یہ تو کافر ہے۔ حضرت مولانا جندوڑہ صاحب سیت پوریؒ و حضرت خواجہ حامد صاحب شیدائیؒ جواکابر علمائے تھے وہ اس کو کافر فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بار بار حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی زبان سے سنا کہ "یہ تو کافر ہے۔ میں بھی اس کو کافر جانتا ہوں۔"

حضرت قطب الاقطاب خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فوائد فریدیہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ :

ختم المرسلین و سید النبیین محبوب اللہ تعالیٰ و مولانا محمد مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ وسلم اللہ علیہ تمام انبیاء کے افضل اور جمیع انبیاء اور تمام کائنات کے ظہور کا سبب ہیں۔ حضور تمام انبیاء کے بعد میں کیونکہ آپ کے بعد نبوت کا حکم مٹ چکا ہے اور

بے حضرت خواجہ ہوش محمد قدس سرہ زمانہ سال کے بہت بڑے دلی اللہ تھے جن کا حال ہی میں حال ہو رہا ہے۔ آپ نے چوبیس برس مسجد میں بیٹھ کر قرآن و حدیث کا درس دیا۔ آخر عمر میں آپ پر اکثر استغراق علاری رہتا تھا۔ پنجاب اور سندھ میں آپ کے ہزاروں تلامذہ ہیں۔

آپ نے حضرت خواجہ حامد دلیؒ کا دل اور بالکمال بزرگ تھے۔ آپ کے خلفاء میں سے حضرت شیخ محمد لاہوریؒ بہت ہی معروف دلی اللہ تھے جن کا مزار مبارک لاہور چھاؤنی میں برکی روڈ پڑ پڑھ پٹھی شریف میں مرجع خلائق اور قبلہ حاجتا ہے۔

حضرت شیخ محمد لاہوریؒ اپنے پیر و مرشد کی عقیدت و محبت میں اتنے سرشار تھے کہ یاقوت پور شیخ سے شیدائی شریف کا ۱۶ میل کا فاصلہ پایادہ اور زبر نہ پلٹے کر کے مشرف قدم برسی حاصل کرتے تھے۔

ولایت کا باقی ہے۔

### چوتھی وجہ

یہ نام نہاد خط و کتابت ترک کر نیکی چوتھی وجہ یہ ہے کہ نہ مرزا قادیانی کے کسی خط میں نبوت کا دعویٰ کیا گیا ہے اور نہ حضرت اقدس کی طرف منسوب کئے جانے والے کسی خط میں نبوت کی تائید کی گئی ہے

اس لئے اب ہم مسلمانوں اور قادیانیوں، دونوں کے نقطہ نظر سے یہ خط و کتابت بیکار پندہ کی حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ کتاب "شہاداتِ فریدی" میں قادیانیوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید نے مرزا صاحب کی امامت کی تائید فرمائی نہ کہ نبوت کی چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ ۱۵ پر قادیانی لکھتے ہیں :

"آپ کے (خواجہ غلام فرید صاحب) خدا رسیدہ اور صادق و راست باز ہونے کا یہی قیاس ہے کہ آپ نے اپنے وقت کے امام کی شناخت کر لی۔"

یہاں قادیانیوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا، حضرت خواجہ صاحب نے وقت کے نبی کی بھی شناخت کر لی۔ پھر امامت تو بہت ہر گز رہے ہیں۔ مثلاً امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام غزالی، اور امام رازمی وغیرہ اگر مرزا صاحب امامت پر اکتفا کرتے تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہ تھا، سارا جھگڑا تو دعویٰ نبوت پر کھڑا ہوا جس کی وجہ سے حضرت خواجہ صاحب نے مرزا کی تکذیب فرمائی۔

### پانچویں وجہ

پانچویں وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے مقامیں مجالس میں بھی متعدد مقامات پر حضور درود

کائناتِ فخر موجودات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا ہے اور احادیثِ نبوی سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نیز محدویت کے متعلق بھی مقامیں مجالس میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے کئی مرتبہ کتاب "مرآۃ الاسرار" کی عبارت پڑھ کر حاضرین مجلس کو بتایا کہ امام مہدی علیہ السلام کے متعلق امت میں دو نظریات چلے آ رہے ہیں۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ بارہویں امام اہل بیت جو غائب ہو گئے تھے، پھر ظاہر ہوں گے۔ اور اہلسنت و جماعت کا موقف یہ ہے کہ حضرت امام مہدیؑ آلِ فاطمہ سے ہوں گے لیکن میر لکھا ہوں کہ بارہویں امام بطریقِ بزرگ آلِ فاطمہ میں پیدا ہوں گے۔ آپ اس قول سے مرزا قادیانی کی ہمدونیت کا دعویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا ہے کیونکہ مرزا صاحب نہ ہاشمی ہیں نہ فاطمی، نیز آپ کے لفظ "پیدا ہونگے" سے بھی صاف ظاہر ہے کہ امام مہدیؑ زمانہ مستقبل میں پیدا ہوں گے لیکن مرزا صاحب تو پیدا ہو کر بڑے بھی ہو گئے تھے۔ بات یہ ہے کہ قادیانی آلہ کار جس نے جعلی ملفوظات جعلی خط و کتابت میں شامل کئے، وہ یہ بھول گیا کہ ان چیزوں کی خواجہ صاحب نے مقامیں مجالس میں کئی مقامات پر تردید فرمائی ہے۔ سچ ہے کہ ص دروغ گوارا حافظہ نباشد۔



چھٹی وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کے چونتیس خلفاء اور لاکھوں مرید تھے۔ ان چونتیس خلفاء میں سے ہر ایک عالم و فاضل، متقی و پرہیزگار اور خدا رسیدہ

کمال بزرگ اور ولی اللہ تھا۔ اگر خدا نخواستہ حضرت خواجہ صاحب مرزا قادیانی کی نبوت یا مہدیت کی تصدیق فرماتے تو آپ کے تمام خلفاء و مریدین مرزا قادیانی کے گردیدہ ہوتے اور ان کے حق میں چاروں طرف سے رحمت اللہ علیہ کی آوازیں سنائی دیتیں۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ میرے پیروں میں حضرت مولانا تھوڑی سی شوقی شاہ صاحب الشریعہ  
کے کتب خانے سے رسالہ اشاعت السنہ کی چند جلدیں برآمد ہوئیں ہیں۔ جلد

اشعار، نمبر ۵، سال ۱۳۱۳ھ، ۱۸۹۵ء کا عکس شامل کتاب ہے :

فہرست مضامین

عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَامُ وَالْحَيَّةُ

نیم نهم انداخت و از نویم  
پایت ۱۲ و ۱۳ ایچ می مطاب ۱۸۹۵  
شکر حق قیمت

حضرت مولانا غلام احمد قادیانی صاحب دہلی کے صاحبزادے ہیں جن کا تعلق ہے  
 اہل حق و سچ سے اور ان کے والدین بھی اہل حق و سچ کے تھے۔ ان کے والدین نے ان کو  
 تعلیم دینا شروع کیا تو ان کے دل میں ایک نور پیدا ہوا جس سے ان کو حق و سچ کا  
 پتہ چل گیا۔ ان کو معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں سچائی ہے۔ ان کو  
 معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں حق و سچ ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ  
 اسلام ہی وہ دین ہے جس میں سچائی ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے  
 جس میں حق و سچ ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں سچائی  
 ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں حق و سچ ہے۔ ان کو  
 معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں سچائی ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ  
 اسلام ہی وہ دین ہے جس میں حق و سچ ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین  
 ہے جس میں سچائی ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں حق و  
 سچ ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں سچائی ہے۔ ان کو  
 معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں حق و سچ ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ  
 اسلام ہی وہ دین ہے جس میں سچائی ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین  
 ہے جس میں حق و سچ ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں  
 سچائی ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں حق و سچ ہے۔

[illegible]

(عکس ٹائپل رسالہ اشاعت النور)

۱) در تمام این کتاب  
 ۲) در تمام این کتاب  
 ۳) در تمام این کتاب  
 ۴) در تمام این کتاب  
 ۵) در تمام این کتاب  
 ۶) در تمام این کتاب  
 ۷) در تمام این کتاب  
 ۸) در تمام این کتاب  
 ۹) در تمام این کتاب  
 ۱۰) در تمام این کتاب

رسالہ اشاعت السنہ کا متعلقہ اقتباس حسب ذیل ہے۔

بنائے علیہ ذاکسار و ساطعہ المہرام شامہ میں ڈیرہ  
 خواجہ صاحب ہماول ہو میں پہنچا۔ اور خواجہ صاحب کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ اور کادیانی  
 کے عقاید و مکالمہ اصل تصانیف سے نکال کر خواجہ صاحب موصوف کو دکھائے جنگو  
 دیکھ کر خواجہ صاحب کا دینی سے سخت متغیر اور ریزا رہے۔ اور معلوم ہوا کہ حضرت مہدوح  
 نے جو کچھ کادیانی کے حتمین کہا تھا۔ وہ محض دفع شر و دفع مضرت پر مبنی تھا۔ اور اصل حکیم نزل  
 محض دفع شر کا نتیجہ تھا۔ اور اگر حضرت مہدوح کو کس قدر کادیانی کی نسبت نیک گمان  
 تھا تو وہ اسوہ سے تھا کہ کادیانی مسلمان کہلاتا تھا اور حضرت مہدوح کو مسلمان سے حسن ظن تھا  
 اور انکی اصلی تصانیف دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس حسن ظنی اور عدم اطلاع تصانیف کادیانی  
 کی وجہ سے آپ نے انکے حتمین کو غیر فرمایا تھا۔ اور شیخ سعدی کے اس قول پر عمل کیا تھا  
 ۵ مزاج و امانتے مرشد شباب • دو اندرز فرمود پر روئے آب •

یکے آنکہ در خوش خود بین مباش • دگر آنکہ بغیر بین مباش •

حضرت مہدوح نے اصل تصانیف کادیانی میں انکے عقاید و مقالات دیکھے تو  
 اس پر ہمت آفتہ ہوئے اور انکی شریفیوں کو بے ادبیوں پر درجہ حضرت خاتم المرسلین کا جناب  
 میں اس سے خیر نہ ہوئی، مگر استغفر اللہ زبان پر لائے اور فرمایا کہ یہ شخص اہل اسلام  
 مومنین المسلمین ہے اور کمال و درجہ کا ہے اور ہے۔ اور خود سستی کرنے والا اور  
 نام آوری اور شہرت کا طالب ہے اور اپنے دعاوی میں پختہ نہیں ہے۔ حضرت کے بعض  
 عام حضا علی نے حضرت کے سامنے فرمایا کہ آئندہ حضرت اس شخص سے خط و کتابت  
 نہ کیجئے اور حضرت نے اس پر کثرت فرما کر انکو تسلیم کر لیا۔

اس سے ناظرین کو یقین ہو سکتا ہے کہ وہ خط و کتابت جو حضرت کی طرف سے  
 کادیانی کو کیجئے ہیں کادیانی کی برأت و توثیق کے طائل نہیں ہو سکتے اور وہ انکے شرعیات



نمبر ۱

۱۴۰

حضرت خواجہ غلام گریہ صاحب

قلیم کے جاسکتے ہیں۔

کادیانی باب بھی ان ترانیاں لکے اور حضرت ممدوح کو اپنا مصدق و موثق قرار دے تو اسکو لازم ہو گا کہ وہ ایسی مضمون کا ایک اور خط حضرت ممدوح سے حاصل کرے۔ اور اپنے کسی بھی مچھوٹے۔

ہم اس سے نہ ہو سکے اور ہرگز نہ ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ تو اہل اسلام معتقدین مشائخ کرام نہیں کریں کہ خواجہ صاحب اس کے مصدق و موثق نہیں ہیں۔ اور ان کے دعاوی سے ناخوش ہیں۔ +

## سراقہ

نما گسار ابو سعید محمد حسین عفا اللہ عنہ ایڈیٹر رسالہ

## اشاعت السنۃ

نوٹ

رسالہ اشاعت السنۃ کی تاریخی جماعت اور مقابیل الہاس کی تاریخی میں نظریں کر جو فرق نظر آ رہا ہے اس کی وجہ ایڈیٹر رسالہ مذکور نے خود یہ لکھی ہے کہ چند دہندگان کی غفلت کی وجہ سے رسالہ کی اشاعت میں تاخیر واقع ہوتی گئی۔ اس وجہ سے سابقہ مہینوں اور سالوں کے رسالے بعد کی تاریخوں میں نکلتے رہے بالفاظ دیگر ایڈیٹر رسالہ زمانہ مابعد میں مشائع ہونے والے نبرات کو سابقہ تاریخ دیتے رہے تاکہ اشاعت میں کمی نہ بہا اور تواتر قائم رہے۔

رسالہ اشاعت انس کے مندرجہ اقباس سے معاملہ بالکل واضح ہو جاتا ہے اور تمام شکوک و شبہات مٹ جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مرزا قادیانی کو خود خط نہیں لکھتے تھے بلکہ آپ کی طرف سے جعلی خط بنا کر مرزا قادیانی کا ایک آنہ کار مرزا کے نام ارسال کر دیتا تھا۔ اس کے متعلق ہم بعد میں بحث کریں گے۔

**آٹھویں درجہ** ترجمہ اُردو سے اس نکتہ نہایت غلط و کثرت کو خارج کرنے کی آٹھویں درجہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے کہ حضرت خواجه غلام فریدؒ میرے مُکھ پر اُتر کر کُتُوب ہیں۔ (یعنی خود خواجه صاحب نے مجھے کافر اور کاذب یعنی مجھ کو کہا ہے) اس سلسلے میں فیصلہ مقدمہ میاں دل پور کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس میں قادیانیوں کو کافر قرار دے کر ایک مسلمان عورت کے ایک قادیانی کے ساتھ نکاح کو منسوخ کیا گیا۔ اقتباس یہ ہے :

مذہب علیہ (قادریانی) کے گرواں نے ریاست اٹھارے لوگوں کی ترقی اپنی طرف  
مبغفل کرانے کے لئے ----- حضرت خواجہ غلام فرید صاحب علیہ الرحمہ کی وجہ سے  
نہ صرف ریاست بہادر پور کا ایک حقہ معتقد اور مرید ہے بلکہ جی کے سندھ، بلوچستان  
اور پنجاب میں بھی بکثرت مرید پائے جاتے ہیں، کی ایک کتاب اشارات مسیری  
(مقامیں الجاسن) سے یہ دکھایا ہے کہ ان کے نزدیک مرزا صاحب کی عقیدۂ اہلسنت  
وجامعت اور ضروریات دینی میں سے کسی چیز کے منکر نہیں پائے جاتے بلکہ آپ  
(خواجہ صاحب) ان کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ وہ اپنے تمام اوقات خدا تعالیٰ کی عبادت  
میں گزارتے ہیں اور حمایت دین پر کمر بستہ ہیں اور کہ ملائے وقت تمام مذاہب باطلہ  
کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے پڑ گئے ہیں جمالی سنت و جماعت میں ہے اور  
مراۃ المستقیم پر قائم ہے۔ اور خواجہ صاحب کی اس تحریر پر بڑی شوق و مبطل سے بحث  
کی جا کر یہ دکھایا گیا ہے کہ یہ الفاظ خواجہ صاحب نے اپنے ہی ہیں اور انہوں نے مرزا صاحب کی  
کتابیں دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم کی تھی۔ مذہب (مسلان) کی طرف سے بھی اس کا  
مستقل جواب دیا گیا ہے اور یہ کہ گیا ہے کہ مرزا صاحب کی جو کتابیں خواجہ صاحب نے  
اس وقت دیکھیں تھیں ان میں مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت درج نہ تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب



کی ایک تحریر سے آپ کی کتاب انہام اہتم میں : ۶۹ پر پایا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب بھی مرزا صاحب کے مکفر اور کذاب (کافر اور کاذب کہنے والے) چوتھے تھے۔ مرزا صاحب اس تحریر میں لکھتے ہیں کہ "اب ہم ان عربی صاحبان کے نام ذیل کیا لکھتے ہیں کہ جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں مگر مفتری اور کذاب اور ذوال نام لکھتے ہیں بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین باہلہ کے لئے جوئے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ ستارہ نشین بھی ہیں جو میرے مکفر اور کذاب ہیں" اور ان کے ساتھ مرزا صاحب نے ہر وہ گروہوں کی فہرستیں دی ہیں اس فہرست میں میاں غلام فرید صاحب سیدی چاچراں علاقہ بہاول پور کا نام بھی درج ہے۔

فیصلہ مقدمہ بہاول پور کے مندرجہ بالا اقباس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ غلام حسنیہ نے بھی مرزا قادیانی کو کافر اور مجنون قرار دیا ہے اور یہ شہادت مرزا قادیانی کی خود اپنی ہے جو اس نے اپنی کتاب انہام اہتم میں درج کی ہے۔ جب مرزا قادیانی خود تسلیم کرے ہے کہ خواجہ غلام فرید بدویشین چاچراں علاقہ بہاول پور نے ان کو کافر اور مجنون کہا ہے تو ثابت ہوا کہ مقابلہ المجالس میں جو خطوط حضرت خواجہ صاحب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، جعلی اور کافری ہیں۔

نویں وجہ یہ ہے کہ جب شیخ محمد اکبر خان صاحب مرحوم و مقبر نے مقدمہ بہاول پور کا یہ فیصلہ فرمایا کہ قادیانی کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہیں اور اس مسلمان حودت کا جو نکاح ایک قادیانی سے ہوا، حاقض ہے تو ان کے کچھ عرصہ کے بعد صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد میر عبد الباقی صاحب (سابق پیشینج) جو میر سراج الدین صاحب مرحوم رشتہ دار و وصیت حبش کے صاحبزادے ہیں، بڑے متقی پرہیزگار ہیں اور کج کل ہجرت فرما کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں باپ جبریل کے بالمقابل ایک مدرسہ میں غلو نشین ہیں، انہوں نے شیخ محمد اکبر خان صاحب مرحوم کو اپنے ایک خواب پیشت میں دیکھا۔ پہلے ان کو کئی عالیشان مقورات دکھائے گئے۔ اس کے بعد ایک نہایت ہی خوبصورت محل میں ایک تخت پر حبش محمد اکبر بیٹھے دکھائے گئے۔ جب میر عبد الباقی صاحب نے ان سے سوال کیا

کہ یہ بلند درجات آپ کو کیسے نصیب ہوئے تو حج محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا کہ یہ انعامات مجھے ناموس رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اس خدمت کے عزم میں ملے ہیں جو حق تعالیٰ نے مجھ سے فیصلہ فرمادیا اور اس صورت  
میں ہی اور یہ جتنے مہلت آپ دیکھتے آئے ہیں حق تعالیٰ نے مجھے یہ فرما کر عنایت کئے ہیں کہ فی الحال یہ ملے اور  
تبدلہ مکمل انعام بعد قیامت ملے گا۔ یہ بیان فرماتے ہوئے میر صاحب کی ریش مبارک شدت گریہ سے دربر ہو چکی تھی  
ایک لمحہ رو دیا رعادہ میں میر عبد الجلیل صاحب نے حج محمد اکبر صاحب علیہ السلام کے ہمراہ دو اور بزرگوں کو بلا کر دعا دے کر  
نہایت بلند درجہ پر فائز دیکھ کر حج صاحب جب یہ پوچھا کہ یہ دونوں حضرات کون ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ  
فیصلہ مقدمہ فرمادیا اور میں میرے معاون ہیں۔ میر صاحب کا خیال ہے کہ وہ حضرات، مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری  
اور ان کے رفیق کا ہیں۔ وہ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری جنہوں نے ایک نوجوش میں اگر کمرہ عدالت میں قادیان  
سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں اللہ کے فضل سے ابھی تم کو مرزا قادیانی سے منزع جلتا ہوا رکھا سکتا ہوں۔ یہ ہلکا رسن کر  
حاضرین کا ناپ ہے تھے اور کسی قادیانی کو مزید کلام کی جرات نہ ہوئی۔

یہ ایک کشنی وجہ ہے جس کی بنا پر قادیانیں کا کافر بنانا ثابت ہے اور ترک خط و کتابت کی وجوہ میں قوی وجہ ہے  
اس نام نہاد خط و کتابت کا رد و وجہ سے غلامی کو نیکی دوسویں وجہ ہے کہ مقابلیں اللہ عباس کی  
دسویں وجہ | جلد سوم کے صفحہ ۴۸ پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ مرزا قادیانی نے پادری آسم  
کے متعلق جو پیش گوئی کی تھی کہ وہ ایک سال میں مر جائے گا، یہ جھوٹی ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ اس مدت میں نہیں  
نیز کتاب مذکور کے صفحہ نمبر ۴۸ پر حضرت خواجہ فرما رہے ہیں کہ جب میں نے حکیم نور الدین (جو بعد میں مرزا  
قادیانی کے خلیفہ اول ہوئے) سے کہا پادری آسم کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی تو انہوں  
نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کا حضرت مرزا صاحب کے حق میں اس قسم کا اعتقاد نہیں ہے جو پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے  
سے ختم ہو جاتا حکیم نور الدین خلیفہ اول کے اس جواب سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ پیش گوئی  
غلط ثابت ہوئی۔ حالانکہ شہادات فریدی اور دوسری قادیانی کتابوں میں اسی قادیانی طریق کا یہی نسخہ  
توڑ مٹا اور شگانی کے قادیانے پوری قوت اس بات پر صرف کر دی گئی ہے کہ پیش گوئی جھوٹی ثابت نہیں ہوئی  
مرزا صاحب کے خلیفہ اول سے زیادہ معتبر شہادت کس کی ہو سکتی ہے شہادۃ فریدی میں قادیانیوں نے غلط بیانی  
کا مکمل ہی کر دیا ایک جگہ دیکھتے ہیں کہ جب نواب صاحب بہاولپور کے محل پر لوگ مرزا صاحب کی غلط پیش گوئی کا  
مناقضہ اڑا رہے تھے تو حضرت خواجہ صاحب نے جوش میں کر فرمایا کہ کون کہتا ہے کہ پادری آسم زندہ ہے مجھے تو اس کی



لاش نظر آ رہی ہے لیکن افسوس کہ کتابیں المجاہد میں جس کی صحت پر قادیانی کو ناز ہے یہ بات قطعاً درج نہیں ہے۔ دوسرے خواجہ صاحب متعلقہ کتاب میں جو شہادت فریدی کا اخذ کیا وہ قاعدہ درج نہیں تھا تاہم یہاں سے گھڑت کیا ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ جلد سازی کیس طرح ہوئی۔ اس سوال کا جواب آسان ہے۔ کیونکہ جس طریقے پر حضرت خواجہ صاحب

جلد سازی کیس طرح ہوتی

جیسے نیکل سادہ لوح اور فراخ دل درویش کے ہاں معاملات طے پا رہے تھے، یہ جلد سازی نہایت آسان تھی۔ مقابلیں المجاہد کے مطالعہ سے صاف پتہ چلتی ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں ایک صاحب رہتے تھے جو مرزا قادیانی کے آلہ کار تھے ان کا نام غلام احمد اختر تھا۔ یہ بڑے عالم تھا اور ہوشیار تھے اور اپنے آپ کو خواجہ صاحب کا خاص ارادۂ مند ظاہر کرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کے ہاں ان کا اتنا اثر تھا کہ آپ کے تمام خطوط بھی لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ مقبوس ۱۲ جلد سوم صفحہ ۱۴ پر تحریر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی طرف سے پہلا خط جو مرزا قادیانی کو لکھا گیا وہ انہی قادیانی آلہ کار غلام احمد اختر نے لکھا تھا اور اس پر خواجہ صاحب کی مہر لگا دی تھی۔ کتاب کی عبارت یہ ہے:

اندریں آٹا آخری صاحب مولوی غلام احمد اختر جواب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہ بفرمان حضور بعبارت عربی نوشتہ بود پیش حضور رکرو۔ حضور تمام مکتوب را مطالعہ نمودند۔ آنگاہ فرمودند کہ بردے ہر من زندہ ارسال نمایند۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے باقی خطوط تو یکجہانے خود مرزا قادیانی کے لئے یہ پہلا خط بھی قادیانی آلہ کار غلام احمد اختر نے ہی لکھا۔ لیکن اس خط کے بعد کتاب مذکور میں مرزا قادیانی کے دو مزید خطوط بنام حضرت خواجہ صاحب درج ہیں اور خواجہ صاحب کی طرف سے مزید کوئی خط کتاب میں درج نہیں ہے۔ حالانکہ قادیانیوں کی طرف سے خواجہ صاحب کے اور خطوط بھی ان کے اخبار و رسائل میں چھپتے رہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خطوط جعلی تھے۔

قادیانیوں کی کتاب ”شہادت فریدی“ کی چیدہ چیدہ غلط بیانیوں کی نشاندہی تو ہم نے کر دی ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ ”اشارات فریدی“ کی جلد سوم میں نام نہاد خطوط اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرزا صاحب کے متعلق نام نہاد اقوال سب جعلی ہیں۔ عام کتاب کے متعلق پڑھنے والا یہ تاثر لیتا ہے کہ اس میں قادیانیوں کے مخصوص طرز بیان یعنی ایسی ہی، الفاظ کے تڑوڑ، موثر گافیوں اور بدوے دلائل کے ذریعے حقیقت کو

مع کر کے اپنی بابت کو زبردستی خواہی کی کشتی کی جی ہے جو کئی بھی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا  
 دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس طرح معلوم کیا جائے کہ مولوی غلام احمد اختر  
 قادیانی آزاد کرتے جو یہ ساری سازش پلا رہے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ  
 فیصلہ مقدمہ بہادر پور مطبوعہ ایکاد گھرا ترس (بار اول) کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے :

”مدعا علیہ (یعنی قادیانی) کی طرف سے دو گواہان مولوی جلیل الدین صاحب  
 شمس اور مولوی غلام احمد پیش ہوئے ہیں۔ یہ ہر دو گواہان قادیانی مبلغین میں سے ہیں۔“

اس سے ظاہر ہے کہ غلام احمد اختر قادیانی مبلغ بھی تھے۔ اور مبلغ وہ ہوتا ہے جو مسدود راستے  
 اس کام میں مشغول ہو اور اس کا ماہر فن بھی ہو۔ لہذا یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے کہ غلام احمد اختر پہلے خواجہ جٹا  
 کے متعلق تھے۔ اس کے بعد قادیانی ہوئے ہیں بلکہ اُن کا قادیانی مبلغ ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ  
 اس فن میں کمال حاصل کر کے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچے تھے اور آپ کے سامنے مزا کی  
 تعریفیں کیا کرتے تھے کہ بہت نیک آدمی ہے۔ میسائروں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اسلام کی خدمت میں  
 کمر بستہ ہے۔ ایسی چمکی چمڑی باتیں کہ کے انہوں نے پہلا خط تو خواجہ صاحب سے لکھوایا لیکن بعد میں  
 جب مزا کی قلعی کل گئی تو حضرت خواجہ صاحب نے انہیں کافر اور مجبور ٹھہرا لیا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مولانا رکن الدین جامع ملفوظات ابھی شاید  
 قادیانی سازش میں شامل ہوں گے۔ اس غلط اور بے بنیاد خیال کی تردید کھٹنے  
 ہم مقابیس المباحث کی عبارات میں سے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ مولانا رکن الدین کی ولایت  
 اور عرفان سے ناظرین آگاہ ہوں۔ کیونکہ ایک ملی اللہ ہرگز اپنے شیخ کے خلاف سازش نہیں کر سکتا۔

مقابیس المباحث کی جلد چہارم مقبوس ۲۶ :  
 میں حضرت خواجہ صاحب نے لڑائی جامی

مولانا رکن الدین جامع ملفوظات کی ولایت اور عرفان

میں سے لاکھ بے لکھ عبارت پر مبنی اور شرح بیان فرمائی لیکن چونکہ مسئلہ بہت اذوق تھا، اشکال باقی رہ گیا یا  
 مولانا رکن الدین اچھی طرح سمجھ سکے تو انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میری سمجھ میں  
 اس سوال کے متعلق دو ممکنہ جواب آئے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ  
 بیان کرو۔ چنانچہ انھوں نے دونوں جواب عرض کئے تو حضرت اقدس نے اس سے بھی اتفاق فرمایا۔



بلکہ اپنی رائے کو قدسے تبدیل بھی فرمایا۔ چونکہ مولانا کن الدین کے جوابات سے حضرت اقدس بہت خوش تھے، ارشاد فرمایا کہ اپنے جوابات کو بھی کتاب میں شامل کر دو۔ مولانا کن الدین نے کافی کسر نفسی سے کام لیا اور عرض کیا کہ لکھنے کے قابل جواب تو وہی ہے جو حضرت اقدس نے دیا ہے۔ میرے جواب کی کیا حیثیت ہے۔ لیکن حضرت اقدس نے اصرار فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے جوابات بھی کتاب میں درج کر دو۔ چنانچہ قلیل ارشاد کی گئی اور مولانا کن الدین نے دو توں جواب شامل کتاب کر دیے۔ لیکن معاملہ چرچ نہایت اوق اور نازک ہے یعنی سُلمات کے خلاف اس لاکھ میں یہ گھلجھل ہے کہ تعین اصل یعنی وحدت محیط ہے احدیت پر۔ حالانکہ احدیت مرتبہ و تعین اور اطلاق ہے۔ لہذا یہ تعین کس طرح غلط ہو سکتا ہے معاملہ کی نزاکت کی وجہ سے محفوظ کا وہ حصہ اصل فارسی زبان میں یہاں درج کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام مولانا کن الدین کے مقام ولایت سے بھی آگاہ ہو جائیں اور حقیقت مسلمہ پر بھی خود غور فرما سکیں اس سے کہ تاریخی مسئلہ کے متعلق چند لوگوں کا خیال ہے کہ نمودار اللہ مولانا کن الدین نے جعل سازی سے کام لے کر حضرت خواجه صاحب کی طرف سے جعلی خطوط لکھ کر کتاب میں شامل کر دیے ہیں۔ حالانکہ یہ خط تاویلی کی کاروبار بلغ غلام احمد اختر کی طرف سے جعلی خطوط لکھ کر کتاب میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ اور حضرت اقدس کے اکثر خطوط لکھ کر بھیج دیے گئے تھے۔ مولانا کن الدین کو حضرت اقدس نے خلافت سے نوازا تھا اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ خلافت بغیر ولایت، بغیر طاعت اور ولایت کے نہ گرا ہی اور جعل سازی محال اور ناممکن ہے۔ چنانچہ ہم یہاں لاکھ ہفتم کے متعلق حضرت اقدس کی تشریح اور مولانا کن الدین کے دو جوابات اصل فارسی زبان میں درج کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام پرانی ولایت اور عرفان واضح ہو جائے۔

لاکھ ہفتم نمبر خزانہ فرمودہ مذکورہ پنجابیز احدیت و واحدیت ما از  
 واحدیت انشا ثابت می گردد۔ چنانچہ آؤ لاگذشت دریں جاہر ہے

بیاض انداختہ بروم۔ پس وقت تصنیف و سبق خواندن این اوراق عرض کردم کہ قبلہ جواد  
 سوالی مذکور بیان فرماید تا کہ ای بندہ دیر چاہم رقم سازد۔ حضور فرمودند جوابی گویم  
 کہ مرتبہ وحدت برنخ است و برنخ مشق و جامع می باشد شیعین را (یعنی دو چیز اول)  
 مگر ایں جافرق است کہ مرتبہ وحدت احدیت را کہ فردعالی است صرف

صفات اُور محیط است نہ ذات اُورا۔ و احدیت را کہ فرد مافیل آنست  
ذات و صفات ہر دو آن را محیط و متضمن است۔ پس فردیت احدیت و وحدت  
را محض بسبب اشتغال اُور بر صفات اوست۔ چنانچہ انسان کہ جامع جمیع مراتب  
است پس جامعیت اُور نیز بدین اعتبار است کہ صفات جمیع مراتب در دوسے  
موجود نہ تا آنکہ صفات مرتبہ احدیت ذاتیہ نیز در دوسے یافتہ می شوند مگر ذات  
احدیت را ہرگز محیط نیست۔

بعلازاں این بندہ راقم الحروف (مولانا کریم الدین) **مولانا کریم الدین کی تشریح**  
عرض کرد کہ قبلہ مرا از کتب ترجید چنین در قیاس

آمدہ است کہ این احدیت ناشیہ از وحدت میں آن احدیت است کہ مرتبہ  
ذات بحث است و غیب ہریت و وجود مطلق است۔ چنانچہ از عبارات  
لاری شریف و نقد النصوص پیدا و ہدیہ است و از بعض کتب دیگر چنین در فہم  
آمدہ است کہ این احدیت متقیہ از وحدت غیر آن احدیت ذاتیہ است کہ آمد  
ذاتیہ لا بشرطی است این احدیت ناشیہ از وحدت مرتبہ بشرط لایشی است  
یعنی درین جا قید سلب الامتبارات مشروط است و شک نیست کہ این مرتبہ  
تقیہ و تعین است پس چارہ نیست از قول بہ مخالفت بین الاحدیتین کہ از قول بہ  
حقیقت بین الاحدیتین لازم می آید کہ یکانشہ از یک جہت مطلق ہم باشد و تقیہ  
ہم باشد۔ این محال است۔ چنانچہ این معنی از کتاب عشرہ کاملہ مستنبط می  
شود۔ پس این بندہ اصرار رائے دفع سوال مذکور در جواب فرشتہ است  
حضور فرمودند کہ مرا نیز این خیال ملوک می گردد کہ این احدیت غیر آن احدیت  
است بعد از فرمودند کہ جوابات معصنف خود بر خواں بر خواںم حضور لفظ بلفظ شنید  
و بسیار خوش و مسرور شدہ پسند کردند۔ چنانچہ فرمودند کہ نیکو گفتی و بر قیاس و  
استقامت این بندہ اصرار تمکین نمودند۔ بعض از ان فرمودند کہ این ہر دو جواب را  
تیز درین جا بنویس و ثبت کن عرض کردم کہ قبلہ لائق ہماں جواب است کہ



حضور بیان کرده اند از جوابات من. حضور فرمودند که ضرر هر دو برابر خود را نیز درین مقام درین کتاب بنویس و درج کن. پس اسناد لازم را اعلیٰ هر دو برابر صورت تقریم یافته است.

**جواب اول** در افتاء و احدیت از وحدت خلق نیست چرا که احدیت مرتبه تفصیل حقائق الهی و کونی است و مرتبه وحدت اجمال آنست و ظاهر است که مثلاً مصدر تفصیل اجمال است. اما افتاء احدیت که مرتبه اطلاق و یقین ذات (و یقین) است از وحدت که مرتبه قید و تعیین است به سبب آن است که تعقل و یافت و دانست احدیت ازین مرتبه وحدت است زیرا که اگرچه از دوائی حقیقت و اصالت مرتبه احدیت مثلاً و مبداء کل است مگر پیش از ظهور و تنزل مجبوری مطلق بود. پس فرد بودن احدیت مردودیت را باه بنابر همین یافت است فی الجمله از یقین این یافته و دانسته می شود که در لایقین و لا یقین است. یعنی احدیت ذاتیه که عبارت سلب اثبات و انتفاء اعتبارات تا با نکتہ از سلب نیز سلب است از وحدت که مرتبه علم است معلوم می گردد پیش ازین مفهوم نمی شد و وصف و احدیت که مراد از اثبات تفصیل اعتبارات است هم از مرتبه وحدت معقول می شود چه منقل مرتسم از مجهول می باشد. پس مرتبه وحدت به جمع قالیات است چه قالیات تجرد از اعتبارات و چه قالیات اتفاق باقی. پس چه قوت به تجرد و اطلاق میکند احدیت یافته میشود و چون قوت به اتفاق و قید می سازد و احدیت پیدا می گردد. پس از برای همین یافت احدیت و پیدا کردن احدیت مرتبه وحدت (حقیقت محمدیه) حکم برزخیت می دارد. یعنی مشتمل است بر صفات احدیت و احدیت و از برزخیت است که در ابغیر مردف بمبالغه بر کمال اعتدال گذاشته شد. بخلاف احدیت و واحد که درین هر دو حرف یا و تا بمبالغه را داشته شد. چه اصل احدیت احد است و اصل و احدیت واحد معنی یگانه و اکنون معنی یگانه تر است. پس فرد بودن مطلق مرتفعه را مانند جزو بودن است و جزو بودن مطلق از برای مقید بلا غلط جائز است

این فرد بودن او نیز بلا شک جائز شد. چنانچه حیوان مطلق که جز انسان و فرس و اسد و مانند گشته  
چرا که با هیئت انسان حیوان مطلق است و حقیقت فرس حیوان و با هیئت اسد حیوان  
مفترس است و در گلشن دار نیز گفته

چه جزو است آنکه ادا ز کلی فرزند است

پس اگر ادا ز کلی هر موجود است از موجودات و مراد از جزو وجود مطلق و هستی حق است زیرا که  
در انواع شریف مرقوم است که حقیقت هر شیئی یقین و حتم است یا وجود متیقن پس  
مطلق بی حد جزو متقید محدود گردد و دیده است.

## جواب دوم

یقین اول یقین است جامع بر جمیع تعینات الهیه و کونییه را. یعنی این  
یقین اطلاق (حقیقت محمیه یا مرتبه وحدت) جمیع قابلیات است چنانچه  
دو قابلیات از دوسه منقشی شده اند یکی قابلیت که منشأ حقائق الهیه و وجودیه جملیه علیه  
غیر متمیزه است و این قابلیت مسمی است به احدیت. دوم قابلیت که مبداء حقائق  
اسکانیه کونییه انفعالیه جملیه علیه است و این قابلیت موسوم است به واحدیت پس  
احدیت و جبریه فعلیه جملیه علیه غیر آن احدیت است که مرتبه وجود مطلق و غیب هویت  
و حرافت ذات بحت است زیرا که در احدیت ذاتیه صورت حضرت ذات و هستی  
محض است نه آنجا اعتبارا اعتبارات متصور است نه عدم اعتبارا اعتبارات ملحوظه.  
بمخلاف این احدیت فعلیه جملیه علیه ناشیه از وحدت که در دوسه اعتبار مجز و دو وحدت  
حقیقی که مقسم است مشر و است و پایه است که مقید معین مطلق نباشد از حقیقت لطلق  
لا جرم این احدیت بشرط لا غیر و مبائن آن احدیت را بشرط خواهد بود. پس فعل جملی مرتبه  
الو هیت جملی است و انفعال جملی مرتبه هویت جملی و از احدیت فعل جملی احدیت فعل  
تفصیل علی انتشار یافته است و از احدیت جملی انفعالی و احدیت (مرتبه اشراق) انفعال  
تفصیل علی پدید گشته. پس مرتبه فعل متفصل مرتبه اشراق و صفات است و انفعال متفصل  
مرتبه عالم است باجناس و انواع و اصناف و اشخاص خود در علم حق سبحانه باید دانست  
که در سائر تعینات احدیت و احدیت یعنی اجمال و تفصیل موجود است و جملا احدیت



دو احدیت جمل علی می شرفد نیز بہ واحدیات دو احدیت جمل علی مندرج دایں احدیت  
دو احدیت جملہ دو وحدت مع جمع اعتبارات خود احدیت ذاتیہ و غیبیہ  
مفصل و منطس می گردد۔ فقط !

ادب و باطنیت اور اصحاب سال سے غنی نہیں کہ اس قسم کی تشریحات اُس وقت تک کسی کی زبان سے  
نہیں نکل سکتیں جب تک اسے مقام فانی اللہ تعالیٰ بقا باللہ حاصل نہ ہو اور تمام اہل اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ  
جس شخص کو مقام قضا حاصل ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ گمراہ اور شقی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ مقام قبول ہے۔  
اس لئے حضرت مولانا رکن الدینؒ کو اس سائش میں ٹوٹ کر نا اصل طریقت و ادب مشائخت کی  
مکذیب ہے۔

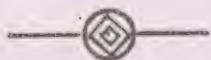
مولانا رکن الدین کی ولایت کی ایک اور شہادت | مقابیس الباس کی جلد چارم کے  
مقبوس ۱۹۰ میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ  
مولانا رکن الدین حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ بندہ کو محبت نصیب ہو۔  
حضرت اقدس نے جواب دیا کہ اب بے محبت ہو گئی ہے اس لئے تجھے بھی محبت ہو جائے گی۔ یہ بات  
مرتبہ فانی الشیخ سے حاصل ہوئی ہے۔

حضرت قبلہ عالم ہارویؒ کی بشارت | دوسری بات یہ ہے کہ حضرت قبلہ عالم  
ہارویؒ قدس سرہ کے خلیفہ حضرت خواجہ  
نور محمد صاحبؒ نارود آلہ قوم کے پرہیزگار تھے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ قبلہ عالمؒ نے خواجہ نور محمد نارود آلہ کو بشارت  
دی کہ آپ کی وجہ سے ساری پرہیزگار قوم بخشی گئی ہے۔ چونکہ مولانا رکن الدینؒ بھی پرہیزگار تھے۔ لہذا وہ بھی سید تقی  
ہوئے۔ سعید انزل کے لئے قادیانی سائش میں ٹوٹ ہو کر مردود و ہونا محال ہے۔

معذرت | آخر میں یہ احترامیں کرام سے معذرت خواہ ہے کہ مقابیس الباس کا فارسی نسخہ  
بعض مقامات پر بوسیدہ اور کم خوردہ ہونے کی وجہ سے بعض ایہامات رہ گئے جو صحیح  
نسخہ و سالم نسخہ حاصل ہونے پر دوسرے ایڈیشن میں رفع کئے جائیں گے۔

تشرک | یہ احترام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے مقابیس الباس  
میں اعانت فرمائی ہے۔ میرے شکریہ کے سب سے زیادہ مستحق میرے پروفیسر

علیہ الرحمہ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا شاہ شہید اللہ فریدیؒ ہیں جنہوں نے کتاب کے معائنہ و معارف سمجھنے میں احقر کی مدد فرمائی۔ میرے شکریہ کے مستحق جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب اتر قسری، حضرت مولانا ابوالبرکات مدظلہ اور مولانا عبدالحکیم مشرف بھی ہیں جنہوں نے مفید مشوروں سے نوازا۔ یہ احقر میاں محمد حسین الدینی اکبر دہشتی کا بھی ممنون ہے جنہوں نے اپنی انتہک کوششوں سے اس عظیم منصوبہ کو کامیاب بنایا۔ میرے شکریہ کی مستحق میری اہلیہ اور میری اولاد بھی ہے جنہوں نے کتاب کی تیاری میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان تمام حضرات کے جملہ دینی و دنیوی مقاصد پر سے فرمادیں اور قرب و معرفت کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔



خادم الفقہ، احقر  
(کیپٹن) واجد بخش یال ربانی،





حصہ اول



مؤلف

کپتان واحد بخش یال





## حالات

چہ حسنت آنکہ گر مکیم رُخت را صد نظر بنم  
ہنوزم آرزو باشد کہ یکبارہ وگر بینم

سبحان اللہ! کیا ہی حسن و جمال ہے ہمارے مقبول عام، ہر و لعزیر، عاشق صادق، طالب حق، شہباز اقلیم طریقت، خواص بحر حقیقت، رازدار غیب ہوتیت، واقف اسرار تجرید عالم رموز تعزید حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ العزیز کی ولایت کا کہ ایک جہان آپ کا والد و شیدا ہے اور ہر کس و ناکس آپ کے کمالات کا گرویدہ ہے۔ ملک بھر میں کوئی مجلس سماج اور محفل موسیقی نہ ہوگی کہ جس میں حضرت اقدس کے کلام کی فرمائش نہ ہو، کوئی ایسا فرد بشر نہ ہو گا جو آپ کی محبت کا دم نہ بھرتا ہو اور آپ کے دلفریب نعمات پر نہ جھومتا ہو۔

**شہرت عام و بقائے دوام** | اس شہرت عام اور بقائے دوام کی وجہ کیا ہے۔ یہ ایسا سوال ہے کہ جس کے جواب میں حضرت اقدس کے سوانح نگاروں نے مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ جیسی نے آپ کی جان پور شاعری کو وجہ مقبول بتایا ہے، جیسی نے آپ کے خلق عظیم کو اور جیسی نے آپ کے جود و کرم کو غرضیکہ بقول عرف رومیؒ

ہر کسے از خن خود شد یارِ من      و ز درون من نجست اسرارِ من

ہر شخص نے اپنے ذوق طبع اور اپنی استعداد کے مطابق آپ کے کمالات کا اندازہ لگایا ہے لیکن بعض افسوس کہتا پڑتا ہے کہ انہوں نے اس سطح نظری سے کام لیا ہے کہ جس سے عوام اور مبتدیین خوش ہوں تو ہوں خواص، متوسطین اور منہین کی تسکین نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ انہوں نے حضرت اقدس کے کشف و کرامات بیان کر کے داغ تحسین پیش کی ہے

لیکن اکابر اولیاء کرام کے نزدیک اور خود خواجہ صاحب کے نزدیک کشف و کرامات کی حیثیت بازی گری سے زیادہ نہیں۔ آپ نے متعدد مقامات پر اشارات فریدی میں تصریح فرمائی ہے کہ کشف و کرامات کا صدور عام طور پر کم مرتبہ کے بزرگوں سے ہوتا ہے جس قدر مرتبہ بلند ہوتے جاتے ہیں کشف و کرامات کم ہوتے جاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت اقدس کا مقام اس قدر بلند ہے کہ ہمارے لیے اس کی نشان دہی کرنا آفتاب کو چراغ کی روشنی میں تلاش کرنا ہے لیکن ہم حضرت اقدس کے باطنی کلمات کو اپنی محدود عقل کی روشنی میں نہیں بلکہ بقول عارف رومیؒ

آفتاب آمد دلیل آفتاب      گرد لیلیت باید ازوے رومتاب

ہم حضرت اقدس کے آفتاب ولایت کو اس کی اپنی روشنی سے دیکھنے کی کوشش کریں گے بمصدق عرفت ربی جو بی۔ جب حق تعالیٰ کو اس کے انوار سے پہچانا جاسکتا ہے تو ولی اللہ کو اس کی ولایت کے انوار سے کیوں نہیں پہچانا جاسکتا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ "ازوے رومتاب"

آفتاب سے روگردانی نہ کریں۔ خاقانیؒ نے خوب کہا ہے۔

گر بھی خواہی خانہ دل نورانی      بر مکش پیش خورشید دیوار

اگر تجھے اپنا خانہ دل منور کرنے کی خواہش ہے تو آفتاب عالمتاب اور اپنے دل کے درمیان دیوار مت کھڑی کرو۔

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ اب تو آفتاب ولایت چھپ گیا ہے ہم اس کو کہاں تلاش کریں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کیا آفتاب بھی کہیں چھپ سکتا ہے۔ یہ ظاہری ناسوتی آفتاب بھی بارہ گھنٹے گرم رہ کر ظاہر ہو جاتا ہے لیکن آفتاب ولایت کبھی گرم نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت ہر آن اور ہر لحظہ تابندہ اور درخشندہ ہے بشرطیکہ چشم بینا ہو۔ اگر چشم باطن روشن نہیں تو آپ کا مجموعہ کلام یعنی دیوان فریدی اور مجموعہ ملفوظات یعنی "مقائیس المجالس یا اشارات فریدی" تو موجود ہیں جس میں آپ نے ایسے حقائق و معارف اور اسرار و رموز بیان فرمائے ہیں کہ جن کی روشنی میں آپ کے احوال و مقامات کا سراغ مل سکتا ہے اور ہم باسانی دیکھ



سکتے ہیں کہ کس مقام اور کس مرتبہ کا کلام ہے۔ دیوان فریدی کا مطالعہ تو آپ نے بہت کیا ہوگا لیکن ممکن ہے اس نظر سے نہ دیکھا ہو۔ اس کتاب میں ہم آپ کے کلام کے اسرار و رموز بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اسی طرح آپ کے ملفوظات اشارات فریدی بھی حقائق و معارف سے بھرپور ہیں جن کو دیکھ کر اہل بصیرت اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسی حقیقت و معرفت میں آپ کا کیا مقام ہے۔

**حضرت اقدس کا خاندان** | حضرت اقدس ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو ظاہری جاہ و جلال کے علاوہ باطنی کمالات کے لحاظ

سے بھی ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد شریف سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں ایک بلند مقام بزرگ تھے ان کے فرزند حضرت قاضی محمد عاقل قدس سرہ اور حضرت خواجہ نور محمد صاحب ظاہری اور باطنی اعتبار سے بڑی شان و شوکت کے مالک تھے جیسا کہ آئندہ اوراق میں بیان کیا گیا ہے۔

**کوریکہ قوم کی اصل** | نسلاً آپ کا تعلق کوریکہ قوم سے ہے جو قریشی فاروقی قوم کی ایک شاخ ہے لیکن کوریکہ قوم کی اصل کے متعلق مختلف روایات

دیکھنے میں آتی ہیں۔ مطالعہ ملفوظات سے قارئین کرام پر واضح ہو جائے گا کہ سندھ کے کوریکہ مشائخ کی طرف سے کوریکہ قوم کی اصل کے متعلق حضرت اقدس کو جو معلومات فراہم ہوئیں ان کے مطابق سب سے پہلے اس خاندان کے مورث اعلیٰ یحییٰ بن مالک جو ناہر بن عبداللہ بن امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے سندھ میں آئے چند پشتوں کے بعد ان کی اولاد میں شیخ کوریا بن پریا بڑے صاحبِ جلال بزرگ ہو گزرے تھے بعض سوانح نگاروں نے لفظ "کوریکہ" کو "کوریا" کا مشتق قرار دیا ہے۔ شیخ کوریا کے بیٹے شیخ حسین سندھ کے علاقہ ٹھٹھہ میں حکومت وقت کی طرف سے اعلیٰ ہند پر فائز تھے لیکن انہوں نے آخر عمر میں ملازمت ترک کر کے درویشی اختیار کی۔ ان کی بیعت سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں تھی۔ شیخ حسین کے بیٹے مخدوم زکریا سندھ سے ترک سکونت کر کے ملتان کے قریب بستی منگلوٹ میں قیام پذیر ہوئے۔ مخدوم زکریا کے بعد آپ کے فرزند مخدوم نور محمد سجادہ نشین ہوئے

آپ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے اور خلق خدا کو آپ نے کثرت سے فیض پہنچایا۔ مغل بادشاہ شایعہ مان کے دوسرے وزیر ارادت خان مخدوم نور محمد کے مرید تھے۔ مخدوم نور محمد کے پوتے مخدوم محمد شریف منگلوٹ سے ترک سکونت کو کے سیت پور کے قریب بستی یار یوالی میں قیام پذیر ہوئے مخدوم محمد شریف کا ایک راسخ العقیدہ مرید تھا جس کا نام مٹھن خان تھا۔ وہ اس علاقے کا رئیس اعظم تھا۔ اس نے اپنے شیخ کی خاطر دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر ایک شہر آباد کیا جس کا نام ان دونوں حضرات کے نام پر "کوٹ مٹھن شریف" رکھا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ لفظ "شریف" اسم ذاتی ہے نہ کہ صفاتی۔ مخدوم محمد شریف کے دو بیٹے تھے قاضی محمد قلی صاحب اور قاضی نور محمد صاحب۔ یہ دونوں بھائی قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ کے مرید تھے۔

**حضرت خواجہ نور محمد صاحب** | حضرت خواجہ نور محمد صاحب خدا رسیدہ بزرگ تھے اور نبوی جاہ و جلال کے مالک بھی۔ اشارات فریدی میں حضرت خواجہ

غلام فرید فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب سندھ کے بادشاہ کی طرف سے علاقہ ڈیرہ غازیخان اور کوٹ مٹھن کے حاکم اعلیٰ تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے کسی وجہ سے آپ کو گرفتار کر کے قید خانے میں بند کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے پیرو مرشد حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا تصور کرتا تھا تو میری بیڑیاں ٹوٹ کر دور جا پڑتی تھیں۔ جب دو چار بار یہی ہوا تو بادشاہ نے خیال کیا کہ شاید جنات مسخر ہیں۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اس کو پیاز بسن اور مچھلی کھلاؤ تاکہ بدبودار چیزوں سے جنات کا اثر ٹوٹ جائے گا لیکن وہ ناکام رہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں آنکھیں بند کر کے مراقبہ کر رہا تھا کہ چار بزرگ میرے سامنے بیٹھ گئے۔ تین باریش تھے اور ایک بے ریش۔ تین باریش بزرگوں نے بے ریش بزرگ سے کہا کہ بادشاہ نے نور محمد کو تنگ کر رکھا ہے اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر دو۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور بزرگ تشریف لائے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ

لے مکمل تحقیق کتاب ہذا کے مقدمہ میں آچکی ہے۔



آپ کا اہم گرامی کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے غمزدہ جہانیاں کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہ چار بزرگ کون تھے آپ نے فرمایا وہ تھے حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی، حضرت سید جلال الدین سرخ اوچی اور بے ریش بزرگ حضرت لعل شہباز قلندر تھے۔ چونکہ سندھ کا بادشاہ لعل شہباز قلندر کے علاقے میں رہتا ہے اس لیے ان بزرگوں نے یہ کام اُن کے سپرد کیا۔

**حضرت قاضی محمد عاقل قدس سرہ** کوٹ مٹھن شریف کے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فریدیہ ہمارے بانی حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل قدس سرہ ہیں غمزدہ نور محمد صاحب نے حضرت قبلہ عالم سے بیعت اس وقت کی تھی جب آپ بستی یادیوالی میں تشریف لائے تھے لیکن قاضی صاحب اس وقت بیعت نہ ہو سکے۔ ایک دفعہ جب حضرت قبلہ عالم ہماروی قدس سرہ حضرت غمزدہ جہانیاں قدس سرہ کے عرس پر اوج سبر کہ تشریف لائے تھے تھے تو قاضی صاحب نے موقع غنیمت سمجھا اور بیعت ہو گئے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ نے سلوک تمام کر کے اپنے شیخ سے فرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ حضرت قبلہ عالم کے تمام خلفاء یعنی حضرت قبلہ خواجہ محمد سلیمان تونسوی، حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی اور حضرت نور محمد نارو والہ میں سے آپ سب سے زیادہ حضرت قبلہ عالم کے مقرب تھے اور آپ کے بعد آپ کے سجادہ نشین بھی آپ ہوئے۔ حضرت خواجہ غلام فرید اشارات فریدی میں فرماتے ہیں کہ آپ کے خلیفہ جانشین ہونے کے تین شواہد ہیں:-

**اپنے شیخ کے خلیفہ جانشین ہونے کی پہلی شہادت** پہلی شہادت یہ ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ

نے اپنے فرزند ارجمند حضرت خواجہ نور حسن کو اپنے روبرو ہمارے خواجہ حضرت قاضی الحاجات کے ہاتھ پر بیعت کرایا حالانکہ آپ خود بھی موجود تھے اور آپ کے دیگر خلفاء بھی موجود تھے۔

**دوسری شہادت** دوسری شہادت یہ ہے کہ ایک دن حضرت قبلہ عالم نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ سب خاموش ہے لیکن حضرت قبلہ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی

تفصیل یہ ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جمیع صحابہ کرام کی زیارت ہوئی۔ حضرت خواجہ حسن بھریؒ سے لے کر حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ تک تمام مشائخ عظام موجود تھے۔ سامنے ایک حوض تھا جو گلاب کے پانی سے لبریز تھا۔ اس میں عطر گلاب بھی ملا ہوا تھا۔ مجھے اس حوض میں غسل دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا فخر جہان دہلوی نے اپنے ہاتھ سے میرے سر پر دستار باندھی اور پوشاک زیب تن کرائی۔ جب میں بیدار ہوا تو عطر گلاب کی خوشبو بدستور آ رہی تھی۔ یہ سن کر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا۔ مبارک باد! میرا منشا بھی یہی تھا۔ الحمد للہ کہ میرے شیخ نے اپنے دست مبارک سے مجھے دستار سجادگی عطا فرمائی ہے۔

**تیسری شہادت** | تیسری شہادت یہ ہے کہ حضرت قبلہ عالم مبارکوی قدس سرہ نے اپنے تمام معاملات حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے سپرد کر رکھے تھے۔ حالانکہ دیگر خلفاء اور فرزندان بھی موجود تھے۔ حتیٰ کہ حضرت اقدس کار و وضع بھی حضرت قاضی الحاجاتؒ نے تعمیر کرایا۔ چوتھی شہادت یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ اپنے پیرومرشد کے اہل بیت میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت شیخ کے گھر کے لوگوں کا حضرت قاضی صاحبؒ سے پردہ نہیں تھا اور آپ افراد خانہ کی طرح ہر وقت اندر آتے جاتے رہتے تھے۔ یہ قرب خلفاء میں سے کسی کو حاصل نہ تھا۔

**حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کی شہادت** | حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی محمد عاقلؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے انیس خلوت، چالیس روز و شب، ہدم اور محرم راز تھے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی تو قاضی محمد عاقلؒ کو ملتی۔

**حضرت قاضی محمد عاقلؒ کے خلفاء** | حضرت قاضی صاحبؒ کے مشہور خلفاء یہ ہیں (۱) آپ کے پوتے حضرت خواجہ خدابخش صاحب

محبوب الہیؒ (۲) حضرت مولوی سلطان محمود صاحب خانیلوئیؒ (۳) حضرت مولانا گل محمد صاحب احمد پوریؒ (۴) حضرت مولانا نور محمد صاحب برٹا احمد پوریؒ (۵) حضرت مولوی عبداللہ بھٹی احمد پوریؒ (۶) مولانا محمد اعظمؒ۔ آپ کا وصال ۸ رجب ۱۲۲۹ھ کو ہوا۔ مدفن آب کا



کوٹ مٹھن شریف ہے۔

**حضرت خواجہ احمد علی صاحبؒ** کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ احمد علی مسند نشین

ہوئے لیکن تقریباً ایک سال کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ تاریخ وصال یہ ہے۔ ۹ شعبان ۱۲۳۰ھ۔ حضرت خواجہ احمد علیؒ کے دو فرزند تھے۔ حضرت خواجہ خدابخش صاحب محبوب الہیؒ اور حضرت خواجہ تاج محمد صاحب جو مشائخ شیدائی شریف کے جد امجد ہیں۔

**حضرت خواجہ خدابخش محبوب الہیؒ** حضرت خواجہ خدابخشؒ کی والدہ ماجدہ حضرت

عابدہ و زابدہ تھیں اور حضرت قبلہ عالم ہمارویؒ سے بیعت تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت قبلہ عالمؒ سے اولاد نرمینہ کے لیے درخواست کی تو آپ نے ان کو ایک وظیفہ تلقین فرمایا۔ وظیفہ پڑھنے کے بعد رات کو خواب میں آنحضرتؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آنحضرتؐ نے دو موتی آپ کی گود میں ڈالے۔ جب یہ خواب اپنے پیر و مرشد سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو تمہارے بطن سے قطب زماں پیدا ہوگا۔ مہار شریف سے واپسی پر جب آپ کوٹ مٹھن شریف پہنچیں تو حضرت خواجہ محمد عاقلؒ نے کھڑے ہو کر تعظیم کی۔ جب بی بی صاحبہ نے کھڑے ہونے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے مرشد کی دعا کے طفیل تمہیں آنحضرتؐ کی زیارت نصیب ہوئی ہے اور تمہارے شکم سے قطب زماں پیدا ہوگا۔ چنانچہ ۱۲۳۵ھ میں حضرت خواجہ خدابخشؒ قدس سرہ کا تولد ہوا جس پر حضرت خواجہ احمد علیؒ نے عزاء و مساکین کے لیے بچہ روپیہ خیرات کیا اور حضرت قبلہ قاضی الحاجاتؒ نے اپنا لعاب دہن بچے کے منہ میں دیا۔ غامری تعلیم کے بعد آپ نے اپنے دادا حضرت قاضی صاحبؒ سے بیعت کی اور سلوک تام کر کے فرقہ خلافت حاصل کیا۔

حضرت خواجہ احمد علیؒ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ خدابخشؒ مسند خلافت پر ٹھکان ہوئے آپ ایک تبحر عالم اور بلند مقام درویش تھے۔ آپ طلباء کو خود درس دیا کرتے تھے۔ نواب صاحب

لے اشارات فریدی جلد پنجم۔

ہماول پور کی دعوت پر آپ نے کوٹ مٹھن شریف سے سکونت ترک کر کے چاچڑاں شریف میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد آج تک یہ خاندان چاچڑاں شریف ہی میں مقیم ہے۔

**اولاد** | حضرت خواجہ خدابخش محبوب الہی قدس سرہ کے دو فرزند تھے۔ حضرت خواجہ غلام فخر الدینؒ اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ۔ جب حضرت محبوب الہی کا بتاریخ ۱۲/ ذوالحجہ ۱۲۶۹ھ محال ہوا تو مولانا غلام فخر الدینؒ ۳۵ سال کی عمر میں سجادہ نشین ہوئے۔ اس وقت حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی عمر آٹھ برس تھی۔

**خلفاء** | حضرت خواجہ خدابخشؒ کے مشہور خلفاء کے اہم گرامی یہ ہیں۔ حضرت مولانا غلام فخر الدینؒ، حضرت میاں نصیر بخش ہمارویؒ، مخدوم پیر شاہ صاحبؒ، مخدوم حیدر بخش صاحبؒ۔

**حضرت مولانا غلام فخر الدینؒ** | حضرت مولانا غلام فخر الدینؒ کی ولادت باسعادت ۱۲۳۲ھ میں ہوئی علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے

والد ماجد حضرت محبوب الہیؒ سے فرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور ان کی موجودگی میں تربیت مریدین میں مشغول ہو گئے۔ آپ بڑے متقی و پرہیزگار اور سختی سے پابند شریعت تھے۔ آپ کو شعر و سخن کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ آپ کے کلام کا مجموعہ دیوان اوحدی کی صورت میں آج تک موجود ہے۔ آپ نے اوحدی تخلص اس لیے اختیار فرمایا کہ والد ماجد سے ڈرتے تھے کہ میں شعر گوئی پر خفا نہ ہو جائیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ اوحدی پرانا نام ہے اگر والد صاحب نے دریافت بھی کر لیا کہ کس کا کلام ہے تو عرض کر دوں گا کہ اوحدی کا۔ اور یہ کذب بیانی بھی نہ ہوگی کیونکہ آپ کا تخلص بھی اوحدی تھا۔

**ذوق سماع** | آپ سماع کے بے حد مشاق تھے۔ اکثر اوقات محافل سماع میں آپ پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور رقص کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ پر اس شعر پر عبدطاریؒ ہو گیا

مگو کہ قطع بیان عشق آسان است کہ کوہ ہائے بلالریگ ایں بیابان است  
ایک دفعہ جب قوالوں نے یہ غزل شروع کی تو آپ کو وجد آگیا اور کافی دیر تک رقص کرتے رہے۔



دو عالم غرق انوار تجلی است      ہمہ ذرات بے خود گچھ موسیٰ است  
چراغ جنوں شدی در جستجویش      نظر بکشا کہ عالم پُر ز لیل است

(دونوں جہان انوار و تجلیات حق تعالیٰ سے لبریز ہیں اور کائنات کا ہر ذرہ موسیٰ کی طرح  
مست و بے خود ہے تم محبوب حقیقی کی تلاش میں کیوں محض بنے ہوئے ہو۔ آنکھ کھول کر دیکھو تو  
سہی سارا جہاں لیلیٰ سے پُر ہے۔)

**وصال** حضرت اقدس پر دو دفعہ دنبل کا حملہ ہوا۔ پہلی دفعہ پشت پر دنبل نکلا جس سے آپ  
صحت یاب ہو گئے لیکن جب دوسری بار دوائیں ہاتھ پر دنبل ابھرا تو جان لیوا ثابت  
ہوا۔ شدید درد کے باوجود آپ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے رہے آخر ۵ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ  
بروز سوموار آپ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر ۵ سال تھی۔

## حضرت خواجہ غلام فریدؒ

**ولادت باسعادت** حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی ولادت باسعادت ۲۶ ذیقعد ۱۲۶۱ھ کو ہوئی۔

اور حضرت محبوب الہیؒ نے آپ کے کان میں اذان پڑھی۔ سادھے

تین سال کی عمر میں جب آپ کی رسم ختنہ ہونے لگی تو آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا غلام فخر الدین  
نے والد ماجد کے سامنے تجویز پیش کی کہ چونکہ بچے کی زبان صاف ہے اور مجمع بھی کافی بڑا ہے کیوں  
نہ اس کی رسم بسم اللہ شریف بھی اسی موقعہ پر کی جائے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ حضرت خواجہ تاج محمودؒ  
بچے کو بسم اللہ پڑھائیں۔ جب آپ نے بچے کو سامنے بٹھا کر فرمایا: ”آکھ غلام فرید الف“ تو بچے  
نے بھی وہی الفاظ دہرائے۔ ”آکھ غلام فرید الف“ جب دوسری اور تیسری بار کہنے پر بھی بچے نے  
وہی الفاظ دہرائے تو خواجہ تاج محمودؒ پر وجد طاری ہو گیا اور زانو پر ہاتھ مار کر خود بھی وہی مصرعہ  
دہرائے لگے: ”آکھ غلام فرید الف“ حضرت محبوب الہیؒ کے اشارہ پر قوالوں نے ساز سیدھے کر  
لیے اور یہی مصرعہ ”آکھ غلام فرید الف“ قوالی کے انداز میں گانا شروع کیا جس سے ساری محفل پر  
خوب ذوق مشوق طاری ہوا اور بہت دیر تک یہی کیفیت رہی۔

۱۰ ہفت اقطاب۔

## ابتدائی تعلیم

اشارات فریدی میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن حکیم  
میاں جی صد الدین نے شروع کرایا لیکن ان کی وفات کے بعد میاں جی محمد بخش  
نے ختم کرایا۔ نظم کی کتابیں میاں جی احمد یار اور میاں جی برخوردار سے پڑھیں اور درسی کتابیں میاں جی  
قائم الدین نے پڑھائیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مولوی قائم الدین صاحب مجھے زد و کوب کیا کرتے تھے  
لیکن میاں جی برخوردار خالی کتے دکھا کر بخود دھمکی دیتے تھے۔ فرمایا ایک دفعہ میں ایک لڑکے کو گھوڑا  
بنا کر سواری کر رہا تھا کہ میاں جی برخوردار بیدار ہو گئے اور مجھے دھمکی دے کر پھر سو گئے۔ جب پھر  
بیدار ہوئے تو مجھ سے کہنے لگے کہ میں گھوڑا بننا ہوں اور تم مجھ پر سواری کرو۔ یہ بات سن کر مجھے  
بہت شرم آئی والدین نے انکار کر دیا لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہے آخر میرے ایک چچا جو وہاں موجود  
تھے کی سفارش سے مجھے انہوں نے رضا مند کر لیا۔ جب میں سوار ہوا تو انہوں نے فرمائش کی کہ  
ایڑھی بھی لگاؤ۔ بعد میں انہوں نے بتایا کہ میں گھوڑا اس لیے بنا تھا کہ حضرت محبوب الہی نے مجھے  
خواب میں عیسے ہو کر فرمایا کہ تم میرے بیٹے کو کتے دکھاتے ہو۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ بعد  
یہ تمام استاد مجھ سے توحید کی کتابیں پڑھتے تھے۔

## سلسلہ طریقت

علوم ظاہرہ سے فراغت پا کر آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا  
غلام فخر الدین قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مختصر سلسلہ حشیشہ نظامیہ فخریہ  
ہمارا دیہ ہے۔

اسمائے مشائخ مع تاریخ وصال و مدفن | حضرت خواجہ غلام فریدؒ تاریخ وصال  
ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ مدفن کوٹ

مٹھن شریف، حضرت مولانا غلام فخر الدینؒ وصال ۵ جمادی الاول ۱۲۸۸ھ مدفن کوٹ مٹھن شریف  
حضرت خواجہ خدا بخش محبوب الہیؒ وصال ۱۲ ذوالحجہ ۱۲۶۹ھ مدفن کوٹ مٹھن شریف، حضرت  
قاسمی محمد عاقلؒ وصال ۸ رجب ۱۲۲۹ھ مدفن کوٹ مٹھن شریف، حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد ہارویؒ  
وصال ۱۲ ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ مدفن حشیشاں شریف، حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ وصال ۷ جمادی الثانی  
۱۱۹۹ھ مدفن دہلی (نزد مزار پرنوار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ادشی قدس سرہ،

اشارات فریدی۔



حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی وصال ۲۲ ذیقعد ۱۱۶۲ھ مدفن دہلی، حضرت شیخ  
 کلیم اللہ جہاں آبادی وصال ۲۲ ربیع الاول ۱۱۶۲ھ مدفن دہلی دزدو جامع مسجد حضرت خواجہ  
 یحیی مدنی وصال ۲۸ صفر ۱۱۶۲ھ مدفن مدینہ منورہ، حضرت شیخ محمد وصال ۱۹ ربیع الاول ۱۱۶۰ھ  
 مدفن دہلی، حضرت خواجہ حسن محمد وصال ۲۸ ذیقعد ۱۱۶۲ھ مدفن دہلی، حضرت شیخ جمال الدین عرف  
 شیخ حسن یوم شہادت ۲۰ ذوالحجہ یا ۲۹ ربیع الاول مدفن دہلی، حضرت شیخ محمود عرف شیخ راجی  
 وصال ۲۲ صفر ۱۱۶۲ھ مدفن پٹن، حضرت خواجہ علم الدین وصال ۲۴ صفر ۱۱۶۲ھ مدفن پٹن،  
 حضرت شیخ سراج الدین یکم جمادی الاول ۱۱۶۲ھ مدفن پٹن، حضرت خواجہ کمال الدین علامہ  
 وصال ۲۴ شوال مدفن دہلی، حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چرخ و طبری وصال ۳۱ یا ۱۷ رمضان  
 ۱۱۶۲ھ مدفن دہلی، حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا راجوب الہی وصال ۴ ربیع الاول  
 ۱۱۶۲ھ مدفن دہلی، حضرت شیخ الشیوخ خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر وصال ۵ محرم ۱۱۶۲ھ مدفن  
 اجودھن (پاکپتن شریف)، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی روٹی وصال ۲ ربیع الاول ۱۱۶۲ھ  
 مدفن دہلی، (مہر دی شریف) حضرت خواجہ بزرگ سلطان الہند نائب الرسول خواجہ معین الدین حسن  
 بخری چشتی (بہر دی شریف) وصال ۶ رجب ۱۱۶۲ھ مدفن اجیر شریف، حضرت خواجہ عثمان وارونی وصال  
 ۵ شوال ۱۱۶۲ھ مدفن مکہ معظمہ (احاطہ محل شریف حسین)، حضرت خواجہ حاجی شریف زمدنی وصال  
 ۱۰ رجب ۱۱۶۲ھ مدفن زندہ دہارا، حضرت خواجہ قطب الدین مودود وصال یکم رجب ۱۱۶۲ھ مدفن  
 چشت، حضرت خواجہ ابویوسف چشتی وصال ۳ رجب ۱۱۶۲ھ مدفن چشت، حضرت خواجہ ابو محمد  
 محترم چشتی وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱۶۲ھ مدفن چشت، حضرت خواجہ ابوالاحد چشتی وصال ۳ جمادی الثانی  
 ۱۱۶۲ھ مدفن چشت، حضرت خواجہ ابوالسحاق شامی وصال ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۶۲ھ مدفن عک ملک شام  
 حضرت خواجہ مٹاشا و علودیوری وصال ۴ محرم ۱۱۶۲ھ مدفن دیور، حضرت خواجہ ہبیرہ بصری وصال  
 ۱۷ شوال ۱۱۶۲ھ مدفن بصرہ، حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی وصال ۱۲ شوال ۱۱۶۲ھ مدفن  
 بصرہ (دزدو بعض)، حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی وصال یکم شوال ۱۱۶۲ھ مدفن اقلیم شام،  
 حضرت خواجہ جمال الدین فیصل ابن عیاض وصال ۳ ربیع الاول ۱۱۶۲ھ مدفن مکہ معظمہ قبرستان  
 حارۃ الباب، حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید وصال ۲ صفر ۱۱۶۲ھ مدفن بصرہ، حضرت خواجہ

حسن بصریؒ وصال ۴۲ محرم ۱۱۷ھ مدفن بصرہ، سیدنا مولانا امیر المؤمنین حضرت ابن ابی طالبؑ ولادت باسعادت یوم جمعہ ۲۳ سال قبل ہجرت، وصال ۲۱ رمضان ۱۱۷ھ مزار مبارک تخت اشرف (۱۶۷۱)، حضرت سیدنا مولانا سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میلاد مبارک ۱۲ ربیع الاول و دو شنبہ صبح صادق عام فیل ۵۳ قبل ہجرت، وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱۷ھ مدفن بصرہ۔

**نشینی** جب حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے پیر و مرشد اور بڑے بھائی حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے قدس سرہ کا ۵۲ھ جمادی الاول ۱۲۸۸ھ کو وصال ہوا تو اس وقت ان کی عمر ۵۴ سال ۱۱۷ھ حضرت خواجہ صاحبؒ کی عمر تیس سال تھی۔ چونکہ آپ اپنی خداداد قابلیت کی وجہ سے اس چھوٹی عمر میں تمام ظاہری و باطنی علوم حاصل کر کے کمالات کو پہنچ چکے تھے۔ اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کے وصال پر آپ مسند خلافت اور رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے۔ آپ کے بحر علمی اور باطنی کمالات کا شہر پہلے ہی سے بلند ہو چکا تھا۔ مسند خلافت پر بیٹھے ہی لوگ ہر طرف سے جوق در جوق حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کرنے لگے۔

**سفر حج** مسند خلافت پر متمکن ہونے کے چار سال بعد یعنی ۱۲۹۲ھ میں آپ نے حج بیت اللہ شریف پر جانے کا قصد فرمایا اور دہلی اور اجیر شریف میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ قدس سرہ اور حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ قدس سرہ کے مزارات کی زیارت کرتے ہوئے بمبئی شریف لے گئے اور وہاں سے جہاز میں سوار ہو کر راسی ملک عرب ہوئے۔ اس سفر میں ایک سو سے زائد آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ راستے میں بھی جس شخص نے ساتھ جانے کی خواہش کی آپ نے اسے اپنی ہمراہی میں قبول فرمایا۔ چونکہ آپ کا شہرہ آپ سے پہلے عربستان میں پہنچ چکا تھا۔ سارے عرب میں آپ کی آمد کا خوب چرچا ہوا اور آپ نے وہاں کے وزراء و مساکین پر بے حد دولت خیرات کی۔ غرضیکہ ۱۴ صفر ۱۲۹۳ھ کو آپ حج سے فارغ ہو کر چاچڑال شریف پہنچ گئے۔

**درس و تدریس** اگرچہ حضرت اقدس کے مشائخ عظام بذاتہ خود طلباء کو درس دیا کرتے تھے لیکن چونکہ آپ کے زمانے میں مریدین کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی



تھی اور ہر وقت ہجوم رہتا تھا آپ درس و تدریس میں بہت کم وقت صرف کر سکتے تھے اور زیادہ وقت آپ علوم باطنی کی تدریس اور تربیت مریدین میں صرف فرمایا کرتے تھے۔ مشائخ عظام کی سنت میں آپ لوانج جامی کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ لوانج جامی کی آپ نے جو تشریح فرمائی ہے وہ اشارات فریدی میں بیان ہو چکی ہے اور ہمارے اردو ترجمہ میں حضرت اقدس کی شرح کا بھی ترجمہ ہو کر درج کتاب ہو چکا ہے۔ ارباب طریقت کے لیے یہ ایک نادر تحفہ ہے اور محققین معارف کا ایک اعلیٰ سرمایہ ہے۔

**تجربہ علمی** آپ کے تجربہ علمی اور شان معرفت کا یہ عالم تھا کہ دور دراز علاقوں سے علماء و فضلاء اور درویش حاضر ہو کر اذوق مسائل دریافت کرتے تھے۔ صاحب ہفت اقطاب لکھتے ہیں کہ ۱۔

”بحر العلوم حضرت مولانا شاہ محمد ڈیروی اپنے وقت کے بے نظیر اور جلیل القدر علماء کی صف میں شمار ہونے والے ہیں۔ چند ماہ حضور کی خدمت اقدس میں بغرض استفادہ و حصول فیوض مقیم رہے۔ کافی عرصے کے بعد کسی دوست نے حضرت مولانا سے دریافت کیا کہ اس عرصہ میں آپ نے کیا کچھ حاصل کیا ہے حضرت مولانا شاہ محمد صاحب نے جواب دیا کہ ۱۔

ابھی تک تو لا الہ الا اللہ کا معنی پورا ختم نہیں ہوا۔

حضرت مولانا محمد مسلم ساکن پھلن تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ وقت کے جید علماء سے تھے فقیر مؤلف کے والد صاحب نے اساتذہ کرام سے ہیں حضرت مولانا کی خدمت میں کثیر التعداد طلباء دورہ حدیث و کتب تفسیر و معقول پڑھا کرتے تھے حضرت مولانا محمد مسلم صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ فرید الدینؒ نے مجھے لا الہ الا اللہ کا معنی سمجھایا تو میں نے اپنے آپ کو حضور کے سامنے طفل مکتب سمجھا۔

غلام نرگس مست تو ماجدارِ انسند | حضرت دیوان ولایت شاہ صاحب اوچ  
بخاری، حضرت دیوان غلام شاہ صاحب  
حضرت دیوان خیر شاہ صاحب، حضرت دیوان حیدر بخش صاحب اور دیگر صوفیائے باکمال کے

علاوہ کثیر المتعداد امراء، رؤساء اور والیان مملکت آپ کے حلقہ بگوش غلام اور مرید تھے۔  
 نواب صادق محمد خاں والی بہاولپور آپ کے راسخ الاعتقاد مرید تھے اور حضرت اقدس کی غلامی  
 میں فخر محسوس کرتے تھے۔ نواب خاں مگھی والی ریاست بھل (بلوچستان) بھی آپ کے مرید تھے۔  
 علاوہ انہی ریاست ٹونک کے نواب محمد عبدالعلیم خاں بھی آپ کے عقیدت مند مرید تھے۔ چونکہ  
 مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر حضرت خواجہ غفر الدین دہلوی کا مرید اور خلیفہ تھا۔  
 بیشتر شہزادگان خاندان مغلیہ سلسلہ عالیہ خضر ہمارے یہاں بیعت ہو کر تربیت سلوک حاصل کرتے تھے  
 شاہی خاندان کے ایک فرد نواب غازی الدین حضرت جمال اللہ ملتان کے مرید و خلیفہ اور حضرت  
 خواجہ خداجش صاحب خیر پوری ثانی والی کے پیر بھائی تھے۔ آپ کا مزار بھی خیر پور میں ہے۔  
 یہ غزل نواب غازی الدین کی ہے جو محافل سماع کی جان ہے۔

یوسف گمنی بازار تو سب جان اللہ      رونق حسن ضیا بار تو سب جان اللہ

مغلیہ خاندان کے ایک شہزادہ احمد اختر حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کے مرید تھے۔  
 جو بڑے عجز و نیاز سے حضرت اقدس کی خدمت میں اخذ فیض کرتے تھے۔ ایک انکار کا حضرت  
 قطب الموحیدین خواجہ محمد بخش کا مرید تھا۔ ان کا نام شہزادہ محمد شاہ تھا۔ انہوں نے حضرت  
 نازک سائیں کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔

**نواب صاحب بہاولپور کا عجز و انکسار** | ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب ملتان تشریف لے  
 گئے۔ سارا دن ملنے والوں کا ہجوم رہا حتیٰ کہ بار بجے  
 رات تک لوگ حاضر ہو کر مستفیض ہوتے رہے۔ اس سے دربار عالیہ کا دربان میاں انکن تھک کر  
 چور ہو گیا۔ اور دروازہ بند کر کے سویا ہی تھا کہ نواب صاحب بہاولپور نے حاضر ہونے کی خاطر دروازہ  
 کھٹکھٹایا۔ میاں انکن پہلے ہی سے تھک کر نیم جان ہو چکا تھا۔ اس نے غصے میں کہا کون کتا ہے  
 نواب صادق محمد خاں والی ریاست نے کہا ”صادق کتا ہے“ یہ سنتے ہی میاں انکن کے ہوش گم  
 ہو گئے جسم پر لرزہ طاری تھا جب دروازہ کھولا تو نواب صادق بڑی خوشی سے میاں انکن  
 سے بغلیگر ہوئے اور پچاس روپے بطور انعام پیش کیے۔



نواب قیصر خان صاحب کی عقیدتمندی | صاحب ہفت اقطاب لکھتے ہیں کہ :-

نواب قیصر خان گسی والی ریاست

جھل کا عالم شباب تھا۔ حضرت فرید پاک کے کمال کا شہرہ سن کر چاچڑاں شریف آتے ہیں اور بیعت کی درخواست کرتے ہیں لیکن منظور نہیں ہوتی۔ روزانہ صبح شام کی مجالس میں حاضری ہوتی لیکن حضور توجہ نہیں فرماتے۔ اس پر بہت دن گزر گئے ایک دن نواب قیصر خان اپنے رفقاء و ملازمین سے کہتا ہے کہ اگر آج حضرت صاحب نے مجھے بیعت نہ کیا تو قسم کھاتا ہوں کہ واپس آکر اپنے آپ کو گولی سے اڑا دوں گا۔ ہندوق بھر کر پلنگ پر رکھ دیتا ہے اور حضور کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ جوہنی اندر داخل ہوتا ہے حضور فرماتے ہیں قیصر خان جلدی آؤ تجھے بیعت کریں۔ تیری ہندوق سے ڈر آ رہا ہے۔ نواب قیصر بیعت ہو کر وطن چلے جاتے ہیں۔۔۔ کچھ عرصے کے بعد واپس آکر نواب قیصر حضرت اقدس کو اپنے وطن جھل تشریف لانے کی دعوت دیتا ہے۔ مقربین سفارشیں کرتے ہیں۔ درخواست منظور ہوتی ہے۔ تاریخ مقررہ پر حضرت اقدس بمع غلامان خاص فقراء و خدام خانپور ریلوے سٹیشن پر پہنچ جاتے ہیں۔ زائرین کا ہجوم ہے۔ نواب قیصر خان بھولا نہیں سماتا۔۔۔ نواب قیصر خان کسی خادم سے کہتا ہے کہ جس وقت حضور میرے گھر پر قدم مبارک رکھیں گے ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کر دوں گا۔ یہ بات رفتہ رفتہ حضور اقدس کی خدمت میں پہنچ جاتی ہے۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں، تیاری بند کر دو اور واپس چلو۔ نواب قیصر خان کو اس بات کا علم ہوتا ہے۔ زار قطار روتا ہے۔ دست بستہ عرض کرتا ہے معافی مانگتا ہے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹرپ ٹرپ کر لیٹ رہا ہے لیکن حضور فرماتے ہیں فقیر اس وقت نہیں جاسکتا :-

حضرت اقدس کا وصال، ربیع الاول ۱۳۱۹ھ کو ہوا اور اس وقت آپ وصال کی عمر ۵۵ سال تھی۔

حضرت اقدس کے خلفاء، حضرت اقدس کے خلفائے اسمائے گرامی

حسب ذیل ہیں :-

(۱) حضرت اقدس کے فرزند ارجمند قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش صاحب المعروف تازک سائیں قدس سرہ - (۲) حضرت دیوان ولایت شاہ صاحب ساکن اوچ بخاری - (۳) حضرت خواجہ فضل حق صاحب مہاروی ساکن منگیر شریف (۴) حضرت حافظ محمد صاحب ساکن جامی پور شریف - (۵) حضرت مولوی احمد بخش صاحب ساکن حیدرآباد (۶) مولوی خان محمد صاحب - (۷) میاں نبی بخش مہاروالہ (۸) میاں جی محمد بخش (۹) میاں محمد یعقوب ساکن چاچڑاں - (۱۰) میاں بلند خان ناگوری (۱۱) میاں عبدالرحمن الہ آبادی (۱۲) مولانا الدین جامع ملوکا (۱۳) مولانا ابو عبد اللہ ناگوالہ

حضرت خواجہ صاحب کے فرزند ارجمند قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش صاحب اولاد کے علاوہ آپ کی ایک معصومہ بھی تھیں جن کا عقد نکاح حضرت میاں امام بخش صاحب کوریج کے ساتھ ہوا اور جن کے بطن مبارک سے حضرت خواجہ فیض احمد صاحب الوصال پیدا ہوئے۔ حضرت فیض صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت خواجہ فیض فرید مدظلہ العالی اس وقت چاچڑاں شریف میں سجادہ نشین ہیں۔

حضرت قطب الموحدین خواجہ محمد بخش صاحب | حضرت قطب الموحدین خواجہ محمد بخش صاحب

ماہ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔ اپنے والد ماجد کے وصال کے وقت آپ کی عمر شریف تقریباً ۳۶ برس تھی۔ حضرت خواجہ صاحب نے آپ کی تعلیم و تربیت کے لیے خاص انتظام کیا تھا۔ قلیل عرصہ میں ختم قرآن کے بعد آپ نے درسی کتابیں مولانا غلام رسول صاحب اور مولوی نصیر بخش صاحب کے ہاں پڑھیں۔ مشکوٰۃ شریف اور لؤلؤ جامی آپ نے اپنے شیخ حضرت والد ماجد قدس سرہ سے پڑھیں۔ شرح عقائد کادرس بھی اپنے والد ماجد سے لیا۔

تبحر علمی | حضرت خواجہ محمد بخش صاحب قدس سرہ مادر زاد ولی تھے اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے آپ مشائخ عظام کی سنت میں کچھ وقت درس و تدریس میں صرف کیا کرتے تھے۔ باقی اوقات تربیت مریدین میں صرف کرتے تھے۔ خواجہ احمد دین پراوی، سید محمد نواز صاحب مجنن امامی، حضرت مولوی نور محمد صاحب پانی والے، حضرت مولوی محمد یار صاحب ساکن



رحمی اختیار خان اور دیوان مہر بہا نیاں صاحب جیسے عالم حضرت نازک سائیں سے لوانج جامی اذ  
دیگر کتب تصوف کا درس حاصل کیا کرتے تھے۔

**باطنی کمالات** حضرت نازک سائیں کے باطنی کمالات کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ  
ایک دفعہ حضرت اقدس کے والد ماجد حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے  
مولانا محمد علی صاحب پتانی ساکن راجن پور کو جو دلی کامل اکل تھے حضرت نازک سائیں کے پاس اس  
موضع سے بھیجا کہ ان کو دیکھ کر ان کے مقام کا اندازہ لگائیں۔ آپ حضرت نازک کی خدمت میں جب  
پہنچے تو ان کا مقام دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے اور وہی اکر عرض کیا کہ کمال عروج میں بہت دور پہنچے  
ہوئیں۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ہاں خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کے لیے انہیں کچھ نیچے  
لے آنا پڑے گا۔

**وصال** آپ علیل ہوئے تو دہلی شریف لے گئے اور حکیم اجل خان سے علاج کروایا لیکن ایک  
دن حکیم اجل خان نے آپ کی طبیعت دیکھ کر خادموں سے کہا کہ آپ کو گھر واپس لے  
جاؤ۔ چنانچہ چار اہل شریف واپس پہنچ کر ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ کو واصل بھی ہوئے۔  
عمر شریف صرف ۴۶ سال تھی۔

**آپ کے خلفاء** حضرت خواجہ محمد بخش صاحب قدس سرہ کے خلفاء کے اسمائے گرامی  
یہ ہیں :-

۱) آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد معین الدین صاحب۔ (۲) حضرت مولانا فواد احمد  
صاحب ساکن پانی شریف (فرید آباد) تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان (۳) حضرت میاں احمد دین  
صاحب ساکن پراں شریف تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان (۴) جام میاں حامد صاحب  
علاقہ جلال پور پیر والا (ضلع ملتان)،

حضرت خواجہ محمد معین الدین صاحب :- حضرت خواجہ محمد معین الدین قدس سرہ  
کی ولادت باسعادت ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ کو ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد بخش نازک سائیں کے  
وصال کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۸ سال تھی۔ حضرت خواجہ معین الدین پیکر حسن و جمال تھے جو شخص آپ  
لے ہفت اقطاب۔

کے چہرہ مبارک کی طرف نظر کرتا موحیہ تہو کر رہ جاتا۔

**تعلیم و تربیت** | آپ نے کتب فارسی سکندر تک کی تعلیم مولوی بہر خور دار صاحب سے حاصل کی درسی کتب کی تعلیم مولوی احمد صاحب اور مولوی تاج محمد صاحب سے حاصل کی۔ ہدایت النہو کے چند سبقات مولوی محمد یار صاحب ساکن گڑھی اختیار خاں سے پڑھے۔ باطنی تربیت آپ کے والد ماجد حضرت نازک سائیں نے فرمائی۔

**باطنی کمالات** | ایک دفعہ آپ جب بستی اراٹیں علاقہ کو دھراں ضلع ملتان مدرسہ دینیہ موسوم معین العلوم کا سنگ بنیاد رکھنے کی خاطر تشریف لے گئے تو مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوئی جو بعد میں شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ (موجودہ اسلامی یونیورسٹی) ہوئے اور مولانا محمد امیر صاحب حضرت خواجہ معین الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں جید عالم تھے بھرت خواجہ معین الدین نے ان دونوں حضرات کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”صفات اللہ لا عینہ ولا غیوہ“ کی تشریح کریں پہلے مولانا محمد امیر نے تقریر کی۔ خواجہ صاحب خود سے سنتے رہے اور داد بخین دیتے رہے۔ اس کے بعد مولانا مولوی غلام محمد صاحب کی باری آئی آپ جامع معقول و منقول تھے نہایت زور دار تقریر فرمائی اور حضرت خواجہ صاحب نے خوب پسند فرمائی۔ اور گاہے بگاہے سبحان اللہ، بارک اللہ کہہ کر داد بخین دیتے رہے جب تقریر ختم ہوئی تو حضرت خواجہ صاحب نے خوش ہو کر فرمایا کہ قد بھی قد ہے اور علم بھی علم ہے۔ (مولانا غلام محمد صاحب طویل قامت تھے) اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب کو چاچراں مشرف مقیم ہونے اور جمیع اخراجات

لے حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوئی سابق شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور کا ہندوستان بھر کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتا تھقلہ ظاہری علم کے ساتھ حق تعالیٰ نے آپ کو باطنی کمالات بھی عطا فرمائے تھے۔ آپ کے پیر طریقت حضرت خواجہ شاہ مہر علی گڑوی قدس سرہ تھے۔ آپ سماع کے بہت شائق تھے اور ہر سال عرس پاکپتن شریف میں حاضر ہو کر مجالس سماع میں شریک ہوتے تھے۔ اہقر اقام الحروف سے آپ خاص شفقت سے پیش آتے تھے۔ جب آپ کا بہاولپور میں وصال ہوا تو نزاریں کی تعداد میں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور سب لوگ آپ کی غارت میں دیوانہ وار سرگراں تھے۔ خواص کی زبان پر یہ کلمات تھے: موت العالم موت العالم (عالم کی توجہات کی موت ہے)۔



کے علاوہ یکصد روپیہ ماہانہ کی پیشکش فرمائی لیکن بعض مجبور لوگوں کے تحت انہوں نے معذرت کا اظہار کیا۔ اس مجلس میں دونوں علمائے حضرت خواجہ معین الدین صاحب سے بھی درخواست کی کہ آپ بھی اس موضوع پر تقریر فرماویں۔ چنانچہ آپ نے تقریر فرمائی اور اس قدر بلند مقامی و معارف بیان فرمائے کہ دونوں علماء، صاحبانِ عرش عرش کرتے رہے اور ذوق و وجد میں تھوم رہے تھے۔ تقریر کے دوران دونوں حضرات نے اعتراف کیا کہ ہم علمی مہارت کے باوجود میدانِ معرفت میں آپ کے سامنے طفلِ مکتب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

**حضرت کی جاذبیت** | ایک دفعہ آپ اپنے رفقاء اصحاب اور خدام سمیت حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی قدس سرہ کے عرس پر دہلی تشریف لے گئے آپ نے تمام غلامان کو حکم دیا کہ سب علیحدہ علیحدہ مجلس میں پہنچیں اور میرے ساتھ کوئی نہ جائے۔ میں اکیلا جاؤں گا۔ اور مجلسِ سماع میں جہاں میں بیٹھ جاؤں کوئی شخص دخل انداز نہ ہو۔ سب غلامان کے مجلس میں پہنچ جانے کے بعد آپ پہنچے اور سب سے پیچھے بیٹھ گئے۔ یہ کمال الکسا ہے۔ لیکن آفتاب بھی کہیں چھپ سکتا ہے جس شخص کی آپ پر نظر پڑی ادباً حضرت خواجہ صاحب کے پیچھے بیٹھنا لیا۔ حتیٰ کہ مجلس میں جتنے لوگ شریک تھے سب پیچھے پہنچ گئے۔ اور آپ سب سے آگے بیٹھے تھے۔ حاضرین مجلس آپ کی جاذب شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اٹھ کر قدم بوس ہوتے تھے اور قوالوں کے لیے نذرانے حضور کی خدمت میں پیش کرتے رہے۔

**پابندی شریعت** | آپ شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس قدر پابند تھے کہ رسول پر آپ نے خواتین کا آنا بند فرما دیا تھا۔ تاکہ مرد اور عورتیں یکجا جمع نہ ہوں۔ آپ نے سب لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ عرائس کے قبل یا بعد مستورات کو لایا کریں۔ مجالسِ سماع میں بھی آپ آدابِ شریعت ملحوظ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ریاست بہاولپور کا سیشن جج مہتمم اودھو داس کوٹ شریف میں حاضر ہوا اور مجلسِ سماع میں آکر بیٹھ گیا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب نے اسے خادم کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ تمہارا مجلسِ سماع میں شریک ہونا ہمارے لیے آدابِ سماع کے خلاف ہے آپ اس مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے۔ چنانچہ وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ صاحب کم سن لڑکوں

کو بھی مجالس سماع میں نہیں بیٹھے دیتے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدینؒ کے خلفاً  
حضرت اقدس کے خلیفہ اول بقول صاحب ہفت

تھے اور خلیفہ ثانی حضرت مولانا محمد یار گڑھی اختیار خان تھے۔ جن کی بیعت حضرت خواجہ غلام مسدید  
قدس سرہ سے اور تربیت حضرت قطب الموحیدین حضرت نازک سائیں سے تھی۔

حضرت خواجہ معین الدین انتر فرمایا کرتے تھے کہ یہ بات مجھے ناپسند ہے کہ چاچڑاں شریف  
وصال میں میری وفات ہو اور کندھوں پر سوار ہو کر کشتی میں لکھا جاؤں اور پھر کوٹ مٹھن

جا کر دفن ہوں۔ چنانچہ یہ سچو کہ حضرت مولانا خضر جہاں کے عرس کے لیے آپ ۲ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ  
کو روانہ ہوئے آپ نے سب لوگوں سے اس طرح ملاقات کی جیسے کہ آپ کی آخری ملاقات ہے۔  
کوٹ مٹھن شریف پہنچ کر آپ ہلنگ پر لیٹ گئے اور لیٹے ہی جاں بحق ہو گئے۔ آپ کے وصال کی  
تاریخ ۲ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ ہے۔ انشاء وانا الیہ راجعون۔

حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ  
سن ولادت ۱۳۲۱ھ مرہ ہے۔ آپ

مادر زاد ولی تھے۔ آپ کا اصلی نام قطب فرید اور لقب قطب عالم تھا۔ آپ کی تعلیم کے لیے حضرت  
خواجہ معین الدین قدس سرہ نے مولوی محمد ابراہیم صاحب کو مقرر کیا تھا۔ حضرت اقدس کے وصال کے  
بعد حکومت بہاولپور نے یہ انتظام کیا کہ حضرت خواجہ قطب الدین کو تعلیم کی خاطر بہاولپور میں مقیم کیا اور  
مولوی محمد ابراہیم صاحب کو بدستور آپ کا استاد رکھا۔ کچھ عرصے کے بعد نواب صادق محمد خاں خاص  
مرحوم نے مولوی عبدالملک افسر مال کو حکم دیا کہ مولوی فاروق احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ عباسیہ  
اور مولوی سلطان احمد صاحب پشاور کی کو ہمراہ لے کر حضرت خواجہ قطب عالم کا امتحان لیں۔ آپ کے  
استاذ مولوی محمد ابراہیم صاحب خائف تھے کہ معلوم نہیں امتحان کس طرح ہوگا۔ لیکن جب یہ تینوں  
حضرات وہاں پہنچے تو مولوی فاروق احمد صاحب نے خواجہ صاحب سے کہا کہ قبلہ نواب صاحب  
نے ہمیں آپ کا امتحان لینے کا حکم دیا ہے آپ جہاں سے چاہیں پڑھ کر سنادیں کہ قبلہ نواب صاحب

سے ہفت اقطاب



کی شرط پوری ہو جائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا مولوی صاحب یہ خیانت ہے۔ آپ عالم ہیں خیانت نہ کریں جسے امتحان کہتے ہیں آپ وہی لیں اور جہاں سے مرضی آئے پوچھیں۔ اس کے بعد مولوی فاروق احمد صاحب نے کافیہ کا ورق لٹا اور ایک مقام پر انگلی رکھ کر کہا کہ اس کی شرح کریں

مولوی ابراہیم صاحب فرماتے ہیں کہ شرح میں آپ نے وہ باتیں بتائیں جو بکجا میں نے آپ کو کبھی نہیں بتائی تھیں۔ آپ نے مولانا جامی کی تحقیق حاصل حصول کی سالم تشریح بیان کر دی جسے دونوں مولوی صاحبان حیرت زدہ ہو کر سنتے رہے۔ جب آپ نے تقریر ختم کی تو مولوی فاروق احمد صاحب کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ انہوں نے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ

اگر گیتی سراسر باز گیرد چراغ مقبلان ہرگز غمیرد

مولوی سلطان احمد صاحب پشاور سے بھی نہ رہا گیا انہوں نے فرمایا

فی المہد ینطق عن سعادتہ اثونجایۃ ساطع البرہان

لیکن واناؤں نے کہا ہے کہ نادر ہستیاں زیادہ دیر زندہ نہیں رہتیں۔ حضرت

وصال

قطب صاحب کا ۲۳ رجب ۱۳۴۲ھ کو وصال ہو گیا جس سے اس خاوند عظیم کے

مریدین میں کھراچ گیا لیکن قضا و قدر کے سامنے تسلیم خم کرنا ہی پڑتا ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

پھول تو دو دن بہاد جائفرو کو کھلائے حسرت ان سچوں پر جو بے کھلم مر جھانگے

حیف در چشم زون صحبت پیار آفرشد رئے گل سیر ندیدم و بہار آفرشد

ہر شخص کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے

میںڈا قطبن سپر پیارا توں رول گیوں جاگ سارا

اس کے بعد خواجگان کوٹ مٹھن شریف کی زینہ اولاد کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

حضرت خواجہ فیض احمد صاحب

خواجہ قطب الدین کے بعد حکومت بہاول پور کی طرف سے حضرت خواجہ فیض احمد صاحب جو حضرت

خواجہ غلام فرید کے نواسے تھے خلیفہ و جانشین مقرر ہوئے۔ حضرت خواجہ فیض احمد اس وقت عاقل،

بالغ، فارغ التحصیل متقی و پرہیزگار تھے۔ دستار بندی کے لیے ریاست بہاولپور کے ہوم منسٹر مولوی

غلام حسین صاحب آئے۔ جب دستار بندی ہو چکی اور خواجہ فیض احمد صاحب مسجد سے باہر نکلنے لگے تو اس خاندان کے بزرگ ترین مشائخ حضرت خواجہ بہت محمد ساکن شیدائی شریف نے آگے بڑھ کر ان کا جو تاسیدھا کیا۔ یہ دیکھ کر خواجہ فیض احمد صاحب نے فرمایا قبلہ آپ میرے دادا ہیں، ایسا نہ کریں۔ خواجہ بہت محمد صاحب نے فرمایا۔ اب میں دادا نہیں رہا بلکہ میں تو عاقل محمد بن گیا۔ ہم سب تیرے غلام ہیں۔ سنا ہے کہ حضرت خواجہ فیض احمد کو خلافت بھی حضرت خواجہ بہت محمد صاحب سے ملی تھی۔ نواب صادق محمد خان خاص بھاسی مرحوم بھی خواجہ فیض احمد کے مرید تھے۔

**حضرت خواجہ فیض فرید صاحب مدظلہ** | حضرت خواجہ فیض احمد کے وصال کے بعد آپ کے فرزند حضرت خواجہ فیض فرید مدظلہ العالی مسند نشین ہوئے۔ آپ اگرچہ نوجوان ہیں لیکن ذوق و شوق میں معر ہیں۔ یہی ذوق و شوق کا غلبہ ہے کہ آپ اکثر اوقات مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہتے ہیں۔

## خواجگان کوٹ مٹھن شریف کی دیگر گدیاں

**شیدائی شریف** | چاچڑاں شریف کی گدی کے بعد دوسری اہم گدی شیدائی ہے۔ مخدوم شیدائی شریف حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل کے پوتے حضرت خواجہ تاج محمود کی اولاد ہیں۔ خواجہ تاج محمود کو اپنے دادا حضرت خواجہ عاقل محمد سے خلافت ملی۔ خواجہ تاج محمود کے خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ غوث پاک تھے۔ اور حضرت غوث پاک کے خلیفہ حضرت خواجہ بہت محمد (پاک) تھے جو اکثر مستغرق فی الذبات رہتے تھے۔ حضرت خواجہ بہت محمد کے خلیفہ آپ کے پوتے حضرت خواجہ بگن میاں تھے جن کا اب وصال ہو گیا ہے اور آپ کی مسند پر آپ کے فرزند فائز ہیں۔

**حضرت شیخ محمد صاحب لاہوری** | خواجہ غوث پاک کے ایک خلیفہ حضرت خواجہ حامد شیدائی بھی تھے حضرت شیخ محمد صاحب لاہوری خواجہ حامد

کے مرید و خلیفہ تھے۔ شیخ محمد لاہوری کا نرالا بور کے مشرق میں بستی ڈیڑھ پنڈی میں واقع ہے اور علاقہ لاہور میں مرجع خلافت ہے۔



**حضرت خواجہ محمد شریف صاحبؒ** | حضرت خواجہ محمد بخش نازک سائیں کے نواسے حضرت خواجہ محمد شریف بھی صاحب کمال بزرگ تھے جن کے

صاحبزادے حضرت خواجہ احمد علی صاحب اس وقت کوٹ مٹھن شریف میں سکونت پذیر ہیں اور حلقہٴ مریدین میں مشائخت کے فرائض انجام دے رہے ہیں بڑے صاحبِ درد اور صاحبِ ذوق و شوق ہیں۔  
**حضرت خواجہ در محمد صاحبؒ ساکن گڑھی اختیار خان** | خواجگان کوٹ مٹھن شریف کے نواسوں میں ایک حضرت خواجہ

در محمد صاحبؒ تھے جو گڑھی اختیار خان تحصیل خانپور میں سکونت پذیر تھے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت بدھن میاں اس وقت سجادہ نشین ہیں اور تربیت مریدین میں کافی جدوجہد کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ در محمد صاحب بڑے باکمال بزرگ تھے آپ کا حال میں وصال ہوا۔

آئیں دیکھ کر حق تعالیٰ میں ان بزرگوں کے طفیل اپنے اسلاف کے مسلک پر گامزن ہونے اور شریعت طریقت، معرفت اور حقیقت کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں کیونکہ اسلام میں اصل مدعا قرب الی اللہ، وصول الی اللہ اور تعلق باللہ ہے باقی سب کچھ بیچ ہے۔ عارف جامیؒ نے پہنچ فرمایا ہے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی  
 کہ درین راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست



# تصنیف

ہیں حضرت خواجہ صاحب پر تحقیق کے دوران آپ کی مندرجہ ذیل کتب کا پتہ چل سکا ہے :-

(۱) مقابیس المجالس یا اشارات فریدی یعنی مجموعہ ملفوظات جو آپ کے مرید و خلیفہ مولانا رکن الدین نے فارسی میں جمع کیے ہیں اس کے متعلق تفصیل سے بحث ہوگی ۔

(۲) دیوان فریدی ۔ یہ آپ کے سرایشی کلام کا مجموعہ ہے جو شورشِ عشق کے علاوہ حقائق و معانی پر ہے

(۳) فوائد فریدیہ ۔ یہ ایک فارسی زبان میں رسالہ ہے جو سلوک اور ولایت کے متعلق حضرت اقدس کے افادات کا مجموعہ ہے ۔

(۴) مناقب فریدیہ ۔ یہ کتاب ہماری نظروں سے نہیں گذری لیکن ملفوظات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی زندگی میں یہ کتاب چھپ چکی تھی ۔

(۵) ڈوہزجات فریدی ۔ یہ آپ کے ڈوہرہ جات کا مجموعہ ہے لیکن اس کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے بعض لوگ ان ڈوہرہ جات کو آپ سے منسوب کرتے ہیں بعض کو اختلاف ہے لیکن معافی اور سوز و گداز کے اعتبار سے دیوان فریدی کے لگ بھگ ضرور ہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

چونکہ ہمارا موضوع یہی مقابیس المجالس ہے اس لیے اس کی مقابیس المجالس کی اہمیت

خواجہ صاحب کی زندگی کے آخری نوکس سال کی کاوش اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے اور مریدین کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت کے متعلق بیش بہا جواہرات سے بھرپور ہے ۔ اس کتاب میں ایسی جامعیت ہے کہ جہاں اس سے عامۃ الناس مستفیض ہو سکتے ہیں طالبانِ راہِ حق کے تمام طبقات یعنی مبتدی متوسط اور مثنیٰ سب کے لیے ان کے حسب استعداد اسباق و نکات موجود ہیں لیکن اس عظیم خانوادہ کے حلقہ بگوشاں اور ولدگان نے اس عظیم الشان کتاب کے متعلق جس قدر بے اعتنائی ، تعافل اور تساہل روا رکھا ہے وہ افسوس ناک ہے ۔ کس قدر ظلم ہے کہ جس کام کے لیے حضرت اقدس



جیسے عظیم الفرصت اور ذاتِ حق میں مستغرق ولی کامل، مکمل اور اکمل نے رات دن مسلسل جہدِ فرمائی آپ کے نام لیواؤں میں سے کسی نے اس کی نشر و اشاعت کے لیے کماحقہ توجہ نہیں فرمائی حالانکہ ان میں بیشمار امار اور رؤساء اور علماء و فضلاء شامل ہیں۔ یہی حشر و یوان اودھنی کا ہوا ہے جو حضرت اقدس کے شیخ و پیر اور کلاں حضرت خواجہ غلام فرخ الدینؒ کے کلام کا مجموعہ ہے۔ حقائق کے اعتبار سے یہ بہترین کلام ہے اس کا ایک مشرح نسخہ بھی حضرت اقدس کے زیر مطالعہ رہتا تھا جس کے بلند پایہ اقتباسات مقابیس میں موجود ہیں لیکن اب اس کا کچھیں پتہ نہیں چلتا۔

**طبع اول** | کی پہلی تین جلدوں کی طباعت آپ کے خلیفہ جانشین قطب الموحیدین حضرت خواجہ محمد بخش قدس سرہ کے زیر سرپرستی نواب محمد عبدالمعین خان والی ریاست ٹونک نے جو حضرت اقدس کے راجع العقیدہ مرید تھے سال ۱۳۱۲ھ یعنی آپ کے وصال کے دو سال بعد مطبع مفید عام آگرہ میں کرائی۔ چوتھی جلد کی طباعت زیر سرپرستی حضرت خواجہ فیض احمدؒ ۱۳۱۶ھ میں بایتمام حکیم صالح محمد جنیدی مطبع رفین عام لاہور میں ہوئی۔ پانچویں جلد نے اب تک سوچ کی روشنی نہیں دیکھی بعرضیکہ پہلی تین جلدوں کو طبع ہوئے اب تقریباً پون صدی اور چوتھی جلد کو نصف صدی ہو چکی ہے۔ پانچویں جلد اسی طرح قدر دان حضرات کے تنگ و تنار ایک اور گرد آلودہ کتب خانوں میں طاق نسیان کی زینب و زینت بنی ہوئی ہے اس طرح اب یہ مکمل کتاب ناپید ہے۔

اس ماحقر رقم الخروف کو جب پہلی بار جام غلام علی مرحوم ہیڈ ماسٹر نے جو احقر کے ہم درس تھے ۱۹۲۲ء میں اشاراتِ فریدی کی چوتھی جلد مرحمت فرمائی تو احقر کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کے ترجمہ اردو کا شوق دامیٹر ہوا لیکن یہ تو صرف ایک جلد تھی باقی چار جلدیں معدوم تھیں۔ آخر پندرہ بیس سال کی جہد و جہد سے پہلی تین جلدیں میاں حسین بخش جو حضرت خواجہ محمد بخشؒ کے خادم خاص تھے کے گھر واقعہ قلعہ ڈیرا دروچر گیستان بہاولپور کے قلب میں ہے سے مل گئیں۔ پانچویں جلد کا دو تین مقامات پر سرائے لگا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر مولانا نور احمد فریدی صاحب کی کوشش سے پانچویں جلد بھی سرور محمد اسماعیل خان صاحب ایڈووکیٹ ساگھر (صوبہ سندھ) جو اس خانوادہ عظیم کے حلقہ بگوش ہیں کے ہاں سے مل گئی جس سے احقر کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی بختیق و ترجمہ پر بھی چند برس صرف ہوئے

امد آج خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشائخ کوٹ مٹھن کا یہ عظیم الشان خزانہ قدردان حضرات کے سامنے ہے۔

اشارات فریدی کی اہمیت کی پہلی وجہ | اشارات فریدی کی اہمیت کی پہلی وجہ یہ ہے کہ  
عہدِ حاضر کے نظریہ لادینیت (SECULARISM)

اور مادہ پرستی (MATERIALISM) کے طوفان نے تمام مذاہب کی روحانی اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کو ختم کر کے ساری دنیا میں جس بھیت کا دور قائم کر دیا ہے اس کے قلع قمع کے لیے روحانیت اسلام سے زیادہ موثر کوئی ہتھیار اور کوئی طاقت نہیں ہے۔ چونکہ اشارات فریدی عہدِ حاضر کے ایک ایسے ولی کامل اہل کے ارشادات کا مجموعہ ہے جو علوم قدیم و جدید میں مہارت تامہ رکھنے کے علاوہ عہدِ حاضر کے تمام مسائل و معاملات سے بھی بخوبی آگاہ تھے آپ کے یہ روحانیت سے لبریز ملفوظات تہذیبِ مغرب کے تمام زہر آلودہ نظریات کے لیے تریاق کا اثر رکھتے ہیں۔

اسلام کی سب سے بڑی کامیابی اور عظمت کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے انسان کو حق تعالیٰ کا قرب و معرفت اور حضوری حاصل ہوتی ہے اور یہ صدق حدیث قدسی بی یسمع اور بی بصر اور حدیث انہ ینظرون بنور اللہ اور حدیث متخلقوا باخلاق اللہ، اسے حق تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونے اور خلافتِ الہیہ کے فرائض انجام دینے کی استعداد حاصل ہوتی ہے اور معجزات و کرامات کا حق تعالیٰ کی طرف سے دروازہ کھلتا ہے۔

لہذا اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اولیاء کرام کی تعلیمات کو زندہ کر کے دنیا کے سامنے روحانیتِ اسلام پیش کی جائے کیونکہ عہدِ حاضر کے طوفانِ لادینیت اور مادیت کا یہی صرف علاج ہے اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی کتاب اشارات فریدی اس کام کے لیے اکسیرِ اعظم کا درجہ رکھتی ہے اس وجہ سے کہ آپ عہدِ حاضر کے ولی اللہ ہیں اور عہدِ حاضر کے تمام مسائل اور پیچیدگیوں سے باخبر ہیں۔

اہمیت کی دوسری وجہ :- مقامیں المجالس کی اہمیت کی دوسری وجہ یہ



ہے کہ فی الحال اس کتاب کے مفقود ہونے کی وجہ سے حضرت اقدس کا تعارف زیادہ تر آپ کے مجموعہ کلام یعنی دیوان فریدی سے ہوا ہے چونکہ بقول مرزا غالب

ہر چند ہو مشاہدہ حق گفتگو بنی نہیں ہے بادہ و ساغر کے بغیر

حضرت اقدس کے بادہ و ساغر کو سطحی نظر رکھنے والوں نے مطلقاً مجاز کے رنگ میں دیکھا ہے اور اشعار کے باطن کی طرف بہت کم لوگ گئے ہیں اس لیے یار نوگوں نے دیوان فریدی کی کافیوں سے مجاز پرستی کا جواز نکالنا شروع کر دیا ہے حالانکہ حضرت اقدس کا مطلع نظر مجازی کی زبان میں حقیقت کو پیش کرنا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حقیقت بیانی مطلوب ہے تو مجازی کی مجاز کی ضرورت کیا ضرورت ہے اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو مرزا غالب نے دیا ہے

بنی نہیں ہے بادہ و ساغر کے بغیر

چونکہ اقلیم حقیقت کی کوئی زبان ہی نہیں ہے اور ہر طرف سے محبوب حقیقی کی ذات بابر کا کے متعلق، لاتعین، منقطع، عبارت، منقطع اللغت، منقطع النعت، منقطع الاشارة، منقطع السمات، بچھل و چھلون، بے مثل، بے مثال، بے رنگ و بو، بے شکل و بے صورت کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں کوئی عارف اس ذات منزہ صفات کے متعلق کے کوئی کہے محبوبان مجازی جیسے حد و خال، عشوہ و تاز، تیر و کان، لب و دندان اور زنجیر و زلف ہی کو استعمال کرتا پڑتا ہے ورنہ خاموشی ہی خاموشی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ مشائخ عظام تربیت خلایق اور علم نفسیات میں ماہرین فن کا درجہ رکھتے ہیں۔ انہیں عوام کو حتی تعالیٰ کی طرف بلانے کے لیے ہم رنگ زمین جال بچھانے پڑتے ہیں۔ تیر بیڑ کو پکڑنے کے لیے ان کی سی بولی بولنی پڑتی ہے بعض اوقات کچھ عرصہ کے لیے ان کو مجاز میں رہنے کی اجازت بھی دی جاتی ہے۔ تاکہ آتش عشق کے شعلے بھڑک اٹھیں اور ماسویٰ کو جلا کر خاک کر دیں جب ماسویٰ کی محبت جاتی رہی تو کائنات بدل کر ان کو حقیقت کی پٹری پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ اس قاعدہ کلیہ پر حضرت خواجہ صاحب نے بھی عمل کیا ہے اور اپنے کلام میں مجاز اور حقیقت کا اس خوبی سے امتزاج کیا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن جہاں ارباب معنی نے آپ کے کلام مجاز

میں غوصی کر کے حقیقت کے موتی نکال لیے ہیں بعض کم ہمت اور کم ظرف افراد مجاز میں پھنس کر رہ گئے ہیں علاوہ ازیں بعض بد طینت لوگوں نے حقیقت کے پہلو سے کسر قطع نظر کر کے حضرت اقدس کے مجاز پر بے جا نکتہ چینی کی ہے اور آسمان پر پھونکنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے کتاب اشارات فریدی سیف قاتل کا اثر رکھتی ہے جس میں حضرت اقدس نے عشق مجازی کی حقیقت واضح کر کے اسے ابتدائی منزل قرار دیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ ساری اسلامی تاریخ میں صرف تین بزرگ ایسے گزرے ہیں جو آخر تک مجاز میں رہے باقی تمام مشائخ عظام المجاز منظرۃ الحقیقت پر عمل کرتے ہوئے مجاز ترک کر کے قلم حقیقت میں گامزن ہوئے ہیں۔ وہ تین بزرگ یہ ہیں، حضرت شیخ اوحید الدین کرمانیؒ، حضرت شیخ احمد غزالیؒ، حضرت شیخ فرید الدین عرائیؒ۔

**مجاز کے متعلق مشائخ شمس تبریزیؒ کا شیخ اوحید الدین کرمانیؒ کو انبیاہ** حضرت خواجہ صاحب نے

اجاگر کرنے کی خاطر ایک واقعہ بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں ایک دفعہ شاہ شمس الدین تبریزیؒ نے شیخ اوحید الدین کرمانیؒ سے پوچھا کہ آج کل کیا کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کے حسن کو پانی میں دیکھتا ہوں (یعنی حقیق کو مجاز میں مشاہدہ کرتا ہوں) آپ نے فرمایا اگر تماری گردن میں ذیل نہیں ہے تو چاند کو براہ راست آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے۔ (یعنی حقیق کا براہ راست مشاہدہ کیوں نہیں کرتے اور مجاز کو درمیان میں کیوں واسطہ بناتے ہو گردن میں ذیل سے مراد یہ ہے کہ تمہاری حالت میں نقص ہے۔)

**امام اعظمؒ کا مجاز سے پرہیز** اشارات فریدی میں حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ جو مکہ بے ریش تھے آپ انہیں ستون کے پیچھے

بٹھا کر درس دیتے تھے عرصہ دراز کے بعد جب آپ نے اپنے شاگرد کے سایہ میں ڈاڑھی کا عکس دیکھا تو فرمایا اچھا تمہاری ڈاڑھی نکل آئی ہے اب میرے سامنے بیٹھ کر پڑھا کرو۔

**حضرت خواجہ صاحب اور عشق مجازی** آپ اشارات فریدی میں فرماتے ہیں کہ ہر شخص کی زندگی میں تین دور ہوتے ہیں۔ ابتدائی دو

وسطی دور اور انحطاط، آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا ابتدائی دور جوش و غروش سے لبریز تھا اور چھلری



سے گزر گیا اس کے بعد وسطی دور آیا جس میں طبیعت کا میلان دوسری طرف ہو گیا اور اب آخری دور ہے نیز دیوان فریدی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ابتدائی یعنی مجاز کا فی الواقع دور جلدی گزر گیا تھا کیونکہ آپ کے شروع کے کلام میں بھی قال کی بجائے حال کا زبردست غلبہ نظر آتا ہے اور مجاز کے رنگ میں حقیقت کا دریا موجیں مار رہا ہے لیکن پھر بھی آپ "بادہ و ساعر عشوہ و غمرہ" "ناز و نولے" جیسے الفاظ ترک نہ کر سکے کیونکہ حقیقت کے ملک کی کون زبان ہی نہیں، حقائق بیان کرنے کے لیے قلم مجاز کی زبان استعمال کرنا پڑتی ہے جس سے کم فہم لوگوں کو مغالطہ ہوا ہے حالانکہ حضرت اقدس نے دیوان فریدی میں عشق مجاز کی کھلی مذمت فرمائی ہے ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

حقّی کا لہار ت پر توں تے - کر دیں دھاں فریاد

با بھول احد حقیقی - محض خراب آباد

حسن مجازی کوڑا - ہے فنا فی برباد

کل شے خیر خدا دے - حالک بے بنیاد

باجھ محبت ذاتی - کو جھا شور فساد

لفظ "محبت ذاتی" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ طالب صفات نہیں تھے بلکہ اس سے گذر کر طالب ذات ہو چکے تھے جو بلند ترین مقام ہے۔

حضرت مولانا جامیؒ اور مجازؒ | ہمارے فارسی دان طبقہ میں مولانا جامیؒ عشق مجازی کے علمبردار مانے جاتے ہیں یہ لوگ آپ کے اس قسم کے اشعار

اکثر نقل کیا کرتے ہیں۔

مساب از عشق رے گرچہ مجازی است کہ آں بہر حقیقت کار سازی است

اول تو اسی شعر کے مصرعہ ثانی میں عشق مجازی کو عشق حقیقی کا ذریعہ بتایا گیا ہے لیکن آپ کے مندرجہ ذیل شعر میں تو مجاز کو فوری طور پر ترک کرنے کی تاکید کی ہے۔

ولے باید کہ در صورت - نہ مانی - وزیں پل زور خود را بگذرانی

عارف رومیؒ اور مجازؒ | عشق و محبت کی دنیا میں حضرت مولانا رومؒ کا رداں سالار عشاق مانے جاتے ہیں یا ر لوگ عشق مجازی کے ثبوت میں آپ کے یہ

اشعار تو پیش کرتے ہیں۔

مرحباے عشق خوش سودائے ما اے طلیب جملہ علت ہائے ما  
اے تو افلاطون و جالینوس ما اے دوائے نخت و ناموس ما  
لیکن جن اشعار میں آپ نے عشق مجازی کی صریح مذمت فرمائی ہے انہیں نظر انداز کرتے ہیں  
آپ فرماتے ہیں۔

عشق بامرہ نباشد پایدار عشق را با حمی و باستیموم دار  
عشق ہائے کرپے رنگے بود عشق نبود عاقبت ننگے بود  
اسی طرح حضرت شیخ فرید الدین عطار نے اشعار ذیل  
میں عشق مجازی کی مذمت فرمائی ہے۔

ہر کہ شد در عشق صورت مبتلا ہم ازاں صورت قدر صد بلا  
ترک صورت گیر در عشق صفت تا بہابد آفتاب معرفت  
صورت جز خلط و خونے بیش نیست مرد صورت مرد دور اندیش نیست  
ہر چہ ادا از خلط و خون زیبا بود ہر کہ دل بندد برو رسوا شود  
عشق صورت نیست عشق معرفت عشق شہوت بازی حیوان صفت

حسن مجازی تو کیا مشائخ عظام طلب صفات اللہ سے طلب کو اہمیت دیتے ہیں بعض کم فہم لوگ  
اویار کرام کا

مسئلہ اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ ان کے ہاں عشق مجازی کا جواز نکلتا ہے لیکن ان نادانوں کو یہ بھی  
معلوم نہیں کہ حسن مجازی جو حادث و فانی ہے تو درکنار بلند مقام عارفین اور بلند جہت کا ملین عالم  
ملکوت اور عالم جبروت کے مشکوفات و تجلیات میں بھی دل نہیں لگاتے بلکہ طالب صفات ہونے  
کی بجائے طالب ذات بننا زیادہ پسند کرتے ہیں اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ ذات کا مقام صفات  
سے زیادہ بلند ہے لہذا طالب ذات کا مرتبہ طالب صفات سے زیادہ بلند ہونا چاہیے۔ دوسری وجہ  
یہ ہے کہ جس طرح عشق مجازی میں نفسانیت ہے عالم صفات کے کشف و کرامات اور تجلیات  
صوری میں بھی نفسانیت کا شتمہ موجود ہے اس میں حقا نفس کا احتمال ضرور ہے بخلاف طلب ذات



کے کہ جہاں نفسانیت کا کلی طور پر قلع قمع ہو جاتا ہے اور ذاتِ لاتعین اور غیبِ ہریت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

**اقسامِ حجاب** | ہارلیک بین عرفانے حجاب کے تین اقسام بیان کیے ہیں جو مختلف مقامات و منازل کے سالکین کو پیش آتے ہیں۔ حجاباتِ ظلمانی، حجاباتِ نورانی اور حجاباتِ کیفی۔

**حجاباتِ ظلمانی** | حجاباتِ ظلمانی وہ پردے ہیں جو غلبہٴ نفسانیت کی وجہ سے بندہ و مولا کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔ خواجہ حافظ فرماتے ہیں :-

حجابِ چہرہٴ جاں مے شود بخارِ تنف      تو خود حجابِ خودی حافظِ از میاں خیر  
مولانا جامی فرماتے ہیں :-

ہستیِ تنست حجاب تو و گرنہ پیدا است      کہ بجز دوستِ دریں پردہ نہاں چیزے نیست  
**حجاباتِ نورانی** | حجاباتِ نورانی سے مراد وہ پردے ہیں جو کشف و کرامت کی وجہ سے سالک اور مالک کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں :-

بیائے دل مے از ہستی خود ترکِ دعویٰ کن      میگوں چشمِ بر صورتِ نظرِ در عینِ معنی کن  
اُس کی وجہ یہ ہے کہ تجلیاتِ صوری میں سالک بھنس کر رہ جاتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں :-  
چوں جملہ جہاں منظرِ آیات وجودند      اندر طلبِ از منظرِ آیاتِ گذشتیم

**حجاباتِ کیفی** | حجاباتِ ظلمانی اور نورانی سے گذر کر سالکین کی راہ میں اور پردے حائل ہوتے ہیں جنہیں حجاباتِ کیفی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ذاتِ بحت یا ذاتِ لاتعین اور غیبِ ہریت کے طلبکاروں کے پیشِ نظر ہر وقت یہ اصول رہتا ہے :-

چوں مستِ غلو تش گشتی فلک را خیمہٴ برہم کن      ستونِ عرش و درجنالِ طنبِ آسمان درکش  
طریقتِ بے قدم مے زوہدیش بے زبانش      چاش بے بھر مے میں شرابش بے دماں درکش  
لیکن پھر بھی "چاش بے بھر میں" اور شرابش بے دماں درکش کی حالت میں بھی ان کو سرور

سے اس غزل کا ایک شاندار شعر یہ ہے :-

بندہٴ عشقِ شدی ترکِ نسب کن حبِ آبی      کہ دریں راہِ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

مستی اور محویت سے واسطہ رہتا ہے جس سے سائلین کو ایک گونا گونا لذت حاصل ہوتی ہے بس لذت درمیان میں آئی اور تہور بدل گئے اس وجہ سے کہ اس وقت وہ طالب لذت ہوتا ہے طالب مولیٰ نہیں ہوتا۔ یہ حجابات حقیقی ہیں چنانچہ آپ نے دیکھ لیا کہ معاملہ کس طرح نازک ہے، محبوب حقیقی سخت نازک مزاج ہے اور ذرا سی بات پر بگڑ جاتا ہے۔

نازک مزاج شاہاں تاب سخن نثار و

اس لیے بزرگان کا ہوتو کہ ہے کہ سہ

نزدیکان را بیش بود حیرانی

حضرت شیخ صحیحی فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے راستے میں ایک نہایت ہی

**غیرت دوست**

حسین و جمیل عورت ملی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رک گئے۔ میں نے اس سے کہا کہ تو نے میرے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میری بھی یہی حالت ہے لیکن میری ایک ہمیشہ ہے وہ اس قدر خوبصورت ہے کہ اگر آپ اسے دیکھ لیں تو مجھے بھول جائیں گے میں نے کہا وہ کہاں ہے اس نے کہا آپ کے پیچھے کھڑی ہے جب میں نے پیچھے کی طرف دیکھا تو اس عورت نے اس دور سے میرے منہ پر پتھر مارا کہ چہرہ لال ہو گیا اور کہنے لگی کہ کذاب، بطل دل میرے ساتھ لگاتے ہو اور دیکھتے اور کو ہو۔ یہ ہے غیرت حسن اور عتاب محبوب حقیقی جو سائلین کی راہ میں حجاب بن کر رہ جاتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ حسن مجازی میں کس قدر وبال ہے اس وبال کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ جو حرم دوست میں پہنچ کر محرم راز بن جاتے ہیں۔ اصحاب حال جانتے ہیں کہ جب سالک پر فضیلت کا دور م شروع ہوتا ہے اور یقین جانیں کہ بہت جلدی شروع ہوتا ہے تو اس وقت حسن مجازی کی طرف سالک دیکھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس سے اس کے مقام میں تنزل واقع ہوتا ہے اور طبیعت میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ بے صورت کو تھوڑا کر صورت کی طرف آنا بے حد مشکل ہوتا ہے اشارات فریدی میں قارئین کرام دیکھ لیں گے کہ حضرت اقدس نے عشق مجازی کو راہ حقیقت میں کس قدر مضر قرار دیا ہے آپ بلاشبہ طالب حقیقت تھے لیکن چونکہ

بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کے بغیر



آپ نے لامحالہ مجاز کی زبان اختیار کیا ہے لیکن ہر جگہ آپ حقیقت کی طرف بھی اشارے کرتے گئے ہیں تاکہ حقیقی منزل مقصود پیش نظر رہے۔

**اشارات فریدی کی اہمیت کی تیسری وجہ** | اس کتاب کی تیسری اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ جو علمائے خواہر نے شریعت اور طریقت

کے مابین خلیج پیدا کر دی ہے اور اس قسم کے غم کے غم سے لگا رہے ہیں کہ طریقت اور مسلک تصوف اسلام اور شریعت محمدی کے خلاف ہے حضرت خواجہ صاحب نے اپنی تقاریر میں اس کی سخت مذمت فرمائی ہے اور قولاً و عملاً اپنے ثابت کر دیا ہے کہ شریعت عین طریقت ہے اور طریقت عین شریعت ہے۔ تصوف عین اسلام ہے اور اسلام عین تصوف ہے۔ آنحضرتؐ کا یہی مسلک تھا اور یہی قرب حق کا ذریعہ ہے۔ لفظ تصوف کے زمانہ مابعد میں مروج ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح تمام علوم اسلامیہ مثل تفسیر حدیث، فقہ، معانی، اسماء الرجال، صرف و نحو آنحضرتؐ صلعم کے زمانہ مبارک کے بعد مرتب ہوئے۔ علم معرفت یعنی تصوف بھی بعد میں مرتب ہوا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے قول و فعل سے ثابت کیا ہے کہ جو کچھ کسی کو ملا ہے پابندی شریعت کی بدولت ملا ہے اور جو کچھ کسی سے چھینا گیا ہے شریعت کی خلاف ورزی کی وجہ سے چھینا گیا ہے۔

**اشارات فریدی کی اہمیت کی چوتھی وجہ** | اس کتاب کی اہمیت کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ حضرت اقدس کا مسلک توحید و وجودی ہے لیکن وحدت الوجود کا جو غلط مفہوم بعض جہلانے لے رکھا ہے حضرت اقدس نے اس کی سخت مذمت فرمائی ہے۔

اشارات فریدی کے مطالعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ ہر کام میں سختی سے شریعت کے پابند تھے اور آپ سے فرائض، واجبات اور موکدات تو درکنار نوافل بھی کبھی قصا نہیں ہوئیں۔ اشارات فریدی میں آپ نے حضرت شیخ اکبرؒ، مولانا جامیؒ، شیخ صدر الدینؒ اور شیخ علاؤ الدولہ سمنانیؒ کے اقوال کی روشنی میں مسئلہ وحدت الوجود پر اس عالمانہ اور عارفانہ انداز میں بحث کی ہے کہ توحید وجودی اور شریعت محمدی میں ہر موافقات نظر نہیں آتا۔ اس موضوع پر مکمل بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے۔

## اہمیت کی پانچویں وجہ

اشارات فریدی کی اہمیت کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ قرآن اولیٰ سے لے کر آج تک علمائے ظواہر اس خوف و فکر کا اظہار کرتے رہے ہیں کہ صوفی لوگ عکس، فاختہ، نذر، نیاز، سماح وغیرہ میں مبتلا رہ کر رفتہ رفتہ ایک نیا مذہب بنا لیں گے اور اسلام سے منحرف ہو جائیں گے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جس چیز کی بدولت آج تک اسلام کا وجود دنیا میں باقی ہے وہ اولیاء کرام کی روحانی تعلیمات اور ان کے باطنی فیوض ہیں۔ تاریخ اس بات کی بھی گواہی دے رہی ہے کہ مزارات پر اجتماعات اور محافل عکس و سماح کے باوجود جس سختی اور خلوص سے طبقہ اہل اللہ عقائد شریعت اور اعمال صالحہ پر پابند رہا ہے علمائے ظواہر کو اس کا عشرِ شیر تک نصیب نہیں ہوا۔ کتاب اشارات فریدی سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ اگرچہ حضرت خواجہ صاحب چودھویں صدی کے ولی اللہ ہیں وہی چودھویں صدی جو دورِ فتن کے نام سے مشہور ہے۔ تمام محافل عکس و سماح، زیارات مزارات اور پیری و مریدی کے باوجود آپ شریعت محمدی کا مکمل نمونہ تھے اور نہ صرف عوام بلکہ خواص اور علمائے متبحرین کا ملجا و ماویٰ تھے۔ بڑے بڑے جید عالم اور فاضل آپ کے سامنے طفلِ مکتب ہونے کا اعتراف کرتے تھے۔ اور اذوق سے اذوق مسائل حل کراتے تھے بلکہ اشارات فریدی اور کتب تاریخ و سیر سے تو الٹا یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے منزل کی سب سے بڑی وجہ ہی یہی ہے کہ علمائے ظواہر نے اسلام کی روحانیت اور باطنی پہلو کو نظر انداز کر کے ظاہری رسومات پر اکتفا کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع باطنی یعنی اتباع معنوی کو چھوڑ کر انہوں نے صرف اتباع ظاہری کو اسلام سمجھ لیا جس سے

خدا ہی ملا نہ وصلِ صمیم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے ہے

وہ نہ دنیا کے رہے ہیں نہ دین کے۔ بلکہ دین حق کو انہوں نے مسخ کر کے مضحکہ خیز بنا دیا ہے۔

خدا سلامت رکھے اس طبقہ اہل اللہ کو جنہوں نے اسلام کے ظاہری عبادات کے پروگرام کے ساتھ اس کی باطنی تعلیمات پر بھی عمل کیا جس کی بدولت اسلام آج تک زندہ و پائندہ ہے اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل حق کا گروہ ہمیشہ موجود رہیگا جو اسلام کا جھنڈا بلند رکھیگا۔

## اہمیت کی چھٹی وجہ

کتاب کی اہمیت کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ برصغیرِ ہند و پاکستان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی حکم ہے خواجگانِ چشت کو دورِ شہ میں طلبہ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں جو شدید نسبت عشیقہ کا عنصر ہے وہ برصغیر کے لوگوں کے



عشقیہ مزاج کے عین مطابق ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کو اس وقت کے پایہ تخت اجیر میں جا کر برصغیر کو نور اسلام سے منور کرنے کا اشارہ فرمایا اور حضرت خواجہ بزرگ اور آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے روحانی فیوض و برکات کی بدولت یہ کفرستان بفعہ نور بن گیا۔ اس سے پہلے حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتی قدس سرہ کی روحانی توجہات سے سلطان محمود غزنوی کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں اور برصغیر میں اسلام کے قدم مستحکم ہو گئے تھے۔ اگرچہ دیگر سلاسل کے مشائخ عظام کا بھی برصغیر کی اصلاح میں کافی ہاتھ ہے لیکن بنیادی طور پر یہ ملک ہمیشہ مشائخ چشت اہل بہشت کے دائرہ تسلط و تصرف میں رہا ہے خاص طور پر ملک کی باطنی سیاست اور نظم و ضبط کلی طور پر مشائخ چشت کے ہاتھ میں رہا ہے اور اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا بلکہ اہل نظر تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی اجیری قدس سرہ کی حضرت مخدوم سید علی جویری داماد گنج بخش قدس سرہ کے مزار مقدس پر چلے کئی بھی برصغیر کے چارچ کے لین دین کی نوعیت کی تھی۔

اس حقیقت کے پیش نظر جملہ مشائخ چشتیہ کا برصغیر کے لوگوں کے ساتھ خاص تعلق ہے اور نسبت چشتیہ کا غلبہ ذوق و شوق، سوز و گداز، گریہ نالہ، آہ و فغاں جس کا اظہار محافل سماع میں ہوتا ہے برصغیر کے لوگوں کی نسبت عشقیہ کے عین مطابق ہے چونکہ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ میں نسبت عشقیہ چشتیہ کا شدید غلبہ ہے حضرت اقدس کی زندگی اور تعلیمات اس ملک کے لوگوں کے لیے بدرجہ اتم مناسب اور اہمیت کی حامل ہیں۔

**اہمیت کی ساتویں وجہ** اشارات فریدی کی اہمیت کی ساتویں وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مہر حاضر کے بلند پایہ ولی اللہ ہیں جن کے مرید اور مریدوں

کے مرید، احباب، اصحاب اور ان کی اولاد اب تک زندہ ہیں۔ حضرت اقدس کی خدمت میں کثرت سے علماء، فضلاء، اورویش، امرار، رؤسار، مریدین اور دیگر لوگ حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔ اور ان ملاقاتوں کی روایات اور داستانیں اب تک ان خاندانوں میں مشہور ہیں۔ چونکہ ان تمام لوگوں کی ملاقاتوں اور سوال و جواب وغیرہ کی تفصیل اشارات فریدی میں آچکی ہے اس لیے یہ کتاب ہم سب کے لیے باعث فخر اور باعث مسرت ہے کیونکہ اس سے ان کی تمام غیر مصدقہ روایات پر ہم تصدیق ثبت ہوتی ہے۔ نیز اس کتاب سے جن حضرات کے بزرگان کی خلافت اور باطنی کمالات کی تصدیق ہوتی ہے وہ بھی تاریخی لحاظ سے بڑی اہمیت کی چیز ہے۔

## سلوک الی اللہ

قبل اس کے کہ ہم اپنے اصلی مضمون یعنی حضرت خواجہ کے بیان کردہ حقائق و معارف کی روشنی  
آپ کے بلند منازل و مقامات کا پتہ لگانے کی کوشش میں یعنی اُسی سے  
آفتاب آمد دلیل آفتاب

کے طریقے سے نہ کہ اپنی عقل و ناسا کی روشنی میں، ہم قارئین کی سہولت کے لیے منازل سلوک الی اللہ پر  
قدرے روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ زمین بھی تیار ہوتی جائے۔ احکامات و تصوف سے بھی آگاہی  
ہوتی جائے اور اذوق روحانی حقائق کے سمجھنے کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی جائے۔

سلوک الی اللہ | یاد رہے کہ جس طرح ابتدائے آفرینش سے ذات منزہ اور لائقین کا بالتدریج  
ظہور بذریعہ تنزلات، دوائر و جمع دائرہ کی صورت میں ہوا عروجی و نزولی سفر  
بھی شکل دائرہ طے کرتے ہیں چنانچہ اس کا ایک خاکہ حسب ذیل ہے:-





**فنا فی اللہ** جب اسلامی عبادات یعنی فرائض، ہنن، نوافل، وظائف، اذکار، مشاغل، مراقبات کے ذریعے سالک کو تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تخلیہ روح نصیب ہوتا ہے تو اس کی نفسانیت میں کمی اور روحانیت میں قوت پیدا ہوتی جس سے وہ عالم قدس کی جانب پرواز کرتا ہے۔ یہ سفر نقطہ ب سے شروع ہوتا ہے اور نقطہ ح سے ہوتا ہوا مقام الف پر ختم ہوتا ہے لیکن یہ ختم ہونا اصطلاحی ہے نہ کہ حقیقی۔ کیونکہ ذات حق لامتناہی ہے لہذا سفر عروجی کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ مقام الف پر سالک کو ذات حق میں فنایت حاصل ہوتی ہے۔

**فنا فی الفناء** جب سالک ذات احدیت میں ترقی زیادہ کرتا ہے اور کلی طور پر محو اور فانی ہو جاتا ہے تو اس پر اس قدر لاشعوری کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ فنا کو بھی بھول جاتا ہے یعنی یہ احساس کہ میں فنا ہو چکا ہوں بھی جاتا رہتا ہے اس مقام کو فنا فی الفناء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن اسلام میں فنا فی اللہ آخری مقام نہیں ہے جہاں پہلی امتوں میں مقام فنا منزل بقا باللہ مقصود تھا اسلام نے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی

کا اعلان کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت سے بنی نوح انسان کو حصہ دیا اور فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ کو آخری منزل قرار دیا۔ اس لیے اسلامی تعلیمات کا خاصہ یہ ہے کہ جب سالک مصداق حدیث تخلقوا باخلاقی اللہ اور حدیث بی یسمع و بی یبصر مقام الف پر پہنچ کر صفات باری تعالیٰ سے متصف ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے چلتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے بات کرتا ہے۔ حدیث الحق یتخلق علی لسان العمر سے بھی مراد ہے حق تعالیٰ کی ذات و صفات میں فنا حاصل کرنے کے بعد وہ اس منصب خلافت الیہ کے فرائض انجام دیتے کے قابل ہو جاتا ہے جس کا آیہ انی جاعل فی الارض خلیفہ میں اشارہ ہے۔ حق تعالیٰ کی جانب سے یہ اختیارات لے کر اب وہ اپنے اصلی مقام ب پر واپس آتا ہے۔ اس سفر کو تصوف کی اصطلاح میں سفر زولی یا سیر من اللہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

سیر من اللہ کے دوران سالک کو سیر مع اللہ اور سیر باللہ بھی حاصل ہوتی ہے جو تکمیل کے لوازمات

میں سے ہیں۔ مقام ب پر واپس آکر سالک وہ نہیں ہوتا جو سفر شروع کرنے سے پہلے اس مقام پر تھا۔ سفر سے پہلے وہ ناقص تھا، اب وہ کامل بن کر آیا ہے۔ پہلے وہ نفسِ امارہ کے ماتحتوں میں کھیلتا تھا، اب اس کا نفسِ امارہ نفسِ مطمئن ہو چکا ہے۔ پہلے اس کی باطنی آنکھ نابینا تھی اب بینا ہے اب وہ حق تعالیٰ کی بصیرت سے دیکھتا ہے اور حق تعالیٰ کے صفات سے متصف ہو کر منصبِ خلافتِ الہیہ کی انجام دہی کے لیے جہلِ اختیارات نے کر آیا ہے۔ مقام ب پر عود کرنے کو بقا باللہ کے نام سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کہ یہاں پہنچ کر سالک اپنی ذات سے فانی اور ذات و صفاتِ حق سے باقی ہوتا ہے۔ اس مقام کو مقامِ عبودیت، عبودیت، دوئی، کثرت، فرق، بعد الجمع، مقامِ صحو اور مقامِ تمکین سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ جہاں مقام فنا کا خاصا مکمل، استغراق، محویت اور مستی ہے۔ مقام بقا کا خاصہ صحو یعنی ہوشیاری اور تمکین ہے۔ یہی وجہ ہے اصحاب فنا کو اہلِ تلوین اور ارباب بقا کو اہلِ تمکین کہا جاتا ہے۔ مقام الف پر سالک کو ابنِ الحال اور مقام ب پر ابو الحال کہتے ہیں۔ مقام الف پر سالک کا تعین کم ہو جاتا ہے مقام ب پر وہ اپنے تعین میں کامل بن کر منصبِ خلافتِ الہیہ کے فرائض انجام دیتا ہے، لوگوں کی رشد و ہدایت پر مامور ہوتا ہے۔ رشادی بیاہ کرتا ہے اور دیگر فرائضِ زندگی انجام دیتا ہے۔ لہذا اکابرِ عرفاء کے نزدیک حصولِ فنا فی اللہ محال نہیں ہے بلکہ بقا باللہ محال ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے بھی ارشادات فریدی میں اسی مقام بقا باللہ کو آخری اور بلند ترین مقام قرار دیا ہے کیونکہ اسلام میں یہی معراجِ بشریت اور یہی تکمیلِ انسانیت ہے۔





## مقامات

سلوک الی اللہ کی مختلف منازل و مقامات سمجھ لینے کے بعد اب قارئین کرام کے لیے حضرت خواجہ صاحب کا مقام سمجھنے میں آسانی ہوگی یہی وہ شاہراہ حقیقت ہے جس پر تمام اولیاء کرام اور مشائخ عظام کا منزل ہو کر منزل مقصود پر پہنچے ہیں۔

اب ہم آپ کی ولایت کی مختلف خصوصیات بیان کرتے ہیں۔  
**آپ کا مقام فنا فی اللہ** دیوان فریدی اور اشارات فریدی میں حضرت اقدس نے جو حقائق و

معارف بیان فرمائے ہیں ان کی روشنی میں آپ کی ولایت کی چند خصوصیات نظر آتی ہیں جن میں پہلی خصوصیت آپ کی شان فنا فی اللہ ہے۔ فنا فی اللہ سے پہلے جس سفر و روجی کا ذکر سلوک الی اللہ کے باب میں آیا حضرت اقدس نے اسے اپنے اشعار میں یوں بیان فرمایا ہے۔

گرنے پورے بید تائے عقل فکر سب وہم گھائے  
 مدہوشی وچ ہوش سکھائے سارا سفر و روج سکھایا

یہاں گرسے مراد شیخ کامل ہے۔ عقل فکر اور فہم گم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقام فنا فی اللہ میں عورت و استغراق ذات کی وجہ سالک اپنے آپ کو بھول جاتا ہے بلکہ ساری کائنات کو بھول کر صرف ذات حق میں محو ہو جاتا ہے۔ مدہوشی وچ ہوش سکھائے سے مراد صفات باری تعالیٰ سے متصف ہونا ہے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ سالک جس قدر ذات حق میں گہرا جاتا ہے صفات باری تعالیٰ سے اسی قدر متصف ہوتا ہے۔ حدیث تخلقوا باخلاق اللہ اور بنی یسمع و بنی ببصر کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ نیز صفات باری تعالیٰ سے جس قدر متصف ہوتا ہے کشف حقائق اسی قدر زیادہ ہو جاتا ہے لہذا مدہوشی وچ ہوش سکھائے سے مراد کشف حقائق ہے۔ دیوان فریدی میں جگہ جگہ پر آپ کے مقام پر فائز ہونے کے اشارات ملتے ہیں۔ ایک کافی میں آپ فرماتے ہیں۔

دل مست بخو خیال ہے - سیر و تقاضا نہ سہوں  
 اے خیال عین وصال ہے - تے کمال ہے نہ کہ ہے جنوں  
 یہ گم ہونا فانی اللہ یعنی فاسدِ حق میں گم ہونا ہے -  
 نیز فرماتے ہیں :-

ایوم بصر حیدر دے - ہر وقت یار تے دیدے  
 کھولی عشقِ قلب کلید دے - تھے گچھڑے راز پریدے  
 دل نل گھدی توحید دے - ہے حال روز مرید دے  
 ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :-

ڈہینہ بجر دے مکلا گئے - ویلے وصال دے آگئے  
 جامِ بجاناں شد قرین - خدا جنوں العاشقین

”جامِ بجاناں شد قرین“ سے وہی قرب معنوی ہے جس کا دوسرا نام فنا فی اللہ ہے۔ وصال بھی یہی ہے۔

**مقام فنا الفناء** | مقام فنا سے اوپر ایک اور مقام ہے جسے فنا الفنا یا فنا نے فنا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اربابِ حال کو معلوم ہو گا کہ فنا فی اللہ کے وقت ذاتِ واحد میں فنایت کا احساس رہتا ہے لیکن بجز حدیث میں مسلسل غوطے لگانے کے بعد ایک ایسا وقت آتا ہے کہ احساسِ فنایت بھی نہیں رہتا ہے اور سالک پر کیفیتِ لاشعوری طاری ہو جاتی ہے۔ اس مقام کو فنا الفنا کہتے ہیں یعنی یہ احساس بھی نہ رہے کہ وہ فنا ہو گیا ہے بقصوف کی اصطلاح میں فنا فی اللہ کو قربِ نوافل اور فنا الفنا کو قربِ فرائض کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے مندرجہ ذیل اشعار سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کی ولایت کی ایک خصوصیت مقامِ فنا، الفناء بھی ہے۔

بری بیزادہن ذاتوں صفاتوں - مست جانانوں  
 محض آزادہن ناموں فناءوں - دین ایمانوں  
 جڈاں ڈول تریں تو غافل ہے - مڈاں ہٹاں نالِ اصل ہے  
 لدھا قربِ النوافل ہے - دل ایفاں لہِ احسانوں

آخری مصرعہ میں لفظ ”احسانوں“ میں صفتِ تبلیغ ہے جس کا اشارہ حدیثِ احسان کی طرف ہے



یعنی اللہ کی ہر طرح عبادت کرو کہ اُسے دیکھ رہے ہو۔ بڑی داتوں حقائق کا مطلب یہ ہے کہ مقام فنا، الفنا کے وقت ذات حق میں فنا کا شعور بھی باقی نہیں رہتا۔

**حضرت اقدس کی ولایت کی تیسری خصوصیت** **بقا باللہ** **تیسری اور نہایت اہم خصوصیت** **حضرت اقدس کی ولایت کی تیسری خصوصیت**

اُس کا شان بقا باللہ ہے۔ مقام فنا، الفنا دروازہ ہے بقا باللہ کا جسے مقام فنا، الفنا حاصل ہوا پس وہ ملک بقا میں داخل ہو گیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ مقام فنا فی اللہ کی غوریت، سکرا اور استغراق سے نکل کر جب سالک اپنے تعین یعنی مقام دوئی میں خود کو تباہ تو چونکہ وہ صفات باری تعالیٰ سے متصف ہوتا ہے وہ ہر کام حق تعالیٰ کی صفات سے کرتا ہے بالفاظ دیگر وہ اپنی صفات سے فانی ہو کر حق تعالیٰ کی صفات سے باقی ہو جاتا ہے اس وجہ سے اس مقام کو بقا باللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اکابر اولیاء کے نزدیک یہ مقام سب سے زیادہ بلند اور عروج بشریت کی آخری منزل ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک انسان کامل بنتا ہے اور خلقت کے ساتھ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شارح اعظم نے لارہ ہدائیۃ فی الاسلام کا اعلان فرما کر رہبانیت یعنی دوا می ترک دنیا کو ناجائز قرار دیا ہے۔ جہاں دیگر مذاہب میں آخری مقام فنا فی اللہ اور ترک دنیا تھا اور ہندو رشی، بھدر، عیسائی اور یہودی راہب ہمیشہ کیلئے جنگلوں کی غاروں میں رہ جاتے تھے۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر رہبانیت کو ناجائز قرار دیا لارہ ہدائیۃ فی الاسلام، روحانی ضروریات کے ساتھ جسمانی ضروریات پورا کرنے اور روحانی اور مادی ترقی کے حصول کی تاکید فرمائی ہے۔ یہ وہ جامعیت ہے جو اسلامی تعلیمات کے سوا کسی جگہ نہیں ملتی۔ اسی مقام پر انسان کامل منصب خلافت الیہ کے فرائض انجام دینے کے قابل ہوتا ہے۔ اسی مقام پر مسند پر خلافت پر تنگن ہو کر ہدایت خلق پر مامور ہوتا ہے، اسی مقام پر پیسچ کر وہ جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے، سیاست مدن میں حصہ لیتا ہے اور دیگر فرائض زندگی ادا کرتا ہے۔ اسی مقام پر اس کا ایمان پرکھا جاتا ہے اسی مقام پر محبوب حقیقی کی طرف سے اس کے ساتھ چھڑ چھاڑ ہوتی ہے کبھی تجلیات سے نوازا جاتا ہے کبھی استعار سے ستایا جاتا ہے اسی چھڑ چھاڑ سے تنگ آکر خواجہ صاحب پکارا ٹھٹھریں۔

کیوں ملک چھپ بہد میں ڈھولہ میں کنوں

ایہا ریت سبھی مٹی کین کنوں

تیز فرمایا :-

ہے سوز عجب ہے ساز عجب ہے گھنڈ عجب ہے حجات عجب

ہک پاسو ناز نواز عجب ہے پاسوں عجب نیاز عجب

اسی مقام بقایت پر قوس ابرو سے تیرے مشرکان کی بارش کر کے عشاق کے قلوب کو چھلنی کیا جاتا ہے اسی مقام پر پروانوں کو شمع پر جلا کر خاک کیا جاتا ہے اسی مقام پر بلبل کو حسن گل پر رقص کرنے اور جان نثار کرنے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں جیسی نے خوب کہا ہے

آتش خسار گل خرمین بلبل بسوخت پھر خندان شمع آفت پروانہ شد

اسی مقام پر کبھی عشاق کو آتش عشق میں جلا کر رکھ دیا جاتا ہے اور کبھی شربت وصل سے سیراب کیا جاتا ہے کبھی تیغ ابرو سے اس پر وار کیے جاتے ہیں اور کبھی لب لعل کی شریانی سے اسے شاد کام کیا جاتا ہے لیکن لطف ہو یا تم ظلم ہو یا کرم عاشق صادق ہر حال میں یہی رہتا ہے اور فرط مست میں ہکا بھکا ہے

نشو و نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت میر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی دوائی

تازہ دارد زخم دل فیض نکلان کے سبزہ شد نخل مراد از آب پیکان کے

جب مرزا منظر جانناں کو دشمنوں نے شدید کر دیا تو آپ خاک و خون میں غلٹاں اس شوکار کو دے تھے

زخم دل منظر مہاد بر شود ہشیار باش کیں جراحت یادگار ناوک شرکان اوست

جب حضرت خواجہ صاحب پر ناوک شرکان چلائے جاتے ہیں تو خوش ہو کر فرماتے ہیں :-

پڑھ بسم اللہ ڈکھڑے چسپاں خوشیاں کر کر بھولی پیساں

جے دست تیکوں ہے منظور

فنا سے بقا زیادہ محبوب اور بلند ہے | یہ نشان بقا باللہ ہے جو اٹھیں اولیاء اللہ کو فنا فی اللہ سے زیادہ محبوب ہے۔ فنا میں استغنا ہے اور بقا

میں تسلیم و رضا۔ خاصان خدا بارگاہ رب العزت میں استغنا سے تسلیم و رضا کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ لذت وصل سے لذت درد ان کو زیادہ محبوب ہے کیونکہ یہی محال عبدیت اور آخری نقطہ عروج بشریت ہے وہ ہر وقت :-

من لذت درد تو بدر ماں نفرو شتم کفر سر زلف تو بایاں نفرو شتم



کا در رکھتے ہیں اور محبوب کے جور و ستم کو جو دراصل پھیر چھاڑ اور دشنام محبت کا درجہ رکھتا ہے خندان  
پیشانی سے برداشت کرتے رہتے ہیں۔

**حضرت اقدس کے کلام میں کثرت ہجر و فراق کی وجہ** | حضرت خواجہ صاحب کے کلام میں جو

ہجر و فراق اور سوز و گداز کا محضر زیادہ ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ کو دولت قرب و وصال سے کم حصہ ملا تھا اور زیادہ تر آپ مجبوری  
کی حالت میں بیچ و تاب کھاتے رہتے تھے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ولایت میں بدرجہ اتم شان  
بقا باللہ رکھتے تھے جس طرح فنائیت میں آپ کا مقام بہت بلند تھا اسی طرح آپ کا نزول بھی قوی تھا  
اور بقا باللہ اور عبدیت میں آپ کو کمال حاصل تھا اس وجہ سے آپ کو لذت و صل سے لذت درو  
زیادہ محبوب تھی اور فنا کی بلندیوں چھوڑ کر آپ مقام دوئی اور کثرت میں آکر اپنے آقا و مولا کا ادنیٰ عبد بن کر  
رہنے میں زیادہ لذت محسوس ہوتی تھی چنانچہ آپ کے کلام میں اکثر عبدیت اور نیستی کا اقرار در اقرار نظر  
آتا ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں :-

تھندی نہیں تشدید دے کاوڑ اتے تشدید دے

ایہو ادنیٰ عبد تشدید دے ازلوں ہے دید خرید دے

ازلوں سے مراد یوم الست ہے یعنی جب حق تعالیٰ کے مطالبہ الست برکلم کے جواب میں سعید  
روحوں نے بلی کہہ کر طوق عبدیت اپنی گردنوں میں ڈال لیا پس اکابر کا ملین کا مقام فنا کو عذر ترک کر کے مقام  
بقا، عبدیت، ہجر و انکسار پر واپس آنا وعدہ یوم الست کا ایفاء۔

**امت محمدیہ میں اصحاب بقا کی کثرت ہے** | اولیائے امت محمدی کی زبردست اکثریت اسی مقام

بقا باللہ پر فائز ہے اس وجہ سے کہ پیشوائے اولین  
و آخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فتوہ صفات کی جامعیت کا تقاضا ہے کہ آپ کے خلفاء امین  
ہر دور کے مشائخ عظام بیک وقت دولت فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے بہرہ ور ہوں۔ ایسے حضرات جو  
شریعت و حل کے چند پناہی پی کر مست ہو جائیں امت محمدیہ میں بہت کم ہوئے ہیں ان کو مجاہذیب  
(جمع مجذوب) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

البتہ مختلف اولیا کرام کے اختلاف طبع و استعداد کے مطابق ان کے مقامات و مراتب میں

فرق ضرور پایا جاتا ہے۔ جہاں تک ہمارے خواجہ صاحب کا تعلق ہے آپ کے کلام اور حالات زندگی اور مقالات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ بھی بیک وقت اور بدرجہ اتم مقام فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے بہرہ ور تھے۔

**شدید نسبت عشقیہ اور عبدیت کا اجتماع** | اس شان بقا و عبدیت کے ساتھ جب شدید نسبت عشقیہ کا غلبہ بھی شامل ہو جائے تو

قیامت برقیامت اور غضب در غضب کے سوا کچھ نہیں رہتا یہی وجہ ہے کہ جب حضرت خواجہ کے شدید غلبہ عشقیہ کے ساتھ قوی ترین مرتبہ بقا، عبدیت، عجز و انکسار، تسلیم و رضا شامل ہو گیا تو آپ کی حالت ایسی ہوئی کہ جس کا مشاہدہ دیوان فریدی اور اشارات فریدی کے اوراق میں ہو سکتا ہے۔ آپ کے طوفانِ عشق نے جنگل پہلے غرق کر دیے۔ اور طوفانِ غمش نے کوہ و دشت میں آگ لگا دی۔ اشعار ذیل میں آپ کا سوز و گداز ملاحظہ ہو۔

سُتُن یارِ پرائی پیڑ و و      تھیاں اکیاں پھل گئی دڑی بُل  
چاکِ میندا آؤڑ و پیڑے      کھڑے بھڑے کون بکھڑے  
کپڑے لیر کتیر و و -      گیا ہار سنگھار موساگ بجل  
ماہی با تھبوں سول قہر دے      ڈیاں رات فریدِ نجر دے  
نینڑاں نیر و ہیر و و      ہر جنگل بیلے چھٹو چھل

ورد و فراق میں یاس و حرمان کی جو کیفیت پیدا ہوتی ہے خواجہ صاحب کے کلام میں اس کی کثرت ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

سنگیاں سرتیاں سیجھ چھاوَن      بانہ چٹری در گل لاون  
بک میں مہنت رہی مجبور  
پیت پرائی کھلا کیستا      عشق اولڑا لوں لوں سینا  
پوَن کلڑے پلپل پور

اپنے آپ کو سستی کی حالت میں ڈال کر حضرت اقدس پل یعنی محبوب حقیقی کی جدائی میں یوں فریاد کرتے ہیں :-



ہے ہے یار بہرہ چل بہک تل ترس نہ کیتا  
 کر کے سخت غنائی اپنے نال نہ نیتا  
 ہجر پیالہ ازلوں میں مٹھری لو پیتا  
 روہ فرید لٹاں شالا کھادم چیتا  
 عاشق ناز کی نامرادی کی کیفیت ملاحظہ ہو

کیا حال سناواں دل دا کوئی محرم راز نہ بل دا  
 منہ دھوڑ مٹی سر پائیم سارا ننگ نموز و نجائیم  
 کوئی کچھن نہ دیڑھے آئیم ہمتوں الٹا عالم کھل دا

اسی طرح سارا دیوان اشرف عشق کے شعلوں سے لبریز ہے اور جگہ جگہ پر طوفان غم و اندوہ ٹھاٹھیں مار رہا ہے لیکن آپ کا یہ ہجر و فراق اختیاری ہے نہ کہ اضطراری۔ آپ کی ولایت کی شان بقا باللہ اور عبودیت اس بات کی متقاضی ہے کہ قرب و وصل کو ترک کر کے آپ ہجر و نیاز اختیار کریں اور اشرف عشق میں جلتے رہیں۔ یہی مراد عاشقین ہے۔

”جہاں خود قرب دوری“  
 شان عبودیت اور بقا باللہ کے علاوہ حضرت اقدس کے ہجر و فراق اور سوز و گداز کی ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ ذات

باری تعالیٰ کی کوئی حد نہیں ہے اس کے حسن و جمال اور قرب و وصال کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔

بحسن غایتے دار نہ سعدی رانغن پایاں بمر و تشہ ستقی و دریا بہچناں باقی

لہذا اس لیکن اور کاملین قرب حتیٰ میں جس قدر ترقی کرتے ہیں اس سے اوپر قرب کی ایک اور منزل نظر آتی ہے غرضیکہ وہ ساری عمر جد و جہد جاری رکھتے ہیں۔ اور قرب و وصال کی منازل پر منازل طے کرتے ہیں لیکن نہ ذات کی کوئی انتہا ہے نہ وہ انتہا کو پہنچ سکتے ہیں اس لیے ان کے لیے قرب بھی عبور نہ جاتا ہے

کسی نے خوب کہا ہے  
 قلند آئنگہ فوق الوصل جوید  
 قلند آئنگہ فوق الوصل جوید

(قلندردہ ہے جو وصل حبیب سے بھی اوپر کی منزل کا متلاشی ہو)

وصل سے اوپر کون سی منزل ہے وہی قریب سے قریب تر منزل ہے جو کبھی حاصل نہیں ہوتی

اور عشاق عین وصل کی حالت میں بھی مجبوری محسوس کرتے ہیں اور ہر وقت حل من مزید کے نعرے لگا کر دوست سے قرب اور قریب قریب تر ہونے کی کوشش میں عمر گزار دیتے ہیں لیکن یہ سفر نہ ختم ہوتا ہے اور نہ کبھی ختم ہوگا کیونکہ مدارج قرب اور حسن و جمال محبوب کے مراتب کی کوئی انتہا نہیں۔

دل آرام و در میر دل آرام جو بچو مستقی تشنہ بر آب جو  
دوست بغل میں ہے اور دوست کی تلاش ہے اس مستقی کی طرح جو دریا کے کنارے بیٹھا پانی پی رہا ہے لیکن پھر بھی پیاسا ہے۔

عارف رومیؒ فرماتے ہیں۔

نگویم کہ بر آب قادر نیسند کہ بر ساحل نیل مستقی اند

حضرت خواجہ صاحبؒ کو بھی یہ بلند مقام حاصل تھا۔ اس لیے آپ فرماتے ہیں۔

جھٹاں خود مترب ہے دوری اٹھاں کیا وصل و مجبوری

انانیت تھتی پوری۔ ہے انانوں تے رحمانوں

انانیت کا پورا ہونا یہ ہے کہ انسان اور رحمان دونوں اپنے اپنے تعین میں متکثر ہے اگرچہ فنا

میں انسان کا تعین رحمان میں گم ہو جاتا ہے لیکن جب فنا مبدل ہو جائے بقا میں تو تعین بحال ہو

جاتے ہیں۔ اسی مضمون کو ایک اور جگہ پر آپ یوں فرماتے ہیں۔

شد عکس در عکس ایں بنا کہ فنا بقا ہے بقا فنا

باقی مناسدہ جز انا کتھ اوتے توں کتھ ااتے ہوں

بعض شارحین نے "ایں بنا سے مراد دنیا یا دنیاوی زندگی لی ہے لیکن یہ تعبیر سیاق و سباق

کے خلاف ہے اس سے پہلے آپ فرماتے ہیں۔

جو مکان تھا بن گیا لامکان جو نشان تھا ہو گیا بے نشان

شدہ اسم و رسم زمین جدا اللہ اپنے آپ کو کیا کہوں

لہذا شدہ عکس در عکس ایں بنا سے مراد حضرت اقدس کی روحانی کیفیت ہے۔ غایت

قرب اور انتہائی ترقی مدارج پر پہنچ کر جب آپ کو مزید در مزید قرب کی تمنا ستا قی ہے تو اس قرب

کو آپ بعد کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اس حالت فنا (وصل حبیب) کو مجبوری اور بقا (عبدیت



اور دوتی) قرار دیتے ہیں۔ عکس در عکس میں ایک عکس تو یہ ہے کہ بقا (محوری) کی حالت میں بھی مزید مقامات طے ہو رہے ہیں اور قرب کی مختلف منازل سے گزر رہے ہیں اس لیے اس حالت بقا کو فنا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

**حضرت مجدد الف ثانی** حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ اپنے شیخ حضرت باقی باہد قدس سرہ کی خدمت میں ایک خط کے دوران لکھتے ہیں کہ:-

اب میری حالت یہ ہو گئی ہے کہ قرب بھی بُعد بن گیا ہے۔

**حضرت اقدس کا بلند ترین وجد** عین حالت قرب میں ہجر واضطراب کا اندازہ قارئین کرم کو حضرت خواجہ صاحب کی ایک محفل سماع سے بخوبی ہو جائے گا محفل سماع کیا تھی آپ غلوٹ میں اپنے چند خواص کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ کے محبوب قوال میاں برکت علی نے یہ غزل سنائی۔

ہم عمر با تو قدح زودیم و زلفت رنج خار ما

چہ قیامتے کہ نے رسد ز...

اس غزل کا شروع کرنا تھا کہ حضرت اقدس پر شدید وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور بہت دیر تک اسی ایک شعر پر وجد کرتے رہے۔ بعشق جانتے ہیں کہ واقعی یہ شعر نہیں بلکہ قیامت ہے جس پر انسان ساری عمر رقص کرے تو کر سکتا ہے۔ ساری عمر کیا عاشق صادق ہے تو موت کے بعد قبر میں اور قبر کے بعد بہشت میں بھی رقص کرتا رہے گا کیونکہ قرب حق میں سالک کی پرواز اور جدوجہد موت پر ختم نہیں ہوگی بلکہ قبر میں بھی وہ منازل قرب طے کرتا رہے گا اور قیامت کے بعد بہشت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قرب کی منزل پر منزل طے کرتا رہے گا لیکن نہ ذات کی انتہا ہے نہ اس کے حسن و جمال کی کوئی حد ہے۔ لاکھوں کروڑوں منازل قرب طے کرنے کے بعد بھی اس کی پیاس نہیں بجھے گی اور اس شعر پر رقص دوام کرتا رہے گا۔ سعدی نے سچ کہا ہے۔

چشمنش غایتے دار نہ سعدی را سخن پایاں میر و تشنہ مستقی و دریا ہچمنایاں باقی

امید ہے کہ قارئین کرام پر اب قدرے واضح ہو گیا ہو گا کہ ہمارے خواجہ صاحب **غایت عروج** کا مقام کس قدر بلند تھا۔ شیخ منصور جلالت شریعت و صل کے چند پیالے پی کر

مست ہو گئے اور انا الحق کا دم بھرنے لگے سلطان العافین شیخ بازید بسطامیؒ نے غلبہ استغراق ثانی اللہ میں سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک سوں میرا شان کیسی بلند ہے) کا نعرہ لگایا۔ لیکن کمال ہے ہمارے خواجہ صاحب کی عالی ظرفی کا کہ شدید نسبت عشقیہ اور قرب وصال کے باوجود آپ شربت وصل کے پیالے نہیں، صراحی نہیں، خم نہیں، ندی نالے نہیں، دریا نوش کر رہے ہیں لیکن مست اور مغلوب الحال نہیں ہوتے بلکہ عین تعلیم اور ضبط و استقلال کے عالم میں حل من مزید۔

توڑیں جو دریا نوش ہیں      پرچوش تھی خاموش ہیں  
اسرار دے سر پوش ہیں      صامت رہن مارن نہ بک  
کے نعرے لگا رہے ہیں۔

سبحان اللہ! کیا وسعت ظرف ہے اور کیا ہی بلند مقام ہے کہ نئے وحدت کے دریا نوش کر رہے ہیں لیکن مست نہیں ہوتے اور صوم و صلوٰۃ پر نہایت سختی سے پابند ہیں شدید غلبہ عشق کے باوجود مغلوب الحال نہ ہونا بلکہ حل من مزید کے نعرے لگانا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اکثر مشائخ نے اس حالت سے تنگ آکر بارگاہ حق میں یہ مناجات کیے ہیں۔

در میان قبر دریا تحت بندم کردم      باز میگویی کہ دامن ترکمن ہوشیار باش  
لیکن خواجہ صاحب ان میں سے نہیں ہیں۔ آپ عین قعر دریا میں تختہ بند ہیں طوفان عشق و مستی ٹھاٹھیں مار رہے لیکن آپ کا دامن ترک نہیں ہوتا۔ اور عین جذب و مستی کی حالت میں فرائض اور واجبات تو درکنار نوافل اور روزمرہ کے اور اور وظائف تک ترک نہیں کرتے۔ شان بقائیت کا یہ عالم ہے کہ ہر عشاء کی نماز کے بعد آپ روزانہ سجدے میں جا کر سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ یہ ہے ضبط و استقلال اور یہ ہے شان بقا باللہ کا کمال۔ آخر عمر میں آپ پر استغراق کا زیادہ غلبہ ہوتا ہے تو بھی نوافل ترک نہیں کرتے حالانکہ اکثر مشائخ اس حالت میں صرف فرائض پر اکتفا کر لیتے ہیں لیکن آپ کمال استغراق کی وجہ سے نوافل ادا نہیں کر سکتے تو امام کے پیچھے نوافل پڑھنے لگتے ہیں لیکن چھوڑتے نہیں۔ یہ ہے کمال عروج اور کمال نزول جو اولیاء کرام کی جماعت میں بہت کم دیکھتے ہیں آتا ہے۔

**جذبہ فدایت** :- مشائخ عظام کا جذبہ فدایت بھی حق کی ولایت کی



شان بقا باللہ کا نتیجہ ہے حضرت خواجہ صاحب کا جذبہ فدائیت ملاحظہ ہو۔ ویسے تو سارا دیوان اس قسم کے کلام سے لبریز ہے نمونے کے طور پر ایک کافی کے پچیس رباعیہ اشعار میں سے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں۔

میڈا دین دی توں ایمان دی توں	میڈا عشق دی توں میڈا یار دی توں
میڈا قلب دی توں جذبہ جان دی توں	میڈا جسم دی توں میڈا روح دی توں
میڈا صف تے فتہ آن دی توں	میڈا کعبہ قبلہ مسجد منبر
میڈا ذوق دی توں وجدان دی توں	میڈا ذکر دی توں میڈا فکر دی توں
من موہن جانان دی توں	میڈا سائل مٹھرا شام سلوٹا
تکلیہ مان تے تراٹ دی توں !	میڈا اکس امید تے کھٹیا دٹیا
میڈا شرم دی توں میڈا شان دی توں	میڈا دھرم دی توں میڈا بھرم دی توں
سرکار دی توں سلطان دی توں	جے یار منہ دے قبول کرے
لاشے لا امکان دی توں	ناتال کہتر کھتر اہتر اونے

حضرت اقدس کی شان بقا باللہ اور عبدیت کا اندازہ  
آپ کے ان اشعار سے ہو سکتا ہے۔

## تحفہ نیستی

حقّی خلقت تابع سب  
گم بھٹیوں ہی مطلب  
تاں دی کیا تھی پیا

آپ کے اس اہم شعر کی شرح  
ایک دفعہ یہ اہتر اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اول حضرت شاہ  
شہید اللہ فریدی صاحب کے ساتھ جامع مسجد پاکپتن شریف

میں بیٹھا اس غزل کے معانی پر گفتگو کر رہا تھا۔

کافر نشدی لذت ایمان چہ شناسی  
خود را نہ پرستی عرفان چہ شناسی  
چونکہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے الفاظ دہرائے جا رہے تھے یہ سن کر مولوی عبدالسبحان خلیفہ الرشید  
مولانا سراج احمد صاحب ساکن نواں کوٹ تحصیل خانپور نے جو حضرت خواجہ صاحب کے حلقہ ارادت  
سے تعلق رکھتے تھے آگے بڑھ کر کہا کہ حضرت میرا ایک سوال ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ

نے فرمایا ہے۔

عنوثی قطبی رتبہ پایو تاں وی کیا مٹی پیا  
گم تھتیوں ہے مطلب

انہوں نے کہا کہ آپ اور ہم جانتے ہیں کہ عنوثی قطبی رتبہ مقام فنا فی اللہ کے بعد ملتا ہے۔ یعنی اپنی ذات کو ذات حق میں گم کرنے کے بعد لیکن میری سمجھ میں نہیں کہ تاکہ عنوثی قطبی مراتب کے بعد گم تھتیوں ہے مطلب میں کو نساکم ہونا مراد ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے اس شعر کا مطلب خواجگانِ مٹھن شریف کے قریب کے حلقوں سے دریافت کیا ہے لیکن تسلی بخش جواب نہیں ملا حضرت شاہ شہید اللہ مدظلہ نے فرمایا یہ گم ہونا فنا نیست کا گم ہونا نہیں بلکہ بقا باللہ کا گم ہونا ہے۔ جب سالک فنا فی اللہ کے استغراق اور محویت سے نکل کر مقام صحو اور مقام بقا باللہ یا مقام عبودیت پر واپس آتا ہے تو خلافتِ ارضی کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے اور کائنات کی حکمرانی اس کے حوالہ کی جاتی ہے لیکن وہ اس بجز وائلسار اور تسلیم ورضا کی وجہ سے جو مقام بقا باللہ کا خاصہ ہے اپنا اختیار نہیں چلاتا بلکہ اللہ کا دیا ہوا سب کچھ پھر اللہ کے حوالے کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی خواہش اور ارادہ بھی ترک کر کے اللہ کی خواہش اور ارادہ میں گم کر دیتا ہے اور خود بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ یہ ہے بقائیت کا گم ہونا جو تحفہ نیستی اور بجز وائلسار ہے اور یہ بہترین تحفہ ہے جو بارگاہِ حق تعالیٰ میں انسان پیش کر سکتا ہے۔ یہ سن کر مولوی عبدالسبحان صاحب نے کہا کہ آج اس شعر کا مطلب میری سمجھ میں آیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور تحفہ نیستی  
حضرت مجدد الف ثانی تحفہ نیستی کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔

”اشیا اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ سستی حق کے حسن و جمال کے لیے آئینہ نیستی

ضروری ہے۔ اس وجہ سے مقام بقا سب مقامات سے زیادہ بلند ہے کیونکہ یہ مقام

عبودیت نیستی ہے یہ مقام محل اور اتم ہے کیونکہ محبوب ذوقِ شہود سے لذت حاصل کرتے

ہیں اور عاشقِ نیستی اور عبودیت سے جب تک آدمی اپنے آپ کو نہیں مارے گا محال

نصیب نہیں ہوگا۔“

بقا افضل ہے فنا سے حضرت اقدس بھی اشارتِ فریدی کی جلد چہارم مقبوس ۱۹



میں فرماتے ہیں :-

”جب تمام مراتب طے ہو جاتے ہیں تو سالک صورتِ مطلقہ اور احدیت ذاتیہ میں مستغرق ہو جاتا ہے لیکن جس شخص پر عنایتِ ازلی ہو جائے اس مقام سے نزول کر کے پھر مقامِ عبودیت میں آجاتا ہے۔ جامعیت اسی مقام میں ہے۔ یہ مقام تسلیمِ درخصا ہے۔ اس مقام پر حضرت اقدس اپنی حالت یوں بیان فرماتے ہیں :-

لاچار تے زار نزار اسال      وہ ڈٹڑی بدہوں برات اسال  
ہک پاسوں عجب نیاز عجب      پئے پاسوں ناز نواز عجب  
ہے سوز عجب ہے ساز عجب      ہے گھنڈ عجب ہے جھات عجب  
مشائخِ عظام کا مقولہ ہے۔ مشاہدۃ الابرار میں النعلی والاستنار؛ (یعنی اولیاء اللہ کا مشاہدہ و تعلیٰ اور استنار یعنی سامنے آنے اور گم ہو جانے کے درمیان ہے) یعنی کبھی محبوب پر وہ کر لیتا ہے اور کبھی حسن و جمال کے جلوے دکھاتا ہے)

حضرت داغ نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے :-

خوب پر وہ ہے کہ طہن سے لگے بیٹھے ہیں      صاف چھپے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں  
لیکن ہمارے خواجہ صاحبِ نہایت ہی والہانہ انداز میں ”ہے گھنڈ عجب ہے جھات عجب“  
کہہ کر حضرت داغ سے بازی لے گئے ہیں کیونکہ جو فصاحت اور پیار لفظ ”گھنڈ“ اور ”جھات“ میں ہے  
”چھپے“ اور ”سامنے آنے“ میں نہیں ہے۔ نیز لفظ ”عجب“ بھی عجب کیف و مستی کا حامل ہے۔

حضرت اقدس کے مقاماتِ فنا و بقا کا مضمون غیر مکمل رہ جائے گا اگر ہم لطائفِ ستہ

**لطائفِ ستہ**

کا ذکر نہ کریں جن کی بدولت یہ مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ لطائفِ ستہ سے مراد وہ چھ روحانی مرکز ہیں جو انسانی جسم کے اندر ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لطائفِ ستہ کو روحِ انسانی کی مختلف جہات قرار دیا ہے۔ لطائفِ ستہ یہ ہیں :-

۱۔ پہلا لطیفِ نفس ہے جس کا مقام ناف ہے اس کے نور کا رنگ زرد ہے اور اس کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے۔

۲۔ دوسرا لطیفِ قلب ہے جس کا مقام بایاں پہلو ہے نور کا رنگ سرخ ہے اور اس کا تعلق عالم

مثال سے ہے۔

۳۔ تیسرے لطیفہ روح ہے جس کا مقام وایاں پہلو ہے۔ نور کارنگ سبز اور اس کا تعلق عالم ملکوت یا عالم ارواح سے ہے۔

۴۔ چوتھا لطیفہ بہر ہے جس کا مقام لطیفہ قلب اور روح کے مابین وسط چھاتی میں ہے نور کارنگ سفید ہے اور اس کا تعلق عالم جبروت سے ہے۔

۵۔ پانچواں لطیفہ خفی ہے جس کا مقام وسط پیشانی ہے نور کارنگ نیلگون اور تعلق عالم لاہوت سے ہے۔

۶۔ چھٹا لطیفہ اخفی ہے جس کا مقام ام الدماغ یعنی سر کی چوٹی ہے رنگ سیاہ ہے اور اس کا تعلق عالم حاہوت سے ہے جب اسمائے الہی کی ضربیں ان لطائف پر لگائی جاتی ہے تو یہ زندہ ہو کر ذرا کر اور روشن ہو جاتے ہیں۔ ان کے روشن ہونے سے پورا خانہ وجود منور ہو جاتا ہے حضرت خواجہ صاحب نے اپنے لطائف کے زندہ اور روشن ہونے کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

اے گھر میرا سکھ مند	معصور خفی دے اندر
جھجکے محیط دا بندر	اتھ ہر جنبوں ملن سوغاتاں
تھی نصرت فتح صبور	سب بہتری، تسلی، روحی
گئی ظلمت نور صبور	کیتیاں جسم عجب پر بھاتاں

یہاں آپ نے لطیفہ خفی کو بجایا طود پر بحر محیط (ذات) کا بندر (بندر گاہ) قرار دیا ہے کیونکہ جب عالم قدس سے فیضان کی بارش ہوتی ہے تو سب پہلے اسی لطیفہ خفی پر ہوتی ہے پھر اس کی بدولت دوسرے لطائف نوازے جاتے ہیں نیز شروع میں جب روح بچے میں ڈالی جاتی ہے تو پہلے لطیفہ خفی سے داخل ہوتی ہے اور جب موت کے وقت روح نکلتی تو سب سے آخر میں اسی لطیفہ سے نکلتی ہے۔ جب تمام لطائف کے روشن اور مختلف رنگوں سے منور ہونے کے بعد رونی پیدا ہوتی ہے تو حضرت اقدس اسے یوں ظاہر کرتے ہیں۔

کیتیاں جسم عجب پر بھاتاں

یعنی سارے جسم سے نور کے شعلے اٹھ رہے ہیں خواجہ میر درد نے اس حقیقت کو دے الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے۔



کیا تن کو داغوں نے سرور چراغان  
 کبھی آکے تو نے تماشا نہ دیکھا  
 سرور چراغان سے وہ مصنوعی درخت مراد ہے جو شادی بیاہ کی تقاریب پر شاہراہوں پر لگایا جاتا  
 اس پر پتوں کی بجائے چراغ نصب ہوتے ہیں جو تیل ڈال کر جلانے جاتے ہیں۔ ہمارے خیال سے حضرت  
 اقدس کا مصرعہ کیتاں جسم عجب پر بھاناں۔ "سرور چراغان" سے زیادہ بلاغت اور کیف و سلیقہ کا حامل ہے۔  
 لطائف ستر کے روشن ہونے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے  
**شانِ لطائف** جب لطیفہ نفس زندہ ہوتا ہے تو ساک خواہشات نفسانی پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے  
 جب لطیفہ قلب، روح اور سر زندہ ہوتے ہیں تو کشف و کرامات کا دور دورہ ہوتا ہے، جب لطیفہ غنی  
 زندہ ہوتا ہے تو مقام فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے اور جب لطیفہ اخفی زندہ ہوتا ہے تو مقام فنا فی اللہ  
 حاصل ہوتا ہے جو دروازہ ہے بقا باللہ کا۔

**لطائف کے متعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ کی وضاحت** | حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ  
 اپنی کتاب انفاس العارفین میں  
 لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زمانے میں ایک بزرگ تھے جن کا نام شیخ اورس تھا۔ ان کے  
 لطائف زندہ ہونے اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ کمرے میں مشغول بیٹھے تھے خادم نے کمرے میں  
 گھاس بھرنے شروع کر دیا لیکن آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ چھ ماہ تک آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے جب  
 گھاس ختم ہوا تو اندر سے حضرت شیخ برآمد ہوئے۔ انہوں نے ایک دفعہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت  
 میں ایک خط لکھا جو ڈاکٹر علامہ اقبال نے بھی اپنے انگریزی خطبات تشکیل جدید النیات اسلام میں  
 نقل کیا ہے۔ اس خط میں شیخ اورس لکھتے ہیں کہ:-

• اگر زمین کی طرف دیکھتا ہوں تو زمین کو معدوم پاتا ہوں۔ اگر آسمان کی طرف  
 دیکھتا ہوں تو آسمان کو معدوم پاتا ہوں۔ اسی طرح عرش و کرسی کو بھی موجود نہیں پاتا۔  
 حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی نہیں پاتا۔ وجود حق کی کوئی انتہا نہیں۔ تمام مشائخ محض یہی نکتہ  
 کہہ کر رہ گئے ہیں۔ اگر آپ کا خیال بھی یہی ہے تو درست در نہ کوئی اور بات ہو تو ہمیں  
 بھی مطلع کریں تاکہ ہم وہاں تک پہنچ سکیں۔

اس کا جواب حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یوں فرمایا:-

میرے مخدوم! یہ اور اس قسم کے دوسرے حالات تلوین قلب (عدم چٹکی) کا نتیجہ  
ہیں مشاہدہ بتاتا ہے کہ ان حالات کا حامل مقامات قلب (لطیفہ قلب) میں سے ایک  
چوتھائی سے زیادہ طے نہیں کر سکا۔ ابھی تک تین حصے باقی ہیں مقامات قلب سے گزرنے  
کے بعد مقام روح (لطیفہ روح) آتا ہے۔ اس کے بعد مقام ستر (لطیفہ ستر) اس کا دروازہ  
کھلتا ہے اس کے بعد لطیفہ خفی تک رسائی ہوتی ہے تب جا کر مقام اخفی کے رموز کھلتے ہیں

**حضرت اقدس کی ولایت کی نسبت عشقیہ** | مقام فنا، فناء الفناء اور مقام بقا بائد کے بعد

حضرت اقدس کی ولایت کی چوتھی خصوصیت  
آپ کی شدید نسبت عشقیہ ہے۔ ویسے تو ہر ولی اللہ کی نسبت عشقیہ ہوتی ہے کیونکہ اسلام سراسر اپا عشق و  
محبت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ایمان لہ من لا محبة لہ (جس کے  
دل میں محبت نہیں اسے ایمان بھی حاصل نہیں) یہ کلمات آپ نے تین بار دہرائے لیکن بعض مشائخ میں  
دوسروں کی نسبت غلبہ عشق زیادہ ہوتا ہے چنانچہ مراتب بھی اسی قدر بلند ہوتے ہیں کیونکہ اگر عشق وہ  
گولہ اور بارود ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ کا قرب و وصال نصیب ہوتا ہے جس قدر جذبہ عشق زیادہ  
ہوتا ہے مقام اسی قدر بلند ہوتا ہے۔ حضرت اقدس کے کلام، مقالات اور حالات زندگی سے ظاہر ہے  
کہ آپ کے قلب میں عشق و محبت کا زبردست طوفان موجزن تھا۔ چنانچہ آپ کے دیوان کے اندر جو آگ  
لگا دینے والی چیز موجود ہے وہ آپ کی شدید نسبت عشقیہ ہی ہے۔ آج کل لوگ ایچی ایندھن کے ذریعے  
راکت چلا کر چاند اور مریخ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن راکٹ عشق میں جو قوت  
ہے وہ چاند، مریخ، سوچ کیا سوش و کرسی سے بھی اوپر لے جاتی ہے۔ یہ قوت عشق ہی تھی کہ جب نبی اکرم  
سدرۃ المنتقی تک پہنچے تو جبرائیل حبیبہ بلند مقام اور جلیل القدر فرشتے بھی دم توڑ کر بیٹھ گئے اور اس بات  
کا اعتراف کیا کہ **اگر ایک ہر مونسے برتر پریم فروغ تجلی بسوز و پریم**  
(اگر بال برابر بھی اوپر جاؤں تو تجلی ذات سے میرے پر جل جائیں گے)  
لیکن عاشق صادق سدرۃ المنتقی سے بھی لذر کو نہ جانے کن بلندیوں پر پہنچا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام  
اولیاء کو ام درو حاصل کرنے کی تاکید کرتے آئے ہیں۔ شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں کہ  
درو حاصل کن کہ در مال در دوست



مولانا روم فرماتے ہیں :-

مرجائے عشق خوش سودائے ما      اے طبیب جملہ علت ہائے ما  
اے توافلاطون و جالینوس ما      اے ددائے غوث و ناموس ما

یہ حضرت خواجہ صاحب کی شدید نسبت عشیقہ ہی ہے کہ جس نے کوہ و دشت میں آگ لگا دی ہے اور قلوب مشتاق کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔ یہی نسبت عشیقہ حضرت اقدس کی مقبولیت کی زبردست وجہ ہے اس لیے جب حضرت اقدس نے اسلام کا پیغام عشق کی زبان میں دیا تو ہر فرد بشر نے لبیک کہا آپ کا پورا دیوان تبلیغ اسلام کا بہترین نمونہ ہے کیونکہ عشق کی زبان سے بہتر دنیا میں کوئی زبان نہیں۔ یہ زبان ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب نے نہایت ہی ماہرانہ طریق پر مجاز کے ذریعے حقیقت کا راستہ بتایا ہے۔ حضرت اقدس کی نسبت عشیقہ کے متعلق مزید صراحت آپ کی شاعری کے عنوان کے تحت آ رہی ہے :-

## حضرت خواجہ صاحب کی شان محبوبیت

**آخری مقام** | اولیاء کرام کے مابین آخری مقام کے متعلق قدرے اختلاف پایا جاتا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو یہ اختلاف نزاع لفظی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

صرف میلان طبع یا رجحان کا فرق ہے بعض حضرات نے اپنے رجحان طبع کے مطابق مقام فنا فی اللہ کو آخری اور بلند ترین مقام قرار دیا ہے بعض نے بقا باللہ کو، بعض نے رضا کو بعض نے محبوبیت کو بلند ترین مقام قرار دیا ہے اور اپنے اپنے وجوہات پیش کیے ہیں لیکن اہل اللہ کی زبردست اکثریت محبوبیت کی طرف گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سالکین کی دو قسمیں ہیں ایک مرید، دوسری مراد، مرید وہ ہے جو اللہ کا طلب گار ہے اور مراد وہ ہے جن کا اللہ طلب گار ہے۔

ظاہر ہے کہ مراد کا مقام مرید سے بلند ہے۔ مقام عاشق مرید کا مفت م ہے اور مقام محبوبیت مراد کا مقام ہے۔ مرید سالک مجذوب کہلاتا ہے اور مراد مجذوب سالک۔ اول الذکر پر ریاضت و مجاہدہ کے بعد جذب الہی اللہ کا غلبہ ہوتا ہے اور آخر الذکر پر ریاضت سے پہلے جذب غالب

ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یمہدی الیہ من یشاء۔  
(اللہ چن لیتا ہے جس کو پسند کرتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے) اس آیت میں  
پہلی قسم کے لوگ مراد، اور دوسری قسم کے مرید کہلاتے ہیں۔ اب ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارے خواجہ صاحب  
کس فہرست میں ہیں۔

**شان محبوبیت کے متعلق حضرت اقدس کی اپنی شہادت** | ایک دفعہ آپ کے ایک مرید نے جو  
عالم اور سالک بھی تھے آپ کی کافی سہ

بولا بنیہر کس نوں پاواں ڈھولن کیس تم نا منظور  
کی طویل شرح لکھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے پڑھ کر فرمایا کہ مولوی صاحب تم  
نے بولا بنیہر پڑھا ہوتا تو شرح بھی لکھ سکتے۔ اس کا مطلب ایک قویہ ہے کہ جس شخص کو مقام محبوبیت حاصل  
ہے وہی اس کے متعلق کچھ لکھ سکتا ہے دوسرے کی مجال نہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ مولوی صاحب  
اس مقام سے محروم تھے تیسرا مطلب یہ ہے کہ خود حضرت اقدس اس مقام پر فائز تھے اگرچہ اشعار مذکور  
میں آپ بولا بنیہر (ذیورات) زیب تن کرنے سے گریز فرما رہے ہیں اس وجہ سے کہ محبوب نے پسند  
نہیں کیا لیکن یہ گریز دوست سے روٹنے کے مترادف ہے جب دوست نے نا منظور کیا تو ہم بھی ہمارا  
سنگار نہیں کرتے۔ یہ محبوبیت نہیں تو اور کیا ہے۔ جب سالک اپنا مقام پہچان لیتا ہے تو چھپر چھاڑ  
ناز نیاز دونوں طرف سے شروع ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ناز ہے کہ دوست ہم کو نہیں چاہتا تو ہم بھی اس  
کو نہیں چاہتے۔ ہم ہمارا سنگار نہیں کریں گے۔ اس مضمون کو کسی نے ہندی زبان میں یوں ادا کیا ہے۔

بجریوں سے بھر دوں گی چھونے نہ دوں گی سریر  
بہت کر دوں گے آنے نہ دوں گے آپ ہوؤ گے دلگیر

دخبر بمعنی نظر۔ سالک مراد مونث کی زبان سے حق تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتا ہے "بجریوں سے  
بھر دوں گی تمہاری طرف دھیتی رہوں گی لیکن جسم کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گی۔ بس یہی کر سکتے ہو کہ  
قریب نہیں آنے دوں گے میرا کیا بگڑتا ہے تم خود ہی دلگیر ہو گے۔"

**شان محبوبیت کی ایک مثال** | ایک دفعہ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء  
محبوب الہی قدس سرہ کے عرس کے موقع پر مجلس سماع



منعقد ہوئی لیکن رنگ نہیں جم رہا تھا اور ساری مجلس پر انقباض کی کیفیت طاری تھی مولانا عبدالسلام جو بلند مقام صوفی تھے بھانپ گئے کہ کیا وجہ ہے۔ انہوں نے قوالوں سے کہا کہ عاشقانہ کلام بند کر دو اور کوئی محبوبیت کی چیز گاؤ۔ چنانچہ انہوں نے یہی چیز ہے۔

نہریوں سے بھر دوں گی چھوٹے نہ دوں گی سر پہ بہت کرو گے آنے نہ دو گے آپ ہو گے ولیگر شروع کی تو فوراً حالت بدل گئی اور اہل مجلس پر خوب ذوق و مشوق اور جوش و خروش طاری ہوا۔ انقباض کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ حضرت سلطان المشائخ کا مقام محبوبیت ہے آپ پر اس وقت محبوبیت کے انوار کی بارش ہو رہی تھی جس کے ساتھ عاشقانہ کلام کو کوئی مناسبت نہیں تھی۔ جب محبوبیت کا کلام شروع ہوا تو رنگ جم گیا۔

**حضرت خواجہ صاحب کے مقام محبوبیت کی مزید شہادت** | حضرت اقدس کے مقام محبوبیت کی متعدد شہادتیں آپ کے کلام

میں ملتی ہیں مثلاً ایک کافی میں آپ فرماتے ہیں :-

اُج زبور پئے ٹھنڈے ہن	مٹاں ڈہینہ سہاگے آندے ہن
کجل مارو دیداں بھالے	سرخی مُبک مُبک عنم ٹالے
بُوئے بنیر تے کھٹالے	سجوں لکے کھاندے ہن

ایک اور کافی میں فرماتے ہیں :-

بُوئے بنیر ٹھکن	والیاں والے جھکن
- زلفاں سجوں سُوول پاؤں	تک تلوے لٹکے لاؤں
سرخیاں کجل مساک سہاؤں	بار سنگار سوہاندے ہن

ایک اور مقام پر آپ اپنی محبوبیت کو یوں بیان کرتے ہیں :-

میٹا دستہ نرم کردہ دا	مٹاں ونگیں یغم ٹکور
رہتہ بہندی دُرگ نہ سہندی	ہم طبع کمزور
جیکر رہتہ پیشیں تھک پوساں	گھوڑا بھنساں بور !
سوکھا، تیسز، لغام دا کھولا	ناں اوکھا سر زور

یہ سب شانِ محبوبیت کے نازِ بہنورے ہیں۔ دوست سے طرح طرح کی فرمائش کی جا رہی ہے۔ محبوب حقیقی کا وصال حاصل ہوتا ہے تو حضرت اقدس مائی میر کی زبان میں فرط مسرت سے یوں پکاراٹھتے ہیں۔

راجنن انگ لگایا ہے      سب غیر دا وہم بھلایا ہے  
راجنن میسر دیہڑے آیا      ٹھیسڑی بھیسڑی شور مچایا  
آپا ولدا سنیں دلایا ہے      بے شک بخت بھڑایا ہے  
مائی میں ول پائی بھائی      پا کر بھائی لائیں بھائی  
ہر دیے ہر جا ساتھی !      لوں لوں وچ سمایا ہے

”لوں لوں وچ سمایا ہے“ وصل محبوب حقیقی کو ظاہر کرتا ہے۔ وصل محبوب مجازی میں ہرگز یہ کیفیت نہیں آسکتی۔

**حضرت نازک سائیں کی شہادت** | مقام محبوبی کے متعلق حضرت اقدس کے اپنے بے شمار اشارات کے علاوہ واضح طور پر آپ کے

فرزند ولید اور خلیفہ جانشین حضرت قطب الموحدين خواجه محمد بخش قدس سرہ نے اپنے ملفوظات موسوم بہ ابرار المجالس جمع کردہ مرزا محمد شاہ ابن صوفی مرزا احمد اختر شہزادہ مجلس بہت و دوم میں فرماتے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے مقام معشوقیت و محبوبیت حاصل کیا ہے ان میں سے ایک عوث صدائی سلطان محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور دوسرے سلطان المشائخ حضرت محبوب الہی مولانا خواجہ شاہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔۔۔۔۔۔ حضرت فرید ثانی علیین مکانی میرے شیخ قدس سرہ قدم بقدم پابندِ طریقت سلطان نظام الدین اولیاء تھے۔ ہر موافقت نہ تھا۔ علم و حلم، سخا و عطا، حیا، معنوی احسان، عبادت و محبت، فقر و صلوات، شرف و اوقار، تغافل و دنیا و اہل دنیا، ترک لذت، کج عبادت، باوجود ظاہری ثروت میں جس طرح سلطان المشائخ تھے ان میں اور میرے شیخ میں کوئی فرق نہ تھا۔ آخر اجات، حسنات، وصحت منکر شریف گویا ایک نمونہ تھا۔ حضرت سلطان المشائخ کے منکر کا اور ان کی روحانیت سے بھی نہایت باریابی حاصل فرمائی تھی۔ میرا قیاس و اندازہ نہیں پہنچ سکتا کہ حضرت کس مقام تک پہنچے تھے۔ ایک دن مخدوم عبدالحق صاحب ساکن اوچ شریف نے



دریافت کیا کہ قبلہ عالم! اس وقت قطب ولایت ہندوستان میں کس جگہ مسکن رکھتا ہے میرے شیخ نے زبان الہام بیان سے فرمایا کہ ایک دن ایک شخص نے حضرت غوث صاحب ملتانؒ و حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانؒ سے عرض کیا اس وقت قطب ولایت ہند کس جگہ ہے آپ نے فرمایا کہ ملتان سے باہر نہیں۔

حضرت قطب الموحیدؒ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کا مقام محبوبیت تھا نیز حضرت اقدس نے جو جواب غلام عبدالحق صاحب کو دیا اس سے بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ غوث وقت آپ ہی تھے۔ وانا را اشارہ کافی است۔

**حضرت غوث الاعظم کو مقام محبوبیت ملنے کا واقعہ** | ایک دفعہ حضرت غوث الاعظم قدسؒ سے حق تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ

عاشقی چاہتے ہو یا معشوقی۔ لیکن آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔ اس پریشانی میں آپ رات کے وقت بغداد کی گلیوں میں گھوم رہے تھے کہ ایک طرف سے یہ آواز آئی۔ بس معمولی سوال کا جواب بھی نہ دے سکے تم تو بڑے بزرگ کہلاتے ہو۔ آپ نے مڑ کر اس طرف دیکھا تو ایک مفلوک الحال ضعیف آدمی ایک دکان پر بھاڑ بھونک رہا ہے۔ آپ نے خوشی سے ان کے پاس جا کر کہا کہ آپ اس سوال کا جواب عنایت فرما دیں۔ انہوں نے کہا کل شام کو آنا۔ چنانچہ دوسرے دن شام کو جب آپ وہاں پہنچے تو وہ بزرگ موجود نہ تھے۔ آپ لوگوں سے دریافت کیا کہ اس جگہ ایک بزرگ یہاں رہتے تھے۔ اب کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا اچھا وہ گلوہ تو بڑا بد معاش نکلا۔ وہ چور تھا اور اس نے کئی قتل کیے ہوئے تھے آج صبح اُسے بادشاہ کے سپاہی پکڑ کر لے گئے ہیں اور اس کو پھانسی دے کر فلاں گھورے پر اس کو پھینک دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت غوث الاعظم کو حیرت ہوئی۔ لیکن چونکہ آپ کو یقین تھا کہ وہ بزرگ تھے۔ آپ اس مقام پر گئے جہاں ان کی لاش پڑی تھی اور کتے اور گدھیں کھا رہی تھیں جب آپ قریب پہنچے تو وہ اٹھ بیٹھے۔ اور آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم نے مقام عاشقی کا حشر دیکھ لیا۔ دوست نے ساری عمر بھاڑ بھونکوائی۔ اس پر اکتفا نہ کیا چور، ڈاکو اور قاتل کہلوا یا، اس پر بھی اکتفا نہ کیا، پھانسی پر چڑھوایا اس پر بھی اکتفا نہ کیا اور مار کر کتوں کے سامنے پھینک دیا۔ خبردار عاشقی نہ مانگنا اور معشوقی بھی نہیں طلب کرنی چاہیے کیونکہ یہ چھوٹا مرنے اور بڑی بات کے برابر ہے تم حق تعالیٰ سے یہ عرض کرو کہ حضور میں طلب سے باز آیا۔ حضور جو چاہیں عطا فرمادیں۔

جب آپ نے حق تعالیٰ کی بارگاہ تسلیم و رضا سے لبریز یہ جواب پیش کیا تو مرتبہ محبوبیت عطا ہوا اور آپ محبوب سبحانی ہو گئے۔

**پاکپتن شریف میں کوڑیوں کی رسم بھی محبوبی یا گاہے** | پاکپتن شریف میں حضرت شیخ اشیر خواجہ

مکرم سے ۶۰ خرم ملک جو کوڑیوں کی رسم ادا کی جاتی ہے وہ بھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی کو مرتبہ محبوبیت عطا ہونے کی یاد گار ہے۔ ایک دفعہ حضرت بابا صاحب نے اپنے پیارے مرید حضرت سلطان المشائخ کو جب مقام محبوبیت میں دیکھا تو آپ پر وجد طاری ہو گیا اور فحش کرنے لگے۔ اس وقت آپ کے پاس اور تو کچھ نہیں تھا ایک طاق میں کچھ کوڑیاں پڑی تھیں آپ نے ان کو اٹھا کر لوگوں کی طرف بطور نذرانہ بھیجا۔ یہ رسم آج تک منائی جاتی ہے اور تاقیام قیامت بلکہ عالم ارواح میں ابد الابد تک منائی جائے گی۔

**یافت اور نیافت** | یافت اور نیافت سالکین راہ حقیقت کی دو حالتوں کا نام ہے حالت یافت

مشکل ہے۔ یافت کا مطلب ہے محبوب حقیقی کو سالک کی آنکھوں سے یا سالک کے نقطہ نگاہ سے دیکھنا اور نیافت کا مطلب ہے دوست کو دوست کی آنکھ سے یا اس کے نقطہ نگاہ سے دیکھنا۔ اور یہ کام بہت مشکل ہے۔ اس کا تعلق بھی مقام محبوبیت سے ہے۔ اشارات فریدی میں آپ کی ایک نہایت اذوق تعزیر درج ہے جس میں آپ نے ان مقامات کی وضاحت فرمائی ہے۔ مختصر یہ کہ عاشق کا ایک محبوب ہوتا ہے اور معشوق کے دو محبوب۔ ایک محبوب اس کا عاشق ہے اور ایک محبوب وہ خود ہے کیونکہ وہ خود سے بھی محبت کرتے ہیں بلکہ عاشق سے اس لیے محبت کرتے ہیں کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے اور یہ عاشق کا معشوق کے نقطہ نظر اس کے ساتھ محبت کرنا اور پھر معشوق کا عاشق سے محبت کرنا حالت نیافت کے قبیل سے ہے۔

قلق از سوزش پر داند واری

سے از سوز ما پر دانداری



## ذوق سخن

بچے نیست کہ سرگشته بود طالب دست عجب این است کہ من اصل و سرگرم  
حضرت خواجہ صاحب کے ذوق سخن اور شاعری کے مقلد آپ کے سوانح نگاروں نے بہت  
کچھ لکھا ہے لیکن اُسی سے

ہر کے از غن خود شد یا بر من و درون من بخت اسرار من  
کے انداز میں لکھا ہے جس سے مبتدی اور شاید متوسط حضرات کی پیاس تو بجھتی ہوگی منتی حضرات  
یعنی خواص اور خاص الخاص کی تسکین نہیں ہوتی۔ ہمارا کام حضرت اقدس کے کلام کی ظاہری خوبیوں  
کا بیان کرنا نہیں ہے۔ ہم آپ کے باطنی کمالات کے خواستگار ہیں اور آپ کے کلام کو باطنی رنگ  
میں دیکھیں گے لیکن سامعین حضرات کو ذرا گوش ہوش سے سننا پڑے گا۔ کیونکہ آپ کا کلام ذوق اور  
غالب کا کلام نہیں ہے۔ اقبال کا کلام نہیں ہے شیکسپیر اور ملٹن یا ورڈسورث کا کلام نہیں بلکہ عارف باللہ  
خانی فی اللہ، باقی اللہ اور محبوب اللہ کا کلام ہے۔ جو ربانی جمع خراج نہیں ہے بلکہ سراسر حال میں ڈوبا  
ہوا ہے یہ وہ کلام ہے کہ جس پر

قال را بگذار و مردِ حال شو

پوری طرح صادق آتا ہے۔ یہ وہ کلام ہے جو محبوبان مجازی کی آلائش سے پاک ہے اور روحانیت  
کے بلند ترین مقامات یعنی فنا فی اللہ اور بقا باللہ میں پہنچ کر کھایا ہے۔ یہ وہ کلام ہے جو تفریح طبع اور  
تعییش ذہنی اور تفتن عقلی کی خاطر نہیں بلکہ یا محبوب حقیقی کے جد فراق کی بے تابیوں کا نتیجہ ہے یا  
قرب و وصال میں فرط انبساط کا منظر ہے۔ آپ کا کلام سلوک الی اللہ کا دستور العمل ہے اور راہِ رمان  
جادۂ حقیقت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ کا کلام حقائق الہیہ اور معارف لدنیہ کا شاندار مرقع ہے  
اور اسرار و رموز تخلیق کا عجیب و غریب مجموعہ ہے۔ آپ نے کائنات کی ہر چیز میں محبوب حقیقی کے

جلوے دیکھتے ہیں، ہر لحظہ اور ہر آن دوست کی محبت میں بسر کیا ہے، ہر جگہ اور ہر مقام پر دوست کا مشاہدہ کیا، دوست کے عشوے، غمزے، ناز نواز، ظلم و ستم، لطف و کرم کا تماشا دیکھا ہے آپ عاشق و لگداز بھی بنے ہیں اور معشوق و لہذا بھی۔ آپ تیر مڑگان سے گھائل ہوئے بھی ہیں اور گھائل کیا بھی ہے آپ دوست کے شدید ترین استقامات سے گزرے ہیں اور گذر کر کامیاب بھی ہوئے اور ناکام بھی، غرضیکہ عاشق و معشوق، محب اور محبوب کے مابین جس قسم کے راز و نیاز ہوتے ہیں آپ ان سب سے گزرے ہیں اور ان سب کو اس لیے بیان فرمایا ہے کہ سالکین راہ حقیقت زندگی کی اسی اہم شاہراہ سے کامیابی سے گذر کر منزلی مقصود یعنی محبوبِ ازلی اور معشوقِ لم یزلی کی بارگاہِ معلیٰ میں رسائی حاصل کر سکیں۔  
پس تو یہ ہے کہ ہم آپ کے کلام اور آپ کے ذوق سخن کے بیان سے عاجز ہیں۔

آپ کے ذوق سخن کے متعلق کوئی کہے تو کیا کہے جب کہ آپ ایک ایسی عظیم المثال شخصیت ہیں کہ جو شاعر بھی ہے، عاشق صادق بھی، محب بھی ہے اور محبوب بھی، جو مرید بھی ہے اور مراد بھی، جو شدید نسبت عشقیہ کے ساتھ مقام فنا فی اللہ اور بقا باللہ پر ممکن بھی ہے، جو عالم بھی ہے فاضل بھی ہے۔ نکتہ دان، نکتہ ور، نکتہ سنج بھی ہے جو جمیع محالات ظاہری کا بھی مالک ہے اور محالات باطنی سے بھی مزین ہے۔ جسے حق تعالیٰ سے براہِ راست تعلق ہے اور سلسلہٴ پیام و کلام جاری ہے جو رات دن آتشِ عشق میں غرق رہی جل رہا ہے اور دوسروں کو بھی جلا رہا ہے۔ تڑپ بھی رہا ہے اور تڑپا بھی رہا ہے۔ جو وجد و ذوق میں رقص کر بھی رہا ہے اور کرا بھی رہا ہے جو لطف و کرم اور جود و سخا کا بادشاہ ہے اور مرجعِ خلایق ہے جو ہر خاص و عام کو ظاہری اور باطنی دولت سے مالا مال کر رہا ہے اور تلاش، فقیر، رندا اور نادار بھی ہے۔ ایسی شخصیت کے ذوق سخن کا تماشا دیکھنا ہو تو دیوانِ فرید کی ورق گردانی کر دیا اشارتِ فرید کا مظارہ کرو۔ آپ کے سامنے آپ کی حقیقت کا صحیح نقشہ خود بخود آ جائے گا۔ اب آپ کے کلام کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں جن سے آپ کی رفعتِ شان کا قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

محبوبِ حقیقی کا ہر چیز میں جلوہ  
آپ ہر چیز میں محبوبِ حقیقی کے جلوے دیکھ کر پکار اٹھتے ہیں۔

ہے عشقِ دا جلوہ ہر ہر جا سبحان اللہ، سبحان اللہ



سبحان اللہ ، سبحان اللہ  
گل شمع اتے دیوانہ ہے  
سبحان اللہ ، سبحان اللہ

خود عاشق خود معشوق بنیا  
خود بلبس تے پروانہ ہے  
مٹی چاند چکوروں موم لیا  
ایک اور کافی میں نہ ملتے ہیں ۔

ہر صورت عین عیان آیا  
کھتے نوح ، کھتاں طوفان آیا  
کھتے یوسف وچ کفان آیا  
کھتے پھمن رام تے کان آیا  
کھتے محبوب سچے مقبولاں دا  
سلطان سب سلطان آیا  
سونڑیا ظاہر عین مظاہر ہے  
کھتے درد کھتے درمان آیا  
چپ بیہودہ گفتار کنوں  
ایہو لاریبی فرمان آیا

بن دلبر شکل جہان آیا  
کھتے آدم تے کھتے شیت نبی  
کھتے ابراہیم خلیل نبی  
کھتے عیسیٰ تے ایاس نبی  
کھتے احمد شاہ رسولان دا  
استاد نفوس عقولان دا  
گل شے وچ گل شے ظاہر ہے  
کھتے ناز نیب زدا ماہر ہے  
خاموش فخرید اسرار کنوں  
پر غافل نہ مٹی یار کنوں

اس کافی میں آپ کس زور سے مسئلہ وحدت الوجود بیان فرماتے ہیں۔ یہ کلام مقام سورج اور فانی اللہ کی پیداوار ہے لیکن جب آپ اس سے گزر کر مقام بقا باللہ اور عبودیت پر آتے ہیں تو اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے افشائے راز سے توبہ کرتے ہیں اور اسے بیہودہ گفتار قرار قرار دیتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عارف کامل اہل کادائی مقام عبودیت اور بقا باللہ ہے۔ اور مقام فتا توین اور سرکار کا مقام ہے جہاں شطیحات سرزد ہوتے ہیں منصور کا نعرہ انا الحق اور شیخ بایزید بسطامی کا نعرہ "سبحانی ما اعظم شأنی" اسی مقام سکروتوین کی پیداوار ہے شیخ منصور زیادہ مست اور مجذوب تھے اس لیے باوجود قید و بند اس سے باز نہ آئے لیکن شیخ بایزید بسطامی کو جب بتایا جاتا تھا کہ عالم استغراق میں آپ نے یہ کلمات کہے ہیں تو آپ مریدین کو کھتے تھے کہ آئندہ کہوں تو مجھے قتل کر دینا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ شیخ بایزید کا مقام شیخ منصور کے مقام سے زیادہ بلند تھا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کے شعر سے

خاموش فرید اسرار کنوں چپ بیہودہ گفتار کنوں  
سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ منصوب سے آپ کا مقام بلند تھا اور مقام ملکوت میں جو کچھ منہ سے نکل گیا مقام  
ملکوت اور بقائیت پر آکر آپ نے اس کا ازالہ کر دیا۔  
اسی طرح آپ کئی جگہوں پر اپنے کلمے پر پچھتاتے ہیں اور شعلیہ کلام کا ازالہ فرمایا ہے مثلاً آپ

اپنی کافی سے

انے حسن حسیقی نور ازل	تینوں واجب تے امکان کہوں
تینوں خالق ذات قدیم کہوں	تینوں حادث خلق جہان کہوں
تینوں مطلق محض وجود کہوں	تینوں علمیہ احیان کہوں
ارواح نفوس عقول مثال	اشباح عیال نہاں کہوں
تینوں عرش کہوں افلاک کہوں	تینوں ناز نعیم جنان کہوں
تینوں ثلث جماد، نبات کہوں	تینوں حیوان کہوں انسان کہوں
تینوں مسجد مسند دروہ کہوں	تینوں پوختی تے قرآن کہوں
تینوں دستر لچھمن رام کہوں	تینوں سینا جی جانان کہوں
تینوں ہر دل دا دلدار کہوں	تینوں احمد عالی شان کہوں

آپ جوش و خروش اور ذوق و شوق میں وحدت الوجود کے موتی بکھیرتے ہوئے

۳۴ ربیعہ اشعار کے بعد آخر میں مقام ملکوت کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنے کلمے پر پچھتاتے ہیں۔  
اور افتائے راز سے توبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کر توبہ ترست مسدید سدا ہر شے فون پر نقصان کہوں  
اُسے پاک اکھ بے غیب کہوں اسے حق بے نام و نشان کہوں  
ایک اور کافی سے

اساں سو بد مست مسند رہوں کدین مسجد کندین مسند رہوں  
میں توحید کے اسرار و رموز بیان کرتے کرتے آخر میں اپنے آپ کو اس کام سے باز آنے کی یوں



تلقین کرتے ہیں۔

دل و اتوں سمجھ مندرید الا کر محض نہ شعر حیدر ولا  
**زاہد خشک کو تنبیہ** ایک کافی میں آپ زاہد خشک کو تنبیہ فرماتے ہیں اور کس  
 جوش و غرور سے فرماتے ہیں۔

من سمجھ ڈرے زاہد جاہد توں	ہن عشق دے لے کلمات عجب
ہے گالھ عجب ہے حال عجب	ہے چال عجب ہے گھات عجب
ہے ذوق عجب ہے شوق عجب	ہے عین عجب ہے بین عجب
ہے ذکر عجب ہے فکر عجب	ہے نفی عجب اثبات عجب
ہک ذاتوں سہنس ذوات عجب	اسما افعال صفات عجب
ٹھپ فقہ اصول عقائد نوں	رکھ ملت ابن العربی دی
ہے دلڑی غیر ول پاک تری	مصباح عجب مشکوٰۃ عجب
من این الی این است عجب	مالی حل فی البین است عجب
من علم الی العین است عجب	اسرار رموز نکات عجب

اسی طرح فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتے ہوئے آپ آخر فرماتے ہیں۔

ہر آن احد ڈون دھیان دھرو	ہے بے شک دین ایمان ایہو
دل نال مندرید دا وعظ سنو	سو بات دی ہے ہک بات عجب

**شرح دقائق** اس کافی میں حضرت اقدس نے کمال ذوق و وجدان کے ساتھ باون پرچہ  
 اشعار کے ہیں۔ باقی اشعار کے معانی تو یارانِ نکتہ دان نے سمجھ لیے ہوں گے  
 صرف دو اشعار ایسے ہیں جو بے حد مشکل ہیں۔ ان اشعار کی شرح کے لیے ہم قدسینِ کرام کو حضرت  
 اقدس کے طعوفات (مقامیں المجالس) کی طرف لے چلتے ہیں جہاں آپ نے ان مضامین کی تصریح  
 فرمائی ہے وہ اشعار یہ ہیں۔

من این الی این است عجب	مالی حاصل فی البین است عجب
من العلم الی العین است عجب	اسرار رموز نکات عجب

ان اشعار کا شان نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت اقدس اپنی مجلس میں بیٹھے عارفین کے ادق اشعار کی شرح فرما رہے تھے اس اشار میں آپ نے چند اشعار کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

صوفی چہ فغان است کہ من این الی این      این نکتہ عیان است من اعلم الی العین  
ما الحاصل فی البحر چہ کوئی سفر سے کن      جو خضر بجوئے گہرا از مجمع بحرین

آپ نے ان اشعار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ شرف الدین قونوی نے شیخ صد الدین قونوی کی خدمت میں خط لکھ کر دریافت کیا کہ اس عبارت کے کیا معنی ہیں۔

”من این الی این وما الحاصل فی البین“

شیخ صد الدین نے جواب میں لکھا کہ :-

”من العلم الی العین والحاصل الی البین تجد نسبة جامعة

بین الطرفين ظاهرة بالحکمین“

اس کی شرح آگے آ رہی ہے۔

۱۱ اشارت فریدی جلد چہارم مقبوس نمبر





## ذوق سماع

پاس ادب بہ ہیں کہ بہ کویت شہید عشق  
باہیتے چلید کہ خاک از زمین نہ خاست

حضرت اقدس کے ذوق سخن کی طرح آپ کے ذوق سماع کے متعلق بھی عقل دنگ، زبان گنگ، اور قدم غامہ لنگ ہیں۔ ایک ایسے ولی اللہ اور عارف باللہ کے متعلق کوئی کہے تو کیا کہے جو خود ایک والہ انداز کا شاعر بھی ہے، شدید نسبت عشقیہ کے ساتھ فانی فی اللہ اور باقی باللہ بھی ہے، جو فنا و بقا، اور قرب و بُعد یکساں ہو جانے کی وجہ سے ہر لحظہ مستند آئندہ فوق الوصل جوید

کے مصداق بلند سے بلند تر، منازل قرب کے لیے تڑپ بھی رہا ہے، حل من مزید کے نعرے بھی لگا رہا ہے اور

بہ عمر با تو قدح زویم و نرفت رنج خار ما  
چہ قیامت کہ نہ دسد ز کنار ما بکنار ما

پکار پکار کر وجد تمام اور رقص دوام میں بھی مشغول ہے۔ ایسے مجنوں صفت لیکن باوقار اور ابوالحال ولی اللہ، ایسے مجذوب لیکن ہوشیار اور صاحب تمکین و صاحب ضبط عارف کامل کے ذوق سماع کا تماشا دکھانے کے لیے ہم قارئین کرام کو اشارت فریدی میں درج شدہ آپ کی مجالس سماع کی طرف لے چلتے ہیں تاکہ ہر شخص آنکھوں سے دیکھ لے کہ عشق کیا ہوتا ہے۔ لیکن سماع کے وجد و حال کا مشاہدہ کرنے سے پہلے مسئلہ سماع کا علمی، ادبی، کینی اور شرعی جائزہ بھی لیتے جائیں تاکہ اس بارے میں معترضین نے جو مشائخ چشت پر بالعموم اور خواجہ غلام فرید پر بالخصوص الزامات لگائے ہیں، ان کا ازالہ ہو جائے۔ لہذا حضرت اقدس کی مجالس سماع

کی سیز کرنے سے پہلے حقیقت سماع، جواز سماع، آداب سماع، شرائط سماع، اثرات سماع اور  
مشائخ عظام کی مقرر کردہ ترتیب سماع سے واقفیت ضروری ہے۔

**حقیقت سماع** | یہ امر مسئلہ ہے کہ ہر انسان فطرت حق پر پیدا ہوا ہے اور ہر شخص کے  
قلب میں حق تعالیٰ کا عشق و ودیعت کیا گیا ہے۔

البتہ مختلف قلوب کے اندر جذبہ عشق کم و بیش ضرور ہے جو شخص سب سے بڑا مومن ہے  
وہ سب سے بڑا عاشق ہوتا ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے والذین امنوا اشد حباً للہ۔ نیز  
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، انکم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (اگر تم کو اللہ سے  
محبت ہے تو میری پیروی کرو۔ اللہ کے تم محبوب بن جاؤ گے، ان آیات سے اللہ اور بندہ  
کے درمیان محبت بلکہ شدید محبت کا ثبوت ملتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
فرماتے ہیں۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فلخلقت الخلق (میں حسن و جمال  
کا ایک مخفی خزانہ تھا مجھے عشق ہوا کہ میرا کوئی مشاہدہ کرے اس لیے میں نے خلقت کو پیدا کیا)  
نیز حدیث شریف (بخاری شریف) میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ  
تو اقل یعنی زائد عبادت کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس کے قریب ہو  
جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں اور مجھ سے دیکھتا ہے، میں اس کے  
کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے، میں اس کے لاکھ بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے پکڑتا ہے۔  
میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے چلتا ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں اور وہ  
مجھ سے جو طلب کرتا ہے دیتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایمان  
محبت ہے اور جس کے اندر محبت نہیں ایمان بھی نہیں۔ لا ایمان لہ من لا یحب خلقہ۔

یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ دہرائے۔ اسی طرح بے شمار ایسی احادیث موجود ہیں جن سے یہ  
ثابت ہوتا ہے کہ بندہ اور اللہ کا تعلق عشق و محبت کا تعلق ہے۔ اور دنیا میں باقی جس قدر محبتیں  
ہیں وہ ضمنی ہیں یعنی اللہ کی محبت کے ضمن میں آتی ہیں۔ ان تمام محبتوں کی اصلی وجہ اللہ کی  
محبت ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے نور سے وجود میں آئی ہے دوسری  
وجہ یہ ہے کہ آقا کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی ہر چیز سے محبت کی جائے۔ یہ قدرتی امر



ہے۔ اللہ کی عبادت بھی اس لیے فرض ہے کہ عبادت محبت کا نتیجہ ہے۔

محبت نہ ہو تو کوئی حیوں بھی کے آگے رکوع و سجود کرے اور فرمانبرداری میں سرگرم رہے جب اللہ اور بندے کے درمیان حقیقی تعلق عشق و محبت کا تعلق ہے اور جب اسلام اس تعلق کو قوی سے قوی تر کرنے کے لیے آیا ہے، لکھانے کے لیے نہیں آیا تو پھر ہر انسان کے لیے ایسے ذرائع اختیار کرنا فرض عین ہے جن سے عشق الہی میں اضافہ ہو۔ ان ذرائع میں عبادت و ریاضت ضروری ہیں جن سے نفس امارہ کا زور کم ہوتا ہے۔ ان میں ایثار و ہمدی مجروح و انکسار و غرضیکہ تمام اخلاق حسنہ شامل ہیں جن سے نفسانیت کا اثر کم ہوتا ہے ان ذرائع میں شہ و سخن ضروری ہے تاکہ آتش عشق میں اضافہ ہو اور قرب حق حاصل ہو۔ ذوق سخن یا اشعار سننے کا دوسرا نام سماع ہے۔ عیسیٰ نے خوب کہا:۔

بلبلے برگ گل خوش رنگ در منقار داشت      وال دران برگ فغانا بہار داشت  
نغمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست      گفت راجلہ معشوق در این کار داشت

اس سے ظاہر ہے کہ نالہ و فریاد اور گریہ و زاری صرف جبر و فراق کے لوازمات نہیں ہیں بلکہ وصل حبیب میں بھی حسن جہاں سوز کے جلوے دیکھ کر عشاق گریہ و زاری، آہ و فغان اور جوش و غروش میں سرگرم رہتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی زاہد خشک محض دیوار بن کر اس دنیا میں آیا ہے تو اس کے لیے آواز خوش و ناخوش برابر ہے ہمارا دوسرے سخن ان کی طرف نہیں ہے۔

صحیح ذوق کی اہمیت | صحیح ذوق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اس کے بغیر کوئی کام ممکن نہیں، ذوق ایسی چیز ہے

کہ انسان تو انسان ہاں اور بھی اس سے محروم نہیں ہیں۔ سانپ کا مرلی کی آواز پر عاشق ہونا، ازبک کا گنگ جرس سے مست ہونا اور گائے بھینسوں کا بانسری کی آواز سے مسحور ہونا، ضرب المثل ہے حضرت داؤد علیہ السلام جب نئے الپتے تھے تو آپ کی مجلس سماع میں بھیڑ بکری، شیر چیتے و وحش، طیور اور انسان موجود ہوتے تھے لیکن کسی کو یہ ہوش نہیں ہوتا تھا کہ ایک دوسرے پر حملہ کریں جب مجلس ختم ہو جاتی تو کئی لوگ بلکہ وحش و طیور تک مردہ پائے جاتے تھے۔ ایک دفعہ کثیر تعداد میں عورتیں آپ کی مجلس سماع میں مردہ پائی گئیں۔ اگر بقول شیعہ سماع

حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایک جلیل القدر پیغمبر کو یہ معجزہ عطا فرما کر کیوں خواہ مخواہ لوگوں کو فعلِ حرام کا مرتکب کرتا۔

صورِ اسرائیل بھی سماع بالمرأیہ ہے | اسی طرح صورِ اسرائیل بھی سماع ہے جس میں وہ اثر ہوگا کہ لوگ سن کر جان دے دیں گے۔

اس کے بعد اس کا دوسرا نعمت اس قدر جان افزا اور روح پرور ہوگا کہ سنتے ہی ہزاروں برس کے مژدے بھی زندہ ہو جائیں گے اور رقص کرتے ہوئے قبروں سے باہر نکلیں گے۔ حضرت اسرائیل کے یہ دونوں نعمے بالمرأیہ (باجوں کے ساتھ) ہوں گے۔

حقیقتِ سماع کے متعلق ایک اور نکتہ | حقیقتِ سماع کے متعلق ایک اور نکتہ یہ ہے کہ جہاں حُسن کی تشریف آوری ہوتی ہے حضرت

عشق بھی وہاں پہنچ جاتے ہیں ویسے تو ساری دنیا حُسن ہی حُسن ہے لیکن بالعموم دنیا میں چار قسم کے حُسن ہیں۔ حُسنِ صورت، حُسنِ صوت، حُسنِ کلام اور حُسنِ حرکات۔ حُسنِ صورت محبوب کا رخ انور ہے، حُسنِ صوت موسیقی ہے، حُسنِ کلام شاعری اور حُسنِ حرکات رقص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کے دل میں حُسنِ صورت، موسیقی، شاعری اور رقص کی محبت ہے۔ یہ فطرتی امر ہے جس کے روکنے سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور قانونِ قدرت میں دخل در معقولات کے مترادف ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ | حضرت شاہ عبدالرحیم نقشبندیؒ کا حقیقتِ سماع کے متعلق ایک مشاہدہ | محدث دہلوی

اپنی کتاب انفاس العارفين میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی کے مزارِ اقدس پر مراقب تھے۔ اس وقت حضرت شاہ عبدالرحیمؒ اور صاحبِ مزار کے مابین جو گفتگو ہوئی یہ ہے۔

حضرت خواجہ قطبؒ نے فرمایا: شکر کے حق میں تم کیا کہتے ہو؟

شاہ عبدالرحیمؒ نے جواب دیا: "کلامِ حسن و قبحہ قبیح یہ (شکر ایک کلام

نہ یہ حدیث ہے۔



ہے جس کا حُسن حُسن ہے اور قبح قبح ہے)

خواجہ قطبؒ نے فرمایا "بارک اللہ، اب آواز خوش کے حق میں کیا کہتے ہیں"

"شاہ عبدالرحیمؒ نے جواب دیا "ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء" (یہ اللہ کا فضل ہے جسکو نصیب ہو)

حضرت خواجہ قطبؒ نے فرمایا "بارک اللہ، جب دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو اس کو کیا کہتے ہو"

شاہ عبدالرحیمؒ نے جواب دیا "نور علی نور بیلندی اللہ بنورہ من یشاء" (نور پر نور ہے اللہ)

ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے اپنے نور سے)

حضرت خواجہ قطبؒ نے فرمایا "بارک اللہ! ہم جو کچھ کرتے تھے وہ اس سے زیادہ نہ تھا۔ تم

بھی کبھی کبھی ایک دو بیت سنتے رہو۔"

ترغیب و دلکش آواز میں ایسی کشش ہے کہ جسے سن کر ہر سلیم الطبع انسان محفوظ ہوتا ہے۔ سرور

ہوتا ہے، مسحور ہوتا ہے اور مست و بے خود ہو جاتا ہے، وحشت دور ہو جاتی ہے، قلب کو

سکون حاصل ہوتا ہے، روحانی ترقی کے راستے کھلتے ہیں، عشق حق میں اضافہ ہوتا ہے، قوت

پرواز بڑھتی ہے اور قرب حق نصیب ہوتا ہے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بد فطرت آدمی کے لیے سماع

مضر ہے کیونکہ اس کی خواہشات نفس کو ابھارتا ہے یہ بھی ایک مجنونانہ بات ہے سماع ایک ایسی

دوائی ہے کہ جس کے اندر صفت شفا مضر ہے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی دوائی بھی ہے کہ جس کا نیک

آدمی پر اچھا اثر ہو اور بد پر بُرا۔ البتہ دوائی غلط دی جائے یعنی غلط قسم کا سماع جس میں خواہشات

اور غیر شرع امور ہوں تو نقصان دہ ہو سکتا ہے، عورت سے گانا سننا غیر شرع ہے اور غلط سماع

ہے۔ بے ریش لڑکوں سے گانا سننا غلط سماع ہے، فاحشہ کلام سننا غلط سماع ہے، شراب کے

ساتھ سماع سننا غلط سماع ہے لیکن مشائخ کا سماع ان تمام چیزوں سے پاک ہوتا ہے۔ ان کا سماع

خالصاً لوجہ اللہ ہوتا ہے اور خدا، رسول اور اللہ کے دوستوں کی تعریف پر مشتمل ہوتا ہے اس سے

خواہ نیک فطرت انسان ہوں یا بد فطرت سب کے قلوب میں خدا اور رسول خدا کی محبت بڑھتی ہے

اور قرب حق میں اضافہ ہوتا ہے۔ تم فہم لوگ سمجھتے ہیں کہ سماع کھیل تماشا یعنی لہو و لعب ہے اس لیے

اس واقعہ سے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالرحیم کی طرف صحابہ قبر کلام ہونا بھی ثابت ہو گیا اور حجاز

سماع بھی حالانکہ یہ دونوں حضرات نقشبندی مجددی ہیں کشف قبور کا اس سے زیادہ واضح ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔

حرام ہے۔ افسوس صد افسوس۔ یہاں جانیں نکل رہی ہیں گریہ و زاری ہے آہ و فغان ہے عشاق مرغ بیل کی طرح تڑپ تڑپ کر جانیں دے رہے ہیں اور یار لوگ اسے کھیل مٹا سکتے ہیں۔ کیا ہی غضب ہے، غلم ہے، اندھیر ہے۔

**جواز سماع** جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ سماع ایک دوائی ہے جس کے اندر تمام روحانی بیماریوں سے شفا کا راز مضمر ہے تو یقیناً ایسی چیز اسلام میں حرام نہیں ہو سکتی۔

**قرآن اور سماع** چنانچہ قرآن عظیم کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے کہ پورے قرآن میں کسی جگہ سماع بالمرزا میر یا بلال مرزا میر کو حرام قرار نہیں دیا گیا۔ سادے قرآن میں صرف ایک آیت ہے جو منکرین سماع، سماع کی حرمت میں پیش کرتے ہیں وہ آیت یہ ہے، ومن الناس من يشتري لهو الحديث .... (فی آخرہ) وہ لوگ جو خریداریں بے کھیل کی باتوں کے تاکہ گمراہ کریں اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرائیں اس کو ہنسی مذاق۔ ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے، اس آیت کی شرح مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی نے اپنی تفسیر قرآن میں یوں کی ہے:

”روایات میں ہے کہ نصر بن عارت جو روسائے کفار میں سے تھا بغرض تجارت فارس جاتا تو وہاں سے شاہانِ عجم کے قصص، تواریخ خرید کر لاتا اور قریش سے کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو عباد اور مشوکے قصے سناتا ہے آؤ میں تم کو رسم اسفندیار اور شاہانِ ایران کے قصے سنائوں بعض لوگ ان کو دلچسپ سمجھ کر ادھر متوجہ ہو جاتے، نیز اس نے گانے والی لوتھی خرید کی تھی۔ لوگوں کو اس کا گانا سناتا تھا اور کہتا تھا کہ دیکھو یہ اس سے بہتر ہے جدھر محمد (صلعم) تم کو بلاتے ہیں۔ کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو اور جان مارو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔“

**امام حسن کا قول** تفسیر روح المعانی میں لبو الحدیث کی تفسیر میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

کل ما شغلك عن عبادة الله وذكره من السمر والاهوا حیک والعزافات والفتاء ونحوها۔ (لبو الحدیث ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی یاد اور ذکر سے مٹانے والی ہو مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق، وابہات مشغلے اور گانا بجانا۔)



مولانا محمود الحسن صاحب کی تفسیر میں مزید یہ صراحت آئی ہے :  
 ”شان نزول کو خاص جو عموم الفاظ سے حکم عام رہے گا۔ جو شغل دین اسلام  
 سے پھیرنے کا موجب ہو گا حرام بلکہ کفر ہے ہاں جو لہوئی امر واجب کا مقوت  
 (خوت کرنے والا) نہ ہو اور کوئی شرعی جنس و مصلحت بھی اس میں نہ ہو وہ مباح  
 ہے ..... رہا غنا و سماع کا مسئلہ اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھنی چاہیے ....  
 البتہ نفس غنا (گنا، گناہ) کو ایک درجہ تک مباح لکھتے ہیں۔ صاحب روح المعانی نے  
 مسئلہ غنا و سماع کی تحقیق نہایت شرح و بسط کے ساتھ کی ہے اور شرائط و مستود  
 مقرر کیے ہیں۔“

اب ایک معمولی سمجھ کا انسان بلکہ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ آیت مذکور میں جس لہو الحدیث  
 کو گناہ قرار دیا گیا ہے وہ سماع صوفیاء ہرگز نہیں ہے بلکہ ہر وہ بات ہے جو لوگوں کو اسلام سے  
 پھیرنے کی غرض سے کی جائے۔ کیا صوفیائے کرام اس لیے نصر بن حارث کی طرح مجالس سماع منعقد  
 کرتے ہیں کہ لوگوں کو اسلام سے پھیر کر کسی اور مذہب کی طرف لے جائیں کیسی احمقانہ بات ہے  
 حضرت امام حسنؑ نے خوب فیصلہ سنایا ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر سے باز رکھے۔ لہو۔  
 ہے اس میں وہ تجارت، کاروبار، ملازمت، کھیتی باڑی اور ہر شغل اور پیشہ شامل ہے جس میں  
 لوگ منہمک رہ کر ذکر الہی سے محروم رہتے ہیں۔ اب چونکہ قرآن مجید میں کثرت سے ذکر اللہ کی تاکید  
 آئی ہے اس لیے وہ لوگ بھی اس آیت کی رو سے لہو میں مبتلا ہیں جو صرف پانچ وقت نماز پر  
 اکتفا کرتے ہیں اور سماعت اور سمعہ وقت ذکر اللہ میں مشغول نہیں رہتے۔ یہ صوفیاء کرام ہیں جو کم سے  
 کم وقت دنیاوی مشاغل کو دیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ وقت ذکر اللہ کے لیے مخصوص کرتے  
 ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں سماع ہرگز حرام اور ناجائز نہیں ہے۔ سماع بہت بڑی  
 چیز ہے اور ہر زمانے میں کثرت سے لوگ اس میں مشغول رہتے ہیں اگر یہ چیز ناجائز ہو تو قرآن  
 عظیم میں ضرور اور صاف طور پر ممانعت آتی۔

مزید جو از سماع قرآن کی رو سے | بلکہ کلام پاک میں تو جابجا سماع کی تاکید آئی ہے اس  
 کے برکات بیان کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر

(۱) ساتویں پارے کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۱۔ واذا سمعوا ما انزل الح  
الرسول متواضعین ۱ عینہم تفضیل من الذم مع (جب لوگ اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے تو ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں)  
میشک اس آیت میں آیات قرآنی کی طرف اشارہ ہے لیکن آیات قرآنی بھی ذکر اللہ ہے  
اور جب محی اور زبان میں اللہ تعالیٰ کے ذکر و محبت کی باتیں بیان کی جاتی ہیں تو وہ بھی ذکر اللہ ہے  
بلکہ عشقیہ اشعار اور عشقیہ طرز کلام جو قرآن نے عام طور پر استعمال نہیں کی زیادہ عشق الہی کو  
برا نگینہ کرنے والی چیز ہے۔

(۲) ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، فبشر عباد الذین یسمعون القول یتبعون  
احسنہ ۱ اولئک الذین ھداهم اللہ (خوشخبری دے دو ان لوگوں کو جو قول سنتے ہیں  
اور اس کے حسن کا اتباع کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے) اس آیت  
میں بھی اچھا کلام سننے اور اس سے متاثر ہونے کی تعریف کی گئی ہے اور سننے والوں کو خوش خبری  
دی گئی ہے یاد رہے کہ قرآنی یا قوال مبالغہ کا صیغہ ہے قوال کا مطلب ہے بہت قول بیان کرنے والا  
مجالس سماع میں جو گانے والے ذکر اللہ کو مختلف اقوال (اشعار) کی صورت میں پیش کرتے  
ہیں اسی آیت کے اسی لفظ قول سے عشق نظر آتے ہیں۔ ورنہ ان کو معنی دگانے والا، کہا  
جاتا نہ کہ "قوال"۔

(۳) ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تقشعرونیہ جلود الذین یخشون ربہم  
یعنی حق تعالیٰ کے ڈر سے ان کی کھال کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں، یہی حالت اہل سماع  
کی ہوتی ہے کہ سماع کے وقت عشق الہی کی وجہ سے ان کے منہ روگئے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ پورے  
جسم پر لرزہ طاری ہوتا ہے اور غایت وجد سے رقص کرتے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین ہرنزی  
نے حوارف میں جواز سماع میں یہی آیات نقل فرمائی ہیں۔ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں بے شمار ایسی آیات ہیں کہ جن میں عشق و محبت الہی کی تاکید آئی  
ہے اور یہی سماع صوفیاء کا مقصد ہے۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ راستے میں جا رہے  
تھے۔ ایک طرف کسی نے قرآن کی ایک آیت پڑھی جسے سن کر آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے (صحنہ)



حضرات کا سماع قرآن سے جان کا نکلنا بھی روایات میں مذکور ہے۔

جواز سماع لحدیث نبوی کی رو سے | قرآن عظیم کے بعد دوسری چیز جس پر ایمان کا دار و مدار ہے حدیث نبوی ہے۔ احادیث میں

کثرت سے سماع کی ہمت و جائز ہونا، کا ثبوت موجود ہے۔ نیز بعض احادیث میں اس کی مذمت بھی آئی ہے لیکن محدثین کے نزدیک یہ احادیث غیر معتبر اور موضوع (جعلی) ہیں۔ اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آرہی ہے۔ اس وقت قارئین کرام کے سامنے وہ احادیث نقل کی جاتی ہیں جو صحاح ستہ میں درج ہیں اور جن کے صحیح ہونے میں کسی مذہبی فرقہ کے لوگوں کو اعتراض نہیں۔

(۱۱) صحیح بخاری میں ربیع بنت معوذ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت چند لڑکیاں دف بجا کر گارہی تھیں۔ جب ایک لڑکی نے یہ مصرعہ گایا کہ وفینا نبی یعلم ما فی غد (ہمارے درمیان ایک نبی ہے جو کل کی باتیں بتاتا ہے)، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ مت کہو اور جو گیت تم پہلے گارہی تھیں وہی گاتی رہو۔ اب حور کا مقام ہے کہ اگر قرآن شریف کی آیت میں "لہو الحمد" سے ہر قسم کا گانا ہوتا تو آپ اس شادی کی مجلس میں گانا کیوں سنتے رہتے۔ نیز آپ کے دف کے ساتھ گانا سننے سے سماع بالمرزا میر بھی جائز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دف بھی تو آلات غنا میں سے ایک آگے ہے چنانچہ یہ حدیث سماع بالمرزا میر کی کھلی دلیل ہے۔

(۱۲) صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصار کی شادی ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھ کوئی کھیل تماشا نہیں تھا کیونکہ انصار لوگ کھیل تماشے سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیجئے اس حدیث میں تو کھیل تماشا بھی جائز ہوا جس کی بعض علماء نے آیت لہو الحمد کی رو سے غلط مذمت کی ہے۔ معلوم نہیں یہ لوگ کس وجہ سے شادی بیاہ کے موقعوں پر گلے بجانے کو بُرا سمجھتے ہیں۔ جب شادی کے موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیل تماشے کے طور پر گانا جائز رکھا تو پھر کتنے تعجب کی بات ہے کہ اولیائے کرام اور ان کے مریدین کی ان مجالس سماع کو صاف شریع قرار دیتے جو بطور خاص تذکرہ حبیب اور عشق حبیب میں منعقد کی جاتی ہیں۔

(۳) صحیح بخاری کے علاوہ حدیث کی ایک اور کتاب ابن ماجہ ہے جو صحاح ستہ (چھ مستند کتب میں) میں شامل ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنی ایک رشتہ دار لڑکی کو انصار میں بیاہ دیا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مگر تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ "ان کے ساتھ کوئی گانے والا بھی تھا یا نہیں۔" بچوں نے تم نے ایک گانے والا شخص ساتھ کر دیا۔ اس صحیح حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ ابو الحدیث سے گانا مراد نہیں، بلکہ کافر نصربن حارث کا اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ جیسی حرکات مراد ہیں۔

(۴) صحیح ابن حبان میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میرے زیر پرورش ایک لڑکی تھی، جس کو میں نے انصار میں بیاہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی گانے والا کیوں نہ ساتھ بھیجا۔ انصار لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں۔

(۵) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دنوں میں میرے پاس دو لڑکیاں کچھ گارہی تھیں اور دف بجارہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاوراڑھ کر لیٹے ہوئے تھے اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے اور لڑکیوں کو ڈانٹنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاور منہ سے بٹا کر فرمایا "ابوبکر ان کو کچھ نہ سمجھو۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے جس کی وہ خوشی مناتے ہیں آج ہماری بھی عید ہے۔ یہ سماج بالمرامیر نہیں تو اور کیا ہے۔"

(۶) حدیث کی کتب ترمذی، مسند امام احمد، سنن نسائی اور ابن ماجہ میں حاطب عمیق سے مسلسل روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال اور حرام کے درمیان فرق یہ ہے کہ جائز اور شرعی نکاح میں دف بجائے جاتے ہیں اور گیت گائے جاتے ہیں۔ اگر گانے کے ساتھ باجے بجانا حرام ہوتا تو آنحضرت نکاح میں باجوں کو کیوں جائز فرماتے۔

(۷) اسی مضمون کی ایک اور مستند حدیث حضرت عائشہؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ربیع بنت معوذہؓ سے منقول ہے۔

(۸) جامع ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو، عقد نکاح مسجد میں ہوا کرے اور دف بجایا جائے۔ اس حدیث پاک کی رو سے تو دف یعنی باجوں کا مسجد میں بجانا بھی جائز ہوا۔



(۹) حضرت خوات بن جبر سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کو جا رہے تھے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی ساتھ تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے گلے کی فرمائش کی۔ ابو عبیدہؓ گاتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی حضرت عمرؓ نے فرمایا اب بس کرو ہم نے گاتے گاتے صبح کر دی ہے۔

۱۰- ایک رات حضرت عمرؓ کا گزر ایک خیمہ پر ہوا جس کے اندر کوئی شخص یہ گارہا تھا۔

علی محمد صلواتہ الابرار      ۱۱- علیہ المصطفون الاخیار

قد كنت فواما ابكارا لاسحار      ۱۲- یالیت شعری والمنا یا اطوار

یہ سن کر حضرت عمرؓ پر گریہ طاری ہوا اور با آواز بلند روئے مکرر فرمائش کی اور مکرر گریہ فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ابیات میں عمر کا نام بھی شامل کر لو اور یہ کہو

وعرفا غضر له یا غفار

(۱۱) ایک حدیث میں آیا ہے کہ حبشی لوگ مسجد نبویؐ میں گارہے تھے، دف بجاہے تھے ناچ رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو ادھر اٹھا کر یہ تماشا دکھایا۔ اس حدیث کی رد سے بھی مسجد میں گانا، باجا بجانا اور ناچنا جائز ہوا (یعنی دھس کر نا)۔

(۱۲) ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ کے ساتھ جا رہے تھے راستے میں بانسری کی آواز سنائی دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں میں انگلیاں دے دیں اور حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا کہ جب آواز بند ہو مجھے بتانا۔ اس حدیث سے عام لوگ بانسری کی آواز کو ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن اولیاء کرام اسی حدیث سے جواز سمجھ کر بالمرزا میر نکالتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر مرزا میر (بانسری) کا سننا حرام ہوتا تو ایک نبیؐ کی شان کے شایان نہیں تھا کہ خود تو کانوں میں انگلی دے دیتے اور ایک صحابی کو فعل حرام کا مرتکب ہونے دیتے۔ امام غزالی اور دیگر اولیائے کرام نے کانوں میں انگلیاں دینے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل ہو رہی ہوگی یا کوئی خاص حالت طاری ہوگی جس میں بانسری کی آواز کو ضلل انداز ہونا پسند نہ فرمایا۔

۱۳- بعض اہادیث میں سارنگی کی محافضت آئی ہے اس سے یار لوگوں نے جملہ آلات سماع

افواج نے آلات سازنگی کو حرام قرار دے دیا ہے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ سے جب کسی نے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ نہ سماع حرام ہے نہ مزامیر حرام ہیں بلکہ جب سماع اور مزامیر کے ساتھ کوئی غیر شرع عوارض شامل ہو جاتے ہیں تو یہ فعل حرام ہو جاتا ہے۔ مثلاً زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ شراب کی محافل میں سازنگی بجایا کرتے تھے۔ جب شراب حرام ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سازنگی کا بجانا بھی منع کر دیا تاکہ شراب کی یاد تازہ نہ ہو لیکن ہمارے ملکوں میں شراب کی مجالس میں کون سازنگی بجاتا ہے۔ ہمارے لیے سازنگی اور شراب میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

### حرمت سماع والی احادیث متعلق محدثین کی رائے | جن احادیث سے بعض

دیا ہے ان کے متعلق امام نووی کا فتویٰ یہ ہے کہ۔ یہ تمام روایات بے بنیاد ہیں (۲)، امام سخاوی اپنی کتاب مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں کہ۔ جن احادیث سے فقہاء سماع کو حرام سمجھتے ہیں ان کی کوئی اصلیت نہیں پائی جاتی (۳)، امام ابن حجر عسقلانی شارح حدیث بخاری اپنی کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ۔ سماع کے حرام ہونے میں جو احادیث متاخرین نے بیاق کی ہیں وہ محض گہیں ہیں۔ اگر اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ہوتی تو ضرور مجتہدین عظام اس کو اپنا دستور العمل بناتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حرمت سماع کے بارے میں نہ کوئی آیت قرآن ہے نہ کوئی مستند حدیث ہے۔ یہ کسی ان پڑھ کا قول نہیں ہے بلکہ امام نوویؒ امام سخاویؒ اور امام ابن حجر عسقلانیؒ جیسے جلیل القدر محدثین کے اقوال ہیں۔ معترض کو ذرا ہوش سے کام لینا چاہیئے۔

### حرمت سماع کی احادیث کے متعلق ائمہ مجتہدین کی رائے | اربعہ یعنی حضرت امام

ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی ان احادیث کو معتبر نہیں مانا۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ احادیث بعض متاخرین نے بیان کی ہیں جن کو صحیح و مستقیم میں تمیز کا ملکہ نہیں تھا۔ ان احادیث کی تردید میں ابن عربی مالکی نے لکھا ہے کہ حرمت سماع کے بارے



ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس بارے میں جو احادیث منقول ہیں وہ سب کی سب موضوع (جعلی) ہیں۔ ابن طاہر کا بھی یہی قول ہے بعض اجل علمائے شافعیہ کا یہ قول ہے کہ اس قسم کی احادیث صرف منکرین کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

**حضرت عتبہ کا سماع** | حضرت عتبہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے شعر سن کر اس زور سے تالی بجائی کہ انگلی سے خون ٹپکنے لگا۔

**استاذ الائمہ والمحدثین حضرت امام ابراہیم بن سعد اور سماع** | امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر علماء کے

استاذ امام ابراہیم بن سعدؒ اپنے شاگردوں کو محفوظ اور ان کے قلوب کو نرم کرنے کیلئے حدیث سنانے سے پہلے سماع سنایا کرتے تھے۔ اور ان کے سماع میں دف بجایا جاتا تھا۔ یہ سماع بامزایہ پر کھلی شہادت ہے۔ امام بخاریؒ اور امام شافعیؒ کے استاذ سے زیادہ کس کی شہادت درکار ہے۔

**رئیس المحدثین حضرت امام شعبہ کا سماع سننا مزامیر کے ساتھ** | حضرت ابوطالب مکیؒ اپنی کتاب قوت القلوب میں

لکھتے ہیں کہ حضرت امام شعبہؒ نے جو بڑے محدث تھے منہال کے گھر پر تنبور کے ساتھ گانا گایا۔

**صحابہ کرام کا سماع** | ماوردیؒ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمر بن عاصؓ سے

حکایت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؒ (حضرت علیؓ کے بھتیجے) کے ساتھ عود پر گانا سنا جو ایک آلہ سماع ہے۔ یہ بھی مروی ہے

کہ جب حضرت عبداللہ بن جعفر اپنی لونڈیوں سے تار والے باجے کے ساتھ گانا سنتے تھے تو آپ

کے چچا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ بھی ساتھ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ جب ہشی جنگ کے بعد

گانے والی عورتیں قید ہو کر آئیں تو امیر المومنینؓ نے ان کو حضرت جعفر بن ابوطالبؓ کے حوالہ

کیا کیونکہ ان کو گانا بہت پسند تھا۔

**آنحضرتؐ کے صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ کا سماع بامزامیر** | ابو الفرج اصفہانیؒ روایت کرتے ہیں کہ

مشہور صحابی حسان بن ثابت شاعر مزامیر کے ساتھ گانا سنتے تھے۔ ابو العاص میر نے بھی حضرت حسان بن ثابت کے متعلق یہی روایت بیان کی ہے۔

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع اور وجد** حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب

کو بشارت دی تو آپ نے فرط مسرت میں آکر گانے والا بلایا اس نے گانا سنایا جس سے آپ پر وجد طاری ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کے کندھے سے چادر گر گئی۔ آپ نے اس چادر کے ٹکڑے کٹے اور حاضرین میں تقسیم کر دی۔ اس پر امیر معاویہ نے کہا: ما احسن لعبک یا رسول اللہ (یا رسول اللہ آپ کا لہو ولب کیا ہی اچھا تھا)۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاویہ جو شخص ذکر محبوب سن کر وجد و حرکت میں نہیں آتا وہ صاحب کرامت نہیں۔

**دیگر صحابہ جنہوں نے سماع سنا** شیخ عبدالحق محدث دہلوی قادری اپنی کتاب مدارج النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن صحابہ کرام نے سماع سنا ہے

ان میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت ابو سعود انصاری، حضرت سعید ابن مسیب، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت حسان بن ثابت شامل ہے۔ یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بزرگ کی تحقیق ہے۔

**مختلف سلاسل کے مشائخ عظام اور سماع** دلائل قرآن، حدیث، اہل صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین و محدثین کے بعد اب ہم

صرف سلسلہ چشتیہ کے نہیں بلکہ دیگر تمام روحانی سلاسل کے مشائخ عظام کا سماع کے متعلق موقف بیان کرتے ہیں تاکہ معترض حضرات یہ کہنے سے باز آجائیں کہ مشائخ چشتیہ نے سماع کو جائز قرار دیا ہے باقی سب کے نزدیک حرام ہے۔

**حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری لاہوری اور سماع** حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ کے تاجر علمی،

پابندی شریعت اور باطنی کمالات سے کون واقف نہیں۔ آپ بھی سماع سنتے تھے۔ نیز آپ نے



اپنی کتاب کشف المحجوب میں حقیقت سماع اور آداب سماع پر گیارہ مستقل باب باندھے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ :-

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی سنا چاہتا ہے۔ وہ ابو موسیٰ اشعریؓ کی آواز سے۔ نیز روایات میں آیا ہے کہ بہشت میں بھی اہل بہشت کے لیے سماع ہو گا اور اس طرح ہو گا کہ ہر درخت سے مختلف نغمات اور مختلف سرود جاری ہوں گے جس سے سننے والوں پر محویت طاری ہو جائے گی۔ ابراہیم خواص لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ غلام تھا وقت دو اونٹوں کا بوجھ ایک اونٹ پر لاد گیا۔ اور حدی خوان کی آواز سے مست ہو کر اونٹ جلدی منزل مقصود پر پہنچ گیا لیکن جاتے ہی مر گیا۔ ایک دفعہ ایک آدمی اونٹوں کو پانی پلاتے وقت گارہا تھا۔ حدی کی آواز سے اونٹ اس قدر مست ہوئے کہ پانی پینا ترک کر دیا حالانکہ وہ تین دن کے پیاسے تھے۔ عراق میں لوگ ہرن پکڑنے کے لیے ایک خاص قسم کا گیت گاتے ہیں جسے سن کر ہرن اس قدر مست اور دبے خود ہو جاتا ہے کہ لوگ جا کر پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی لوگ گیت گاکر ہرن پکڑ لیتے ہیں۔ یہ بات تو عام ہے کہ جب چھوٹے بچے روتے ہیں تو ماں ان کو گہوارے میں ڈال کر لوری دیتی ہے جس سے ان کو لذت عسوس ہو تا ہے اور سو جاتے ہیں۔“

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ مزید لکھتے ہیں کہ :-

” جو شخص آواز سن کر کہتا ہے کہ مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تو وہ یا تو

جھوٹ بولتا ہے یا منافق ہے یا بے حس ہے۔“

حضرت داتا گنج بخشؒ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ :-

” حضرت داؤد کو حق تعالیٰ نے خوش آواز دی تھی۔ جب آپ نغمات

الاپتے تھے تو جنگلی جانور، پرندے، انسان سب جمع ہو جاتے تھے اور جو لوگ

نغمات سن لیتے تھے ایک ماہ تک کھانا نہیں کھاتے تھے۔ بچے رونا اور دودھ

پیدا بند کر دیتے تھے۔ جب مجلس برخاست ہوتی تھی تو کئی آدمی مردہ پائے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں سات سو غورنیں مردہ پائی گئیں اور دو ہزار پرندے مردہ نکلے۔

کتاب مذکور میں حضرت داتا صاحبؒ نے سماع کے متعلق اولیاء کرام کے بے شمار اقوال نقل کیے ہیں جو طوالت کے خوف سے یہاں درج نہیں کیے جاتے۔ مختصراً یہ کہ:-

”سماع علامت مجبوری ہے اور اس میں مشاہدہ محال ہے لیکن بعض

حضرات نے سماع کو علامت حضورؐ اور وصال تصور کیا ہے۔ کیونکہ سماع میں

سالک دوست میں مستغرق ہو جاتا ہے اور جب تک غویت کامل نہ ہو محبت

کامل نہیں ہوتی۔“

کتاب مذکور میں حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ نے آداب سماع بیان فرمائے ہیں۔

جن میں سے چند یہ ہیں:-

(۱) ”جب تک شوق زیادہ نہ ہو سماع نہ سنے۔ (۲) سماع کو عادت نہ بنائے

اور کافی وقفوں کے بعد سنے تاکہ سماع کی تعظیم دل سے نہ جاتی رہے۔ (۳) مغل

سماع میں کسی بزرگ کا ہونا ضروری ہے۔ (۴) مجلس سماع میں عوام کا داخلہ نہ

ہو۔ (۵) قوال باادب ہوں۔ (۶) دل تمام اشغال سے خالی ہوں اور طبیعت

جمع ہو۔ (۷) تکلیف نہ ہو۔ (۸) جب تک کیفیت طاری نہ ہو بناوٹی طور پر

کیفیت نہیں لانی چاہیئے۔ (۹) جب کیفیت پیدا ہو اُسے تکلف سے روکنا

نہیں چاہیئے۔ (۱۰) طبیعت قابو میں رکھنی چاہیئے۔ اگر قابو سے نکل جائے تو

معذور ہے۔ (۱۱) قوالوں کو نہ ٹوکے نہ فرمائش کرے۔ (۱۲) جب کبھی پر حال

طاری ہو تو تکلف سے خود حال میں نہ آئے بلکہ ضبط اور استعلا سے کام

لے۔ (۱۳) سلطان وقت و داروات سماع کی قدر کرے تاکہ برکات

حاصل ہوں۔ اور میں علی بن عثمان الجلابی یہ پسند کرتا ہوں کہ مبتدیوں کو سماع

سے پرہیز لازم ہے تاکہ ان کی طبیعت پر انگڑ نہ ہو۔“



حضرت امام غزالیؒ اور سماع | حجت الاسلام امام محمد غزالیؒ نے حقیقت سماع، جواز سماع، برکات سماع اور آداب سماع پر اپنی کتاب احیاء العلوم میں مفصل بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے سماع پر ایک علیحدہ رسالہ بھی لکھا ہے۔ حقیقت سماع کے متعلق آپ فرماتے ہیں:-

”اے عزیز! اس بات کو جان اور اس حال کو پہچان کہ آدمی کے دل میں حق تعالیٰ کا ایک بھید پوشیدہ ہے جیسے آگ لوبے اور پتھر کے درمیان ہو۔ جس طرح لوہا پتھر پر مارنے سے وہ آگ نکلتی ہے اور صحرا میں لگ جاتی ہے اسی طرح اچھی اور موزوں آواز سننے سے آدمی کے دل کو جنبش ہوتی ہے اور بے اختیار اس کے دل میں ایک چیز پیدا ہوتی ہے جس سے اُسے عالم علوی اور عالم ملکوت کے ساتھ ایک مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ عالم علوی کیا ہے عالم حسن و جمال ہے۔۔۔۔۔ جس شخص کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت ہو اس کیلئے سماع ضروری ہے۔ تاکہ آتش عشق زیادہ تیز ہو۔“

امام غزالیؒ حلت و حرمت سماع کے متعلق فرماتے ہیں:-

”اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ سماع حرام ہے یا حلال۔ جس عالم نے حرام کہا ہے وہ فقط اہل ظاہر ہے۔ کیونکہ اس پر یہ بات منکشف ہی نہیں ہوئی کہ خدا کی محبت اس کے دل میں نزول کرتی ہے۔ جواز سماع کے متعلق امام غزالیؒ نے وہ تمام احادیث نقل کی ہیں جو پہلے اس کتاب میں درج ہو چکی ہیں۔“

اس کے علاوہ آپ نے لکھا ہے کہ:-

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو مدینہ کے لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور دف و دف بجا بجا کر خوشی میں یہ گایا:-

طلع البدر علینا من شینات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعی للہ داع

(طلوع کیا ہم پر چودھویں کے چاند (آنحضرتؐ) نے اور واجب ہوا ہم پر شکر اور

قبول ہوئی جاری دعا)

اسی طرح عید کے دن خوشی کرنا اور سماع سنا بھی درست ہے۔

**شرائط سماع** | امام غزالی نے سماع کے لیے جو شرائط مقرر کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

۱) عورت یا اُمرد (بے ریش لڑکا) سے سماع نہ سنے۔ (۲) سرود کے ساتھ رباب و چنگ بریل اور نائے عراقی نہ ہو کیونکہ ان کی مخالفت آئی ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ شراب نوشوں کی عادت ہے، اور یہ چیزیں شراب کی یاد دلاتی ہیں۔ لیکن طبل، شاہین اور دف اگرچہ اس میں حلاہل (جھانچہ، بجی ہوں جائز ہیں۔ کیونکہ ان کا بجانا شراب خوروں کی عادت نہیں۔ بلکہ دف آنحضرت کے سامنے بجا یا گیا ہے۔ شاہین کے حلال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت نے حضرت ابن عمر سے فرمایا کہ سنتے رہو جب آواز بند ہو جائے تو بچھ پٹانا۔ لیکن آنحضرت کے کافوں میں انگلی دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ پر اس وقت کوئی بہت بزرگ حال طاری ہو جو شاہین کی آواز سے موقوف ہو جائے۔ (۳) سماع میں کلام فحش اور غیر شرع نہ ہو۔ (۴) سنے والے ہم مشرب اور اہل اللہ ہوں۔ (۵) سماع ایسی جگہ ہونا چاہیے جہاں عوام کا گزر نہ ہو۔ (۶) وقت ایسا ہونا چاہیے کہ جس میں کوئی شرعی مجبوری نہ ہو مثلاً نماز کا وقت نہ ہو بلکہ ہر طرف سے فارغ ہو کر اطمینان سے سماع سنے اور متوجہ الی اللہ ہو۔

**مقامات سماع** | امام غزالی فرماتے ہیں کہ سماع میں تین مقام ہیں پہلا مقام فہم ہے یعنی کلام کا سمجھنا، دوسرا مقام وجد ہے یعنی حال کا طاری ہونا،

تیسرا مقام حرکت ہے یعنی رقص کرنا۔ امام غزالی رقص کو مباح کہتے ہیں کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حبشیوں کا رقص دیکھا۔ اور دف کے ساتھ گانا سنا۔ نیز امام موصوف فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تجھ سے تو حضرت علیؓ نے خوشی میں آکر رقص کیا۔ اسی طرح جب آنحضرت نے حضرت امام حسینؓ



سے فرمایا کہ صورت اور سیرت میں تم میری مانند ہو تو انہوں نے بھی خوشی میں آکر رقص کیا۔ جب آنحضرت نے حضرت زید بن عارث سے فرمایا تو میرا مولا (غلام) اور بھائی ہے تو انہوں نے خوشی میں رقص کیا۔

**حضرت غوث الاعظمؒ اور سماع** عام لوگوں کا خیال ہے کہ قادرِ سلسلہ میں سماع ناجائز ہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ سلسلہ عالیہ قادر یہ کسے سرشار حضرت غوث الاعظم قدس سرہ نے سماع کو جائز قرار دیا ہے۔ قادری بزرگوں کی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت غوث الثقلین نے خود بھی سماع سنا ہے اور اپنے سلسلہ کے لوگوں کے لیے اپنی مشہور و معروف کتاب غنیۃ الطالبین میں آدابِ سماع پر ایک مستقل باب تحریر فرمایا ہے اگر آپ کے نزدیک سماع حرام ہوتا تو آپ آدابِ سماع کیوں تحریر فرماتے۔ کتاب مذکور میں آپ لکھتے ہیں کہ :-

”فیر کو چاہیے کہ گانا سننے کے لیے اپنے آپ کو عہدِ آمادہ نہ کرے۔ اگر مجلس سماع پر گذر ہو تو ادب سے بیٹھے اور اپنے دل کو پروردگار کی یاد میں مشغول کرے۔ اور دل کو غفلت اور فراموشی (ذکر اللہ کو بھولنا) سے محفوظ رکھے۔۔۔۔۔ جب مشائخ مجلس سماع میں موجود ہوں تو فیر کو حتی الامکان سکون سے شیخ کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اگر اس پر حال کا غلبہ ہو تو باندازہ غلبہ وہ حرکت کر سکتا ہے لیکن حال فرد ہونے پر سکون اور شیخ کا ادب لازم رکھے۔ اور فیر کو لازم ہے کہ کلام کی قرائش نہ کرے۔۔۔۔۔ اگر کسی فیر پر وجد طاری ہو اور وہ رقص کرے تو سب فیر اس کی موافقت میں کھڑے ہو جائیں۔ جس شخص کا حال بناوٹی ہو اس سے چشم پوشی کرنی چاہیے۔ اگر اس کو آگاہ کرنا ضروری سمجھے تو قوتِ قلب سے دینی باطنی توجہ سے اس کو آگاہ کرے نہ کہ زبان سے :-

اِس کے بعد حضرت خورشیدِ اعظم اِس خرقہ کے آداب بیان فرمائے ہیں جو حالتِ وجد میں فقرائوں کی طرف پھیلتے ہیں۔

حضرت غوث الاعظمؒ کا خود سماع سنا | حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوریؒ کا شمار سلسلہ عالیہ قادریہ کے جلیل القدر مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ اپنی کتاب تحفہ قادریہ میں لکھتے ہیں :-

حضرت شیخ عمر بن اذہن، شیخ علی، شیخ بقا، شیخ ابوسعید فتاویٰ اور دیگر مشائخ اکٹھے ہو کر بقصد زیارت حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں آئے اور حضرت غوث الثقلین نے قوالوں کو بلا کر سماع کی فرمائش کی۔ سماع سننے ہی سے حضرت غوث الاعظمؒ جوش میں آگئے اور رقص کرنے لگے۔ مشائخ مذکور بھی شیخ کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے۔ حضرت غوث الاعظمؒ وجد کی حالت میں ہوئے اور انہیں اڑ کر نظروں سے گم ہو گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ کو اس مدرسہ میں پایا جو آپ نے تعمیر کرایا تھا۔ اس وقت علماء نے آپ سے سوال کیا کہ سماع میں تو حالت ذوق پیدا ہو اور تلاوت قرآن میں ہو اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ حالت دو چیزوں سے ہوتی ہے ایک سخن خوش، دیگر ذکر عشق سے، اگر خوش الحان اور صاحب دل قادری معنی سمجھ کر سورہ یوسف پڑھے تو سامعین کو ذوق ہوتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں ہند و نصائح اور قصص پڑھنے سے خوف طاری ہوتا ہے۔ اس کے بعد کتاب مذکور میں حضرت شاہ ابوالمعالیؒ فرماتے ہیں کہ :-

”میں نے حضرت امام عبداللہ یافعیؒ قدس سرہ کی تصانیف میں دیکھا ہے کہ

حضرت امام عبداللہ یافعیؒ کا شمار اکابر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ قطب مکہ تھے اور مکہ معظمہ میں قیام فرماتے تھے۔ حضرت خذوم جہانیاں سید جلال الدین اوچی کو ایک فرقہ خلافت حضرت امام عبداللہ یافعیؒ سے بھی ملا تھا۔ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کو ”چراغ دہلی“ کا خطاب حضرت امام عبداللہ یافعیؒ کا دیا ہوا ہے۔ آپ نے خذوم جہانیاں سے فرمایا کہ اس وقت خواجہ نصیر الدین ”چراغ دہلی“ ہیں۔ چنانچہ جب حضرت خذوم جہانیاں حج سے واپس آئے تو دہلی جا کر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے مرید ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ امام عبداللہ یافعیؒ متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ تاریخ امام عبداللہ یافعیؒ تصوف کی مشہور کتاب ہے۔



حضرت غوث الاعظم کے پوتے شیخ جمال اللہ اس وقت زندہ تھے۔ میں نے علمائے بغداد سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ اپنے دادا کے ہم شکل ہیں۔ ان کا نام شیخ عبدالرزاق ہے۔ ہم نے اکثر ان کو بسطام کے جنگل میں اور کبھی کبھی بسطام کے شہروں میں دیکھا ہے۔ ہم نے ان کی عمر دریافت کی تو فرمایا کہ انسان کامل کی حیات و ممات یکساں ہے معلوم نہیں کس قدر باقی ہے۔ البتہ ایک دفعہ میرے جد امجد سید عبدالقادر جیلانی نے موقعہ سماع حالت وجد میں فرط عنایت میں مجھ کو بغلیگر کر کے فرمایا تھا کہ "اے جمال اللہ! مہتر عیسیٰ علیہ السلام کو میرا سلام کہنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا۔"

**خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی اور سماع** عام طور پر یہ بھی مشہور ہے کہ سلسلہ عالمیہ سہروردیہ میں سماع ممنوع ہے۔ حالانکہ سلسلہ عالمیہ سہروردیہ کے سربراہ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ نے اپنی معرکہ الآثار کتاب عوارف المعارف میں سماع، آداب سماع اور حجاز سماع پر چار مستقل باب باندھے ہیں۔ تفصیل کے خواہاں حضرات اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ یہاں کتاب مذکور سے چند اقتباس پیش کیے جاتے ہیں۔

**حضرت شیخ کا قرآن سے اخذ حجاز سماع** عوارف المعارف کے بائیسویں باب میں آپ نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات نقل کی ہیں جن میں سماع کی تعریف اور تاکید آئی ہے۔ حضرت شیخ لکھتے ہیں کہ آیہ فبشر عباد الذین یسمعون القول یتبعون احسنہ۔ (پس خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو قول سنتے ہیں اور اس میں جو چیز احسن ہے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی آیت میں آگے لکھا ہے کہ اولئک الذین ھداهم اللہ (وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ راست دکھایا ہے) نیز حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ آیہ واذا سمعوا نزل الی الرسول تریٰ اعیینہم تفیض من الذم۔ (جب وہ لوگ اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول خدا صلعم پر نازل ہوئی ہے تو ان کی آنکھوں میں آنسو ابل پڑتے ہیں) ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تقشعر فیہ جلود الذین یخشون ربہم (حق تعالیٰ کے ڈر سے ان کی کھال کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں) حضرت

شیخ نے جوازِ سماع میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے گشت کے دوران حب ایک آیت قرآن مبنیٰ توبہ پر ہوش ہو کر گر پڑے۔ پس سماع اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچنا ہے۔ آیات قرآن کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے وہ احادیث نبویؐ نقل کی ہیں جن سے سماع ثابت ہے۔

احادیث نبویؐ کی روشنی میں حضرت شیخ شہاب الدین کا اخذ جوازِ سماع اس بارے میں آپ نے وہ تمام احادیث نقل کی ہیں جو پہلے اس کتاب میں درج ہو چکی ہیں اگر سلسلہ سہروردیہ میں سماع حرام ہوتا تو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ قرآن و حدیث سے اس کا جواز کیسے نکالتے۔

وجہ و حال حضرت شیخ کی نظر میں عوارف المعارف کے تیسویں باب میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ قدس سرہ نے سماع کے مجددِ حال کا ذکر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ :-

نعمات سے روح کو لذت حاصل ہوتی ہے اور یہ میلان فطری ہے۔ اس وجہ سے سماع سنتے والوں پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ شیخ ابو بکر کتانیؒ فرماتے ہیں کہ عوام کا سماع طبیعت کی متابعت سے ہے۔ مریدوں کا سماع خوف ورجا سے ہے۔ اولیاء کا سماع غفوتوں کے دیکھنے سے ہے۔ عارفین کا سماع مشاہدہ اور اہل حقیقت کا سماع کشف و عیان ہے :-

شیخ الشیوخ کے ہاں آدابِ سماع کتاب مذکور کے پچیسویں باب میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے آدابِ سماع بیان فرمائے ہیں جو تقریباً وہی ہی جو امام غزالیؒ نے بیان فرمائے ہیں اس لیے اعادہ کی ضرورت نہیں :-

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ قادری اپنی کتاب مدارج النبوة ائمہ اربعہ اور سماع میں لکھتے ہیں کہ :-

امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو دونوں نے جواب دیا کہ "سماع نہ گناہ کبیرہ ہے نہ گناہ صغیرہ۔"



بلکہ جائز ہے :- اور یہ بھی نقل ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا ایک پڑوسی تھا جو ہر رات گایا کرتا تھا۔ اور امام صاحب اس کا گانا سنا کرتے تھے۔ ایک رات امام نے اس کی آواز نہ سنی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ قید ہو گیا ہے۔ یہ سن کر امام صاحب خود قید خانہ کے حاکم امیر عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی سفارش کی۔ حاکم نے اس کا نام دریافت کیا تو امام صاحب نے فرمایا اس کا نام عمر ہے۔ حاکم نے حکم دیا کہ عمر نامی جتنے قیدی ہیں سب آزاد کر دیئے جائیں۔ جب عمر رہا ہوا تو امام صاحب نے اسے فرمایا کہ جس طرح پہلے گاتے تھے اب بھی گایا کرو۔

علامہ عبد الغنی نابلسیؒ جو مشہور حنفی بزرگ اور علامہ شامیؒ کے استاد  
**علامہ نابلسیؒ اور سماع** میں لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے امام ابو حنیفہؒ کا سماع منشاء ثابت ہے۔ اس لیے کہ اگر آپ کے نزدیک گانا جائز نہ ہوتا تو آپ عمر قوال کی سفارش نہ کرتے اور نہ اسے گانے کی فرمائش کرتے بلکہ منع کرتے۔

علامہ ملا علی قاریؒ حنفی اپنے رسالہ سماع میں فرماتے  
**علامہ ملا علی قاری حنفی اور سماع** ہیں کہ امام ابو یوسفؒ (امام اعظم کے شاگرد) جب دارون الرشید کی محفل سماع میں جاتے تھے تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ جب لوگ آپ سے جواز سماع کے بارے میں سوال کرتے تو آپ امام ابو حنیفہؒ کا وہی قصہ بیان کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر سماع حرام ہوتا تو ہمارے امام کیوں اپنا وقت گانے میں ضائع کرتے؟

علامہ شامی حنفی اپنی کتاب رد المحتار علی درالمختار میں لکھتے  
**علامہ شامی حنفی اور سماع** ہیں کہ "اس سے ثابت ہوا کہ "آلہ لمو" بذتہ حرام نہیں بلکہ جبہ اس سے لمو کا قصد کیا جائے تو بلحاظ قصد حرام ہے خواہ یہ قصد سماع کی طرف سے ہو خواہ گانے والے کی طرف سے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اسی آلہ کو بعینہ بجان کبھی حلال ہوتا ہے، کبھی حرام ہوتا ہے۔ اس میں سادات صوفیاء کرام کے لیے دلیل ہے۔ جن کے مقاصد سماع اس قدر جلیل القدر ہیں کہ جن کو وہی خود بخوبی جان سکتے ہیں۔ پس معترض کو اعتراض میں دلیری اور جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے۔ تاکہ ان کی برکت سے محروم نہ رہے۔ کیونکہ وہی خالص اختیار اور نیک بندگان خدا ہیں۔ خدا ان کی وساطت سے ہمیں امداد کرے اور ہم پر ان کی دعائیں اور

برکات نازل کرے۔

**امام مالک اور سماع** | امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ سماع کے متعلق اہل علم کا کیا خیال ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرے علاقے میں (آپ ہمیشہ مدینہ منورہ میں رہے) اہل علم اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ جائز سمجھتے ہیں۔ اور اس کو بُرا سمجھنے والے عام لوگ یا قوجاہل ہیں یا عراق کے باشندے ہیں جن کی طبائع سخت ہیں۔

علامہ ابن حمدونؒ نے اپنی کتاب تذکرہ اور علامہ ابو الفرجؒ نے اپنی کتاب آغانی میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے سامنے ایک آدمی گاتا ہوا گذرا تو آپ نے اس کے کلام کی تصحیح فرمائی۔ علامہ عیسیٰ بن عبد الرحیم رسالہ سماع میں لکھتے ہیں کہ امام مالک نے گانا سنا اور خود بھی گایا۔

**امام شافعیؒ کا سماع سنا** | امام غزالی احوال العلوم میں لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے مذہب میں راگ ہرگز حرام نہیں۔ علامہ یونس بن عبد الاعلیٰ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ کیا اہل مدینہ راگ کو مباح اور جائز خیال کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ علمائے عرب سے ایسا کون ہے جو راگ کو مکروہ سمجھے۔

امام احمد غزالی بلاق السماع میں لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے ایک گانے والی عورت سے راگ سنا۔ اور جب سن چکے تو اپنے ساتھی علامہ یونس بن عبد الاعلیٰ سے کہا کہ کیا تم راگ سن کر خوش ہوئے۔ اس نے کہا نہیں۔ اس پر امام موصوف نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو۔ تمہاری جسٹ صحیح نہیں۔

**امام احمد بن حنبلؒ اور سماع** | امام احمد اپنی مشہور کتاب مسند امام احمد میں روایت کرتے ہیں کہ حبشی لوگ آنحضرت کے سامنے دف بجا رہے تھے ناچ رہے تھے اور یہ گارہے تھے۔

رسول محمد عید صالح

جب آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو انہوں نے کہا۔

رسول محمد عید صالح

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ناچنا، دف بجانا، گانا اور ناچ دیکھنا جائز ہے۔ امام



احمد بن حنبلؒ سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی صالحہؒ کے پاس گانا سنا اور شرح مفتح میں امام احمد سے مروی ہے کہ انہوں نے قوال کو گاتے سنا اور انکار نہ کیا۔ اس پر آپ کی بیٹی صالحہ نے کہا کہ آپ تو اس کو بُرا سمجھتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ لوگ برائی کی آمیزش سے سنتے ہیں۔

**شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور سماع** | حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنے رسالہ نکات میں تحریر فرماتے ہیں۔

”منکۃ :- جاہل کیفیت (جاہل کون ہے، جواب جاہل آنکہ سماع مطلق را بحر حال، در ہر وقت از ہر کس اندک و بیش حرام و اند و فاسق آنکہ مطلق آن را حلال و اند (جاہل وہ ہے جو مطلق سماع کو ہر حال میں ہر وقت میں اور ہر شخص کے لیے خواہ کم ہو یا زیادہ حرام سمجھے اور فاسق وہ ہے جو مطلق سماع کو حلال سمجھے (یعنی بلا شرائط) اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ ہر قسم کا سماع حلال ہے اور نہ ہر قسم کا سماع حرام ہے۔ بلکہ حرام چیزوں کی آمیزش سے حرام ہو جاتا ہے اور حرام چیزوں کو خارج کرنے سے حلال ہو جاتا ہے۔“

**امام یوسفؒ اور امام محمدؒ کا سماع** | لطائف اشرفی و ملفوظات حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمانی قدس سرہ جو غوث وقت تھے جن کا یہ کہ امام ابو یوسف سے مسئلہ سماع کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جائز ہے امام محمد بھی سماع کو جائز سمجھتے ہیں۔ فتاویٰ تارخانیہ میں ان دونوں حضرات کے جواز سماع ثابت ہے۔

**مولانا عبدالحق فرنکی علیؒ اور سماع** | مولانا عبدالحق لکھنوی سندگی علی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ :-

”قل فیصل اس باب میں جو احادیث پر مبنی ہے یہی ہے کہ نفس سماع عموماً ممنوع نہیں بلکہ اس کی حرمت یا کراہت بوجہ عوارض خارجہ عارض ہوتی ہے۔“

**فتاویٰ خیرہ اور سماع** | فتاویٰ خیرہ میں لکھا ہے کہ :-

”جو شخص سماع حلال کو حرام کے وہ گمراہی میں پڑ گیا اور عقوبت و نکال کا مستحق ہے۔ اس لیے کہ سماع حرام نہیں۔“

اہل حدیث امام قاضی محمد بن علی شونانی مینی اور سماع | اہل حدیثوں کے امام حضرت ۵۵

ایک مدلل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ابطال دعویٰ اجماع۔ اس رسالہ میں آپ نے احادیث نبوی سے ثابت کیا ہے کہ سماع جائز ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبل سے کوئی روایت راگ کے حرام ہونے میں نہیں آئی۔ بلکہ دونوں نے راگ سننا ثابت کیا ہے۔ امام موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۔

عبداللہ بن جعفر ابن ابوطالب سماع سنتے تھے اور اپنی خوش الحان لونڈیوں سے تار والے ساز کے ساتھ امیر المومنین حضرت علی کے زمانہ خلافت میں گانا سنا کرتے تھے۔ قاضی شریح، سعید ابن مسیب، عطاء بن رباح اور امام زہری اور امام شعبی سے بھی یہی منقول ہے۔

استاذ العلماء والمحدثین امام ابراہیم بن سعد مدنی اور سماع | حضرت امام ابراہیم بن سعد مدنی

اور امام شعبہ کے استاد ہیں اور بڑے بلند پایہ محدث ہیں۔ کتاب میزان الاعتدال جلد اول مدارج النبوة جلد اول اور احیاء العلوم جلد چہارم میں لکھا ہے کہ ۱۔

استاذ الائمہ حضرت امام ابراہیم بن سعد مدنی عمو یعنی باجہا کے ساتھ گانا سنتے تھے۔ جب آپ بغداد تشریف لائے تو ہارون الرشید سے کہا کہ عود منکواؤ ہارون الرشید نے کہا کہ کیا خوشبودار لکڑی مطلوب ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں عود و طرب، ہارون الرشید نے باجا منکواؤ اور حضرت ابراہیم بن سعد نے اس کے ساتھ گانا گایا۔ اس پر ہارون الرشید نے دریافت کیا کہ کیا مدینہ میں اس کا کوئی منکر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس دل پر خدا نے مہر لگا دی ہو وہی منکر ہو گا۔

امام احمد غزالی اور سماع | امام محمد غزالی کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالی نے جن کا شمار اکابر مشائخ میں ہوتا ہے۔ سماع پر ایک بڑا جامع لکھا ہے

کہ جس میں ثابت کیا کہ احادیث کی رو سے سماع حلال ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ سماع



فعل رسولؐ ہے اور فعل رسولؐ کو حرماً کہنے والا بالاجتماع کافر ہے۔

شیخ الشیوخ حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی اور سماع  
ضیاء الدین ابوالنجیب

سہروردی حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے چچا اور مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری نے ایک مدت تک بغداد میں آپ کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کیے حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب نے اپنی مشہور کتاب آداب المریدین میں سماع پر ایک مستقل باب لکھا ہے اور آداب سماع بیان فرمائے ہیں۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی کا سماع و رقص کتاب مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ

حضرت شیخ بہاؤ الحق والدین زکریا ملتانی قدس سرہ نے بھی سماع سنا ہے۔ ایک دفعہ جب عبداللہ رومی قوال نے آپ کو یہ غزل سنائی۔

عاشقان کہ شراب ناب خواند از پہلوئے خود کیا ب خواند

(عاشق لوگ جب شراب عشق پیئے ہیں تو اپنے پہلو سے کیا ب (سوختہ دل) کھاتے ہیں تو اس پر آپ کو وجد آگیا اور چراغ بجھا کر آپ نے رقص فرمایا۔ صبح کے وقت آپ نے قوال کو خلعت کے علاوہ بیس روپے نقد عطا فرمائے۔

حضرت شیخ حمید الدین ناگوری سہروردی اور سماع حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی

کے خلیفہ فی الہند تھے۔ آپ کا شمار جلیل القدر مشائخ میں ہوتا ہے آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیاراوشی قدس سرہ کے دوست تھے اور دونوں حضرات مل کر خوب مجالس سماع گرم کیا کرتے تھے بلکہ آپ نے کوشش تمام کے ساتھ سماع کو ترتیب دی اور آج کل جو یہ قاعدہ سماع ہم سننے میں آپ کا مرتب شدہ ہے جب مولانا احمد جام کی غزل سے

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جان دیگر است

پر حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ کا وصال ہوا تو حضرت قاضی حمید الدین ناگوری شریک محفل تھے۔

**حضرت شیخ فخر الدین عراقی سہروردی** | حضرت شیخ بہا الدین زکریا ملتانی کے مرید اور داماد حضرت شیخ فخر الدین عراقی بھی اہل سماع تھے جب آپ نے ملتان میں رہ کر غزلیں لکھیں اور وہ غزلیں قوالوں نے شہر میں گانا شروع کیں تو مخالفین نے حضرت شیخ بہا الدین زکریا کی خدمت میں شکایت کی لیکن آپ نے درگزر فرمایا۔

**حضرت شیخ سعدی شیرازی سہروردی اور سماع** | حضرت شیخ سعدی شیرازی سہروردی جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ ہیں سماع کے دلدادہ تھے۔ آپ کے یہ اشعار آپ کے ذوق سماع پر دلالت کرتے ہیں۔

مکن عیب درویش حیران دست      کہ عرق است اذان سے زندہ پاؤ دست  
نہ بینی شتر را بر حدائے عرب      کہ چو نش برقص اندر آرد طرب  
شتر را چو شور و طرب در سر است      اگر آدمی را نباشد غر است  
(جب اونٹ حدی کی آواز سے مست ہو جاتا ہے تو اگر آدمی پر اثر نہ ہو تو گدھا ہے)  
سماع کے متعلق آپ کے صریح الفاظ ملاحظہ ہوں۔

سماع اے برادر گویم کہ چہیست      مگر مستمع را بدائم کہ کیست  
گرا از برج معنی بُود طیر او      و نہ رشتہ فرو ماند از سیر او  
جہاں پُر سماع است مستی و شور      ولیکن چہ بنید در آئینہ کور  
نہ ہم داند آشفته سامان نہ زیر      با آواز مرنے بنالد فقیر

**حضرت مخدوم جہانیاں اوچی سہروردی** | حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ پڑے عالم فاضل اور جلیل القدر مشائخ میں سے تھے۔ آپ کے اہل سماع ہونے کی تائید اس بات سے ہوتی ہے



مگر آپ چشتیہ سلسلہ میں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ تھے جو اہتمام کے ساتھ سماع سنتے تھے۔

**حضرت شاہ نعمت اللہ سہروردی طاقی اور سماع** | حضرت شاہ نعمت اللہ سہروردی ملتانی فرماتے ہیں :-

”عارف کامل کے لیے سماع فرض ہے اور سچے طالبانِ خدا کیلئے سماع مفید اور سنت مشائخ ہے غافلین کیلئے جو اذکار و اشغال الہی پر مداومت نہیں کرتے سماع بدعت اور مضرب ہے“

## مشائخ نقشبندیہ اور سماع

مشائخ قادریہ اور سہروردیہ سے جواز سماع ثابت کرنے کے بعد اب ہم حضرات مشائخ نقشبندیہ کے ذوق سماع کو بیان کرتے ہیں تاکہ معترضین یہ کہنے کے قابل نہ رہیں کہ صرف مشائخ چشتیہ نے سماع کو جائز قرار دیا ہے باقی کسی نے نہیں دیا۔

**حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور سماع** | خواجہ بزرگ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے

سرور ہیں سماع کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”من نہ این کار میکنم نہ انکار میکنم“ (یعنی نہ میں سماع سنتا ہوں نہ اسے حرام کہتا ہوں) اس سے ظاہر ہے کہ آپ منکر سماع نہیں ہیں۔ آپ کے سماع نہ سننے کی وجہ یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا تعلق چونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے جو نہایت ہی خاموش طبیعت تھے اس سلسلے میں ذکر جہری کی بجائے ذکر خفی مروج ہے اور خاموشی میں ان کے مراتب ملے ہوتے ہیں۔ مرزا مظہر جانجنامان دہلویؒ سے جب کسی نے پوچھا کہ نسبت چشتیہ اور نسبت نقشبندیہ میں کیا فرق ہے تو آپ نے جواب دیا کہ نسبت چشتیہ کا نشہ شراب کا سا ہے اور نسبت نقشبندیہ کا نشہ ایفون کی پنک کی طرح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں جوش و خروش کی بجائے خاموشی سے مراتب ہوتے ہیں۔

## حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی اور سماع

حضرت خواجہ محمد پارسا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اعظم مشائخ میں سے ہیں اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند

قدس سرہ کے خلیفہ اعظم ہیں آپ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے آپ کو بُرخ کا لقب عطا فرمایا تھا۔ یاد رہے کہ بُرخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ایک بزرگ تھے جو مستجاب الوعوات تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے دعا منگوایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت اویس قرنی کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کا بُرخ فرمایا تھا۔ حضرت خواجہ محمد پارسا فرماتے ہیں کہ:-

”حق تعالیٰ عاشق کے دل میں ایک مسرت رکھی ہے اور ایک گورہ امانت پیدا کیا ہے کہ آواز دلکش اس گورہ کو ہلا دیتی ہے اور آدمی کے دل میں وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کو اس میں کچھ اختیار نہیں۔ اس کو وجد کہتے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر اس کو مکاشفہ ہو اور راگ کے الفاظ اس کی زبان سے نکلیں تو یہ ایک احوال لطیف ہوتا ہے۔ اس کو نقد وجد کہتے ہیں۔ وجد میں اس کا دل ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے آگ میں چاندی اور وہ تمام کدورتیں جاتی رہتی ہیں جو بہت ریاضتوں سے بھی دور نہ ہوں۔“

## مولانا عبد الرحمن جامی نقشبندی اور سماع

حضرت مولانا عبد الرحمن جامی کا شمار اکابر مشائخ نقشبندیہ میں ہوتا ہے۔ آپ سماع کے بڑے

شائق تھے اور اکثر مجالس سماع منعقد کیا کرتے تھے۔ مثنوی یوسف و زلیخا لکھتے وقت جو آپ کی حالت ہوتی تھی بیان سے باہر ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر ایسا حال طاری ہوتا تھا کہ جس میں سماع کے سوا میری کوئی چٹھان ثابت نہیں ہوتی تھی۔ آپ کے ذوق سماع کا اندازہ آپ کے اشعار سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

منع سماع و نغمہ و نئے میکند فقیہہ	بیچارہ پئے نہ برد بہر نغمت فیہ
مے وہ بیاں گئے کہ نہ ازیم بہر عشق	پرولے ریش محبت و سلبت فقیہہ
واعظ بطعن بادہ پرستال زبان کشاد	یارب توئی پناہ من از شر آل سفیہ



جائی حرم کوئے نقال کعبہ صفا است طوبی لبائکم و بشری لزارہ

حضرت مولانا خواجگی اور مولانا  
حضرت مولانا خواجگی اور مولانا بیدری نقشبندی کا سماع

نقشبندی میں ہوتا ہے اور جو حضرت خواجہ عبداللہ احرار کے خلیفہ مولانا محمد قاضی کے خلفاء ہیں۔  
اپنے بعض مریدین کو ذکر جبری اور سماع سننے کا حکم دیتے تھے۔ اور بعض کو رقص و سرود کا حکم  
دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ :-

”ہمارے خواجگان (نقشبندی) کا طریقہ صحو و سکر، سکون و اضطراب اور

جہر و خفا ہے مبتدی و متوسط کے مناسب حال اخفا ہے اور منتهی کے مناسب  
حال اظہار ہے۔“

حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی قدس سرہ بڑے پابند  
حضرت مجدد الف ثانی اور سماع

شرعیات تھے مولوی نعیم الدین اپنی کتاب معمولات مظہریہ  
میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی کہ  
خواجہ ابوالہاشم محشی جو آپ کے خلیفہ اور جامع مقامات امام ربانی ہیں سماع سنتے ہیں۔ آپ نے  
جواب دیا کہ تجھے ان سے کیا کام۔ وہ مرتبہ کمال پر پہنچ چکے ہیں۔ میرے ساتھ بھی ان کو اختلاف  
جائز ہے۔ جب میں ان کے حال سے تعرض نہیں کرتا تو محشی اور کی کیا مجال کہ ان کے حال پر  
معترض ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب  
حضرت امیر ابوعلی نقشبندی اور سماع

انفاس العارفین میں فرماتے ہیں کہ سلسلہ  
ابوالعلائی کے بانی مہربانی سماع سنتے تھے۔ کتاب مذکور میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ :-  
”آپ کا سلسلہ دو طریقوں سے حضرت خواجہ عبداللہ احرار نقشبندی سے  
جاملتا ہے۔ آپ کی بیعت سلسلہ نقشبندی میں اپنے خالو خواجہ محشی کے ساتھ  
تھی جو حضرت خواجہ عبداللہ احرار کے فرزند اور خلیفہ تھے۔ ملا عمر جنہوں نے  
شرح ملا پیر حاشیہ لکھا ہے بھی ابوالعلائی تھے اور امیر ابوعلی کے خلیفہ خواجہ  
عبداللہ ابن مصنف حضرت شیخ سید محمد ذوقی قدس سرہ





منقلب ہیں جو شہوت اور عشق بازی سے دل کی شیطانی مرادیں پوری کرتے ہیں  
لیکن وہ گناہ جو خدا تعالیٰ کی محبت میں ہو وہ محبوب ہے اور عبادت ہے اور  
وہ گناہ جو نہ شیطان کی مراد پوری کرے، نہ خدا کی محبت میں ہو وہ مباح ہے  
جیسے شادی کے موقعوں پر گانا سننا جس سے خوشی بڑھتی ہے اور وہ گناہ بھی  
مباح ہے جو عید کے دن یا نکاح کے موقع پر گایا جائے۔ اور کسی بچھڑے ہوئے  
عزیز کی آمد پر، اور ولیمہ کی دعوت پر، اور بچے کی پیدائش پر اور عقیقہ اور ختنہ  
کے دن، اور حفظ قرآن کی آمین کے دن وغیرہ وغیرہ پر گایا جائے۔ اس قول کو  
اکثر علمائے حنفیہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

اس کے بعد حضرت قاضی شہاب الدین پانی پتی نقشبندی حنفی کتابوں یعنی خزائن، کافی اور  
امتناع کے حوالہ جات پیش کر کے ثابت کرتے ہیں کہ خوشی کے موقعوں پر گانا بجانا مباح ہے۔  
اور خدا تعالیٰ کی محبت میں سماع سننا عبادت ہے۔ کتاب امتناع کی عبادت حسب ذیل ہے۔  
”راگ سننے سے رقت قلب اور خشوع اور وصال الہی کے شوق کا جوش  
اور اس کے قہر و عذاب کا خوف پیدا ہوتا ہے اور جس کام کا نتیجہ یہ ہو وہ  
ایک عبادت ہے۔“

حضرت شیخ شہاب الدین کا ایک قول قاضی شہاب الدین کی زبانی | اس کے بعد قاضی شہاب الدین  
حضرت شیخ شہاب الدین

سہروردی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :-

السمع يستجيب من الله الكريم

”سماع خداوند کریم کی رحمت لاتا ہے،“

اس کے بعد حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ :-

”اگر یہ کہا جائے کہ سماع اہل کے مباح ہے اور نا اہل کے لیے گناہ اور  
یہ کہ آج کل کے درویش اس کے اہل نہیں تو یہ کہنا غلط ہے کیونکہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا يزال امتی امة قاسمة باموال اللہ

لا یضرهم من خذلهم ولا من خالفهم (میری امت میں برابر ایک جماعت ایسی موجود رہے گی جو خدا کے حکم پر قائم رہے گی اور اس کو کوئی مخالف نقصان نہیں پہنچا سکے گا، نیز فرمایا مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولھا خیرا و آخرھا (میری امت کی مثال بارش کی سی ہے جس کی نسبت معلوم نہیں کہ اس کا اول اچھا ہے یا آخر)

برادر من! اہل وحدتین قسم کے ہیں۔ ایک تو اہل کمال جن کے باطن میں عشق الہی ان کو بے اختیار گہر دیتا ہے۔ یہ جماعت خدائی جماعت ہے۔ ان کا انکار خرابی دین کا موجب ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ من عادى و لیا بار ذی یا المعاربة (مجاہدی و مسلم) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے میکہ ولی سے عداوت کی وہ میرے ساتھ جنگ کرتا ہے، دوسری جماعت وہ لوگ ہیں جو اعلیٰ حالات پیدا کرنے کے لیے راگ سنتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعے واردات حاصل کریں۔ یہ بھی محمود ہے۔ میرے وہ لوگ ہیں جو دیا کے طور پر وجد کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو اہل کمال سمجھیں۔ یہ لوگ فاسق اور بدعتی ہیں۔۔۔۔۔ لیکن ہر شخص کے ساتھ بدعتی بھی جائز نہیں کیونکہ بدعتی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان بعض الظن اشور (بعض بدعتی گناہ ہے) کیونکہ بدعتی کی وجہ سے آدمی خود فاسق بن جاتا ہے۔ دوسرا فاسق جو یا نہ ہو۔

ہر کر اجامہ پارسا بسینی      پارسا دان و نیک مرد انگار

حضرت حافظ شیر محمد صاحب شریعت پوری نقشبندی اور سماع شیر محمد صاحب نقشبندی

چار پانی پر بیٹھے تھے اور پاس ہی سڑک مرمت ہو رہی تھی جب مزدوروں نے کنکریاں پھینکیں تو اس کی آواز سے آپ پر وجد طاری ہو گیا اور زمین پر گر پڑے۔ نیز روایت ہے کہ ایک دفعہ جب آپ پر انقباض طاری ہوا تو آپ حضرت شاہ شمس الدین سیالوی کے خلیفہ سکندر شاہ صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور آستانہ شاہ محمد غوثؒ میں جب محفل سماع



میں شرکت کی تو انقباض رفع ہو گیا۔

**حضرت شاہ محمد اسماعیل کرمانوالے اور سماع** | حضرت شرقپوریؒ کے خلیفہ حضرت شاہ  
محمد اسماعیل کرمانوالےؒ عرس پاکپتن شریف کے  
موقعہ پر اکثر محافل سماع میں شریک ہوا کرتے تھے۔ آپ کے موجودہ سجادہ نشین صاحب بھی عرس  
پاکپتن شریف کے موقعہ پر محفل سماع میں شرکت فرماتے تھے۔

**حضرت مسکین شاہ صاحب لاہوریؒ** | حضرت مسکین شاہ صاحب لاہوری نقشبندی تھے  
لیکن سماع کے بے حد شائق تھے۔ اور حضرت  
خواجہ گنج شکر کے عرس پر محافل سماع میں شریک ہوا کرتے تھے۔

**فوجی بینڈ کی آواز پر ایک نقشبندی عالم کا گریہ** | ہماری فوج کے امام مسجد مولوی محمد غلام  
کاسلسہ نقشبندیہ تھا اور اکثر جمائے  
ساتھ مسئلہ سماع پر بحث کیا کرتے تھے لیکن وہ صاحب انصاف بھی تھے اور اس بات کا اعتراف  
کرتے تھے کہ فوجی بینڈ (راجا) کی آواز سن کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔

## خواجگانِ چشتیہ کا سماع

قرآن و حدیث، ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور مشائخ قادریہ  
سہروردیہ نقشبندیہ کے اقوال اور عمل سے جواز سماع ثابت کرنے کے بعد اب ہم مشائخِ چشت  
اہلِ بیہشت کے سماع کا ذکر کرتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ خواجہ غلام فرید کی طرح مشائخِ چشتیہ کی  
نسبت شدیدیہ شقیہ نسبت ہے جو اصل اسلام اور اصل ایمان ہے۔ بمصدق قولہ تعالیٰ  
والذین آمنوا شد حباً للہ (جو ایماندار ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہے۔

۶۷ | **حضرت خواجہ حسن بصریؒ** | حضرت خواجہ حسن بصری تابعی ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
کے فیض یافتہ ہیں۔ آپ نہ صرف سلسلہ عالیہ چشتیہ کے  
شیخ الشیوخ ہیں بلکہ سلسلہ عالیہ قادریہ اور سہروردیہ کے بھی شیخ الشیوخ ہیں۔ آپ سماع کو  
بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وجد ایک بھید ہے جو دل میں آتا ہے اور اسے

حرک کر دیتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ سماع جو حق سے سنا ہے حق رسیدہ ہو جاتا ہے اور جو نفس سے سنا ہے زندگی ہو جاتا ہے۔

**حضرت ابوالسحاق شامیؒ** | حضرت ابوالسحاق شامی قدس سرہ بکثرت سماع سنتے تھے اور علمائے وقت میں سے کسی کو آپ پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جو شخص ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا معصیت سے کنارہ کش ہو جاتا تھا۔ مریض آتا تو مرض سے خواہ کتنا خطرناک کیوں نہ ہو شفا ہو جاتی۔ اہل دنیا کو اجازت نہ تھی لیکن کوئی اہل دنیا شریک مجلس ہوتا تو تارک الدنیا ہو کر اٹھتا تھا۔ جب آپ مجلس سماع میں رقص کرتے تو تمام حاضرین پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور درود و یوار رقص کرتے نظر آتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ وقت نے حاضر ہو کر بارش کی درخواست کی تو آپ نے محفل سماع منعقد کی فوراً موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ دوسرے دن بادشاہ شکر یہ ادا کرنے کی خاطر آیا تو آپ نے رو دیا اور فرمایا نا معلوم مجھ سے کون سی خطا سرزد ہوئی ہے کہ بادشاہ میسج پاس بار بار آ رہا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ شرمندہ ہوا اور روتا ہوا گھر چلا گیا۔ جب آپ کے ہاں محفل سماع ہوتی تو آپ کے حکم سے تمام یاران مجلس اور قوال تین دن طے کا روزہ رکھتے تھے اور قوالوں کو پہلے تو بے کرائی جاتی تھی۔

**حضرت خواجہ ابو احمد ابدال ہشتیؒ** | آپ جس وقت سماع میں ہوتے تو جس شخص پر آپ کی نظر پڑتی تو فوراً صحت یاب ہو جاتا۔ سماع میں آپ کے جہیں مبارک سے ایک نور کی شعاع نکلتی تھی جو آسمان تک نظر آتی تھی۔ یہ دیکھ کر تمام اہل شہر کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت شیخ سماع سن رہے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ جو فتح یاب (باطنی دروازوں کا کھلنا) سماع میں حاصل ہوتا ہے کسی دوسرے شغل میں حاصل نہیں ہوتا۔ سو برس کی ریاضت شاد سے بھی یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔ آپ کی مجلس میں حضرت خواجہ سرسقطی اکثر شرکت فرمایا کرتے تھے۔ یاد رہے کہ حضرت شیخ سری سقطیؒ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے شیخ تھے۔ حضرت جنید بغدادی بھی اہل سماع تھے۔ اس لیے حضرت جنید بغدادیؒ سے جس قدر بے شمار سلاسل وجود میں آئے ہیں کسی کو سماع سے انکار نہیں۔ سلسلہ قادریہ و سہروردیہ بھی حضرت جنید کے فیض یافتہ ہیں۔



**حضرت خواجہ ابو یوسف حشمتی** **سماع** میں آپ کے جنہیں مبارک سے نور تاباں نکل کر آسمان تک پہنچ جاتا تھا اور خلقت معائنہ کرنی تھی۔ آپ کی مجلس سماع میں حضرت شیخ ابو بکر شبلی جو حضرت جنید بغدادی کے خلیفہ تھے اکثر شریک ہوتے تھے آپ کا قول ہے کہ جو چیز میں نے سماع میں پانی سو سال کی عبادت میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ آپ کی مجلس میں بھی دنیا داروں کو شرکت کی اجازت نہ تھی۔ جو دنیا وار شریک ہوتا مجذوب ہو جاتا تھا۔ فاسق فاجر بھی آپ کی مجلس میں شریک ہو کر صاحب نسبت ہو جاتے تھے اور مریض صحت یاب ہو جاتے۔

**حضرت خواجہ قطب الدین مودودی حشمتی** آپ ایک دن مجلس سماع میں بیٹھے لوگوں کی نظروں سے غیب ہو گئے۔ بعد میں ایک بزرگ نے اس کی وجہ معلوم کرنی چاہی تو فرمایا کہ اجازت لے کر جواب دوں گا۔ دوسرے دن جب سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ایک مقام ہے جسے نور اسود (سیاہ نور) کہتے ہیں۔ کوئی سالک اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ مگر بذریعہ سماع۔ جب صاحب سماع اس مرتبہ پر پہنچتا ہے تو لوگوں کی نظروں سے گم ہو جاتا ہے۔ مثل اس ستارہ کے جو آفتاب کی روشنی میں گم ہو جاتا ہے۔

**حضرت خواجہ عثمان ہارونی** حضرت خواجہ عثمان ہارونی سماع کا از حد سوق رکھتے تھے اور بکثرت سنتے تھے جب بعض علماء ظواہر نے بادشاہ وقت سے شکایت کی تو بادشاہ نے آپ کو سماع سے منع کر دیا لیکن آپ نے جوش میں آکر فرمایا۔ کہ سماع اللہ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ حالت سماع میں بندہ اور خدا کے درمیان پردے اٹھ جاتے ہیں۔ سماع ہرگز ہرگز بند نہیں ہوگا۔ کس میں قدرت ہے کہ تجھے سماع سے روکے۔ میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ قیامت تک میرے مرید اور فرزند سماع سنتے رہیں۔ اور کسی کو اہل سماع پر ظفر حاصل نہ ہوگا۔ آپ سات سات دن تک مسلسل سماع سنتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ وقت کے حکم سے مجلس مناظرہ منعقد ہوئی لیکن آپ کی کرامت سے تمام مخالف علماء کی زبانیں بند ہو گئیں اور ان کا سارا علم سلب ہو گیا۔ اور اُمّی محض بن گئے لیکن جب انہوں نے توبہ کی اور معافی مانگی تو ان کا علم لوٹ آیا اور بحث و مباحثہ

سے تائب ہوئے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ  
 خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین  
 حسن بھڑی اجمیری قدس سرہ بکثرت سماع سنتے  
 تھے اور علماء و فقہائے وقت میں سے کسی کو آپ کے سماع پر انکار نہ تھا۔ اکثر علمائے متبحر و مشائخ  
 کبار آپ کی مجلس سماع میں حاضر ہوتے اور آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار خانیؒ  
 دی۔ آپ کے ایک دوست نے مجلس سماع منعقد  
 کرائی۔ قوالوں نے مولانا احمد جام کی غزل گائی جب اس شعر پر پہنچے۔

کشتگان خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر است

تو آپ پر وجد طاری ہو گیا اور چار دن رات آپ مسلسل رقص کرتے رہے۔ اس سے سارے شہر  
 دہلی میں تسک بچ گیا۔ جب غاز کا وقت آتا تھا تو آپ باہر آکر غاز پڑھ لیتے تھے اور پھر محو رقص ہو  
 جاتے۔ جب قوال پہلا مصرعہ پڑھتے تو آپ جال بھی ہو جاتے تھے۔ جب دوسرا مصرعہ پڑھتے تو  
 پھر زندہ ہو جاتے تھے اور رقص کرنے لگتے۔ آخر آپ نے قوالوں کو اشارہ کر دیا کہ دوسرا مصرعہ نہ  
 پڑھنا۔ اس طرح آپ نے رقص کرتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ کی اس حالت  
 کو احرارِ اسماء الحروف نے منقبت میں یوں بیان کیا ہے۔

زینع لا فنا فی اللہ ذی اللہ بقا بیا للہ

چرخِ خوش خوش جاں بجاں پروردگارِ مردِ رحمانے

حضرت خواجہ غلام فریدؒ ارشاداتِ فریدی میں فرماتے ہیں کہ وصال سے دو ماہ پہلے حضرت  
 خواجہ قطبؒ بار بار یہ شعر پڑھ کر مست ہو جاتے تھے۔ آخر محفل سماع میں چار دن رات رقص کر  
 کے جان دے دی۔ لقب آپ کا شہیدِ محبت ہے۔

حضرت خواجہ شیخ فرید الدین مسعودؒ گنج شکرؒ  
 آپ بھی بڑے ذوق و شوق سے سماع  
 سنتے تھے۔ اور اکثر یہ دہائی آپ کا

وردِ زبان تھی۔



خویم کہ ہمیشہ درجہ ہوائے تو زیم خاکے شوم و زیر پائے تو زیم  
مقصود من بندہ ز کونین توفی بہر تو میرم و زبرائے تو زیم

ایک مرتبہ سماع کے متعلق علماء کے اختلاف کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! بکے  
بسوخت و خاکستر شد و دیگر ہنوز در اختلاف است۔ آپ نے اپنے وصال سے چند روز پہلے  
حضرت محبوب الہی سے فرمایا کہ میں نے دین کے متعلق جو خواہش کی مجھے بخشی گئی۔ بعد میں پہچان  
ہوا کہ حالت سماع میں موت کیوں نہ طلب کی۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب اشارات  
فریدی میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ گنج شکر کا لقب "حرفی محبت" ہے یعنی محبت میں جلا ہوا۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الہی | حضرت خواجہ نظام الدین قدس سرہ کو جس

حالت سماع میں آپ پر لکا کا غلبہ رہا تھا۔ گو آپ کی مجلس میں مزامیر اور تصنیق (تالی بجانا) منع  
تھا تاہم علمائے ظواہر نے تعلق بادشاہ کے زمانے میں سماع کے متعلق آپ سے مناظرہ کیا۔ اور  
شکست کھائی۔ جب آپ سماع کے جواز میں احادیث نبوی پیش کیں تو علمائے کما کہ آپ امام  
ابو حنیفہ کا قول پیش کریں۔ یہ سن کر آپ خشمگین ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں پر خدا کا غضب تو  
نہیں آنے والا۔ میں سرور کونین صلعم کا قول پیش کرتا ہوں اور تم امام ابو حنیفہ کا قول طلب  
کرتے ہو۔ حضرت مولانا فخر الدین زراوی نے جو آپ کے اعظم خلفاء میں سے تھے اور صاحب  
سیرالاولیاء سید محمد کرمانی کے استاد تھے۔ ایاحت سماع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام  
اصل الاحوال ہے۔ اس رسالہ میں سماع پر فاضلانہ بحث کر کے سماع کا جواز ثابت کیا ہے لیکن  
یہ بھی لکھا ہے۔ ۱۔

”سماع مشائخا کان بلا مزامیر“

(ہمارے مشائخ کا سماع بلا مزامیر تھا)

اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ مزامیر حرام ہے۔ کیونکہ مزامیر کا ثبوت احادیث نبوی میں موجود ہے  
بلکہ وجہ یہ ہے کہ شان بقا باندگی بدولت آپ پر عبدیت اور عجز و انکسار کا غلبہ تھا اور احتیاط  
کا پہلو بد نظر رکھتے تھے۔ نیز چونکہ آپ کا مقام محبوبیت تھا۔ آپ کی طبیعت از حد نازک تھی اور

شاید مزامیر کی آواز کو طبع مبادک برداشت نہ کرتی تھی لیکن آپ کے خلفاء اکثر مزامیر کے ساتھ  
سماع سنتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ | مشائخ چشتیہ صابریہ بھی سماع میں بہت زیادہ شغف  
رکھتے تھے حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ صابریہ

طریقہ کے موجودہ سماع کے راس و رئیس ہیں۔ آپ بڑی شان کے صاحب علم عمل، ذوق و علاوت  
و جد و سماع تھے۔ حضرت قاضی شہار اللہ پانی پتی جو نقشبندی تھے اپنے رسالہ سماع میں لکھتے ہیں کہ:-  
”حضرت پناہ عالمین شیخ عبدالقدوس گنگوہی باوجود کمال علم ظاہری و باطنی،  
میں رفعت شان رکھنے کے سماع با مزامیر میں افراط رکھتے تھے۔ آپ کی تصنیف  
شرح عوارف میں سماع کی اباحت پر طویل بحث آئی ہے۔“

علمائے دیوبند اور سماع | ہمارے ملک میں بریلوی اور دیوبندی بحث و مباحثہ کی وجہ  
عام طور پر یہ مشہور ہے کہ علمائے بریلوی تصوف کے حامی اور  
دیوبندی مخالف ہیں۔ اس لیے ہم یہاں علمائے دیوبند کا جوازِ سماع کے متعلق فتویٰ پیش کرتے  
ہیں تاکہ بقول عارفِ رومی:-

خوشتر آں باشد کہ ستر و لبراں گفتم آید در زبان دیگران  
حجت تمام ہو جائے۔

علمائے دیوبند کے سردار اور پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب نے فیصلہ ہفت مسائل کے  
نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں آپ نے مجالس میلاد، عرس و سماع، فاتحہ، نذرانے غیر اللہ،  
جماعت ثانیہ وغیرہ مسائل کا جواز ثبت کیا ہے۔ سماع کے متعلق آپ کا فیصلہ جو دراصل دیوبند کا فیصلہ  
ہے یہ ہے:-

”رہا سماع کا مسئلہ یہ بحث از بس طویل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ  
اختلافی ہے، سماع محض میں بھی اختلاف ہے جس میں محققین کا یہ قول ہے کہ اگر  
شرائط جواز مجتمع ہوں اور حوائض مانعہ مرتفع ہوں تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔  
کما فیصلہ الامام غزالیؒ اور سماع بآلات (باجوں سمیت) میں بھی اختلاف



ہے۔ بعض لوگوں نے احادیث منع کی تاویلیں کی ہیں اور نظائر فقہیہ پیش کیے ہیں۔ چنانچہ قاضی شامہ اللہ دپانی پتی نقشبندی نے اپنے رسالہ سماح میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر آداب سماح کا ہونا بہ اجاز ضروری ہے۔ جو اس وقت میں اکثر مجالس میں مفقود ہے تاہم

### خلا پنچ انگشت یکساں نکرو

بہر حال وہ احادیث خبر واحد ہیں اور محتمل تاویل کو تاویل بعید ہے۔ اور غلبہ حال کا احتمال بھی موجود۔ ایسی حالت میں کسی پر اعتراض کرنا از بس دشوار ہے۔ مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرومرشد کی روح کو ایصال ثواب کرتا ہوں۔ (ہر سال سے مراد یوم وفات ہے جسے آپ نے عرس کے مضمون میں صاف کر دیا ہے)، اول قرآن خوانی ہے۔ اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے (اس میں ایک تو عیسیٰ میلاد کا جواز نکل آیا۔ دوسرے یہ کہ سماح بلا نماز میر بھی، یعنی بغیر سازوں کے نعت اور مولود شریف کا گایا جانا اور سنا جانا) پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے (اس سے عرسوں پر طعام پکوانے اور فاتحہ دینے کا جواز نکل آیا ہے جو آج کل کے دیوبندی حضرات کے لیے آنکھیں کھولنے والی چیز ہے۔ کیونکہ آج کل کے دیوبندی نہ عرس کے قائل ہیں نہ میلاد کے، نہ فاتحہ اور طعام کے، نہ سماح بغیر آلات کے حالانکہ دیوبند کے باقی اور علمائے

۱۔ نظائر فقہیہ یعنی فقہی دلائل۔

۲۔ بہ اجماع یعنی اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ شرائط کے ساتھ سماح جائز ہے۔

۳۔ یعنی بعض لوگ ان شرائط کی پرواہ نہیں کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ بعض کا لٹاؤ دوسروں پر نہیں آسکتا۔

۴۔ خبر واحد اس حدیث کو کہتے ہیں جس کا رادی صرف ایک صحابی ہو، اس لیے ایسی احادیث کو متبرہن صحابہ چنانچہ حاجی امداد اللہ کے نزدیک مانع سماح و آلات سماح کی احادیث خبر واحد اور غیر معتبر ہیں۔

۵۔ محتمل تاویل جس کی تاویل ہو سکے یعنی یہ ثابت کیا جاسکے کہ ان مانع احادیث کے باوجود بھی سماح جائز ہے۔

۶۔ یعنی غلبہ حال کی وجہ سے بھی سماح سننے والے معذور قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

دیوبند کے پیر و مرشد کے نزدیک یہ عام امور جائز ہیں (اور ذوالد امور کی فقیر کی عادت نہیں۔ نہ بھی سماع کا اتفاق ہوا ہے نہ خالی نہ آلات کے ساتھ۔ مگر دل سے بھی اہل دل پر اعتراض نہیں کیا۔ ہاں جو محض ریاکار مدعی ہو وہ ہر اسے مگر بلا کسی حجت شرعی کے جی کو ریاکار کہنا بھی نادرست ہے۔ اس میں بھی عملدرآمد فریقین کا یہی ہونا چاہیے جو اوپر مذکور ہوا۔ یعنی جو لوگ نہ کریں ان کو کمال اتباع سنت کا شائق سمجھیں۔ جو کریں ان کو اہل محبت میں سے جانیں۔ اور ایک دوسرے پر انکار نہ کریں۔ جو عوام کہ غلو میں ہوں ان کا لطف و نرمی سے انسداد کریں؟  
(ختم ہوا فتویٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا یہ فتویٰ کس قدر واضح، فراخ دلانہ اور مطابق شریعت ہے۔ یہ نہیں لکھتے کہ میں سماع کو ناجائز سمجھتا ہوں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی عادت نہیں ہے۔ نہ کبھی کسی پر اعتراض کیا ہے۔ کاش کہ آج کل کے دیوبندی حضرات دارالعلوم دیوبند کے بانی مہائی اور اکابر دیوبند کے پیر و مرشد کے اس فتویٰ پر عمل کرتے اور خواہ مخواہ سماع اور اہل سماع پر اعتراضات کی بارش سے پرہیز فرماتے۔ جن امور سے مجلس سماع حرام اور ناجائز بن سکتی ہے تمام اہل سماع اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ان غیر مشرع امور سے پرہیز کیا جائے۔ اگر کسی جگہ کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے تو کیا ایسی غلطیاں دیوبندی حضرات کے متعلقین اور گھر کے لوگوں سے سرزد نہیں ہوتیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی<sup>۶</sup> صاحب اول سماع تمام اکابر دیوبند میں سے مولانا رشید احمد

جاتے ہیں۔ آپ کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی ہجرت کے بعد ان کے تمام مریدین اور خلفاء کے ہندوستان میں سرپرست اور سربراہ مولانا رشید احمد گنگوہی مانے جاتے ہیں۔ آپ پر اگرچہ شریعت کے معاملہ میں سخت احتیاط کا پہلو غالب تھا لیکن آپ نے بھی سماع کو حرام اور ناجائز قرار نہیں دیا۔ بلکہ واقعہ مندرجہ ذیل میں تو سماع کی تائید پائی جاتی ہے مولانا اشرف علی تھانوی اپنے رسالہ ضحانہ باطن میں لکھتے ہیں کہ :-



”مجھ کو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقولہ بہت پسند آیا جو میں نے مولوی الیاس صاحب سے سنا۔ ان کا بیان ہے کہ مولانا گنگوہی سے کبھی نے سوال کیا کہ کیا حضرت سلطان جی (سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین عجمیؒ) عالم تھے، فرمایا: جی ہاں بڑے عالم تھے۔ اس نے پھر سوال کیا کہ کیا حضرت سلطان جی سماع سنتے تھے، فرمایا: ہاں سنتے تھے۔ اس نے پھر سوال کیا کہ ان کے پاس جواز کی کوئی دلیل ہوگی۔ فرمایا: ضرور ہوگی۔ پھر عرض کیا کہ کیا دلیل ہوگی۔ فرمایا: ہمیں معلوم نہیں۔ سبحان اللہ! اس کو ادب کہتے ہیں۔ شریعت کے ادب کو بھی نہیں چھوڑا اور بزرگوں کا ادب بھی ملحوظ رکھا۔ یہ ہیں کمالات جن کے سامنے کرامات جیسے کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ جواب صاحب کمال ہی دے سکتا ہے۔ ناقص سے ملن نہیں۔“

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا سماع کے متعلق فتویٰ جواز کتاب خزانہ باطن میں صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے کہ جب

نواب جمشید علی خان نے دریافت کیا کہ بزرگوں سے جو عقل سماع منقول کیا وہ ایسا ہی سماع تھا جو آج کل ہو رہا ہے تو مولانا تھانویؒ نے فرمایا:۔

”نہرگز نہیں۔ سماع کے لیے بزرگوں نے اکیس بائیس شرطیں لکھی ہیں جن کا آج کل نام و نشان بھی نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ صاحب سماع تھے مگر فوائد الفوائد میں جس میں ان کے محفوظات ہیں صاف تصریح ہے کہ سماع کے لیے چار شرطیں ہیں: سماع، مسموع، مسموع، آکہ سماع۔“

۱۔ فوائد الفوائد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے محفوظات کا مجموعہ ہے جو امیر حسن علی سجری جو حضرت شیخ کے مرید تھے اور امیر خسرو کے گہرے دوست تھے نے جمع کیے ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے اشارات فریدی میں فرمایا ہے کہ فوائد الفوائد اور میرالادلیا صرف دو ایسی کتابیں ہیں جو مشائخ چشتیہ کے حالات پر مستند مافی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں کتابیں حضرت سلطان المشائخ کے وقت میں ان کے اصحاب نے ان کے سامنے لکھی تھیں۔ باقی تذکروں میں یہ خصوصیت نہیں ہے۔

سماع اہل ہوی و شہوت نباشد و سنے والا اہل نفس و ہوس نہ ہو، بلکہ صاحب  
دل صاحب حال ہو۔ سماع زن و کودک نباشد مرد تمام باشد و سنانے والا  
عورت یا لڑکانہ ہو بلکہ پورا مرد ہو، مسموع ہزل و فحش نباشد و کلام بے ہودہ اور  
فحش نہ ہو، بلکہ بزرگوں کا کلام ہو، حمد و نعت ہو۔ آلہ سماع کے متعلق تصریح ہے کہ  
چنگ و رہاب در میان نباشد (مزامیر در میان میں نہ ہوں)، بس ان کا سماع صرف  
یہ تھا کہ کوئی خوش الحان شخص کوئی غزل یا حمد و نعت سنا دے۔ اور سنے والے  
سب اہل دل ہوں، فاسقوں اور فاجروں کا مجمع نہ ہو۔ گانے والا اپنے ہی  
جمع کا ہو۔

رسالہ مذکور میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ۱۔  
ایک مرتبہ حضرت سلطان جی کو سماع کا تعاضا ہوا۔ فرمایا کوئی قوال تلاش  
کرو۔ خدام نے تلاش کیا کوئی نہ ملا۔ فرمایا حمید الدین ناگوری کے مکتوبات لاؤ۔  
ان کے خطوط کھسی خادم کے پاس جمع تھے۔ فرمایا سناؤ۔ چنانچہ ایک خط پڑھا گیا۔  
جس کا پہلا جملہ یہ تھا۔ از خاکپائے دردیشاں و گدراہ ایشاں۔ اس جملہ کا سنا  
تھا کہ حضرت سلطان جی کو وجد آگیا اور تین روز تک یہ حالت رہی۔ یہ تھا ان حضرات  
کا سماع۔ مگر فقہاء اس کو بھی حرام کہتے ہیں کیونکہ سماع کی خاصیت ہے کہ وہ کیفیت  
موجودہ کو قوی کر دیتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر اس سماع کی بھی اجازت دی  
گئی تو ان میں جو کیفیت اس وقت موجود ہے اس کو قوت ہوگی اور زیادہ تر  
نفس میں شر ہے اس کو وہ مفاسد کی طرف مقتضی ہوگا کیونکہ عوام میں شہوت  
اور نفس کی خواہشات غالب آتی ہیں۔ سماع سے ان میں ہيجان ہوگا، قوت  
بڑھ جائے گی اور اس سے سخت مفاسد پیدا ہوں گے۔۔۔ بزرگوں نے کہا ہے  
کہ الفنا رقیۃ الزنا یعنی گناہ زنا کا منتر ہے۔ فقہاء چونکہ منتظم ہیں تمام عالم کا انتظام  
ان کے سپرد ہے اس لیے وہ بعض دفعہ ایسی چیز کو بھی منع کرتے ہیں جس میں شرعاً  
کچھ گنجائش بھی ہو سکتی ہے۔ جس طرح دیا کے زمانہ میں ڈاکٹر کھیرے لکڑی کو مطلقاً



منع کر دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کی قلیل مقدار مضر نہیں ہوتی اور جس کا معدہ بالکل صحیح ہو اس کو زیادہ مقدار بھی نقصان نہیں دیتی بلکہ اگر ڈاکٹر اس تفصیل سے ممانعت کرے گا تو کوئی بھی اس کے کھانے سے باز نہیں آئے گا تو ہر شخص اپنے کو صحیح المعده سمجھنے لگے گا اور کثیر مقدار کو بھی قلیل ہی کہے گا۔ اس لیے انتظام کا تقاضا یہی ہے کہ وہا کے زمانہ میں کسی کو بھی کھیرے لکڑی کھانے کی اجازت نہ دی جائے بلکہ ان کو پھینک دیا جائے۔ یہی حالت فقہاء کی ہے کہ حضرات صوفیہ نے جس سماع کو اختیار کیا ہے اور شرعاً اس میں گنجائش بھی تھی مگر فقہاء نے انتظاماً اس سے بھی منع فرما دیا۔ چنانچہ حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کا سماع شرعاً ناجائز نہ تھا۔ کیونکہ وہ آداب وحدود کی رعایت کے ساتھ ساتھ تھا مگر فقہاء اس کو بھی بدعت کہتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور عوام کو اجازت دینے میں مفسدہ ہے۔

رسالہ مذکور میں آگے مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ :-

حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں قاضی ضیاء الدین سنائی قاضی وقت تھے۔ وہ ہمیشہ حضرت سلطان جی کے سماع پر نیکر کرتے تھے ایک بار ان کو معلوم ہوا کہ حضرت سلطان جی کے ہاں مجلس سماع گرم ہے وہ درہ لے کر اپنے حشم و خدم کے ساتھ وہاں پہنچے۔ ایک بڑے خیمے کے اندر سماع ہو رہا تھا قاضی صاحب اور ان کے خدم و حشم کو سلطان جی تک پہنچنے کا راستہ نہ ملا خیمہ مجمع سے بھرا ہوا تھا۔ راستہ نہیں مل سکتا تھا۔ صوفیوں کو قاضی اور محتسب کی کیا پرواہ تھی۔ وہاں کون ان کو راستہ دینا اور کون سلطان جی تک پہنچاتا۔ صوفیہ تو یاد شاہ کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ یہاں سب اپنے حال میں مست تھے۔ قاضی صاحب کا جب کوئی زور نہ چلا تو فوج کو حکم دیا کہ خیمے کی طنابیں کاٹ دی جائیں تاکہ خیمہ گر پڑے اور اس کے نیچے دب کر یہ لوگ سماع کو بند کر دیں مگر طنابیں کاٹ دینے کے بعد بھی خیمہ اور چوہیں اسی حالت میں قائم رہیں۔ یہ حضرت

سلطان جی کی کرامت تھی۔ مگر قاضی صاحب بھی اپنی دھن کے ایسے پکتے تھے کہ  
لگے کہ میں اس ڈھونگ کا قائل نہیں ہوں۔ بدعتی سے ظاہر میں کرامت بھی صادر  
ہو تو وہ کرامت نہیں۔ یہ کہہ کر کہ اچھا پھر کسی وقت آؤں گا واپس چلے گئے کچھ زمانہ  
کے بعد پھر آئے اور برابر نکیر کرتے رہے :-

اس کے بعد رسالہ مذکور میں مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ خوب علیشاہ  
صاحب الہ آبادی جو بڑے بزرگ تھے حضرت خضر علیہ السلام سے ملا کرتے تھے ان سے کسی نے  
سماع کی بابت دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے جواب میں لکھا کہ میں ایک واقعہ  
بیان کرتا ہوں اس سے تم خود فیصلہ کر لو۔ واقعہ یہ ہے کہ :-

حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ صاحب سماع تھے۔ اور  
قاضی ضیاء الدین سنامی منکر سماع ان پر نکیر کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ مجلس سماع  
کی خبر سن کر آئے اور نکیر کرنے لگے۔ حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ اچھا ہم رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھوا دیں۔ تب تو پیچھا چھوڑ دو گے۔ قاضی صاحب نے کہا  
ہاں حضور سے کچھوا دو۔ اس کا ان کو یقین تھا کہ سلطان جی اس درجہ کے بزرگ  
ہیں کہ حضور کی زیارت کرادیں گے۔ معتقد بھی تھے اور منکر پر نکیر بھی کرتے تھے  
سلطان جی ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس تصرف سے ان پر غنودگی کی حالت  
اور غیبت سی طاری ہو گئی۔ اس حالت میں ان کو منکشف ہوا کہ جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دربار میں رونق افروز ہیں۔ قاضی صاحب کو دیکھ کر فرمایا  
کہ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی  
جھے اس وقت اپنی حالت کی حقیقت معلوم نہیں کہ میں ہوش میں ہوں بھی یا  
نہیں۔ اور حضور کے جوار شادات ثقہ راویوں کے واسطے سے عالم بیداری میں  
ہم تک پہنچے وہ اس ارشاد پر مقدم ہیں۔ ان کو اس ارشاد کی وجہ سے چھوڑا نہیں  
جاسکتا۔ اس جواب پر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ اس کے بعد  
قاضی صاحب کو اتفاقاً ہوا حضرت سلطان جی نے فرمایا ویکھا ہم نے حضور سے



پچھو اُجی دیا۔ قاضی صاحب نے کہا اور دیکھا ہم نے بھی جواب عرض کر دیا۔ اس کے بعد مجلس سماح گرم ہوئی اور حضرت سلطان جی پر وجد طاری ہو گیا اور کھڑے ہو گئے۔ قاضی صاحب نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا۔ اس کے بعد پھر سلطان جی کو وجد آیا اور کھڑے ہو گئے۔ قاضی صاحب نے پھر ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا۔ تیسری بار پھر سلطان جی کو وجد آیا اور کھڑے ہو گئے۔ قاضی صاحب نے پھر ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا۔ چار بائیس بار خود ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور دیر تک ادب کے ساتھ کھڑے رہے۔ جب سلطان جی کو افادہ ہوا اور خود ہی بیٹھ گئے تو یہ بھی بیٹھے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ پھر آؤں گا۔ میں ان باتوں سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔ راستے میں کسی نے دریافت کیا کہ آپ سلطان جی پر نیکہ کرنے گئے تھے۔ پھر خود ہی ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب ان کو پہلی بار وجد ہوا تو ان کی روح نے آسمان دنیا پہلے آسمان تک پرواز کیا۔ میں ان کو وہاں سے یہ کہہ کر واپس لایا کہ تم کو زمین پر رہنا چاہیے آسمان پر کہاں جاتے ہو، دوبارہ جب وجد ہوا تو روح نے تخت العرش تک پرواز کیا۔ یہاں تک بھی میری رسائی تھی۔ وہاں سے بھی ان کو واپس لایا۔ تیسری بار جب وجد ہوا، وہ فوق العرش دعوش سے اوپر پہنچ گئے۔ میں نے وہاں سے بھی ان کو واپس لانا چاہا تو حاملین عرش نے مجھے روک دیا کہ آگے تمہارا مقام نہیں یہ نظام الدین ہی کا مقام ہے۔ وہی فوق العرش جاسکتے ہیں۔ اس وقت میں نے حاملین عرش کے ادب سے ہاتھ باندھ لیے تھے نہ کہ بدعتی کی تعظیم کے لیے۔۔۔۔۔

رسالہ مذکور میں مولانا تھانوی نے لکھا ہے کہ :-

”پھر قاضی صاحب کی وفات کا وقت آیا اور سلطان جی کو اس کا علم

اس سے ثابت ہوا کہ مجالس سماح پر اولیاء اللہ کی عرش تک اور عرش سے بھی اوپر پرواز کے اکابر و بلند  
قابل تھے

ہوا تو عیادت کے لیے تشریف لے گئے بیٹے خادم نے قاضی صاحب کو سلطان کی تشریف آوری کی اطلاع دی۔ آپہوں نے کہلا بھیجا کہ ان سے کہہ دو کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا وقت ہے اس وقت میں بدعتی سے ملنا نہیں چاہتا۔ سلطان جی نے کہلا بھیجا کہ میں ایسا بے ادب نہیں ہوں کہ بدعت میں ملوث ہو کر آپ کے پاس آؤں۔ میں اس سے توبہ کر کے آیا ہوں۔ حدیث۔ والتائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے کسی نے گناہ کیا ہی نہیں) یہ جواب سن کر قاضی صاحب آبدیدہ ہو گئے اور اپنا عمامہ (دستار) غلام کو دے کر کہا کہ اس کو بچھا دو اور سلطان جی سے عرض کرو کہ اس پر پاؤں رکھتے ہوئے تشریف لائیں۔ میں ان کے مقام سے واقف ہوں ان میں ایک ہی کسر تھی جب وہ نہیں رہی تو اب وہ اس قابل ہیں کہ میرے عمامہ پر قدم رکھتے ہوئے تشریف لائیں۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی اور عمامہ زمین پر بچھا دیا۔ حضرت سلطان جی نے عمامہ اٹھا کر سر پر رکھ لیا اور فرمایا یہ دستار شریعت ہے۔ اس پر میں قدم رکھوں میری کیا مجال ہے۔ اس کو تو میں سمجھ رہا ہوں گا۔ چنانچہ سر پر رکھے ہوئے تشریف لائے۔ قاضی صاحب نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ بٹھایا اور عرض کیا کہ حضرت اب میرا آخری وقت ہے توجہ فرمائیے کہ خاتمہ ایمان پر ہو۔ سلطان جی یہ سن کر دیر تک متوجہ رہے اور رخصت ہو کر دہلیز تک پہنچے تھے کہ قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا حضرت سلطان پر گریہ طاری ہوا اور کھنے لگے کہ افسوس آج شریعت کا ستون منہدم ہو گیا۔ اللہ اللہ! ساری عمر تو قاضی صاحب آپ پر تکیہ کرتے رہے اور آج قاضی صاحب کے وصال پر افسوس کرتے ہیں اور روتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شریعت کا ستون منہدم ہو گیا

۷ سبحان اللہ! کیا رواداری اور فراخ دلی ہے کہ جو شخص ساری عمر مخالفت کرتا رہا حضرت سلطان الشاہ علی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ کام اولیاء اللہ کر سکتے ہیں اور کوئی نہیں کر سکتا۔



یہ تھے اللہ والے، یہ عالم تھا ان کے اخلاص کا۔ ان میں محبت حق تو اللہ کے لیے۔  
وہ لڑتے تھے تو اللہ کے لیے۔ ختم ہوا مولانا عتاقاوی کا بیان۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا مزار سے آواز دینا  
رسالہ مذکور میں مولانا اشرف علی  
صاحب عتاقاوی لکھتے ہیں کہ:

حضرت قطب صاحب کا ایک واقعہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب  
کے والد شاہ عبد الرحیم صاحب نے لکھا ہے کہ وہ قطب صاحب کے مزار  
پر فاتحہ پڑھنے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ وسوسہ ہوا کہ نامعلوم ان کو میرے  
آنے کی خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ فوراً ہی قبر سے آواز آئی

مرا زندہ پسندار چوں خویش تن من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن  
(مجھے اپنی طرح زندہ سمجھو تم جسم کے ساتھ آتے ہو تو میں روح کے ساتھ آتا ہوں)  
حضرت خواجہ قطب الدین کا سماع شاہ عبد الرحیم کے ساتھ مکالمہ  
مولانا عتاقاوی کتاب  
مذکور میں لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ جب شاہ عبد الرحیم صاحب خواجہ قطب صاحب کے مزار پر  
مراقب تھے تو ان پر حضرت قطب صاحب کی روحانیت کا انکشاف ہوا۔ اس  
وقت شاہ صاحب نے عرض کیا کہ سماع کے متعلق آپ کی کیا تحقیق ہے۔ فرمایا  
شعر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ شاہ صاحب نے عرض کیا۔ الشعر کلام  
موزون حسنہ حسن و قبیحہ قبیح۔ الحدیث (شعر کلام موزوں کا نام  
ہے جس کا حسن حسن ہے اور جس کا قبح قبح ہے)، اس کے بعد خواجہ صاحب نے  
فرمایا: حسن بت کے متعلق کیا کہتے ہو؟ شاہ صاحب نے عرض کیا۔ یرید فی  
الخلق مایشاء (القرآن، بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس  
زیادت سے مراد حسن صوت ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ دونوں جمع ہو  
جاویں اس وقت تم کیا کہو گے؟ عرض کیا نور علی نور یدہی اللہ لسورہ  
من یشاء (نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا اپنے نور کی طرف جسے چاہے)

فرمایا بس ہمارا سماع ہی تھا۔ اس کے بعد شاہ عبدالرحیم صاحب نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت نازل ہوا جس پر ایک بزرگ رونق افروز ہیں حضرت قطب صاحب تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ بھوڑی دیر کے بعد وہ تخت پھر آسمان پر اٹھ گیا۔ تو شاہ صاحب نے حضرت قطب صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ تھے۔ فرمایا خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ تھے۔ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو سماع کے منکر تھے۔ آپ نے ان کے سامنے اپنی سختی کیوں نہ بیان فرمائی۔ فرمایا ادب کے خلاف تھا۔ یہ حضرات عالم بزرخ میں بھی ایک دوسرے کا ادب کرتے ہیں۔

اس کے بعد نواب جمشید علی خان نے عرض کیا کہ بعض لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لڑکیوں نے دف بجا کر گایا۔ مولانا تھانوی نے فرمایا:-

”وہ کوئی باقاعدہ گانا بجانا نہ تھا۔ نہ وہ لڑکیاں گائے والی تھیں۔ یونہی بے قاعدہ گانا بجانا تھا۔ گو حدیث سے شادی وغیرہ کے موقع پر دف جائز ہے۔ اور سماع صوفیہ کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے مگر بعض دفعہ مصلحت انتظام کیلئے امر مباح سے بھی منع کیا جاسکتا ہے۔“

مولانا تھانوی کا سماع سننا اور سنوانا کتاب مخزنہ باطن میں مولانا تھانوی صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ:-

”ایک دفعہ میں نے ایک طالب علم کا علاج سماع سے کیا تھا۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں ایک طالب علم پر شورش باطنی کا غلبہ ہوا۔ کسی طرح سکون نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اس کے لیے سماع تجویز کیا۔ میرے ایک ملنے والے صاحب سماع تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ ہم لوگ تو مولوی ہیں۔ ہم اپنے یہاں سماع کا انتظام نہیں کر سکتے۔ تم اپنے یہاں لے جاؤ اور سماع سنوا لاؤ۔ امید ہے ان کو سکون ہو جاوے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور خوشی خوشی ان کو اپنے یہاں لے



گئے۔ ان کی جماعت نے بھی اس کو فخر سمجھا کہ ہم سے مولویوں نے رجوع کیا۔ مگر جب وہاں ڈھولکی اور ستار کا انتظام ہوا تو وہ طالب علم بہت بگڑا اور ان کو دھمکا یا کہ تم مجھ کو بدعت کا آلہ کار بنانا چاہتے ہو۔ یاد رکھنا سب ڈھولکی ستار توڑ ڈالوں گا۔ خبردار جو میرے سامنے بدعت کا ارتکاب کیا۔ وہ لوگ بہت گھبرائے اور اس کو واپس کر دیا۔ میں خوش ہوا کہ الحمد للہ ان کی حالت سنت کے مطابق ہے پھر میں نے ایک خوش الحان طالب علم سے کہا کہ ان کو کوئی غزل تنہائی میں سنا دو۔ اس طالب علم کا مقام نشست میرے سامنے ہی تھا اس نے امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل سنائی۔

از ہجر تزلزل کیا ب تا کے جلال در طلبت خراب تا کے  
در مضطرب روئے او نظر کن خسرو غزل و کتاب تا کے  
میرے کانوں میں بھی آواز آرہی تھی جب تک غزل سنائی جاتی رہی ان پر حال کا غلبہ رہا۔ بار بار جوش میں کھڑے ہو جاتے اور "تا کے تا کے" پکارتے۔ پھر سکون ہو گیا۔ تو یہ دراصل دوا ہے اور اس کو طبیب ہی سمجھ سکتا ہے کہ کس مرض کو اس دوا کی ضرورت ہے بغیر شیخ کی اجازت کے اگر کوئی سماع سنے تو غلطی میں مبتلا ہوگا۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور سماع اس کے بعد لکھا ہے کہ :-

بعض ذاکرین پر ایسی حالت طاری ہوتی تھی کہ وہ ذکر میں تالیاں بجانے لگتے تھے اور تالیاں بجانا بھی سماع کے قریب قریب ہے۔ کیونکہ پہلو میں داخل ہے مگر حضرت نے کوئی نیکر نہیں فرمائی۔ مولانا محمد حسن صاحب مراد آبادی حضرت کے یہاں بہت کھلے ہوئے تھے اور حضرت ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہوں نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت اب تو آپ کے یہاں تالیاں بجنے لگی ہیں حضرت نے ان کو ڈانٹ دیا کہ تم کیا جانو خاموش رہو۔

اس کے بعد کتاب مذکور میں مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ :-  
 "معرض مزامیر کے ساتھ سماع کو قریب قریب سب صوفیہ نے حرام کہا ہے  
 ابنتہ بعض نے اس کی اجازت بھی دی ہے علامہ شامی نے دمشورہ بزرگ حنفی  
 ہیں جو علوم ظاہری اور باطنی سے مزین ہیں، ان پر سے اعتراض کو اس طرح رفع  
 کیا ہے کہ فقہاء نے تین وقتوں میں طبل بجانے کی اجازت دی ہے جیسا کہ امراء  
 کے یہاں تین مختلف اوقات میں نوبت بھی ہے اور یہ حکمت بیان کی ہے کہ اس  
 میں نفحات ثلثہ کی تذکیر ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ تذکیر نفحات کے لیے طبل کیلئے  
 اجازت ہے تو جو حضرات صوفیہ اس قسم کے مصالح سے آلات کی اجازت دیتے  
 ہیں ان پر بھی اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔"

اس وجہ سے مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی علامہ شامی کے معتقد  
 نہ تھے مگر حضرت مولانا گنگوہی ان کے معتقد تھے اور علامہ شامی کی بہت تعریف  
 فرماتے تھے۔ بات یہ ہے کہ قاری عبدالرحمن صاحب میں غالب علمی بزرگی تھی  
 اور مولانا گنگوہی میں علمی اور باطنی دونوں بزرگیاں تھیں جو شخص ایسا ہو گا وہ علامہ  
 شامی کا معتقد ہو گا۔ کیونکہ علامہ شامی صرف علمی بزرگ نہ تھے بلکہ صاحب باطن  
 بھی تھے۔"

مولانا تھانوی کا ایک اور بار سماع سننا | کتاب مذکور میں آگے چل کر مولانا  
 اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں کہ :-

"ایک مرتبہ مجھے ریل میں مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی (یہ آپ کے  
 پیر بھائی تھے) کا قوال فرزند علی مل گیا اس وقت وہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ کھنے لگا  
 کہ میرا دل چاہتا ہے کہ حضور کو کچھ سنوں۔ چونکہ وہ بوڑھا مزامیر وغیرہ ساتھ نہ  
 تھے صرف سماع ہی سماع تھا اور قوال بھی تھا کس کا۔ مولانا کا۔ میں نے اجازت  
 دے دی۔ اس نے ایک غزل سنائی۔ گو ریل چل رہی تھی اور اس کی کھڑکھڑکی  
 آواز کانوں کو پریشان کر رہی تھی مگر اس کی آواز غالب تھی اور یہ معلوم نہ ہوتا تھا



کہ ریل چل رہی ہے یا کھڑی ہے۔ ایک غزل کے بعد میں نے آگے اجازت  
نہ دی :-

مولانا محمد حسین الہ آبادی کا صاحب سماع ہونا  
حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادی  
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر

کے مرید و خلیفہ ہیں لیکن سماع خوب سنتے تھے اور مزامیر کے ساتھ سنتے تھے۔ مولانا اشرف علی  
صاحب نے اپنے رسالہ مخمناۃ باطن میں لکھتے ہیں کہ :-

.. ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک صاحب  
حاضر ہوئے جو مولانا دوم رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں تھے ان کو گانے بجانے میں  
کمال حاصل تھا... انہوں نے حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ نئے بجانے  
میں جو کمال حاصل کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ برکت کے واسطے حضرت کے سامنے  
پیش کروں۔ اب اگر حضرت بالکل انکار فرماتے ہیں تو ان کی دل شکنی ہوتی  
ہے اور اہل سماع صوفیہ پر انکار لازم آتا ہے۔ اور سنتے ہیں تو اپنے طریقہ کی سخت  
لازم آتی ہے۔ آپ نے ان دونوں پہلوؤں کو کس طرح سنبھالا۔ فرمایا بھائی مجھے  
تو اس فن سے ذرا بھی مناسبت نہیں۔ ایسے شخص کو ساکر اپنے فن کی کیوں بیقدری  
کراتے ہو۔ کسی قدردان کو سائیے جو اس فن سے واقف ہو۔ اور کمال کی داوڑے  
سکے۔ ہاں ہمارے مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی جو حضرت حاجی صاحب کے  
مرید و خلیفہ تھے، ہوتے تو وہ آپ کے کمال کی قدر کرتے :-

حضرت شاہ محمد حسین الہ آبادی جن کا اوپر ذکر آیا ہے۔ دیوبندی ہونے کے باوجود بڑے  
ذوق و شوق سے سماع سنتے تھے۔ اور آپ کا وصال بھی سماع ہی میں موسیٰ اجیر شریف کے  
موقع پر حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کی اس غزل پر ہوا۔

آستیں پر زخ کشیدہ بچھو مکار آمدی      در خودی خود در تماشائے بازار آمدی  
در بنار گل شدی در صحن گلزار آمدی      بعد از ازل بلبل شدہ بانالہ راز آمدی

خوشتن را جلوہ کردی اندرین آئینہ ما  
 آئینہ آسمے نہادی خود با عمار آمدی  
 مشور منصور از کجا و وار منصور از کجا  
 خود زوی بانگ انا الحق خود مراد آمدی  
 گفت قدوسے فقیرے در فنا و در بقا  
 خود ز خود آزاد بودی خود گرفتار آمدی  
 آخری شعر پر آپ نے طویل سجدہ کیا اور جہاں بجتی ہو گئے۔ اہل باطن کا کہنا ہے کہ آخری  
 شعر پر آپ مراقبہ ذات میں چلے گئے اور فنا فی اللہ میں اس قدر بلند پروازی کی کہ واپس آنے  
 کی طاقت نہ رہی۔

ایک دفعہ مولانا محمد حسین مسجد میں غازی پڑھنے گئے ہوئے تھے۔ آپ سے ملنے کے لیے  
 ایک قال سار سمیت مسجد میں چلا گیا۔ لوگوں نے شور مچا دیا کہ آلاتِ فنا مسجد میں لایا ہے۔ مولانا  
 محمد حسین صاحب نے تبسم فرمایا تم لوگ بھی تو آلاتِ زنا سمیت مسجد میں آئے ہوئے ہو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محد دہلوی نقشبندی کا سماع با مرامیر سننا ایک دفعہ جنوبی  
 ہندوستان کا ایک

ستار نواز ماہر فن دہلی میں بادشاہ کو اپنا ستار سنانے کی غرض سے آیا۔ اس کی عادت تھی کہ  
 بادشاہ کو ستار سنانے سے پہلے تبرکاتِ درویش کو سنانا تھا۔ دہلی پہنچ کر اس نے دریافت  
 کیا کہ آج کل یہاں کون بزرگ رہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا آج کل حضرت شاہ عبدالعزیز محدث  
 دہلوی کے سوا کون ہے۔ چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور معروفہ پیش کیا۔ آپ نے  
 فرمایا بھائی میں تو مولوی ہوں اور میرا سلسلہ بھی نقشبندی ہے۔ مجھے باجوں سے کیا نسبت۔  
 لیکن جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو آپ مان گئے۔ اور فرمایا اچھا بچاؤ۔ وہ اپنے فن میں ماہر  
 تو تھا ہی اس نے نہایت ذوق و شوق اور مہارت کے ساتھ ستار بجانا شروع کیا۔ ایک موقع  
 پر آپ نے فرمایا کہ تم نے فلاں غلطی کی ہے یہ سن کر اس نے ستار کو زمین پر مار کر توڑ دیا اور  
 کہنے لگا کہ جس شہر کے مولوی لوگ جنہوں نے سادی عمر کا بجانا نہیں سنا، جب اس قدر باکمال  
 ہیں کہ میری ذرا سی غلطی پکڑ لی ہے وہاں کا بادشاہ کیسا ہو گا۔ اس نے کہا حضور مجھ سے جو غلطی  
 ہوئی وہ اس قدر معمولی تھی کہ بڑے سے بڑا ماہر فن بھی نہیں پکڑ سکتا تھا۔ آپ نے کس طرح پکڑ  
 لی۔ آپ نے فرمایا اس قسم کا اتار چڑھاؤ ہم کائنات کے نعموں میں ہمیشہ سنتے رہتے ہیں لیکن



تمہارے کام میں کچھ ناموزونیت نظر آئی جو بادی۔

امام شافعی کا باہر راگ ہونا | اسی طرح روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام شافعی کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص سرنگوں ہو کر اداس

بیٹھا تھا۔ آپ نے اس سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں مختلف راگوں میں مہارت تامہ رکھتا تھا لیکن ایک راگ جس کا مجھے بے حد شوق تھا نہیں آتا تھا۔ میں نے سنا کہ بغداد میں فلاں شخص یہ راگ جانتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے پاس جا کر سیکھنا شروع کیا۔ آدھا راگ سیکھا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اب اس غم میں بیٹھا ہوں کہ باقی نصف راگ کس سے سیکھوں امام شافعی نے فرمایا غلین مت ہو۔ آؤ میں تمہیں وہ راگ بتا دوں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ حضرت امام

کی خدمت میں رہ کر اس نے وہ راگ مکمل کر لیا۔  
امام احمد بن حنبل کا راگ پر رقص کرنا | حضرت امام احمد بن حنبل کا ایک لڑکا تھا جسے آدھی رات کے بعد سارنگی پر ایک مخصوص گانا

سننے کا شوق تھا۔ اس زمانہ میں بغداد میں ایک گویا آیا جو اس فن میں کامل تھا۔ اب مشکل یہ تھی کہ نہ امام صاحب کے لڑکے رات کو کہیں باہر جا کر راگ سن سکتے تھے کیونکہ یہ بات محبوب عتی اور نہ والد ماجد کے ڈر سے گھر پر اسے بلا سکتے تھے۔ آخر یہ تجویز کی کہ آدھی رات کے بعد اسے گھر میں بلایا جائے اور مکان کی اوپر کی منزل پر دروازے بند کر کے گانا سنا جائے جب امام

صاحب نیچے کی منزل میں موجود رہے۔ چنانچہ وہ گویا آیا اور گانا شروع ہوا۔ ابتدا میں احتیاط برتی گئی اور آہستہ آہستہ آواز سے گانا شروع ہوا لیکن بعد میں جوش و خروش اس قدر بڑھا کہ آواز بلند ہو گئی اور سننے والا اور سنانے والا مست و بے خود ہو گئے۔ عین مجاہدیت کے عالم میں امام صاحب کے فرزند کو یاد آیا کہ کہیں اس شور و غل سے والد صاحب بیدار نہ ہو جائیں چنانچہ انہوں نے نیچے جھانک کر دیکھا کہ آپ کے امام احمد قص کر رہے ہیں۔ گلے میں تسلی آئی کہ وجہ سے آپ اُدھر دیکھ کر فرمایا: "بندت کرو، جاری رکھو۔" آپ کے فرزند نے عرض کی کہ حضور، آپ تو گلے سے منگ فرماتے تھے آپ نے فرمایا: "اس قسم کے گانے سے کب منع کرتا تھا۔"

دارالشکوہ نے "سکینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے

کہ حضرت یحییٰ بن زکریا لاہوری ذوق و شوق سے سماع

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق سماع

سننے تھے۔

## حلت سماع کے متعلق حضرت خواجہ صاحب کی اپنی صراحت

اشارت فریدی کی پانچویں جلد  
میں مرقوم ہے کہ حضرت

اقدس سے جب سماع کے جواز کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ :-  
”سماع حلال است چہ بر حرمت بالا صالت آن بیج دلیل قطعی یا ظنی قائم  
نشده است۔ آنچه در بعض احادیث حکم حرمت سماع وارد شده است بالعرض  
است۔ بدین طور کہ اہل عرب در زمانہ جاہلیت مجالس تنغم (میش و عشرت)  
قائم می داشتند در آن بشراب خمر و غیرہ مسکرات و لہو و لعب نیز مباشرت  
میشدند۔ و چون حکم حرمت خمر بالا صالت وارد شد سبب استقال آن در مجالس  
سماع بحرمت سماع نیز بالعرض حکم وارد گشت۔ اگر انکوں بدین وضع مجلس  
سماع قائم کردہ شود کہ شراب و خمر و لہو و لعب ہم در آن مستعمل باشند بیشک بدین  
حالت سماع حرام است نہ بالا صالت بلکہ بالعرض۔ و چون مجلس از حرام  
بالاصل خالی باشد چنانکہ مجلس سماع صوفیہ کرام می باشد بریں قسم سماع بیح  
حرمت وارد نیست نہ بالا اصل نہ بالعرض۔ و آنکہ بعضے مشائخ کرام سماع نشیندہ  
اند۔ چون حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند و غیر ہم و بعضے مشائخ شیندہ اند چون مشائخ  
کرام چشتیہ و غیر ہم وجہ آنست کہ مدار علیہ مشائخ نقشبندیہ در باب فہر مشغولی و  
مراقبہ است ازین جہت سماع را نمی شنوند۔ نہ آنکہ سماع را حرام میدانند چنانچہ  
در حدیث شریف آمدہ است کہ روزی حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت  
عمر ابن خطاب را فرمودند کہ تو سماع (آوازے) بشنو و من در گوش خود انگشت  
نہادم می نشینم۔۔۔۔ پس معنی این حدیث آنست کہ سماع حلال بود۔ مگر  
آنحضرت بسبب مشغولی انگشت در گوش مبارک وادہ نقشبند و حضرت عمر ابن خطاب  
شیندند۔۔۔۔ چنانچہ خواجہ نقشبند مشغولی و مراقبہ را متحسن دانستہ سماع نشیند  
نہ کہ انکار کردند۔ و حرام دانستند۔۔۔۔ حضرت مولانا جامی اگرچہ نقشبندی  
اند مگر چون مجتہد وقت بودند سماع را متحسن ویدہ سماع شیندہ اند۔ و سخت



مولع سماع بودند..... مرزا مظہر جان جاناں نقشبندی دہلوی کہ اہل کمال بودند  
 سخت مولع و محب سماع بودند۔ ایشان سے فرمودند کہ خلقت و وضع و اکساب  
 ہر شی خالی از حکمت نیست۔ پس مرا بہرہ سلک سلسلہ نقشبندیہ حاصل شدہ است  
 حکمت درین انیسبت کہ ابقا و جود من بود و اگر نسبت من در سلسلہ چشتیہ بوٹے  
 و اندک مدت سوختہ شدہ فانی شدے۔ تا دیر و مدت و راز نہ زیستے۔ این برکت  
 نسبت نقشبندیہ است کہ با وجود سخت محبت سماع تاب آورده ام۔

ترجمہ:- سماع حلال ہے کیونکہ نفس سماع کے حرام ہونے پر کوئی دلیل قطعی نہ ظنی قائم ہوئی ہے۔  
 یہ جو بعض احادیث میں سماع کی حرمت آئی ہے یہ دوسرے عوارض کے شامل ہونے کی وجہ سے  
 ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اکثر عیش و عشرت کی مجالس قائم کیا کرتے تھے جن میں شراب،  
 ابو ولہب نیز مباشرت کا رواج تھا۔ جب قرآن مجید میں شراب کو حرام قرار دے دیا گیا تو سماع  
 کی بھی ان حرام چیزوں کی وجہ سے مخالفت ہو گئی۔ اگر اب بھی اس قسم کی مجالس قائم ہوں جن  
 میں شراب، ابو ولہب شامل ہو تو بے شک اس حالت میں سماع حرام ہو گا۔ اس وجہ سے نہیں  
 کہ سماع درحقیقت حرام ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس کے ساتھ حرام عوارض شامل ہوتے ہیں لیکن  
 اگر سماع ان حرام چیزوں سے خالی ہو جیسے کہ صوفیاء کرام کی مجالس سماع تو اس قسم کے سماع پر  
 کوئی حرمت کی دلیل قائم نہیں ہو سکتی اور یہ جو بعض مشائخ مثل حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور  
 دیگر مشائخ نقشبندیہ نے سماع نہیں سنا اور بعض مثل مشائخ چشتیہ وغیرہم نے سماع سنا ہے اس کی  
 وجہ یہ ہے کہ مشائخ نقشبندیہ کے فقر کا دار و مدار مشغولی و مراقبہ پر ہے وہ اس (نسبت خاموشی)  
 کی وجہ سے سماع سے پرہیز کرتے تھے اس وجہ سے کہ حرام سمجھتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا  
 ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ سماع سنتے رہو اور میں کانوں  
 میں انگلی دینے بیٹھتا ہوں۔ جب بند ہو جائے تو مجھے بتانا۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سماع  
 حلال ہے مگر آنحضرت نے مشغولی کی وجہ سے کانوں میں انگلیاں دے رکھی تھیں اور حضرت عمرؓ کو  
 حکم دیا تھا کہ سنتے رہو۔ حضرت مولانا جامی اگرچہ نقشبندی ہیں مگر چونکہ آپ اپنے وقت کے مجتہد  
 تھے سماع کو مستحسن خیال کر کے سنتے تھے۔ آپ کو سماع سے سخت محبت تھی اسی طرح مرزا مظہر جان

جاناں دلوہی بھی نقشبندی تھے مگر اہل کمال ہونے کی وجہ سے سماع سے بہت محبت رکھتے تھے مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ نے ہر چیز میں کوئی نہ کوئی حکمت رکھی ہے پس میرے سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہونے میں یہ حکمت تھی کہ اس کی بدولت میں اب تک زندہ ہوں۔ اگر میں سلسلہ چشتیہ میں ہوتا تو کبھی کا جل کر رکھ ہو گیا ہوتا۔ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکتا۔ یہ نسبت نقشبندیہ کی برکت ہے کہ سماع سے سخت محبت کے باوجود میں اب تک زندہ ہوں۔

**خلاصہ بحث** آیات قرآنی، احادیث نبوی، عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال و عمل صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین، علماء و مشائخ عظام خواہ چشتیہ ہوں خواہ غیر چشتیہ سب کے اقوال و عمل سے واضح ہے کہ سماع حلال ہے چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سماع بالمرأیہ یعنی آلات کے ساتھ واقع ہوا، سماع بالمرأیہ بھی جائز ہے یہ اور بات ہے کہ جو آلات سماع ہمارے ملک میں اس وقت مروج ہیں وہ آنحضرت کے زمانہ مبارک میں مروج نہ تھے۔ لیکن آلات سماع ضرور تھے۔ اس کے باوجود بعض حضرات نے جن میں بعض مشائخ چشتیہ بھی شامل ہیں سماع بغیر آلات سنا۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ انہوں نے احتیاط کا پہلو مد نظر رکھا تاکہ عوام کے لیے ان کا عمل ہر قسم کے سماع پر فتویٰ نہ ہو جائے۔ چنانچہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے سردار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کا سماع بالمرأیہ تھا۔

دوسری اہم بات جو اس سلسلہ میں یاد رکھنے کے قابل ہے یہ ہے کہ سماع مباح ہے فرض نہیں ہے۔ جو حضرات احتیاط کی وجہ سے یا طبیعت کی نامناسبیت کی وجہ سے سماع سے پرہیز کرتے ہیں نہ ان پر طعن لازم ہے نہ ان کو قائل کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کے ہر اختلافی مسئلہ کے متعلق فقہاء کا فتویٰ یہی ہے کہ عوام جس ملک کے مکتب فکر کے موقف کو اختیار کرنا چاہیں بلا دین اختیار کر سکتے ہیں۔ اس پر کوئی شرعی حجت قائم نہیں ہوتی۔ اگر کسی فرقہ کا رویہ یا موقف حقیقتاً غلط ہے تو یہ ایک اجتہادی غلطی ہوگی جو معاف ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ اجتہادی غلطی میں ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت حاجی امداد اللہ جہاں برہمائی کا موقف قابل تحسین ہے۔ جن حضرات کو سماع سے محبت ہے ان کو سماع سننے پر اور جن کو سماع سے رنجیت نہیں ان کے سماع نہ سننے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ بعض لوگوں کو طبعاً میٹھا پسند ہے بعض کو تلکین



عمل مندی کا تعاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی اپنی پسند پر چھوڑ دینا چاہیے۔ میٹھا پسند کرنے والے کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچا کہ غلیں پسند پر نکتہ چینی کرے یا اسے میٹھا کھانے پر مجبور کرے یا اسے بھینال بنانے کی کوشش کرے۔ دنیا اختلاف طبائع، اختلاف نظریات، اختلاف رنگ و بو اور اختلاف عناصر سے قائم ہے اور اس قسم کے اختلاف کو شارع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت قرار دیا ہے۔ ہمیں اپنی کم عقلی کی وجہ سے اسے زحمت نہیں بنانا چاہیے ورنہ رنگ و بھل جاتا رہے گا۔

**رقص دوام** | آخر میں جن حضرات کو سماج سے محبت ہے ان کی خوش خبری کے لیے یہ موضوع کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اسلام اور ایمان نام ہے عشق حق کا اور چونکہ حدیث نبوی کے مطابق ہر شخص فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس لیے ہر مسلمان بلکہ ہر شخص عاشق ہے البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ہر شخص کے اندر عشق کم و بیش حالت میں موجود ہے۔ جو شخص سب سے بڑا مومن ہے وہ سب سے بڑا عاشق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اولیاء کرام خواہ جس سلسلہ سے تعلق رکھتے ہوں چونکہ سب سے بڑے مومن تھے وہی سب سے بڑے عاشق بھی تھے اور سماج نہ بھی کسی نہ بھی صورت میں وہ عشق حق میں گمراہ رہتے تھے۔ اور رقص دوام میں زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی نماز بھی رقص حق، ان کا چلنا پھرنا بھی رقص تھا ان کا اٹھنا بیٹھنا بھی رقص تھا۔ ایک بزرگ نے جب بکری کی آواز سنی تو حال طاری ہو گیا۔ حافظ شیر محمد صاحب شرف پوری کا حال آپ سن چکے ہیں۔ مزدوروں نے مٹی انگ کرنے کی خاطر جب گنگو یاں بڑی چھلی پر پھینکیں تو اس کی آواز سے آپ پر وجد طاری ہو گیا اور چار پائی سے نیچے گر گئے۔ حالانکہ نقشبندی تھے۔

ایک دفعہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے ان کے اصحاب نے شکایت کی کہ ہمارے زمانے میں حضرت داؤد کا سا خوش الحان کوئی نہیں ہے جس کی آواز سے انسان اور چرند، پرند و جد میں آجائیں۔ انہوں نے کہا اب بھی ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اس طرح اللہ کہہ کر چیخ ماری کہ تمام سامعین پر وجد طاری ہو گیا اور رقص کرنے لگے حضرت ابو سعید ابو بکر جمعہ کے دن بن مسور کہ جامع مسجد میں غار پڑھنے جا رہے تھے مسجد کے دروازے پر

ایک فقیر کھڑا ہے کاچٹا بجا رہا تھا اس پر آپ کو وجد طاری ہو گیا اور رقص کرنے لگے۔ جب لوگ غار سے فارغ ہو کر باہر آئے تو آپ بدستور رقص کر رہے تھے۔ ایک عالم نے آپ کو دیکھ کر طعن کیا تو وہ بھی رقص کرنے لگا۔

نہ من تنہا دریں میحانہ مستم جہید و شبلی و عطار شد مست

غرضیکہ عشق حق میں تمام اولیاء کرام ہر وقت سرشار، مدہوش اور مست رہتے ہیں اور حالت وجد میں رہتے ہیں۔ اولیاء کرام کیا دنیا کی ہر چیز ہر وقت رقص میں مشغول ہے۔ سوج اپنے محور پر رقص کر رہا ہے۔ چاند اپنے محور پر رقص کر رہا ہے۔ تارے اپنے محور پر رقص ہیں۔ زمین محور رقص ہے بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ محور رقص ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ تخلیق کائنات کا سبب ہی عشق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کنت گنوا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلق الخلق۔ (میں حسن و جمال کا ایک غنی خزانہ تھا مجھے عشق ہوا کہ اپنے حسن و جمال کا تماشا کروں پس میں نے کائنات کو پیدا کیا۔)

حضرت خواجہ صاحب کا ایک بلند ترین شعر پر وجد و دم | اب ہم ناظرین کو وہ واقعہ یاد دلاتے ہیں

کہ جب حضرت خواجہ صاحب نے ایک ایسے شعر پر رقص کیا کہ جس پر ساری عمر بلکہ موت کے بعد قبر میں بھی قیامت تک اور قیامت کے بعد بہشت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عشاق رقص میں مشغول رہ سکتے ہیں۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جب حضرت اقدس کے قوال میاں برکت علی نے خلوت میں آپ کو قوالی سنائی اور یہ شعر گایا۔

ہم عمر با تو قدح زدیم و زلف ربخ خار ما  
چہ قیامت کے لئے رسد ز کنار ما بکنار ما  
(اے محبوب ہم نے ساری عمر آپ کے ساتھ شرافت کی یعنی حسن و جمال حقیقی کی شہرت کے پیمانے نوش کیے لیکن پھر بھی ہمارا شوق پورا نہیں ہوا کیا قیامت اور غضب ہے کہ تو ہماری بغل سے ہماری بغل میں نہیں آتا، اس شعر پر حضرت اقدس پر اس شدت سے وجد طاری ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ اس شعر کا مطلب سمجھنے سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ جو کلمہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامتناہی ہے اس کے جملہ صفات بھی لامتناہی ہیں۔ اس لیے حق تعالیٰ کے



حسن و جمال کی بھی کوئی حد نہیں۔ سعدی شیرازی فرماتے ہیں کہ

نه خشنش غایتے وارو نه سعدی راسخن پایاں

بمیر و تشنه مستقی و دریا بچپناں باقی

لہذا عاشق صادق جس قدر حق تعالیٰ کے قرب میں جاتا ہے اور حسن و جمال کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس سے اوپر ایک اور منزل نظر آتی ہے جب اس منزل پر پہنچتا ہے تو ایک اور منزل نظر آتی ہے غرضیکہ قرب و وصال کی منازل پر منازل ملے کرتا رہتا ہے لیکن حسن و جمال کے لطیف سے لطیف تر جلووں کی کوئی انتہا نہیں۔ ہر وقت نئی آنکھیں نئی شان سے محبوب حقیقی جلوہ گر نظر آتا ہے اور شدت طلب کی وجہ سے عاشق صادق قریب سے قریب تر اور قریب تر سے قریب ترین ہونے کی کوشش کرتا ہے لیکن ناکام رہتا ہے کیونکہ حسن و جمال اور قرب و وصال کی کوئی حد نہیں اس لیے عین وصل میں بے قرار رہتا ہے اور بے قراری میں پکار اٹھتا ہے کہ

بہم عمر با تو فترج زویم و زلفت رنج خار ما

چہ قیامتے کہ نے بسد ز کنار ما بکنار ما

اسی وصل میں مجھ کو قرب میں بعد کو محسوس کر کے عشاق نے کہا ہے کہ:

فتلندر آنکہ فوق الوصل جوید

(فتلندر وہ ہے جو وصل سے بھی اوپر کا متلاشی ہے)

اس مقام کو حضرت خواجہ صاحب یوں بیان فرماتے ہیں کہ

جھٹاں قرب ہے دوری

عشاق ساری عمر قرب و وصال میں ترقی کرتے کرتے ٹھک جاتے ہیں لیکن تسکین نہیں

ہوتی پس یہ وہ شعر ہے جس پر عشاق ساری عمر رقص کرتے رہیں گے۔ بلکہ موت کے بعد قیامت

تک اور قیامت کے بعد ابداً یاد تک رقص کرتے رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ دوست کے حسن و

جمال کے مشاہدہ کے وقت حضرت خواجہ عثمان فرماتے ہیں کہ:

نئے دائم کہ آخر چوں دم دیدارے رقصم مگر نازم بہ ایں ذوق کہ پیش یارے رقصم

توں آں قاتل کہ از ہر تماشا خون من یزی  
 بیا جانان تماشا کن کہ در انبوه جانبا زال  
 من آں سہل کہ زیر خنجر خونخوارے رقصم  
 بصد سامان رسوائی سر بازارے رقصم  
 خوشا زندگی کہ پاماش کم صد پار سانی را  
 زہے تقوی کہ من با جہ و دستارے رقصم  
 من عثمان ہارونی کہ یار شیخ منصورم  
 ملامت مے کند خلق و من بردارے رقصم

نوشیہ عشاق ہمیشہ رقص کرتے رہتے ہیں بعض قابو سے باہر ہو کہ کھلم کھلا رقص کرتے ہیں بعض  
 پاس ادب اور ضبط و استقلال کی وجہ سے قلباً رقص کرتے رہتے ہیں کئی نے خوب کہا ہے :-  
 پاس ادب بہ ہیں کہ بکویت شہید عشق  
 باہیتے پتید کہ خاک از زمین نہ خاست

زاہدان خشک کی منزل مقصود | اگر زاہدان خشک اور اصحاب خواہر کی منزل مقصود  
 بہشت برین اور خور و قصور ہے تو ہونے دیں ۔

عاشقوں کی بہشت یہ نہیں ہے ۔ عاشقوں کی بہشت اللہ ہے ۔ خواجہ حافظ نے خوب کہا ہے :-  
 باغ بہشت و سایہ طوبی و قصر و حور  
 باغ اک کوئے دوست برابرے کم  
 حضرت شیخ عمر فارض کا وقت نزع ہے ۔ آپ کو سات بہشت دکھائے گئے کہ یہ تیرا مقام  
 ہے مائوں نے منہ پھیر لیا اور یہ شعر کہا :-

ان کان منزلی فی الحب عندکم | ما قدرایت ففصیت ایامی  
 (اگر میرے عشق کی قدر و منزلت یہی ہے جو مئی دیکھ رہا ہوں (یعنی سات بہشت)  
 تو میں نے ساری عمر پر باد کی ۔ اس کے بعد آپ پر خاص تجلی ہوئی اور جاں بحق ہو گئے ۔ زاہدان  
 خشک اور علمائے خواہر سے تو ہمارے رند غالب بھی بازی لے گئے ۔ فرماتے ہیں ارے  
 طاعت میں تارے تانے مئے و انگلیں کی لاگ  
 دوزخ میں ڈال دے کوئی لے کر بہشت کو

شرائط و آداب سماع | جواز سماع کے بعد اب شرائط سماع کا بیان ضروری ہے چونکہ  
 سماع میں مضرت کا پہلو بھی موجود ہے اس لیے اولیاء کرام نے



ہر کس و ناکس کو سماع سننے کی اجازت نہیں دے رکھی۔ بلکہ انہوں نے مجالس سماع کے لیے چند شرائط مقرر کی ہیں جن سے نا اہل لوگوں کا داخلہ بند ہو جاتا ہے اور صرف خواص باقی رہ جاتے ہیں۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور دیگر مشائخ نے سماع کے لیے تین شرائط قائم فرمائی ہیں۔ مکان۔ زمان۔ اخوان۔

**شرط مکان** | مکان جہاں مجلس سماع منعقد ہو رہی ہو ایسا ہونا چاہیے کہ وہاں عوام اور نا اہلوں کا گزر نہ ہو۔ چڑھ کر کون مقام ہو بغیر شرع امور کا دخل نہ ہو۔

**زمان** | سماع سننے کے لیے ایسا وقت مقرر کیا جائے کہ جس میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو۔ مثلاً نماز کا وقت نہ ہو۔ ایسا وقت ہو کہ جب ہر طرف سے فراغت اور سکون میسر ہو۔ اور کسی قسم کی مداخلت کا امکان نہ ہو۔

**اخوان** | مجلس سماع میں ایسے لوگ بلائے جائیں جو اہل سماع ہوں۔ محرم راز ہوں، اہل حق ہوں، فاسق فاجر اور منکر سماع نہ ہوں۔ اور کلام مجاز کو حقیقت پر محمول کرنے والے ہوں۔ حق تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کلام سننا اور اپنی یہ پیاس بجھانا چاہتے ہوں۔ یاد رہے کہ ایک نا محرم کے شمول سے ساری محفل کا فیضان زائل ہو سکتا ہے۔

**آداب سماع** | مجلس سماع کے لیے بزرگان نے جو آداب مقرر فرمائے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں :-

- ۱۔ مجلس سماع میں با وضو رہنا چاہیے۔
- ۲۔ بغیر شرع امور سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مثلاً شراب نوشی نہ ہو۔ مرد اور عورتیں یکجا نہ ہوں۔ خلاف شرع اور بے ہودہ کلام نہ گایا جائے۔ ننگے سر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ باادب یعنی دوزاں یا مرہوم بیٹھنا چاہیے۔ پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ گلاؤ تکیہ لگا کر بیٹھنا نہیں چاہیے۔ توجہ الی اللہ سب سے بڑی شرط ہے یعنی ہر وقت توجہ الی اللہ ہونا چاہیے۔ ادھر ادھر دیکھنے اور مہنہ مذاق سے پرہیز لازم ہے۔ دوران سماع میں سگریٹ، بیڑی، پانی، شربت، چائے اور پان منع ہے البتہ درمیان میں وقفہ دے کر چائے پانی پی سکتے ہیں۔

۳۔ مجلس سماع میں پھوٹے بچے یا مرد نہ ہوں جن کی کہ قوالوں میں بھی آمد نہ ہو۔

- ۴۔ مجالس سماع میں کلام کی فرمائش منع ہے بلکہ یہ کام میر مجلس کی مرضی پر چھوڑ دینا چاہیئے۔
- ۵۔ دوران سماع قوالوں کی غلطی پکڑنا، یعنی ان کے الفاظ صحیح کرنا منع ہے۔ ہاں اگر کوئی بے جا کلام ہو تو میر مجلس اس کی تصحیح کر سکتے ہیں۔ ہر شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا۔
- ۶۔ قوالوں کو جو نذرانے پیش کیے جائیں، میر مجلس کے ذریعے پیش کیے جائیں۔ براہ راست قوالوں کو کوئی چیز دینا یا ان کی طرف بھیجنا منع ہے۔
- ۷۔ سماع میں اگر کسی شخص پر وجہ طاری ہو جائے اور وہ کھڑا ہو جائے تو اس کی تعظیم کے لیے تمام اہل مجلس کو کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ ہاں اگر کوئی مسخرہ کھڑا ہو جائے تو اسے اچھے طریقے سے مجلس سے باہر لے جانا چاہیئے۔

۸۔ حتی الوسع تواجہ اور رقص اور حاصوسے پرہیز کرنا لازم ہے۔ اور مغلوب الحال ہونے کی بجائے غالب الحال رہنا چاہیئے۔ کیونکہ تواجہ سے ایک تو فیضان بند ہو جاتا ہے دوسرے باقی لوگوں کے حال میں خلل پڑتا ہے۔ ضبط و استقلال سے فیضان میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور تواجہ سے نقصان ہوتا ہے۔ تواجہ کا مطلب یہ ہے کہ فیضان برداشت نہیں ہو سکا۔ شخص ایک دو پیالے پی کر مست ہو جائے اسے مزید کون دیگا۔

۹۔ اگر کسی کو حال آجائے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے نہ اس کا مذاق اڑانا چاہیئے بلکہ خاموشی اور ادب سے رہنا چاہیئے۔ تضرع اور عدا حال پیدا کرنے سے پرہیز لازم ہے۔

۱۰۔ اگر تجدید وضو کی ضرورت پیش آئے تو محفل سے باہر چلا جائے اور تجدید کرے۔

۱۱۔ آج کل چونکہ ان تمام آداب و شرائط کی پابندی مشکل ہو گئی ہے اس لیے اگر علمائے کرام ان غلطیوں پر اعتراض کریں تو ان کو برحق سمجھ کر اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ نہ کہ ان پر جوابی حملے کرتے چاہئیں۔

چونکہ نازیکی طرح سماع بھی سلوک الی اللہ کا خلاصہ ہے۔ سماع میں جس ترتیب سماع قسم کا کلام گایا جاتا ہے سالکین پر ان ہی واردات کا نزول ہوتا ہے اس لیے مشائخ عظام نے کلام کی ایسی ترتیب مقرر کی ہے کہ جس سے سلوک الی اللہ کی ابتدائی منازل شروع ہو کر آخری منازل تک رسائی ہو جائے۔ چنانچہ سماع تبرک کے طور پر نعت نبی



علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع کیا جاتا ہے۔ نعت کے بعد عشقہ کلام آتا ہے تاکہ سامعین کے قلوب میں سرش عشق کے شعلے بلند ہوں اور پرواز میں مدد ملے۔ چونکہ سیر عروجی میں پہلے واز کی پہلی منزل فنا فی اللہ ہے عشقہ کلام کی متعدد مغزلیات کے بعد جب زمین تیار ہو جائے تو وحید یا فنایت کا کلام گایا جائے جس سے سالکین مراقب ہو کر مراقبہ فنا میں چلے جاتے ہیں۔ فنا کے بعد چونکہ فنا الفنا کا مقام ہے اس کے بعد قوال ایسا کلام شروع کریں جس سے لاتعین اور احدیت کی طرف رجوع ہو فنا الفنا کے بعد عبودیت یا بقا باللہ کا مقام ہے جس کا خاصہ عجز و انکسار اور تسلیم و رضا ہے یہاں پہنچ کر تسلیم و رضا اور نمستی اور عجز و انکسار کا کلام گایا جائے تاکہ سالکین مراقبہ ذات بحت اور لاتعین سے نکل کر عبودیت اور دوئی میں آئیں۔ اور حق تعالیٰ کی الوہیت کے سامنے اپنی نمستی اور عجز کا اقرار کریں۔ ذرا ان سماع میں اس بات کا خیال نہایت ضروری ہے کہ مندرجہ بالا ترتیب کو بحال رکھا جائے۔ اور اگر فنا کا کلام ہو رہا ہے تو مضمون بدل کر نہ عشقہ کلام کی طرف جائیں نہ نعت و منقبت مشائخ شروع کریں۔ ورنہ انقباض طاری ہوگا۔ اسی طرح آخر میں بقا، عبودیت، نمستی اور تسلیم و رضا کے کلام کے بعد پھر فنا یا نعتیہ کلام شروع نہ کرے۔ بلکہ سالکین کو اپنے منازل و مراحل سلوک میں رہنے دیا جائے۔ نیز اگر کسی کلام پر بھی شخص پر وجد طاری ہو گیا ہے تو تنگ آکر کلام بند نہیں کرنا چاہیئے بلکہ جاری رہنے دینا چاہیئے ورنہ یکایک بندش سے اس کی موت واقع ہو سکتی ہے البتہ مجلس کا وقت ختم ہو رہا ہو تو اس شخص کو قوالوں کے ساتھ علیحدہ چھوڑ کر دریاں میں حلقہ قائم کیا جاسکتا ہے تاکہ دیگر رسومات مجلس پوری کی جاسکیں۔ ہاں جب یہ معلوم ہو جائے کہ وجد کرنے والے کی تسکین ہو چکی ہے اور وہ تنگ چکا ہے تو قوالوں کو وہ کلام چھوڑنے اور آگے بڑھنے کا اشارہ کرنا چاہیئے۔

**منقبت اولیاء** مجلس سماع میں مشائخ عظام کی منقبت کا وقت شروع میں یا نعت کے بعد ہے۔ جب کسی ولی اللہ کی منقبت ہو رہی ہو تو سالکین کو اس بزرگ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے۔ اس سے اس ولی اللہ کی طرف سے سالک پر فیضان جاری ہو جاتا ہے۔ لیکن قوالوں کو چاہیئے کہ سب کو خوش کرنے کی خاطر مختلف اولیاء کرام کا نام لے کر منقبت مخلوط نہ کریں ورنہ فیضان میں خلل واقع ہوگا۔ منقبت اولیاء کے وقت سامعین

کو مؤدب ہو کر بیٹھنا چاہیے اور غیر ضروری حرکات سے پرہیز کرنا چاہیے ورنہ دوسری طرف سے خفگی ہوگی۔ مؤدب اور متوجہ ہو کر بیٹھنے سے فیضان کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حقیقت سماع، جواز سماع، برکات سماع، آداب سماع اور ترتیب سماع کے متعلق مختصر تہذیب کے بعد

## حضرت اقدس کی مجالس سماع

اب ہم اپنے اصلی مضمون یعنی حضرت خواجہ صاحب کے ذوق سماع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب جیسے ولولہ انگیز اور کوہ و دشت میں آگ لگا دینے والے شاعر کے ذوق سماع کے متعلق کوئی کے تو کیا کے جبکہ آپ کی شان ولایت میں نسبت عشقیہ کا شدید غلبہ ہو، پھر اس طوفان عشق کے ساتھ طوفان حُسن حقیقی کی ہر وقت آپ کے سامنے جلوہ نمائی ہو پھر اس کے ساتھ بحر فانی اللہ کے سکوت اور سکون سے نکل کر مقام عبودیت، نزول اور بقا باللہ کا سوز و گداز، درد و داغ، ہجر و فراق اور نالہ و فریاد بھی جمع ہو جائے اور مزید برآں بمصدقہ

قتندر آنکہ فوق الوصل جوید

آپ ہر آن، ہر لمحہ اور ہر لحظہ، قرب و وصال کی منازل پر منازل طے کر رہے ہوں اور جو پیہم قلب پر حسن ازل کی بجلیاں گرنے کی وجہ سے ہر وقت بھی نعرے لگائے ہوں کہ سہ  
جمہ عمر با تو فدیج زویم و زلفت رنج خار ما  
چہ قیامتے کہ نے رسد ز کنار ما بکنار ما  
ایسی عظیم المثال اور عظیم الشان سراپا درو شخیصت کے ذوق سماع کے متعلق بس یہی کتنا کافی ہے کہ آپ کے وجد و رقص کا تماشا دیکھنا ہو تو دیوان فریدی کی ورق گردانی کرو اور اشارات فریدی کا مطالعہ کرو۔ حضرت شیخ کے ذوق سماع کی صحیح تصویر آپ کے سامنے آجائے گی۔  
دیوان فرید تو آپ حضرات دیکھ چکے ہیں لیکن ممکن ہے کسی صاحب نے آنکھیں بند کر کے دیکھا ہو ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے اب ہم قارئین کرام کو حضرت اقدس کی مجالس سماع میں لے چلتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایک عاشق صادق محبوب حقیقی کے ہجر میں اور وصال میں بھی کس طرح تڑپ تڑپ کر جان نثار کرتا ہے اور کس طرح ہر لحظہ نئی جان حاصل کرتا ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسیم را

ہر زماں از غیب جان دیگر است



ہلائی نے بھی اسی مضمون کو خوب ادا کیا ہے فرماتے ہیں :-

خواہم از خدا بدعا صد ہزار جان      ناصد ہزار بار بمیرم برائے تو  
من کسیتم کہ زہر تو جان را فدا کنم      اے صد ہزار جان مقدس فدائے تو

اس غزل کا مطلع اس سے بھی زیادہ زور دار ہے فرماتے ہیں :-

مردم ازیں الم کہ مردم برائے تو      اے خاک بر سرم کہ نشد خاک پائے تو  
مقطع بھی اسی طرح شاندار ہے فرماتے ہیں :-

از پادشاہی ہمہ آفاق خوش تراست      ای سلطنت کہ گشت ہلائی گدائے تو  
اُدب ہم حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات یعنی اشارات فریدی کے آئینے میں آپ  
کے سوز و گداز، آپ کے درد و داغ، آپ کے وجد و حال کا نقشہ دیکھتے ہیں لیکن آگے جانے  
سے پہلے اپنے قلب پر نگاہ ڈال کر قارئین کرام سچ بتائیں کہ حضرت شیخ کے وجد و حال کی  
بات سن کر آپ کے دل میں وہی وجد و حال کی صورت پیدا ہو گئی ہے یا نہیں؟ ضرور ہوئی  
ہے اور یہی عاشق صادق اور ولی کامل کے کمال کی علامت ہے کہ کالمین کو دیکھ کر یا ان کے  
درد و عشق کا تذکرہ سن کر دل میں وہی حال پیدا ہو جائے۔

اشارات فریدی میں حضرت اقدس کی زندگی کے صرف نو سال یعنی رجب ۱۳۱۰ھ  
سے لے کر ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ تک کا حصہ ریکارڈ میں آیا ہے۔ یہ آپ کی عمر کا آخری حصہ ہے  
ان آخری نو سالوں میں جب درد و عشق کا بے پناہ طوفان موجیں مار رہا ہے تو معلوم نہیں کہ  
آپ کا عہد شباب اور وسط کا زمانہ کس قدر قیامت خیز ہوگا۔ اس کا مآشاویہ ان فریدی میں دیکھا  
جاسکتا ہے۔ لیکن اشارات فریدی میں ریکارڈ شدہ زندگی میں پہلی بار جب ہم آپ کے ذوق  
سماح کا مشاہدہ کرتے ہیں تو وہ اتفاقاً سماح بلاغز امیر ہے۔ رات کے اندھیرے میں آپ کا ایک  
غلام بنام سردار و فقیر پھرہ دیتے ہوئے حکیم سنانی کے مناجات گاہا ہے۔ کائنات سو رہی ہے۔  
لیکن حضرت خواجہ صاحب بیٹھے سن رہے ہیں اور محفوظ ہو رہے ہیں۔ صبح کے وقت جب آپ مضمون  
فرما رہے ہیں تو سردار و فقیر آتا ہے حضرت اقدس اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور وضو کی حالت  
میں بیٹھے ہوئے پھر اسی کلام کی فرمائش کرتے ہیں اور سردار و فقیر اپنے والہانہ انداز میں پھر

مناجات شروع کرتا ہے۔

مالکاذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی  
ہمہ درگاہ تو جویم، ہمہ درکار تو پویم  
تو خداوند یمنی تو خداوند یساری  
تو زن و جنت نہ جوی تو خور و خفت نخواہی  
نہ نیازت بولادت، نہ بفرزند تو حاجت  
نہ لعل الجبروتی تو امیر الامرائی

(یہ مکمل مناجات ارشادات فریدی کے ترجمہ اردو میں درج ہے۔)

یہ مناجات سن کر حضرت اقدس بے حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ حکیم ستائی اگرچہ پہلے امیر  
کبیر تھے بعد میں ایک مجذوب کی توجہ سے بلند مراتب تک پہنچے۔ درویشی اختیار کرنے کا واقعہ مفصل  
اشارات فریدی میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۲ء کو حضرت خواجہ صاحب نے سرور کائنات  
مجلس سماع | فرمودات سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس منایا۔ قوالوں

نے مولانا جامی کی یہ غزل شروع کی۔

کل مافی الکنون وہم او خیال  
لا ح فی ظل السواشمس الہدی  
کیست آدم عکس نور لم یزل  
عکس رائے باشد از نور افتحاح  
چوں دوئی زینجا محال آمد محال  
بالب میگوں آں شیریں مقال  
گفت باخاش ارحمن یا بلال  
حال مے باید چہ سود از قیل و قال

اس غزل پر حضرت اقدس پر گریہ طاری ہوا اور طبیعت مبارک میں بہت جوش تھا۔  
قارئین کرام! بخور فرمادیں کہ اس وقت کی مجلس سماع میں کس قدر ارفع و اعلیٰ کلام پڑھا جاتا تھا۔



ابن غزل میں مولانا جامی نے مسئلہ وحدت الوجود بیان فرمایا ہے۔ یہ توحید کا کلام ہے اور اصحاب  
 سماح اس قسم کے کلام کو سنتے ہی مراقبہ ذات یعنی فنایت میں چلے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ  
 حضرت اقدس نے اس غزل پر نہ وحد فرمایا نہ اللہ کر دے کیا بلکہ بیٹھے بیٹھے بحر ذات بے پایاں او  
 بے کنار میں غرق ہو گئے۔ قدرے جوش گریہ کا اظہار اس وجہ سے تھا کہ آپ کی نسبت زبردست  
 عشقیت ہے۔ اہل سماح کے نزدیک یہ کلام متوسطین کا ہے۔ اصحاب بقا یا اللہ یعنی منتہیوں کا کلام  
 مہر پور عجز و انکسار، تسلیم و رضا اور شدید گریہ و زاری کا مظہر ہوتا ہے اس غزل کی شرح اشارات  
 فریدی میں کر دی گئی ہے۔

اس کے بعد قولوں نے یہ غزل کافی ہے

اَلَا اِنَّ اَنْ عَرَفْتَ عَلٰی مَا عَلَیْہِ کَانَ	اَکَل کَانَ حَسَن بُود وَ نَبُو د اَز جہاں نَشَان
فَا لَکُلِّ وَاحِدٍ تَجَلٰی بَکَلِّ شَان	اَعْدَادِ کَوْنِ وَ کَثَرَتِ صَوْرَتِ تَعَالٰی اَسْت
نَامِ تَنْوَعَاتِ ظُہُورِ شِس بُود جہاں	نَوْرِ سَیْتِ مَخْصُ کَر دہ با و صافِ خُود ظُہُور
رِز سَیْتِ کَس مَکُو وَ حَیْثُ اَسْت کَس مَہاں	جہاں کَشی دہ و اَر زبَانِ رَا کہ سَہرِ عَشَقْ

حضرت اقدس نے اس غزل پر بھی گریہ فرمایا اور سر مبارک دائیں بائیں ہلایا۔ یہ غزل  
 بھی توحید کے مضمون پر ہے اور مقام فنایت کی طرف لے جاتی ہے بہت ہی بلند کلام ہے۔ اس سے  
 ان حضرات کے ذوق سماح کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

اس کے بعد قولوں نے یہ کافی کافی ہے

مِیْنِ تَاں تِیڈی مئے تُوڑ سَنجانی مئے مِیْنِ	مِیْنِ تُوں شہنشاہ دسے چاک مَجھیندا
نِجے تِیْنِ سِیْنے سَاہ	مِیْنِ تَاں تِیڈی بُردی دِہ سَاں

دسے چاک مَجھیندا ۔

اس کلام پر حضرت اقدس کو گریہ ہوا اور ساری محفل میں آہ و فغاں اور جوش و خروش برپا  
 رہا۔ مجلس کے خاتمہ پر حسب دستور حضرت اوحسی حضرت مولانا غلام فرید الدین یعنی حضرت  
 خواجہ غلام فرید کے بڑے بھائی اور پیر، کا یہ نعتیہ کلام قولوں نے پیش کیا ہے  
 اے مدد خوش لقا سلام علیک آفتاب مدی سلام علیک

اس نعت پر قطب الودعین حضرت خواجہ محمد بخش قدس سرہ پر وجد طاری ہوا اور کافی دیر تک گریہ کرتے رہے۔ آخر میں ختم پڑھا گیا اور دعا کے بعد مجلس سماع برخاست ہوئی۔

دیگر محفل سماع | ۱۴ مارچ ۱۹۷۱ء کو حضرت خواجہ صاحب نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی روضی قدس سرہ کا عرس منایا محفل سماع میں قوالوں

فے سب سے پہلے یہ شعر پڑھا۔

شرف را اگر به تیغ غم بخشی و خون اوریزی بہر قطرہ کہ از غولش چکد حرف وفا خیزد  
اس شعر پر حضرت اقدس پر گریہ طاری ہوا اور ساری محفل شور و فغان اور آہ و نالہ سے  
گونج اٹھی حضرت شاہ بوعلی قلندر کی اس بجزل کا ایک اور شعر یہ ہے ۔

پسنداری کہ عشق تو زود از دل عاشق  
چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

حضرت امیر خسرو نے اس مضمون کو یوں ادا فرمایا ہے۔

روزیکہ ذرہ ذرہ شود استخوان من  
 باشد میوز در دل رشیم ہوئے تو  
 اس نازل کا مطلع بھی ملاحظہ ہو۔

ہر شب منم قنادہ بگرد مراے تو ہر روز آہ و نالہ کہم از برائے تو  
یہ عقل سماح مختصر ہی سماح کے اختتام پر حافظ صاحب نے ختم پڑھا اور وعاما لگی گئی

دیگر محفل سماع | ۴ مارچ ۱۳۱۲ھ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد عاقل صاحب  
الروضہ قدس سرہ کے عرس کے موقع پر کوٹ مٹھن شریف میں اجتماع  
عظیم تھا۔ محفل سماع میں امام بخش قوال نے یہ غزل گائی ۔

ولما کباب جلوه مستانه تواند  
خوشید طلعت از پئے زردید و دینت

جهانناں خراب گردش پیمانہ تواند  
گرم تلاش روزن کاشانه تواند



تو میکہ کہ از جہاں دل سیدار بردہ اند در خواب مرگ گمش برافشاں تواند  
 اس غزل پر حضرت اقدس پر گریہ طاری ہوا۔ حضرت قطب المودین خواجہ محمد بخش صاحب  
 پر بھی کیفیت کا شدید غلبہ ہوا آپ اپنا سر حضرت خواجہ صاحب کے زانو پر رکھ کر بہت روتے  
 اس وقت حضرت خواجہ صاحب اپنے فرزند ارجمند کے سر پر کمال شفقت سے ہاتھ پھیر رہے  
 تھے اور خود بھی اشک ریز تھے اس کے بعد قوالوں نے یہ کافی گائی۔

ذات تینڈی ہے دو یار برحق مطلق ہر رنگ سے دو توں میں ہو سجتی  
 پئے گئے پیچ اڑاں گے

اس کافی پر حضرت اقدس پر حال کا غلبہ ہوا اور بے حد جوش و خروش کے ساتھ آپ  
 کے سینہ مبارک سے ہا ہا ہا کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس وقت آپ کی وہ حالت تھی کہ  
 دیکھا نہیں جاسکتا تھا بغرضیکہ بہت دیر تک آپ پر وجد طاری رہا لیکن آپ نے کمال ضبط  
 سے کام لیا اور کھڑے ہو کر رقص نہ کیا بلکہ بیٹھے ہوئے پیچ و تاب کھاتے رہے۔ عرس کے  
 دوسرے روز جب مجلس سماع منعقد ہوئی تو قوالوں نے یہ دو ہڑا پڑھا۔

ماہی تھوک لدائی ویندا کلکڑی میندا سٹی راجن نال چو میندی میساں گنڑ مٹھانی مٹی

اس کلام پر حضرت اقدس پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ خادم نے یکے بعد دیگر تین سو مال  
 پیش کیے جو آپ دیدہ سے تر ہو گئے۔

اس کے بعد قوالوں نے یہ دو ہڑا گایا۔

بہتے چاک تینڈے میاں بابل مینوں انجن جیہاد کوئی

ہمتہ ریٹا گل وچہ کافی موٹھے سوٹھے سوئی

اس چیز پر بھی آپ کو کافی گریہ ہوا۔

۱۲ ذوالحجہ ۱۳۱۲ھ کو حضرت اقدس نے حضرت قبلہ عالم مہاروی  
 دیگر محفل سماع | قدس سرہ کا عرس منایا۔ جب محفل سماع مرتب ہو گئی تو حضرت اقدس

کی اجازت سے قوالوں نے یہ غزل شروع کی۔

عارف اسرار پہنا نیم ما حاکم تسلیم عرف نیم ما

ماگدا یا نیم لیکن تاج بخش ہم ملک فقر سلطانیم ما

ہم بہ بتخانہ خدا را سجدیم ہم بکعبہ بہت پرستانیم ما

اس کے بعد قوالوں نے یہ غزل گائی۔

ترک من اے من سلام روئے تو جملہ ترکاں جہاں ہندوئے تو

ان غزلوں پر مجلس میں بہت شور برپا ہوا اور صوفیابا صفا پر وجد طاری ہوا چند ایک حضرات نے کھڑے ہو کر رقص کیا حضرت اقدس پر ذوق و شوق کی حالت طاری رہی۔

اس کے بعد قوالوں نے حضرت امیر خسرو کی یہ غزل گائی۔

دل زتن بردی و درجانی ہنوز درد ہا دادی و درمانی ہنوز

ملک دل کردی خراب از تیغ ناز و ندیں ویرانہ سلطانی ہنوز

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اس چیز پر بھی مجلس میں کافی ذوق و شوق رہا اور حضرت خواجہ صاحب پر گریہ طاری

رہا۔ اس کے بعد قوالوں نے یہ دو ہڑے شروع کئے۔

نون نیڑے پئی دس یار دی سخن جبل الوریہ کنوں

نیڑے و سدا تے دسدان میں گھنڈ کرے میری دید کنوں

یار اُریے تے بجال پریرے میں کیویں ڈیکھاں بُعد کنوں

یار دی بات انوکھی حیدر باہر گفت و شنید کنوں

کریم اللہ صا جہاں لیا سبھی قرآن قامت مرزا یاروی لیسوالف پچان

کتیاں اس الف بھتیں وحدت آن نمو جس فل میاں بھال دی اس فل دسدانور

اس کلام پر بھی حضرت اقدس گریہ کرتے رہے اور ساری مجلس میں ذوق و شوق کی حالت

طاری رہی۔ اس کے بعد سلام پڑھا گیا اور ختم کے بعد مجلس پر خاست ہوئی۔

۱۰۔ ماہ ذوالحجہ ۱۳۱۴ھ حضرت خواجہ خدا بخش محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ

دیگر محفل سماع کا عرس تھا۔ قوالوں کی متعدد چوکیاں مختلف مقامات سے آئی ہوئی تھیں

حضرت قطب الموحیدین نے مجلس میں تشریف لا کر ادھر ادھر نظر دوڑائی اور بچوں اور بے ریش



قیمیری امیر شریف کے قولوں کی اور جو تھی چوکی حضرت اقدس کے خاص قوال میاں برکت علی کی تھی۔ پہلے امام بخش نے یہ ڈومڑا پڑھا ہے

پلکاں نال بوریساں انگن لے ورھوڑنہ ویساں

توڑیں کو تھی مٹی بے علی جیندیں تائیں قول پلیساں

اس پر حضرت اقدس کو کچھ گریہ ہوا اس کے بعد برکت علی نے قوالی شروع کی۔ پہلے

اس نے یہ اشعار گائے۔

باپ ہیں، پیر ہیں، مرشد ہیں خدا ہیں کیا ہیں

خزویں آپ کو کس نام سے میں یاد کروں

تن من و حن اور شان سب گریہ وار دل دار

گھڑی ذات صفات کی سر سے دی اتار

اس کے بعد اس نے یہ غزل گائی۔

بدیں خوشم کہ بت چوں تو ناز میں دارم

اگر ناز تو دل خستہ و حزین دارم

ہنوز داغ غلامیت بر جبین دارم

مرا اگرچہ درد مست غم فسر و خستہ

اس غزل پر حضرت اقدس پر بہت گریہ طاری ہوا اور دوسرے لوگوں پر بھی ذوق و

شوق طاری رہا۔

۱۶ محرم ۱۳۱۵ء حضرت اقدس نے شیخ الشیوخ حضرت خواجہ گنج شکر

ویگر محفل سماع کا دعوت منایا۔ اکابر میں سے میاں فضل حق صاحب منکروئی، میاں

نبی بخش صاحب ساکن مہر بلوالہ، میاں غلام محمد صاحب قصوری و دیگر احباب موجود تھے۔ آغاز

سماع حضرت خواجہ غلام خیر الدین اودھوی کی اس نعت سے ہوا ہے

اے مہر خوش لحا سلام علیک آفتاب ہدی سلام علیک

اس کے بعد قوالوں نے یہ ڈومڑا پڑھا ہے

بھلیاں بجاہ بھلیری سجھو اسال بُریاں دی آس تساہاں

توں ہیں مانک بُریاں بھلیاں دا توں بن کون آساہاں

قسم تیتھی دل چاہے تینوں توں بھی چاہ کڈاں

خوشدل ہو سنگ بھلیاں دی گھت سچا سانگ آساہاں

لڑکوں کو محفل سے باہر نکال دیا۔ اور محفل خانہ کے دروازے بند کر دیئے۔ قوالوں نے حضرت مولانا احمد جام کی یہ غزل شروع کی ہے

منزل عشق از مکانے دیگر است      مرد ایں راہ را نشانے دیگر است  
بر سر بازار صد افان عشق      زیر پر دارے جوانے دیگر است  
کشتگان خنجر تسلیم را      ہر زماں از غیب جان دیگر  
احدا تا گم نگر دی ہوشیار      کیں خبرس از کاروانے دیگر است

اس غزل پر صوفیان با صفا پر وجد طاری ہوا اور بعض نے کھڑے ہو کر رقص کرنا شروع کیا اس پر صاحبزادہ صاحب نے خادموں کی ایک قطار بنا کر رقص کرنے والوں اور حضرت خواجہ صاحب کے درمیان حائل کر دی تاکہ ان کی متابعت میں حضرت اقدس کو کھڑا نہ ہونا پڑے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد حضرت خواجہ صاحب پر حال کا ایسا شدید غلبہ ہوا کہ آپ کھڑے ہو گئے اور نہایت جوش و خروش کی حالت میں رقص کرنے لگے یہاں تک کہ ٹوپی سر سے گر گئی جو ایک خادم نے اٹھالی جب حال کا غلبہ فرو ہوا تو آپ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد قوالوں نے یہ ڈوبڑا گایا ہے

جے آکھاں توں ڈسدانا میں تجھین کی ڈسدا      جے آکھاں توں ڈسدایں پھر روپ ڈساناں کسدا  
جسد اظہار باطن ڈکھاں تو ظاہر باطن تہدا      اس ہر روپے یار کنوں دل کا نمن مول نہ ویدا  
اس ڈوبڑے کے آخری مصرع پر حضرت خواجہ صاحب پر بہت گرہ طاری رہا۔ اس

کے بعد حضرت اقدس کی اجازت سے ہماروی قوالوں نے یہ چیز شروع کی ہے

میں نہیں لائق صاحبان مرزا ہے لچپال      مرزاوی شان عظیم کوں جان کی سیال

ان اشعار پر حضرت اقدس پر گرہ طاری رہا اس کے بعد مولود شریف پڑھا گیا اور ختم کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔

۵۔ ماہ جمادی الاول ۱۳۱۵ھ کو حضرت اقدس کے شیخ حضرت خواجہ دیگر محفل سماع غلام خزاہین کا عرس تھا۔ بے شمار خلق حاضری تھی۔ قوالوں کی چار چوکیاں آئی ہوئی تھیں۔ ایک چوکی چاچڑاں شریف کے قوالوں کی تھی، دوسری شیدائی شریف



اس پر حضور اقدس پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ آپ کی آہ و فغاں سارے محفل خانہ میں سنائی دے رہی تھی۔ اور وہ جوش و خروش برپا تھا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ دوسرے اہل سلوک بھی مدہوش تھے۔

اس کے بعد قوالوں نے یہ ڈوبڑا پڑھا ہے

نازقینڈا تے نیاز مینڈا ہن زائد شرح بیانوں عشق تینڈے وچ ولڑی ہوئی فارغ سوڑیاں  
دستوں ساقی بھر بھر پیتم مئے ساعر عرفانوں سید پر فرید لدا تھا تھیا فیض وڈا سبحانوں  
اس پر حضرت اقدس پر پہلے سے بھی زیادہ وجد طاری ہوا اور باواز بلند حضرت اقدس کے قلب سے باہر ہا کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ باقی مجلس پر بھی از حد جوش و خروش طاری رہا اس کے بعد قاری نے ختم پڑھا اور دعا کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔

حضرت خواجہ صاحب کے ذوق سخن کی ایک اور مثال | ایک دفعہ حضرت اقدس شرعاً مقتدین کے اعلیٰ و

ارفع کلام پر بڑے ذوق و شوق سے تبصرہ فرما رہے تھے آپ نے فرمایا مولانا جامی کا کلام دوسرے حضرات کی بہ نسبت محافل سماع میں زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ ان کا کلام بھی خوب ہے۔ اس کے بعد آپ نے مولانا جامی کی غزلیات میں سے یہ اشعار پڑھے۔

- ۱۔ حدیثے مشکل و ستر نیست مغلوق کہ در کون و مکان کس نیست جز حق
- ۲۔ چو بندی از نصاریت شیوں چشم ترا مصدر نماید عین مشتوق
- ۳۔ صوفی چہ فغاں است کہ من ایں الی الین ایں نکتہ عیاں است من اعلم الی العین
- ۴۔ ما لم حاصل فی البحر چہ کوئی سفر سے کن چو خضر بجز گہرا نہ جمع بجز دین

مجموعہ :- (۱) اس بات کا سمجھنا از حد مشکل | اس اہم اور آدق رباعی کی شرح ہے کہ کون و مکان میں سوائے حق تعالیٰ کے

کسی کا وجود نہیں۔

۲۔ اگر مختلف تجلیات ربانی کے ظہور پر تم نظر نہ کرو تو مصدر عین مشتوق پاؤ گے۔ یعنی خلق کو خالق کا عین دیکھو گے،

۳۔ اے صوفی تم من این الی این (سفر کماں سے کماں تک ہے) پر کب تک سوچتے رہو گے یہ نکتہ من العلم الی العین سے عیاں ہے یعنی اگر اس بات کو معلوم کرنا ہے کہ سالک کا سفر کہاں سے کہاں تک ہے تو من العلم الی العین یعنی علم الیقین سے عین الیقین تک پہنچو۔ یہ نکتہ خود بخود حل ہو جائے گا اور عین الیقین تک اس وقت تک رسائی نہیں ہوتی جب تک فنائے نفس کے بعد سلوک تمام کر کے مشاہدہ حق نصیب نہ ہو۔

۴۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو کہ سمندر سے کیا حاصل ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سفر کرو اور تھری طرح مجمع البحرین پر پہنچ کر گوہر مقصود حاصل کرو۔ مجمع البحرین سے مراد دو سمندروں کا یکجا ہونا ہے یعنی بحر ہستی روح انسانی اور بحر ہستی باری تعالیٰ کا ایک ہو جانا۔

یہ اشعار پڑھ کر خستہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ شرف الدین قنوی نے شیخ صد الدین قنوی کو خط لکھ کر دریافت فرمایا کہ اس عبارت کے کیا معنی ہیں۔

”من این الی لاین و الماحصل فی البحرین“

شیخ صدر الدین نے جواب میں لکھا کہ۔

”من العلم الی العین و الماحصل فی البحرین متحد نسبت جامعۃ بین الطرفين

ظاہرۃ بالحکمین“

(من العلم الی العین یعنی علم الیقین سے عین الیقین تک رسائی حاصل کرنا بذریعہ قائم کرنے نسبت جامعۃ بین الطرفين یعنی دونوں طرفوں سے ایک من جانب سالک دوسرے من جانب ذات باری تعالیٰ بہ تقاضائے حکیم یعنی دو حکموں کے تحت ایک حکم شریعت دوم حکم طریقت یا ایک حکم ظاہر دوم حکم باطن جس کا حصول مقام فنا و بقاء ہے) اس شعر میں نسبت جامعۃ سے مراد جامعیت ہے یعنی جب سالک کے لیے مقام فنا بقاء جاتا ہے اور بقاء فنا جاتا ہے تو قرب بعد بن جاتا ہے اور عین وصال کی حالت میں سالک حل من مزید کے نعرے لگاتا ہے اور بلند تر منازل حسن و جمال کا متلاشی ہوتا ہے۔ بالتحکیم کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ عروج اور نزول یعنی فنا و بقاء دونوں حالتوں میں بیک وقت جامعیت برقرار رہتی ہے۔ آپ کے مصرعہ ”بحقّال خود قرب ہے دوری“ کا مطلب یہی نسبت جامعۃ یا جامعیت ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس



نئے یہ اشعار پڑھے۔

اے جاوداں بصورت اعیان برآمدہ      گاہے غودہ ظاہر و گہ مظهر آمدہ  
گاہش کشیدہ جاذبہ عاشقی عنان      بادِ غم عاشقانِ بلا پرورد آمدہ  
گاہش گرفتہ جلوہ مصفوق استین      بر شکل دلبرانِ پری سپر آمدہ  
بحریت متفق کہ ز اوصاف مختلف      بارانِ وقطرہ و صدف، دو گہر آمدہ

اس کے بعد حضرت شیخ نے یہ اشعار پڑھے۔

اے زہمہ صورتِ خوب تو بہ      صورتِ اللہ علی صورتہ  
روئے تو آئینہ حق بینی است      در نظرِ مردم خود بین ہند  
بلکہ حق آئینہ و تو صورتی      وہم دوئی را بہ میاں راہ مدہ  
صورت از آئینہ نباشد جدا      انت بہ متحد فائتہ

اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

اے فنونِ چشمِ مست مایہ دیوانگی      آشنایانِ ترا از خویش ہم بیگانگی  
شیوہ عاشقِ چہ داند ز اہدِ خلوت نشین      جلوہ طاؤس کے آئید مرغِ خانگی

ان تمام اشعار کی شرح اشاراتِ فریدی کے اردو ترجمہ میں موجود ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ سلطان الاولیاء آپ کے جہادِ مجاہد حضرت قاضی محمد عاقل، پر شیخ  
نور بخش اسیری کی غزلیات پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔ آپ پر اکثر اس قسم کی غزلوں سے وجد  
طاری ہوتا تھا۔ اس وجہ سے کہ آپ پر محویت کا غلبہ تھا۔

در مقامِ بی مع اللہ سیر نیست      وحدتِ بیست محض اینجا غیر نیست

حضرت قاضی صاحب کا رقص      فرمایا کہ ایک دفعہ مجلسِ سماج میں حضرت قبلہ  
سلطان الاولیاء پر اسیری کی اس غزل

پر وجد طاری ہوا۔

دلبر ما در میانِ جان ماست      جان ز غفلت ہر طرف در جستجوست  
حالتِ وجد میں آپ کھڑے ہو گئے اور رقص کیا۔ آپ کمالِ ذوق و شوق کی حالت

میں فرما رہے تھے کہ

”دلبر ما خود یقین ایں جان ماست“

چونکہ آپ کی مجلس سماع میں بڑے بڑے علماء و فضلاء موجود تھے حضرت شیخ کے ان الفاظ پر سب حیران تھے کہ آپ نے کیا کہہ دیا ہے ان کے دل کی بات معلوم کر کے آپ نے اسی مجلس اور اسی حالت رقص میں گویا جواب کے طور پر فرمایا

من نے گویم انا الحق یا میگوید بگو چوں نگویم چوں مراد لدا میگوید بگو

یعنی جو کچھ میری زبان سے سرزد ہوا ہے میں از خود نہیں کہہ رہا بلکہ دوست کہہ رہا ہے۔ کہہ اس کے بعد فرمایا کہ ساری عمر میں حضرت سلطان الاولیاء کی زبان سے یہی ایک کلمہ شطح صادر ہوا۔

حضرت خواجہ خدائش محبوب الہی کا رقص

اس کے بعد فرمایا کہ اسی طرح حضرت محبوب الہی قدس سرہ پر اگرچہ بے شمار بار و جدطاری ہوا لیکن تین دفعہ ایسا شدید و جدطاری ہوا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک دفعہ آپ کوٹ مٹھن شریف میں حضرت سلطان الاولیاء کا عرس منا رہے تھے بمحل سماع میں آپ کو ایک شعر پر اس قدر شدید حال آیا کہ آپ کی زبان مبارک باہر نکل آئی تھی اور آپ بالکل بے خودی کی حالت میں کھڑے ہو کر رقص کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خواجہ فخر الاولیاء نے قوالوں کو گانے سے منع کر دیا لیکن آپ بدستور آہ و فغان کرتے رہے اور زار زار روتے رہے۔ علاج معالجہ کیا گیا اور کافی دیر کے بعد آپ کا غلبہ حال فرو ہوا۔

دوسری بار پاکپتن شریف میں اس شعر پر آپ پر و جدطاری ہوا۔

بہرام کون ہو رہے جس نے جلالت برمایا

(بہرام یعنی دولہا یعنی اے دولہا تم کون ہو جس نے سارے جہان کو غم عشق میں مبتلا کر رکھا ہے) کثرت گریہ سے آپ کی حالت یہ تھی کہ ڈاڑھی مبارک کے ہر بال سے آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی بطرف یہ کہ عین آہ و فغان کی حالت میں آپ کا چہرہ مبارک نہایت بنشاش تھا اور غایت انبساط سے آپ کے ذہان مبارک موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آ رہے تھے



کامل چار گھنٹے تک یہ حالت قائم رہی۔

تیسری بار کوٹ شریف میں حضرت سلطان الاولیاء کے سرکس کے موقع پر ان اشعار پر  
آپ پر وجد طاری ہوا۔

سنبل بے تاب لالہ سیاہ مست نیاز یک جلوہ زانِ جمال بگلزار آمدہ  
اور چاشت سے لے کر ظہر تک آپ رقص میں مشغول رہے۔ آپ اکثر چاشت کے وقت  
سے سماع شروع کر کے دوپہر کے وقت ختم کیا کرتے تھے لیکن اس روز نماز ظہر کا وقت آگیا یہ  
دیکھ کر آپ کے خادم خاص جُنڈو نے عرض کیا کہ قبلہ نماز ظہر کا وقت آگیا ہے لیکن حضرت شیخ  
نے ایک نہ سنی اور بدستور رقص کرتے رہے۔ ایک گھنٹے کے بعد خادم نے پھر عرض کیا کہ قبلہ نماز  
ظہر کا وقت اب فوت ہونے والا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اسی مجلس میں کعبہ رو ہو کر نماز ظہر ادا کی  
اور نماز سے فارغ ہو کر مجلس میں بیٹھ گئے ختم پڑھا گیا اور مجلس برخاست ہوئی۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ محبوب الہی ساری عمر میں صرف ایک دفعہ حالت وجد  
میں مجلس سے باہر نکل گئے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن مشائخ میں سے ایک بزرگ کے عرس  
کے موقع پر محفل سماع میں شریک تھے۔ ایک شعر پر آپ پر وجد طاری ہو گیا اور کھڑے ہو کر آپ  
رقص کرنے لگے۔ اسی حالت میں آپ مجلس سے باہر چلے گئے اور اندرون خانہ جا کر میرے شیخ کی  
والدہ کے پاس جا کر پٹنگ پر بیٹھ گئے لیکن بات بالکل نہ کی، خاموش بیٹھے رہے۔ اس کے بعد  
اٹھ کر میری والدہ کے گھر چلے گئے اور پٹنگ پر خاموش بیٹھے رہے۔ وہاں سے اٹھ کر دوبارہ  
مجلس میں آئے اور رقص کرنے لگے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ حضرت فخر الاولیاء فرمایا کرتے تھے کہ ہر سال کو چاہیے  
کہ ایک قوال شب و روز اپنے ساتھ رکھے۔ خواہ اسے ملازم رکھ لے خواہ دیے صحبت میں رکھے  
بہر حال حتی المقدور قوال ہر وقت ساتھ ہونا چاہیے کیونکہ سماع میں بے حد تاثیر ہے۔ فرمایا  
حضرت خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ میاں احمد قوال کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اکثر سفر میں  
آپ اسے اپنے پیچھے سواری پر بٹھاتے تھے۔

دیگر مجلس سماع ۱۰۔ ۳ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ کو حضرت خواجہ فخر الاولیاء

کا یوم عرس تھا۔ مجلس سماع میں حضرت اقدس کے ساتھ صاحبزادہ قطب الموحیدین شریک تھے دیگر صوفیاء و فقراء کا بھی ہجوم تھا۔ سب سے پہلے برکت علی نے خالی ستار بجایا جس پر حضرت اقدس کو حال آگیا۔ آپ نے جوش و خروش کی حالت میں سر مبارک دائیں بائیں بلایا جس سے ٹوپی سر مبارک سے گر گئی۔ لیکن اس وقت آپ خاموش تھے۔ آہ و فغان اور گریہ زاری نہ تھی۔ بعد میں قوال نے یہ شعر گایا۔

کدام کس کہ ترا دید بے قرار نشد      کدام دل کہ تو غمزه زدوی نگار نشد  
اس کے بعد برکت علی نے یہ غزل شروع کی۔

سونہ دل از ترانہ ماموج مے زند      بے خوابی از فسانہ ماموج میزند  
آں آتش کہ پنبہ حلاج را بسوخت      در خار آشیانہ ماموج مے زند  
آئینہ وار جلوہ آں نور مطلقم      این بحر در کرانہ ماموج مے زند  
آں بادہ طہور کہ در آب کوثر است      در ساغر شبنانہ ماموج مے زند  
کریم شرح حسن تو در ہر طرف وال      انوار در زمانہ ماموج مے زند  
آں بادہ کہ در سر سنصور در گرفت      نیز از شراب خانہ ماموج مے زند

اس غزل پر آپ کا خزن و ملال، فرحت و انبساط میں تبدیل ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ بلند سے بلند تر مقام پر پہنچ گئے اور آنکھوں میں خاد کی سی حالت پیدا ہو گئی۔ قوال آخری تین شعر کا ورد کرتا رہا۔ اور آپ گریہ زاری کی بجائے تبسم و لباسے غایت فرحت و انبساط کے ساتھ کلام سنتے رہے۔ یاد رہے کہ چونکہ یہ کلام توحید اور فنایت میں ڈوبا ہوا تھا۔ حضرت اقدس پر بھی فنا کا غلبہ ہوا اور استغراق ذات بخت کی وجہ سے سمندر کی پہنائی و وسعت میں چلے گئے اور طبیعت میں سکون آگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک علاج ہے، جذب و جمال اور بے قراری رفع کرنے کا۔ اسی حالت کا نام حضرت اقدس نے اپنے کلام میں ”دریا نوشی“ رکھا ہے۔ بمصدق کافی۔

توڑین جو دریا نوشین ہیں  
پر جوش حتی خاموش ہیں



دیگر محفل سماع اور شدید غلبہ حال | ۲۶ ماہ جمادی الآخر ۱۳۱۸ھ کو حضرت مولانا  
غزالدین دہلوی قدس سرہ کا تیسرا یوم عرس تھا

تمام علماء، فضلاء، خلفاء، و مریدین حاضر تھے۔ امام بخش قوال نے یہ غزل گائی۔  
داریم یوسنے کہ بخوابش ندیدہ کس در دیدہ برگرفته نقابش ندیدہ کس  
چندی ہزار خانہ دل خراب کرد و ز عاشقان خانہ خرابش ندیدہ کس  
اس چیز پر حضرت اقدس پر شدید گریہ طاری ہوا خصوصاً اس وجہ سے کہ ہجر کا کلام ہے۔  
دوسرے صوفیاء، باصفا اور اہل مجلس پر بھی حال کا غلبہ رہا قطب الموحیدین حضرت صاحبزادہ  
صاحب پر بھی گریہ طاری تھا۔

اس کے بعد قوالوں نے یہ غزل شروع کی۔  
اے کان حسن بود نہ بود از جہاں نشان الان آں معرفت علی ما علیہ کان  
ان اشعار کا پڑھنا تھا کہ حضرت خواجہ صاحب پر کیفیت کا شدید غلبہ ہوا اور آپ نے  
کھڑے ہو کر رقص شروع کر دیا۔ وجد کا غلبہ اس قدر تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ اس سے ساری  
مجلس میں آہ و فغاں کے نعرے بلند ہوئے حتیٰ کہ قوالوں پر بھی گریہ طاری تھا۔ حضرت اقدس پر  
کافی دیر تک وجد طاری رہا۔ حالت فرو ہونے کے بعد حضرت اقدس نے سجدہ کیا اور خاموش  
ہو کر بیٹھ گئے۔ خادم نے آپ کو ٹوپی پہنائی، لیکن آپ پر دوبارہ حال کا غلبہ ہوا اور کھڑے ہو  
کر رقص کرنے لگے۔ کوئی نصف گھنٹہ رقص کرنے کے بعد آپ نے سجدہ کیا اور بیٹھ گئے۔ خادم  
نے پھر ٹوپی پہنائی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ پر پھر حال کا غلبہ ہوا اور کھڑے ہو کر رقص میں  
مشغول ہو گئے۔ نصف گھنٹہ رقص کرنے کے بعد آپ نے سجدہ کیا اور بیٹھ گئے۔ اسی طرح  
کئی بار آپ رقص کرتے کرتے بیٹھ جاتے تھے اور پھر کھڑے ہو کر رقص کرتے تھے۔ آپ کے  
وجد و رقص کی وجہ سے پوری مجلس میں جو جوش و خروش ہو رہا تھا۔ اس کا بیان مشکل ہے۔ اس  
سے پہلے یہ سماں کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ یاد رہے کہ یہ واقعہ حضرت اقدس کے وصال  
سے تقریباً ایک سال پہلے کا ہے جس وقت آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ اس عمر میں اور ولایت  
کے اس آخری مقام پر اس قدر گریہ و زاری اور وجد و رقص کا ہونا ثبوت ہے اس بات

کا کہ زندگی کے آخری سال میں بھی آپ پر عبودیت غالب تھی۔ جو شان بقا باللہ کا خاصہ ہے۔

## باب ہفتم

### وحدت الوجود

توحید متاعیست کہ بردار فرد و شند گل نیست کہ در کوچه و بازار فرو شند  
اب ہم حضرت خواجہ صاحبؒ کے مسلک وحدت الوجود پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ وحدت الوجود ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کے متعلق امت میں بلکہ امت سے باہر دیگر اربابِ مل و محل یعنی ارباب مذہب اور عقولات کے مابین بھی کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ نہایت ہی اذق اور مشکل ہے اور مشکل اس لیے ہے کہ اس کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ ہے جس کی کہنہ تک آج تک نہ کوئی پہنچا ہے نہ پہنچ سکتا ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ غیر محدود اور انسانی عقل محدود ہے۔ اور محدود (FINITE) کے لیے غیر محدود (INFINITE) کا سمجھنا محال ہے۔

**عقلی ثبوت** | انسانی دماغ یا عقل میں صرف اتنی قابلیت ہے کہ جزوی طور پر ذات و صفاتِ حق تعالیٰ کا اسے کچھ نہ کچھ علم ہو سکتا ہے۔ اس علم کی بنا پر ارباب عقل و دانش نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی مختلف جھلکیاں دیکھی ہیں اور اس کے متعلق مختلف نظریات قائم کیے ہیں جو اکثر و بیشتر آپس میں متضاد ہیں اس وجہ سے کہ ہر شخص کی عقلی استعداد مختلف ہے لیکن قرآنِ عظیم نے عقلی ثبوت کے علاوہ معرفتِ حق کے دو اور طریقے بتائے ہیں۔ ایک قانونِ شہادت، دوسرا وجدان۔ قانونِ شہادت کا مطلب یہ ہے کہ۔

**قانونِ شہادت** | چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا کما حقہ سمجھنا انسانی عقل کی حد سے باہر ہے۔ اس لیے انبیاءِ علیہم السلام جن کو ان کی بلند روحانی استعداد کے مطابق معرفتِ حق حاصل ہوتی ہے کی شہادت کے ذریعے لوگوں



کو یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی برحق ہے اور اس کی ذات و صفات کی کیفیت اور ماہیت کیا ہے۔ قانون شہادت کی اہمیت عقلی ثبوت سے اس لیے بڑھ کر ہے کہ محدود عقل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا جو تصور دل میں قائم ہو سکتا ہے اس کی حیثیت ایک بت کی ہوگی جو اسکی عقل کی اختراع ہوگا۔ لیکن وہ خدا ہی کیا جو عقل میں آسکے۔ اس کے مقابلہ میں انبیاء علیہم السلام کا مبعوث ہو کر آنا اور ذات و صفات باری تعالیٰ کی کیفیت بیان کرنا زیادہ صحیح و زیادہ قابل اعتبار ہونا چاہیے۔ کیونکہ ان کو ذاتِ حق سے زیادہ قرب اور زیادہ معرفت حاصل ہے۔ اب ساری دنیا کے کاروبار کی بنیاد ان دو قسم کے ثبوتوں پر ہے یعنی عقلی دلائل اور قانون شہادت۔ یہ قانون شہادت و راصل ایمان بالغیب ہے۔ آپ ڈاکٹر کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ میسر میں درود ہے دوائی دیجئے۔ اب اگر ڈاکٹر آپ سے سر کے درد کا ثبوت طلب کرے تو آپ کیا جواب دیں گے۔ لیکن ڈاکٹر ثبوت نہیں طلب کرتا بلکہ آپ کی شہادت کے ذریعے غیب پر ایمان لاتا ہے۔ اس طرح عدالتوں کے تمام کاروبار قانون، استدلال اور قانون شہادت پر مبنی ہیں اگر ان دو اصولوں کو غیر معتبر قرار دیا جائے تو ہم ایک اپنچ آگے نہیں جاسکتے اور ایک لمحہ زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اس وجہ سے قرآن عظیم نے بھی ذات و صفاتِ حق تعالیٰ کے متعلق لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے یہ دو طریقے استعمال کیے ہیں۔

**طریق وجدان** | بلکہ اس سے بڑھ کر ایک اور طریقہ اختیار کیا ہے جسے وجدان کہا جاسکتا ہے عقل جسمانی چیز ہے اور وجدان کا تعلق روح سے ہے ہر شخص کی روح مسلمان ہونے کے علاوہ عارف بھی ہے۔ وجدانی طور پر ہر شخص حق تعالیٰ کی ہستی کا قائل ہے اور اسے حسبِ حیثیت معرفتِ حق بھی حاصل ہے لیکن چونکہ دماغ محدود ہے اس لیے وہ وجدان کو علم کی صورت میں لا کر ظاہر نہیں کر سکتا بلکہ اکثر اوقات واحد یا صاحبِ وجدان کو یہ شعور بھی نہیں ہوتا کہ اسے معرفت یا مشاہدہ حق حاصل ہے۔ حق تعالیٰ کی مثال تو آفتابِ عالم تاب بلکہ خالقِ آفتاب کی ہے وہ ہرگز چھپ نہیں سکتا۔ وہ خدا ہی کیا جو پردوں کے پیچھے چھپ سکے۔ اس لیے عرفاء کا کہنا ہے کہ حق تعالیٰ

شدتِ قرب اور شدتِ ظہور کی وجہ سے نظر نہیں آتے ورنہ وہ تو ہر جگہ دھندھنا کر موجود ہیں۔ ہوا الاول والاخر والظاہر والباطن۔ اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے ظاہر بھی وہی ہے باطن بھی وہی ہے چنانچہ وجدانی یا روحانی بصیرت سے ہر شخص کو اس کی اپنی اپنی روحانی استعداد کے مطابق معرفتِ حق حاصل ہے لیکن سوائے لوگوں کے اس کا احساس و شعور نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کو کچھ احساسات بھی ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس ان احساسات کے بیان کے لیے زبان نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے اقبال نے نیشے کے متعلق فرمایا ہے۔

### قلب اومومن دماغش کافراست

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کا قلب مومن ہے۔ اگر قلب کے ساتھ کسی شخص کا دماغ بھی مومن ہو جائے تو وہ سونے پر سہاگہ ہے ورنہ جھٹکا بھرتا ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے دل و دماغ دونوں مومن اور عارف ہوتے ہیں ان کو معرفتِ حق بذریعہ اتم حاصل ہوتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کو پیدائشی اور وہی طور پر معرفتِ حق حاصل ہوتی ہے اور اولیاء کو کسی طور پر یعنی کوشش سے حاصل کرنی پڑتی ہے۔

اس کوشش کا دوسرا نام مجاہدہ نفس سلوک الی اللہ یا طریقت و تصوف رکھا گیا ہے سلوک الی اللہ کیا ہے مجاہدات و ریاضات اور عشق کے ذریعے نفسانی خواہشات کو کمزور اور روحانی قوی کو قوی بنایا جاتا ہے جس سے بمصداق کلی شیئ یرجع الی اصلہ (ہر چیز اپنی اصل کی طرف جاتی ہے) روح انسانی نفسانی آلائش سے پاک ہو کر حق تعالیٰ کے قرب و معرفت کے قابل ہو جاتی ہے اور ذاتِ حق کا صحیح تصور قائم کیا جاسکتا ہے۔

اس مختصر سی تہنید کے بعد اب ہم قارئین کو وحدت الوجود کی حقیقت وحدت الوجود کی حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہم یہ

نہیں کہہ سکتے کہ ذات و صفات باری تعالیٰ کے متعلق آج تک جس قدر لوگوں نے بیان دیئے ہیں وہ سب کے سب عارف حق یا غیر عارف۔ ممکن ہے فلاسفوں کو بھی حق تعالیٰ نے دماغی قابلیت کے علاوہ وجدانی قابلیت سے نوازا ہو اور انہوں نے قلب اور دماغ



دونوں کے انکشافات کی بنا پر بیان دیئے ہوئے بہر حال ذاتِ حق کے متعلق دنیا میں مختلف نظریات اور مختلف تصورات گشت کر رہے ہیں۔

**نظریہ تنزیہ** | بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حق تعالیٰ اس کائنات سے ماوریٰ ہے اس نظریہ کو یورپ میں ٹرانسینڈنٹس (TRANSCEDANCE) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

**نظریہ تشبیہ** | بعض کے نزدیک خالق کائنات اسی کائنات کے اندر موجود ہے۔ اس سے باہر نہیں ہے یورپ میں اس کا نام ایمیننس (IMMANANCE) ہے۔  
**نظریہ ہمہ اوست یا وحدت الوجود** | بعض کا خیال ہے کہ حق تعالیٰ کائنات میں بھی ہے اور کائنات سے باہر بھی ہے اور کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے اس کو وحدت الوجود یا ہمہ اوست کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یورپ میں اسے پنیتی ازم (PANITHEISM) کہتے ہیں بعض لوگ (PANENTHEISM) کے قائل ہیں (PANTHEISM) کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا کا وجود ہے اور (PANENTHEISM) کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا کے وجود میں ہے۔

**نظریہ استوی علی العرش** | بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حق تعالیٰ کائنات سے ماوریٰ آسمانوں سے بھی اوپر عرش پر مقیم ہے۔ یہ امام ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے جو ٹرانسینڈنٹس سے قریب تر ہے۔ ان کے اس عقیدے کی بنیاد آیہ الرحمن علی العرش استوی، ہے۔ اس سے متکلمین حضرات نے امام موصوف پر تجسیم اور محدودیت کے الزام لگائے ہیں بالفاظ ذیل اس عقیدہ سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور وہ محدود ہے۔ کیونکہ جب یہ تصور قائم کر لیا جائے کہ حق تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر بیٹھے ہیں تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ وہ کسی صورت اور جسم میں موجود ہے اور یہ کہ صرف عرش پر بیٹھے ہیں باقی کسی جگہ موجود نہیں ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کی ذات، وجود یا ہستی محدود ہے۔ کیونکہ جو ہستی ایک جگہ پر ہو اور باقی تمام جگہ اس سے خالی ہو تو وہ لازماً محدود ہو جاتی ہے اس وجہ سے امام موصوف کے خلاف شدید مخالفت کے بادل چھا گئے۔ لیکن وہ اپنے عقیدہ پر ڈٹے

رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بقول ان کے اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو پھر حلول و اتحاد لازم آتا ہے جو کفر ہے۔

**حقیقت حلول و اتحاد** | حلول کا مطلب یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ تمام موجودات میں حلول کیے ہوئے جیسے پانی میں نمک یا شکر۔ عیسائی اور ہندو مذاہب میں یہ عقیدہ عام ہے۔ عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ کی شکل میں ظاہر ہوئے اور ہندو کہتے ہیں کہ کرشن اور رام اللہ تعالیٰ کے اوتار تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان میں اتر آئے تھے۔ یورپ میں اس نظریہ کا نام انکاریشن (INCARNATION) ہے۔ اتحاد کا مطلب ہے دو چیزوں کا یکجا جمع ہونا۔ بشریت اسلامیہ میں حلول و اتحاد دونوں حرام ہیں اس وجہ سے کہ ذات باری تعالیٰ قدیم ہے اور مخلوق حادث۔ نہ قدیم حادث ہو سکتا ہے نہ حادث قدیم۔

**وحدت الوجود سے حلول لازم نہیں آتا** | وحدت الوجود کے قائل علمائے اسلام نے امام ابن تیمیہ سے مناظرے کیے اور بتایا کہ وحدت الوجود سے حلول و اتحاد لازم نہیں آتا کیونکہ حلول و اتحاد کے لیے تعدد وجود لازمی ہے لیکن یہاں سرے سے غیر کا وجود ہی نہیں ہے جو وجود ہے وہ وجود حق ہے۔ باقی موجودات کا وجود اضافی (RELATIVE) و عینی (IMAGINARY) اور اعتباری یا ظلی اور عکسی ہے جس طرح آئینہ میں زید کا عکس یا کھسی چیز کا سایہ۔

**امام ابن تیمیہ کے عرش کے محدود معنی** | ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن تیمیہ نے عرش و کرسی کے محدود معنی لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَعَرْشُكَرْسِي فِيهِ تَمَامُ كُنُوتَاتِ شَمَلٍ هِيَ، لَٰذَا آيَةُ الرَّحْمٰنِ عَلَى الْعَرْشِ استوئی کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر چمکن ضرور ہے لیکن اس عرش میں ساری کائنات شامل ہے۔ اس سے بہت بڑا کہ اللہ تعالیٰ صرف اوپری سمت میں آسمانوں کے اوپر عرش پر مقیم نہیں ہے بلکہ اوپر نیچے دائیں اور بائیں آگے پیچھے ہر جگہ موجود ہے۔



## عقیدہ استوی علی العرش عام علم جغرافیہ کی رو سے بھی غلط ہے | عقیدہ استوی علی العرش سائنس

اور علم جغرافیہ کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔ یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے اور پرائمری کے بچے بھی جانتے ہیں کہ زمین گول ہے اور فضا میں معلق ہے بلکہ حرکت ہے اور دو قسم کے چکر لگا رہی ہے ایک چکر وہ اپنے محور کے گرد لگاتی ہے جس سے دن اور رات اور اوقات پیدا ہوتے ہیں دوسرا چکر سورج کے گرد لگا رہی ہے جس سے ماہ و سال اور موسم پیدا ہوتے ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ بڑا علم ایشیا کردہ ارض کی جس سمت پر واقع ہے۔ بڑا علم امریکہ اس کی مخالف سمت پر واقع ہے۔ اس لیے جب ہمارا دن ہوتا ہے امریکہ میں رات ہوتی اور جب ہماری رات ہوتی امریکہ میں دن ہوتا ہے اور یہ کہ جو ہماری اوپر کی سمت ہے وہ امریکہ میں نیچے کی سمت ہے اور جو ہماری نیچے کی سمت ہے وہ امریکہ کے لیے اوپر کی سمت ہے۔ لہذا اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اوپر کی جانب عرش پر مقیم ہے تو امریکہ والوں کے نزدیک وہ نیچے کی سمت ہوگی جو ہمارے پاؤں کی طرف ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سمت اور مکان و زمان سب اعتباری اور اضافی ہیں حقیقت میں ان کا وجود ہی نہیں ہے۔ سورج اور زمین کے وجود میں آنے سے مکان و زمان و وجود میں آئے۔ اس سے پہلے نہ مکان تھا نہ زمان۔ اللہ ہی اللہ تھا۔ کان للہ ولعریکون معہ شیئاً (اللہ تھا اور اس کے سوا اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی حدیث) نیز فرمایا اَلَا نَکَماکان (اب بھی اللہ اُسی طرح جس طرح پہلے تھا) یعنی اب بھی اس کے سوا کسی اور چیز کا وجود نہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ عقیدہ استوی علی العرش سائنس اور جغرافیہ کی رو سے بھی صحیح نہیں۔

تمام عقائد میں عقیدہ وحدت الوجود صحیح ترین ہے | اب چونکہ قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ

کی ذات و صفات کو لامحدود اور لا تنہا کہا گیا ہے اور چونکہ وحدت الوجود کے سوا تمام مذکورہ بالا عقائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات محدود ہو جاتی ہیں اس لیے لازماً ہمیں

تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ بھید وحدت الوجود حق ہے۔

**بُت پرستی کیوں حرام ہے** | وحدت الوجود کو حق تسلیم کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا کے سوا کسی اور کا کوئی وجود ہی

نہیں بلکہ سب خدا کا وجود ہے تو پھر بت پرستی کیوں ممنوع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بت خدا نہیں بلکہ خدا سے جدا نہیں ہے مثال کے طور پر زید کا ہاتھ زید نہیں ہے لیکن زید سے جدا نہیں ہے بالفاظِ زید کا ہاتھ نہ زید کا عین نہ غیر۔ چنانچہ عارفین حضرات کا قول بھی یہی ہے کہ صفات اللہ ہی لا عینہ ولا غیرہ (اللہ تعالیٰ کی صفات نہ اس کا عین ہیں نہ غیر) اس لیے بت کو خدا ماننے سے زید کے ہاتھ کو زید تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ دنیا میں کوئی بیوقوف سے بیوقوف ایسا نہ ہوگا جو زید سے رقم طلب کرتے وقت اس کے ہاتھ کو مخاطب کر کے کہے کہ مجھے زید کی جیب سے رقم نکال دو۔ لیکن عارفین کے نزدیک زید اور اس کے ہاتھ کی مثال بھی اللہ تعالیٰ پر صادق نہ آتی ہے اس وجہ سے وہ مثل اور بے مثال ہے۔  
لیس کمثلہ شیء

**خالق و مخلوق کا تعلق** | مولانا عبد الرحمن جامیؒ اپنی کتاب لوائح جامی میں فرماتے ہیں کہ خالق کا مخلوق سے جو تعلق ہے وہ نہ ایسا تعلق ہے جو جوہر و کاکل سے ہے نہ وہ تعلق ہے جو ظرف کا مغروف سے ہے بلکہ یہ تعلق صفت و موصوف کا تعلق ہے اور لازم و ملزوم کا تعلق ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:-

”مراد باندراج کثرت شیون در وحدت ذات نہ اندراج جزو است در کل یا اندراج مغروف در ظرف اندراج اوصاف و لوازم است در موصوف و ملزوم۔“

نیز لائحہ ۱۵ میں فرماتے ہیں:-

”صفات غیر ذات اند من حیث ما یفہم العقول و عین ذات اند من حیث التحقق و الحصول۔“

(یعنی صفات حق تعالیٰ کا غیر ہیں فہم عقل کے اعتبار سے اور عین ہیں حقیقت و



وصول (فنا) کے اعتبار سے)

اب چونکہ کائنات حق تعالیٰ کی صفت تخلیق کا ظہور ہے اس لیے ایک اعتبار سے عین حق ہے اور ایک اعتبار سے غیر حق ہے۔ اگر صفت کو موصوف کا عین سمجھا جائے تو کائنات عین حق ہے اگر غیر سمجھا جائے غیر حق ہے۔ بس نقطہ نگاہ کا فرق ہے ایک لحاظ سے عین ہے ایک لحاظ سے غیر ہے جس طرح ایک کتاب اپنے مصنف کی صفت علم کا مظہر ہے اگر صفت علم کو مصنف کا عین کہا جائے تو کتاب مصنف کی عین ہے اگر غیر کہا جائے تو غیر ہے۔ صرف نقطہ نگاہ فرق ہے یہی وجہ ہے کہ عارفین حضرات نے فرمایا ہے کہ ۱۔

صفات اللہ ہی لا عینہ ولا غیرہ

زید کے ہاتھ کی طرح نہ کائنات حق تعالیٰ کا عین ہے نہ غیر لیکن ہم اور پر ثابت کر چکے ہیں کہ کائنات کو حق تعالیٰ کا عین تسلیم کرنے سے کائنات کی کئی چیز کو خدا نہیں کہہ سکتے اور نہ بت پرستی جائز ہے کیونکہ یہ زید کے ہاتھ کو زید تسلیم کرنے اور زید کی بجائے زید کے ہاتھ ہے رقم طلب کرنے کے مترادف ہے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب کی مجلس میں محی نے دریافت کیا کہ جب وحدت الوجود حق ہے اور ذات حق سے کوئی چیز باہر نہیں تو پھر کیا اللہ تعالیٰ ہر چیز میں اپنی جمیع صفات محال کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ ذات حق جمیع صفات کے ساتھ ہر چیز میں موجود نہیں اس وجہ سے کہ ادنیٰ اشیا میں یہ استعداد نہیں ہے کہ جمیع صفات محال کی متحمل ہو سکیں اس لیے تعین پرستی یا بت پرستی حرام ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ چونکہ انسان کا قلب عام اشیا سے زیادہ استعداد کا مالک ہے اس لیے حق تعالیٰ

کی صفات محال کا کسی حد تک متحمل ہو سکتا ہے لیکن جملہ صفات محال کا کلی طور پر ہرگز متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ اسی استعداد کی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت یعنی خلافت ارضی کو آسمان (یعنی آسمان والے فرشتے) اور زمین پہاڑ وغیرہ کے پیش کیا تو سب نے انکار کر دیا اور متحمل ہونے سے اقرار بھی کیا۔ وحمل الانسان انہ کان ظلوما وجولا (اور انسان نے قبول کر لی) اس وجہ سے وہ وظلومی اور جہولی تھا) فرشتے اس نے

کیا غنا و وجوب ذاتی میں کا ملین شریک ہو سکتے ہیں

مومن کیا کہ قبلہ کیا حق تعالیٰ کی صفات و وجوب بذاتی و عنائے ذاتی میں کا طین بشریک ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک انسان اپنی ہستی پر قائم ہے اسے فنا اور وجوب ذاتی میسر نہیں آتا۔ جب وہ محو ہو گیا تو اس کی صفات صفات حق ہو جاتی ہیں نہ وہ رہتا ہے نہ اس کی صفات اور وجوب و عنائے ذاتی اسی طرح حق تعالیٰ کی صفات رہ جاتی ہیں۔ جس طرح پہلے تھیں۔ نہ کہ انسان کی۔ آپ نے فرمایا کہ انسان ممکن ہے اور حق تعالیٰ واجب واجب کا وجود غیر کا محتاج نہیں ممکن کا وجود غیر کا محتاج ہے۔ ممکن (انسان) واجب (حق) نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ اپنے علم میں اپنے آپ کو واجب میں فانی سمجھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کائنات ایک کھیل ہے اور عا شاہے۔ جو حق تعالیٰ نے اپنا حسن و جمال دیکھنے کی خاطر پیدا فرمایا ہے۔ اس کھیل کی بنیاد اثینیت (دوئی یا کثرت) پر موقوف کیا ہے۔ اور اثینیت کیا ہے امکانیت (ممکن ہونا) ہے۔ جب تک یہ کھیل باقی ہے امکانیت اور دوئی بھی لازم ہے۔ اگرچہ اثین (انسان) اپنے علم میں جانتا ہے کہ میں واحد ہوں (یعنی مقام فانی اللہ میں) اس وجہ سے کہ اثین کا وجود واحد سے ظاہر ہوا اور حقیقت اثین عین



حقیقت واحد ہے پھر بھی انسان کا یقین باقی رہتا ہے ۔

مولانا جامی کی تصریح | اس مضمون کے متعلق مولانا جامی لاکھ ۱۳ میں فرماتے ہیں :-

حقیقت وجود اگرچہ بر جمیع موجودات ذمینی و  
خارجی مقول و محمول ہے شود ۔ اما در مراتب متضادات است بعضا فوق  
بعض ۔ و در ہر مرتبہ اسمی و صفات ( اسماء و صفات ) و نسب اعتبارات  
مخصوصہ است کہ در سائر مراتب نیست ۔ چوں در مرتبہ الوہیت و ربوبیت  
و مرتبہ عبودیت و خلقت پس اطلاق اسمی مرتبہ الوہیت و ربوبیت  
مثلاً اللہ و رحمن بر مراتب کونیہ عین کفر و محض زندہ باشد ۔ و بچنین اطلاق  
اسمی مخصوصہ کونیہ بر مرتبہ البیہ غایت ضلالت و نہایت خذلان باشد ۔  
اے گال بردہ کہ صاحب تحقیقی و اندر صفت صدق و یقین صدیقی  
از ہر مرتبہ قیود وجود حکی دارد گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

مولانا جامی کے قول کی شرح خواجہ صاحب کی زبانی | لاکھ مذکور کی شرح  
حضرت خواجہ صاحب

نے اشادات فریدی کی جلد چہارم مقبوس ۳۳ میں یوں فرمائی ہے :-

” اگر ہم یہ کہیں کہ زید حضرت وجود ہے تو جائز ہے یا یہ کہیں کہ گھوڑا  
وجود ہے تو جائز ہے یا درخت وجود ہے پہاڑ وجود ہے تو جائز ہے ۔ ہم  
یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ زید حیوان ہے ، گھوڑا حیوان ہے ، گائے بکری حیوان  
ہے لیکن مختلف حیوانات کو ایک دوسرے پر محمول کرنا صحیح نہیں یعنی یہ کہنا  
کہ زید گھوڑا ہے ۔ یا گھوڑا گائے ہے ہرگز جائز نہیں ۔ اسی طرح اسمائے مرتبہ  
حضرت وجود کو افراد پر محمول کرنا بھی جائز نہیں ۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز خدا  
ہے اللہ ہے یا رحمن ہے عین کفر اور بے دینی ہے ۔“

مضمون صلواتوں پھر دعا عاری کا مطلب | بعض ظاہر بینوں کو حضرت اقدس  
کے توحید کے کلام مثلاً :-

صوم صلوٰتوں پھر داعاری زندگی مشرب ہے مشور

سے یہ ملاحظہ ہوا ہے کہ حضرت اقدس کا مسلک توحید و جود ہی تھا اس لیے آپ نے بھی صوم و صلوٰۃ ترک کر دیا تھا لیکن اشارات فریدی کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ فرائض تو درکنار آپ سنن اور نوافل بلکہ مرشد کے بتائے ہوئے اوراد، وظائف، اذکار، مشاغل مراقبات وغیرہ کے بھی سختی سے پابند تھے۔ آپ پنجگانہ نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔ اور مریدین کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔ پس "صوم صلوٰتوں پھر داعاری" کا مطلب یہ ہے۔ آپ پر اس درجہ کا قرب و وصال غالب تھا جس کی وجہ سے دیگر عابدوں اور زاہدوں کی طرح کثرت سے نوافل ادا نہیں کر سکتے تھے اور صرف فرائض اور موکدات پر عامل ہونے کی وجہ سے اس عبادت کو قلیل کا معدوم سمجھتے تھے۔ چنانچہ سرکار کائنات فرمودات علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ساری ساری رات نوافل میں گزارنے کے باوجود بارگاہ رب العزت میں اقرار عجز کرتے تھے اور اکثر یہ مناجات کیا کرتے تھے کہ یا وہاب سبحانک ما عبدناک حق عبادتک ما ذکوناک حق ذکوک ما عرفناک حق معرفتک ما شکوناک حق شکوک : جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے تو کس کی مجال ہے کہ کثرت عبادت پر نازاں ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام عارفین، کاملین اور اہل صلیں صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند تھے۔ یہاں تک حضرت شیخ حسین ابن منصور الحلج بھی کمال استغراق اور محویت کے باوجود ہر شب چار سو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ شیخ اکبر ابن عربی وحدۃ الوجود میں غلو کے باوجود اس قدر پابند شریعت تھے کہ آپ کا شمار فرقہ ظاہریہ میں ہونے لگا۔ لہذا یہ صوم صلوٰتوں پھر داعاری کا یہ مطلب نہیں کہ وحدت الوجود سے ترک صوم صلوٰۃ لازم آتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ استغراق ذات کی وجہ سے عابدوں اور زاہدوں کی طرح کثرت صوم و صلوٰۃ سے معذور نہیں۔ یہ طایفہ کلمات میں نہ کہ شطیہ۔

خلاصہ بحث | اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ وحدت الوجود حق ہے لیکن وحدۃ الوجود خلاصہ بحث کا مطلب یہ نہیں کہ ہر چیز خدا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ ہر چیز خدا ہے نہ خدا سے جدا ہے۔ نہ بندہ خدا بن سکتا ہے اور نہ خدا بندہ بن سکتا ہے۔ شیخ اکبر کا



قول برحق ہے:-

العبد عبد وان تعرج والرب رب وان تنزل

(عبد عبد ہے خواہ وہ کتنا عروج کرے۔ رب رب ہے خواہ وہ کتنا نزول فرمائے) یعنی اس کا موجودات میں ظہور ہو، عقیدہ وحدت الوجود سے نہ حلول لازم آتا ہے نہ اتحاد نہ ترک صوم لازم آتا ہے نہ ترک صلوات۔ نہ کائنات کو آپ عین حق کہہ سکتے ہیں نہ غیر حق۔ یہ آپ کی مرضی ہے کہ صفات حق کو حق کا عین سمجھیں یا غیر۔ عین سمجھیں تو وحدت الوجود ہے بغیر سمجھیں تو کثرت وجود حقیقت میں وحدت الوجود ہے اور مجاز میں کثرت وجود۔ اور ہم نے حقیقت اور مجاز دونوں کھیل کھیلے ہیں۔

**وحدت الوجود اور وحدت الشہود** | عام طور پر یہ مشہور ہے کہ وحدت الوجود شیخ اکبر کا مسلک ہے اور وحدت الشہود

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ نظریہ وحدت الوجود خلاف شرع ہے اور وحدت الشہود مطابق شریعت ہے۔ اس وجہ سے کہ وحدت الوجود میں حادث و قدیم مخلوط ہو جاتے ہیں اور وحدت الشہود سے اعلاط لازم نہیں آتا لیکن ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ وحدت الوجود سے نہ حادث قدیم ہو سکتا ہے نہ قدیم حادث۔ ابن عربی کا قول واضح ہے:-

العبد عبد وان تعرج والرب رب وان تنزل

اس میں شک نہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی کے بعض مکتوبات میں وحدت الوجود کی مخالفت آئی ہے لیکن بعض مکتوبات سے تائید بھی ثابت ہے۔ یہ تضاد بیانی نہیں بلکہ مختلف اوقات اور مختلف منازل سلوک پر مختلف تجلیات کا ظہور ہے جس کی وجہ سے یہ اختلاف محض نزاع لفظی بن کر رہ جاتا ہے مختلف منازل سلوک پر مختلف الکشافات اور تجلیات کو احقر راقم الحروف کے شیخ حضرت مولانا سید محمد ذوقی قدس سرہ نے اپنی کتاب سیر دلبراں میں یوں بیان فرمایا ہے:-

لفظ وجود کا اطلاق صوفیاء کرام کی اصطلاح میں واجب تعالیٰ پر ہوتا ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ صرف ذات حق تعالیٰ

یہی ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے برعکس دیگر اشیاء کے جو ہستی مطلق سے قائم ہیں۔

ہرچہ آئید در نظر خیر تو نیست یا توئی یا بونے تو یا خوتے تو  
یہاں "توئی" سے مراد ذات ہے۔ "بونے تو" سے مراد صفات اور "خوتے تو" سے مراد افعال باری تعالیٰ ہیں۔ چنانچہ وحدت الوجود سے مراد ہے کہ ۱۔

مجموعہ کونین بقانون سبقت کر دیم نقص ورقا بعد ورق  
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درو جز ذات حق و شیون ذاتیہ حق  
اس حقیقت تک از روئے کشف و مشاہدہ پہنچنے سے قبل ایک درمیانی منزل آتی ہے جس میں سالک بوجہ غلبہ انوار حق جملہ موجودات کو اپنی نظر سے غائب پایا ہے اور غیر حق سے یہاں تک روگردانی کر لیتا ہے کہ بسا اوقات حفظ مراتب سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور غلبہ حال میں سبحانی ما اعظم شانی یا انا الحق یا اسی نوع کے لغوے بلند کرنے لگتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دن میں جب آفتاب کی روشنی کا غلبہ ہوتا ہے تو آسمان میں ستارہ ایک بھی نظر نہیں آتا۔ اور دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ آسمان میں کوئی ستارہ نہیں حالانکہ ستارے ہوتے ہیں۔ گو آفتاب کی چمک انہیں ڈھانپ لیتی ہے لیکن یہ حالت ان کے وسط سلوک کی ہے۔ ابتدائے سلوک میں سالک کی حالت رات کو ستارے دیکھنے والے کی سی ہوتی ہے کہ تارے تو دیکھتا ہے مگر آفتاب نہیں دیکھتا۔ انتہائے سلوک میں رات دن کی کیفیات سے تجاوز کر کے حقیقت کے میدان میں اپنا خیمہ نصب کرتا ہے جہاں سے وہ آفتاب کو بھی دیکھتا ہے اور تاروں کو بھی اور صریح طور پر معلوم کر لیتا ہے کہ یہ سب تارے آفتاب کی روشنی سے چمکے ہیں۔ یہاں پہنچ کر وہ حفظ مراتب کا بھی خیال رکھ سکتا ہے اور اس مقام پر یہ عقیدہ اس کیلئے حل ہوتا ہے کہ

ہر مرتبہ از وجود حسمے دارو گر حفظ مراتب کنی زندیقی



وسط سلوک میں جو حالت طاری ہوتی ہے وہ وحدت الشہود ہے اور انتہائے سلوک کی حالت وحدت الوجود ہے۔ جمہور صوفیہ کا مسئلہ توحید وجودی پر اتفاق ہے۔ اظہار حقیقت کے لیے البتہ مختلف پیرایوں اور مختلف اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے۔ مگر حقیقتاً سب آپس میں متفق ہیں۔ بخوام و اغیار کو جو اختلافات نظر آتے ہیں وہ سطحی اور لغتی ہیں نہ کہ معنوی۔

مکتوبات امام ربانی میں وحدت الوجود کا ثبوت | سلوک الی اللہ کے مختلف مراتب یعنی ابتدائے سلوک،

وسط سلوک اور انتہائے سلوک کے مختلف مکاشفات اور مشاہدات کا اندازہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مختلف ادوار کے مکتوبات سے ہو سکتا ہے۔ آپ مکتوب نمبر ۱۳ دفتر اول میں فرماتے ہیں :-

”اگر فقیر نے وحدت الوجود قبول کیا تھا تو وہ کشف سے تھا، نہ از روئے تعلید کے۔ اور اگر اب انکار ہے تو امام کے سبب سے ہے اور امام میں انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر امام غیر پر حجت نہیں ہے۔“

مکتوب ۲۵ دفتر سوم بنام میر نعمان، جو آپ نے قید خانہ سے لکھا میں تحریر فرماتے ہیں :-  
پوشیدہ نہ رہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس کی عنایت نے حق تعالیٰ کے جلال و غضب کی صورت تجلی نہ فرمائی اور قید خانہ کے قفس میں بند نہ ہوا تب تک شہود (وحدت الشہود) کے تنگ کوچہ سے کلی طور پر نہ نکلا۔“

مکتوب ۸۹ دفتر سوم، بنام قاضی اسماعیل فرید آبادی میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-  
شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے کمال معرفت سے وحدت الوجود کو شرح کیا اور بابوں اور فصلوں میں تقسیم کیا۔۔۔۔۔ اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ اکبر حق پر ہیں اور ان پر طعن کرنے والے دور از ثواب ہیں۔۔۔۔۔  
صوفیہ جو کلام ”ہمد اوست“ کے قائل ہیں عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں

جانتے۔ اور حلول اور سرایان ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ ظہور اور ظلیت کے اعتبار سے حل کرتے ہیں نہ کہ وجود اور تحقیق کے اعتبار سے۔

مکتوب ۲۲۶ دفتر اول بنام میر نعمان میں آپ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی رباعیات کی شرح میں اپنے رسالہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”اس رسالے میں توحید آمیز علوم ان رباعیات کے مناسب درجہ ہے

ہیں اور علماء او وحدت الوجود کے قائل صوفیاء کے درمیان تطبیق دی گئی

ہے۔ اور اس طرح تحریر ہوا ہے کہ فریقین کے درمیان نزاع لفظی ہے۔“

مکتوب ۲۲۶ دفتر دوم بنام محمد صادق ولد حاجی مومن میں تحریر فرماتے ہیں:-

”بس صوفیاء وحدت الوجود کے قائل ہیں حتیٰ پر ہے اور علماء بھی جو

کثرت وجود کا حکم دیتے ہیں حتیٰ پر ہیں۔ وجود کا معاملہ حقیقت کی طرح ہے او

کثرت کا معاملہ مجاز کی طرح ہے۔“

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مندرجہ بالا ارشادات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس

ہو جاتی ہے کہ آپ آخر عمر میں وحدت الوجود کے قائل ہو گئے تھے اور ایک اعتبار سے

کائنات کو عین حق اور ایک لحاظ سے غیر حق جانتے تھے۔ مثال کے طور پر آئینہ میں زید

کا عکس زید کا عین بھی ہے اور غیر بھی۔

حضرت ابن عربیؒ کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ زید کے عکس کو زید کا عین بھی سمجھتے ہیں

اور غیر بھی۔ وحدت الوجود کے متعلق یہی نکتہ سمجھ لینے کے بعد نہ کوئی جھگڑا باقی رہتا ہے نہ

فساد۔ اس سے نہ دیوبندی ناراض ہوتے ہیں نہ بریلوی۔ اس سے نہ پردہ وری ہوتی ہے

نہ افسائے راز ہوتا ہے جھگڑا اس وقت ہوتا ہے جب دو نقطہ نگاہ کو بیک وقت صحیح

ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک نقطہ نگاہ سے زید باپ ہے ایک لحاظ سے وہ

کسی کا بیٹا ہے ایک اعتبار سے وہ کسی کا خاوند ہے ایک اعتبار سے وہ کسی بہن کا بھائی

ہے۔ اگر اسے ہر لحاظ سے باپ قرار دیا جائے تو وہ اپنے باپ، ماں، بہن اور بیوی کا بھی

باپ بن جاتا ہے جو غلط ہے۔ لہذا مسئلہ وحدت الوجود بھی حقیقت کے اعتبار سے حق ہے۔



اور مجاز کے اعتبار سے باطل ہے یہ دنیا مجاز کی دنیا ہے اور ہمارا تعین یا شخص بھی مجاز سے تعلق رکھتا ہے جب تک دنیا کا یہ کھیل باقی ہے ہمارا تعین بھی باقی رہے گا البتہ عروج یعنی مقام خدائی اللہ میں عارضی طور پر یہ تعین مٹ جاتا ہے لیکن مقام دوئی اور مجاز میں واپس آنے پر یہی تعین بحال ہو جاتا ہے۔ اب چونکہ قبر میں بھی بلکہ قیامت کے دن اور قیامت کے بعد بہشت اور دوزخ میں بھی ہر شخص کا تعین باقی رہے گا ورنہ عذاب و ثواب بے معنی ہے۔ لہذا یہ کھیل کچھ دائمی نظر آتا ہے۔ چونکہ ذات حق کی کوئی انتہا نہیں اس لیے ہر شخص کی روح ہمیشہ قرب و وصال کی منازل طے کرتی رہے گی لیکن انتہا کو نہیں پہنچ سکے گی۔ کیونکہ ذات حق کی کوئی انتہا ہی نہیں۔

**وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں تطبیق شاہ ولی اللہ تحریر میں** حضرت شاہ ولی اللہ

محدث دہلویؒ نے اپنے سالہ مکتوب مدنی میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں تطبیق ثابت کی ہے آپ فرماتے ہیں ۱۔

”آپ نے پوچھا ہے کہ کیا شیخ علی الدین ابن عربیؒ اور حضرت مجدد الف ثانی کے نظریات میں تطبیق ممکن ہے خلاصہ بحث یہ ہے کہ یہ کہنا کہ حقائق ممکنات دراصل عکس و ضلال ہیں جو اعدام مقابلہ میں ارتسام پذیر ہوتے ہیں کسی طرح بھی ابن عربیؒ کی تصریحات کے خلاف نہیں۔۔۔ نیز حقائق ممکنات کو ان محنوں میں اسماء و صفات کے عین مترادف قرار دینا کہ وجود خارجی میں بہر حال ان کے عکس و ضلال پائے جاتے ہیں جنہیں اعیان ممکنات کہا جاتا ہے کسی انداز سے بھی شیخ مجددؒ کی تصریحات کے منافی نہیں۔“

**شاہ اسماعیل شہید اور تطبیق** | شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید جو حضرت شاہ عبدالعزیز کے مرید و خلیفہ حضرت سید احمد شہید کے مرید و خلیفہ ہیں

نے بھی اپنی کتاب عبقات میں شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربیؒ اور حضرت مجدد الف ثانی کے نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں تطبیق ثابت کی ہے۔

مبحث ۱۲ میں آپ لکھتے ہیں کہ :-

لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اختلاف کی واقعی نوعیت کیا ہے ۔  
 آیا یہ صرف نزاع لفظی یا تعبیری اختلاف ہے یا حقیقت اور واقعہ کا اختلاف  
 ہے ۔ اس کے جواب میں متاخرین کا وہ گروہ جس نے زبردستی اپنے آپ کو  
 صوفیوں کی جماعت میں داخل کر لیا ہے اور اصطلاحاً جن کو متصوفہ کہتے ہیں ان  
 لوگوں نے اختلاف کو حقیقی اختلاف قرار دیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش  
 کی ہے کہ نتیجہ اور مال کے لحاظ سے بھی ان دونوں فرقوں میں اختلاف ہے ۔  
 اس کو دیکھ کر ایک عامی باور کرنے لگتا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود  
 کا اختلاف واقعی حقیقی اختلاف ہے ۔ بلکہ بات یہ ہے کہ دونوں فریقوں میں  
 ہر ایک نے اس مقام پر کسی ایک پہلو کے متعلق اجمال سے کام لیا ہے اور  
 اپنے زمانے کے اقتضا کے لحاظ سے جس پہلو کی تفصیل ان کے نزدیک اہمیت  
 رکھتی تھی اس میں مشغول ہوئے ہیں ورنہ پتہ چلے کہ شیخ اکبر جن کی طرف نظریہ  
 وحدت الوجود منسوب کیا جاتا ہے اور باور کرایا جاتا ہے کہ وہ خالق اور  
 مخلوق کے درمیان اتحادی رشتے کے قائل تھے انہی کی عبارتوں کا ایک  
 ذخیرہ پیش کیا جاسکتا ہے جس میں انہوں نے خالق و مخلوق کی مغایرت کو  
 واضح الفاظ میں بیان کیا ہے ۔ اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی جن کو  
 وحدت الشہود کے نظریے کا علمبردار سمجھا جاتا ہے ان کے کلام میں بکثرت ایسی  
 چیزیں پائی جاتی ہیں جن میں مخلوق و خالق کے اتحاد کی تصریح کی گئی ہے ۔  
 آگے چل کر شاہ اسماعیل شہید مختلف بزرگوں کے اقوال نقل کرتے ہیں اور آخر میں اپنی طرف  
 یہ تبصرہ کرتے ہیں :-

”میر حال عارف جامیؒ اور شیخ صدر الدین قونوی کے متعلق سمجھا جاتا  
 ہے کہ یہ حضرات شیخ محمدی الدین ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود کے سب سے  
 بڑے حامی ہیں لیکن اس وحدت الوجود کا واقعی مطلب جو ان حضرات نے



خود بیان کیا ہے اس میں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ جو کچھ فرماتے ہیں ان میں انصاف سے بتاؤ کہ کیا اختلاف ہے۔ دونوں کے مسلکوں میں کیا فرق ہے۔۔۔ بہر کیف خالق و مخلوق میں قومیت کے تعلق کو مان لینے کے بعد دونوں دعوے درست ہو جاتے ہیں یعنی یہ کہ خالق و مخلوق میں اتحاد بھی ہے اور یہ بھی کہ موطن و محل و مقام نیز ماہیت کے لحاظ سے دونوں میں مغایرت بھی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کا بغیر بھی ہے۔ واقعہ یہی ہے جس کے دو پہلو ہیں۔ اور ہر ایک فریق ان دو پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کی طرف زیادہ جھک گیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے متعلق عرفاء کے مابین جو اختلاف نظر آرہا ہے وہ نزاع لفظی ہے نزاع حقیقی نہیں ہے۔ حقیقت میں سب متفق ہیں کہ ایک لحاظ کا عین حق ہے اور ایک لحاظ سے غیر۔ اگر صفات کو موصوف کا عین کہا جائے تو کائنات عین حق ہے اگر صفات کو موصوف کا غیر قرار دیا جائے تو کائنات غیر حق ہے یہ ہر شخص کی سمجھ اور منشا پر منحصر ہے کہ صفت کو موصوف کا عین قرار دے یا غیر۔ اس میں کوئی مجبوری یا اکراہ نہیں ہے حقیقت میں عینیت ثابت ہے اور مجاز میں مغایرت عروج میں عینیت اور نزول (کثرت) میں غیریت۔ جب تک مقام عروج (فانی اللہ) تک رسائی نہیں ہوتی یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اصحاب حال کی باقیں اصحاب قال نہیں سمجھ سکتے۔ عارفِ روحیؒ نے سچ فرمایا ہے۔

قال را بگذار و مردِ حال شو      پیشِ مردِ کاٹے پا مال شو  
 شیخِ کامل کے پاؤں کی خاک بنے بغیر اور سلوکِ الہی اللہ طے کئے بغیر فنائے نفس ممکن نہیں اور جب تک فنائے نفس میسر نہ ہو نفس امارہ میطع ہو کر نفس مطمئنہ نہیں ہو سکتا ہے یہ بات کثرت ذکر، کثرت عبادات، ریاضات اور مجاہدات سے حاصل ہوتی ہے۔ انسان کا نفس بہت قوی اور ثمریہ ہے جب اس کے ساتھ شیطان مل جاتا ہے تو سالک کی مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن عنایت حق اور نظرِ شیخ شامل حال ہو تو نفس و شیطان کا اچھی

طرح مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور ان کا زور ختم کر کے عالم بالا کی طرف آسانی سے ترقی ہو سکتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اصلاح کا کام خالی کتابیں لکھنے پڑھنے سے نہیں ہو سکتا بلکہ عہد نبوی سے بعد کی وجہ سے قلب پر زنگ اور آلودگی کے جو انبار لگ جاتے ہیں مشائخ عظام نے اس کو دھونے کے لیے عبادت، ریاضات اور ذکر و اذکار کا ایک جامع کوکس تیار کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اگرچہ عبادت اور مجاہدہ کا یہ پروگرام جاری تھا بھائی صدیق حدیث رجعتنا من جہاد اصغر الی الجہاد اکبر میں جہاد اکبر قرار دیا گیا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر اس قدر روحانی قوت تھی کہ آپ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالنے سے، آپ کی نظر شفقت سے، آپ سے کلام کرنے سے اور آپ کے پھونے سے صحابہ کرام کے مراتب طے ہو جاتے تھے جب بمصداق حدیث خیر القرون قرنی شم الذین یلو منہم مشو یلو منہم۔ لوگوں کے قلوب پر زنگ نے جتنا شروع کیا تو مشائخ عظام اور اولیائے کرام نے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لیے سخت مشقتیں تجویز کیں اور قلب اور دیگر لطائف پر ضربیں لگانے سے نفس کا زور کم کرنے کے لیے سلوک الی اللہ کے نام سے ایک مکمل کوکس مرتب کیا ہے جس پر عمل پیرا ہونے کے بعد تزکیہ نفس ہوتا ہے اور روح میں قوت پرواز پیدا ہوتی ہے اور قرب حق حاصل ہوتا ہے۔





## باب ہشتم

### تصوف کے خلاف اہل یورپ کے غلط الزامات اور ان کے جوابات

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وحدت الوجود کے متعلق حضرت خواجہ غلام فرید نے بعض افکار و دیانت سے مستعار لیے ہیں یہ دراصل مستشرقین کے الزامات کی گونج ہے جو انہوں نے اس غرض سے اسلام کی ہر چیز کو بُرا اور عیسائیت کی ہر چیز کو اچھا ثابت کرنے کے لیے عائد کیے ہیں تاکہ اسلام سے لوگ متفرق ہوں اور عیسائیت کی طرف رجوع کریں اور اس طرح سے عیسائی اقوام کی ساری دنیا پر برتری اور تسلط برقرار رہ سکے۔ ان اعتراضات و الزامات کا جواب ہم نے اپنی کتاب مشاہدہ حق کے آخری باب میں شرح و بسط کے ساتھ دے دیا ہے تفصیل کے خواہاں حضرات اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ یہاں اس بحث کا مختصر خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

دو اصول | دیگر مذاہب کی روحانی تعلیمات کو تصوف کا ماخذ قرار دینے کی جسارت سے پہلے ان باتوں پر غور کرنا پڑے گا کہ :-

(۱) دیگر مذاہب یعنی عیسائیت، یہودی مذہب، ہندو مذہب، بدھ مذہب اور فلسفہ یونان کی روحانی بلندی کی آخری حد کیا ہے۔ یعنی ان کی روحانی تعلیمات سے کیا کچھ ان کو حاصل ہوا۔ اور اسلام کی روحانی بلندی کہاں تک جاتی ہے۔ یہ دیکھنا ہے کہ آیا دیگر مذاہب کے لوگ زیادہ مادیوں تک پہنچے تھے یا مسلم ارباب روحانیت۔ کیونکہ عطا دہی شخص کر سکتا ہے جس کے پاس زیادہ ہو۔ جو خود مفلس ہو وہ دولت مند کو کیا عطا کر سکتا ہے۔

(۲) دوسرا سوال جو قابل غور ہے یہ ہے کہ یہ سوال یورپ کے چند غیر متعصب اور انصاف پسند ارباب عقل و دانش نے اٹھایا ہے کہ تاریخ کے جس دور میں مسلمانوں کو دیگر مذاہب کی روحانیت سے استفادہ کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے آیا اس دور میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کا کوئی تاریخی میلان بھی ممکن تھا۔ یا یوں ہی گمان کر لیا گیا ہے۔

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے یہ ہم مسلمانوں کی طرف سے اٹھایا گیا ہے کہ ہم جانتے ہیں اور یورپ کے مصنفین نہیں جانتے کہ مسلم اولیائے کرام اور مشائخ عظام نے قرب و معرفت حق میں جن بلند منازل و مقامات تک رسائی حاصل کی ہے دیگر مذاہب کے ارباب روحانیت اس کی گرد تک نہیں پہنچ سکے تھے چونکہ یہ مضمون کافی طویل ہے قارئین کرام سے استدعا ہے کہ اس کا تفصیلی مطالعہ ہماری کتاب مشاہدہ حق میں کریں۔ مختصر یہ کہ ہندو، بدھ، عیسائی اور یونانی روحانی سسٹم اور روحانی ترقی کا ہم نے ان کے ارباب روحانیت کی تصانیف میں مطالعہ کیا ہے اس سے ظاہر ہے ان کا معیار فنا فی اللہ تھا اور فنا چونکہ لامحدود ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے ان مذاہب کے ارباب روحانیت فنا فی اللہ میں معمولی بلندی تک پہنچ سکے تھے۔ یہ ان کی تجربات سے ثابت ہے جو ہمارے پاس موجود ہیں لیکن فنا فی اللہ میں مسلم اولیائے کرام نے جو ترقی کی ہے اس کی ہوا تک غیر مذاہب کے لوگوں کو نہیں ملے گی۔ اس بات کا اندازہ دونوں گروہوں کے ارباب روحانیت کی تصانیف کے ذریعے آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ روحانیت سے علمی لگاؤ کے ساتھ ذاتی تجربہ یعنی قال کے ساتھ حال بھی شامل ہو۔

یہ تو تھا مقام فنا فی اللہ، اور اس کا بھی معمولی درجہ جو دیگر مذاہب کے ارباب روحانیت کا نقطہ خروج تھا لیکن اس کے علاوہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کے اعلانِ ربی کی رو سے مسلم اولیاء کرام کو جو کچھ عطا ہوا وہ دیگر مذاہب کے لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

یاد رہے کہ جس روحانی عروج کی طرف بنی نوع انسان مختلف انبیاء علیہم السلام کے ذریعے تدریجی ترقی کر رہی تھی۔ پیغمبرِ آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی آخری منزل تک رسائی کرائی تھی۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تھے ان میں جزوی کمالات تھے کیونکہ وہ نہ پوری بنی نوع انسان کے لیے تھے نہ ہمیشہ کے لیے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ساری بنی نوع انسان اور ہر زمانے اور ہر دور کے لیے مخصوص تھیں اس لیے آپ کی تعلیمات میں روحانی ترقی کی بلند ترین منزل کی نشان دہی کے ساتھ جامعیت کا ہونا بھی لازمی تھا۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات میں جہاں مقام فنا فی اللہ میں بلند ترین منزل کی نشان دہی کر دی گئی



ہے تکمیل انسانیت کے لیے بقا بائشکی منزل بھی دکھا دی گئی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ دیگر روحانی طرائق میں صرف فنا فی اللہ اور وہ بھی کم درجہ کا حصول ممکن ہے لیکن اسلام میں بلند ترین درجات فنا فی اللہ کے علاوہ مقام بقا با اللہ بھی بتا دیا گیا جو دیگر مذاہب میں نظر نہیں آتا۔

**عیسائی مصنفین کی تضاد بیانی** | اول تو عیسائی مصنفین نے تصوف کے متعلق تضاد بیان دیئے ہیں اور ایک دوسرے کے نظریات کا قلع قمع کر دیا ہے دوسرے ایک مصنف نے اپنے بیانات میں بھی تضاد بیانی سے کام لیا۔ یعنی نادانستہ طور پر انہوں نے اپنی تردید آپ کو دی ہے۔

**منصف مزاج یورپی مصنف ماسینو** | اس کے علاوہ یورپ میں چند ایسے منصف مزاج ادیب بھی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے تصوف کی ہر چیز یہاں تک شیطیات (یعنی کلمات انا الحق اور سبحانی ما اعظم شأنی) کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور فرانس کے ادیب ماسینو (MASSIGNON) ہیں جو منصور حلاج پر سند (AUTHORITY) مانے جاتے ہیں ان کی ان انکشافات نے دنیا کو حیرت زدہ کر دیا ہے اور بڑے بڑے متعصب عیسائی مصنفین کو بھی انکار کی جرأت نہیں رہی۔ دوسرے انصاف پسند مصنف آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر آربری ہیں جو ڈاکٹر نلکسن کے شاگرد ہیں جب نلکسن نے اپنی اوائل عمر کی کتابوں میں تصوف کو عیسائیت اور فلسفہ یونان کا مہمون منت بتایا تو ان کو ان کے اپنے شاگرد آربری نے پڑو خط لکھ کر اس بات کا قائل کیا کہ ان کے یہ الزامات صحیح نہیں ہیں۔ اس احتجاج کے بعد ڈاکٹر نلکسن نے آربری کو یہ جواب دیا:-

”مجھے اس بات پر اصرار نہیں کہ یونانی فلسفہ یا کوئی اور چیز تصوف کا ماخذ ہے۔ تصوف اور اولیاء کے متعلق مجھے ہمیشہ یہی نظر آتا تھا کہ قرآن و حدیث کی ڈبل بنیاد کے بغیر اسلامی تصوف کی یہ وسیع اور خوبصورت عمارت نہ کھڑی کی جاسکتی تھی نہ قائم رہ سکتی تھی پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ فقر جس میں آپ فخر محسوس کرتے تھے وہ دراصل روحانی فقر تھا جس میں

آپ کو اللہ کے سوا کسی مادی چیز پر بھروسہ نہ تھا تصوف کے متعلق جن لوگوں نے کچھ نہ کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے میری رائے میں غیر تسلی بخش ہے۔

## ماسینو کے متعلق پروفیسر آربری کا بیان | اپنی کتاب تاریخ تصوف کا تعارف

(INTRODUCTION TO

(HISTORY OF SUFISM) میں پروفیسر آربری لکھتے ہیں کہ:-

”صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ تصوف ہندو فلسفہ ویدانت سے ماخوذ ہے۔ یہ نظریہ تسلیم کرنے سے پہلے یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ تاریخ اس دور میں اسلام اور ہندوستان کے درمیان خیالات کا لین دین بھی ممکن تھا یا نہیں۔ ماسینو نے اسی کسوٹی پر باقی نظریات مثلاً تصوف پر ایرانی اثر، آریہ اثر، عیسائی اثر، یونانی اثر کو پرکھا ہے اور آخر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تصوف کی اصل قرآن ہے اور قرآن ہی سے تصوف کی ہر چیز یہاں تک کہ شیطیات بھی نکلے ہے۔ قرآن کے علاوہ احادیث نبوی میں بھی بلکہ احادیث قدسی میں بھی تصوف کا پتہ چلتا ہے۔“

## آربری اور سپین کے پروفیسر آسن پلے سیوس | ہسپانیہ کے عیسائی اور پروفیسر آسن پلے سیوس

کا خیال ہے کہ تصوف کا ماخذ عیسائیت ہے اس کے متعلق پروفیسر آربری کی رائے ملاحظہ ہو اسی کتاب میں وہ لکھتے ہیں کہ:-

”آسن پلے سیوس (ASIN PLACIOS) لکھتے ہیں کہ تصوف

کی اصل عیسائی مذہب ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے قرآن کی چند آیات کا ذکر کیا ہے جو انجیل کی عہدت سے ملتی جلتی ہے۔ پلے سیوس کا خیال یہ ہے کہ پیغمبر اسلام (صلعم) نے یہ چیز انجیل مقدس سے حاصل کی ہے۔ لیکن قرآن اور انجیل میں مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ دونوں مذاہب کی روحانی اور اخلاقی تعلیمات ایک جیسی ہیں۔ جب خدا ایک ہے



ڈاکٹر نکلسن کی رائے | آگے چل کر پروفیسر آرمری اپنے استاد ڈاکٹر نکلسن کی یہ رائے نقل کرتے ہیں۔

”جہاں تک علم روحانیت کا تعلق ہے اہل مغرب اب بھی اسلام سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔ یہ ناممکن تھا کہ مسلم صوفیاء کا عیسائی

لے اس کتاب میں پلے سیوس نے یہ ثابت کیا کہ اٹلی کے شہرہ آفاق شاعر ڈانٹے کی کتاب کامیڈیا دیوینا  
ہسپانیہ کے شیخ ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کی نقل ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یورپ کے لوگوں نے  
اسلام سے سیکھا نہ کہ مسلمانوں نے عیسائیوں سے۔

الکابرد و حانیت مثل ٹامس ایکوئی ناس (THOMAS AQUINAS)

ایکمارٹ (ECKHART) اور ڈانٹے (DANTE) پر کوئی اثر نہ ہوا ہو

اس وجہ سے کہ اس زمانے میں دونوں مذاہب کا ذریعہ اتصال علم روحانیت تھا

کٹر متعصب عیسائی میکڈنالد کی رائے | انگلستان کے مشہور متعصب عیسائی  
ڈی. بی. میکڈنالد (D. B. MACDONALD) لکھتے ہیں کہ ۱۔

”ٹامس ایکوئی ناس پر امام غزالی کا گہرا اثر ہوا۔“

تصوف اور گوٹے | پروفیسر آربری لکھتے ہیں کہ ۱۔

”ایران کی صوفیانہ شاعری نے توالتا جرمنی کے

مشہور اور ہر دلچیز شاعر گوٹے (GOETHE) اور فرانس کے سلوسٹر

(SILVESTER DE SACY) پر بڑا اثر ڈالا۔ سلوسٹر تصوف کے

بڑے مداح تھے ان کی صوفیانہ شاعری کا گوٹے پر گہرا اثر ہوا۔“

اٹلی کا پروفیسر تھاںک اور تصوف | کتاب مذکور میں پروفیسر آربری  
لکھتے ہیں کہ ۱۔

”تھاںک نے یہ ثابت کرنے کیلئے بڑا زور لگایا کہ تصوف عمومی مذہب سے

متاثر ہوا لیکن بری طرح ناکام رہا۔ انہوں نے تسلیم کرنا پڑا کہ تصوف کی اصل عربستان

ہے یہاں تک کہ منصور کے فلسفہ فنا کے معلق بھی اب تھاںک کا نظر یہ ہے کہ

یہ پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے اس نے

یہ حدیث پیش کی ہے۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی نبی المرسل و

۱۔ جرمنی کے مشہور و معروف شاعر گوٹے اپنی کتاب (FAUST) لکھ کر

زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔ لیکن دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں کہ ان کی نظموں میں خواجہ حافظ شیرازی

بول رہے ہیں۔ یورپ کے بعض مصنفین نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ گوٹے پر خواجہ حافظ شیرازی

کا گہرا اثر ہوا تھا۔



ملک المقرب) (مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ قرب ہے جہاں نہ کسی نبی  
رسول کی رسائی ہے نہ کسی مقرب فرشتہ کی  
آخر تھا کہ کاپکے فیصلہ یہ ہے کہ تصوف کی بنیاد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی  
اپنی روحانیت ہے۔

اب ہم مسلم صوفیاء کرام پر دیگر مذاہب کی خوشبینی کا الزام لگانے والوں سے یہ پوچھتے  
ہیں کہ جب یورپ کے ارباب عدل و انصاف خود اسی بات کے معترف ہیں کہ صوفیاء کرام نے  
دیگر مذاہب سے کچھ لیا نہیں ہے بلکہ عطا کیا ہے تو آپ لوگوں کے عائد کردہ الزامات کا آخر کیا  
ثبوت ہے۔ ان کے غلط الزامات کو دیکھ کر ایک عامی بھی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ یہ الزامات  
تصوف اور دوسرے مذاہب کی روحانی تعلیمات سے ان کی لاعلمی کا نتیجہ ہیں۔ اگر وہ محنت  
کر کے دیکھ سکیں تو حقیقت خود بخود سامنے آجائے گی جیسے اہل یورپ کے سامنے  
آگئی ہے۔

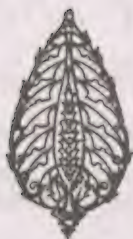
**کھوکھلے الزام** | جو لوگ تصوف اور صوفیاء کرام پر دوسرے مذاہب سے اخذ روحانیت  
کے الزام لگاتے ہیں ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ صوفیائے کرام اور دیگر  
مذاہب کے درمیان شدید قسم کے اختلافات موجود ہیں جن کی فوجت کفر اور شرک تک پہنچ  
جاتی ہے۔

**صوفیاء اور فلسفہ یونان کے مابین اختلافات** | اسلامی دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے  
معلوم نہیں معترضین کیوں نہیں  
جانتے کہ صوفیاء کرام اور مسلم فلاسفوں مثل ابو علی سینا، ابو نصر فارابی اور ابن رشد وغیرہ کے  
درمیان شدید اختلافات پائے جاتے تھے۔ صوفیاء کرام نہیں بلکہ عامۃ المسلمین بھی ان مسلم  
فلسفیوں کو جنہوں نے یونانی فلسفہ کے اصول اپنائے کافر اور مشرک تک کہنے سے دریغ نہیں  
کرتے۔ اسلامی عقائد اور فلسفہ یونان میں پہلا بنیادی اختلاف یہ ہے کہ اسلام میں خدا تعالیٰ  
کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ لیکن فلسفہ یونان میں خدا کے ساتھ مادہ اور روح کو بھی قدیم  
کہا گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نوافلاطونیت (NEO-PLATONISM) میں ذاتِ حق میں فنا ہو جانا۔ آخری مقام ہے پلاطینوس (PLATINUS) جس کی تعلیمات کو نیوپلے ٹونزم (نوافلاطونیت) کہتے ہیں کا موقوف بھی یہی ہے کہ آخری مقام فنا ہے لیکن اسلامی روحانی تعلیمات کی رُو سے آخری مقام بقا باللہ جس کا پلاطینوس نے ذکر نہیں کیا کہ اس کا کوئی وجود بھی ہے۔

**ہندو فلسفہ روحانیت اور اسلامی تصوف** | ہندو فلسفہ روحانیت میں خدا، روح اور مادہ کو قدیم مانا گیا ہے لیکن اسلام میں خدا کے سوا کسی اور چیز کو قدیم ماننا کفر ہے۔ نیز ہندو روحانیت میں بھی آخری مقام فنا فی اللہ ہے بقا باللہ اور عبدیت کا انہوں نے نام بھی نہیں سنا لیکن اسلامی روحانیت میں فنا فی اللہ سے گذر کر بقا باللہ اور عبدیت آخری مقام قرار دیا گیا ہے۔ ہندو مذہب میں تنازع یعنی آواگون ایک بنیادی عقیدہ ہے جو اسلام میں کفر ہے۔

**بدھ مت اور تصوف** | اسی طرح بدھ فلسفہ روحانیت میں مادہ قدیم ہے اور آخری مقام فنا ہے لیکن اسلام میں مادہ قدیم کتنا کفر ہے اور آخری مقام بقا باللہ ہے۔





## عرس اور زیارت قبور

دیگر مشائخ عظام کی طرح ہمارے خواجہ صاحبؒ بھی عرائس اور زیارت مزارات کے دلدادہ تھے لیکن معترضین عرائس اور زیارت قبور کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں جس سے احکام شریعت سے کم واقفیت رکھنے والوں کے دلوں میں اولیائے کرام کے خلاف شبہات کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ لہذا اس باب میں ہم اس مسئلہ پر مختصر بحث کریں گے تاکہ عوام ان کے زہریلے پردہ پگنڈا سے محفوظ رہ سکیں۔

**عرس** پہلے ہم عرس کو لیتے ہیں عرس کی غرض وغایت کسی بزرگ کا یوم وصال منانا اور ان کی یاد تروتازہ کرنا ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان کی تعلیمات اور اعلیٰ اخلاقیات سے جو انہوں نے انجام دیں بے خبر نہ رہ جائیں اور شعلِ دینِ حق روشن رہے جو لوگ عرس کو خلاف شرع اور بدعت خیال کرتے ہیں ان کے پاس قرآن و حدیث سے کوئی قطعی دلیل نہیں ہے بس وہ یہ کہہ کر عوام کو شکوک میں ڈالتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کون سے عرس منائے تھے۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا ایک کام نہ کرنا اور اس کام کا از روئے شریعت حرام ہونا دو مختلف امور ہیں۔ صحابہ کرام نے تو ریل اور موٹر کا سفر بھی نہیں کیا۔ نیز جس انداز میں اب علوم اسلامیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، معانی، صرف و نحو مرتب ہو کر مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں صحابہ کرام کے زمانے میں یہ کہاں رائج تھے۔ کیا یہ بھی ناجائز ہیں۔ نیز معترضین کا یہ قول بھی غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرس نہیں منائے۔ عرس یا دیگر تقاریب منانے کے طور و اطوار ہر زمانے میں مختلف رہے ہیں یہ صحیح ہے کہ اصحابِ سلف اپنی تقاریب منانے کے لیے وہ انتظامات نہیں کرتے تھے جو آج کل کے جاتے ہیں لیکن تاریخ شاہد ہے کہ زمانے کے رواج کے مطابق ہر قوم نے

اپنے متوار اور مقدس ایام منائے ہیں۔ مثلاً جب جنگِ میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت کئی صحابہ کرام شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہر سال اسی شہادت کے دن شہدائے اُحد کی قبر پر جایا کرتے تھے۔ اس وقت نہ لاؤڈ سپیکر تھے، نہ شامیانے، نہ صوفے سیٹ، نہ میز کرسی لیکن قبروں پر حضور اقدس کا جانا اور یوم وصال پر جانا ثابت ہے۔

**پہلا ثبوت** | اس سے ایک تو زیارتِ قبور کا ثبوت ملتا ہے دوسرے خاص یوم وصال کے موقع پر زیارتِ قبور کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے۔ خاص یوم وصال پر اولیائے کرام کے مزارات پر جانے میں جو حکمت ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور دیگر اہل بصیرت واقف ہیں اگر کوئی حکمت نہ ہوتی تو پھر زیارت کے لیے یوم وصال کیوں منتخب کیا جاتا۔ حکمت یہ ہے کہ جس روز انبیاء، اولیاء اور شہداء کا وصال ہوتا ہے وہ یوم وفات نہیں، حقیقی معنوں میں یوم وصال ہوتا ہے جب عاشق صادق ساری عمر کی پیش اور کاوشوں کے بعد بالآخر محبوبِ حقیقی سے جا ملتا ہے۔ اس روز عاشق صادق اور محبوبِ حق کے مواز میں عالم بالا کی طرف سے انوار و برکات کی بارش ہوتی ہے جس سے زائرین پر بھی ترشح ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرس کے موقع پر ہر شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ اسے روحانی ارتقاء اور تزکیہ نفس حاصل ہو رہا ہے۔

**دوسرا ثبوت** | زیارتِ قبور کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں کثرت سے قبروں پر جانے ان کو سلام کرنے اور ان کے لیے دُعا مانگنے کی تاکید آئی ہے۔ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اہل قبور زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں۔ اہل حدیثوں کے امام حضرت امام ابن تیمیہ کے شاگرد امام ابن قیم نے اپنی کتاب موسوم بہ کتاب الروح میں متعدد احادیث نقل کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جب زائرین اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر جاتے ہیں تو اگر زائرین کے حالات اچھے ہوں تو خوش ہوتے ہیں اگر حالات بُرے ہوں تو وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ بھی احادیث



سے ثابت ہے کہ جب لوگ مُردہ دفن کر کے واپس آتے ہیں تو مُردہ ان کے پاؤں کی آہٹ سننا رہتا ہے ۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عام مُردوں کا یہ حال ہے تو اولیاء کرام زندہ ہیں | زائرین کے حالات سے واقف ہوتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں یا منوم ہوتے ہیں تو اولیاء کرام کا کیا حال ہوگا جو بمصدق حدیث ، موتوا قبل ان تموتوا موت سے پہلے فانی فی اللہ ہو کر باقی باللہ اور زندہ جاوید ہو جاتے ہیں ۔ ان کا یہ زندہ جاوید ہونا حسی مفروضہ نہیں ہے بلکہ قرآن ان کی حیات جاودانی پر ناطق ہے ۔ قرآن عظیم میں متعدد مقامات پر شہداء کو زندہ کہا گیا ہے بلکہ ایک مقام پر تاکید ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو مُردہ مت کہو ۔ وہ زندہ ہیں جب شہداء زندہ ہیں تو صدیقین یعنی اولیاء اللہ اور انبیاء عظیم السلام بدرجہ اتم زندہ ہیں کیونکہ قرآن عظیم میں ہر جگہ اس ترتیب ذکر آیا ہے انبیاء والصدیقین وشہداء والصالحین علی ترتیب المراتب ۔

**ایک نکتہ** | احادیث سے ثابت ہے کہ عام مُردوں کی ارواح بھی زندہ ہیں اور شہداء صدیقین اور انبیاء کو بھی تاکید اُردہ کہا گیا ہے جب عام اور خاص دونوں کے ارواح زندہ ہیں اور زائرین کے حالات سے باخبر ہیں تو پھر شہداء ، صدیقین اور انبیاء کے لیے کون سی تخصیص باقی رہ گئی ہے ۔ پھر تو سب برابر ہوئے ۔ قرآن کی نص قطعی ہے شہداء کو مطلق زندہ قرار دیا گیا ہے ، اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں عام لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ اپنے کارناموں کی وجہ سے زندہ ہیں بعض لوگ کہتے ہیں عالم برزخ میں زندہ ہیں لیکن عالم برزخ میں تو ہر روح زندہ ہے ۔ ورنہ عذاب و ثواب قبر بے معنی ہے ۔ ظاہر بینوں کی یہ تاویلات نص قطعی کی تحریف کے مترادف ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ شہید کو مُردہ مت کہو وہ زندہ ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ زندوں کی طرح متصرف ہے ورنہ عالم ارواح میں زندہ تو عام لوگوں کے ارواح بھی ہیں ۔ شہداء کو خاص طور پر زندہ کہنے کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہے ۔ اس آیت شریفہ کا مطلب یہی ہے کہ شہداء کو طاقت تصرف بھی حاصل ہے ۔ چنانچہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ اسلامی

جنتوں میں لوگوں نے سبز پوش مجاہدین کو کفار سے لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ حافظ ابن قیم نے تو کتاب مذکور میں کئی ایسے واقعات بیان کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف زمانوں میں اپنی امت کے مصیبت زدہ لوگوں کی اعانت فرمائی۔ نیز دیگر اولیاء کرام کے مزارات و تصرفات بھی کتاب مذکور میں درج ہیں۔ یہ تاریخ ہے اور صحیح تاریخ ہے۔ تاریخ کو کئی نہیں جھٹلا سکتا۔ تاریخ کے ساتھ جب قرآن و حدیث کی تائید شامل ہو جائے تو پھر کس کی مجال ہے کہ جھٹلا سکے۔

---







جامع ملفوظات

حضرت مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ  
ترجمہ

کپتان واحد بخش سیال





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

## مقبول :- بوقت شب شنبہ ۱۹ رجب ۱۴۱۰ھ

بعد از نماز عشا دولت پالوسی کہ باعث حصول سعادت داریں و موجب وصول مرادات کوئیں ہے میسر ہوئی۔

### روح اور جسم مثالی

حضرت مخدوم ولایت شاہ اوچی کے بھائی مخدوم غلام شاہ کے ساتھ میں نے حضرت شیخ سے کتاب سے مراتب کا سبق حاصل کیا۔ سبق سے فراغت کے بعد روح کے متعلق سلسلہ گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ جسم کثیف اور ظلمانی سے مفارقت کے بعد روح کا جسم مثالی سے تعلق ہو جاتا ہے جو لطیف اور نورانی ہے اور جسم مثالی میں روح اسی طرح تصرف اور تدبیر کرتا ہے جس طرح کہ اس دنیا کی زندگی میں۔

### تحفہ مرسلہ کی اہمیت

اس کے بعد فرمایا تحفہ مرسلہ ایک بابرکت کتاب ہے۔ اس کی ایک برکت یہ ہے کہ یہ شیخ المشائخ ابو سعید مخدومی کی تصنیف ہے جو حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے پیروں ہیں۔ دوسری برکت یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب اپنے فرزند روحانی شیخ عبد الفت درجیلانی کے لیے لکھی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تحفہ مرسلہ کی وجہ تمجید یہ ہے کہ مصنف قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کا ثواب میں نے سرور کائنات خرموجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا ہے اس لیے اس کا نام تحفہ مرسلہ رکھا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ مسئلہ وحدت الوجود پر کتابیں لکھنا اور اس کے متعلق راز و رموز بیان کرنا سراسر کفر ہے۔ سبحان اللہ! حضرات اولیاء کرام اپنی ان کتابوں کا ثواب تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو پیش کر س اور یہ لوگ کفر کے فتوے لگائیں۔

اس اثنا میں بندہ نے دست بستہ عرض کیا۔

## مولانا روم کی عظمت

حضور ان کی بڑی بدبختی ہے کہ اہل ایمان کو کفر کہتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں اور اپنے آپ کو گمراہی کے گڑھے میں ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں لیکن جس شخص پر اس طائفہ اہل عرفان کی شان عظیم اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے وہ تو یہ کہتا ہے۔

من چہ گویم وصف آل عالی جناب نیست پیغمبر و لے دارد کتاب  
(میں اس عالی مقام بزرگ یعنی مولانا جلال الدین رومی کا کیا وصف بیان کروں جو پیغمبر تو نہیں لیکن کتاب رکھتا ہے یعنی مثنوی معنوی جو حقائق و معارف الہیہ سے بھرپور ہے)

حضرت خواجہ نے اس شعر کے معنی مختصر و مجمل طور پر یوں بیان

## آنحضرت کے بعد نبوت کی نفی

فرمائی کہ حضرت مولانا سلطان الاولیاء محمد جلال الدین رومی قدس سرہ کو پیغمبر کہنا بے ادبی ہے کیونکہ وہ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تشریف لائے۔ لیکن آپ کی کتاب مثنوی شریف جو گنجینہ حقائق عرفان اور دقائق اسرار سبحان ہے گویا کتب سماوی مثل تورات و انجیل و زبور کے ہمسر نظر آتی ہے اور دوسرے اولیاء کرام اہل کمال کی کتب کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی اور حضرت مولانا کا مرتبہ بھی اس قدر بلند ہے کہ کسی کو حاصل نہیں۔

مقبوس ۲ بوقت چاشت پڑا تو وارہ ۸ صفر ۱۳۱۱ھ



## مولانا محمد فتح پوری

حسبِ عادت مبارک احقر سے حال پرسی کے بعد ارشاد فرمایا کہ کس طرح آنا ہوا۔ عرض کیا

کہ مولانا مولوی عبدالرحمان بن مولانا مولوی نور الدین فتح پوری جو اس احقر کے استاد ہیں فوت ہو گئے ہیں اور ان کے بھائی مولوی عبدالستار جو ان کے سجادہ نشین ہیں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ ان کے حال پر ظاہراً و باطناً توجہ فرمادیں اور تربیت و تلقین مرتباً نہ فرمادیں تاکہ ان کی نسبت زمرہ صوفیا میں قوی ہو جائے۔ یہ خبر سن کر آپ کو بہت افسوس ہوا اور مولوی عبدالستار سے جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے دریافت فرمایا کہ علم عربی کس کتاب تک اور کس عالم سے پڑھلے۔ انہوں نے جواب دیا کہ شرح ملائک مولوی علی محمد مرحوم سے تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ مولوی علی محمد بہت نیک آدمی تھے۔ اس اثنا میں حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا کہ مولوی محمد حامد فتح پوری قدس سرہ ایسے باکمال آدمی تھے کہ جب آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آپ کو باکمال سمجھ کر روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر داخل کیا تاکہ ایک مردہ کبوتر کو روضہ اقدس سے باہر نکال لائیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ روایت ان کے متعلق نہیں ہے لیکن میں نے بعض لوگوں کو ان سے منسوب کرتے ہوئے سنا ہے ہاں ان کی دستار بندی کے متعلق یہ بات زبان خاص و عام پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہوئی۔ اس کے بعد اس احقر سے دریافت فرمایا کہ معاملہ کس طرح ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور نے صحیح فرمایا ہے اس کے بعد فرمایا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دسار عطا ہونے کا قصہ کس طرح ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ اس کے بعد میں نے سارا واقعہ آپ کے سامنے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہوگی کہ یہ دستار فلاں کو پہنچا دینا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحائف بہت ادلیار اللہ کو ملے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا روضہ اطہر سے مردہ کبوتر باہر نکالنے کا قصہ یوں ہے کہ ایک

نایاب لڑکے کو لوگوں نے روضہ اقدس کے اندر بھیجا تا کہ مردہ کبوتر نکال لائے اور مزار مقدس کی شکست و ریخت کو بھی دیکھ کر بتائے۔ جب وہ لڑکا باپ آیا تو بدبوش اور خاموش تھا لیکن کبوتر اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور اسی سکوت و خاموشی کی حالت میں تیسرے دن فوت ہو گیا۔ اس کے بعد دریافت فرمایا کہ مولوی محمد خالد فتح پوری کو خلافت و اجازت حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتان سے تھی یا حضرت خواجہ خدا بخش خیرپوری قدس اسرار ہم سے۔ بندہ نے عرض کیا کہ آپ حضرت حافظ صاحب کے مجاز تھے لیکن آپ کے انتقال کے بعد خواجہ خدا بخش کی صحبت میں بھی رہے ہیں اور فیض حاصل کیا ہے۔

قاضی محمد علی صاحب خان پوریؒ | اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ خدا بخش خیرپوری قدس سرہ حضرت حافظ

جمال اللہ ملتان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ جانشین تھے اور قاضی محمد علی خان پوری کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک بزرگ تھے جو حضرت حافظ صاحب کے مجاز تھے۔ حضرت خواجہ خدا بخش خیرپوری نے ان سے کہا کہ کیا آپ کو میں بھی اپنی طرف سے خلافت دوں۔ یہ سن کر وہ رعونت سے پیش آئے اور چین بچیں ہو کر کہنے لگے کہ اپنے پیر بھائی سے خلافت حاصل کیوں کروں۔ اس سے خواجہ خدا بخش صاحب رنجیدہ خاطر ہوئے اور چلے گئے۔ راستے میں قاضی محمد علیؒ ملے۔ سلام علیکم کے بعد فرمایا کہ میں آپ کو اپنی طرف سے مجاز بناتا ہوں انہوں نے عرض کیا کہ زہے عنایت و مرحمت۔ یہ میرے لیے عین سعادت ہے خواجہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ کیا اپنے پیر بھائی سے بھی اجازت لینا پسند کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی اجازت میرے پیر و مرشد کی عین اجازت ہے پس آپ نے اسی جگہ بیٹھ کر ان کو مجاز کیا۔ اس کے بعد فرمایا جو شخص خانپور جاتا ہے اسے خیرپور آنے کی ضرورت نہیں اور جو خیرپور جاتا ہے اسے خانپور جانے کی حاجت نہیں۔



اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت حافظ جمال اللہ کے تمام خلفاء کے لیے ان کی اپنی اجازت کے باوجود حضرت خواجہ خدا بخشؒ کی اجازت ضروری ہے۔

## مقبول ۳۔ بروز جمعرات ۱۱ صفر ۱۱۳۱ھ

حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کے خلفاء حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کے خلفاء کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی محمد باران حضرت خواجہ محمد سلیمان رضی اللہ عنہ کے تمام خلفاء سے علوم ظاہری و باطنی میں فائق تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تین بزرگوں کے تین خلفاء کمالات ظاہری و باطنی میں باقی تمام خلفاء سے زیادہ بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ایک مولوی محمد باران جو خواجہ سلیمان کے خلیفہ اعظم تھے۔ دوسرے خواجہ خدا بخش صاحب خیر پوری جو حضرت حافظ جمال اللہ قدس سرہ کے خلیفہ و جانشین تھے۔ تیسرے حضرت مولوی سلطان محمود خان سیلوی جو ہمارے حضرت ہمارے قبلہ شیخ الشیوخ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد عاقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن اتباعہ کے برگزیدہ خلیفہ تھے۔

## مقبول ۴۔ بوقت ظہر بروز شنبہ ۱۱ جمادی الاول ۱۱۳۱ھ

جامع ملفوظات خلوت خاص میں حضرت اقدس نے تمام اہل مجلس سے فرمایا کہ باہر چلے جاؤ۔ مجھے رکن الدین (جامع ملفوظات) سے ایک کام ہے۔ جب سب لوگ چلے گئے تو آپ نے کمال شفقت سے اس غلام کو نزدیک بیٹھا کر فرمایا کہ جو حال ہے بیان کرو۔ چنانچہ بندہ نے عہد طفلی سے اس وقت تک جو کچھ پیش آیا تھا عرض

کیا۔ اس کے بعد قبلہ رو ہو کر آپ دوزانو بیٹھ گئے جس طرح آدمی تشہد میں بیٹھتا ہے اور اس غلام کو حکم فرمایا کہ میری طرح میرے پہلو میں بیٹھ جاؤ۔ بندہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد آپ نے از سر نو چند اور تلقین فرمائے اور اشارات و رموز بھی بندہ کے کے حسب نصیب عطا فرمائے۔

مصرع      بیک دیدارش افتاد آنچہ افتاد

(ایک ہی دیدار میں مل گیا جو مل گیا)

یہ فرمایا کہ اگر اس سے زیادہ جاننے کا شوق ہے تو میرے رسالہ مسالک فریدی کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آیا کتاب کیمیائے سعادت مل سکے گی۔ عرض کیا کہ جی ہاں بندہ کے گھر میں موجود ہے۔ فرمایا پندرہ دن کے بعد آنا اور یہ دونوں کتابیں ساتھ لانا۔ ان کے چند مقامات کی تمہارے لیے نشان دی کر دوں گا اور علم تصوف اور وحدت وجود کی ایک اور کتاب بھی تمہیں پڑھاؤں گا کیونکہ اس علم شریف کا حصول واجبات میں سے ہے۔

اس کے بعد عرض کیا کہ حضور! اس غلام کی ساری عمر لہو و لعب میں خراب ہو گئی ہے اور گناہ گاری اور سیہ کاری میں بسر ہوئی ہے۔ صوم و صلوات، حج و زکوٰۃ جیسے نیک کاموں سے ذرہ بھر بہرہ ور نہیں ہوا۔ اب جب کہ حضور کے دامن کے نیچے پناہ گیر ہوا ہے۔ یہ بندہ چاہتا ہے کہ حضور کے کلمات عالی کو اپنے ناقص فہم کے مطابق یاد کر کے ایک کتاب کی صورت میں جمع کرے۔ تاکہ نجات کا ذریعہ ہو کیونکہ اس سے بہتر کوئی ذریعہ نجات اور توشہ عقبیٰ انہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم لکھو پہلے مجھے دکھا دیا کرو۔ میں مناسب ترمیم کر دیا کروں گا۔ اس برکت والی خلوت کے بعد بندہ اپنے گھر چلا گیا اور مقررہ میعاد کے بعد حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کتب مذکور ساتھ لائے ہو۔ عرض کیا جی ہاں! اس کے بعد دونوں کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ نیز جو ملفوظات بندہ نے اس وقت قلمبند کر لئے تھے وہ بھی پیش کئے۔



## مقبوس ۵۔ بوقت عصر بروز چہار شنبہ ۲۶ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ

**چوڑھوں کا اسلام** | چوڑھوں کے ایمان اور اسلام کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ چوڑھے مسلمان ہیں۔ باقی رہ خدا نے تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھنا۔ اگرچہ یہ لوگ حرام کھاتے ہیں۔ حرام کو حلال نہیں سمجھتے بلکہ حرام کو حرام سمجھتے ہیں اور حلال کو حلال۔ اس سے گناہ لازم آتا ہے کفر لازم نہیں آتا۔ جس طرح جو شخص ہمیشہ شراب پیتا ہے یا دامن زنا میں مبتلا ہے وہ گنہگار ہے کافر نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ پس چوڑھے اہل اسلام ہیں لیکن حرام کھانے کی وجہ سے گنہگار ہیں۔ خاص کر پھارے علاقے میں رہنے والے چوڑھے جو دوسرے گناہ کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور کناسی یعنی صفائی وغیرہ کے سوا کوئی کام نہیں کرتے۔ ان کے اسلام میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ کناسی موجبات کفر میں سے نہیں ہے۔

**حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا جو دو کرم** | اس کے بعد ادلیا کرام کے کمالات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ملازم تھا جو ساری عمر آپ کی غیبت اور شکایت کرتا رہا۔ حضرت شیخ اس کی بدگوئی کے متعلق جتنی باتیں سنتے تھے کچھ نہیں فرماتے تھے۔ جب وہ آدمی فوت ہوا تو آپ فوراً اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا کر کے سرسجدہ میں رکھا اور حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یا الہی اس نے جو کچھ میرے حق میں کہا ہے میں نے معاف کیا ہے۔ تو بھی اپنی رحمت عام کے صدقے اسے معاف کر دے۔ اگر اس کے ذمہ تیرے حقوق ہیں تو میری اس شہید

واڑھی کے صدقے کہ جسے میں خاکِ عجزِ دنیا میں رگڑ رہا ہوں تو اسے معاف کر دے۔  
 اس کے بعد فرمایا کہ حضرت محبوبِ الہی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر ظاہری  
 و باطنی کمالات اور عظمت عطا کی تھی شاید کسی کو نصیب ہوئی ہو۔ کہتے ہیں کہ آپ کا  
 لشکر اس قدر وسیع تھا کہ روزانہ کئی اونٹ صرف پیاز کا چھلکا اٹھا کر باہر پھینکتے تھے  
 باقی اقراجات کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایک دن جب کہ آپ کی مجلس  
 میں علماء و مشائخ موجود تھے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ میں مفلس آدمی ہوں۔ مجھے  
 زکریا عطا فرمائی جائے۔ اس کے ساتھ اس نے بے ہودہ بکواس کی جس سے حضرت  
 شیخ کو کافی پریشانی ہوئی لیکن آپ نے کچھ نہ کہا اور خاموشی اور خرمی سے سنتے رہے  
 حاضرین مجلس اس کی یادہ گوئی اور بے ہودہ بکواس سے بہت خفا ہوئے۔ حضرت  
 شیخ کے سامنے کچھ کہہ تو نہیں سکتے تھے لیکن ان کے چہروں سے ناراضگی کے آثار نمایاں  
 تھے۔ حضرت شیخ نے اس آدمی سے پوچھا کہ اے جوان تو کیا چاہتا ہے۔ اس  
 نے کہا زرخاں کے بیس دینار مانگتا ہوں۔ آپ نے اسے چالیس دینار دے کر  
 رخصت کیا۔ حاشیہ نشینوں نے عرض کی کہ حضور اس نے بیہودہ بکواس کی ہے اور  
 آپ نے اسے بیس دینار زیادہ عطا کر دیئے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے  
 فرمایا کہ اس کے دو وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی اور خدا کا  
 بندہ ہوں۔ مجھے تم لوگوں پر کوئی فضیلت نہیں بلکہ علم و فضل میں تم سب مجھ سے  
 زیادہ ہو۔ لیکن اس فضیلت کے باوجود تم میرے قدموں پر سر رکھتے ہو اور میری  
 تعریف و تحسین کرتے ہو۔ پس اس عزت و توقیر کے مقابلے میں یہ بیس دینار جو زائد  
 دیے ہیں کچھ بھی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس شخص نے مجھے میرے عیوب  
 نفس سے آگاہ کیا ہے اس لیے وہ زیادہ سے زیادہ انعام و اکرام کا مستحق ہے اور جو  
 کچھ میں نے اسے دیا ہے وہ اس کے حق سے بہت ہی کم ہے۔

غیر شرع رسومات کی مذمت | اس کے بعد بُری اور غیر شرع  
 رسومات کے متعلق گفتگو ہونے لگی



حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہر شہر اور ہر علاقے میں ایسی بری اور غیر شرع رسوم جاری ہو گئی ہیں کہ ان کو رفع کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے بلکہ دائرہ امکان سے باہر ہو گیا ہے۔ مثلاً ہمارے علاقے کی عورتیں چھوٹی آستین کے کرتے پہنتی ہیں اور بازو ننگے رکھتی ہیں۔ چہرہ اور بدن کو بھی نہیں ڈھانپتیں۔ اکثر عورتیں سر پر دوپٹہ تو رکھ لیتی ہیں لیکن چہرہ، سر، بال اور سینہ چھپانے کی کوشش نہیں کرتیں بلکہ بے باکانہ اور بے حجابانہ گلی کوچوں میں پھرتی ہیں اور غیر محرم مردوں کے سامنے جلوہ نمائی کرتی ہیں اور اس پر فخر کرتی ہیں۔ شادی بیاہ میں بھی بہت مذموم اور ناشائستہ رسوم جاری ہو گئی ہیں۔ چنانچہ مرد اور عورتیں مل کر ناچتے ہیں اور پاؤں زمین پر مارتے ہیں اور نفارے کی چوٹ پر تالیاں بجاتے ہیں۔ یہ تمام رسوم اور شیگون اہل ہنود اور کافروں کی ہیں جو مسلمانوں میں رائج ہو گئی ہیں بلکہ ان کو بہت مرغوب اور محبوب ہیں۔ اگر منع کیا جائے تو کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے باپ دادا کی رسوا میں کیسے ترک کریں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے قبلہ حضرت خواجہ محمد عاقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں گئے جب اس علاقے میں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے شیخ حضرت شیخ نور محمد رضی اللہ عنہ جو بڑے متقی و پرہیزگار تھے بلکہ اپنے وقت میں سب سے بڑے متقی تھے۔ ایک شادی کے مجمع میں تشریف رکھتے ہیں اور تمام غیر مشروع رسومات عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر ہمارے خواجہ نے عرض کیا کہ حضور انور شیخ زماں اور قطب دوراں ہیں۔ ان لوگوں کو کیوں منع نہیں فرماتے تاکہ ان حرکات سے باز آئیں اور خدا کے عزوجل اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔ حضرت شیخ نے فرمایا ان رسوم باطلہ نے عوام الناس کے دلوں میں اس قدر گھر کر لیا ہے کہ اگر ان کو منع کیا جائے اور وہ ان سے بھی باز آجائیں اور تقدیر الہی سے ان کے اموال اور اولاد میں کوئی نقصان آجائے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ رسومات ادا نہ کرنے کی وجہ سے یہ آفت آئی ہے۔ اس سے وہ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس سے وہ کافر ہو جاتے ہیں لیکن ان رسومات پر عمل کریں تو گنہگار ہوں گے۔ کافر و مشرک نہیں ہوں گے۔ نعوذ باللہ من ذالک

(خدا تعالیٰ اس سے ہمیں بچائے) اس لیے میں نے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ اس پر اس احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضور ان رسومات بد کی وجہ سے ان لوگوں کو سخت گرفت ہوگی یا نہیں۔ فرمایا بڑی گرفت ہوگی۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ دینِ متین کے احکام پر عمل کرنا کتنی بڑی سعادت ہے اور قرب حق حاصل کرنے کا کس قدر اچھا ذریعہ ہے فرمایا ہاں یہ صراطِ مستقیم اور سوادِ اعظم ہے پس جس نے اس سے باہر قدم رکھا بادیہ ضلالت و اسعاد میں غرق ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ بہت سے ایسے شیطانی کام ہیں جو بظاہر اچھے نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ نقصان دہ ہوتے ہیں اور انکار کرنے والا شیطان کے فرمانبرداروں میں شامل ہو جاتا ہے۔ شیطان کا کام ہی یہی ہے کہ جہلا کے سامنے برے کاموں کو اچھا بنا کر دکھاتا ہے اور ان کو تباہ و برباد کرتا ہے۔

### حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کا کشف شیطان کے متعلق

اس کے بعد فرمایا کہ روایت ہے کہ حضرت خواجہ شیخ المشائخ العارفین خواجہ فرید الحق والدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدائے حال میں ایک دفعہ بغرض سیر و بیاحت علاقہ ماروار میں تشریف لے گئے اور وہاں کے شہروں اور صحراؤں کی سیر کرتے رہے۔ اتفاقاً آپ کا گذر ایک بڑے مندر یعنی بت خانہ پہ ہوا۔ وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی زبان کاٹ کر بت کی نذر کی ہے اور اس کے سامنے آہ و زاری کر رہا ہے۔ اس وقت اس نے مندر کی دیواروں کو چوما اور چلپا جس سے اس کی زبان درست ہو گئی گویا کبھی خراب ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد وہ دوسرے بت کے سامنے گیا اور زبان کاٹ کر اس کی نذر کی اور اسی طرح دیوار چومنے چاٹنے سے اس کی زبان ٹھیک ہو گئی۔ یہ دیکھ کر تمام لوگ حیران اور سرگردان تھے اور اس شخص کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ حضرت شیخ کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا کہ یہ شخص درحقیقت شیطان ہے جو اس بازی گری سے لوگوں کو شیفتر



اور فریفتہ کر رہا ہے اور گمراہی کے گڑھے میں ڈال رہا ہے۔ پس آپ اس کے نزدیک گئے اور اس کے کان میں کہا کہ تو ابلیس لعین ہے۔ یہاں سے بھاگ جا اور لوگوں کو گمراہ اور تباہ نہ کر۔ اس پر اس نے اپنے شیطان ہونے کا اعتراف کیا اور بہت شرمندہ ہوا۔

اس کے بعد آداب سلوک اور  
**امام غزالی کی عظمت**  
 طریقت کی کتابوں کا ذکر ہونے لگا

ماضی میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور احیاء العلوم ایسی کتاب ہے جو اسرار و رموز سے لبریز ہے۔ آپ لوگوں کو حکم فرمائیں کہ اس کتاب کو پڑھیں۔ فرمایا ہاں تین کتابوں کا مطالعہ واجب بلکہ فرض ہے کیونکہ یہ لب لباب طریقت اور مقبول اہل حقیقت ہیں اور چارے مشائخ عظام کا معمول ہی رہا ہے کہ طالبان راہ حقیقت کو ان کے مطالعہ کا حکم فرماتے ہیں۔ ان میں سے ایک مصباح الہدایہ ترجمہ عوارف المعارف ہے۔ دوسری احیاء العلوم تیسری کیمیائے سعادت ہے جو احیاء العلوم کا خلاصہ ہے اور جو شخص زیادہ علم سے بہرہ ور نہیں اس کے لیے بہت مفید ہے۔

**عالم ارواح میں حضرت ابراہیم غزالی کی ملاقات سوال و جواب**

اس کے بعد فرمایا کہ ان دو کتابوں کے مصنف حجتہ الاسلام امام محمد غزالی ہیں آپ بڑے بلند پایہ بزرگ ہیں۔ چنانچہ یہ روایت حدیث تو اتر کر پہنچ چکی ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں درخواست کی کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء میں سے کسی عالم سے ملاقات کرائی جاوے تاکہ ان سے گفتگو کر سکوں۔ چنانچہ عالم ارواح میں امام غزالیؒ کے ساتھ ملاقات وقوع پذیر ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امام غزالیؒ سے سوال کیا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا میرا نام محمد بن محمد غزالی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے فرمایا کہ آپ نے ضرورت سے زیادہ جواب دیا ہے یعنی میں نے تو صرف آپ کا نام دریافت کیا تھا۔ آپ نے اپنے والد کا نام اور وطن بھی بنا دیا ہے۔ اس پر امام صاحب نے کہا کہ میں نے یہ اس لیے کیا کہ آپ بھی انسان ہیں۔ میں بھی انسان ہوں۔ ظاہر ہے کہ انسان عالم الغیب نہیں ہے۔ جب آپ کو میرا نام معلوم نہ تھا تو میرے والد اور وطن کا علم بھی آپ کو نہیں ہوگا۔ اس لیے اگر میں صرف اپنا نام بتاتا تو آپ کو مزید سوال کرنے کی زحمت ہوتی۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ضرورت سے زائد بات آپ نے فرمائی تھی۔ جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ

مَا تِلْكَ يَحْيٰىكَ يَا مُوسٰى  
موسے تمہارے ہاتھ میں کیا ہے  
تو آپ نے جواب دیا کہ

هٰى عَصٰى اٰتَوْنٰوْ عَلٰىهَا  
وَاَهْبَسْ بِهَا عَلٰى غٰنِيَتِى  
میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور  
بکریاں ہانکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہیں آپ سے سوال کیا کہ ہاتھ میں کیا ہے۔ اس کا جواب یہ تھا کہ یہ عصا ہے۔ اس سے زیادہ بات کرنا زائد از ضرورت معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت موسے علیہ السلام کے مزاج میں جلال کا غلبہ تھا۔ آپ نے امام غزالیؒ کے منہ پر طمانچہ مارا۔ کہتے ہیں کہ جب امام غزالی پیدا ہوئے تو آپ کے چہرے کی ایک طرف طمانچہ کے اثر سے سُرخ تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ آپ کے بھائی امام احمد غزالیؒ  
قدس سرہ بڑے عالی مقام مشائخ تھے۔ فقر کے

میدان میں آپ کے سلاسل امام محمد غزالیؒ سے کہیں زیادہ ہیں۔ چنانچہ سلسلہ بکریہ و سہروردیہ و نوربخشیہ و مہزیبہ آپ ہی کے فیض سے جاری ہو کر آج تک قائم ہیں لیکن امام محمد غزالیؒ سے کوئی سلسلہ جاری نہیں ہوا کیونکہ آپ نے جو فرقہ خلافت حاصل کیا تھا اسے اپنے ساتھ لے گئے اور کسی کو عطا نہیں کیا تھا



## شیخ احمد غزالی کا کشف

اس کے بعد فرمایا کہ ایک  
دن کسی نے شیخ احمد غزالی سے

دریافت کیا کہ آپ کے بھائی محمد کہاں ہیں اور کس کام میں مشغول ہیں۔ فرمایا کہ خون  
میں غرق ہے۔ سائل نے ان کو تلاش کیا تو مسجد میں پایا۔ اُسے شیخ احمدؒ کی بات  
سے تعجب ہوا اور باجر امام محمد غزالی سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے بھائی  
نے سچ کہا ہے کیونکہ اس وقت میں مسئلہ حیض و نفاس پر غور کر رہا تھا۔ اس کے  
بعد فرمایا کہ شیخ احمدؒ کو اپنے بھائی محمدؒ کا فروعات میں اجتہاد پسند نہیں تھا اس لیے  
فرمایا کہ خون میں غرق ہے۔ وجہ یہ ہے کہ امام محمد غزالیؒ کا شمار ابراہار میں ہوتا ہے  
اور شیخ احمدؒ مقربین میں سے تھے۔ اور حسنات الابرار سیئات المقربین (ابراہار  
کے نزدیک جو نیک اعمال ہیں مقربین کے لیے وہ گناہ کا درجہ رکھتے ہیں) مشہور  
مقولہ ہے۔

## امام محمد غزالی اور محمد غزالی کا سلسلہ طریقت

اس کے بعد فرمایا  
کہ امام محمد غزالی

بھی اپنے عصر کے مشائخ عظام اور مشاہیر علمائے امت محمدیہ تھے صلی اللہ علیہ  
وسلم۔ اس وجہ سے آپ کا لقب حجت الاسلام تھا۔ حاضرین میں سے کسی نے سوال  
کیا کہ امام محمد غزالیؒ کا سلسلہ طریقت کس دلی اللہ سے ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا  
کہ امام غزالیؒ کے پیر شیخ ابوعلی فارمدیؒ ہیں اور شیخ احمد غزالیؒ کے پیر شیخ ابو بکر نساج  
ہیں۔ شیخ ابوعلی فارمدیؒ اور شیخ ابو بکر نساجؒ دونوں حضرات ابو القاسم گورگانی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے مرید ہیں۔ امام غزالیؒ کی عمر چھ سو سٹھ سال تھی (بعض روایات میں چھ سو  
سال ہے) دیکھو اس قدر قلیل مدت میں تمام ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل، کافی عمر  
تک درس و تدریس کا کام جاری رکھا، اپنے مذہب میں اجتہاد کیا، ریاضت و  
مجاہدہ میں کمال حاصل کیا، اور ہر مضمون پر معتبر کتا ہیں تصنیف کیں چنانچہ تفسیر  
یا قوت التاویل جو چالیس جلدوں پر مشتمل ہے، جواہر القرآن، احیاء العلوم،

کیمیائے سعادت، مشکوٰۃ الانوار و دیگر کتب آپ کی تصانیف میں شامل ہیں۔  
اس کے بعد فرمایا کہ اس قدر کثیر تصانیف کا وجود میں آنا آپ کی کرامت ہے ورنہ  
یہ بات طاقت بشر سے باہر ہے۔

## شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تصانیف ایک کرامت ہے

اس کے بعد فرمایا کہ اسی طرح حضرت شیخ محی الدین ابن عربی شیخ اکبر قدس سرہ  
کی تصوف میں تصانیف کی تعداد ایک روایت کے مطابق پانچ سو ہے اور دوسری  
روایت کے مطابق ساڑھے تین ہزار ہے۔ یہ بھی آپ کی کرامت اور خرق عادات  
ہے کہ جس کا آپ سے ظہور ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ اکبر کتاب فصوص الحکم کے  
دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ جو کچھ میں نے تصنیف کیا ہے یا تالیف کیا ہے سب آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سن کر لکھا ہے۔ اس پر اس مکتب بندہ (جامع  
ملفوظات) نے عرض کیا کہ حضور کیا اولیاء اللہ کتابوں کی تصنیف کے لیے حق تعالیٰ  
کی طرف سے بھی مامور ہوتے ہیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے - وَمَا يَنْطِقُ عَنْ  
الْهَوَىٰ ..... (اپنی طرف سے کلام نہیں کرتے بلکہ وہ بیان کرتے ہیں جو  
اللہ تعالیٰ وحی فرماتے ہیں) یہ بات اولیائے کرام کے حق میں بھی صادق آتی ہے  
اور قیام قیامت تک یہ حکم نافذ اور جاری رہے گا۔

## نوار سونگھنے کے متعلق فتوے

نوار کے متعلق بات ہو رہی  
تھی۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ

نے فرمایا کہ نوار سونگھنا اچھا کام نہیں ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ درالمختار میں حضرت  
شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے منقول ہے کہ قبا کو حرام ہے کیونکہ یہ نشہ آور ہے اور ہر نشہ آور  
چیز حرام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نوار مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ اگرچہ میں بھی نوار  
سونگھتا ہوں لیکن یہ میری عادت نہیں ہے۔ جب ترک کرنا ہوں تو طبیعت میں



کوئی تشویش نہیں ہوتی۔ جب سفر حج پر روانہ ہوا تو نوار کو ترک کر دیا تھا۔ جب ہم حرم محترم میں داخل ہوئے تو ہمارے رفقا جو نوار کے عادی تھے خوب نوار استعمال کرتے رہے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ متبرک مقام ہے۔ ملائک اور حق تعالیٰ کے انوار و برکات کے نزول کا مقام ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے یہاں شرک و بدعت کی نجاست سے پرہیز کرنا چاہیئے چنانچہ ان لوگوں نے میری بات پر عمل کیا اور حرم شریف میں نوار کو ترک کر دیا۔

## مقبول :- بوقت عشاء تاریخ ۲۷ ماہ مذکور سن مذکور

اُونی کپڑے پر نماز جائز ہے حضرت خواجہؒ نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ ادنیٰ کپڑے پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ ادن پر مکروہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس احقر سے دریافت کیا کہ کیا خیال ہے۔ عرض کیا کہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ مسئلہ کس طرح ہے۔ آ نے فرمایا کہ ادنیٰ کپڑے پر نماز پڑھنا اور سجدہ دینا بالکل جائز ہے اور اس میں کراہت ہے۔ اس احقر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہیں یاد نہیں مسجد نبویؐ اور جدیکہ سے بڑے بڑے عالم و فاضل لوگ آئے ہوئے تھے۔ لوگ کپڑے پر نماز پڑھتے تھے۔ اگر اس میں کوئی کراہت ہو تو عالم منع کر دیتے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیعہ مذہب میں سوائے ارض حرم کے کسی جگہ نماز جائز نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب شیعہ لوگ جائے نماز پر نماز پڑھتے تھے تو دروازہ ہو کر جائے نماز سے آگے زمین پر سجدہ کرتے تھے۔ یہ احقر بندہ رکن الدین جامع ملفوظات عرض پرداز ہے۔ کہ شرح وقایہ کی عبارت اپنی

جگہ پر لیکن کسی معتبر کتاب مثل کنز العمال، در الخیارات کی شروحات، جامع الرموز، اور ہدایہ میں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ ادن پر نماز مکروہ ہے۔ (اس کے بعد مولانا ابن المین نے فقہ کی متعدد کتابوں کے حوالہ جات پیش کیے ہیں جو طوالت کے خوف سے ترک کیے گئے۔)

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں میاں محمد بن میاں نور محمد

## خواب میں تلقین و خطیفہ

صاحب حاجی پوری کے خادمان میں سے ایک خادم ہوں۔ انہوں نے مجھے ایک کام کے لیے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اگر اجازت ہو تو عرض کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہو۔ اس نے کہا کہ میاں صاحب نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضور انور نے عالم رویا میں قرآن شریف کی ایک آیت ان کو تعلیم کی اور فرمایا کہ اس آیت کو پڑھا کرو۔ جب وہ بیدار ہوئے محویت کی وجہ سے اور تو کچھ یاد نہ تھا۔ آیۃ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا دَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ (نہیں بھیجا ہم نے تجھے اے پیغمبر بجز رحمت سارے جہانوں کے لیے) یاد تھی۔ پس انہوں نے مجھے آیت کی صحت، تعین وقت اور تعداد کے متعلق دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ جو حکم عالی ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ آپ نے یہی آیت کاخذ پر لکھ کر اس کو دی اور فرمایا کہ اسے صبح کی نماز کے بعد یا جب موقع ملے تریاستی باز پڑھ کر اپنے جسم پر دم کرے۔ اس کے بعد اس آدمی نے کسی دوسرے آدمی کی طرف سے عرض کیا کہ اسے خون جگر اور ہول دل کی وجہ سے دسا دس آتے ہیں۔ کوئی تعویذ عنایت فرمائیں۔ آپ نے یہ آیت لکھ کر دی اور فرمایا کہ تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزِدَهُمْ اَیْمَانًا مَّعَ اَیْمَانِهِمْ وَ لِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ط



## مقبوس وقت و پیہر جمعرات پہلی شعبان مذکور

دنیا سے ایمان سلامت لے جانے پر شکر واجب ہے | حاضرین مجلس میں سے ایک

آدمی نے دوسرے سے پوچھا کیا حال ہے۔ اس نے کہا شکر ہے لیکن فوراً کہا کہ میں غلط کہا ہے اور خطا کی ہے کیونکہ شکر اس وقت ادا کر دوں گا جب کوٹ مٹھن میں دفن ہوں گا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اے جوان آج تم نے مشائخ کبار کی طرح بات کہی ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند لوگوں کے ساتھ بیٹھے بات کر رہے تھے اور اپنے ارادے ظاہر کر رہے تھے۔ ایک نے کہا خیریت ہے۔ دوسرے نے جواب دیا شکر ہے۔ حضرت شیخ جنیدؒ نے فرمایا اے دوست ابھی تک تو اس فانی دنیا میں ہے۔ تجھے کیا معلوم کہ کس طرح اس دنیا سے رخصت ہو گے۔ شکر اس وقت ادا کرنا چاہیے جب یہاں سے ایمان سلامت لے جائے کیونکہ عاقبت کی خبر نہیں کہ خاتمہ کس طرح ہوگا۔

حقیقت ایمان کامل | اس کے بعد ایمان کامل کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایک

دفعہ سلطان العارنین شیخ الشیوخ حضرت خواجہ محمد عاقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے ایمان کامل کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایمان کامل فقر تام (مکمل فقر) کا نام ہے اور یہ بھی فرمایا کہ الحمد للہ اَنَا مُؤْمِنٌ كَامِلٌ (الحمد للہ میں مومن کامل ہوں)

طاق عدم نحو کس ہیں متبرک ہے | اس کے بعد چند دویے آئے اور گانا سنایا۔

فراغت کے بعد آپ نے ایک کو تین روپے اور دوسرے کو دس روپے عنایت

فرمائے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور جس آدمی کو آپ نے تین روپے دیئے ہیں عرض کرتا ہے چار روپے عنایت کیے جائیں کیونکہ تین کا عدد اچھا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات سادہ لوح آدمیوں کے دل میں غلط بیٹھ گئی ہے کہ تین یا پانچ یعنی دو تہ (طاق عدد) منحوس ہے۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ مشائخ عظام کا ہر کام طاق عدد کے ساتھ ہوتا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہر کام میں طاق عدد کی تاکید فرمائی ہے چنانچہ بتسم فرما کر دوسرے آدمی سے کہا کہ تم بھی دس روپوں میں سے ایک روپیہ واپس کر دو نا کہ تمہارا عدد بھی طاق ہو جائے۔ اس پر تمام اہل مجلس ہنسے اور وہ لوگ چلے گئے اس کے بعد راہ خدا تعالیٰ کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا کہ میرے شیخ قبلہ و کعبہ فرمایا کرتے تھے کہ شمس العارفین حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو ملنے کے راستے اتنے ہیں جتنے کہ آسمان میں ستارے۔

## الطرق الی اللہ

## مقبوس :- بوقت عشا بروز شنبہ ماہ سال مذکور

مختلف اقوام کے بیان میں | دولت پابوسی نصیب ہوئی۔ مختلف اقوام کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہندوستان، ماڈواڑ اور پنجاب کے لوگ ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور اس ملک کے قدیم باشندگان میں سے ہیں لیکن چار قومیں باہر سے آکر آباد ہوئی ہیں۔

۱۔ اولیاءِ کرم سے یہ بھی منقول ہے۔ الطرق الی اللہ بعد انہاس  
المحلا شوق اللہ تعالیٰ تمک رسائی کے راستوں کی تعداد اتنی ہے جتنے کہ  
تمام نوب کے۔



ایک قریش، جو عرب شریف سے آئی ہے۔ دوسری بلوچ جو ایران سے آئی ہے۔ تیسری افغان جو خراسان اور چوتھی مغل جو ترکستان سے نقل مکانی کر کے یہاں آباد ہوئی ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ آپ صحیح النسب سید بخاری ہیں اور حضرت مخدوم جلال الدین سرخ بخاری ادچی قدس سرہ سے بھی رشتہ قرابت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ اہل سادات ہیں۔ ان میں سے چار چشت میں مدفون ہیں۔ ایک خواجہ ابوالواحد ابدال۔ دوسرے آپ کے فرزند خواجہ ابو محمد محترم۔ تیسرے حضرت خواجہ ناصر الدین ابوالہسف۔ چوتھے آپ کے فرزند ارجمند خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ ہم ہیں۔ تین ہندوستان میں ہیں۔ ایک حضرت خواجہ معین الحق والدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسرے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاک۔ تیسرے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس کے بعد سائل نے عرض کیا کہ کیا حضرت خواجہ امام بصری بھی سادات میں سے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آنجناب اقوام عرب میں سے ہیں ملوی نہیں ہیں۔ لیکن یہ بات ابھی طرح معلوم نہیں کہ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ سائل نے پھر کہا کہ کیا سلسلہ چشتیہ بہشتیہ ان سے متصل ہے۔ فرمایا ہاں آپ پیر پیران اور مقتدائے جملہ خواجگان اور منتہائے تمام مشائخ طریقت ہیں۔ چاروں سلسلے یعنی چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ آپ ہی سے جاری ہیں اور آپ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مرید ہیں اور خرقہ خلافت بھی ان ہی کے دست حق پرست سے حاصل کیا ہے۔

اس کے بعد اہل ہنود (ہندو) کے مذہب کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ہنود کا مذہب قدیم اور کہنہ ہے اور ہر مذہب اس کے بعد وجود میں آیا ہے کیونکہ یہ مذہب حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔ اس کے بعد جو پیغمبر تشریف لائے حق سبحانہ تعالیٰ کے

### قدیم ترین مذہب

حکم سے انہوں نے مذہب ہنود سے مخالفت کی اور وہ شریعت نافذ کی جو اس پر نازل ہوئی۔

**ذکر خلفائے قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ** | اس کے بعد

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ کے خلفا کی شان و مراتب اور ان کی باہمی الفت و محبت کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت حافظ جمال اللہ متانی قطب الاقطاب ہیں۔ ان کے اور ہمارے شیخ الشیوخ خواجہ محمد عاقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان بے حد محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ ہمارے شیخ قدس سرہ سخت بیمار ہو گئے۔ جس قدر علاج معالجہ کیا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ حضرت حافظ جمال اللہ کی خدمت یہ ایک شعر لکھ کر قاصد کے ذریعے بھیجا کہ

بہم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم

پس ازال کہ من مانم بحسبہ کار خواہی آمد

(میری جان لبوں تک پہنچ چکی ہے تو آنا کہ میں زندہ رہوں۔ میرے

مرنے کے بعد آئے تو کیا فائدہ)

قاصد ظہر کے وقت ملتان پہنچا۔ حضرت حافظ صاحب غنا ظہر پڑھ کر مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ قاصد نے رقعہ پیش کیا۔ پڑھ کر خادم کو حکم دیا کہ فوراً گھوڑے پر زین رکھو اور خود گھر اطلاع کیے بغیر روانہ ہو پڑے۔ حتیٰ کہ آپ پاپایہ دریا کے چناب کے کنارے بندر شیر شاہ تک پہنچ گئے جو ملتان سے سات کوس پر ہے۔ خادم بیمار بھاگتے بھاگتے ان سے جا ملا۔ اس اشار میں حضرت خواجہ نے اس غلام کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ دیکھو کمال محبت نے گھوڑے پر زین ڈالنے کی انتظار بھی نہ کرنے دی۔ حضرت حافظ صاحب دوسرے دن حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچے اور بغلیں ہوتے ہی ہمارے حضرت خواجہ صاحب کی بیماری رخصت ہو گئی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی بیمار ہی نہیں ہوئے تھے۔



اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت حافظ جمال اللہؒ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً مولوی گل محمد بھی جو ہمارے حضرت صاحب الروضہ (قاسمی محمد عاقل قدس سرہ) کے مرید تھے موجود تھے۔ ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یاد رہے تو بتاؤ کہ ہمارے پیر حضرت قبلہ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ہم فقیروں کا کفیل اور سردار کون ہوگا۔ مولوی گل محمدؒ نے کہا خدا بہتر جانتا ہے۔ حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ آپ کا پیر ہوگا۔

## مقبول :- بوقت عشاء بروز سنہ شنبہ ماہ و سال مذکور

### انگریز انجینئر نے حضرت خواجہ کے خوف سڑک کا رخ تبدیل کر دیا

حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا ایک انگریز افسر نے ہمارے حضرت خواجہ محمد عاقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ اقدس کے سامنے سڑک کا نقشہ تیار کیا۔ اس نے رات کو ایک خواب دیکھا اور دوڑتا ہوا آیا کہ حضرت خواجہ خدا بخش رضی اللہ عنہ کہاں میں لوگوں نے کہا کہ چاچڑاں شریف میں ہیں۔ اس نے کہا اٹھو ہم ان کی خدمت میں جا کر معافی مانگتے ہیں۔ پس وہ افسر چاچڑاں جا کر حضرت محبوب الہی خواجہ خدا بخش قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں صدق دل سے آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ واقعہ اس طرح نہیں ہے بلکہ قصہ یوں ہے کہ اس انگریز افسر نے سڑک اس حرم محترم کے گرد تجویز کی جس کے اندر روضہ منورہ ہے۔ جب اس کی خبر حضرت محبوب الہی کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے یہ کام کیا تو جوتے مار کر سڑ توڑ دوں گا۔ یہ بات سن کر انگریز نے یہ خیال ترک کر دیا۔

## انگریز کمپن جہاز کا مسلمان ہونا | اس کے بعد فرمایا کہ میرے پیرامام العارفین قطب الارشاد حضرت

خواجہ فخر الدین و الملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریائے سندھ کے راستے بذریعہ  
جہاز کراچی جانے کا قصد فرمایا۔ جہاز کے تمام ملازم آپ کے مرید اور جان نثار تھے  
چنانچہ ہر شخص نے آپ کی غلامی میں کمر باندھ لی اور کام میں مصروف ہو گئے۔ جہانکے  
افسر نے جو انگریز تھا جب دیکھا کہ اس کا تمام ماتحت عملہ حضرت خواجہ کی خدمت  
میں اس قدر عجز و انکسار سے پیش آرہا ہے۔ نیز جب اس نے حضرت خواجہ صاحب  
کی نورانی شکل کا مشاہدہ کیا اور ولایت کے آثار دیکھے تو اس کے دل میں عقیدت  
پیدا ہوئی اور آپ کی خدمت میں عرض کرایا کہ میں لاؤلد ہوں۔ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ  
مجھے لڑکا عطا فرمائے۔ آپ نے کہا بھیمبا کہ اگر تو اسلام قبول کرے تو تمہارے بیٹے  
کا پیدا ہونا میرے ذمہ ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں پانچ سو روپے ماہانہ تنخواہ لے  
رہا ہوں۔ اسلام قبول کرنے پر وہ مجھے برطرف کر دیں گے اور میں تنخواہ سے محروم ہو جاؤں گا  
حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اگر تم برطرف ہو گئے تو میرے ہاں مقیم ہو جانا۔ جو تنخواہ یہاں  
لے رہے ہو یہ فقیر ہر ماہ اپنی گرہ سے ادا کر دیا کرے گا۔ اس نے کہا کہ مجھے منظور  
ہے لیکن اس معاملہ میں اپنی بیوی سے مشورہ کر لوں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ  
بزرگ کراچی تشریف لے گئے اور اسے وہاں چھوڑ دیا۔ واپسی پر آپ نے اس کے  
متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ مر گیا ہے۔ آپ نے افسوس کیا اور  
اس کی موت کا واقعہ دریافت فرمایا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ اس بات پر اصرار کر رہا  
تھا کہ میں مسلمان ہونا ہوں لیکن اس کی بیوی منع کر رہی تھی اور اسے ملامت کرتی تھی  
کہ یہ کام مت کرو۔ جب اس نے دیکھا کہ اس نے اسلام سے مشرف ہونے کا  
پختہ ارادہ کر لیا تو اس نے اسے زہر دیدی اور وہ فوت ہو گیا۔ حاضرین نے عرض  
کیا کہ حضور اس کی عاقبت کس طرح ہوگی کفر پر یا ایمان پر۔ حضرت خواجہ نے فرمایا  
اس کی عاقبت محمود ہے کیونکہ وہ ایمان پر مرا ہے۔



## حضرت خواجہ غلام فخر الدین کی عظمت

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہمارے

پیر شیخ اکبر، خواجہ بزرگ اور بلند مقام ہیں۔ نیز فرمایا کہ حضرت میاں صاحب میاں خواجہ اللہ بخش تونسوی نے میرے شیخ کے متعلق فرمایا ہے کہ دراصل مشائخ عظام اور پیرانِ طریقت کے سجادہ مشیخت پر آپ (خواجہ فخر الدین قدس سرہ) ممکن ہیں نہ ہم نہ کوئی دوسرا۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں (حضرت خواجہ اللہ بخش) نے انصاف کی بات کہی ہے۔ بیشک امر واقعہ اسی طرح ہے اور ان کو معلوم ہے۔

اس کے بعد فرمایا مجھے حافظ غلام حسین چلدا دہنی نے بتایا ہے اور ان کو ان کے چچا مولوی غلام فخر الدین نے بتایا کہ ایک دفعہ سید الواصلین خواجہ فخر الدین دالمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت قبلہ عالم دعالیان خواجہ نور محمد ہاروی قدس سرہ کے مزار پر انوار کی زیارت کے لیے اپنے اصحاب سمیت جا رہے تھے۔ جب میرے گھر کے قریب آپ کا گزر ہوا تو میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایسے مشغول بنجا تھے کہ جیسے مشائخ متقدمین ہوا کرتے تھے۔ بیشک آپ شغلِ اصلی میں مشغول تھے اور ہمارے زمانے میں دوسرے لوگ نقلی شغل میں مشغول ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولوی صاحب مذکور بھی نیک آدمی تھے کہ ان کو یہ بات معلوم ہو گئی اور حضرت شیخ کو پہچان لیا۔

## حضرت قبلہ عالم کے حقیقی جانشین حضرت قاضی محمد عاقل ہیں

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم فرید العصر و جدید الدہر خواجہ نور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سجادہ نشین قدرہ محققین ہمارے خواجہ قاضی محمد عاقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور اس

۱۔ سجادہ نشین سے مراد ہاں جانشین ہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے چار خلفاء تھے لیکن جانشین ہمیشہ ایک ہوتا ہے اور وہ خلیفہ جانشین کہلاتا ہے جو سب سے زیادہ (باقی حصہ -)

بارے میں میرے پاس چند شواہد اور اسناد ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت قبلہ عالم نے اپنے فرزند ارجمند خواجہ نور حسن کو اپنے سامنے ہمارے حضرت قاضی صاحب قدس سرہ سے بیعت کرایا۔

## حضرت قاضی محمد عاقلؒ کا خواب میں خلافت حاصل کرنا | حالانکہ حضرت

قبلہ عالم کے تمام خلفاء اس وقت موجود اور حاضر تھے۔ ان میں سے کسی کو یہ خدمت سپرد نہ کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک دن حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ آیا آج رات کسی نے خواب دیکھا ہے۔ کسی شخص نے جواب نہ دیا۔ لیکن ہمارے خواجہ علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے۔ آپ نے خلوت میں ان سے دریافت کیا کہ کیا دیکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری سے لے کر حضرت مولانا فخر الدین مہر جہان دہلوی قدس اسرار ہم تک تمام پیران طریقت بھی حاضر ہیں۔ اس جگہ ایک حوض تھا جس میں روح گلاب اور عطر خالص ملا ہوا تھا۔ اس حوض میں مجھے غسل دیا گیا اور حضرت مولانا قدس سرہ نے اپنے مبارک ہاتھ سے میرے سر پر دستار باندھی اور پوشاک پہنائی۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور اب تک اس عہد کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔

بقیہ ص — بالکمال ہوا اور شیخ کے بعد اس کی مسند پر بیٹھے۔ یہاں اگرچہ ظاہراً حضرت قبلہ عالم کی مسند پر آپ کے فرزند خواجہ نور حسن قدس سرہ ٹھکان ہوئے لیکن چوں کہ آپ نے ان کا ہاتھ قاضی صاحب قدس سرہ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ حقیقت میں جانشین حضرت قاضی صاحبؒ ہوئے۔ خلیفہ جانشین کے لیے یہ ضروری نہیں کہ شیخ کے شہر میں مقیم رہے۔ بلکہ جہاں کاظم ہو جاسکتا ہے۔ جس طرح حضرت خواجہ گنج شکر قدس سرہ کو ان کی عدم موجودگی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ کچھ عرصہ دہلی میں رہنے کے بعد حضرت گنج شکر ہائے جاگیر مقیم ہوئے۔ پھر وہاں سے اجداد (پاکستان) تشریف لے گئے۔



اس پر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا کہ تجھے مبارک ہو۔ میری خواہش بھی یہی تھی  
 الحمد للہ کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے تمہیں سجاوگی عطا کی ہے۔ تیسری بات یہ ہے  
 کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے تمام کام ہمارے قبلہ قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کی تولیت میں دے دیئے تھے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ آپ حضرت قبلہ عالم  
 اہل بیت کی طرح تھے کیونکہ مستورات یعنی ازواج مطہرات حضرت قبلہ عالم ہمارے  
 حضرت سے پردہ نہیں کرتے تھے۔ اور آپ بچوں کی طرح گھر میں آیا جایا کرتے تھے  
 اور یہ نہایت قرب کی علامت ہے جو اور کسی کو حاصل نہ ہوتی تھی۔ اس کے بعد فرمایا  
 کہ یہ معاملہ وراثت پر موقوف نہیں جس طرح کہ نبوت۔ اگر نبوت موروثی ہوتی تو تمام  
 پیغمبر پشت بہ پشت ایک ہی خاندان میں ہوتے۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے  
 نبی ایسی جگہ پر مبعوث ہوتے تھے کہ کسی کے دہم و گمان میں بھی نہیں آتا تھا کہ اس جگہ ہوں  
 گے اور نبوت و ولایت میں کوئی فرق نہیں۔ وہی ایک چیز ہے جسے چاہتے ہیں  
 عطا کرتے ہیں یہ نوشتہ پیشانی ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ حضرت خواجہ نور اللہ  
 شہید نے اپنے والد بزرگوار حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو وصال سے دو دن پہلے عرض  
 کیا کہ حضور مہربانی فرمادیں مجھے بھی خواجگان کی نعمت سے حصہ ملے۔ حضرت قبلہ  
 عالم قدس سرہ نے فرمایا بیٹے ابھی یاد آیا ہے۔ جب میری زندگی کے دو دن باقی  
 رہ گئے ہیں۔ اس سے پہلے تم کہاں تھے۔ اب کام میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے  
 لیکن ایک حیلہ باقی ہے۔ اگر اس پر عمل کرو تو امید ہے کہ کچھ حصہ مل جائے گا۔ وہ  
 حیلہ یہ ہے کہ ہمارے فقرا کی خدمت اپنے اوپر لازم کرو اور روز و شب ان  
 کی صحبت میں بسر کرو۔

**آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی نفی** | اس کے بعد فرمایا

کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ ہمارے قبلہ قاضی محمد عاقل قدس سرہ کے  
 متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت خاتم النبیین کے بعد خلعت نبوت کسی کو عطا ہوتی

تو قاضی صاحب کو عطا ہوئی۔ اور حضرت مولانا قدس سرہ حضرت خواجہ نور محمد تارود اولہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اجاب اور فقر میں ان کی مثل کوئی شخص نہیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے احقر راقم الحروف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ دیکھو کہ پیر کا پیر اپنے مرید کے مرید کے حق میں کس قدر مدحت سرائی کرتا ہے اس سے ان کا عالی مقام ظاہر ہوتا ہے۔

## حضرت شیخ قبلہ عالم کے ہاں حضرت قاضی صاحب کا قرب و منزلت

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی محمد عاقل قدس سرہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انیس خلوت اور شبانہ روز ہم جلس، ہم دم، محرم راز اور یگانہ تھے۔ ان کے لیے اور حضرت خواجہ نور محمد تارود اولہ کے لیے ہمیشہ اجازت عام تھی۔ ہر وقت بلا تردد آیا جایا کرتے تھے۔ اور حضرت شیخ جس حال میں ہوتے تھے یہ دونوں حضرات حاضر ہوتے تھے اور خدمت اقدس میں بیٹھ جاتے تھے لیکن حضرت حافظ جمال اللہ قدس سرہ کے لیے اجازت طلب کرنا ضروری تھا۔ جب حجرہ خاص کے باہر آپ پہنچتے تو اندر جانے کی اجازت طلب کرتے۔ اگر اجازت ہوتی اندر جاتے تھے ورنہ واپس چلے جاتے تھے۔ اور اپنے متعلق (حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی خود) یہ فرماتے تھے۔ ہم غریبوں کو کوئی نہیں پوچھتا کہ کون ہے۔

اس کے بعد  
فرمایا کہ حضرت خواجہ  
محمد سلیمان تونسوی

حضرت قبلہ عالم کے خلفاء میں سب سے زیادہ  
رشد و ہدایت کا ظہور حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی ہوا

قدس سرہ سے رشد و ہدایت کا اس قدر ظہور ہوا کہ باقی خلفاء میں سے کسی کے ہاتھ سے نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ کے رشد و ارشاد کا یہ حال ہے کہ اگر ہمارے حضرت صاحب



روضہ (قاضی صاحب قدس سرہ) سے لے کر مجھ تک کے تمام مریدین اور حضرت خواجہ نور محمد ناردوالہؒ اور جناب حافظ جمال اللہ دہلویؒ اور حضرت غلام حسن صاحب چلیہ سنی کے تمام مریدین اور ان کے تمام سجادگان و خلفاء کے مریدین کا شمار کیا جاتے تو میں لاکھ یا زیادہ سے زیادہ پچیس لاکھ آدمی ہوں گے اور یہ تعداد حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ اور آپ کے خلفاء کے مریدین کا نصف بھی نہ ہوگا۔ مثلاً تونسہ کی غرب کی طرف نظر کریں تو قندھار اور غزنی تک آپ کے مریدین پھیلے ہوئے ہیں اگر شمال کی جانب دیکھیں تو پشاور اور خراسان تک۔ شرق کی جانب کشمیر تک اور ہندوستان میں حیدرآباد کن تک آپ کے مرید اور غلام موجود ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب ہمارے شیخ فخر الدلیا مولانا فخر جہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمیر شریف میں قیام پذیر تھے۔ اس شہر کے شرفا اور اکابر میں سے پانچ سو آدمی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور سلسلہ قدسیہ فخریہ میں داخل ہوئے۔

**حضرت خواجہ نور محمد ناردوالہؒ کی عظمت کا ذکر ان کے شیخ کی زبان پر اس**

بعد فرمایا کہ جب حضرت خواجہ نور محمد ناردوالہ قدس سرہ کا وصال ہوا۔ تو آپ کے پیر حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد قدس سرہ ان کے مزار پر حاجی پور تشریف لے گئے اور ان کے فرزند ارجمند حافظ محمد صاحب سے فرمایا کہ تم ان کی قبر پر روضہ کیوں تعمیر کرتے کیونکہ میں نے جس ولی صاحب روضہ کو دیکھا ہے ان سے زیادہ نہیں دیکھا۔ خواجہ محمد نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور نے حکم دیا ہے تو روضہ فوراً تعمیر ہو جائے گا۔

اس کے فوراً بعد ان کے دو مکنند مریدین کی مدد سے ایک عالی شان مقبرہ وجود میں آگیا۔ معادین میں سے ایک غازی خان داد پور تھے جو گرگھی اختیار خان کے باشندہ تھے اور حضرت میاں صاحب کے بڑے مخلص مریدین میں سے تھے۔ انہوں نے غازی پور میں جو گرگھی سے شمال کی جانب تین کوس کے فاصلہ پر ایک بلند محل تیار کرایا ہوا تھا جس کی چھت پر بیٹھ کر اپنے پیر کے روضہ اقدس کی زیارت کیا کرتا

تھا۔ جب حضرت خواجہؒ نے حکایت تمام کی تو احقر نے عرض کیا کہ حضور! حضرت خواجہ نور محمدؒ کے لقب نارودالہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ فرمایا کہ نارودالہ ایک چاہ کا نام جو آپ کا مسکن ہے۔

صحبت شیخ کی مدت | اس کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر رہنے کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا پہلے دستور یہ

تھا کہ ہر سال مرید چھ ماہ حضرت شیخ کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کرتے تھے اور ریاضت و مجاہدہ کر کے فیوض و برکات حاصل کرتے تھے اور چھ ماہ اپنے گھر میں بسر کرتے تھے۔ لیکن میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نو ماہ شیخ کی خدمت میں رہے اور تین ماہ اپنے گھر میں گزارے۔ اس زمانے کے مہلکات سے نجات کا یہ طریقہ ہے۔

شیخ کی نافرمانی کا حشر | اس کے بعد فرمایا کہ حافظ جان محمد سیت پوری جو ہمارے حضرت قبلہ قاضی صاحب قدس

سروا کے نامور مرید اور بلند مرتبہ بزرگ ہیں جب سیت پور سے آکر آپ کے مرید ہوئے تو چند روز اقامت کے بعد واپس جانے کی اجازت طلب کرنے لگے حضرت شیخ نے فرمایا حافظ جی تمہارے لیے چند روز مزید ہمارے پاس رہنا ضروری ہے کیونکہ آپ نے نور باطن سے معلوم کر لیا تھا کہ ان پر واردات الہی کا نزول ہونے والا ہے۔ لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی اور زیادہ عجز و انکسار سے رخصت طلب کرنے لگے۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر رہنا پسند نہیں کرتے تو تمہاری مرضی جاؤ۔ چنانچہ وہ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ونگ نامی گاؤں جو کوٹ مٹھن سے شمال مشرق کی طرف راجن پور کے نزدیک تین کوس کے فاصلہ پر ہے پہنچے تو وہاں ان کے ایک دوست حافظ اسحاق نامی رہتے تھے۔ رات اس کے گھر پر رہے۔ علی الصبح وضو کر کے مسجد میں گئے اور مصلے پر کھڑے ہو کر امامت کرائی



اور ہوش و حواس کی سلامتی سے نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد بے معنی باتیں کرنے لگے کہ اس جگہ نہ رکھا اور اس جگہ نہ رکھا اس قسم کی بے معنی باتیں کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور اسحاق کے حق میں ایسی باتیں کرنے لگے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اسہال میں مبتلا ہو کر مر جائے گا۔ اس کے بعد ڈنڈا ہاتھ میں لیا اور اہل مسجد کو مارنے لگے۔ پھر دیرانے میں چلے گئے اور آنے جانے والوں کو روکنے لگے۔ جو شخص سامنے آتا اس کی خوب پٹائی کرتے۔ غرضیکہ انہوں نے ساری عمر جنون اور دیوانگی میں گزار دی۔ آخر عمر میں کپڑے بھی اتار کر پھینک دیئے اور ننگا رہنے لگے لیکن پہلے کی نسبت زرد و کوبہ کر رہے تھے۔

### مجنوب نے قیدیوں کی رہائی کرائی

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ ہمارے خواجہ

قبلہ محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خواجہ خدائش قدس سرہ خواجہ غلام فرید کے والد کے مریدین میں سے چند لوگ خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے کسی مقدمہ کے متعلق حضرت شیخ سے درخواست کی کہ فلاں حاکم کے پاس سفارشی خط تحریر فرمادیں تاکہ ان کے آدمیوں کو جو قید خانہ میں تھے رہا کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ حاکم کے پاس ہرگز خط نہیں لکھوں گا۔ اگر چاہو تو حافظ جان محمد مجذوب کے پاس خط لکھ دوں۔ انہوں نے یہ بات قبول کر لی اور حضرت خواجہ نے حافظ صاحب کے نام خط لکھ کر ان کے حوالے کیا۔ انہوں نے جا کر خط حافظ جان محمد کو دے دیا۔ حافظ صاحب نے خط کو ہاتھ میں لے کر چوہا اور آنکھوں پر رکھا۔ اس کے بعد وہ باہر چلے گئے اور کچھ دیر کے بعد ایک ٹوکری میں کچھ پھل لا کر ان کے سامنے رکھے کہ یہ میزبانی ہے اور خود حاکم کے پاس چلے گئے اور جا کر کہا کہ میرے پیر نے فلاں آدمیوں کی رہائی کے متعلق خط لکھا ہے۔ اگر تم ان کو رہا کرتے ہو تو درست ورنہ وہ خود بخود چلے جائیں گے۔ حاکم نے کہا یہ کوئی دستور نہیں۔ میں ان کو ہرگز رہا

نہیں کروں گا۔ یہ سن کر وہ وہاں سے واپس آئے اور قید خانہ کی طرف جا کر قیدیوں سے کہا کہ اپنے زنجیر توڑ دو اور باہر چلے جاؤ۔ کوئی شخص تمہارا نام نہیں لے گا۔ انہوں نے آپ کے کہنے پر عمل کیا اور جیل خانے سے باہر چلے گئے لیکن کسی نے ان سے یہ نہ پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا کہ دیکھو اس وقت وہ عاقل اور دانا ہو گئے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولوی نور محمد بڑا مخمور پوری بھی ہمارے حضرت صاحب روضہ کے خلیفہ تھے۔

### ایک دن اسی مجذوب نے تمام بھینسوں کو بلا کر دودھ حاصل کیا

حضرت شیخ کی زیارت کے لیے حاضر ہونے کی غرض سے کشتی میں سوار ہو کر آ رہے تھے کہ دریا کے کنارے ایک جنگل میں حافظ جان محمد مجذوب ڈنڈا کندھے پر رکھ کر آ رہے تھے۔ جب نزدیک پہنچے تو دریافت کیا کہ مولوی صاحب کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت شیخ کی خدمت میں۔ حافظ صاحب نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ان کو کشتی میں بٹھالیا لیکن ڈر رہے تھے کہ خدا خواستہ کوئی حرکت نہ کر دیں اور مارنا پیٹنا شروع نہ کر دیں۔ لیکن وہ خاموش بیٹھے رہے۔ جب دن غروب ہو گیا تو مولوی نور محمد نے اپنے آدمیوں کو قریب کے گاؤں میں بھیجا تاکہ دودھ لے آئیں لیکن وہ لوگ خالی ہاتھ واپس آئے اور شکایت کی کہ گاؤں کے لوگ بدتمیز ہیں۔ انہوں نے دودھ دینے سے انکار کیا ہے اور سخت ست بھی کہا ہے۔ یہ سن کر حافظ جان محمد نے غصہ میں آکر کہا کہ مولوی صاحب اتنی مدت تم حضرت شیخ کی صحبت میں رہے ہو ابھی تک دودھ حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوئے۔ چنانچہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور دائیں بائیں دیکھ کر بھینسوں کو اس طرح آواز دینے لگے جس طرح گلہ بان دودھ نکالنے کے وقت آواز دیتے ہیں۔ ان کی آواز سن کر ہر طرف سے بھینسیں جمع ہونے لگیں۔ بھینسوں کے مالک



بھی ڈر کے مارے بھاگتے ہوئے آئے اور حافظ صاحب کے سامنے جھک کر بصد عجز و نیاز معافی مانگی اور اس قدر دودھ پیش کیا کہ مولوی صاحب اور ان کے تمام ہمراہی سیر ہو گئے بلکہ پانی کی بجائے سب دودھ پیتے رہے۔

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضرت قاضی محمد عاقلؒ کے خلفاء

علیہ الرحمۃ کے کتے اور کون کون خلفاء تھے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا کہ دو کا تو ذکر ہو چکا ہے۔ تیسرے خلیفہ مولوی عبداللہ ٹھٹھار احمد پوری، چوتھے مولوی گل حسن احمد پوری، پانچویں مولوی سلطان محمود خان بیلوی میں ان کے علاوہ اور بھی بہت ہیں۔

اس کے بعد حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی نے دریافت کیا۔ مجذوب فقیر جسے لوگ کموڑا کہتے تھے اور مان مان بھی کہلاتے تھے اور اکثر اوقات چاچڑان شریف میں رہتے تھے ان کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بڑے بزرگ تھے۔ اور مولوی صاحب مولوی سلطان محمود خان بیلوی کے مرید تھے۔

نواب غازی الدین دکنیؒ | اس کے بعد نوابوں کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ نواب غازی الدین

دکنی رحمۃ اللہ علیہ ظاہری شان و شوکت کے باوجود سب کچھ ترک کر کے دہلی پہنچے اور حضرت مولانا قدس سرہ (مولانا فخر دہلویؒ) کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور صحبت شیخ اختیار کر کے شغل حق میں مشغول ہو گئے۔ کافی عرصے کے بعد بحال کو پہنچے اور خلافت حاصل کر کے ظاہری اور باطنی ولایت سے مشرف ہوئے۔ وہ درویش کامل تھے۔ اپنے شیخ کی مدحت میں انہوں نے یہ شعر کہا ہے

سزا است فخر جہاں را خطاب ذی النورین

کہ از دونوں دے آفاق طرح ظلمت بہت

مولانا فخر جہاں دہلوی کو خطاب ذوالنورین راست آتا ہے کیونکہ ان کے

دونوں سے جہان روشن ہے۔

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دونوں سے مراد ایک قبلہ عالم و عالمیان حضرت خواجہ نور محمد ہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے خواجہ نور محمد نارووالہ قدس سرہ ہیں۔

## حدیث اَنْتَ وَشِيعَتِكَ فِي الْجَنَّةِ

اس کے بعد مذہب

شیعہ کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سنی بن جو اس زمانے میں محض بدعت ہے اور یہ جو سنی لوگ اس حدیث سے اپنے مذہب کی صداقت ثابت کرتے ہیں کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اَنْتَ وَشِيعَتِكَ فِي الْجَنَّةِ (تو اور تیرے فرقہ کے لوگ بہشتی ہیں) یہ آج کل کے سنیوں پر صادق نہیں آتا کیونکہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرقہ کے لوگ جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ صراطِ مستقیم اور سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تھے لیکن ان کے تقیہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسرارِ ولایت کو چھپاتے تھے۔ بخلاف آج کل کے سنیوں کے جو اہل سنت و جماعت کے طریقہ سے منحرف ہو چکے ہیں اور اہل سنت و جماعت ہی وہ طریقہ ہے کہ جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ قائم تھے۔ اب انہوں نے اہل سنت و جماعت کے مقابلے میں ایک نیا مذہب بنالیا ہے۔ اور اصحاب کبار کی عزت اور تکریم جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کی بجائے انہوں نے سب یعنی بدگامی کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ پس اس رسوائی اور گمراہی کے ہوتے ہوئے یہ فرقہ کس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک پر ہو سکتا ہے اور یہ حدیث شریف کس طرح ان کے حق میں صادق آسکتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ رفض و بدعتی گئی اب زیادہ ہو گئی ہے۔ پہلے زمانے میں بالکل نہیں تھی۔ چنانچہ پہلے زمانے کے قلندر اور عل شہناز قلندر کے داغدار فقیر سب کے سب اہل طریقت اور اہل سنت و جماعت



تھے اور ہرگز سب نہیں کہتے تھے۔ اور ہندوستان میں اب بھی اس قسم کے فقیر اہل طریقت و نیک عقیدہ موجود ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب میں ملتان گیا تو گوردیزی سادات میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ کب سے رخص میں مبتلا ہوئے ہو۔ انہوں نے کہا چار پشتوں سے اس سے پہلے ان کے آباؤ اجداد میں رخص کی بوتیک نہ تھی۔ میں نے گوردیزیوں کی ایک کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ سید یوسف گوردیزی جو ان کے جد امجد ہیں۔ ایک واسطہ سے حضرت شیخ ابوزید بسطامی قدس سرہ کے مرید ہیں اور وہ رخص سے بالکل پاک تھے اور خالص سنی اور صوفی تھے۔

## مقبوس!۔ بوقت عشر شبہ الاشوال سال مذکور

حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے قول  
قدمی ہذہ علی رقبۃ اولیاء اللہ کا مطلب ،

حضرت غوث الاعظمؒ کی عظمت کا ذکر ہو رہا تھا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور یہ جو مشہور ہے کہ حضرت شیخ کا قدم مبارک ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اس کی کیا کیفیت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت شیخ قدس سرہ کرسی پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے۔ اس اثنا میں عالم غیب سے ایک عجیب حالت آپ پر طاری ہو گئی۔ اس وقت جناب رسالتؐ بآب صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے، تمام انبیاء علیہم السلام اور ملائک مقربین بھی رونق افروز تھے۔ پس جناب باری تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر ہم نے ہر ولی کو تمہارے زیر قدم کیا ہے۔ ان کو کہہ دو کہ تمہارے زیر قدم ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا۔ قَدَمِیْ ہِذَہُ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلٰی

اللہ (مبرا یہ قدم سب اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) پس ہر دل کامل، منہتی، خوش قطب، اوقاد، ابدال وغیرہ قریب و بعید سے جو اس وقت روئے زمین پر حضرت غوث الاعظم کے ہم عصر اور ہم زمان تھے۔ خواہ مرتبہ میں حضرت شیخ کے برابر یا مساوی تھے یا مرتبہ میں کم تھے مگر درجہ انتہا تک پہنچے ہوئے تھے۔ سب یہ کلام سن کر پوری رضا و رغبت سے حضرت شیخ کے زیر قدم ہو کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔ سوائے اولیاء مقدم (یعنی آپ سے پہلے زمانے کے) اور اولیائے متاخر اور مبتدیان اور سالکان کے جو ابھی انتہائے سلوک کو نہیں پہنچے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ اس حکم سے خارج ہیں اس وجہ سے کہ یہ حکم خاص ان منتہیوں کے لیے ہے جو آپ کے ہم عصر تھے آپ کی اس مجلس میں سو سے زیادہ اکابر اولیاء اللہ موجود تھے۔ سب نے گردن نیچے کر لی اور حضرت شیخ قدس سرہ کے زیر قدم ہو گئے اور سب سے پہلے ولی اللہ جو اس سعادت سے مشرف ہوئے۔ شیخ علی ہینتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کا شمار اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔

۱۔ زیر قدم۔ کتاب سیر و لبران دہنے کا پتہ مکتبہ المعارف گنج بخش روڈ۔ لاہور۔ مصنف حضرت مولانا سید محمد ذوقی قدس سرہ میں حالت زیر قدم کی یوں تشریح آئی ہے۔ "اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں اور انبیاء ہی سے اقتباس فیض کرتے ہیں۔ جس ولی کو جس نبی سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اس کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ولی فلاں نبی کے قلب پر یا فلاں نبی کے زیر قدم ہے۔ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم ہوتا ہے۔ مثلاً کسی ولی کو ولایت ابراہیمی، کسی کو ولایت یوسفی، کسی کو ولایت موسوی، کسی کو ولایت سلیمان، کسی کو ولایت عیسیٰ حاصل ہوتی ہے۔ منتخب اولیاء بوجہ اپنی جامعیت کے ولایت محمدی سے نوازے جاتے ہیں۔" لہذا حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کے زیر قدم ہونے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تمام اولیاء ہم عصر کو آپ کی ولایت سے فیض یاب ہونے کا حکم ہوا بوجہ اس جامعیت کے جو آپ کو حاصل تھی۔



اصحابِ رقبہ کے دو گروہ | اس کے بعد فرمایا کہ اولیائے اصحابِ رقبہ (جنہوں نے گردن جھکائی) کے

دو گروہ ہی ایک اولیائے حاضرین، دوسرا اولیائے غائبین اور شیخ کا قدم حاضرین کی گردن پر تھا۔ بطریقِ ظاہر جو ہر خاص و عام کے سامنے تھا۔ اور غائبین کا زیرِ قدم ہونا بطریقِ باطن تھا۔ کیونکہ وہاں دلِ مطیع کے سوا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ ابوالدین مغربی قدس سرہ نے جو حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے پیروں میں جو اس وقت اپنے گھر پر ملکِ مغرب (مراکش) میں بیٹھے تھے۔ اپنے اصحاب کے سامنے اپنا مک اپنی گردن جھکالی اور فرمایا سَمِعْنَا وَ اطَعْنَا اَمْرَ اللّٰهِ (ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا اور قبول کیا)۔ یارانِ مجلس نے خلوت میں وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ آج شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو حق تعالیٰ سے یہ حکم ہوا ہے اور یہ کہنے پر آپ مامور ہوئے ہیں کہ قَدْ مَنَّا عَلَى رَقَبَةِ نَحْنُ وَلِی اللّٰهِ۔ یہ سن کر اس زمانہ کے تمام اولیاء اللہ نے کمالِ عجز و انکسار سے گردنیں جھکالی ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی حق تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی ہے اور آنحضرت کے زیرِ قدم ہونے کے لیے گردن جھکالی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا اصحابِ رقبہ ہونا | اس اشارے میں ایک

دلی نے سوال کیا کہ کیا حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابِ رقبہ ہیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اس وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال ہوگی اور یہ عمران کی ابتدائے سلوک کی ہے۔ ہاں اگر آپ کے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ اصحابِ رقبہ ہوں تو عجب نہیں۔ اگر آپ بھی نہ ہوں تو آپ کے شیخ حضرت حاجی شریف زبیدی قدس سرہ ضرور اصحابِ رقبہ ہوں گے۔

حضرت غوث الاعظم کی مجلسِ عظیم میں لوگوں کا جان بحق ہونا | اس کے بعد

فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کا ایک لقب واعظ ہے۔ اس وجہ سے کہ آپ ہر جمعہ کے دن وعظ کیا کرتے تھے اور وعظ کے دوران آپ پر عالم غیب سے عجیب و غریب واردات کا نزول ہوتا تھا۔ قریب ستر ہزار نفوس آپ کے وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کی ظاہری کرامات میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ جس قدر لوگ آپ کے نزدیک ہوتے تھے لفظ بلفظ اور حرف بحرف سمجھتے تھے اور حق تعالیٰ کے جلال کبریائی اور عشق الہی کے اسرار و رموز آپ اس طرح بیان کرتے تھے کہ کئی لوگوں کی جان نکل جاتی تھی اور عشق الہی میں جام شہادت نوش کرتے تھے۔ ایک دن آپ کرسی پر بیٹھے وعظ کر رہے تھے کہ شیخ علی ہیندی کو نیند آگئی۔ یہ دیکھ کر حضرت شیخ کرسی سے اتر کر شیخ علی کے پاس گئے۔ باادب ہو کر کھڑے ہو گئے۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ خواب میں کیا دیکھا ہے۔ شیخ علی نے کہا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا اسی وجہ سے میں بھی کمال ادب سے آپ کے سامنے کھڑا رہا۔ اس پر حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دوسرے کو بیداری میں۔ اس کی وجہ فرق مراتب ہے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ شیخ علیؒ کے مرتبہ سے زیادہ بلند تھا۔ اس لیے آپ کو بیداری میں اور شیخ علیؒ کو خواب میں زیارت ہوئی۔

حضرت غوث الاعظمؒ کی ایک اور کرامت | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک

شیخ ابوالمعالی نام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی مجلس وعظ میں بیٹھا تھا کہ اسے حاجت بشریٰ کا اس قدر تقاضا ہوا کہ وہ سو اس باختہ ہو گیا۔ آنکھوں میں تاریکی چھا گئی اور چہرہ سیاہی مائل ہو گیا۔ چونکہ مخلوقات کے انبوء کی وجہ سے باہر نہیں جاسکتا تھا۔ اس نے حضرت شیخ کی طرف دیکھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ حضرت شیخ



کی طرح ایک اور صورت نمودار ہوئی ہے۔ ایک صورت کہ سی پر وعظ کر رہی ہے اور دوسری صورت نے اس آدمی کے پاس جا کر اپنے پیڑا بن کی آستین اُس کے مُنہ پر ڈال دی۔ اس واقعہ سے سوائے اس آدمی کے اور کوئی مطلع نہ ہوا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس شخص نے اپنے آپ کو ایک بڑے صحرا میں پایا جہاں ایک نہر چل رہی تھی اور اس کے کنارے پر ایک درخت تھا۔ ابوالمعالی کے پاس ایک رومال تھا جس میں چابیوں کا ایک دستہ تھا۔ اس نے رومال کو درخت کی ایک شاخ پر لٹکایا اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ فراغت کے بعد اس نے وضو کیا۔ دو نفل نماز شکرانہ ادا کی اور دعا مانگی۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے اپنی آستین اس کے چہرے سے ہٹائی اور اس شخص نے اسی طرح اپنے آپ کو مجلس وعظ میں پایا۔ تاہم وضو کی وجہ سے اس کے اعضاء پر تری بھی موجود تھی۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے موصل کی طرف سفر اختیار کیا۔ اتفاقاً وہ ایک صحرا میں سے گزرا اور علامات دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ وہی مقام ہے جہاں اس نے قضا کے حاجت کی تھی۔ وہ درخت بھی موجود تھا جس پر اس کا رومال اور چابیوں کا گچھا آویزاں تھا۔ اس نے رومال اٹھایا اور سفر جاری رکھا۔ جب سفر سے واپس آیا اور حضرت شیخ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کرے۔ لیکن آپ نے اس کے کان میں فرمایا کہ تمہارے رومال کا واقعہ مجھے معلوم ہے۔ خاموش رہو اور کسی سے نہ کہو۔

حقیقت قتل کو خواب میں مبدل کرنا | اس کے بعد فرمایا کہ ایک تاجر حضرت شیخ

حماد و باسن قدس سرہ کا مرید تھا۔ شیخ حماد رحمہ اللہ حضرت غوث الاعظم کے صحبت کے پیر تھے۔ اس تاجر کی عادت یہ تھی کہ جب تجارت کا مال تیار کر لیتا اور سفر کا ارادہ کرتا تو پہلے وہ اپنے پیر شیخ حماد رحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر برکت اور منفعت کے لیے دعا کرتا تھا۔ اور جس ملک کا حضرت شیخ اشارہ فرماتے تھے وہاں جاتا تھا۔

واپسی پر نفع میں سے مقررہ حصہ نکال کر حضرت شیخ کی خدمت نہر کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ مال تیار کر کے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور مال تیار کر لیا ہے۔ دعا فرمادیں کہ صحیح و سلامت جاؤں اور واپس آؤں اور جس ولایت کا حکم ہو اُسی طرح جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اس دفعہ تمہارے مقدر میں یہ ہے کہ فلاں ولایت میں تجھے بہت فائدہ ہوگا۔ لیکن واپسی کے وقت جب فلاں علاقے میں سے گزرے گا تو چور تمہارا مال لوٹ لیں گے اور تجھے قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر وہ ان کی مجلس میں سے اٹھا اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا حال سنایا۔ آپ نے فرمایا اب کی بار میں تمہارا ضامن اور کیفیل ہوں۔ جاؤ سلامت رہو گے اور خیریت سے واپس آؤ گے۔ پس وہ تاجر اسی ملک کی طرف روانہ ہوا۔ مال فروخت کیا اور بہت نفع کمایا۔ واپسی پر جب اس علاقے سے گزرا کہ جس کا ذکر شیخ حمادؒ نے کہا تھا تو رات کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک قافلے کے ساتھ جا رہا ہے۔ قافلے کو رہزنوں نے لوٹ لیا ہے، اور قافلے والوں کو قتل کر رہے ہیں اور اس کو بھی کسی نے تلوار مار کر قتل کر دیا ہے۔ اس سے خوف زدہ ہو کر وہ بیدار ہوا اور دیکھا کہ اس کی گردن پر قدرے زخم ہے اور تھوڑا سا گوشت اور رگیں بھی کٹ چکی ہیں۔ لیکن مال سلامت ہے۔ واپسی پر اس نے اپنے پیر شیخ حمادؒ کی خدمت میں واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ کا تصرف (کرامت) ہے کہ تمہارے قتل اور مال تجارت کے برباد ہونے کو جو ظاہر میں مقدر ہو چکا تھا۔ آپ نے خواب و خیال میں متنبہ کر دیا۔ جب حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت تمام کی تو صاحبزادہ فضل حق بن خواجہ نصیر بخش جہاروی مگھیری نے جو آپ کے مرید خاص اور مورد عنایات بے غایات ہیں عرض کیا کہ ایک دن میرے والد بزرگوار نے حضرت محبوب الہی (حضرت خواجہ خدابخش صاحب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں نیاز نامہ لکھا اور یہ شعر بھی تحریر کیا ہے



اولیاءِ راہست قدرت از الہ تیر جستہ باز گردانند ز راہ  
 (اولیاء اللہ کو حق تعالیٰ سے یہ قدرت حاصل ہے کہ جالتے ہوئے  
 تیر کو واپس بلا سکتے ہیں)

حضرت محبوب الہیؒ نے فرمایا کہ یہ شعر حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی  
 قدس سرہ کے حق میں ہے۔

حضرت قبلہ عالم مہاروی اور اس شعر کی شرح | یہ سن کر حضرت  
 خواجہ نے

فرمایا کہ میرے شیخ حضرت خواجہ فخر الملت والدین و فخر اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 فرماتے ہیں کہ مولوی نور محمد برٹا نے حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ  
 سے اس شعر کے معنی دریافت کیے تو آپ نے فرمایا کہ یار میں مٹا نہیں ہوں آپ  
 عالم ہیں لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ایک ولی اللہ کی رائے تقدیر الہی کے خلاف نہیں  
 ہوتی۔ اس وجہ سے کہ ولی کا ارادہ عین تقدیر ہے۔ تقدیر وہی ہے جو اس کی منشا  
 ہے۔ کیونکہ ولی اللہ کا ہر قول و فعل حق سبحانہ تعالیٰ کا قول و فعل ہے۔ پس جو  
 کچھ حق کی طرف سے صادر ہوتا ہے اور ظہور پذیر ہوتا ہے تقدیر وہی ہے۔

غوثیت متفقہ کا مطلب | اس کے بعد فرمایا کہ شیخ ابوالعباس قصاب  
 آملی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بزرگ ہو

گزرے ہیں اور غوثیت متفقہ پر فائز تھے۔ غوثیت متفقہ جس کا دوسرا نام غوثیت  
 کلیہ بھی ہے یہ ہے کہ تمام اولیائے ہمزمان اس پر متفق ہوں۔ اس قسم کی غوثیت  
 بہت کم وقوع پذیر ہوتی ہے۔ آپ اپنے اصحاب اور مریدین کو فرمایا کرتے تھے  
 کہ یارو سوائے فرض اور سنت کے کوئی نماز اور کوئی درود و وظائف نہ کرو بلکہ خوب  
 آرام سے سو جایا کرو کیونکہ یہ قصاب مقام عبادت سے گزر چکا ہے۔ اسے عبادت  
 کی ضرورت نہیں ہے۔ اب جو عبادت کرتا ہے تم لوگوں کے لیے کرتا ہے۔

حضرت ابوالعباس قصاب کی کمر امٹ | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن ایک لڑکا

اونٹ کی بہار پچڑے شہر آمل کے بازار میں جا رہا تھا۔ اونٹ پر بھاری بوجھ تھا۔ اتفاقاً اونٹ کا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑا۔ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ یہ دیکھ کر لڑکا زار و قطار رونے لگا۔ حضرت شیخ ابوالعباس کو رحم آیا اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں مناجات کی کہ الہی اونٹ کی ٹانگ ٹھیک کر دے یا اس قصاب کے دل کو لڑکے کی آہ و زاری سے مت جلا۔ اس کے بعد وہ اونٹ فوراً کھڑا ہو گیا اور تیزی سے چلنے لگا۔ اس کے بعد سبھی مذہب کا ذکر ہونے لگا۔ اس موقع پر آپ کا کلام طویل تھا لیکن راقم الحروف نے صرف خلاصہ کلام پر اکتفا کیا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ سبھی اور خارجی دونوں مذاہب یکساں ہیں اور دونوں فرقے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے متفق بھی ہیں۔ سبھی لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتے ہیں اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبغوض اور دشمن سمجھتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں اور گالی دیتے ہیں۔ خارجی وہ ہیں جو سوائے شیخین حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تمام اصحاب کبار کو برا کہتے ہیں اور گالی دیتے ہیں۔ وہ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ سنت نبویؐ شیخین تک جاری رہی اور باقی خلفائے راشدین کی خلافت کے وقت منقطع اور مفقود ہو گئی۔ چنانچہ بقول ان کے باہمی جنگ و جدال کی وجہ نفسانیت اور انانیت تھی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس عقیدہ باطل سے ہمیں پناہ دے کیونکہ خوارج کی طرف سے یہ سراسر بہتان اور افتراء ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم تھے اور باہمی مخالفت اور جنگ و جدال کی وجہ یہ تھی کہ اعلیٰ کے کلمہ حق اور مدافعت دین کی خاطر ہر شخص اجتہاد سے کام لیتا تھا نہ کہ اجتہاد۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ قیام حرم شریف کے باقی برص



نفسانیت اور خود غرضی کی وجہ سے۔ چنانچہ جب یہ ظاہر ہو جاتا تھا کہ فلاں شخص حق پر ہے تو سب لوگ مخالفت چھوڑ کر اس کی طرف رجوع کرتے تھے اور اس کی فرمانبرداری فرض سمجھتے ہیں۔

شیطان پر لعنت نہ بھیجنا گناہ نہیں | اس کے بعد حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا

کہ ایک دفعہ میرا ایک سہیلی کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تم اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اگر کوئی ولی کامل جو آپ کے پیر کا ہم مرتبہ ہے۔ اگر آپ کے پیر کی مخالفت کرے اور اس کے ساتھ جنگ کرے تو تم کو اس قدر غصہ آئے گا کہ اگرچہ اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت تمہارے اندر نہیں۔ تم اس کو گالی ضرور دو گے اور اس سے بغض رکھو گے۔ یہ سن کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس سوال کی تردید کے لیے میرے پاس ایک قوی دلیل ہے کہ وہ شیطان کا ملعون ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پس اگر کوئی شخص اپنی ساری عمر اس پر لعنت نہ بھیجے تو اس سبب سے اس پر کوئی گناہ نہیں اور قیامت میں اس پر کوئی عذاب و مواخذہ نہ ہوگا۔ اس وجہ سے ہم کو کسی شخص پر لعنت بھیجنے کا حکم نہیں ملا ہے۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کی بزرگی، عظمت، عزت و اکرام، کمال اور وقار آیات بیانات قرآن اور احادیث و اخبار صحیحہ سے ثابت

بقیہ صفحہ :- دوران بعض مسائل حل ہو گئے۔ ان میں سے ایک مشابرت صحابہ ہے۔ اختلاف صحابہ کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا مقام مجتہد کا تھا اور ہر صحابی اپنے اجتہاد پر عمل کرنے پر مکلف تھا۔ اس لیے باہمی جنگ و جدل میں جو جان سے مارے گئے طرفین کو رتبہ شہادت نصیب ہوا۔ کیا یہ بھی مخالفت ہے کہ میدان جنگ میں ایک دوسرے سے لڑتے تھے اور مسجد میں ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔

ہے۔ اُن کے حق میں کم و بیش کہنا اور گالی دینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ لہذا صحابہ کرام کو بُرا کہنے والا دوزخی ہے اور قیامت میں اسے سخت عذاب ہوگا۔ جب معاملہ یہ ہے تو پھر اس بزرگ کے حق میں کچھ نہ کہے جو تمہارے شیخ کی مخالفت کرتا ہے اس وجہ سے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلاف سے اولیاء کرام باخبر ہیں دوسروں کو کیا خبر۔ پس آدمی کو چاہیے کہ صحابہ کرام کو برا کہنے اور طعنہ دینے سے اجتناب کرے بلکہ اولیائے مقربین جن کو درجہ قرب الی اللہ حاصل ہے۔ ان کے متعلق بھی زبان درازی نہ کرے۔ نیز دل میں بھی ان کے خلاف کوئی خیال نہ لائے اور نہ انکار کرتے کیونکہ اس خیال بد کے آتے ہی اس کے ایمان کی یخ کٹی ہو جاتی ہے۔ اور ذرہ بھر ایمان باقی نہیں رہتا خواہ بات زبان پر آئے یا نہ آئے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

## مقبوس الی۔ بوقت عشاء چار بارہ رمضان المبارک سالِ مکرّم

بعض مشائخ کی بعض فضیلت کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ

فضیلت اولیاء کے بیان میں

نے فرمایا کہ کشف کی بنا پر اگر ایک ولی یہ کہے کہ فلاں ولی اللہ تمام اولیاء اللہ سے افضل ہے تو فضیلت کے معاملے میں اس ولی کی رائے کا پابند نہیں رہنا چاہیے کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر شخص کو اپنا پیر اور اپنے سلسلہ کے مشائخ حالت کشف میں افضل نظر آتے ہیں چنانچہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب میں سلسلہ گبرویہ میں مرید ہو گیا تو مجھے ایک آدمی نے کہا کہ آپ نے حضرت ابو یزید بسطامی قدس سرہ کے سلسلے میں کیوں بیعت نہیں کی جو سلسلہ طیفوریہ کے نام سے مشہور ہے اور اس سلسلے میں ایسے بزرگ وجود میں آئے ہیں کہ جن کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ میں نے کہا اس وجہ سے کہ ایک دن میں وضو کر رہا تھا اور اس اثنا



میں مجھے محسوس ہوا کہ میرے حواس معطل ہو گئے ہیں۔ اور عالم بخود ہی میں دیکھا کہ کعبہ کی طرف پردہ اٹھایا گیا اور اس آسمان سے اوپر ایک اور آسمان نمودار ہوا اس آسمان پر ایک ستارہ تھا جو سورج کی طرح چمک رہا تھا اور ایک شخص یہ کہہ تھا کہ جانتے ہو یہ نور اور روشنی کہاں سے آرہی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس نے کہا یہ بایزید بسطامی قدس سرہ کا نور ہے۔ اس کے بعد وہ آسمان گم ہو گیا اور دوسرا آسمان ظاہر ہوا۔ اس پر بھی ایک ستارہ تابان درخشاں تھا جو آفتاب عالم تاب سے زیادہ روشن تھا۔ میں نے پھر وہی آواز سنی کہ جانتے ہو کہ کس کا نور ہے۔ میں نے کہا معلوم نہیں۔ فرمایا یہ شیخ مجد الدین بغدادی قدس سرہ کا نور ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ چونکہ شیخ رکن الدین قدس سرہ کے مقدر میں اس سلسلہ میں بیعت ہونا لکھا تھا۔ اس کی فضیلت ان کو دکھائی گئی۔

### شیخ عبد الوہاب متقی کا خواب فضیلتِ اولیاء کے متعلق | اس کے بعد

فرمایا کہ شیخ عبدالحی محمد ثاہری دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ شیخ عبد الوہاب متقی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ایک رات میں خواب میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا اور عرض کیا کہ اس وقت حضور کی امت میں کون سے ولی اللہ افضل ہیں۔ آپ نے فرمایا شیخ علی متقی۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ ان سے کم اور باقی تمام سے افضل کون ہیں۔ فرمایا کہ شیخ طاہر بورا۔ پس شیخ عبد الوہاب نے شیخ علی متقی سے بیعت کی اور ان کے بھائی نے شیخ طاہر بورا سے۔

### حضرت شاہ ولی اللہ کا کشف فضیلتِ اولیاء کے متعلق | اس کے

بعد فرمایا شاہ ولی اللہ محمد ثاہری دہلوی اپنے کشفیات میں لکھتے ہیں کہ میرا کشف اس قدر صحیح ہے کہ تمام دنیا و مافیہا کے حالات مجھے اس طرح نظر آتے ہیں جس

طرح کوئی اپنے ہاتھ کی لکیریں دکھتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ صاف دیکھتا ہوں پس انہوں نے کشف میں دیکھا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت شاہ حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ تمام اولیاء سے زیادہ افضل ہیں۔ حالانکہ اس وقت دوسرے اولیاء اللہ مثل خواجہ فخر جہاں فخر الملت والدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ جو مقام مشائخ عصر کے مقتدا تھے، ابھی موجود تھے۔ لیکن ان تمام میں سے مرزا مظہر جان جاناں کو افضل بنانے کی وجہ یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ

۱۔ مرزا مظہر جان جاناں نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تھے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولانا فخر جہاں چشتی دہلوی اور خواجہ میر درد قدس اسرار ہم کے ہم عصر تھے۔ آپ کو بادشاہ کے ایک بستی وزیر نے قتل کرایا تھا اور جان کنی کے وقت یہ شعر آپ کی زبان پر جاری تھا سے زخم دل مظہر مبادا پر شود ہوشیار باش کیس جراح ت یادگار ناوک مرگان آوت خدا کرے زخم دل اچھانہ ہو کیونکہ یہ زخم دوست کے تیر مرگان کی یادگار ہے) اس کے بعد اس وزیر کا یہ حشر ہوا کہ اس کے دل میں سخت درد اٹھا۔ حکیموں اور طبیبوں نے بہت زور لگایا لیکن درد بڑھتا گیا۔ آخر ایک بزرگ سے دعا کی درخواست کرائی۔ انہوں نے فرمایا تم درد کی شکایت تو کرتے ہو لیکن وہ خواب پھپھار ہے ہو جس کی وجہ سے درد اٹھا ہے۔ اس کے بعد اس نے وہ خواب بھی سچ سچ بتا دیا۔ اس نے خواب میں یہ دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ علی دیکھو فلاں سبھی نے میرے دوست کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہاں اٹھائی اور کھینچ کر ایک تیر وزیر کی چھاتی میں مارا۔ یہ وہی درد تھا جس میں وہ مبتلا تھا۔ آخر اس درد کی شدت میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ مرزا مظہر جان جاناں کی طبیعت اس قدر لطیف تھی کہ کچھ کو دیکھ کر آپ کو تنے آجاتی تھی۔ خاک و دب کو نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن آپ کی اہلیہ نہایت تند خواہ و سخت مزاج تھیں۔ آپ نے صبر سے اس کی سختی برداشت کی اور مراتب میں ترقی پائی۔



## مقبوس ۱۲۔ بوقت عشاء جمعہ، رمضان المبارک سال مذکور

اس وقت راقم الحروف نے چوتھے مقبوس سے لے کر ساتویں مقبوس تک جو کچھ تحریر کیا تھا پیش کیا۔ آپ نے تمام حاضرین مجلس کو باہر جانے کا حکم فرمایا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو فرمایا پڑھو۔ چنانچہ میں نے پڑھنا شروع کیا اور آپ لفظ بلفظ سنتے گئے۔ ایک دو مقامات پر اصلاح بھی فرمائی۔ یہ بھی فرمایا کہ جس جزد کو جمع کرو اور تالیف کرو۔ پہلے مجھے دکھا دیا کرو۔ اس کے بعد کتاب کی شکل میں لکھا۔ چنانچہ آپ نے تمام تصحیح شدہ اوراق واپس کر دیئے۔ الحمد للہ والمنہ۔ اس کے بعد خلوت ختم ہو گئی اور مجلس عام شروع ہوئی۔

**تعارض کتب** | تعارض (اختلاف) عبارات کتب کا ذکر ہونے لگا

آپ نے فرمایا کہ جواہر جلالی اور جامع العلوم یہ دونوں کتابیں حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں اچھی قدس سرہ کے ملفوظات پر مشتمل ہیں۔ ان میں لکھا ہے کہ خارجی وہ ہے جو حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہتا ہے اور آپ سے بغض رکھتا ہے۔ اور باقی تینوں صحابہ کرام کو اچھا اور برحق مانتا ہے لیکن یہ بات باقی تمام کتب و روایات سابقہ سے مختلف ہے۔ نیز مولف کتاب کا بیان ہے کہ یہ الفاظ میں نے کئی بار حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کو پڑھ کر سنائی۔ اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خیر ان کو اسی طرح روایت ملی ہوگی۔ کیونکہ روایات میں بھی فرق ہے۔

اس کے بعد | **سفر نامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی حقیقت** فرمایا کہ وہ کتاب

جو سیر نامہ مخدوم جہانیاں کے نام سے موسوم ہے وہ بھی حضرت مخدوم پر محض افتراء

اور ہستان ہے۔ اس کتاب کے مولف نے جو کچھ لکھا سب غلط ہے۔ ان غلط بیانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت مخدوم سیاحت کے دوران بلاد مغرب میں سے ایک شہر میں پہنچے جس کا نام قطنطنیہ ہے جس میں ایک لاکھ بازار اور ہزار ہا ایک لاکھ مکان ہیں یعنی دو لاکھ مکان جس کا دوسرا نام استنبول ہے جس کا دوسرا نام استنبول ہے۔ آج بھی آباد ہے اور سلطان روم کا دار السلطنت ہے۔ اس نام کا اور کوئی شہر دیا مغرب میں نہیں ہے۔ اس شہر میں زیادہ سے زیادہ دو لاکھ مکان ہوں گے۔ معلوم نہیں ایک لاکھ بازار کہاں سے آگئے۔ ہاں اگر عالم مثال میں انہوں نے اس نام کا کوئی شہر دیکھا ہے تو یہ ہو سکتا ہے۔ مولف کتاب کی دوسری غلط بیانی یہ ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں سے یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ سیر کرتے ہوئے آپ زمین کے آخری کنارے تک پہنچ گئے اور دیکھا کہ آسمان زمین کے ساتھ مٹ کر کے گھوم رہا ہے۔ آپ نے اپنا جامہ آسمان کے دامن پر رکھا اور کام میں مشغول ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد دیکھا تو جامہ موجود نہ تھا۔ آٹھ پہر آپ وہاں کھڑے رہے حتیٰ کہ آسمان کی گردش سے آپ کا جامہ پھر وہاں پہنچ گیا اور آپ اٹھا کر چلے گئے۔

## سموات کی کیفیت

یہ بات صریحاً غلط ہے۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ عرش عظیم محیط ہے کرسی پر اور کرسی محیط ہے سموات پر۔ اور سموات بھی ایک دوسرے پر محیط و محاط ہیں اور آسمان دنیا (سب سے نیچے والے آسمان) کے نیچے کئی کئی گز ہیں۔ پہلا کمرہ نار۔ دوسرا کمرہ ہوا۔ تیسرا کمرہ آب۔ چوتھا کمرہ ارض ہے۔ اور آسمان دنیا اور کمرہ ارض کا درمیانی فاصلہ تمام طرفوں سے خواہ اوپر سے نیچے خواہ آگے سے پیچھے۔ متکلمین حضرات کے نزدیک پانچ سو سال کا راستہ ہے اور حکما (سائنسدانوں) کے نزدیک پانصد ہزار (پانچ لاکھ میل ہے)۔ اب آسمان کا زمین سے مٹ کر نا کیسے صحیح ہو سکتا ہے اگر یہ بات بھی تسلیم کر لی جائے تو آسمان کا دامن کہاں سے اتر گیا۔ کیونکہ آسمان خود مدور حقیقی ہے (گول ہے) جس کا نہ نشیب ہے نہ فراز۔ دوسری بات یہ ہے کہ آسمان کی رفتار ایک سیکنڈ کی لاکھ میل ہے۔ ایک منٹ میں ساٹھ سیکنڈ اور ایک



گھنٹے میں ساٹھ منٹ ہوتے ہیں اور بارہ گھنٹے کے چار پہر ہوتے ہیں۔ پس آسمان پر کسی جگہ ایک نشان لگادیا جائے تو وہ نشان آٹھ پہر میں کئی مرتبہ گزر جائے گا۔ اس لیے حضرت مخدوم قدس سرہ نے جس جگہ اپنا جامہ رکھا تھا وہ مقام کس طرح آٹھ پہر کے بعد واپس آیا۔

## مقبول سوال :- بوقت پرزہ شنبہ سوال سال مذکور

بدھ کے دن سفر شروع کرنا منع ہے | آپ نے فرمایا کہ تجھے اس لیے بلایا ہے کہ جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو جاؤ کیونکہ کل بدھ ہے اور بدھ کے دن سفر کرنے سے چارے شیخ علیہ الرحمۃ نے منع فرمایا ہے۔ اس کے بعد خلوت میں احقر نے چند سوال کاغذ پر لکھ کر پیش کیے۔ آپ نے پڑھ کر ہر سوال کا جواب باصواب دیا۔ اس اثنا میں احقر نے عرض کیا کہ یہ بندہ حضور اقدس سے اس قدر ڈرتا ہے کہ بعض اوقات جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے ممکن ہے۔ اس مکینہ بندہ سے کوئی ناشائستہ حرکت سرزد ہو جائے جو موجب رنجش ہو۔ یہ سن کر آپ نے تہتم فرمایا اور نہایت ہی شفقت سے فرمایا کہ پیر کو مرید کے حق میں ہرگز رنجش نہیں ہوتی۔ اگر پیر کو رنج ہو بھی جائے تو اس سے غرض اصلاح ہوتی ہے کیونکہ پیر کا کام مرید کو سنوارنا ہے جس طرح کہ ایک مشاطہ کسی عروس کو آراستہ کرتی ہے اور زینت دیتی ہے۔

شیخ کی خدمت میں محال ادب سے پیش آنا چاہیے | اس کے بعد فرمایا کہ فوائد القواد میں

لکھا ہے کہ ایک دن حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ اپنے شیخ علیہ رحمۃ کے ہاں کتاب عوارف پڑھ رہے تھے۔ چونکہ اس نسخہ کا خط صاف نہیں

تھا۔ حضرت شیخ بعض مقامات پر خاموش ہو جاتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میری زبان سے یہ نکل گیا کہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہ کے پاس ایک نسخہ ہے جو بہت خوش خط ہے۔ اس سے حضرت شیخ قدس سرہ غلط ہوئے اور فرمایا کہ فقیر کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ غلط عبارت کو صحیح کر سکے اور صحیح کی غلط سے تمیز کر سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے ان کو علیحدہ کر دیا اور قریب آنے سے منع کر دیا۔ اس حالت میں چند یوم گزر گئے لیکن کسی نے حضرت شیخ کے سامنے ان کی سفارش نہ کی۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ اس سے میری یہ حالت ہو گئی کہ جی چاہتا تھا کہ کنوئیں میں کود کر خود کشی کر لوں کیونکہ ایسے جینے سے مرنا اچھا ہے۔

ظہورِ خشم بزرگانِ تہی ز حکمت نیست      غبارِ چہرہ گردوں دلیل بارانِ است

بزرگوں کا غصہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ آسمان کے چہرے پر غبار کا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ بارش ہونے والی ہے، اس کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے حضرت شیخ کے فرزند ارجمند سے جو ان کے دوست تھے سفارش کرائی۔ چنانچہ آپ راضی ہو گئے اور اپنے پاس بلا کر نہایت ہی لطف و محبت سے پیش آئے اور فرمایا کہ پیر مشاطہ ہوتا ہے جس کا کام سنوارنا ہے۔ اس کے بعد آفتاب غروب ہو گیا اور نماز مغرب کا وقت آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب بدھ کا دن شروع ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے کل بدھ یہاں گزارنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ سبحان اللہ کیا ہی پر برکت و سعادت خلوت تھی۔

## مقبول ۱۴ :- بوقت عصر بروز شنبہ ذوالحجہ ۱۳۱۱ھ

۱۔ شیخ نجیب الدین متوکل حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے بادرِ حقیقی اور پیرِ حقایق تھے اور بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ سماع کے بڑے مشتاق تھے۔



## زیارت قدم مبارک

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ اس مسجد کے صحن میں تشریف رکھتے تھے جو روضہ اقدس

کے قریب ہے اور کثرت سے لوگ جمع تھے۔ بعض بیٹھے ہوئے تھے۔ بعض کھڑے تھے اور زیارت و قدمبوسی کی غرض سے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں تھی کیونکہ یہ حضرت امام العارفین خواجہ محبوب الہی قدس سرہ کے عرس کا موقع تھا۔ اس اثنا میں چند آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان جو ایک صندوق میں تھا لاکر حضرت شیخ کے سامنے چارپائی پر رکھا۔ ایک خادم پنکھا ہلا رہا تھا۔ آپ نے اسے پنکھا ہلانے سے منع فرمایا اور وہ خاموش ہو کر کھڑا ہو گیا۔ چونکہ موسم بہت گرم تھا اور ہوا بند تھی اور خلقت کا بھی ہجوم تھا۔ حضرت شیخ کے کپڑے پینے سے تر ہو گئے تھے اور قطرے زمین پر گر رہے تھے۔ اس وقت حضرت شیخ نفاقت اور لطافت جسم کی وجہ سے گلاب کے پھول کی طرح نظر آ رہے تھے۔ بلکہ پھول سے تشبیہ دینا بھی بے ادبی ہے۔ اس کے باوجود آپ نہایت اطمینان و سکون سے سرنگول بیٹھے تھے۔ مولود خوانی کے بعد ان لوگوں نے صندوق میں سے وہ پتھر نکالا جس پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان تھا۔ حضرت خواجہ نے نشان قدم مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھا اور اپنی چادر کو قدم مبارک کے ساتھ مس کر کے اپنے چہرہ پر رکھا۔ اس کے بعد دوسرے لوگ زیارت سے مشرف ہوئے۔

مقبوس ۱۵۔ بوقت پہلے پندرہ ماہ مذکور سال مذکور

ایک آدمی کے ہاتھ پر پھوڑا تھا اور شدت سے درد

بڈھ کے دن سفر کرنے کا نقصان

محسوس کر رہا تھا۔ آپ نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر دم کیوں اور فرمایا کہ اس پر اگر برف رکھی جائے تو سکون محسوس ہوتا ہے۔ اس کے بعد میاں غوث بخش نے رخصت طلب کی تو فرمایا کہ آج بدھ ہے۔ ہمارے حضرت صاحب روضہ کسی کو بدھ کے دن سفر کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید نے بدھ کے روز اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ آج مت جاؤ۔ آج بدھ ہے۔ بدھ کے دن شیخ کی خدمت سے جانا منع ہے۔ جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے اجازت دے دی۔ راستے میں چوروں نے اسے پکڑ لیا۔ کپڑے اتار لیے اور مار پیٹ کر چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ روتا ہوا برہنہ جسم واپس آیا اور سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا! عزیز میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ آج مت جاؤ۔ لیکن تم نے نہ مانا اور چلے گئے اور نتیجہ دیکھ لیا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ بدھ کے دن میں کیا طاقت ہے کہ مصیبت لائے کیونکہ فاعل حقیقی حق تعالیٰ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس دن کے اندر یہ تاثر رکھی ہے کہ جس سے یہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔

**شیخ سے گستاخی کی سزا** اس کے بعد پیر کی بات نہ ماننے اور بے پروائی کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ حاجی ابوالخیر نامی ایک شخص حاجی پور شریف میں رہتا تھا۔ وہ سفر حج سے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں مزار یوں کے علاقے سے گزرا جہاں چوروں نے اس کو گرفتار کر لیا اور حج سے جو تبرکات لایا تھا چھین لیے اور کپڑے اتار کر بھگا دیا۔ اس حالت میں وہ کوٹ شریف (کوٹ مٹھن) آیا اور حضرت قبلہ صاحب روضہ (قاضی عاقل محمد قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس جگہ ہمارے شیخ شریف فرماتے آیا اور دیوار کے پیچھے سے سراٹھا کر دیکھنے لگا۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اسے پہچان لیا اور فرمایا حاجی ابوالخیر ہو۔ یہ سن کر وہ زار و زار رونے لگا۔ آپ نے ایک چادر اس کی طرف پھینکی۔ چادر لپیٹ کر وہ حاضر خدمت ہوا اور بیٹھ گیا۔ اور ساری



سرگزشت بیان کی۔ آپ نے اس کے حال پر رحم فرمایا اور اپنے پارچات میں سے ایک پوشاک منگو کر اس کو دے دی۔ پہلے اس نے شلوار پہنی۔ شلوار پہنتے ہی اس کی حالت متغیر ہو گئی اور انوار و برکات کا نزول اس پر ہونے لگا۔ اس کے بعد اس نے پیراہن زیب تن کیا جس سے انوار و برکات میں مزید ترقی ہوئی۔ جب اس نے کلاہ سر پہ رکھا تو اس کی حالت میں اس قدر ترقی ہوئی کہ عالم بالا کی سیر میسر ہو گئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ابوالخیر تجھے گھر سے جدا ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے اب جلدی گھر جاؤ۔ اہل خانہ تمہارے لیے اداس ہیں اور تم ان کے لیے۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور اس کی حالت روز بروز ترقی کرتی گئی۔ اور اس کا استغراق بڑھتا گیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے گروہ درگروہ آنا جانا شروع کر دیا۔ غرضیکہ ایک دفعہ ہمارے حضرت خواجہ ناروالم کے عرس میں شرکت کی غرض سے روانہ ہوئے اور حاجی ابوالخیر کے گھر کے قریب سے گذرے تو وہاں کے تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوئے۔ لیکن حاجی ابوالخیر نہ آیا۔ بلکہ اس کے دل میں یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ وہ بھی پیر ہیں۔ میں بھی پیروں۔ جو نبی اس کے دل میں یہ خطرہ (خیال بد) آیا۔ حضرت شیخ اس سے مطلع ہو کر اس کے پاس تشریف لے گئے۔ لیکن وہ پھر بھی اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ آپ نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر فرمایا۔

نشانِ لطف مشائخ تہی ز کربت نیست گئے سحاب بہاری مگر گریزِ انت  
(لطف مشائخ پر اترا نا نہیں چاہیے۔ اس کے اندر مصیبت بھی ہے۔ کیونکہ ابر بہاری کبھی کبھی ادا لے بھی۔۔۔ برساتا ہے۔)

آپ نے فرمایا حاجی جی خیر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی حالت جس طرح پہلے تھی وہی ہو گئی اور سب کچھ جاتا رہا۔

مقبول ۱۱۔ بوقت عصر بروز چہا شنبہ پندرہ ماہ مذکور سال مذکور

آپ مسجد کے صحن میں روضہ مبارک کی طرف منہ کر کے تشریف فرما تھے۔ انہو خلق بے انداز تھا۔ ہر شخص باری باری حاضر ہو رہا تھا اور عرض معروضات کر رہا تھا۔ اہم شخص نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور شجرہ شریف میرے پاس موجود ہے۔ اس پر اپنے دست مبارک سے کچھ لکھ دیں تو باعث برکت ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اس پر یہ لکھا :-

”الہی بکبریت و غربت خاکِ راہ درد مندان فقیر غلام فرید عاقبت برادر ایشان بخیر گردان“ اس کے بعد ایک اور آدمی نے یہی عبارت اپنے شجرہ پر تحریر کرائی۔ اس کے بعد ایک آدمی نے بیماری سے شفایابی کے لیے پانی دم کرایا۔ اس اُناس میں لوگ باری باری آتے رہے اور ہر ہفتہ اور قدم مبارک چومتے رہے۔ جس سے آپ کو کافی تکلیف ہو رہی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمام لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں میں سب کے لیے مجموعی دعا مانگتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے ہر ہفتہ اٹھا کر سب کے لیے دعا کی

## مقبوس ۱ :- بوقت مغرب جمعہ ۱۰ ماہ مذکور سال مذکور

دولت پابوسی نصیب ہوئی۔ آپ روضہ اقدس کے صحن میں بچے فرش پر بیٹھے اوراد و وظائف پڑھ رہے تھے اور تمام لوگ خاموش بیٹھے تھے۔ اس وقت نواب غلام دستگیر خان دکنی جو آپ کے مرید خاص تھے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے آکر سر زمین پر رکھ اور سرت اقدس کے پاؤں پر اپنا چہرہ مس کیا۔ اس وقت آپ روضہ مقدس کے اندر تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے بعد واپس آکر گھر چلے گئے۔

## مقبوس ۱۸ :- بوقت عشاء یکشنبہ ۱۹ ذی الحج سال مذکور



## حضرت خواجہ معروف کرخی کی وسعتِ شرب | اولیائے کرام کے اخلاق و

مسک کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہ کا زمانہ ایسا تھا کہ مختلف مذاہب آپس میں برسرِ پیکار تھے لیکن آپ کے مسک میں اس قدر وسعت تھی کہ آپ نے اپنے اصحاب کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد تمام لوگ خواہ مسلمان ہوں، یہود ہوں یا نصاریٰ یہ دعویٰ کرینگے کہ یہ شیخ ہمارے دین پر تھا۔ پس تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس ملت و مذہب کے لوگ میرا جنازہ اٹھالیں گے میرا وہی مذہب ہوگا۔ اور پھر ان لوگوں کو اجازت ہوگی کہ اپنے مذہب کی رسومات کے مطابق عمل کریں۔ چنانچہ جب آپ کا وصال ہوا اسی طرح واقعہ ہوا۔ یعنی مسلمان، یہودی، نصاریٰ، مجوسی سب نے دعویٰ کیا کہ یہ ہمارے مذہب پر تھے۔ یہ دیکھ کر خلیفہ وقت باہر آیا اور کہا کہ میں حضرت شیخ کی وصیت کے مطابق عمل دوں گا۔ سب لوگ جنازہ اٹھانے کی کوشش کریں، جو فرقہ جنازہ اٹھاسکے گا وہی ان کو اپنی رسومات کے مطابق دفن کرنے کا حق دار ہوگا۔ چنانچہ غیر مسلموں نے جنازہ اٹھانے کی کوشش کی لیکن نہ اٹھاسکے۔ جب مسلمانوں نے جنازہ اٹھایا تو کامیاب ہو گئے۔ یہ دیکھ کر دیگر مذاہب کے لوگ شرمندہ ہوئے اور چلے گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ معروف کرخی کی وفات اس طرح ہوئی کہ آپ اپنے حضرت شیخ حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ آپ گر کر خلقت کے پاؤں کے نیچے کچلے گئے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

اس کے بعد کبر اور رعونت کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔

**کبر و رعونت** | یعنی وہ تکبر جو علم وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ رعونت کے چار اقسام ہیں۔ اول رعونتِ نفس، دوم رعونتِ علم،

سوم رعونت نسب، چہارم رعونت مال۔ پس اگر تم رعونت نفس میں مبتلا ہو تو  
 اَمِيَّةُ اتَّامَرُونَ النَّاسَ بِالْبَرِّ وَتَنُوءْنَ اَنْفُسَكُمْ کیا  
 تم دوسروں کو نصیحت کرتے ہو اور خود اس پر عمل نہیں کرتے (پر غور کرو اور شیطان  
 کو دیکھو کہ تکبر نے اس کو برباد کر دیا۔ اگر تمہاری رعونت علم کی وجہ سے ہے تب بھی  
 شیطان اور علم باعون کو دیکھو کہ کس طرح مردود ہوئے۔ اگر تمہارا ہنجر اعلیٰ نسب کی  
 وجہ سے ہے تو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی حالت پر غور کرو کہ اس کی  
 عاقبت کس طرح ہوئی۔ اگر تم کو اپنے مال و دولت پر فخر ہے تو فرعون، شاد اور  
 غرود کو دیکھو کہ ان کا کیا حشر ہوا۔

کیا قانون قرأت کے بغیر نماز میں قرآن پڑھنا جائز ہے | اس کے بعد  
 حاضرین مجلس

میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا حضرت فلاں عالم کہتا ہے کہ جو شخص نماز میں  
 قرآن مجید کی آیات قانون قرأت سے نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ جب کہ  
 لوگ الحمد للہ کو بائے ہوز سے پڑھتے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ آپ نے  
 فرمایا اس مسئلہ کا فیصلہ تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کر دیا تھا۔  
 جب آپ نے فرمایا کہ سَيِّئُ الْبَلَالِ شَيْنٌ (حضرت بلال رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کی سین شین کے برابر ہے) عین فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ حبیب  
 عجمی قدس سرہ جو حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ اعظم تھے

۱۔ سین البلال۔ یاد رہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اذان دیتے تھے  
 تَرَأْتَهُمْ اَلَّا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کی بجائے اَسْهَدُ اِلَّا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے  
 تھے کیونکہ شین آپ کی زبان مبارک سے ادا نہیں ہو سکتا تھا۔ جب آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی گئی تو آپ نے ان کو معذور قرار  
 دے کر جائز فرمایا۔



امامت کر رہے تھے لیکن قرآن علم قرأت کے مطابق نہ پڑھا۔ کسی نے اعتراض کیا کہ شیخ نے قرآن صحیح نہیں پڑھا۔ حضرت خواجہ حبیب نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ظاہر قرآن کو آراستہ کیا ہوا ہے اور میں نے باطن قرآن کو عیاں کیا۔

اس کے بعد فرمایا حضرت قبلہ خواجہ محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بڑے بڑے عالم و فاضل رہتے تھے لیکن کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا۔ حضرت خواجہ عالم متحیر تھے اور علمائے عصر میں سے کوئی شخص ان کی ہمسری نہیں کر سکتا تھا لیکن آپ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جو قانون قرأت نہیں جانتے تھے۔ پھر بھی آپ نے کسی پر اعتراض نہ فرمایا اور یہ نہ کہا کہ تم کس طرح قرأت پڑھتے ہو۔ لیکن آپ ایسے مولوی پیدا ہو گئے ہیں جو قسم قسم کے اعتراض کرتے ہیں اور حجتیں پیدا کرتے ہیں۔

## مقبول ۱۹۔ بوقت عشاء شنبہ ۲ ذوالحجہ سال مذکور

قحطی عرصے میں آسمان صاف ہو گیا۔ اور بجلی کی چمک جاتی رہی۔ سبحان اللہ کیا تماشا تھا۔ جو پردہ غیب سے نمودار ہوا۔ معلوم ہے کہ حضرت اقدس کو ابرو، ہنسی، برق، و وعدے اس قدر محبت تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ چند کافروں میں بھی آپ نے اس محبت کا اظہار فرمایا ہے۔

۱۔ ایک دفعہ حضرت حبیب عجمی امامت کر رہے تھے اور قرآن قرأت سے نہیں پڑھ رہے تھے۔ ایک بزرگ نے جماعت میں شامل ہونا چاہا لیکن چونکہ قرأت صحیح نہیں تھی۔ جماعت میں شامل نہ ہوئے۔ ان کو رات خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور عرض کیا کہ حضور آپ تک رسائی کس طرح حاصل ہوئی۔ جناب باری تعالیٰ سے فرمان ہوا کہ حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنے سے۔ یہ سن کر انہوں نے توبہ کی اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔

حضرت اقدس پلنگ پر آرام فرما رہے تھے۔ تسبیح ہاتھ میں تھی اور کچھ پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد اٹھ بیٹھے۔ اور دریافت فرمایا۔ کہ وہ کون بیٹھا ہوا ہے۔ کیا رکن الدین ہے؟ خادم نے عرض کیا کہ جی ہاں وہی ہے۔ آپ نے اس بندہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ رکن الدین تم یہاں تھے؟۔ عرض کیا کہ جی ہاں!۔ بات یہ ہے کہ حضرت قبلہ محبوب الہی کے عرس کے اختتام پر حضرت اقدس کوٹ شریف سے چاچاڑاں شریف لاپچھے تھے۔ بندہ بھی سخت آیا تھا۔ لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے دو تین دن حاضر خدمت نہیں ہو سکا تھا۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ شاید وہ بھی چلا گیا ہو گا۔ نیز اس سوال سے کہ تم یہاں تھے؟ تنبیہ بھی مراد ہے۔ کہ یہاں موجود ہونے کے باوجود ہمارے پاس کیوں نہیں آئے۔ کیونکہ وصول الی اللہ کے لیے بہترین طریقہ محبت اور زیارت شیخ ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس نے کفایتِ انبیا فرمادیا تھا۔ اس لیے بندہ اپنی غلطی سمجھ کر خاموش رہا۔

اس کے بعد شمال کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ اس طرف بادل نظر آ رہا ہے۔ لیکن جو بنی حضرت اقدس نے بادل کی طرف دیکھا اور خوش ہو کر توجہ فرمائی۔ تو بادل زیادہ ہو گیا۔ اور بجلی پھٹنے لگی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب بجلی کڑکنے کی آواز بھی آئے گی۔ ابھی یہ بات لب مبارک سے نکلی ہی تھی۔ کہ بادل گر جے لگا۔ شر چول بھگت خواجہ رنجت ابر بود رعد غواں برق خنداں رو نمود

اس کے بعد آپ سرور و انبساط کے عالم میں۔ پلنگ سے اتر کر دو تین قدم آگے آئے اور ابر کا مشاہدہ کرنے لگے۔ بجلی چمک رہی تھی اور بادل گرج رہا تھا۔ جسے آپ دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ اور اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ کے نعرے لگا رہے تھے۔ اس کے بعد آپ پلنگ پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ۔ اب ابر کی جانب سے ہوا بھی چلے گی۔ یہ کتنا تھا کہ شمال کی جانب سے ہوا چلنے لگی۔ حالانکہ اس سے پہلے جنوب کی جانب سے ہوا چل رہی تھی۔ شر

ہرچ مرئی بود گشتہ در چود چول خیالش رفت آں رفتند زود

اس کے بعد پورا بادل چھا گیا۔ اور بجلی اس طرح پھٹنے لگی کہ آٹھیں جڑہ ہو رہی تھیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ برسنے والا بادل نہیں ہے بلکہ خالی ہوا ہے۔ شر

ابر پارہ گشت برق و رعد رفت

باد صحر آمدہ برباد رفت



یہ فرما کر آپ دولت خانہ پر تشریف لے گئے اور تمام غلامان اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔

## مقبوس ۲: بوقت عشاء جمعرات یکم محرم ۱۲۱۲ھ

صحابہ کرام کے متعلق کمال احتیاط | آپ پنگ پر بیٹھے وظائف پڑھ رہے تھے۔ لوگ سامنے بیٹھے

ہوئے تھے۔ اس اثنائیں اقامت کی آواز آئی تو آپ اٹھ کر نماز باجماعت میں شریک ہوئے۔ نماز کے بعد باقی لوگ چلے گئے۔ ایک ہندو حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ حضور ہمارے ایک رشتہ دار کی شادی ہے۔ اگر اجازت ہو تو نقارہ، دف اور دیگر مزامیر جو شادیوں پر بجانے جاتے ہیں ہم بھی بجائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چیزیں میں نے اپنے عملہ کے لوگوں کے لیے ممنوع قرار دی ہیں نہ کہ باقی لوگوں کے لیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ صاحب الروضہ (حضرت غواجر قاضی محمد عاقل قدس سرہ) کے زمانے میں ایک شخص مولوی غلام داؤد نامی تھے جو فاضل آدھی تھے اور کوٹ مٹھن شریف میں درس دیتے تھے۔ وہ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اور اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتے تھے لیکن امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باقی صحابہ کرام کی نسبت کچھ زیادہ محبت رکھتے تھے۔ اس وجہ سے علمائے وقت ان کو پکڑ کر حضرت شیخ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے مولوی غلام داؤد تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے متعلق کیا کہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت تمام اصحاب رسول کو بہتی سبھتا ہوں اور ہر ایک سے محبت کرتا ہوں لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس لیے زیادہ محبت ہے کہ تمام مشائخ طریقت کے سلاسل آپ کی ذات گرامی سے فیض یاب ہیں۔ یہ سن کر آپ نے ان کو روک کر دیا۔ لیکن جب تک مولوی غلام داؤد زندہ رہے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا۔ دیکھو پہلے زمانے کے لوگ کس طرح راسخ العقیدہ

تھے کہ اگرچہ مولوی مذکور راضی نہیں تھے لیکن ایک معمولی سی بات کی وجہ سے لوگ ان سے کس قدر متنفر ہو گئے تھے۔ آج کل لوگ صحابہ کرام کے خلاف ہزار ہا باتیں بناتے ہیں پھر بھی اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سبب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے کہ آپ پیران پیر ہیں یا اس کے جد امجد ہیں یا ایک شخص ایسا ہے جس کا پیشہ بہادری ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہادری کی وجہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے یہ تمام اقسام محبت رضی کی طرف لے جانے والی ہیں اور ان سے اجتناب کرنا چاہیئے اس کے بعد فرمایا کہ ملک ماٹرواڑ میں کافر بہت ہیں اور مسلمان کم۔ لیکن جو مسلمان ہیں بڑے جید مسلمان ہیں اور غیر شرع امور کی ان سے بڑھتی نہیں آتی۔ لوگ بھنگ اور دیگر منشیات سے پرہیز کرتے ہیں اور احکام دین کی سختی سے پابندی کرتے ہیں اور علمائے کرام سے مسائل دریافت کرتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد لنگر خانہ اور طعام کے متعلق

## لنگر کی سوکھی دلی اور چٹنی کی قدر و قیمت

گفتگو ہونے لگی۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تمام باورچیوں میں سے میاں احمد یار بہت قابل آدمی۔ خوب اچھے کھانے پکا سکتا ہے۔ نیز فرمایا کہ نواب صادق محمد عباسی (فرمانروائے ریاست بہاولپور جو آپ کے نہایت مخلص مرید تھے) کہتے ہیں کہ میں دو باتوں کے لیے کوٹ مٹھن آتا ہوں۔ ایک حضرت خواجہ کی زیارت کے لیے۔ دوم احمد یار کے ہاتھ کا پکا ہوا پلاؤ کھانے کے لیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد ہاروی قدس سرہ کے فرزند ان کی بیعت چونکہ ہمارے حضرات کے ساتھ تھی۔ جب کوٹ مٹھن آتے تھے تو ان کے لیے خوب اچھے اچھے کھانے تیار کیے جاتے تھے۔ ایک دفعہ خواجہ نور حسن قدس سرہ جو حضرت قبلہ عالم کے فرزندوں میں سے آئے ہوئے تھے اور روزانہ قسم د



قسم کے کھانے ان کے لیے تیار کیے جاتے تھے۔ ایک دن بارش ہو گئی اور گوشت نہ مل سکا۔ باورچی نے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور آج گوشت نہیں ملا اور بارش کی وجہ سے دوسرے لذیذ کھانے بھی تیار نہیں ہو سکتے پیرزادہ صاحب کے لیے کیا پکایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ سوکھی روٹی کے ساتھ لہسن کی چٹنی بنا لو۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور یہ کھانا پیرزادہ کے پیش کیا۔ انہوں نے خیر محمد باورچی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج کیا پکا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ چٹنی اور خشک روٹی۔ فرمایا آگے آؤ۔ یہ سن کر اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا کہ شاید مار پڑے گی۔ جب نزدیک پہنچا تو انہوں نے اپنے کندھے سے لنگی اتار کر اس کو عطا کی اور فرمایا کہ الحمد للہ حضرت قبلہ محبوب الہی اس سے پہلے مجھے پیرزادہ سمجھ کر عمدہ کھانے کھلاتے تھے۔ آج آپ نے غلام سمجھ کر یہ کھانا بھیجا ہے۔

## مقبول ۲۔ بوقت عشا شنبہ چار محرم سال کو

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ پلنگ پر بیٹھے تھے تبیلح لاتھ میں تھی اور ذکر کر رہے تھے پہلے لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد الا اللہ کا پھر اللہ کا ذکر کیا اس کے بعد مشائخ عظام کی کرامات کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا

کرامت کوڑیاں روپے بن گئے

۱۔ عام طور پر اذکار و مشغل خلوت میں کیے جاتے ہیں۔ آپ کے لوگوں کے سامنے ذکر کرنے کی وجہ شاید یہ تھی کہ ان کو ذکر کی تحریں ہو۔ اور ذکر کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے نیز لوگوں کا اکثر ہجوم بھی رہتا تھا۔ وقت بچانے کے لیے خلوت کی بجائے جلوت میں ذکر کرنا اسی لیے بہتر سمجھا ہو گا۔

ایک دن ایک مطربہ (گانے والی) اپنے ساز و سامان کے ساتھ گدائی کی غرض سے ہمارے قبلہ صاحب روضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور آداب بجالا کر بخشش کی استدعا کی۔ آپ نے مسعود نامی خادم کو حکم دیا کہ چھ عدد کوڑیاں اس کو دے دو۔ اس نے دست بستہ عرض کیا کہ میں اس عیضے سے خوش ہوں لیکن اپنے ہاتھ سے عطا فرماویں۔ آپ نے خادم سے کوڑیاں لے کر اس عورت کو دیں۔ اس روز کے بعد اس عورت کو چھ روپے روزانہ غیب سے ملنے لگے۔

## مقبوس ۲۲: بوقت زوال بروز جمعہ ۱۶ محرم سال مذکور

اس وقت رکن الدولہ نصرت جنگ بہادر نواب صادق محمد خان عباسی (حکمران ریاست بہاولپور) جو حضرت شیخ کے راسخ الاعتقاد مرید ہیں کا خط موصول ہوا جس میں انہوں نے بیماری سے شفایابی کے لیے دعا کی درخواست کی تھی۔ خط پڑھ کر اس کا جواب لکھا اور فرمایا کہ کوئی آدمی جا کر نماز جمعہ کے متعلق دریافت کرے۔ ایک خادم نے مسجد میں جا کر معلوم کیا اور واپس آ کر اطلاع دی کہ نماز تیار ہے۔

طریق وضو | آپ نے اس طریق پر وضو فرمایا۔ پہلے دونوں ہاتھ کلائیوں تک تین بار دھوئے۔ اس کے بعد تین

بار کلی کی۔ تین بار ناک میں پانی ڈالا اور چہرہ مبارک پیشانی کے بالوں سے لے کر زرخدان (ٹھوڈی) تک اور ایک کان کی نو سے دوسرے کان کی نو تک کمال احتیاط سے چار بار دھویا اور ریش مبارک کو اچھی طرح پانی سے تر کیا۔ پھر پورے سر کا مسح کرنے

- ۱- چار بار دھونے سے زیادہ صفائی مقصود ہوگی۔ اگر صفائی مطلوب ہو تو ہر عضو تین سے زائد بار دھونا جائز ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔



کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کیا اور لوٹا خادم کے ہاتھ سے لے کر دونوں پاؤں مبارک اپنے ہاتھوں سے دھوئے اور پاؤں کی انگلیوں کا بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال کیا اور مسجد چلے گئے۔ اس فقیر کی یہ عادت تھی کہ ہر وضو کے بعد جائے وضو پر جایا کرتا تھا اور ریش مبارک سے جو بال گرا ہوا پاتا تھا اٹھالیتا تھا۔ چنانچہ اس روز بھی جائے وضو پر گیا اور ایک بال مبارک حاصل کیا۔ وہ بال مبارک اب تک محفوظ ہیں۔ آپ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے گئے۔

اولیاء کرام سے بدظنی باعث سببی ایمان ہے | اس کے بعد ادبیار کرام سے انکار کا ذکر ہونے

لگا۔ آپ نے فرمایا کہ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ یوسف رازی کے پاس نہ جانا۔ آپ کے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یوسف حین رازی قدس سرہ کا مسک ملا متیہ تھا۔ بعض لوگ ان کے معتقد تھے اور بعض منکر۔ اس لیے حضرت شیخ کا خیال تھا کہ ممکن ہے کہ وہ مرید وہاں جا کر ان کا منکر ہو جائے۔ لیکن وہ مرید اصحاب طریقت میں سے تھا۔ حضرت یوسف حین رازی کی خدمت میں چلا گیا۔ جب واپس آیا تو حضرت شیخ جنید قدس سرہ نے پوچھا کیا تم یوسف رازی کے ہاں گئے تھے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا انکار کے ساتھ واپس آئے ہو یا اعتقاد کے ساتھ۔ اس نے جواب دیا کہ اعتقاد کے ساتھ۔ حضرت شیخ نے فرمایا الحمد للہ اگر اعتقاد کے ساتھ واپس آئے ہو تو تمہارا ایمان سلامتی ہے اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب ادبیار کرام سے بدظنی کرنے کی وجہ سے ایمان کو نقصان پہنچتا ہے تو جو شخص ان کو برا کہتے ہیں اور گالی دیتے ہیں ان کے ایمان کا کیا حال ہوگا۔

محل سماع | اس کے بعد برکت علی قوال کو جو قوال بھی تھا اور گویا بھی کہم دیا کہ ہارمونیم لاؤ۔ وہ گھر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہارمونیم لے آیا آپ نے فرمایا شروع کرو۔ چنانچہ اس نے چند نغز لیں گائیں جس سے تمام اہل

مجلس محفوظ ہوئے۔ حضرت شیخ قدس سرہ بھی ذوق و شوق سے سنتے رہے۔

## مقبوس ۲۳! بوقت عصر بزرگ شنبہ ۱ محرم سال مذکور

نانوے مقبوس سے لے کر چودھویں مقبوس تک پیش خدمت کیے۔ آپ پڑھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ آج میں نے پڑھے ہیں۔ آئندہ تم پڑھنا اور میں سنا کر فکارتا

## مقبوس ۲۴! بوقت عصر بزرگ جمعہ ۲۴ محرم سال مذکور

بدھ کے دن سفر شروع کرنا منع ہے | آپ نے فرمایا بدھ کے دن شیخ کی خدمت سے رخصت ہونا یا کسی کام کے لیے سفر کرنا منع ہے۔ اگر کوئی شخص سفر میں ہے اور بدھ کے دن گھر جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ منکوحہ کے ساتھ مباشرت بھی بدھ کے دن منع ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی ممانعت نہیں۔

اس کے بعد اس احقر نے عرض کیا کہ منگل کے دن غسل کرنا اور تیل لگانا | حضور یہ جو عورتوں میں مشہور ہے کہ

۱۔ بدھ کے دن سفر کرنا۔ احادیث میں بدھ کے دن حجامت کرنا منع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منع فرمایا تھا۔ حضرات خواجگان چشت اہل بہشت بدھ سفر کرنے سے بھی منع کرتے ہیں کوئی روایت دیکھی ہوگی۔ ہاں اگر کوئی آدمی سفر میں ہے اور بدھ کے دن ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جانا چاہتا ہے تو جاسکتا ہے نیز بدھ کے دن واپسی کا سفر بھی کر سکتا ہے۔



ہفتہ اور منگل کے دن غسل کرنا، تیل لگانا اور نئی پوشاک پہننا جائز نہیں اس کی کیا حقیقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں حضرت خواجہ فخر الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے شیخ قدس سرہ نے ایک خادم سے فرمایا کہ تیل لاؤ اور میرے سر پر لگاؤ۔ اس نے عرض کیا کہ یا حضرت آج منگل ہے۔ آپ خاموش ہو گئے اور تیل نہ لگوا یا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات درست ہے۔ لیکن ایک اور دفعہ جب میرے شیخ علیہ الرحمۃ نے تیل لگانے کا حکم دیا اور خادم نے منگل کا دن یاد دلایا تو آپ نے جھجکا کر فرمایا کہ منگل کیا چیز ہے۔ تیل لے آؤ۔ چنانچہ تیل لایا گیا اور آپ کے سر پر لگایا گیا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضورؐ فلاں ضعیف عورت عرض کرتی ہے کہ میرا بیٹا ملازم سرکار ہے اور کسی دور دراز مقام پر تعینات ہے دعا کریں اس کا تبادلہ کسی قریب جگہ پر ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ میری طرف سے اس عورت کے بیٹے کے افسر کو خط لکھو کہ اسے تبدیل کر دے۔

والدہ کی خدمت حج سے بہتر ہے | اس کے بعد فرمایا کہ شیراز میں ایک بزرگ رہتے تھے

جو شخص آپ کی خدمت میں جا کر حج جانے کا ارادہ ظاہر کرتا تھا۔ آپ اس سے پُچھتے تھے کہ اے جوان کیا تمہاری والدہ زندہ ہے یا مردہ۔ جو شخص یہ کہتا تھا کہ زندہ ہے آپ اسے حج پر جانے سے منع کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تمہارا حج اس کی خدمت کرنا ہے۔ واپس جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔ اس کے بعد ایک شخص ایک

۱۔ تیل لگانا۔ حضرت شیخ کی طرف سے ایک دفعہ منگل کے دن تیل نہ لگانے اور دوسری دفعہ تیل لگانے کا یہ سبب ہو گا کہ پہلے بارتیل لگانے کی زیادہ خواہش نہ ہوگی اور ممکن ہے کہ اس روز علیہ استغراق زیادہ ہو اور خادم کی بات پر زیادہ دھیان نہ دھرا ہو۔ ورنہ شریعت میں اس امر کی کوئی ممانعت نہیں آئی۔

چینی کی طشتری لایا جس پر چند آیات شفا لکھی ہوئی تھیں۔ حضرت شیخ نے طشتری کو دونوں ہاتھوں میں لے کر زبان مبارک کو ان آیات پر پھیرا اور لعاب دہن حلق میں لے گئے۔ یاد رہے کہ ان آیام میں حضرت شیخ بیمار تھے اور ایک آدمی کو حکم فرمایا تھا کہ آیات شفا چینی کی طشتری پر زعفران سے لکھ کر روزانہ لایا کرو۔

یہاں حضرت شیخ کے ملفوظات کی پہلی جلد کا اختتام ہوتا ہے۔ تیرہمین سال کی محنت کا ثمرہ ہے۔ اس اثنا میں جو کچھ اس احقر نے اپنے کانوں سے سنا ہے وہی لکھا ہے۔ اگرچہ پیر بھائیوں میں سے بڑے معتبر آدمیوں نے بعض اوقات کہا کہ حضرت شیخ نے فلاں موقع پر فلاں بات فرمائی لیکن احقر نے اس کے تحریر کرنے سے انکار کیا کیونکہ شنیدہ کے بود ماند دیدہ۔ آخر میں التماس ہے کہ جو شخص یہ ملفوظات پڑھے احقر کے لیے دعائے خیر کرے۔ اور اس بندہ بیچ مقدار کو درمیان میں نہ دیکھے اس وجہ سے اول سے آخر تک ان ملفوظات کا حضرت اقدس نے خود مطالعہ فرمایا ہے اور جہاں کی یا بیشی کی ضرورت تھی حضور اقدس نے اپنے ہاتھ سے اصلاح کر دی پس درحقیقت تکلم اور کاتب آپ خود ہیں۔ یہ بندہ درمیان میں نہیں ہے۔

من و تو درمیاں کارے نذاریم      بجز بے ہودہ پندارے نذاریم





# جلد دوم

مقبوس ۲۵ :- بوقت عصر بزرگ شنبہ ۶ محرم ۱۳۱۲ھ

دربان نے اندر آکر عرض کیا کہ حضور ایک آدمی دروازہ پر کھڑا ہے وہ عرض کرتا ہے کہ مجھے کوئی وظیفہ تلقین فرمایا جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ میرے بیٹے کے پاس جائے اور ان سے وظیفہ پوچھے۔ اس کے بعد دربان نے دوبارہ آکر عرض کیا۔

حضرت اقدس کا بیعت کرنے کا طریقہ | ایک آدمی آیا ہے وہ عرض کرتا ہے کہ میں نو مسلم ہوں اور مرید بننے کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اُسے اندر لے آؤ۔ وہ آدمی اندر آیا اور حضرت شیخ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے اس طرح کہ آپ کے کف دست اس آدمی کے ہاتھوں کے پشت سے لگ رہے تھے اور آپ کی انگلیوں کے سرے اس کی کلائیوں تک پہنچ رہے تھے۔ اس کے بعد آپ سرنگوں ہو گئے اور کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کہو میں توبہ کرتا ہوں تمام گناہوں سے۔ یہ بات تین بار دہرائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ نماز پڑھتے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہر نماز کے بعد دس بار درود شریف اور دس بار سورہ اخلاص اور نماز عشاء کے بعد ایک سو بار کلمہ طیبہ پڑھا کرو۔

## مقبوس ۲۶ :- بوقت عصر بروز شنبہ ۸ صفر سال مذکور

آپ وضو کر رہے تھے اور ایک خادم لوٹا ہوا تھا میں لیے وضو کر رہا تھا۔ وضو کے بعد تھوڑا سا پانی لوٹے میں بچ گیا اور خادم بچا ہوا پانی لے کر جانے لگا۔ میں نے کہا یہ پانی کہاں لے جا رہے ہو۔ اس نے کہا ایک آدمی بیمار ہے اس کو پلاؤں گا تاکہ شفا ہو۔

## مقبوس ۲۷ :- بوقت مغرب جمعرات ۹ جمادی الاول سال مذکور

ان دنوں حضرت خواجہ فخر عالم قدس سرہ کا عرس ہو رہا تھا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ مسجد کے صحن میں مشرق کی جانب منہ کیے تشریف فرما تھے اور کثرت سے لوگ حاضر ہو کر دست بوسی کر رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک عورت ہاتھ میں ایک پڑیلے خضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور اس کے اندر سرمہ ہے اس کو ہاتھ لگا دیں۔ آپ نے اپنی انگلی مبارک پڑیا میں ڈال اور واپس کر دی۔

اس کے بعد ایک آدمی آیا اور حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے پاؤں پر سر رکھ کر بہت سخت رونے لگا۔ اس نے عرض کیا کہ میرا بیٹا بیمار ہے اور اس کے بچنے کی امید نہیں ہے۔ آپ مہربانی فرمادیں اور اس پانی پر دم کر دیں تاکہ اسے پلاؤں۔ آپ نے اس سے برتن لے کر سورۃ فاتحہ ایک بار اور آیات شفا میں سے ہر آیت ایک ایک بار اور کلمہ تجید ایک بار پڑھ کر پانی پر دم کیا اور فرمایا کہ روزانہ یہ پانی بیمار کو پلاتے رہو۔ اس کے بعد آذان شروع ہوئی۔ جب مؤذن نے دوسری بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ کہا تو آپ نے دونوں انگوٹھے اپنی آنکھوں پر رکھے۔



## مزارات پر حاضری کا طریقہ

نماز مغرب سے فارغ ہو کر آپ نے روضہ مبارک کے دروازے پر جا کر چوکھٹ پر بوسہ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور اپنے دونوں رخسار چوکھٹ سے لگائے۔ اس کے بعد آپ روضہ مقدس کے اندر تشریف لے گئے اور مزار مقدس کے پانٹی کی طرف بوسہ دیا اور صاحب روضہ قدس سرہ کے مزار سے شروع کر کے تمام قبروں پر بوسہ دیا۔ اس کے بعد سر ہلنے کی طرف جا کر حضرت خواجہ محبوب الہی قدس سرہ کی قبر کے سامنے دو زانو ہو کر نصف گھنٹہ تک مراقب رہے۔ مراقبہ کے بعد آپ وہاں سے اٹھے اور مزارات کے کٹہرہ پر بوسہ دیتے ہوئے باہر آئے۔ اور اپنے حجرہ خاص میں جا کر بیٹھ گئے۔ اور دربان نے دروازہ بند کر دیا کچھ دیر بعد آپ نے اس احقر کو طلب فرمایا۔ اس اثنا میں آپ نے ایک آدمی کو اس طریقے سے مرید بنایا کہ اسے اپنے سامنے بٹھا کر مراقبہ کیا اور چند بار سورہ اخلاص پڑھی۔ آپ نے کوئی اور چیز بھی پڑھی لیکن یہ احقر سن نہ سکا۔ اس کے بعد آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ کہ کہو میں نے تمام گناہوں سے توبہ کی اور یہ بات تین بار دہرائی اس کے بعد فرمایا کہ نماز باقاعدگی سے پڑھا کرو اور ہر نماز کے بعد درود شریف دس بار، سورہ اخلاص دس بار، اور عشرہ کے بعد کلمہ طیبہ تین سو بار اور سورہ اخلاص بھی تین سو بار پڑھا کرو۔ اس کے بعد ایک خادم نے عرض کیا کہ حضور بیشمار مخلوق مرید ہونے کے لیے دروازے پر موجود ہے۔ آپ نے اپنی چادر دونوں ہاتھوں میں لے کر مراقب ہو گئے اور آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہے۔ اس کے بعد خادم کو حکم دیا کہ یہ چادر باہر لے جاؤ اور اس کی تہ کھولے بغیر سب لوگوں سے کہو چادر کو ہاتھ لگائیں۔ چنانچہ خادم چادر باہر لے گیا اور حسب فرمان چادر کے ذریعے سب کو جمع کرنا کرواپس آگیا۔ اس وقت حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ اس قدر جلال میں تھے کہ چہرہ مبارک پر نگاہ نہیں کی جاسکتی تھی۔ یہ کوٹ مٹھن شریف کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد یہ احقر گھر چلا گیا۔

## مقبوس ۲۸۔ بوقت عشاء شنبہ ۲۶ جمادی الاول سال مذکور

صحت بصارت کا عمل | حضرت شیخ وظیفہ میں مشغول تھے۔ فرغت کے بعد یہ آیت اس ترتیب سے پڑھی۔

إِنَّ اللَّهَ يُمِصُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا  
یہ آیت بسم اللہ کے ساتھ پانچ دفعہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سر کے درمیان اور دونوں آنکھوں سے انگلیاں لگائیں۔ یہ عمل پانچ بار دہرایا۔ اس طرح یہ چیز پچیس بار پڑھی گئی۔ جب احقر نے یہ اوراق تصحیح کے لیے پیش کیے تو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا کہ حضور کس کام کے لیے یہ اوراق پڑھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بصارت کی تیزی کے لیے اور آنکھوں کی تمام بیماریوں کے دفع کے لیے ہر نماز کے بعد پانچ مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور کیا اس غلام کو بھی پڑھنے کی اجازت ہے۔ فرمایا ہاں اجازت ہے۔ اس کے بعد آپ کسی اور کام میں مصروف ہو گئے اور احقر چلا آیا۔

## مقبوس ۲۹۔ بوقت عشاء چہار شنبہ ۲۷ جمادی الاول سال مذکور

بعض قدیم شہروں کا ذکر | اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ فلاں شہر پرانا ہے اور فلاں نیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا

کہ شہر ڈیر اور زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تعمیر ہوا۔ شہر جیلپور (جواب

۱۔ ڈیر اور۔ یہ ایک قدیم شہر ہے جو سابقہ ریاست بہاولپور کے علاقہ ریگستان میں واقع ہے  
باقی برص



بھارت میں ہے، بھی عرصہ آٹھ سو سال ہوئے تعمیر ہوا تھا۔ پگل بھی قدیم شہر ہے۔ اور مارو اور مارو دو بہنیں تھیں جو شہر پگل کی رہنے والی تھیں۔ مارو میاں ڈھولہ کی معشوقہ تھی۔ میاں ڈھولہ ایک ہندو تھا جو علاقہ کچ بجج کارہنے والا تھا۔ ہمارے زمانے میں معشوق کو ڈھولہ کہتے ہیں۔ بعض اوقات لوگ عاشق و معشوق کے نام کو ملا کر مارو۔ ڈھولہ کہتے ہیں اور اس ترکیب سے اس سے مطلق معشوق مراد لیتے ہیں۔

## مقبول۔ بوقت مغرب سہ شنبہ جمائی لآخر سال مذکور

حسنِ سلاق | حضرت شیخ علیہ الرحمۃ وکالت میں مشغول تھے کھڑے  
میں کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور جگہ تنگ ہونے  
کی وجہ سے یہ احقر حضرت شیخ کی پشت کی جانب بیٹھ گیا۔ لیکن آپ نے پیچھے دیکھ  
کر احقر کو دوسری جگہ پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پس  
پشت کسی کا بیٹھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔  
یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ بہاولپور میں نواب صادق محمد عباسی کی دعوت  
کے دوران آپ کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔

بقیہ اور بھارت کی سرحد سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے نیز بہاول، احمد پور شرقیہ  
اور لیاقت پور سے بھی تقریباً تیس تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں ایک نہایت ہی مضبوط کچی  
اینٹوں کا قلعہ ہے۔ یہ شہر تقیم زمانے کے راجاؤں کا پایہ تخت بتایا جاتا ہے۔ بہاولپور کے  
نوابوں کے زمانے میں یہاں سنگ مرمر سے ایک عالی شان مسجد تیار کی گئی جو اب تک صحیح  
سلامت موجود ہے۔ پرانی تاریخ میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ریگستانی علاقہ پہلے سرسبز  
اور آباد علاقہ تھا اور اس کے وسط میں شہر ڈیرا اور آباد تھا۔

۱۔ پگل بھی علاقہ ریگستان میں واقع ہے۔

## مقبول اس :- بوقت عیشا و شنبہ ۱۳ ار رمضان المبارک سال مذکور

استغراق فی الذات کے باوجود صوم و صلوٰہ کی پابندی | تبیح آپ کے ہاتھ

میں تھی اور آپ پر کمال استغراق کی حالت طاری تھی۔ اسرار غیبی کی واردات سے اس حضرت کے چہرہ پر اس قدر آثارِ بہیت و جلال نمودار تھے کہ دیکھنے والوں میں تابِ نظارہ نہیں تھی۔ آپ کی ذات گرامی پر محض بہ محض تحیر کا اضافہ ہو رہا تھا۔ اور باوجودیکہ اس عظمت و جلال کی حالت میں کسی کی طرف آپ متوجہ نہیں ہو سکتے تھے اس غلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خیر ہے (بہاد پوری زبان میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ خیر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کیسا مزاج ہے یا کیا حال ہے) اور پھر سرتنگوں ہو کر عالم غیب میں مشغول ہو گئے۔ قریب ایک گھنٹہ کے بعد تبیح پلنگ پر رکھ دی اور فرمایا کہ برادران اٹھو نماز پڑھ لیں۔ چنانچہ صفیں بنائی گئیں اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے بعد سب لوگ نوافل میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے یہ دعا پڑھنا شروع کی اور سب لوگ آپ کے ساتھ شریک ہو گئے :-

سبحان ذی الملك والملكوت سبحان ذی العزت و  
العظمة والهيبة والمتدة والكبرياء والجبروت  
سبحان الملك الحي حيّ الذی لا ینام ولا یموت صبح

۱۔ کمال استغراق فی الذات (قافی اللہ) کے باوجود حضرت اقدس کا صوم و صلوٰہ حسب قاعدہ ادا کرنا اور تراویح کے درمیان تبیح پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو شریعت کا کس قدر پاس تھا۔ لیکن ہمارے جتنی بھائی معمولی سی کیفیت پر نماز ترک کر دیتے ہیں اور ہمہ اوست کے نعرے شروع کر دیتے ہیں۔



تَدُوْصِ دِيْنَا وَدِيْءِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا  
 مِنَ السَّادِيَا مُجِيْرًا يَا مُجِيْرًا يَا مُجِيْرًا وَالصَّلٰوةُ بِرِ  
 حَضْرَتِ خَوَاجِهٖ عَالِمِ سُرُوْر كَامُنَاتِ مُحَمَّدٍ مَّصْطَفٰٓ  
 صَلَّی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے بعد حافظ قرآن مجید پیش امام تھے  
 اور نماز تراویح شروع ہو گئی۔ تراویح کی بیس رکعتیں دس سلام کے ساتھ یعنی دودو  
 رکعت دوگانہ کے ساتھ ادا کی گئیں۔ ہر چار رکعت کے بعد دعائے مذکور پڑھی  
 جاتی تھی حتیٰ کہ جب بیس رکعت ختم ہوئیں تو آخری رکعت کے بعد حسب معمول ہاتھ  
 اٹھا کر ہم نے دعا مانگی جیسا کہ ہر نماز کے بعد مانگی جاتی ہے۔ ان بیس رکعتوں میں  
 قرآن مجید کا ایک پارہ پڑھا گیا۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے پہلی اور آخری چار رکعت  
 کھڑے ہو کر ادا کیں لیکن درمیانی بارہ رکعت بیٹھ کر پڑھیں۔ کیونکہ آپ کے پاؤں پر  
 پھوڑا نکل آیا تھا جس سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اور زیادہ دیر تک کھڑے نہیں ہو  
 سکتے تھے۔ لیکن باقی نماز یعنی فرض، سنت اور وتر آپ نے کھڑے ہو کر ادا کی۔  
 تراویح سے فراغت کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے  
 اور حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ اسی استغراق کی حالت میں اپنی خلوت میں چلے گئے۔

## مقبوس ۳۲:- بوقت عصر چہار شنبہ ۱۵ رمضان المبارک سال مذکور

حضرت اقدس چارپائی پر بیٹھ کر وضو  
 کر رہے تھے اور تمام حاضرین مجلس حلقہ باندھے کھڑے تھے۔ آپ نے سزاورد  
 فقیر سے کہا کہ تم رات سحری کے وقت حکیم سنائی کے مناجات پڑھ رہے تھے  
 اب بھی وہی پڑھو۔ یہ سنتے ہی اس نے یہ مناجات پڑھنا شروع کیے  
 مناجات حکیم سنائی ع

حکیم سنائی کا مزار شہر غزنی ملک افغانستان میں ہے۔ آپ بڑے بزرگ تھے۔ توبہ

## مناجات حکیم سنائیؒ

مالکا ذکر تو گویم کہ تو پاک و حسدائی  
ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ رکار تو پویم  
تو خداوند یمنی تو حسد او نہ یاری  
تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت بخوئی  
نہ نیازت بلو لادت نہ بفرزند تو حاجت  
تو کرمی تو رحیمی، تو سمیع تو بصری  
ہمہ راعیب تو پوشی ہمہ راعیب تو دانی  
نہ بدے خلق تو بودی خود خلق تو باشی  
نہ سپہری نہ کوکب نہ بروجی نہ دقائی  
بری از چون و چرائی بری از بحر و نیازی  
بری از خوردن و خفتن بری از تہمت مژدن  
تو علمی تو حکیمی تو خدیب ندی تو بصیری  
نحوال و صفت تو گفتی کہ تو در وصف بگفتی  
اھد الیس کشی صمد الیس بستی  
لب دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند  
ترجمہ (۱) اے میرے مالک میں تیرا ذکر کرتا ہوں کیونکہ تو پاک پروردگار ہے۔

بقیہ پچھلے آپ بادشاہ کے قصیدہ خوان تھے۔ لیکن ایک مجذوب کے اشارے سے بادشاہ کی صحبت ترک کر کے درویش ہوئے۔ مفضل ذکر آگے آ رہا ہے۔

۱۔ سبحان اللہ! کس قدر محبوب کلام ہے۔ ہمیں اس بات سے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کو بھی یہ کلام محبوب تھا اور عین وضو کے دوران اس کی فرمائش کر دی اور مخطوط ہو گئے۔



- جو راستہ کہ تو مجھے دکھاتا ہے اس کے سوا کوئی راستہ اختیار نہیں کروں گا۔
- ۲۔ میں ہر وقت تیری درگاہ کا جویاں ہوں اور تیرے ہی راستے پر گامزن ہوں۔  
میں ہر وقت تیری توحید مانگتا ہوں کیونکہ تو توحید کے لائق ہے۔
- ۳۔ تو دائیں طرف کا خدا ہے۔ تو بائیں طرف کا خدا ہے۔ تو زمینوں کا خدا ہے اور تو آسمانوں کا خدا ہے۔
- ۴۔ تجھے نہ شادی بیاہ کی ضرورت ہے نہ کھانے پینے کی۔ تو احد ہے اور بے سن و جفت مالک ارض سموات ہے۔
- ۵۔ نہ تجھے باپ کی ضرورت ہے نہ تجھے فرزند کی حاجت ہے۔ تو عالم جبروت کا بادشاہ ہے اور احکم الحاکمین ہے۔
- ۶۔ تو حکیم ہے تو رحیم ہے تو سمیع ہے (سننے والا) تو بصیر ہے (دیکھنے والا) جس کو چاہے تو عزت دے دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ تو بجا طور پر مالک عرش و کرسی ہے یعنی کائنات کا مالک ہے۔
- ۷۔ تو سب کے عیب جانتا ہے اور سب کے عیب چھپاتا ہے۔ تو سب کو رزق پہنچاتا ہے کیونکہ تیری ذات کریم ہے۔
- ۸۔ جب کچھ نہ تھا تو موجود تھا۔ جب کچھ نہ ہوگا تو موجود ہوگا۔ تو کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے پاک ہے۔ نہ تو کم ہوتا ہے، نہ زیادہ۔
- ۹۔ نہ تو آسمانوں کا باسی ہے نہ کو اکب کا نہ بروج کا۔ نہ تیرا کوئی مکان ہے نہ منزل۔ نہ تو کھڑا ہے نہ بیٹھا ہے۔ یعنی ان حالتوں سے تو پاک ہے۔
- ۱۰۔ نہ تجھے کسی چیز سے تشبیہ ہوئی جاسکتی ہے نہ تجھے کسی کی ضرورت ہے۔ تو شکل و صورت اور عیب و خطا سے پاک ہے۔
- ۱۱۔ تو کھانے پینے سے پاک ہے اور مرنے سے برتر ہے۔ نہ تجھے کسی کا نحو ہے نہ کسی سے طمع ہے۔ نہ تجھے کوئی غم ہے نہ ڈر۔
- ۱۲۔ تو علیم ہے تو عظیم ہے تو خیر ہے تو بصیر ہے۔ تو فضل و کرم کا مالک اور

حمد و ثنا کا مستحق ہے۔

۱۳۔ نہ تیرا کوئی وصف بیان کر سکتا ہے نہ تو وصف میں آ سکتا ہے۔ نہ کوئی تیری کھنہ تک پہنچ سکتا ہے نہ تیری کوئی کنہ ہے۔

۱۴۔ اے میرے احد کوئی چیز تیری مثل نہیں ہے اور میرے محمد تیرا ہمسر کوئی نہیں ہے تو سارے جہانوں کا مالک مطلق ہے اور سارے جہانوں کی خدائی کے لائق ہے۔

۱۵۔ سنائی کے لب و دندان سے تیری ہی حمد و ثنا نکلتی ہے۔ ممکن ہے اس وجہ سے آتش دوزخ سے نجات ہو سکے۔

جب اس شخص نے یہ مناجات ختم کی تو حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ حکم سنائی بڑے بزرگ تھے۔ شروع میں وہ امیر کبیر تھے۔ فن شعر و سخن میں کمال حاصل تھا اور فصاحت و بلاغت میں یگانہ روزگار تھے۔ اس وجہ سے آپ کو بادشاہوں کا قرب حاصل تھا اور ان کے قصائد پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا ہے

عطار روح بود و سنائی دو چشم او      ما از پی سنائی و عطار آمدیم  
(شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ روح تھے اور سنائی اس کی دو آنکھیں۔ ہم یعنی یہ شعر کہنے والے (شاید سعدی شیرازی) سنائی اور عطار کی پیروی کرنے والے ہیں)

حکیم سنائی کی توبہ کا واقعہ | اس کے بعد فرمایا کہ حکیم سنائی کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک رات قصیدہ لکھ کر بادشاہ کے پاس جا رہے تھے۔ رات اندھیری تھی اور چاروں طرف بادل چھائے ہوئے تھے۔ راستے میں ان کا گدرا ایک مجذوب کے حجرہ کے قریب سے ہوا۔ اس وقت وہ مجذوب شراب پی رہا تھا۔ جونہی حکیم سنائی قریب پہنچے اس نے کہا ایک پیالہ اور لاؤ تاکہ حکیم سنائی کے سر کو کھا جاؤں کیونکہ اس قدر علم و



دانش اور بلند فی طبع کے باوجود راہِ حق سے دور بھاگ رہا ہے۔ جب انہوں نے مجذوب کی یہ بات سنی تو اس قدر متاثر ہوئے کہ بادشاہ کے پاس جانا ترک کر دیا اور وہیں سے واپس ہو کر گھر گئے اور تائب ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کتاب نامِ حق میں حکیم سنائی کے یہ اشعار مشہور ہیں۔

خود سنائی چہ بس نگو گفتم است      در معنی نگو کہ چو سفت است  
غم دیں خور کہ غم غم دین است      ہمہ غم ہاں و ترازیں است  
غم دنیا مخور کہ بے ہودہ است      ہیچ کس در جہاں نیا سودہ است

(۱۔ سنائی نے کیا خوب بات کہی ہے اور حکمت کے کیسے موتی پر دئے ہیں۔  
۲۔ حکمت کی بات یہ ہے کہ دین کا فکر کرو کیونکہ حقیقی فکر اور حقیقی کام یہی ہے۔ دنیا کے سارے کام اس ایک کام سے کم درجہ ہیں۔ دنیا کی فکر نہ کرو کیونکہ یہ بے ہودہ بات ہے۔ دنیا ایسی چیز ہے کہ اس سے کوئی شخص آسودہ نہیں ہے۔)

## مقبول۔ بوقتِ حاشیتِ روزِ جمعرات بحکمِ سوالِ مولیٰ محمد

اس روز حضرت شیخ  
علیہ الرحمۃ کے سر پر

### عید کے دن حضرت اقدس کی پوشاک

کھواب کی ایک ٹوپی تھی جس کا استرِ سُرخ رنگ کا تھا اور جس میں روئی بھری ہوئی تھی۔ ایک زرد رنگ کی سالاری (نگلی کی ایک قسم ہے) جس میں سُرخ رنگ کی دھاریاں تھیں، ٹوپی پر باندھے ہوئے تھے۔ یہ وہ سالاری تھی کہ حضرت مولانا فخر جہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید کے دن سر پر باندھتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ بھی وہ سالاری تبرکاً صندوق سے نکال کر عید کے دن سر پر باندھتے تھے اور بعد فراغت نماز عید واپس صندوق میں رکھ دیتے تھے۔ اس کے ساتھ آپ نے ایک زرد کنارِ سُرخ نگلی جس میں طلائی تاریں چمک رہی تھیں کندھوں پر ڈال رکھی

تھی۔ سفید مل کا کرتہ، لٹھے کی سفید چادر زیب تن تھی۔ طلائی کام کا جوتا پاؤں میں تھا۔ ریش مبارک میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا۔ آپ کی تصویر اشعار ذیل میں کسی نے خوب کھینچی ہے

کلاہ سروری پوشیدہ بر سر	ادلے دلبری آوردہ در بر
بسالاری کہ بستہ بر کلاہش	شدہ جاہا تاراج نگاہش
ادلے پر نیاں کردہ حائل	بہر تارش دوصدا دینختہ دل
کشیدہ قامتے چوں تازہ شمشاد	بازاری غلامش سرو آزاد
رخ او مطلع صبح صبا	لب او گوہر کان ملاحیت
فروزاں لمعہ نور جبینش	مہ و خورشید را او بر زمینش
مکمل نرگش از سرمہ ناز	ز مرگان بر جگر با ناوک انداز
ز خلوت خانہ آل گنج نہفتہ	برون آمد چو گلزار شکفتہ
خراں ساخت سرو نازین را	فرود از آسمان شان زمین را

(ان اشعار کا مطلب وہی ہے جو اشعار سے پہلے کی عبارت میں بیان کیا جا چکا ہے) غرضیکہ بدیں جمال و خوبی حضرت شیخ خراں گھر سے باہر تشریف لائے۔ عید کی وجہ سے لوگ بھرت جمع تھے۔ آپ اس ہجوم کے ساتھ مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ نے صفیں تیار کرائیں اور ہر صف میں ایک مجبور و کمزور کمنے والا مقرر فرمایا تاکہ نماز میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہونے پائے۔ نماز کے بعد آپ نے خطبہ سنا اور دعا مانگ کر اپنے حجرہ خاص میں رونق افروز ہوئے۔ اس وقت پسینے کے قطرات جو رخ نور پر نمودار تھے۔ موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ یا پھول کی پتیوں پر شبنم کے قطرات کی طرح موسم بہار کا سماں پیدا کر رہے تھے۔ اے دوست حضرت شیخ کے حسن و جمال کا وصف کس طرح بیان کر سکتا ہوں کہ نہ طاقت دید ہے نہ طاقت گفتار۔ میری چشم بے بصر ہے اور زبان لنگ ہے

جمال نیکواں در پیش او گم چناں کنہ پر تو خورشید انجم



- کمال حسن از اندیشہ بیرون ز حد عقل فکرت پیشہ بیرون  
نیارم بیش ازین گفتن کہ چوں بود کہ از ہر وصف کا ندیشم بیرون بود
- ۱۔ اس کے سامنے حسین جہاں کا حسن و جمال گم تھا جس طرح کہ آفتاب عالم کے سامنے تارے گم ہوتے ہیں۔
- ۲۔ اس کا حسن و جمال قیاس سے باہر ہے کیونکہ وہاں تک عقل کی رسائی ناممکن تھی۔
- ۳۔ اس کی تعریف کی جائے تو کیا کی جائے جب اس کی ہر بات عقل سے باہر ہے۔

## مقبول ۳۴۔ بوقت عصر روز شنبہ ۳۱ اشوال سال مذکور

**تعظیمی سجدہ**  
سجدہ تحیت کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب قدس سرہ کے زمانے میں ایک شخص آپ کی مجلس میں سجدہ تحیت کے بار میں شور برپا کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر کتاب فوائد القوائد اور سیر الاولیاء میں تفصیل سے آیا ہے۔ آخر حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ نے اس بحث کرنے والے سے فرمایا۔ تعظیمی سجدہ سابقہ امتوں میں مستحب تھا لیکن پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں منسوخ ہو چکا ہے۔ البتہ اس کی اباحت (مباح ہونا) اب تک باقی ہے۔

اس کے بعد فرمایا حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے اور اپنا سر میرے پاؤں پر رکھتا ہے تو اس سے مجھے کراہت آتی ہے۔ لیکن چونکہ میرے شیخ علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کی خدمت میں بھی اسی طرح لوگ آکر پاؤں پر سر رکھتے تھے اور آنحضرت منع نہیں فرماتے تھے۔ میں بھی منع نہیں کرتا کیونکہ شیخ کے عمل کی مخالفت کرنا امر قبیح (براکام) ہے

## حضرت محبوب الہیؑ کے متبر علم کا سجدہ تعظیم

اس کے بعد فرمایا  
حضرت سلطان المشائخ

محبوب الہیؑ قدس سرہ کے زمانہ مبارک میں چند علمائے متبر جو علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے موجود تھے مثل حضرت خواجہ حسام الدین ملتانی، حضرت مولانا خمس الدین یحییٰ، حضرت خواجہ علاء الدین نیلی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اصحاب عشرہ سلطان المشائخ (حضرت کے دس خلفاء) میں سے تھے۔ یہ تمام حضرات علوم میں بے نظیر تھے۔ ان کے علاوہ حضرت خواجہ فخر الدین زراوی بھی آپ کے دس خلفاء میں سے تھے اور اس قدر عالم متبر تھے کہ ہندوستان بھر میں لوگ آپ سے سند لیتے تھے۔ ایک خواجہ وجیہ الدین پائلؒ تھے جو امام وقت تھے۔ ان کا مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ ایک دفعہ جب حضرت خواجہ گنج شکر قدس سرہ کے روضہ اقدس کے اندر داخل ہوئے تو اندر سے آواز آئی کہ ”السلام علیکم یا ابو حنیفہ وقت“، ان کے علاوہ ایک حضرت قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کی شان یہ تھی کہ جب حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کی مجلس میں آتے تھے تو آپ دونوں قدموں پر سروراست کی طرح کھڑے ہو جاتے تھے۔ اگرچہ یہ آخری دو حضرات ان دس خلفاء میں سے نہیں تھے تاہم حضرت سلطان المشائخ ان سے خاص لطف و عنایت سے پیش آتے تھے۔ ان حضرات میں سے ہر ایک تمام علوم میں یگانہ روزگار کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی بی شمار علماء کرام موجود تھے جو روزانہ دیکھتے تھے کہ لوگ حضرت سلطان المشائخ کی زیارت کے وقت اپنا سر آپ کے پاؤں مبارک پر رکھتے ہیں لیکن کسی نے تعظیمی سجدہ پر نہ اعتراض کیا نہ انکار، نہ طعن و تشنیع سے کام لیا۔

مقبول ۱۵۔ بوقت ظہر تاریخ ۱۲ شوال ۱۳۱۲ھ



## سیولستان کونسا علاقہ ہے

حضرت اقدس تے حاضرین مجلس سے  
پوچھا کہ سیولستان کونسا علاقہ ہے۔

انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ پس آپ نے فرمایا۔  
سیولستان سیلتان کے علاوہ ہے۔ آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ سیولستان سیولی ڈھاڈھر  
کو کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عارف جو حضرت خواجہ گنجشکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک  
خلیفہ ہیں، سیولستانی ہیں اور پیر حضرت میرالا پیر لاہوری جن کا اسم مبارک شیخ خضر  
ہے (شاید ان سے مراد حضرت میاں میر لاہوری قدس سرہ ہے) بھی سیولستانی  
ہیں۔ اس اثنائیں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور سیولی ڈھاڈھر میں ایک قدیم مسجد  
ہے جسے مسجد علی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت  
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لائے تھے اس ملک کے لوگ کافر تھے۔ آپ  
نے ان کو مسلمان بنایا اور ایک مسجد تعمیر کی۔ اس وجہ سے اُسے مسجد علی کہتے ہیں۔ ایک  
اور شخص نے عرض کیا کہ اس پہاڑ میں جہاں پانی کے چشمے نظر آتے ہیں بہت سے مقامات  
اور آثار صحابہ کرام سے منسوب ہیں اس کی کیا حقیقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کا ہمارے ملک میں تشریف لانا ثابت نہیں ہے  
نیز فرمایا کہ اگر مسلمانوں سے پوچھا جائے تو وہ کہتے ہیں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کے قدم کے نشان ہیں اور یہاں فلاں صحابی آیا ہے اور وہاں فلاں۔ اور یہاں  
چہار یار آئے اور قیام پذیر ہوئے۔ اگر ہندوؤں سے دریافت کیا جائے تو ان مقامات  
کو اپنے بزرگوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ کاک ندی کے کنارے پر ایک  
مقام ہے جہاں ایک پانی کا چشمہ ہے جس کا پانی نہایت سرد ہے اور جہاں ہزاروں  
اونٹ پانی پیتے ہیں لیکن خشک نہیں ہوتا۔ ہندو کہتے ہیں کہ یہ جگت کبیر کا استدراج  
ذکر امت ہے۔ اور مسلمان کہتے ہیں کہ یہ چاریار کی کرامت کا نشان ہے جن سے ان  
کی مراد حضرت خواجہ گنجشکر رضی اللہ عنہ، حضرت غوث بہار الحق والدین زکریا ملتانی، حضرت  
سید جلال الدین سُرَخ بخاری اوچی اور حضرت لعل شہباز قلندر سہوانی شہ ہے۔

حضرت آدمؑ کے قدم کا نشان | اس کے بعد فرمایا کہ علاقہ سراندیب

(لنکا) میں ایک پتھر پر حضرت آدم

صغی اللہ ابوالبشر علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے جس کا عرض دو ہاتھ اور طول چار ہاتھ ہے۔

اس کے بعد ایک آدمی آیا جس نے حضرت شیخ کا اپنا دیوان سامنے رکھ کر مختلف کافوں کے اوزان کا فیہ اور ردیف کی ترتیب کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ترتیب میں نے خود دی ہے اور میں نے یہ ترتیب احادیث اور اسماء الرجال کی ترتیب سے اخذ کی ہے۔ اس میں خوں یہ ہے کہ اگر کروڑوں کافیاں لکھی جائیں پھر بھی ترتیب ختم نہیں ہوگی۔ جب ردیف ہی تک پہنچ جاتی ہے تو الف سے دوبارہ شروع کر دی جاتی ہے۔





## مقبول ۳۴: بتاریخ، المحرم ۱۳۱۳ھ

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شادی | یہ آپ کے فرزند آئندہ

مادر زاد ولی شیخ کامل و مکمل قطب الموحیدین حضرت خواجہ محمد بخش عرف حضرت نازک  
سائیں کی شادی مبارکبادی کا موقعہ تھا۔ حضرت خواجہ فخر العالم (خواجہ فخر جہاں)  
کے محل میں قایلین پچھا کر مسند تیار کی گئی تھی۔ خلقت کا ہجوم تھا۔ نواب صاحب  
رکن الدولہ نصرت جنگ نواب صادق محمد خان عباسی (والی ریاست بہاولپور) جو آپ  
کے مرید خاص تھے بھی اپنے امراء اور وزراء سمیت محفل میں حاضر تھے۔ دوسرے  
روسا، محادیم، شرفار، سادات، مند ار اور عوام الناس مریدین سب موجود تھے  
اور پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ اس وقت حجام نے اٹھ کر شادی کا جوڑا پیش کیا۔  
سب سے پہلے حضرت خواجہ علیہ رحمۃ نے سرخ رنگ کا دھاگہ جس میں لوسے کا  
پھلہ (گول سادہ انگشتری) بندھا ہوا تھا جسے ہندی زبان میں گانا کہتے ہیں دولہا  
کی دائیں کلائی پر باندھا۔ اس کے بعد حجام نے اپنے ہاتھ سے دائیں پاؤں میں گانا  
باندھا۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کھڑے ہو گئے اور حجام نے دستار  
ٹھیک کر کے اس کا ایک سر حضرت خواجہ علیہ رحمۃ کے ہاتھ میں دیا۔ آپ نے  
اسے ہاتھ میں لے کر دعا پڑھی اور دستار پر دم کیا۔ حاضرین مجلس نے بھی دعا پڑھ  
کر دستار کی طرف دم کرنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب  
نے اپنے ہاتھ سے دستار سر پر باندھی۔ دستار کے ایک کونے میں سبز رنگ کے  
ریشم کے کپڑے کا ایک خریطہ بندھا ہوا تھا۔ جس کے اندر لالہ کی خورد، قرنفل وغیرہ  
تھے۔ اس کے بعد دولہا کو محل کا ایک کمرہ پہنایا گیا جو بلوچی طرز پر بنایا گیا تھا اور

اس میں بیشمار شکن اور پیچ در پیچ تھے۔ اس کے بعد سرخ رنگ کی چادر پہنائی گئی جسے ہندی زبان میں چار سون کہتے ہیں۔ دوسری لعل چادر جسے ریٹھ کہتے ہیں دولہانے کندھوں پر رکھی اور نعلین (جوتا) سرخ جس پر چاندی کا کام کیا ہوا تھا پاؤں میں ڈالی۔ دستار، ریٹھ اور چار سون جوڑی (کھدر) کے کپڑے کے تھے اور کُرتہ لمبل کا تھا۔ ریٹھ اور چار سون کا رنگ فہ یعنی مچھلٹھ تھا۔ دستار اور کُرتہ سفید تھے خواجگان اس قسم کا لباس شادی کے سوا کسی موقع پر نہیں پہنتے تھے۔ نیز ایک وساؤ (کپڑا) سرخ رنگ جس میں زربانی کا کام ہوا ہوا تھا۔ بیل میں لیا۔ اس کے بعد برات لڑکی والوں کے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب کے خسر خواجہ نور محمد کو کیجے تھے۔ جب حویلی کے دروازہ پر پہنچے تو محرم حضرات حویلی کے اندر چلے گئے اور غیر محرم باہر ٹھہرے رہے مولانا صاحب عروسی انجام دینے کے بعد باہر آئے اور مسند پر تشریف فرما ہوئے۔

لنگر کا عظیم الشان انتظام | ہر قسم کے مہمانوں کے لیے علیحدہ باورچی خانے مقرر تھے۔ ایک باورچی خانہ

نواب صاحب بہاولپور کے لیے تھا۔ دوسرا نواب صاحب کے امراء اور وزراء کے لیے۔ تیسرا باقی سرکاری افسران کے لیے۔ چوتھا روسار اور تمنداروں کے لیے۔ پانچواں سادات کرام اور مخدوم کے لیے۔ چھٹا علماء، فضلاء اور طلباء کے لیے۔ ساتواں عام مریدوں اور زغینداروں کے لیے۔ آٹھواں عوام الناس اور رعایا کے لیے مخصوص تھا۔ اس کے علاوہ غیر مسلم ہندوؤں کے لیے ایشائے خام کا بندوبست تھا۔ لنگر خانوں کا انتظام آٹھ دن رہا اور کارکنان ان ایام میں اس قدر مصروف رہے کہ نہ دن کے وقت آرام تھا نہ رات کے وقت۔ کھانا ہر وقت پک رہا تھا اور ہر وقت تقسیم ہو رہا تھا۔ اور اس قدر لذیذ اور عمدہ کھانے تیار کیے جا رہے تھے کہ دیکھ کر عقل دنگ ہوتی تھی۔ تقسیم کا یہ انتظام تھا کہ ہر قسم کے مہمانوں کے لیے علیحدہ رجسٹریڈ تیار کیے گئے جن میں ان کے نام اور ولدیت، قومیت درج تھی۔ کھانا دینے سے



پہلے داروغہ کی طرف ایک پرچہ جاری کیا جاتا تھا اور اس پرچہ کے مطابق مختلف قسم کے کھانے باورچی خانوں سے ملتے تھے۔ اسی طرح باقی سامان مثل پلنگ، چارپائی، بستر، لوٹا گلاس، مصری شربت، بادام ہر شخص کو درجہ بدرجہ پرچہ کے مطابق ملتے تھے۔ گھوڑوں کا گھاس دانہ وغیرہ بھی فہرست کے مطابق جاری ہوتا تھا۔ عوام الناس جن کا نام رجسٹروں میں درج نہ تھا عام لنگر خانے سے کھانا حاصل کرتے تھے۔ کھانے کی مقدار اس طرح مقرر تھی کہ جس شخص کے گھر کے آدمی دس تھے اس کو بیس آدمیوں کا اور جس کے گھر میں آدمی تھے اس کو ساٹھ آدمیوں کا کھانا ملتا تھا۔ مہمانوں کے علاوہ قوال، گوتیے اور تماشاگر بے شمار تھے جو ہندوستان، مارواڑ، پنجاب، سندھ وغیرہ سے آئے ہوئے تھے اور دن رات اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ آتش بازی کا بھی بڑے پیمانے پر انتظام تھا اور رات کے وقت رنگ برنگ کی آتش بازی سے مہمانوں کی تواضع کی جاتی تھی۔ آتش بازی میں حضرت خواجہ علیہ رحمۃ بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ آتش بازی کا سامان چھ ماہ قبل لوگ ملتان سے لے کر آئے ہوئے تھے اور اس پر پانچ سو بیس روپے خرچ ہوئے تھے۔ (جو آج کل کے بیس ہزار سے بھی زیادہ ہوں گے)، اسی طرح شادی کے سارے سامان پر بائیس ہزار روپے خرچ ہوئے (جو آج کل کے حساب سے تین چار لاکھ روپے کے برابر ہوں گے)۔ یاد رہے کہ حضرت خواجہ علیہ رحمۃ نے یہ شادی چھوٹے پیمانے پر کی تھی۔ بڑے پیمانے پر ۱۳۱۷ھ میں ایک شادی ہوئی تھی جس پر تیس ہزار روپے خرچ ہوئے تھے۔

## مقبول۔ بوقت عیشاد و شنبہ جمادی الاول سال مذکور

ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی وظیفہ عطا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا فجر کی نماز کے بعد ایک ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھا کرو۔ اس نے دوبارہ عرض کیا کہ یہ وظیفہ حضور نے پہلے بھی ارشاد فرمایا تھا۔ اور باقاعدگی کے ساتھ پڑھتا ہوں

آپ نے فرمایا اس کے علاوہ ایک ہزار بوقت دوپہر پڑھا کرو۔ اس وظیفے میں بڑا اثر ہے۔ ایک دفعہ شروع کر کے پھر ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

## مقبول ۳۸۔ بوقت ظہر سب روز سنہ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

حضرت شیخ احمد عظیمی ردو لوی چشتی صبری قدس

احمد عبدالحق

ردو لوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ احمد عبدالحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے صاحب کرامات و خرق عادات بزرگ تھے اور حضرت خواجہ جلال الدین پانی پتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ جلال الدین قدس سرہ نے اپنی زندگی میں شیخ عبدالحق قدس سرہ کو خلافت دے کر اپنا خلیفہ و جانشین مقرر فرمایا تھا۔ اپنے شیخ کے وصال کے بعد شیخ عبدالحق نے تمام مشائخ کی خدمت میں جا کر فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپ کے وجود مسعود میں آتش عشق الہی اس قدر موجزن تھی کہ تسکین نہیں ہوتی تھی۔ جب آپ نے دیکھا کہ زندگی اولیاء کرام کے فیضان سے آتش عشق کو سکون نہیں آتا تو آپ نے مزارات مشائخ کا رخ کیا اور کئی مقابر پر جا کر اعکاف کیے اور چلے کاٹے۔ لیکن پھر بھی مطمئن نہ ہوئے۔ آخر قبر کھدوا کر اپنے آپ کو اس کے اندر دفن کرایا اور چھ ماہ اس کے اندر دفن رہے جب باہر آئے تو بے حد کمزور اور لاغر ہو چکے تھے۔ اس وقت آپ کا فتح باب ہوا (عالم غیب کا دروازہ کھلا) اور اولیاء کرام کے مزارات سے فیوض حاصل کرنے لگے

۱۔ حضرت شیخ جلال الدین حضرت شاہ شمس الدین ترک پانی پتی کے مرید و خلیفہ تھے۔ جو حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کے خلیفہ تھے اور آپ حضرت شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کے بھانجے، داماد اور خلیفہ تھے۔



اور بلند مقامات پر پہنچ کر سکون و قرار حاصل کیا۔ آپ کا استغراق اس قدر قوی تھا کہ فرزند کے فوت ہونے کی بھی آپ کو خبر نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ کئی روز کے بعد جب علم ہوا تو دل پر ذرہ بھر ملال نہ تھا۔

## شیخ عبدالحق کی حضرت غوث الاعظم کی طرح کی مشغولی

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشغولی کی کیفیت بھی اسی طرح تھی۔ فرق یہ تھا کہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ہر وقت مستغرق رہتے تھے لیکن حضرت غوث الاعظم قدس سرہ مجالس و عطا و نصائح کے لیے وقت نکال لیتے تھے۔ اگر وعظ کے وقت آپ کا کوئی فرزند فوت ہو جاتا اور آپ کو اطلاع کی جاتی تو آپ فرماتے تھے کہ جنازہ تیار کر کے لے آؤ۔ جب جنازہ آتا تھا تو آپ کرسی سے اتر کر نماز جنازہ پڑھاتے تھے اور فارغ ہو کر اسی طرح وعظ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ دل میں کوئی رنج و ملال نہ ہوتا تھا۔ بلکہ آپ نے اپنے لوگوں کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر میرا کوئی بیٹا فوت ہو جائے تو مجھے صرف نماز جنازہ کے وقت اطلاع دیا کرو۔ کہتے ہیں کہ آپ کے فرزند بہت تھے اور تمام آپ کی زندگی میں فوت ہوئے اور سات بیٹے آپ کے وصال کے بعد باقی رہ گئے تھے۔ جن کے فیض و برکت سے سارا جہان روشن ہوا۔

## شیخ عارف صابری کی ولادت

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ کے مزاج

میں جلال بہت تھا جس کی وجہ سے آپ کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہتا تھا اور ان کے سامنے فوت ہو جاتا تھا۔ اس لیے آپ کی اہلیہ ہمیشہ غمزدہ رہتی ہیں۔ اور ہمیشہ حضرت شیخ سے

۱۔ آپ کے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا تھا کلمہ حق حق حق اس کی زبان پر جاری ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت شیخ احمد عبدالحق فرماتے تھے کہ یہ بچہ زندہ رہنے کے قابل نہیں فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ تھوڑے عرصے کے بعد وہ فوت ہو جاتا تھا۔ جب آپ نے اپنی اہلیہ سے ایک بچہ دینے

عوض کرتی رہتی تھیں۔ ایک دن آپ نے فرمایا تھا کہ میں تجھے ایک بیٹا دوں گا۔ اس کے بعد جب آپ کے گھر میں شیخ عارف قدس سرہ پیدا ہوئے تو فرمایا میں نے تمہیں یہ لڑکا دیا ہے۔ جب شیخ عارف جوان ہوئے تو ان کی شادی کا ارادہ کیا۔ والدہ کے عزیز واقارب میں سے ایک شخص تھے جو عالم و فاضل اور دولت مند اور سرکاری افسر تھے۔ ان کی ایک بیٹی تھی جو نہایت حسینہ و جمیلہ تھیں۔ آپ نے ان کو شادی کی دعوت دی۔ انہوں نے اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ یہاں شادی کرنا مناسب نہیں کیونکہ شیخ عبدالحق کے ایک ہاتھ میں بہشت اور دوسرے ہاتھ میں دوزخ ہے۔ یعنی جلال و جمال الٰہی مجھے کیا ضرورت کہ اپنے آپ کو اس مصیبت میں ڈالوں۔ جب یہ بات آپ تک پہنچی تو آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوئے۔ لیکن اس شخص کے پیٹ سے خون جاری ہو گیا چنانچہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر بصد عجز و نیاز معافی کا طلبگار ہوا اور رشتہ دینے پر بھی رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ اسی وقت نکاح خوانی ہو گئی اور شادی کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی۔ لیکن حضرت شیخ نے فرمایا کہ وہ اس بیماری سے مر جائے گا۔ جب اس نے بہت معافی مانگی تو آپ نے فرمایا اچھا شادی ہونے تک زندہ رہو گے۔ اس کے بعد مر جاؤ گے۔ یہ سن کر اس نے اپنی لڑکی کی سہیلیوں کو حضرت شیخ کی خدمت میں بھیج کر عرض کرایا کہ شادی کی تاریخ مزید چھ ماہ تک بڑھادی جائے۔ آپ نے یہ بات منظور کر لی۔ لیکن چھ ماہ کے بعد جب شادی ہو گئی تو وہ شخص اسی خونی اسہال کی بیماری سے فوت ہو گیا۔

بقیہ۔۔۔ کا وعدہ فرمایا اور شیخ عارف پیدا ہوئے تو حق حق کہنے کی بجائے وہ عام بچوں کی طرح روتے ہوئے پیدا ہوئے۔ یہ دیکھ کر حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ بچہ زندہ رہنے کے قابل ہے۔ پس وہ زندہ رہا اور بڑے بزرگ ہوئے۔ حضرت شیخ احمد عبدالحق نیز دیگر سلاسل کے تمام مشائخ کے مفصل حالات مع ملفوظات و کلمات کتاب مرۃ الاسرار میں درج ہیں۔



حضرت شیخ کا حجرہ جلالی و حجرہ جمالی | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے لیے دو حجرے تھے۔ ایک حجرہ جلالی تھا دوسرا جمالی۔ جب آپ کو کسی شخص پر غصہ آتا تھا تو حجرہ جلالی میں چلے جاتے تھے۔ اور غضب علیہ کو آتش قہر و جلال میں جلاتے تھے۔ جب کسی پر شفقت اور رحم فرماتے تھے تو حجرہ جمالی میں تشریف لے جاتے تھے اور اس کے قلب کو نور جمال سے منور فرما کر کمال تک پہنچاتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالحق قدس سرہ کے دو خلفاء تھے۔ ایک کا نام شیخ مخلص<sup>۲</sup> اور دوسرے کا نام شیخ بختیار تھا۔

حضرت شیخ کے مرید کا خود بخود مرنا اور حضرت شیخ کا اسے زندہ کرنا

شیخ مخلص کے دل میں عالم ارواح کے لیے نسبت جذب غالب تھی۔ اس وجہ سے وہ اپنے شیخ کی خدمت میں ہمیشہ ہی عرض کرتے تھے کہ میں مرنا چاہتا ہوں اور عالم ارواح کو جانا چاہتا ہوں۔ لیکن حضرت شیخ ان کو منع کرتے تھے کہ یہ کام مت کرو۔ ایک دن انہوں نے اپنے ایک عزیز سے کہا کہ آج میں نے مرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ لیکن حضرت شیخ کو اطلاع نہ کرنا۔ جب تجھیز و تکھین سے فارغ ہو جاؤ تو پھر نماز جنازہ کے لیے اطلاع دینا۔ یہ کہہ کر لیٹ گئے۔ چادر اوڑھ لی اور مر گئے۔ لیکن اس بات کی خبر تجھیز و تکھین سے پہلے حضرت شیخ کو ہو گئی۔ آپ بہت غصہ ہوئے اور اٹھ کر فوراً اس پلنگ کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے فرمایا مخلص مخلص مخلص چھیالیس دفعہ آواز دینے کے بعد شیخ مخلص زندہ ہو کر اٹھ بیٹھے۔ حضرت شیخ نے فرمایا اے مخلص میں نے تجھے مرنے سے منع نہیں کیا تھا، تم میری اجازت کے بغیر کیوں عالم ارواح کی طرف چلے گئے؟ انہوں نے دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ حضور یہ میرا قصور ہے۔ آپ معاف فرمادیں۔ آئندہ ہرگز یہ کام نہیں کروں گا بلکہ جب مرنے کا ارادہ کروں گا تو آپ سے پہلے اجازت لے کر مروں گا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ علیہ رحمۃ نے فرمایا کہ ایک دفعہ خود شیخ عبدالحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی کام کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ سفر پر تشریف لے گئے اور آپ کو بہت نذر نذرانے پیش ہوئے۔ سیر کرتے ہوئے آپ ایک مقام پر پہنچے جہاں ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ تھا اور سبزہ زار و درخت سایہ انگن تھے۔ آپ نے اپنے خادموں سے فرمایا کہ یہ جگہ مجھے بہت پسند آئی ہے۔ چنانچہ آپ نے رات کو وہاں قیام فرمایا۔ رات کو خیر و عافیت سے سوئے۔ صبح اٹھ کر لوگوں نے دیکھا تو حضرت شیخ اس دار فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ یہ دیکھ کر خادموں نے رونا پینا شروع کر دیا اور شیخ کے پاس جا کر عرض کیا کہ کل آپ نے فرمایا تھا کہ یہ جگہ مجھے پسند آئی ہے۔ آپ نے اس سے اپنے وصال کی طرف اشارہ فرمایا تھا لیکن ہم بے عقلوں نے سمجھا اب اگر ہم آپ کے بغیر وطن گئے تو لوگ کہیں گے کہ خادموں نے دولت کے طمع میں آخر شیخ کو قتل کر دیا ہے۔ جب انہوں نے اس قسم کی گریہ و زاری کی تو حضرت شیخ زندہ ہو کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اگر تم میرے مرنے پر رضامند نہیں تو میں نہیں مرنے چاہتا۔ اس واقعہ کے بعد کافی مدت تک آپ زندہ رہے۔ آپ کی عمر سو سال سے زائد تھی۔

## مقبوس ۳۵۔ بوقت بروز شنبہ ربيع الاول سال ۱۰۰۰

حضرت شاہ عبد الرحمن لکھنوی | دولت پابوسی نصیب ہوئی۔ حضرت اقدس کتاب انوار الرحمن مصنفہ حضرت شاہ عبد الرحمن لکھنوی میں سے باب سماع کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے۔ اور کبھی کبھی اپنے فرزند ارجمند مرید و خلیفہ حضرت خواجہ محمد بخش کی طرف متوجہ ہو کر کتاب کی عبارت پڑھ کر ان کو سناتے تھے۔ وہ عبارت یہ تھی :-

حضرت شاہ عبد الرحمن لکھنوی کا ذوق سماع | جمعہ کے دن مراقبہ ظہر ملتوی کیا جاتا تھا اور منگل



کے دن بھی دوسرے ایام کی نسبت مجلس مراقبہ میں تخفیف ہوتی تھی۔ نماز جمعہ کے بعد شیخ سماع کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور مسجد کے محراب میں بیٹھ کر قوالوں کا انتظار کرتے تھے۔ اگر قوالوں کو دیر ہوتی تو آپ شیخ غصنفر علی یا نختے خان وغیرہ مریدین یا کسی دوسرے خوش الحان مرید کو حکم دیتے تھے کہ مزامیر کے بغیر گا کر کچھ سائیں۔ اس سے آپ کو قدرے ذوق ہو جاتا تھا۔ لیکن اہل مجلس کی حالت دیگر گوں ہو جاتی تھی اور نیم سبل کی طرح ٹپٹے لگ جاتے تھے۔ جب قوال آ جاتے تھے تو مزامیر (بلجے) کے ساتھ قوال شروع ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر علمائے قشیرین (وہ علماء جو حضرت شیخ ابوالقاسم قشیری کے مسک پر تھے اور سماع با مزامیر کے خلاف تھے) نے اعتراض کیا کہ سماع با المزامیر حرام ہے اور مولانا صاحب اپنے زہد و تقویٰ کے باوجود مسجد میں بیٹھ کر سماع سنتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے نواب معتمدولہ کے پاس جا کر شکایت کی لیکن ناکام رہے۔ آخر انہوں نے یہ تجویز سوچی کہ قوالوں کو مار پیٹ کر بھگا دیا جائے۔ جب اس بات کی اطلاع شیخ کو ہوئی تو فرمایا کہ اگرچہ مطلق عناد (گانا، اور مطلق مزامیر) بجانا کے جواز کے متعلق علمائے محققین کے نزدیک کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور میرے نزدیک اگر اس کے حرام ہونے کا ذرا بھر بھی ثبوت ہوتا تو کبھی اس کے پاس نہ جاتا۔ ہم سماع کو فعل پیغمبر اور فعل خلفائے راشدین اور سنت پیران طریقت سمجھ کر قاعدہ باطن کے مطابق نوافل سے زیادہ مفید مانتے ہیں اور سماع سنتے ہیں۔ جب حقیقت یہ ہے تو مسجد میں بھی سماع سننے میں کوئی ممانعت نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن چونکہ لوگ کم عقلی کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی کی دل آزاری کروں یا میری وجہ سے قوالوں کو کوئی نقصان پہنچے۔ لہذا میں آج سماع ترک کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ قوالوں کو رخصت کر کے مغموم بیٹھے تھے کہ مولوی یعقوب صاحب ردو لوی چشتی صابری جو حضرت مولانا سے کمال عقیدت رکھتے تھے آگئے اور درفیت کیا کہ آپ نے سماع ترک کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آج کا جمعہ خالی گیا ہے۔ کیا کھروں سوائے مسجد کے ہمارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اور مسجد میں سماع سنتے پر یہ

لوگ اعتراض کرتے ہیں اور قوالوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور مجھے سماع سے زیادہ کوئی مشغولی زیادہ مفید نظر نہیں آتی۔ ”قہر درویش برجانِ خویش“ چونکہ لوگوں کی دل آزاری اور قوالوں کی ایذا رسانی مجھے پسند نہیں اس لیے سماع نہیں سنا۔ مولوی صاحب موصوف نے عرض کیا کہ آپ کی اس نیت کا کسی کو علم نہ ہو سکے گا اور منکرین یہی کہیں گے کہ آخر کار سماع کا حرام ہونا مولانا پر ثابت ہو گیا اور انہوں نے ترک کر دیا ہے۔ اس سے دو نقصان ہوں گے۔ اول یہ کہ لوگ یہ خیال کریں گے کہ خواجگانِ چشت علیہم رحمۃ فناء خواہشات کی بنا پر غیر شرع فعل کے مرتکب تھے اور مولانا نے اپنے مشائخ کا طریقہ ترک کر دیا ہے۔ دوم یہ کہ ترک سماع سے حضرت کے دل کو صدمہ ہوگا اور جب کامل کا دل رنجیدہ ہوتا ہے تو غیرتِ الہی جوش میں آتی ہے جس سے خاص و عام کو نقصان پہنچتا ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو مسجد سے باہر سماع کا انتظام کیا جائے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد مولانا اس بات پر راضی ہو گئے۔ قاسم علی و کاظم علی قوال جو فعلو قوال کے بیعتیے تھے مع ساز حاضر تھے۔ باہر چوڑہ کے فرش پر بیٹھ کر انہوں نے قوالی شروع کر دی۔ اور حضرت مولانا بھی مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے اور خواجہ حافظ کی یہ غزل سننے لگے۔

برز مینے کہ نشانِ کف پائے تو بود      سالہا سجدہ صاحبِ نظر الٰہ خواہ بود  
تازِ میخانہ و مے نام و نشانِ خواہ بود      سرِ خاک رہ سپرِ مغالِ خواہ بود

(۱) جس زمین پر اے دوست تیرے پاؤں کا نشان لگ گیا۔ صدیوں تک اس پر عارفینِ عالی مقام سجدہ کرتے رہیں گے۔

۲۔ جب تک اس جہان میں شراب اور شراب خانہ (شراب و وحدت) کا نام و نشان رہے گا ہمارا سر دوست کے قدموں کی خاک بنا رہے گا۔)

اس سے اہل مجلس پر اس قدر رقت طاری ہو کہ بیان سے باہر ہے۔ پس اس وقت سے یہ معمول ہو گیا کہ آں حضرت مسجد کے صحن میں دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے تھے اور قوال مسجد سے باہر وضو کے چوڑہ پر بیٹھ کر قوالی کرتے تھے، ختم ہوئی کتاب انوار الرحمن کی عبارت۔



## بہادر شاہ ظفر چشتی کا مقولہ

اس کے بعد حضرت اقدس نے کتاب بند کئے  
رکھ دی اور باداموں کی ٹوکری سے جو سامنے

پڑی تھی، دو بادام اپنے لیے اٹھائے اور دو بادام اپنے فرزند ارجمند خواجہ محمد بخش صاحب  
کو دیئے اور خادم کو اشارہ فرمایا کہ باقی بادام اہل مجلس میں تقسیم کر دے۔ اس کے بعد فرمایا  
کہ بادشاہ ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ دہلوی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تین چیزیں خراب  
نہیں ہوتیں اور ہمیشہ پر لطف رہتی ہیں۔ اول بادام، دوم اشعار، کیونکہ یہ بھی مجھے ہمیشہ  
ترقوازہ نظر آتے ہیں۔ سوم میرے پیر بھائی یعنی شیخ المشارق والمغرب حضرت مولانا  
فخر الملت والدین محمد دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید کیونکہ وہ بھی ہمیشہ ترقوازہ اور  
خوش آئند ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ بیشک ظفر بادشاہ نے بہت سچی بات کہی کہ اس  
سلسلہ عالیہ کے مرید ہمیشہ حق تعالیٰ کی راہ میں دائق اور راسخ ہیں۔

## حضرت شاہ عبد الرحمن لکھنوی کے مزید حالات

اس کے بعد  
فرمایا کہ حضرت

شاہ عبد الرحمن لکھنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بزرگ تھے۔ آپ کا شمار اکابر اولیائے  
نامدار میں ہوتا ہے۔ آپ اپنے وقت میں مقتدائے خلق اور جامع علوم ظاہری و باطنی  
تھے۔ ہندوستان کے اکثر علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کا اصلی وطن شکارپور (سندھ)  
ہے۔ آپ کے آیاد اجداد حضرت موسیٰ شاہ صاحب لوح والہ قدس سرہ کے مرید تھے  
یہ مقام لوح صاحبان اور گھوکی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ حضرت شاہ عبد الرحمن نے  
صغیر سنی میں موسیٰ شاہ صاحب کے پوتے حضرت ابو محمد صالح شاہ سے بیعت کر  
لی تھی۔ طلب علم کی خاطر بہاولپور کے علاقے میں بہار شریف جا کر مولوی اسد اللہ صاحب  
مصنف کتاب اسدیہ جو بڑے عالم تھے اور حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد بہاروی قدس سرہ  
کے پیر بھائی تھے کے ہاں ظاہری علوم کی تعلیم شروع کی۔ اس وقت آپ کے دل میں  
بیعت اور علوم باطنی کے حصول کا خیال نہیں آیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد ہندوستان چلے  
گئے اور حضرت مولانا فخر جہان دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا فخر

قدس سرہ کے ہاں علوم باطنی اور حقائق و معارف کی تعلیم زیادہ اور علوم ظاہری کی تعلیم کم تھی۔ لیکن پھر بھی ان کی طبیعت باطن کی طرف مائل نہ ہوئی اور وہ علوم ظاہری کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔ اس وجہ سے وہ حضرت مولینا علیہ رحمۃ کی خدمت میں رہ کر چلے گئے اور رامپور پہنچ کر کچھ عرصہ وہاں علم حاصل کیا۔ وہاں سے وہ بنگال چلے گئے اور قصبہ بہار میں جا کر حضرت مولینا عبدالعلی بھراہم جو عالم بے بدل اور اپنے وقت کے شیخ تھے کے ہاں تمام عقلی اور نقلی علوم (علوم عقلی سے مراد فنون ہیں مثل منطق، فلسفہ، محقول، ریاضی، نجوم اور نقلی سے مراد تفسیر، حدیث، فقہ علوم دین ہیں) کی تحصیل تمام کر کے سند و دستار حاصل کی۔ وہاں سے رخصت ہو کر آپ حیدر آباد دکن پہنچے اور چار سال تک درس و تدریس میں مصروف رہے اور تمام کتب درسیہ متداولہ کو کئی بار پڑھایا۔

## محبوبے ملاقات

ایک دن ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔ مجذوب نے کہا اے عبدالرحمن ہماری طرف کب آؤ گے۔ مجذوب

کی یہ بات ان کے دل میں بیٹھ گئی اور اس سے سلوک الی اللہ کا شوق پیدا ہوا۔ اس کے بعد چند یوم اس مجذوب کی تلاش میں رہے لیکن معلوم ہوا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو کر ہندوستان واپس آ گئے اور اولیاء کرام اہل مزارات و اہل حیات کی تلاش میں پھرتے رہے اور ہر دلی اللہ سے فیضان حاصل کرتے رہے اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوتے رہے۔ اسی طرح آپ کو سلسلہ قادریہ میں سید شاہ غلام علی قدس سرہ سے خلافت و اجازت ملی۔ سید غلام علیؒ کو شاہ غلام دوستؒ سے، ان کو شاہ عبدالرزاق ہنسوی قدس سرہ اور ان کو چند واسطوں سے حضرت حبیب عجمی قدس سرہ سے اور ان کو حضرت خواجہ خواجگان خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل ہوئی۔ اسی طرح نسبت قادریہ آپ کو سید شاہ عبدالرحمن کو شیخ عبدالقدوس

آپ کی نسبت قادریہ قدوسیہ



گنگوہی قدس سرہ سے ملی جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتی ہے۔

**نسبت قادریہ فخریہ** | حضرت شاہ عبدالرحمن کو نسبت قادریہ فخریہ حضرت

شاہ محمد عظیم قدس سرہ سے، اور ان کو حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہ سے اور آپ کو حضرت خواجہ نظام الدین اوزنگ آبادی قدس سرہ سے اور ان کو چند واسطوں سے حضرت شیخ محمد غیاث نور بخش قدس سرہ سے پہنچی ہے۔

**نسبت چشتیہ نظامیہ فخریہ** | سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ میں حضرت شاہ عبدالرحمن کو حضرت شاہ محمد عظیم دہلوی سے

آپ کو حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہ سے آپ کو حضرت شاہ نظام الدین اوزنگ آبادی قدس سرہ سے، اسی طرح یہ سلسلہ حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ تک جا پہنچتا ہے۔

**نسبت چشتیہ نظامیہ مہلبانیہ** | اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالرحمن کو اجازت و خلافت حضرت خواجہ پیر بخش

قدس سرہ سے، آپ کو حضرت شاہ قدرت اللہ قدس سرہ سے آپ کو شاہ عبداللہ سے آپ کو حضرت شاہ بدھن یا بھولن قدس سرہ سے، آپ کو چند واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اچی قدس سرہ سے۔ آپ کو حضرت خواجہ مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تا آخر سلسلہ۔

**سلسلہ چشتیہ قدوسیہ** | اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالرحمن کو اجازت و خلافت حضرت سید امیر اللہ تھانی سری قدس سرہ

سے۔ آپ کو حضرت شاہ فاضل قدس سرہ سے۔ آپ کو حضرت شاہ میراں بھیک قدس سرہ سے اور آپ کو حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی سے تا آخر سلسلہ۔

**سلسلہ چشتیہ صابریہ** | سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت شاہ عبدالرحمن کو خلافت و اجازت حضرت مولانا نور الہدیٰ قدس سرہ

سے۔ آپ کو حضرت مولوی محمد سلیم سے۔ آپ کو چند واسطوں سے حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہ سے تا آخر سلسلہ۔

اس سلسلے میں حضرت شاہ عبدالرحمن قدس سرہ  
**سلسلہ قلندریہ محی شاہیہ** کو اجازت و خلافت حضرت شاہ فرزند علی

قدس سرہ سے۔ آپ کو حضرت حاجی اکریم قاضی محمد تقی ہونوی سے۔ آپ کو حضرت  
 قاضی مینا قلندر قدس سرہ، آپ کو چند واسطوں سے حضرت سید خضر رومی قدس سرہ سے  
 حضرت شاہ عبدالرحمان کو چند واسطوں سے  
**سلسلہ قلندریہ ادیبیہ** حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر قدس سرہ

ہے۔ آپ کو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے۔

اس سلسلے میں حضرت شاہ عبدالرحمن کو اجازت و خلافت  
**سلسلہ اولیسیہ** حضرت حاجی پچی قدس سرہ سے آپ کو حضرت

محکم الدین سیرانی قدس سرہ سے۔

حضرت شاہ عبدالرحمن قدس سرہ کو حضرت شیخ باب اللہ  
**سلسلہ شطاریہ** میدنی پوری قدس سرہ سے۔ آپ کو حضرت شیخ باکو قدس سرہ

سے۔ آپ کو چند واسطوں سے حضرت شیخ محمد غوث گویاری قدس سرہ سے۔

اس سلسلے میں حضرت شاہ عبدالرحمن کو اجازت و خلافت  
**سلسلہ نقشبندیہ** حضرت شاہ غلام غوث امروی سے۔ آپ کو حضرت شاہ

ابوالقاسم قدس سرہ سے۔ آپ کو چند واسطوں سے حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 سے، اور آپ کو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علی

اس کے بعد حضرت خواجہ قطب الموحیدین خواجہ محمد بخش قدس سرہ نے دریافت کیا  
 کہ سلسلہ محی شاہیہ قادریہ ہوگا۔ فرمایا سلسلہ محی شاہیہ دراصل چشتیہ ہے قادریہ نہیں اس  
 سلسلہ کو قلندریہ خضریہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ قلندریہ تمام سلاسل قلندریہ سے سابق اور

۱۔ یہ نام سلاسل حضرت خواجہ صاحب نے فی البدیہہ بیان فرمائے نہ کوئی کتاب دیکھی نہ کسی  
 سے پوچھا۔ اس سے آپ کی قوت حافظہ کا پتہ چلتا ہے۔



اول ہے۔ اس وجہ سے کہ حضرت شرف الدین بوعلی قلندر اور حضرت لعل شہباز قلندر اور دوسرے قلندریہ سلسلے بعد میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اور مہجی شاہیہ حضرت خضر رومی قدس سرہ سے جانتا ہے۔ اور حضرت خضر رومی قدس سرہ کی نسبت اور بیعت کا حال تحقیق سے کسی کو معلوم نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک واسطے سے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جانتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ سلطان العارفین حضرت خواجہ بابریذ بسطامی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

اس کے بعد فرمایا  
**حضرت شاہ مدار علیع الدین و حضرت خضر رومیؒ**  
 کہ اسی طرح شاہ

مدار علیع الدین قدس سرہ کی نسبت و بیعت بھی کسی کو تحقیق سے معلوم نہیں۔ نیز حضرت خضر رومیؒ اور شاہ مدار کی عمر بھی کسی کو معلوم نہیں۔ حضرت خضر رومیؒ بلاد روم سے تشریف لائے تھے اور حضرت شاہ مدارؒ بھی اسی ولایت سے آئے تھے اور دونوں بزرگوں کی طرف سے ہندوستان میں سلسلے جاری ہوئے۔

اس اثنا میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور یہ جو کہن پور میں ایک روضہ قبلہ شاہ مدار کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت شاہ مدار قدس سرہ کا مدفن ان کے اپنے وطن میں ہے اور یہاں کہن پور میں صرف روضہ ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ محمد بخشؒ نے دریافت کیا کہ قبلہ لفظ مہجی شاہی کسی لفظ کی تحریف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لفظ مجتبیٰ سے جو شاہ تراب علیؒ کے پردادا ہیں۔ اور اس قسم کے انحراف اور تغیر بہت واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے مشائخ میں حضرت خواجہ جمن شاہ قدس سرہ کا نام جمال الدین ہے۔ جمال الدین سے جمن شاہ ہو گیا ہے۔ اس پر احقر نے عرض کیا کہ قبلہ یہ تحریف کیسے ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ والدین اور دیگر رشتہ دار پیار اور محبت کی وجہ سے جمال الدین کی بجائے جمن کہتے تھے۔ رفتہ رفتہ اسی طرح مشہور ہو گئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنے دیوان میں بھی جمن تخلص فرمایا ہے اور سلسلہ مشائخ میں بھی اسی طرح درج ہے۔

## توشہ شاہ احمد عبدالحقؒ

اس کے بعد اس کمتر بن بندہ نے عرض کیا کہ حضور  
 ہمارے اس ملک میں حضرت شاہ احمد عبدالحقؒ  
 دولوی قدس سرہ کا توشہ (نیاز) اس طریقے پر دیا جاتا ہے کہ گھی، گندم کا آٹا اور شکر سفید  
 برابر وزن لے کر حلہ بناتے ہیں اور اقباس الانوار میں یوں لکھا ہے کہ یہ توشہ اس طرح بنایا جاتا  
 ہے کہ گندم کا آٹا سوا سیر، شکر سفید سوا پاؤ، اور اسی قدر روغن زرد (گھی) مہیا کرے۔ اس کے  
 بعد وضو کر کے پاک حکہ پر روٹی پکائے اور گھی اور شکر ملا کر مالیدہ بنائے اور فاتحہ بڑج پاک  
 حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ کو دے۔ اس کے بعد آپ کی اولاد کو سب سے پہلے کھلانے۔  
 اگر اولاد موجود نہ ہو تو مریدین سلسلہ کو جو صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں، کھلانے۔ اس کے بعد  
 دوسرے نماز گزار آدمی کھا سکتے ہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت شیخ فیضیؒ زندگی میں اپنے مریدین  
 کے علاوہ کسی کو کھانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ لیکن آپ کے وصال کے بعد آپ کے  
 فرزند ارجمند قطب وقت شیخ عارف قدس سرہ نے عام اجازت دے دی تھی اور فرمایا تھا  
 کہ اگر توشہ یہاں نہ لایا جاسکے تو ہمارے سلسلہ کے مریدین کو دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو  
 مساکین اور درویشوں کو دے دے تاکہ ان کی حاجت براری ہو۔ حضرت خواجہ علیہ رحمۃ  
 نے فرمایا کہ توشہ کی اصل جو حضرت شیخ عبدالحقؒ قدس سرہ کا فرمان ہے اور جو آپ کے زمانے  
 میں ہوتا تھا یہی ہے جو اقباس الانوار میں درج ہے یعنی پانچ پاؤ اور گندم، پانچ چھٹانک  
 شکر سفید اور پانچ چھٹانک روغن زرد رزق حلال سے فراہم کر کے پہلے وضو کرے اور آٹا  
 گوندھ کر روٹی پکائے۔ اور گھی میں مالیدہ بنا کر اس میں شکر ڈال دے۔ اور مریدین سلسلہ  
 عالیہ چشتیہ کو جو پابند صوم و صلوٰۃ ہوں کھلانے اور مریدین سلسلہ عالیہ موجود نہ ہوں تو ان  
 نمازیوں کو کھلانے جو کھانا چاہیں۔ لیکن بے نمازی اور حقہ پینے والوں کو نہ کھلانے کیونکہ  
 اگر توشہ حصول مراد کے لیے تیار کیا ہے تو بے نمازیوں اور حقہ پینے والوں کو کھلانے  
 سے مراد حاصل نہ ہوگی۔ جب تک کہ اس قسم کا دوسرا توشہ نہ دے۔ اگر مراد حاصل ہونے  
 کے بعد توشہ تیار کیا ہے اور بے نمازیوں اور حقہ پینے والوں کو کھلایا ہے تو توشہ دینے والے  
 کو کسی قسم کے نقصانات پہنچیں گے۔ اور توشہ بھی مزید دینا پڑے گا کیونکہ پہلا توشہ مقبول نہیں



اس کے بعد فرمایا کہ جب حصول مراد کے لیے توشہ دینا چاہیے تو توشہ حصول مقصد سے پہلے ادا کرے تاکہ حضرت شیخ کی توجہ شامل حال ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ جو چار علاقے میں توشہ حلوہ کی صورت میں تیار کرتے ہیں یہ بھی مشائخ کرام متاخرین نے جائز قرار دیا ہے۔ لیکن بہتر وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کیونکہ وہ حکم خاص ہے اور یہ عام ہے۔ پس اگر کوئی سخت ضرورت پیش آئے یا محکم عظیم درپیش ہو تو پہلے توشہ نذر کرنے کی نیت کرے اور حصول مقصد سے پہلے توشہ ادا کر دے۔ اگر مقصد اہم نہ ہو تو دوسری قسم کا توشہ تیار کر کے دے دے۔ اور پہلی قسم میں اسی قدر تیار کرے کہ جس قدر مقرر ہے اس میں کمی یا بیشی جائز نہیں۔ اور دوسری قسم میں وزن کی شرط نہیں ہے۔ جس قدر ہو سکے جائز ہے کیونکہ اس دوسری قسم میں رقم نذر کرنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ پس اگر پانچ روپے کی نذر مانی ہے تو آٹا، گھی اور شکر اس رقم کے مطابق خریدے۔ چنانچہ ایک دفعہ نواب صاحب بہاولپور یعنی نواب صادق محمد خان کے چچا امجد نے چند سو روپے کی نذر مان کر رقم چارے قبلہ محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دی۔ تاکہ ان کی طرف سے توشہ تیار کر کے دیا جائے۔ حضرت محبوب الہی قدس سرہ نے اس رقم سے کئی گنا زیادہ توشہ حلوہ کی صورت میں تیار کرایا اور فقراء کو کھلا دیا۔ لیکن اس دوسری قسم میں یعنی حلوے کی صورت میں بھی باقی شرائط کی پابندی ضروری ہے۔

## مقبول بوقت چار روز شنبہ الاربیع الاول ۱۳۱۴ھ

**محل سماع** یہ جناب رسالت مآب سرور کائنات فخر موجودات حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس کا دن تھا۔ مجلس سماع منعقد ہوئی اور قوالوں نے دف، طنبور اور چنگ (سازنگی) کے ساتھ نغمہ سرائی کی اور غزلیں گاتے رہے۔ بڑی پر ذوق و شوق محل تھی اور لوگوں کا ہجوم تھا۔ حضرت خواجہ علیہ رحمۃ کے ساتھ ولی مادر زاد حضرت خواجہ محمد بخش صاحب نجی شریک محل

تھے۔ قوالوں نے ان اشعار سے قوالی شروع کی ہے

اَوَعَكُوسٌ فِي الْمَرَايَا اَوْ ذُلَالٌ	كُلُّ مَا فِي الْكَوْنِ وَهْمٌ اَوْ خِيَالٌ
لا تَكُنْ حَيْرَانٌ فِي تَلْيِيقِ الظَّلَالِ	لَا حَ فِي ظُلِّ السَّوَاشِمِ الْهَدْيِ
چیت عالم موج بحر لایزال	کیست آدم عکس نور لم یزل
موج را چوں باشد از بحر انفصال	عکس را کے باشد از نور انقطاع
چوں دوئی اینجا محال آمد محال	عین نور و بحر داں ایں عکس و موج
بالب میگوں آں شیریں مقال	کلمینی یا حمیرا کردہ و در
گفت با خاشا رحنی یا بلال	وز ملال زلف پر آشوب ادا
حال باید چه سود از قیل و قال	گفتگو تا چند جاتی لب بہ بند

ترجمہ ۱۔ جو کچھ کونین میں ہے سب وہیم و گمان ہے۔ یعنی وجود اعتباری، اضافی اور خیالی ہے حقیقی نہیں یا آئینہ میں عکس کی مانند ہے یا نظری دھوکہ ہے۔

۲۔ سایہ کیا ہے سورج کا عکس ہے۔ سایہ دیکھ کر حیران نہیں ہونا چاہیے۔

۳۔ آدم کیا ہے نور ازل کا عکس ہے۔ عالم کیا ہے بحر بیکراں کی ایک موج ہے۔

۴۔ عکس نور سے کب جدا ہو سکتا ہے اور موج کب سمندر سے علیحدہ ہو سکتی ہے۔

۵۔ اس عکس (آدم) اور موج (جہان) کو سمندر کا عین سمجھو کیونکہ یہاں دوئی و کثرت

محال ہے۔

۶۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بحر ذات لاتعین میں مستغرق ہو جاتے تھے تو باہر

۱۔ کلام کی بلند ملاحظہ ہو۔ چارے ہم مشرب و لادگان سماع ذرا غور فرمادیں کہ اس وقت

کے قوالوں اور سماع سننے والوں کا معیار کس قدر بلند تھا اور کس قدر اعلیٰ و ارفع مضامین

کو سماع میں پیش کیا جاتا ہے۔ آج کل یہ حالت ہو گئی ہے کہ پھر فلمی قسم کے گانوں پر صوفیان

باصفا کو حال آجاتا ہے اور ادنیٰ قسم کے قوالوں کی حوصلہ افزائی کر کے مشرب و معیار اہل

اللہ کو خراب سے خراب تر کر رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ تربیت کی اشد ضرورت ہے۔



آنے کی خاطر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے تھے کہ میرے ساتھ بات چیت کرو تاکہ حالت فنا فی اللہ سے نکل کر دنیٰ میں آسکیں۔ لیکن جب ذات میں فنا ہونے کا شوق ہوتا تھا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے تھے کہ اذان دے کر مجھے تکیں دو۔ یہ حدیث پاک ہے اور شعر ہذا میں صنعت تلمیح کے طور اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ لا الہ الا اللہ سنتے ہی لا موجود فی الکون الا ہو کی حالت آپ پر طاری ہو جاتی تھی۔

۸۔ اے جامی اب خاموش ہو جا اور راز الہی افشا نہ کر۔ قال چھوڑ دے اور حال میں کوشش کر۔

اس غزل پر حضرت اقدسؒ پرمگر یہ اور ذوق و شوق طاری ہوا۔ اس کے بعد قولوں نے مندرجہ ذیل غزل شروع کی ہے

الآن ان عرفت علی ما علیہ کان	الکان حسن بود نبود از جہاں نشان
فانکل واحد تجلی بکل شان	اعداد کون و کثرت صورت نمائیش
نام تنوعات ظہور ش بود جہاں	نوریت محض کردہ باوصاف خود ظہور
رمز نیست کس مگو و حدیثیت کس شان	جانی کشیدہ دار زباں را کہ سر عشق

ترجمہ ۱۔ جلب اس جہان کا نام و نشان بھی نہ تھا اس وقت حسن ازلی جلوہ گر تھا۔ اب اس حسن کا ظہور ہے اور ہمیشہ پچھانا جا چکا ہے۔ اس شعر میں صنعت تلمیح ہے اور حلاوت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لا الہ الا اللہ و لم یکن معہ شأ الا ان کما کان کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ یہ تمام تعینات یعنی کثرت اشیا نمائشی صورتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی ایک

۱۔ بندی مضمون کے لحاظ سے یہ غزل بھی بہت اعلیٰ ہے اور اس وقت کے حضرات کے ذوق سماع کی سچی گواہی دیتی ہے۔ کاش کہ آج کل کے مشائخ حضرات قوالوں اور سماع سننے والوں کا معیار و ذوق کا سماع بلند کرنے کی سعی کریں۔

ہر شان میں جلوہ نما ہے۔

۳۔ یہ جہاں اس نورِ محض کی صفات کا ظہور ہے اور تعینات کے اظہار کا نام جہاں ہے۔

۴۔ اے جامی خاموش رہ اور رازِ حقیقت بیان نہ کر۔ کیونکہ یہ راز نہ کوئی سمجھ سکتا ہے نہ بیان کر سکتا ہے۔

ان اشعار پر حضرت اقدسؒ پر وجد کی سی حالت طاری ہوئی اور وہ فوراً شوق سے سر داییں بائیں طرف ہلا رہے تھے۔

اس کے بعد یہ کافی کافی گئی۔

میں توشا ہنشاہ دے چاک مجھیندا میں تاں تیدی دے توڑ پاتی دے میاں

میں تاں تیدی بڑی رسال جتین سینے سا میں توشا ہنشاہ دے تو پاک مجھیندا

(پیر اپنی بھینسوں کے نوکر رانجھا کو مخاطب کر کے کہہ رہی ہے کہ بظ بر تو تم چاک یعنی نوکر ہو لیکن باطن تم شہنشاہ ہو۔ میں تیری ہو چکی ہوں۔ ہمیشہ کے لیے پہچان لو میرے دوست۔ جب تک تن میں سانس ہے میں تیری باندی (غلام) ہوں اے میرے غلام نما آگیا)۔ اس کافی پر بھی حضرت اقدسؒ پر کیفیت طاری ہوئی لیکن باقی صوفیاء پر اس قدر غلبہ حال ہوا کہ ان کی ہوسا کی آوازیں دور تک سنائی دیتی تھیں۔ اس سے تمام اہل مجلس پر ذوق و شوق طاری ہوا۔

اس کے بعد قوالوں نے یہ نعت پڑھی۔

اے مہرِ خوش بقا سلام علیک آفتابِ ہدائے سلام علیک

ہر دم از حق تبارسد پینام انے نبی خدا سلام علیک

عے حسد امی و مہر و ماہ گویند سرورِ انبیاء سلام علیک

دو جہاں از طفیل تو پیدا اے شہِ دوسرا سلام علیک

دیدہ او حدی بخاکِ درت گوید اے تو تیا سلام علیک

۱۔ اوسدی ہر خواجہ غلامِ فخر الدین قدس سرہ کا تخلص ہے جو حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کے



ترجمہ ۱۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے حضرت اوحیٰ مناجات کرتے ہیں کہ اے حسن و خوبی کے درخشندہ مابتاب تجھ پہ لاکھوں سلام اور پدا میت کے آفتاب تجھ پہ لاکھوں سلام۔

۲۔ حق تعالیٰ سے ہر لحظہ تجھ پر یہ پیغام نازل ہوتا ہے کہ اے خدا تعالیٰ کے نبی تجھ پر لاکھوں سلام۔

۳۔ مائے سرور خراں جب تو خراں خراں چلتا ہے تو سورج چاند تارے کہتے ہیں۔ اے سرور انبیاء تجھ پہ لاکھوں سلام۔

۴۔ دونوں جہاں تیرے طویل وجود میں آئے۔ اے دونوں جہانوں کے بادشاہ تجھ پر لاکھوں سلام۔

۵۔ تیرے در کی خاک کو مخاطب کر کے مجد اوحیٰ کی آنکھیں یہ کہتی ہیں کہ اے میرے سرمہ نورا فرا تجھ پہ لاکھوں سلام۔

اس مولود پر حضرت خواجہ محمد بخش صاحب پر کیفیت طاری ہوئی اور گریہ کرتے رہے۔ اس کے بعد ختم شریف پڑھا گیا۔ حضرت اقدسؒ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور مجلس ختم ہو گئی۔ تبصر کے وقت جب یہ اوراق حضرت اقدسؒ کے پیش کیے تو احقر نے ”سلام علیک“ یعنی میم پر تنوین ڈال تھی۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔ تنوین سے وزن بڑھ جاتی ہے میم پر خالی صنفہ (پیش) کافی ہے یعنی ”سلام علیک“ پڑھنا چاہیے۔

## مقبوس ۱۲ بوقتِ چار روزِ دو شنبہ ۱۲ اربع الاول ۱۳۱۲ھ

محفل سماع | آج حضرت خواجہ قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیاراوشی

بقیہ۔ بڑے بھائی اور پیر تھے۔ دیوان اوحیٰ اسرار و رموز توحید میں بلند پایہ کلام کا مجموعہ ہے جس کی طباعت از سر نو کی سخت ضرورت ہے۔ امید ہے احقر مترجم یہ کام بھی کرے گا۔

کاکی قدس سرہ کے عرس کا دن تھا۔ لوگ کثرت سے جمع تھے اور قال اپنے ساز و سنان سمیت قوالی میں سرگرم تھے۔ اس اثنا میں حضرت اقدس اور صاحبزادہ محمد بخش صاحب تشریف لائے۔ قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے

شرف را بہ تیغ غم کشی و خون اوریزی بہ قطرہ کہ از خوش چکد حرف و فنا خیزد  
اس غزل کا ایک شعر یہ ہے

مپنداری کہ عشق تو رود از دل عاشق چوں میر و مبتلا میر و چو خیزد مبتلا خیزد

ترجمہ ۱۔ خواہ بوعلی قلندر بن کا پورا نام شرف الدین بوعلی قلندر ہے اور جو حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے ایک خلیفہ کے خلیفہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے دوست اگرچہ تو مجھے غم کی تلوار سے قتل کرتا ہے اور میرے خون پے زمین کو رنگین کرتا ہے لیکن میرا یہ حال ہے کہ غایت تسلیم و رضا میں بہ قطرہ خون جو زمین پر گرتا ہے اس سے لفظ ”وفا“ لکھا جاتا ہے۔

۲۔ اے محبوب یہ خیال مت کر کہ تیرے عشق سے کسی وقت عاشق کا دل خالی ہوتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عاشق جب مرتا ہے تو عشق میں مبتلا مرتا ہے اور جب قیامت میں زندہ ہوگا تو عشق میں مبتلا ہو کر زندہ ہوگا۔

اس غزل پر بھی حضرت اقدس گریہ فرما رہے تھے لیکن صوفیا حضرات حالت وجد میں اگر جوش و خروش کے ساتھ رقص کر رہے تھے۔

اس کے بعد یہ نعت پڑھی گئی

بی حبیب عربی مدنی قشری کہ بود درد و غمش مایہ شادی و خوشی

فہم رازش چہ کتم او عربی من عجی لاف عشقش چہ زخم او قرشی من حبش

گرچہ صدمہ ملہ در دست ز پیش نظرم وجہہ فی نظری کل عن راہ و عشی

جامی ارباب و فنا جزرہ عشق نروند شرم بادت کہ ازین راہ قدم باز کشی

ترجمہ ۱۔ میرا محبوب عربی ہے، مدنی ہے، قریشی ہے اور اس کا غم میرے لیے باعث شادی

و خوشی ہے۔



- ۲۔ میں اس کی حقیقت کا راز کیسے معلوم کر سکتا ہوں۔ وہ عربی ہے میں بھی ہوں۔ اس کے عشق کا دعوے کیسے کر سکتا ہوں کہ وہ اعلیٰ نسب قریشی اور میں حبشی ہوں۔
- ۳۔ اگرچہ میرا محبوب سو منزل دور ہے لیکن میری نظر جمع شام اس کے رخِ اُور پر ہے۔
- ۴۔ اے جامی اہلِ وفا عشقِ رسولؐ کے سوا دوسرا راستہ اختیار نہیں کرتے۔ تیرے لیے کس قدر شرم کی بات ہے کہ اس کے راہِ عشق میں تو سست رفتار ہے۔
- اس نعت پر بھی حضرت اقدسؒ پر کیفیت طاری ہوئی۔ جب قال خاموش ہوئے تو حافظِ قرآن نے ختم شریف پڑھنا شروع کیا۔ اس وقت بھی حضرت اقدسؒ پر حالت طاری تھی اور اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے رومال تر ہو گیا۔ جب مجلس پر خاست ہوئی تو اکثر لوگ چلے گئے لیکن حضرت اقدسؒ اسی جگہ بیٹھے رہے۔ اس آشنا میں حضرت خواجہ قطب الاقطاب قدس سرہؒ کی خانقاہ مبارک (دہلی) سے جو مجاور آئے ہوئے تھے انہوں نے حاضر ہو کر قدیمانہ دستور کے مطابق دستار تبرک پیش کی۔ اس وقت حضرت اقدس تبرک کے ادب کی وجہ سے راستہ قد کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ مجاوروں نے دستار آپ کے سر پر باندھی اور چند کاک (خشک نان جو خواجہ قطب الدین قدس سرہؒ کی کرامت سے ظاہر ہوئے۔ مجاور اسی شکل کے نان تیار کر کے اہل سلسلہ کو عنایت کرتے ہیں) بھی پیش کیے۔ اُسی شب حضرت سلطان المشاخؒ محبوب الہی قدس سرہؒ کی خانقاہ (دہلی) کے مجاوروں نے بھی تبرکات پیش کیے۔ حضرت اقدسؒ نے پہلے مجاوروں کو چالیں او دوسرے کو ساٹھ روپے پیش کیے (جو آج کل کے دوہین ہزار روپے کے برابر ہونگے)۔

## مقبولؒ :- بوقتِ مغرب شنبہ اربع الاول ۱۲۸۷ھ

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ مرید ہونے والوں کو بلاؤ۔ یہ سن کر خادم لوگ باہر دوڑتے ہوئے گئے اور بہت سے لوگوں کو اندر لے آئے جو شوقِ ارادت میں ماہی بے آب

کی طرح تڑپ رہے تھے۔ آپ نے رومال پھیلا کر فرمایا کہ سب لوگ اس رومال کو پکڑ لو اور نamos ہو کر بیٹھ جاؤ۔ حضرت اقدس نے بھی رومال کا ایک کونہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور سرنگوں ہو کر مراقب ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے سر اٹھا کر فرمایا کہ سب کہو ہم توبہ کرتے ہیں تمام گناہوں سے اور یہ کلمات تین بار دہرائے۔ اور مریدوں نے بھی تین بار توبہ کی۔ اس کے بعد آپ نے رومال اٹھا کر فرمایا نماز ہمیشہ پڑھا کرو اور ہر نماز کے بعد دس بار درود شریف اور دس بار سورۃ اخلاص اور نماز عشاء کے بعد ایک سو بار کلمہ طیبہ کا ورد کیا کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو عورتیں بیعت ہونا چاہتی ہیں ان کو بھی لے آؤ چنانچہ ایک خادمہ دوڑ کر ان کو لے آئی۔ ان کو بھی اسی جگہ بٹھا کر اسی طرح رومال کے ذریعے بیعت کیا۔ اور وظیفہ تلقین فرمایا۔ لیکن ان کو نماز پڑھنے کی زیادہ تاکید فرمائی۔ اس کے بعد ایک شخص نے وظیفہ کی درخواست کی تو آپ نے اس کو بھی ایک دو وظائف تعلیم فرمائے اس کے بعد فرمایا کہ یہاں کوئی ذکر جبری کرنے والا بیٹھا ہے۔ خادم نے عرض کیا کہ جی ہاں مولوی رکن الدین بیٹھے ہیں۔ اس وقت اس احقر کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ اس آدمی کو ذکر جبری کا طریقہ بتا دو۔ یہ خادم اٹھا اور علیحدگی میں جا کر اسے ذکر جبری تعلیم کیا۔

## مقبول ۲۲۔ بوقت شب پینچشنبہ اربع الاول ۱۳۱۲ھ

نرمی و رقت قلب کا وظیفہ | اس وقت ایک طالب علم نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور نرمی اور رقت قلب کے لیے کوئی وظیفہ عنایت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا میاں فقیر! نماز مغرب کے بعد تین ہزار گیارہ مرتبہ ذکر اسم ذات بیا اللہ بیا اللہ بیا اللہ پڑھا کرو۔

## مقبول ۲۳۔ بوقت شب پینچشنبہ اربع الاول ۱۳۱۲ھ



رأیت یہاں پہنچے حضرت خواجہ کے زمانے میں نکالنے کی کسی اجازت تھی | حضرت اقدس

وضو کر کے اٹھے اور مسجد جا کر خود اقامت کہی اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ وظائف پڑھتے رہے اور کبھی کبھی حاضرین مجلس سے بھی بات چیت کر لیتے تھے۔ ہر شخص اپنے مطلب کی بات کر رہا تھا اور جواب حاصل کر رہا تھا۔ اس اثنا میں میاں محمود بخش سکندر گڑھی نے عرض کیا کہ حضور ہمارے شہر میں شیعہ اور رافضی لوگ روز بروز اپنی ناپسندیدہ حرکات تیز کر رہے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی تذلیل کرتے ہیں۔ عاشورہ کے دن انہوں نے تازیہ نکالا۔ چہلم کے دن بھی انہوں نے دوبارہ تازیہ نکالا اور ماتم کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ عاشورہ کے بعد سات جمعہ تک ہر شب جمعہ وہ لوگ جمع ہو کر مجلس قائم کرتے ہیں۔ مرنیے پڑھتے ہیں اور صحابہ کرام کی مذمت کرتے ہیں۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان میں سے دو تین سید ہیں۔ ایک دایہ ہے جس کا نام حیات دایہ ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے لوگ ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ان گمراہ لوگوں کی گرفتاری کے متعلق وزارت کی طرف سے ہرافر کے نام قطعی احکام جاری ہو چکے ہیں۔ جب مخدوم اوی شریف کو تعزیر نکالنے کی اجازت نہیں ملی تو اور کون ہوتے ہیں۔

مقبوس ۴۵ قوت شب شنبہ بایع الاول ۱۳۱۲ھ

شیخ محمد کمال کھٹیار | حضرت اقدسؒ تبلیغ ہاتھ میں لیے وظائف پڑھ رہے تھے۔ گاہ بے بگا ہے حاضرین مجلس سے بھی مخاطب ہو جاتے تھے۔ اس اثنا میں دربان نے اگر عرض کیا کہ سندھ سے بزرگان کپڑا والہ کی اولاد میں سے ایک شخص آیا ہے۔ جس کے ہمراہ دو اور آدمی ہیں وہ حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اندر لے آؤ۔ انہوں نے اگر قدم بوسی حاصل کی اور بیٹھ گئے۔ آپ نے مزاج پرسی

کے بعد فرمایا کہ کس طرح آنا ہوا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت باہو سلطان قدس سرہ جو ہمارے پیران پیر ہیں، کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں۔ چونکہ گھر سے روانہ ہو چکے ہیں یہ ارادہ ہوا کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضور بھی ہمارے راستے میں ریل گاڑی کے موقع پر قیام پذیر ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ طریقت کے بارے میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا آج یہاں رہو۔ کل جو کچھ دریافت کرو گے انشاء اللہ تعالیٰ جواب ضرور دوں گا۔ اس کے بعد ان کو اپنی قیام گاہ پر لے جایا گیا۔ بعد ازاں حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ محمد کھٹپار والہ جو اس نووارد کے دادا ہیں بڑے بزرگ تھے اور سندھ کے اکثر مشہور و معروف خاندان جو ارباب فقر ہیں ان کے مرید ہیں۔ شیخ محمد کامل قدس سرہ حضرت مخدوم موسیٰ شاہ صاحب لوح والہ کے مرید ہیں اور خرقہ خلافت و تکمیل مخدوم محمد صدیق سیڑہ قدس سرہ سے حاصل کیا۔ حضرت مخدوم موسیٰ شاہ صاحب حضرت سلطان باہو قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے جن کا مزار شورکوٹ کے قریب زیارت گاہ خلق ہے۔ سلطان باہو قدس سرہ حضرت سید عبدالرحمن دہلوی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ سلطان باہو کے فقر کا اظہار اس وقت ہوا جب آپ کے پیر کا نام ان کے نام سے مشہور ہوا چنانچہ ان کو سید عبدالرحمن سلطان باہو کہتے ہیں۔

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کس سلسلہ طریقت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ سلسلہ عالیہ قادریہ سے۔

اپنے پیر کے علاوہ کسی در بزرگ سے فیض حاصل کرنا | اس کے بعد حاضرین مجلس میں سے ایک

شخص نے عرض کیا کہ حضور یہ جو عام مشہور ہے کہ ایک پیر دو سرا مرشد یہ کس طرح ہے آپ نے فرمایا کہ یہ بات جاہل لوگوں میں بہت غلط مشہور ہو گئی ہے۔ کہ ایک پیر لینا چاہیے اور دو سرا مرشد۔ ان کی اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک دل اللہ سے بیعت کی ہے اور اس کے پیروں سے ہو گئے یا پیر اور مرید کے درمیان



اس قدر مفارقت اور مسافت واقع ہو گئی ہے کہ مرید کے لیے پیر کی خدمت میں حاضر ہونا مشکل ہے تو وہ پیر سے جدا ہوا ہوا شخص کسی دوسرے شیخ کامل مکمل کی خدمت میں حاضر ہو کر اسرار توحید اور حقائق و معارف کی تعلیم و تربیت حاصل کر کے سلوک کے تمام مراتب طے کر چکا ہے اور خرقہ خلافت حاصل کر چکا ہے تو یہ دوسرا شیخ اس کے آدمی کا مرشد کہلائے گا۔ کیونکہ لفظ مرشد مشتق ہے ارشاد سے۔ جس کے معنی ہیں راہ دکھانا چونکہ اس آدمی نے اس شیخ کی امداد اور عنایت سے ہدایت و معرفت حاصل کی ہے لہذا یہ شیخ اس کے مرشد ہیں اور وہ شیخ جن سے اس نے پہلے بیعت کی تھی اس کے پیر کہلائیں گے۔ پیر اور مرشد میں فرق اسی وجہ سے ہے۔ لیکن اگر کسی شخص نے سلوک کے تمام مدارج اس شیخ کے ہاں طے کیے ہیں جن سے وہ شروع میں بیعت ہوا تھا اور خرقہ خلافت بھی ان سے حاصل کیا ہے تو اس کے پیر اور مرشد وہی ایک شیخ ہوں گے۔ یہ بات صرف جاہلوں میں مشہور ہو گئی ہے۔ ضرور بالضرور ایک پیر لینا چاہیے اور ایک مرشد۔ خواہ پہلا پیر موجود کیوں نہ ہو۔ دوسرا مرشد ضرور لینا چاہیے۔ ان کا یہ خیال غلط ہے اس کے بعد ایک شخص نے دریافت کیا کہ قبلہ کیا عرب میں بھی تمام سلاسل موجود ہیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عرب میں سب سے زیادہ غالب اور جاری سلسلہ شاذلیہ ہے جس کی ابتداء حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ سے ہوئی۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر مغربیہ ہے۔ جس کے بانی حضرت شیخ ابو مدین مغربی قدس سرہ ہیں۔ سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ بھی عرب شریف میں پائے جاتے ہیں۔

علمائے دیوبند کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ | اس کے بعد فرمایا کہ عربستان میں سلسلہ چشتیہ زیادہ تر حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ کی بدولت پھیلا ہے جو چشتی صابری ہیں۔ آپ کا اصلی وطن ہندوستان میں مقام پانی پت ہے۔ لیکن انگریزوں کی مخالفت کی وجہ سے آپ ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں کہے جاتے امن و حسن حصین ہے، قیام پذیر ہو گئے۔ ان کے ساتھ مولوی رحمت اللہ بھی تھے جو بہت بڑے عالم تھے اور آپ

فوت ہو گئے ہیں لیکن حاجی امداد اللہ صاحب جو بہت کامل بزرگ ہیں زندہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا۔ دیوبند، دہلی، سہارنپور اور گنگوہ کے اکثر جید علماء حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم  
بھی حاجی صاحب کے مرید اور

خلیفہ اکبر ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہم۔ (حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کا مقام پیدائش ممکن ہے بقول حضرت خواجہ علیہ رحمۃ پانی پت ہو۔ لیکن بعد میں آپ تھانہ بھون میں رہتے تھے جو سہارنپور کے قریب ہے۔ پہلے آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مرید ہوئے۔ وصال شیخ کے بعد آپ حضرت شیخ میاں جیونور محمد جھنجھی نوی قدس سرہ کے ہاتھ پر مرید ہونے سے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں داخل ہو گئے۔ اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوتوی مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے حکم پر جاری ہوا۔ ہندوستان سے ہجرت کی وجہ یہ تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند فرمایا اور فوج تیار کر کے ان کے خلاف لڑتے رہے اور کئی ایک مقامات پر فتح بھی حاصل کی۔ ان تمام معرکوں میں سے شامل کی جنگ زیادہ مشہور ہے جہاں آپ کی فوج نے انگریزی فوج پر فتح حاصل کی تھی۔ لیکن جب بالآخر انگریز غالب آ گئے اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے تو آپ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔ لیکن مولانا رشید احمد صاحب گرفتار ہو گئے تھے اور کافی عرصہ جیل میں

۱۔ حضرت خواجہ صاحب کے اس محفوظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے خلیفہ اور اہل طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات ان کو غلط فہمی سے دہمائی کہتے ہیں۔



میں رہنے کے بعد رہا ہوئے۔ جس جہاز میں حضرت حاجی صاحب سفر کر رہے تھے۔ اس کا کیپٹن ایک جرمن افسر تھا جس کا نام مولٹکے (MOLTKE) تھا۔ جب اس نے ٹکٹ طلب کیے تو حاجی صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر مٹی کے ڈھیلے جو استجا کی خاطر رکھے تھے نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیئے۔ اس کے ہاتھ میں جاتے ہی وہ ڈھیلے سونا بن گئے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ افسر مسلمان ہو گیا اور جہدہ پہنچ کر استغفار دے دیا اور حضرت شیخ کے مریدین میں شامل ہو گیا اور بڑے مراتب کو پہنچا۔ انہوں نے مکہ معظمہ میں ایک مشک خرید لی تھی۔ جب دو آنے رقم جمع ہو جاتی تھی تو مشک رکھ کر یاد خدا میں مشغول ہو جاتے تھے۔ حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی کرامات دیکھ کر شریف حسین والی حجاز آپ کا بڑا معقد ہو گیا تھا۔ اسی طرح خدیو مصر کا پیر جب مکہ معظمہ آیا تو حاجی صاحب کی عظمت و ولایت دیکھ کر نہ صرف خود مرید ہوا بلکہ اپنے تمام مریدین کو بھی حکم دیا کہ آج سے تم سب حاجی امداد اللہ کے مرید ہو۔ حتیٰ کہ مصر جا کر اس نے خدیو مصر کو حکم دیا کہ تم بھی غیبی طور پر حاجی صاحب سے بیعت کر لو۔ خدیو مصر کے پیر کی بدولت سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ امدادیہ بلاد عرب میں بہت پھیلا۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر رضی اللہ عنہ کی بدولت بھی سلسلہ چشتیہ عربستان میں پھیلا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب شریف میں فرید اور صابریہ نام کثرت سے رکھے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کو بھی سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت حاجی امداد اللہ مہاجر کی سے مقام مکہ معظمہ ملی تھی۔ (مترجم)

## مقبوس ۴۸ :- بعد از نماز مغرب و شنبہ یکم ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس نے وظائف سے فارغ ہو کر ایک سفید ریش آدمی کو اس طرح بیعت فرمایا کہ اس کو اپنے سامنے بٹھا کر دیر تک مراقبہ کیا آپ اس وقت اس کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے ہوئے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کہو۔

لا اله الا الله محمد رسول الله ط مری نے کلمہ پڑھا۔ اس کے بعد  
تین بار توبہ کرائی۔ اسی طرح ایک آدمی کو بھی آپ نے بیعت کیا۔

## مقبوس بہ وقت عصر بوشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ

**انبیاء و ملائک کی تصاویر** | دولت پابوسی نصیب ہوئی۔ حضرت اقدس  
کے ہاتھ میں ایک تختہ تھا جس پر حضرت  
جبرئیل علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں تھیں اور ملاحظہ فرمائیے  
تھے۔ اس آشنا میں مولوی غلام احمد اختر نے حاجی عمر خان سے کہا کہ دیکھو حضرت جبرئیل  
علیہ السلام کے ہاتھ انگلیاں اور انگلیوں کے سرے (انامل) بعینہ حضرت خواجہ  
صاحب علیہ رحمۃ کے ہاتھ انگلیوں اور انامل کی طرح ہیں۔ حاجی عمر خان نے کہا واقعی  
اسی طرح ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ چند انبیاء علیہم السلام کی تصاویر دیکھنے کا موقع  
ملا ہے۔ ان کے ہاتھ اور انگلیاں بھی اسی طرح تھیں۔ جب حضرت خواجہ علیہ رحمۃ  
نے یہ بات سنی تو ایک سرد آہ نکالی اور یہ مصرع پڑھا۔ ع  
بداں را بہ نیکان بہ بخشد کریم  
(بروں کو نیکوں کی بدولت کریم بخشا ہے)

**بائیس خواجگان** | اس کے بعد مولوی مذکور نے دست بستہ ہو کر عرض کیا  
کہ اس غلام کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مہتر جبرئیل کیا چیز ہے  
اور انسان کی صورت میں کیوں متمثل ہوتے تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا وہ ایک  
مقرب فرشتہ ہیں جو حق تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان احکام شریعت  
پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ نیز حضرت جبرئیل علیہ السلام بائیس خواجگان میں سے ایک خواجہ  
بھی ہیں۔ یہ بات سن کر راقم الحروف نے عرض کیا کہ قبلہ یہ بائیس خواجگان کون کون ہیں  
آپ نے فرمایا کہ وہ خرقہ جو معراج کی شب درگاہ رب العزت سے حضرت رسول کریم



صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ حضرت علیؑ نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ امین الدین ہمسیرہ بصریؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ علی حمزاد دیوریؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ ابواسحاق شامی حشتیؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ ابوالاحمد ابدال حشتیؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ ابو محمدؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ ابویوسفؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار داوشیؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ نظام الدین دایونیؒ کو۔ انہوں نے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کو عطا فرمایا۔ اور حضرت خواجہ نصیر الدینؒ وہ خرقہ معراجیہ اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ بانیس خواجگان جن کو خرقہ معراجیہ عطا ہوا۔ یہی حضرات بلند درجات ہیں۔ چنانچہ پہلے خواجہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ دوسرے خواجہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تیسرے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ چوتھے حضرت خواجہ حسن بصریؒ اور بانیسویں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت غوث اعظم حضور سلطان الاولیاء رحمہ اللہ شیخ قاضی الحاجات صاحب روضہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ تک اکیس خواجگان ہوتے ہیں۔ پس بانیسویں خواجہ اگرچہ یہ بات ظاہر کرنے کے قابل نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ بانیسویں خواجہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ وصال کے وقت حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے وصیت

تبرکات کا دفن کرنا

کی تھی کہ ان تبرکات کو جو مجھے اپنے شیخ حضرت محبوب الہی قدس سرہ سے ملے ہیں۔ میری قبر کے اندر سرہانے کی طرف دفن کر دینا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مزار کے سرہانے کی طرف کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک تو یہ خرقہ معراجیہ تھا۔ باقی ایک دستار تھی۔ ایک لکڑی کا پیالہ (کاسہ چوبین)۔ ایک عصا۔ ایک سیب۔ ایک جوڑا نعلین چوبین (لکڑی کا جوتا) تھے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ سیب کو میری انگلی پر باندھ دینا اور باقی تبرکات کو میرے سرہانے کی طرف دفن کر دینا۔

خرقہ معراجیہ کی حقیقت | اس کے بعد اس احقر نے دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ حضور وہ خرقہ معراجیہ کپڑا تھا یا کوئی اور چیز تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ وہ خرقہ معراجیہ ایک باطنی چیز ہے اور راز مخفی ہے۔ کپڑے اور اشیائے محسوسہ میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ خرقہ کپڑے کی ایک قسم تھا اور اسے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے خواجہ حسن بصریؒ کو عطا فرمایا اور دست بدست خواجہ نصیر الدین تک پہنچا تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ صرف ان حضرات کو خرقہ ملا لیکن حضرت امام حسنؒ، امام حسینؒ اور دیگر ائمہ سادات اور باقی مشائخ عظام محروم رہ گئے۔ اس سے ہمارے مشائخ عظام کی ائمہ سادات اور دیگر مشائخ عظام پر تفصیل اور ترجیح لازم آتی ہے۔ اس لیے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ خرقہ معراجیہ ایک مخفی راز ہے۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ہر اس شخص کو ملا جو اس نعمتِ عظمیٰ کے لائق تھا۔ اس سے تمام اشکال ختم ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور جب وہ خرقہ معنوی تھا اور محسوسات میں سے نہیں تھا تو اس کے دفن کرنے کے کیا معنی ہوئے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ خرقہ معراجیہ ایک قسم کی خصوصیت تھی جو بے شک ان بائیس حضرات کے ہوا کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ اور اس خصوصیت کو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی اپنے ساتھ



قبریں لے گئے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور جب فقر و ولایت کا انحصار اس خرقہ معراجیہ پر ہے اور وہ چیز حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی پر ختم ہو گئی تو پھر ہمارے باقی مشائخ عظام اور پیرانِ طریقت کو دولت و ولایت اور فقر کیسے حاصل ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ ولایت کا انحصار خرقہ پر نہ تھا۔ یہ ولایت کی ایک خصوصیت کا نام ہے اور وہ چیز خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی پر ختم ہو گئی۔ لیکن ولایت اور فقر اپنے تمام شیون اور کمالات کے ساتھ حضرت خواجہ نصیر الدین سے ہمارے مشائخ عظام میں جاری اور نافذ ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ تبرکات محسوسہ کہ جن کے بارے میں حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی نے دفن کرنے کی وصیت فرمائی تھی حضرت سلطان المشائخ کی طرف سے ان کو عطا ہوئے تھے۔

اس کے بعد حضرت اقدس **وسائط فیضان بین الحق والانسان الکامل** نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ

اور انسان کامل کے درمیان چند واسطے ہیں کہ جن کے ذریعے فیضان انسان کامل تک پہنچتا ہے۔ پہلا واسطہ جماعت میمنہ ہے۔ دوسرا واسطہ جماعت کردین ہے۔ تیسرا واسطہ روح اعظم ہے۔ چوتھا واسطہ روح القدس یعنی جبریلؑ ہے اور جبریل علیہ السلام آخری واسطہ ہیں۔ چنانچہ ہر فیض جو انبیاء علیہم السلام پر وارد ہوتا ہے۔ جبریل علیہ السلام کے واسطے سے وارد ہوتا ہے اور خود جبریل علیہ السلام مندرجہ بالا وسائط سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ چونکہ جبریل علیہ السلام انسان کامل سے قریب تر ہیں اس لیے صورت انسان میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ایک شخص نے عرض کیا کہ **ملائکہ مذکور ہیں یا مومنث** تصویر میں جبریلؑ کو امرد (بے ریش لڑکا) اور خواتین کی صورت میں دکھایا گیا ہے۔ یہ اچھی بات نظر نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا چونکہ ملائکہ پیدائشی طور پر تذکیر و ثانیث (مذکر و مؤنث) سے پاک ہیں اس لیے ان کی تصویر امرد کی صورت میں بنائی گئی ہے۔ کیونکہ امرد کی صورت مرد اور عورت دونوں

کے لیے مشترک ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ملائکہ جو صورت چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ اس لیے جبریل علیہ السلام کبھی حضرت وحیہ کلبی (صحابی رسول اللہ) کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ جن کی وارثی بھی تھی، اور کبھی کسی اعرابی (دیہاتی) کی صورت میں ظاہر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان - اسلام - قیامت اور احسان کے متعلق سوالات کیے۔ ممکن ہے کہ تصویر بنانے والے نے جبریل علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اُمر کی صورت میں دیکھا ہو اور اس طرح تصویر کھینچ لی ہو۔ نیز فرمایا کہ ہندو لوگ ملائکہ کی تذکیر و تانیث کے قائل ہیں۔ شاید اسی وجہ سے قرآن شریف میں آیا ہے کہ ان الذین لا یؤمنون یؤمنون الملائکۃ تسمیۃ الانثی (کافر لوگ ملائکہ کے نام عورتوں جیسے رکھتے ہیں) اس اثنا میں مولوی غلام احمد نے دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ قبلہ شاید ہندوؤں کے نزدیک ملائکہ کی تذکیر و تانیث ان کے تاثیر و تاثر کے اعتبار سے ہو۔ آپ نے سر ملا کر مثبت میں جواب دیا اور پھر وضو کرنا شروع کیا۔ ایک آدمی نے قریب ہو کر آہستہ سے کوئی بات کی۔ جواباتی لوگ نہ سن سکے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے از رو کرم فرمایا کہ اب یہ جوان ایک نیا مسئلہ بھیا ہے۔ یہ سنتے ہی ہم لوگ حضرت اقدس کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب مدارج النبوت میں لکھا دیکھا ہے کہ جب حضرت بابی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو ان کے لیے قبر تیار کی گئی لیکن قبر میں انار نے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر جا کر ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور فرشتوں کو آواز دی کہ خوبصورت عورتوں کی شکل اختیار کر کے اس کے نزدیک آؤ۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا کہ اس واقعہ کے بعد اب فرشتے تمام عورتوں کے ماس زمانہ شکل اختیار کر کے آتے ہیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ چیز صرف ان کے لیے مخصوص تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ مدارج النبوت بہت مستند کتاب ہے جو سید عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے۔



## دیوان معین کی حقیقت

اس پر مولوی مذکور نے کہا کہ کتاب معارج النبوت بھی عجیب چیز ہے۔ فرمایا ہاں اس کے اندر چاشنی بہت ہے اور ملا معین صاحب واعظ کی تصنیف ہے۔ ان کا ایک دیوان بھی ہے۔ جس کا نام دیوان معین ہے اور چھاپے خانے والوں نے زیادہ بکری کی جھڑ اس دیوان کو شیخ الاسلام خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین جمیری قدس سرہ سے منسوب کر دیا ہے حالانکہ اس کے مصنف ملا معینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اسی طرح محی کاشی کے دیوان کو انہوں نے حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے منسوب کر دیا ہے۔ اس کے بعد حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی نے دریافت کیا کہ محی کاشی بھی درویش ہیں یا نہیں۔ فرمایا وہ درویش اہل باطن نہیں ہے بلکہ صرف شاعر ہوا ہے۔ لیکن ملا معین صاحب معارج النبوت درویش تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نقشبندی تھے کیونکہ وہ مولانا جامی کے اصحاب و مریدین میں سے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تفسیر نقرہ بھی ان کی تالیف ہے۔

## بندش کشف کی ایک وجہ

اس کے بعد نماز مغرب باجماعت ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد ایک شخص نے جو احمد پور شرقیہ سے آیا تھا۔ بادام پیش کیے۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا یہ باغبان ہے۔ ان کا والد میاں محمد علی سرکاری باغبان تھا جو ہمارے شیخ حضرت محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرید خاص تھا اور ذکر جہری بہت کرتا تھا۔ ایک دن اس نے میرے پاس آکر کہا کہ مجھے کشف بہت ہوتا تھا اور شہر میں جو واقعہ ہوتا تھا اس کا علم مجھے آوازِ مغیب یا القار کے ذریعے پہلے ہو جاتا تھا۔ لیکن اب یہ چیز بند ہو گئی ہے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ مولوی غلام احمد نے عرض کیا کہ شاید کشف بند ہونے کا سبب ترقی و راج ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی تقریر سے یہی معلوم ہوتا ہے

## مقبولش: بوقت مغرب چھٹنبہ ۴۴ اربع الاول ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس وضو فرما کر اٹھے ہی تھے کہ ایک شخص  
دعا کے نور کی اجازت

کر لایا ہوں۔ حضور مطالعہ فرما کر درستی فرمادیں اور پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔  
آپ نے وہیں کھڑے ہو کر وہ دعا پوری پڑھی۔ تین غلطیاں درست فرمائیں اور فرمایا  
کہ ہر نماز پنجگانہ کے بعد یہ دعا ایک دفعہ پڑھا کر دو۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ  
حضور اس دعا کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھا جاتا ہے۔ فرمایا یہ دو در شریف دعا کے بعد پڑھا  
جاتا ہے۔ اس وقت یہ درود شریف دعا کے ساتھ لکھ دیا گیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی  
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَّ عَلَيْنَا مَعَهُمُ  
بِرَوْحِكَ يَا اَذْهَمَ الرَّحْمٰنِ

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ قبلہ دعائے نور کس مقصد کے لیے پڑھی جاتی ہے فرمایا  
فتوحات کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ (یعنی غیب سے رزق کی کاشش کے لیے) اس  
کے بعد نماز مغرب باجماعت ادا کی اور وظائف میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ عشاء کا وقت  
ہو گیا۔ آپ نے نماز عشاء بھی جماعت کے ساتھ پڑھی۔ ابھی سنت اور وتر پڑھ رہے تھے  
کہ ایک خادم نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور صدقہ کے لیے کون میرے ساتھ جائے گا  
آپ نے فرمایا رکن الدین کو بلے جاؤ۔ اگرچہ احقر (رکن الدین)  
طریقہ صدقہ

کھڑا ہوا۔ لیکن جاتے ہوئے خیال آیا کہ حضرت اقدس سے صدقہ کرنے کا صحیح طریقہ  
دریافت کر لوں۔ واپس آ کر عرض کیا کہ حضور صدقہ کرنے کا طریقہ کتابوں میں تو پڑھا ہے  
لیکن اگر آپ بھی بتادیں تو بہتر ہوگا۔ اس وقت آپ وظائف پڑھ رہے تھے۔ ہاتھ  
سے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے تین بار سجدہ میں طویل دعائیں مانگیں



اور احقر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مکان سے دور جا کر ایک گڑھا کھدواؤ اور سالم سیاہ رنگ کی بکری کو جو صبح البدن ہو اور خربہ اور بے عیب ہو زمین بجا نب قبلہ شریف لٹاؤ اور یہ دعا اللہم ہذا لک اللہم ہذا فلان بنت فلان فقبتہ منہا تین بار پڑھ کر بکری کی پیشانی پر دم کرو۔ لفظ فلان بنت فلان کی بجائے میری اہلیہ اور میری اہلیہ کی والدہ کا نام لے کر قصاب سے کہنا کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر بکری ذبح کرے لیکن تم اور ذبح کرنے والا دونوں با وضو ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد وہی دعا دہرائی تاکہ اچھی طرح یاد ہو جائے۔ نیز فرمایا کہ مرد کے لیے فلان بن فلان اور عورت کے لیے فلان بنت فلان پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح مرد کے لیے منہ اور عورت کے لیے منہا پڑھا جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ بکری ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال اتاری جائے اور اس کے تین چار ٹکڑے کر کے اس گڑھے میں ڈالے جائیں۔ نیز بکری کا سر، پاؤں، انتریاں، معدہ، جگر، دل، گردہ وغیرہ بھی نکال کر گڑھے میں دفن کیے جائیں۔ اس کے بعد گوشت کو ٹہریوں سے جدا کر کے ٹہریاں بھی اس خندق میں ڈالی جائیں۔ گوشت کے ساٹھ حصے کر کے ساٹھ آدمیوں میں تقسیم کیا جائے۔ اگر ایک گھر کے پانچ آدمی اگر ایک ایک حصہ لے لیں یہ بھی جائز ہے لیکن وہ ساٹھ آدمی غریب اور مسکین ہوں دولت مند نہ ہوں اور نہ وہ صدقہ دینے والوں کے رشتہ دار ہوں۔ یہ ہے صدقہ دینے کا طریقہ۔ اس کے بعد چار پانچ آدمی احقر کے ہمراہ بھیج کر فرمایا کہ سب کام یہ لوگ کریں گے۔ تمہارا کام صرف دعا پڑھنا اور بکری کی پیشانی پر دم کرنا اور یہ دیکھنا ہے کہ سب کام حسب ہدایات ہوتے ہیں۔ اس کے بعد احقر نے دست بستہ عرض کیا کہ صدقہ کس لیے دیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ دفع مرض خوف قید خوف دشمن یا خوف قتل جیسی آفات و بلیات کے دفعیہ کے لیے دیا جاتا ہے۔

## مقبول ۴۹: بوقت عشاء شنبہ، ۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

سلسلہ چشتیہ کی معتبر کتابیں | حضرت اقدس اوراد میں مشغول تھے اور تمام حاضرین مجلس سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ جب وظائف سے فارغ ہو کر آپ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہوئے تو خادم نے عرض کیا کہ ایک جوان نو مسلم بیعت ہونا چاہتا ہے۔ آپ نے اسے حسب دستور بیعت فرمایا۔ اس کے بعد حاضرین مجلس میں سے کسی نے عرض کیا کہ صوفی جان سکھ میرٹھ جو سلسلہ صابریہ سے تعلق رکھتا ہے کہتا ہے کہ کتاب سیر الاولیاء جو حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ) کے ملفوظات پر مشتمل ہے چنداں معتبر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا پورے سلسلہ چشتیہ میں تین کتابیں بدرجہ اعلیٰ معتبر اور مستند ہیں۔ اول سیر الاولیاء۔ دواور کتابوں کا نام بھی آپ نے لے کر فرمایا کہ صابری لوگ کتاب سیر الاولیاء سے اس لیے ناخوش ہیں کہ جہاں سید مبارک امیر خور دے اس کتاب میں حضرت شیخ الاسلام گنجشکر خواجہ فرید الملت والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام خلفاء کے اسمائے گرامی تفصیل سے لکھے ہیں۔ انہوں نے حضرت شیخ علی احمد صابر قدس سرہ کا ذکر محفل اور غیر معروف طور پر کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ شیخ علی صابر نام ایک بڑے درویش، ثابت قدم اور نفس گیر اور سخت کوش

۱۔ حضرت مخدوم علی احمد صابر کا ذکر اختصار سے کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی قدس سرہ اجماع میں حضرت خواجہ گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہو کر خلافت سے مشرف ہوئے تو اس سے تقریباً دس سال پہلے حضرت مخدوم صابرؒ خلافت حاصل کر کے کلثرتین جا چکے تھے۔ اس لیے حضرت مخدوم صابرؒ کے حالات سے حضرت محبوب الہی کے اصحاب واقف نہیں تھے۔



بزرگ تھے جن کو حضرت شیخ الشیوخ العالم گنجشکر قدس سرہ سے خلافت ملی ہوئی تھی اور حضرت شیخ الشیوخ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ اے صابر تم مزے سے زندگی بسر کرو گے (حضرت خواجہ گنجشکر قدس کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔ ”بھوگیا خواہی کرو“ یعنی مزے کرو گے)۔ اس لیے آپ کی ساری عمر مزے سے گزری۔ اور مخدوم صابر قدس سرہ نہایت خوش باش اور کشادہ پیشانی تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ دوسری قدیم کتابوں میں کسی جگہ تفصیل کے ساتھ مخدوم علی احمد صابر قدس سرہ کا ذکر نہیں آیا بلکہ اس قدر مجمل اور مختصر حال بھی نہیں آیا جس قدر کہ سیرالاولیاء میں ہے۔

### حضرت مخدوم صابر قدس سرہ کی خلافت کی تصدیق | اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا

حضور یہ جو صاحب سیرالاولیاء نے حضرت مخدوم صابر قدس سرہ کے متعلق لکھا ہے اس سے صابری حضرات ناخوش ہوتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جو کچھ ان کے متعلق لکھا گیا ہے اس سے تو آپ کا جاہ و جلال ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد فرمایا میاں خلیل الرحمن نے جو حضرت خواجہ قطب جمال ہانوسی کی اولاد میں سے ہیں ایک کتاب لکھی ہے اور اس کتاب میں نظامیوں اور صابیوں کے مباحث کے دوران کہتے ہیں کہ حضرت شیخ علی احمد صابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیخ الشیوخ حضرت گنجشکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت نہیں ملی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں خلیل الرحمن کی یہ بات قابل اعتبار نہیں۔ انہوں نے یہ بات محض تعصب کی وجہ سے جو ان کو صابیوں سے ہے لکھی ہے کیونکہ حضرت شیخ علی احمد صابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سلسلہ دراز جاری ہوا ہے اور بڑے

۱۔ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے اپنے ان ملفوظات میں ایک جگہ فرمایا کہ مخدوم صابر حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر کے خلیفہ اول تھے۔ لیکن حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء حضرت شیخ کی عمر کے آخر میں اگر مرید ہوئے اور خلافت پائی۔ اس لیے سیرالاولیاء اور قواعد النوائد جو حضرت محبوب الہی رضی اللہ عنہ نے لکھی ہیں میں حضرت مخدوم صابر کا مصل ذکر نہیں ہے۔

عظیم الشان بزرگ اس سلسلہ صابریہ میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ قدیمی کتابوں میں نہ شیخ علی احمد صابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر تفصیل کے ساتھ آیا ہے نہ ان کے مرید و خلیفہ حضرت شمس الدین پانی پتی، نہ ان کے مرید و خلیفہ شیخ جلال الدین پانی پتی کا ذکر آیا ہے اور نہ ان تینوں بزرگوں کی صحیح تاریخ وصال صابریوں کو ملی ہے اس لیے لوگ میاں خلیل الرحمن کے قول کو صحیح سمجھنے لگ گئے ہیں۔

**سیر الاقطاب کا غیر معتبر ہونا** | اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ کتاب سیر الاقطاب کے مصنف مولوی اللہ دیا نے اپنی طرف سے ان بزرگوں کی تاریخ وصال لکھی ہے لیکن اقتباس الانوار کے مصنف اسے قبول نہیں کرتے اور اقتباس الانوار سلسلہ صابریہ کی بڑی معتبر کتاب ہے۔ اس کے مصنف نے جہاں کہیں سیر الاقطاب سے روایت نقل کی ہے وہاں فوراً لکھ دیا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے یا غیر معتبر ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ کتب قدیمہ جہاں شیخ شمس الدین ترک کا نام آیا ہے وہ شیخ شمس الدین ترک حضرت خواجہ قطب الدین بختیار روشی کا کی قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اس طرح ہے کہ مشائخ عظام کے ملفوظات میں مثلاً حضرت شیخ الشیوخ العالم فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے ملفوظات اسرار الاولیاء اور راحت القلوب میں بھی شیخ علی احمد صابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہیں آیا۔ ان ملفوظات

۱-۲۔ بعض صوفیاء کے نزدیک ان دونوں کتابوں کی کوئی سند نہیں ہے۔ خیر المجالس میں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ نہ ہمارے شیخ حضرت خواجہ گنج شکر نے کوئی کتاب لکھی ہے نہ میں نے۔ نیز حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو داؤد جو حضرت خواجہ نصیر الدین کے خلیفہ اعظم ہیں فرماتے ہیں کہ جب میں احمد مدنی (چاکر) گیا تو کسی نے آپ کو حضرت خواجہ بدر الدین اسحاق کے جمع کردہ ملفوظات کا نمونہ دکھایا لیکن میں نے ان کا انکار کیا اور کہا کہ یہ جعل ہیں۔ اس قدر مترجم کہتا ہے کہ اگر فرض



کے جمع کرنے والوں کی عادت یہ تھی کہ فلاں روز فلاں تاریخ فلاں فلاں بزرگان بیٹھے تھے لیکن شیخ علی احمد صابر قدس سرہ کا اسم گرامی کسی جگہ نہیں آیا۔ اور نہ ملفوظات کے اندر کسی اور مقام پر آپ کا ذکر آیا ہے حالانکہ شیخ بدرالدین اسحاق قدس سرہ جو اسرار الاولیاء کے جامع ہیں کا ضبط تاریخ اور الفاظ اس قدر پختہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے حضرت شیخ اشوع کی زبان و زبانشان سے سنا۔ اسی طرح لکھ دیا۔ اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے چنانچہ شیخ بدرالدین اسحاق نے اسرار الاولیاء میں لکھا ہے کہ فلاں تاریخ حضرت گنجشکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت شیخ نظام الدین بدایونی کے حق میں فرمایا کہ نظام تمہارا فیض مشرق سے مغرب تک پہنچ جائے گا اور تمہارا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور یہی بات بلا اختلاف کتاب راحت القلوب میں اُسی تاریخ کی قید کے ساتھ حضرت سلطان المشائخ کے حق

بقیہ۔ محال یہ ملفوظات معتبر ہی ہوں حضرت مخدوم صابرؒ کا ان میں کیسے ذکر آ سکتا ہے کیونکہ آپ ان حضرات سے تقریباً دس سال پہلے خلافت حاصل کر کے کلیر شریف چلے گئے تھے اور آپ کے حالات کوئی نہیں جانتا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے حضرت گنجشکرؒ کی زندگی کے صرف آخری دس سال پائے تھے لیکن مخدوم صابرؒ شروع سے آپ کے ساتھ رہتے تھے کیونکہ آپ حضرت گنجشکرؒ کے بھانجے اور داماد تھے۔ علاوہ ازیں اسرار الاولیاء اور راحت القلوب میں ایسی روایات درج ہیں جو عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں۔ لہذا یہ کتابیں جیسا کہ حضرت بندہ نارسید محمد گیسو درازؒ نے فرمایا ہے مستند نہیں ہیں۔ نیز شیخ جمال کی کتاب سیر العارفین جو نہایت ہی معتبر قدیم کتاب مانی جاتی ہے جہاں سیر الاولیاء فوائد العوام، خیر المجالس، مناقب قطبی، خزانہ جلالی سے اقتباسات درج ہیں۔ حضرت خواجہ گنجشکرؒ سے منسوب اسرار الاولیاء، راحت القلوب اور دیگر خواجگان چشت کے ملفوظات مثل انیس الارواح، دلیل العارفین وغیرہ کا کوئی اقتباس درج نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یا تو یہ کتابیں اس وقت وجود میں نہیں آئی تھیں یا شیخ جمال نے خود ہی ان کو مسترد کر دیا۔

میں درج ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ صابری حضرات روایت کرتے ہیں کہ ایک دن جناب شیخ المشائخ العالم حضرت گنجشکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے سینہ کا علم مولانا نظام الدین کو ملا ہے اور میرے قلب کا علم علی احمد صابر کو پہنچا ہے۔ وہ لوگ یہ روایت بھی کرتے ہیں کہ حضرت گنجشکر قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا علم نظام الدین لے گیا ہے اور میرے مشائخ کا علم علی احمد صابر کو ملا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں روایات سے بھی حضرت سلطان المشائخ کی عظمت، کمالات اور رفعت مقام کا ثبوت ملتا ہے۔ اس پر مولوی غلام احمد اختر نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور یہ کس طرح سے۔ آپ نے فرمایا۔ سینہ مقام محمدی ہے اور قلب مقام توحید ہے۔ اور جامعیت مقام محمدی کو حاصل ہے نہ کہ قلب کو کیونکہ قلب محض مقام وحدت ہے اور دوسری روایات سے بھی اس لیے ترجیح ثابت ہوتی ہے کہ چونکہ منبع فیوضات حضرت خواجہ گنجشکر قدس سرہ تمام مشائخ عظام کے وارث تھے پس آپ کا علم بھی جامع ہوا اور یہ حضرت سلطان المشائخ کو ملا اور حضرت گنجشکر قدس سرہ کے مشائخ عظام کا علم جو صرف جہت بطون سے باقی رہا وہ حضرت مخدوم علی احمد صابر کو منتقل ہوا۔ جب تصحیح کے لیے یہ اوراق راقم الحروف حضرت اقدس کے پاس لے گیا اور لفظ ”منتقل“ ہوا پر پہنچا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ کی حضرت شیخ علی احمد صابر پر ترجیح کی ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ کہ چونکہ حضرت خواجہ گنجشکر قدس سرہ، عالم شہادت میں تشریف فرما تھے جو مقام جامعیت ہے۔ اس مقام پر جمع و تفرق دونوں موجود ہوتے ہیں۔ لہذا جب تک آپ اس عالمِ ناسوت میں رہے آپ کا علم بھی جامع تھا۔ اس لیے مذکورہ بالا دو امور کے ساتھ حضرت شیخ کی جامعیت علم بھی سلطان المشائخ کو نصیب ہوئی۔ لیکن جب حضرت خواجہ گنجشکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عالم شہادت سے جو مقام جامع ہے مقام بطون کی طرف انتقال فرما گئے اور دوسرے جہان میں جو کہ صرف مقام وحدت و بطون



ہے۔ قیام فرمایا تو لازماً آپ کا اس مقام کا علم بھی صرف جہت وحدت و بطون پر ہوگا اور یہ علم حضرت شیخ علی احمد صابر قدس سرہ کو عطا ہوا۔ چنانچہ حضرت شیخ علی احمد صابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال بھی اس کے مطابق تھا۔ آپ کا ہمیشہ استغراق وحدت میں مستغرق رہنا اس بات کی صریحی دلیل ہے کہ آپ کو وہی علم عطا ہوا۔

حضرت امیر خسرو کی حضرت شیخ علی احمد صابر سے ملاقات

اس کے بعد فرمایا کہ

میاں اللہ دیا نے لکھا ہے کہ حضرت امیر خسرو شیخ علی احمد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ کس کے مرید ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ سلطان المشائخ محبوب الہی خواجہ نظام الدین قدس سرہ کا مرید ہوں۔ پھر پوچھا کہ حضرت سلطان المشائخ کے خلفا کتنے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ حضرت شیخ علی احمد قدس سرہ نے فرمایا کہ جس وقت میرا شمس طلوع کرے گا تمام ستارگان پوشیدہ ہو جائیں گے اور لفظ شمس سے ان کا اشارہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کی جانب تھا جو آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت مخدوم صابر نے اتنا فرمایا کہ میرا شمس کافی ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی اللہ دیا کا یہ بے ادبانہ کلام اس کا اپنا وضع کردہ ہے۔ اس کا ذکر کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتا۔ نیز شیخ شمس الدین ترک کا ذکر کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتا اور جو کچھ معتبر کتابوں میں درج ہے یہ ہے کہ شیخ شمس الدین ترک حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلیفہ تھے نہ کہ کوئی دوسرا شمس الدین

۱۔ حضرت امیر خسرو کی حضرت مخدوم صابرؒ کے ساتھ ملاقات کی سند کہیں نہیں ملتی۔ اس لیے یہ روایت غیر معتبر ہے۔ البتہ حضرت شاہ شمس الدین پانی پتی کے متعلق تمام تذکرات میں لکھا ہے کہ آپ حضرت خواجہ گنجشکرؒ کے مرید تھے لیکن خلافت حضرت مخدوم صابرؒ سے حاصل کی تھی۔

حضرت شاہ شمس الدین ترک حضرت بابا صاحبؒ کے مرید تھے لیکن خلافت حضرت مخدوم صابر سے ملی تھی۔ ممکن ہے حضرت خواجہ قطب صاحبؒ کی صحبت بھی پائی ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس سلسلہ شریفیہ صابریہ کو حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ | شیخ عبدالحق ردولوی قدس سرہ سے بہت شہرت حاصل ہوئی ہے اور شیخ عبدالحق قدس سرہ کے حالات معتبر کتابوں میں درج ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب اخبار الاخیار میں صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ شیخ احمد عبدالحقؒ کی بیعت شیخ جلال الدین اور شیخ شمس الدین کے واسطے سے شیخ علی صابر سے باطنی ہے۔ پس جب کتاب اخبار الاخیار میں جو نہایت معتبر و مستند کتاب ہے شیخ شمس الدینؒ و شیخ جلال الدینؒ کا ذکر نہیں ہے (ذکر تو موجود ہے۔ حضرت اقدس کا مطلب یہ ہے کہ مفصل ذکر نہیں ہے) بلکہ صرف شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ کا ذکر آیا ہے تو پھر اس سے زیادہ معتبر کون سی کتاب ہے کہ جس کا اعتبار کیا جائے۔ اس کے بعد فرمایا شیخ احمد عبدالحق کے ان دو مشائخ کے عدم ذکر سے میاں خلیل الرحمنؒ کے استدلال کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک شیخ شمس الدین ترک صرف ایک ہے اور وہ حضرت خواجہ قطب لاقطاب کے خلیفہ ہیں۔

۱۔ اخبار الاخیار صلی مستند کتاب کی یہ روایت قابل اعتبار ہے کہ شیخ عبدالحق ردولوی کو خلافت حضرت شیخ جلال الدین اور شیخ شمس الدین کے ذریعے مخدوم علی احمد صابر رضی اللہ عنہ سے ملی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ شمس الدین ترک مخدوم صابرؒ کے خلیفہ تھے۔

۲۔ اسی مقبوس کے آخر میں اور اسی جلد دوم کے مقبوس نمبر ۳۲ میں بھی حضرت غلام فرید قدس سرہ فرماتے ہیں کہ شیخ شمس الدین ترک حضرت صابر صاحب کے مرید و خلیفہ تھے اور شیخ جلال الدینؒ شیخ شمس الدین ترک کے خلیفہ تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی رکن الدین کا تب ملفوظات نے غلطی سے شیخ شمس الدین ترک کو اس ملفوظ میں قطب صاحبؒ کا خلیفہ لکھا ہے۔



شیخ احمد عبدالحق کا جوش طلب | اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ شیخ جلال الدین پانی پتی نے شیخ احمد عبدالحق رودلوئی کو

اپنی زندگی میں اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کر دیا تھا لیکن وہ اپنے شیخ کے وصال کے بعد طلب حق میں وہ اس قدر کوشاں اور جوشاں تھے کہ اپنے تمام مشائخ عظام کی خدمت میں جا کر فیض حاصل کیا لیکن پھر بھی اطمینان نہ ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرات اہل مزارات کا رخ کیا اور پھر عرصہ چھ ماہ تک آپ نے قبر کھود کر اس کے اندر چلہ کشی کی حتیٰ کہ آپ کو وہ نسبت حاصل ہو گئی کہ جس کی تلاش میں تھے اور درجہ تکمیل پر پہنچ کر مطمئن ہوئے۔ لیکن جب قبر سے باہر آئے تو ڈنڈا ہاتھ میں لے کر حکمران کی صورت میں باہر نکلے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سلسلہ سراجیہ | اس کے بعد حاضرین مجلس میں سے کسی نے عرض کیا کہ قبلہ سلسلہ سراجیہ کے فقراء کہاں ہیں۔ آپ نے ہاتھ سے جنوب مغرب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس طرف ہیں۔ نیز فرمایا کہ ایک آدمی جو اپنے آپ کو حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی اولاد بتاتا ہے اور اپنے آپ کو سراجی کہتا ہے ملا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کے خلفاء دیے تو بہت ہیں لیکن آپ کے اعظم خلفاء تین ہیں۔ اول شیخ نصیر الدین چیراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوم حضرت خواجہ اخئی سراج الدین آئینہ ہند قدس سرہ، سوم حضرت شیخ قطب الدین منور جو حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی کے پوتے ہیں اور جن کا شمار ہانسی کے چار اقطاب میں ہوتا ہے۔ اس اشارہ میں کسی شخص نے عرض کیا کہ حضور ہانسی کے وہ چار قطب کون کون ہیں۔ فرمایا ایک قطب حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی دوسرے آپ کے فرزند ارجمند شیخ برہان الدین صوفی، تیسرے شیخ قطب الدین منور، چوتھے ان کے فرزند شیخ نور الدین انور رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

سید محمود کرمانی | اس کے بعد سیرالاولیاء کے معبر اور مستند ہونے کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا یہ کتاب حضرت سلطان المشائخ

کی خاندانی کتاب ہے۔ اور اس کے مصنف اور ان کا سارا خاندان سب ثقافت (معتبر راوی) اور حضرت شیخ الشیوخ سلطان المشائخ کے مقربان درگاہ تھے اور ان حضرات کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے۔ چنانچہ سید محمود کرمانی یعنی سید محمد امیر خور دکرمانی کے دادا تجارت کی غرض سے اس ملک میں آتے جاتے تھے اور ان کے چچا سید احمد کرمانی صوبہ ملتان کے حاکم تھے۔ جب سید محمود تجارت کے سلسلہ میں کبھی کبھی ابجد شریف (پاکپتن شریف) سے گزرتے تھے تو شیخ الشیوخ خواجہ خواجگان خواجہ فرید الدین گنجشکر قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے۔ اس سے ان کے دل میں حضرت شیخ الشیوخ کی محبت اس قدر مستحکم ہوئی کہ انہوں نے تجارت ترک کر دی اور اپنے چچا سید احمد سے کہا کہ دل یہ چاہتا ہے کہ بقیہ عمر حضرت گنجشکر قدس سرہ کی خدمت میں گزار دوں۔ سید احمد نے کہا کہ ملتان میں حضرت شیخ الاسلام غوث العالم بہار الدین زکریا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صاحب کمالات ہیں۔ اگر ان کی خدمت میں رہو تو مجھ سے بھی دُور نہیں ہو گے۔ سید محمود نے کہا کہ میرا دل جس دامن میں گرفتار ہو چکا ہے۔ اس کے سوا مجھے کسی جگہ قرار نہیں ملے گا۔ پس اس حالت میں حضرت خواجہ گنجشکر کی خدمت میں پہنچ کر قرب تمام حاصل کیا اور ادھر سے بھی نظرِ لطف و شفقت میں اضافہ ہوا۔ حتیٰ کہ حضرت گنجشکر کے کفن کے اوپر کی چادر سے سید محمود کرمانی کی اہلیہ کا دوپٹہ بنایا گیا اور سید محمود کی اولاد اور حضرت خواجہ گنجشکر کی اولاد کے درمیان رشتہ رضاع بھی ثابت ہے (یعنی رضاعی بھائی تھے) نیز حضرت سلطان المشائخ اور سید محمود کے درمیان محبت قلبی حد درجہ کی تھی۔ یہاں تک کہ حضرت سلطان المشائخ سید محمود کرمانی کو حضرت شیخ الشیوخ کے وصال کے بعد اپنے ہمراہ دہلی لے گئے۔

سید حسین کرمانی

سید محمود کرمانی کے فرزندوں کو بھی حضرت سلطان المشائخ سے غایت درجہ کا قرب حاصل تھا۔ یہاں تک کہ سید محمد امیر خور دکرمانی کو حضرت سلطان المشائخ نے اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا تھا اور ان کو اپنا بیٹا کہتے تھے اور یہ سید حسین بے حد حسین و جمیل تھے۔ جس وقت



حضرت سلطان المشائخ پر حالت قبض طاری ہوتی تھی۔ تو حکم دیتے تھے کہ سید حسین کو لاؤ۔ ان کو دیکھتے ہی آپ پر حالت بطن طاری ہو جاتی تھی۔ سید حسین کو حضرت شیخ کی خدمت میں اس قدر قرب تھا کہ بادشاہان وقت بھی حضرت سلطان المشائخ کا قرب حاصل کرنے کی خاطر سید حسین کی خوشامد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات دو دو لاکھ روپے ان کی خدمت میں نذر کرتے تھے۔ نیز حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں خلافت نامے لکھنے کا کام بھی سید حسین کے سپرد تھا۔

**امیر خور** | اس کے بعد فرمایا کہ امیر خور نے اگرچہ سلطان المشائخ قدس سرہ سے بیعت کی تھی لیکن حضرت شیخ کا وصال ان کے سن بلوغ سے پہلے ہو چکا تھا۔ امیر خور نے جو کچھ سیرالادبیاء میں لکھا ہے اپنے چچا سید حسین اور اپنے والد سید نور الدین مبارک سے سُن کر لکھا ہے۔

**کتاب فوائد الفوائد مصنفہ حضرت امیر حسن علاء سنجر** | اس کے بعد ایک شخص نے کہا:

کیا کہ صوفی جان کہتا ہے کہ اگر سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں کوئی معتبر کتاب ہے تو وہ فوائد الفوائد ہے جو بعینہ پیر ہے۔ آپ نے فرمایا کتاب فوائد الفوائد ثنائیت اور

۱۔ حالت قبض و بطن طاری ہو جاتی ہے تو کشف قلبی بند

ہو جاتی ہے قبض کے معنی ہیں بند کرنا اور بطن کے معنی ہیں کھولنا۔ حالت بطن میں

واردات قلبی اور کشف و کرامات جاری ہو جاتے ہیں۔ اس حالت کو ابتدا میں خوف و

رجا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وسط میں قبض و بطن سے اور آخر میں ہیئت و

انس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ سعدی اسی حالت کے تبدیل تغیر

کو اس شعر میں ظاہر کرتے ہیں

گہ بر طارم عرش بنشینم گہ پشت پائے خود نہ بنیم

(کبھی عرش پر پہنچ جاتا ہوں اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت بھی نظر نہیں آتی)

وثاقت (صحیح ہونے میں) سیر الاولیاء سے بھی چار انگشت زیادہ ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ کتاب حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کے حضور میں لکھی گئی۔ علاوہ ازیں یہ کتاب محض حضرت شیخ کے اقوال کا مجموعہ ہے اور اس کے مصنف حضرت میر حسن بنجری جو کچھ لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر کے تصحیح کرا لیتے تھے۔

حضرت امیر خسروؒ | اس کے بعد فرمایا حضرت امیر خسروؒ کو حضرت سلطان المشائخ سے اس قدر قرب تھا کہ آپ ان کے بارے

میں فرمایا کرتے تھے کہ ”اے ترک از تمام جہان برنجم از تو زنجم و اگر از وجود خودہ برنجم از تو زنجم“ (اے ترک سارے جہان سے رنجیدہ ہو جاؤں لیکن تجھ سے نہ رنجیدہ بنوں۔ اگر اپنے وجود سے بھی رنجیدہ ہو جاؤں لیکن تجھ سے نہ رنجیدہ خاطر ہو جاؤں) اور آپ یہ شعر بھی پڑھتے تھے

گجر برائے ترک ترکم ارہ بر تارک نہند ترک تارک گیرم دامانگیرم ترک ترک

(اگر ترک یعنی امیر خسرو کو ترک کرنے یعنی چھوڑنے کے لیے میرے تارک یعنی سر پر ارہ بھی چلایا جائے تو اپنے سر کو قربان کر دوں گا لیکن ترک کو) (امیر خسرو کو) ترک نہیں کروں گا یعنی نہیں چھوڑوں گا) نیز روایت ہے کہ خلفائے عظام میں سے جن پر حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کے مزاج مقدس میں کدورت پیدا ہوتی تھی۔ امیر خسروؒ کی سفارش سے معافی مل جاتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود امیر خسروؒ حضرت میر حسن بنجری (مصنف فوائد الفواد) سے کہا کرتے تھے کہ کاش کہ میری تمام تصانیف آپ کے نام پہ ہوتیں اور آپ کی کتاب فوائد الفواد میرے نام سے منسوب ہوتی۔

مولانا ضیاء الدین برنیؒ | اس کے بعد فرمایا کہ میں حضرات حضرت سلطان المشائخ کو بطور تحفہ ملے ہوئے تھے۔ ایک

امیر خسروؒ۔ دوسرے میر حسن بنجری مصنف فوائد الفواد، تیسرے مولانا ضیاء الدین برنی جو بے حد لطیفہ گو اور بذلہ شیخ (ظریف و پر مزاح) تھے۔ یہ تمام دوست اکثر میر حسن علا کے مکان پر جمع ہوا کرتے تھے۔



## مولانا غلام الدین سیلی

اس کے بعد فرمایا کہ مولانا غلام الدین سیلی حضرت سلطان المشائخ کے دس خلفاء میں سے تھے

جن کو عرف عام میں عشر مبشرہ کہا جاتا تھا۔ بڑے عالم و فاضل تھے اور ہندوستان کے اکثر علماء کو آپ سے علم حاصل ہوا ہے۔ آخر عمر میں آپ کتاب فوائد الفوائد سیلے پر رکھ کر ہر وقت مطالعہ کیا کرتے تھے۔ آپ کے کسی دوست نے کہا کہ کس وجہ سے آپ اس کتاب کو عزیز رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ تمام کتابوں کا علم میرے سینے میں ہے لیکن اقوال مخدوم کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ اس کے بعد بہادر دم مولوی غلام احمد اختر نے عرض کیا کہ حضرت میر حسن علا کا ایک شعر ہے جس سے دو معنی نکل سکتے ہیں۔

سخن چوں سخن خسرو نیست سخن اینست کہ من مے گویم

(اس شعر کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ میرا کلام امیر خسرو کے کلام کی طرح نہیں یعنی اس سے بڑھ کر ہے۔ کلام وہ ہے جو میں کہتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ میرا کلام ان کے کلام سے بلند تر ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ میرا کلام امیر خسرو کے کلام کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے۔ پس حقیقت یہی ہے جو میں نے بیان کر دی ہے۔ یعنی امیر خسرو کا کلام ہر لحاظ سے میرے کلام سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہ شعر سن کر حضرت اقدس بہت محظوظ ہوئے اور یہ شعر خود بھی پڑھتے رہے۔

## افضل الفوائد و راحت البجبین

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت امیر خسرو نے بھی حضرت سلطان المشائخ کے

ملفوظات و کتابوں کی صورت میں جمع کیے ہیں۔ ایک کا نام افضل الفوائد اور دوسری کا نام راحت البجبین ہے لیکن حکایات و اقوال وہی ہیں جو یہ دونوں حضرات یعنی امیر خسرو اور حسن علا سجری سنتے تھے اور لکھتے تھے۔ لیکن جو مقبولیت فوائد الفوائد کو حاصل ہوئی ہے وہ افضل الفوائد کو نہیں ہوئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ سائیں ولایت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دونوں بزرگوں کی کتابوں کا جائزہ لیا ہے۔ اگرچہ روایات دونوں کی صحیح ہیں لیکن جولت فوائد الفوائد میں ہے افضل الفوائد میں نہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ سائیں ولایت شاہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ امیر خسرو سنخورد  
تھے لیکن انہوں نے اپنی کتاب افضل الفوائد کا نام فوائد الفوائد کی مشابہت میں رکھ کر  
اچھا کام نہیں کیا۔

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ | اس کے بعد حضرت شیخ نصیر الدین محمود  
چراغ دہلوی قدس سرہ کے کمالات کا

ذکر ہونے لگا۔ کسی نے عرض کیا کہ اس روایت کی کیا حقیقت ہے کہ حضرت خواجہ  
عثمان ہاروتی قدس سرہ نے وصیت فرمائی تھی کہ چارے سلسلہ میں فلاں فلاں علما  
کے ساتھ ایک بزرگ پیدا ہوں گے۔ پس جس زمانے میں وہ پیدا ہوں اسے غنیمت  
اور دولت سمجھنا چاہیئے اور ان سے اس سلسلہ کے تمام مشائخ اور مریدین کی مغفرت  
کے لیے دعا منگوانی چاہیئے اور ان کی دعا کی برکت سے تمام اہل سلسلہ بخشے جائیں گے۔  
اس روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ بزرگ حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ مقدس میں پیدا  
ہوئے اور آپ نے حسب وصیت ان سے دعائے مغفرت منگوائی۔ اسکی حقیقت  
کیا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ روایت بالکل صحیح بلکہ اصح ہے اور کسی شک و شبہ  
کی گنجائش نہیں۔

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے خلفاء | اس کے بعد فرمایا کہ  
حضرت شیخ نصیر الدین

چراغ دہلوی قدس سرہ سے بہت خلفاء نے فرقہ خلافت حاصل کیا ہے لیکن ان میں  
سے دو خلفاء اعظم ہیں۔ ایک حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ جو آپ کے خلیفہ  
جانشین ہیں کیونکہ خلیفہ جانشین ہوتے ہیں جو شیخ کے وصال کے بعد ان کی مسند پر بیٹھے  
ہیں اور تمام خلفاء سے زیادہ لائق و فائق ہوں اور مثل شیخ ہوں۔ دوسرے حضرت  
شیخ کمال الدین علامہؒ۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت محمود میاں احمد آبادیؒ فرماتے ہیں کہ  
جس طرح ہم خواجہ کمال الدین علامہؒ کو اپنا پیر مانتے ہیں۔ اسی طرح ہم حضرت گیسو درازؒ  
کو بھی اپنا پیر سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ خواجہ علم الدین نے جو شیخ سراج الدین بن حضرت



شیخ کمال الدین علامہ کے فرزند و خلیفہ تھے حضرت سید محمد گیسو درازؒ سے بھی خلافت حاصل کی ہے۔

سید گیسو دراز کا خواب اور مشائخ کی دہلی سے ہجرت | اس کے بعد مولوی غلام احمد اختر نے عرض کیا کہ حضور حضرت چراغ دہلی

کے وصال کے بعد ہمارے خواجگان میں سے کس نے دہلی سے ہجرت کی اور ہجرت کی وجہ کیا تھی۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت خواجہ سراج الدینؒ نے ہجرت کی اور دہلی سے قلم مشائخ کی ہجرت کی وجہ وہ بویا (خواب یا مشاہدہ) ہے۔ جو سید محمد گیسو درازؒ نے دیکھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت گیسو درازؒ نے خواب میں دیکھا کہ دہلی اور اس کے مضافات میں غفرتیہ غلوں کی جانب سے تاخت و تاراج وقوع پذیر ہوگا اور قلم عالم سے سارا علاقہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اس وجہ سے اکثر مشائخ دہلی سے ہجرت کر کے اطراف و جوانب میں چلے گئے۔ چنانچہ سید گیسو درازؒ خود کہن کی طرف تشریف لے گئے۔ بعض مشائخ پورب کو گئے اور بعض نے دوسرے علاقوں کی طرف رجوع کیا۔ لیکن حضرت خواجہ سراج الدینؒ نے ولایت گجرات کی طرف جا کر مقام ٹپن میں قیام فرمایا۔ چنانچہ ہمارے مشائخ میں سے بہن حضرات کے مزارات ٹپن میں مشہور و معروف ہیں ایک خواجہ سراج الدینؒ دوسرے خواجہ علم الدینؒ تیسرے خواجہ محمود راجنؒ۔

اس کے بعد فرمایا جب مشائخ کرام نے دہلی سے کوچ فرمایا تو بادشاہ تیمور گروگان نے ہند پر حملہ آور ہو

سلطان لہتمش و ناصر الدین محمود

کر ملک کو تاخت و تاراج کر ڈالا اور بڑی تباہی رونما ہوئی۔ اس کے بعد سلاطین دہلی کا ذکر ہونے لگا حضرت اقدس نے فرمایا کہ سلطان شمس الدین لہتمش بڑے نیک سیرت بادشاہ تھے (ان کے فرزند) سلطان ناصر الدین محمود غازی بھی بہت نیک و صالح تھا۔ یہاں تک کہ نہ اپنے لیے کوئی خادم روا رکھتے تھے نہ اپنی ملکہ کے لیے۔ ملکہ خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی تھی۔ نیز بادشاہ قرآن مجید لکھ کر اپنا اور ملکہ کا گزارہ کرتے تھے۔ جب ملکہ ضعیف ہو گئی تو اس نے عرض کیا کہ اب مجھ سے نہ کھانا پکایا جاتا ہے نہ نگر کا کام ہوتا ہے۔ بیت المال سے اجرت دے کر کوئی ملازم رکھنی چاہیے تاکہ یہ سب کام کرے۔ سلطان نے جواب دیا کہ بیت المال میں میرا کوئی حق نہیں ہے اور جو کچھ قرآن لکھنے اور فروخت کرنے سے حاصل ہوتا ہے اس سے ملازم

نہیں رکھی جاسکتی۔ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے گزر جائے گی۔ یہ چند یوم بھی اسی طرح بسر کر لو۔ ایک دن بادشاہ نے قرآن شریف لکھ کر ایک آدمی کو دیا کہ فروخت کر کے اجرت میرے پاس لے آؤ۔ کسی شخص نے دگنی اجرت پیش کی۔ دگنی اجرت اس لیے پیش کی کہ بادشاہ کا لکھا ہوا قرآن مجید ہے۔ جب وہ آدمی اجرت لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے نصف رقم لے لی اور باقی نصف واپس کر دی۔ اس خیال سے کہ یہ میرا حق نہیں ہے۔ میری تحریک کی اجرت یہی ہے جو میں نے لے لی ہے۔ اس سے زیادہ ناجائز ہے۔

### فیروز تعلق

اس کے بعد فرمایا کہ بادشاہ فیروز بھی خدا پرست اور نیک آدمی تھا۔ کہتے ہیں کہ جب سلطنت کی باری اس تک پہنچی تو اس نے اس سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب بعض مردانِ خدا نے سلطنت ترک کر دی تو میں کیوں اپنے آپ کو اس میں گرفتار کروں۔ یہ اچھا کام نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر ارکانِ سلطنت حضرت مخدوم خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بادشاہ کو حکم دین کہ بادشاہی کا بوجھ خود اٹھائے۔ چنانچہ آپ نے بادشاہ کو طلب کر کے فرمایا کہ بادشاہ اور تخت نشینی سے انکار نہ کرو۔ اس نے عرض کیا کہ چند شرائط کے ساتھ بادشاہی قبول کروں گا۔ حضور یہ شرائط پوری کرنے کا وعدہ فرمادیں پھر میں تخت و تاج قبول کر لوں گا۔ حضرت اقدس نے دریافت کیا کہ وہ کیا شرائط ہیں۔ عرض کیا پہلی شرط یہ ہے کہ میرے ملک میں طاعون اور وبا نہ آئے۔ حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ نہیں آئے گی۔ دوم یہ کہ میرے ملک میں قحط نہ پڑے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ نہیں پڑے گا۔ اس نے کہا تیسری شرط یہ ہے کہ میری سلطنت میں قتال یعنی جنگ و جدل نہ ہو۔ آپ نے فرمایا وہ بھی نہیں ہوگا۔ اس نے کہا چوتھی شرط یہ ہے کہ جو گناہ مجھ سے یا میری رعایا سے صادر ہو اس کا وبال اس فیروز کی گردن پر نہ آئے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ نہ کسی دوسرے کی گردن پر آئے گا نہ فیروز کی گردن پر آئے گا۔ یہ کہہ کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت مخدوم کی اس کلام کی برکت سے اس کی سلطنت میں کئی خلل واقع نہ ہوا حتیٰ کہ ایامِ پیری میں اس کو بادشاہی سے منع کر دیا تاکہ اس بات کی زیادہ تلاش نہ ہو۔ حضرت خواجہ بخششہ قدس سرہ کے خلفاء اس کے بعد حضرت خواجہ گنج بخشہ



قدس سرہ کے خلفاء کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ کے خلفاء ویسے تو بیشمار تھے لیکن جید اور اکبر خلفاء کہ جن سے بہت فیض جاری ہوا ہے۔ یہی دو حضرات تھے اول حضرت مخدوم علی احمد صابرؒ۔ دوم حضرت سلطان المشائخ۔ اگرچہ حضرت قطب جمال ہنسوی قدس سرہ سے بھی سلسلہ جاری ہوا ہے لیکن ان کی نسبت کم اور حقوڑی ظاہر ہوئی۔ اس کے بعد مولوی غلام احمد اختر نے عرض کیا کہ جب حضرت قطب جمال ہنسوی کی تمام اولاد نے سلسلہ نظامیہ میں بیعت کر کے فیض حاصل کیا تو پھر سلسلہ جمالیہ نے کیسے شہرت پائی آپ نے فرمایا چونکہ خواجہ برہان الدینؒ حضرت قطب جمال ہنسوی کے فرزند ہیں۔ خواجہ قطب الدین منورؒ آپ کے پوتے ہیں اور خواجہ نور الدینؒ خواجہ قطب الدین منور کے فرزند ہیں اس لیے اگرچہ ان حضرات نے سلسلہ نظامیہ میں بیعت کی لیکن چونکہ نسبتی طور پر حضرت قطب جمال ہنسوی کی اولاد ہیں اس لیے ان کا سلسلہ جمالیہ مشہور ہو گیا۔

اس کے بعد مولوی مذکور نے عرض کیا کہ سلسلہ نظامیہ کے مریدین زیادہ ہیں یا سلسلہ صابریہ کے۔ آپ نے فرمایا کہ صابریہ سے نظامیہ زیادہ ہیں۔ جس طرح سلسلہ سراجیہ کے مرید سلسلہ نصیریہ سے کم ہیں۔ اسی طرح سلسلہ صابریہ کے مرید نظامیہ سے کم ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ صاحب علیہ رحمۃ کی اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت مخدوم صابرؒ حضرت خواجہ گنج بخشؒ کے خلیفہ اول تھے۔ نیز چونکہ وہ آپ کے بھانجے اور داماد بھی تھے اس لیے گھر کے فرد تھے اور شروع سے مرید ہو کر دیگر خلفاء سے بہت پہلے خلافت حاصل کر چکے تھے اور آپ کی تعیناتی ولایت کلیر شریف میں ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مخدوم صابرؒ کے مفصل حالات سیر الاولیاء اور فوائد الفوائد میں نہیں ہیں۔ بلکہ اجمالی ذکر ہے۔ یہ کتابیں حضرت سلطان المشائخؒ خواجہ نظام الدینؒ آغا پٹا کے اصحاب نے لکھی ہیں اور حضرت سلطان المشائخؒ جب پہلی بار حضرت خواجہ گنج بخشؒ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت مخدوم صابرؒ تقریباً دس سال پہلے خلافت حاصل کر کے کلیر شریف جا چکے تھے۔

## مقبوس ۵: بوقتِ عشرِ دو شنبہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

### تفتین وظائف

ایک آدمی نے عرض کیا کہ مجھے پانچ رکوع قرآن شریف پڑھنے کی اجازت عطا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اجازت ہے پڑھا کرو۔ اس نے عرض کیا کہ کس وقت پڑھوں۔ فرمایا جس وقت موقع ملے۔ اس کے بعد ایک اور آدمی نے عرض کیا کہ یا حضرت اس سے پہلے آپ نے کلمہ طیبہ ایک سو بار پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ یہ کام میں عشر کے بعد کرتا ہوں لیکن یہ تھوڑا ہے۔ اس سے زیادہ محنت فرمایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ عشر کے بعد تین سو بار درود شریف اور تین سو بار سورۃ اخلاص پڑھا کرو۔ اور یہ وظیفہ ہمارے مشائخ کا عزیز ترین وظیفہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ادائل عمر میں نے کافی مدت تک یہ وظیفہ پڑھا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا فخر صاحب وصال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور یہ تھا کہ طلب علم کے زمانے میں وظیفہ نہیں بتاتے تھے۔ جب میں نے آنحضرت سے بیعت کی تو میرا طالب علمی کا زمانہ تھا مجھے آپ نے یہ وظیفہ بتایا۔ میں نے کافی عرصے تک یہ وظیفہ پڑھا۔ چونکہ میری طبیعت میں احتیاط کا پہلو بوجہ کمال تھا۔ میں ہر تسبیح کے بعد دس دفعہ نذر پڑھ لیتا تھا اور کافی احتیاط سے پڑھتا تھا اس لیے ان چھ تسبیحوں پر کافی وقت صرف ہوتا تھا اس سے میری طبیعت پر بوجھ پڑنے لگا نیز رات کو مطالعہ کتب بھی کیا کرتا تھا۔ پس میں نے یہی بہانہ بنا کر حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ رات کے وقت کتابوں کا مطالعہ اور وظیفہ دونوں مشکل کام ہیں جن طرح ارشاد ہوا اسی طرح عمل کیا جائے۔ میرا خیال تھا کہ حضرت شیخ فرمائیں گے کہ وظیفہ ترک کر دو اور مطالعہ جاری رکھو۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ پہلے مطالعہ کر لیا کرو۔ اس کے بعد وظیفہ پڑھا کرو۔

اس کے بعد حضرت اقدس نماز عشر کے لیے کھڑے ہو گئے اور احقر کو آپ کے پہلو میں جگہ ملی۔ جب آپ نے تشہد (التحیات) پڑھی تو اس قدر صاف پڑھی کہ میں ایک ایک حرف



سنارہا۔ مناز سے فارغ ہو کر آپ وہیں بیٹھ گئے اور وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد تین سجدے کیے اور ہر سجدے میں سات بار سورۃ فاتحہ پڑھی اور ہر سجدہ کے بعد تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی دیر تک بیٹھے رہتے تھے۔ بعد فراغت آپ اٹھ کر پنگ پر جا بیٹھے۔ اس کے بعد مولوی غلام احمد اختر نے

**حالات خواجگان کوٹ مٹھن شریف**

حضرت خواجہ فخر جہاں قدس سرہ

صاحب وصال کے حالات بیان کرنے کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء صاحب روضہ (حضرت خواجہ محمد عاقل قدس سرہ) کی ولادت باسعادت سال ۱۲۹۹ھ میں واقع ہوئی اور وفات ۱۲۶۹ھ میں چنانچہ اہل کمال نے آپ کی تاریخ وصال اس مصرعہ میں نکالی ہے۔ روز ہشتم بود از ماہ رجب ۱۲۶۹ھ

آپ کی عمر شریف اسی سال تھی۔ آپ کے فرزند حضرت خواجہ علی احمد قدس سرہ کی وفات نو شب ۱۲۳۳ھ میں ہوئی۔ آپ کے فرزند حضرت خواجہ محبوب الہی (خواجہ خدائنجش صاحب یعنی خواجہ غلام فرید کے والد) کی ولادت سال ۱۲۰۶ھ میں اور وفات بوقت عشا شب جمعہ تاریخ بارہ ذوالحجہ ۱۲۶۹ھ کی ہوئی۔ چنانچہ لفظ ”خالہ خلد“ سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے

آپ کی عمر تریٹھ سال تھی۔ حضرت صاحب وصال (حضرت خواجہ غلام فخر الدین قدس سرہ) جو حضرت خواجہ غلام فرید کے پیر اور بڑے بھائی تھے کی ولادت باسعادت سال ۱۲۳۴ھ میں اور وصال بروز و شب بوقت چاشت پانچ جمادی الاول ۱۲۸۸ھ ہوا۔ آپ کی عمر شریف چون سال تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت محبوب الہی (خواجہ خدائنجش) کی عمر چوبیس سال تھی کہ حضرت

خواجہ علی احمد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی عمر اٹھائیس سال تھی کہ خواجہ فخر جہاں صاحب وصال پیدا ہوئے۔ جب خواجہ محبوب الہی کی عمر شریف پچپن سال ہوئی تو میں (خواجہ غلام فرید)

پیدا ہوا۔ جب حضرت محبوب الہی کا وصال ہوا تو حضرت صاحب وصال (مولانا غلام فخر الدین) پینتیس سال کے تھے اور میری عمر آٹھ سال تھی اور جب حضرت صاحب وصال

کا وصال ہوا تو میری عمر تائیس سال تھی۔ اس کے بعد فرمایا میرے شیخ حضرت فخر جہاں اپنے والد حضرت قبلہ محبوب الہی (خواجہ خدائنجش صاحب) کے مرید، خلیفہ اکبر اور جانشین

تھے۔ آپ تمام ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے اور قطبیت غلطی آپ کا مقام تھا۔ آپ نے ظاہری علم مولوی عبد الرحمن صاحب المعروف جوگی ساکن چاچڑاں شریف سے حاصل کیا ایک دن مولوی صاحب مذکور نے حضرت قبلہ محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اکثر طالب علم شرح ملا اور شرح عقائد تک پہنچ گئے ہیں لیکن صاحب زادہ صاحب (مولانا فخر جہاں) ابھی مطلق شروع کر رہے ہیں۔ دعا کریں۔ حضرت قبلہ محبوب الہی نے فرمایا کہ کتاب مطلق لاؤ۔ جب کتاب لائی گئی تو آپ نے خود مولانا فخر جہاں کو کتاب شروع کرائی اور کتاب کا بیشتر حصہ خود پڑھایا۔ آپ کی برکت سے حضرت صاحب وصال کو مکہ کمال حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ علیہ رحمۃ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب میں تحصیل علم سے فارغ ہوا تو میں اپنے اندر درس دینے کی استعداد محسوس نہیں کرتا تھا چنانچہ میں نے رات کو حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی قدس سرہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے غلام فخر الدین تم درس کیوں نہیں دیتے۔ بے فکر ہو کر تدریس کا کام شروع کرو۔ جس لفظ کا معنی سمجھ میں نہ آئے مجھ سے پوچھ لیا کرو۔ میں تجھے بتا دیا کروں گا۔ اس کے بعد میں نے درس شروع کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا حضرت مولانا فخر جہاں

### مشائخ کے مشرب ہیں معمولی فرق

قدس سرہ کے عادات، عبادات اور تنظیم اوقات حضرت خواجہ محبوب الہی قدس سرہ کے مطابق تھے۔ صرف تھوڑا سا فرق تھا۔ پہلا فرق یہ تھا۔ جہاں حضرت محبوب الہی قدس سرہ تمام کتب متداولہ و درسیہ کا درس دیتے تھے۔ حضرت مولانا فخر جہاں قدس سرہ کے درس میں کتب قواعد و درسیہ کم ہوتی تھیں لیکن کتب حدیث شریف مثل صحیح بخاری و مشکوٰۃ شریف وغیرہ اور کتب فقہ و تفسیر کثرت سے پڑھائی جاتی تھیں۔ خاص کر درس حدیث بمنزلہ فرض تھا۔ میں نے بھی شرح ملا آپ سے پڑھی ہے۔ دوسرا فرق یہ تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت حضرت محبوب الہی ایک ربلع (پاؤ) کرتے تھے لیکن میرے حضرت نصف پارہ روزانہ پڑھتے تھے۔ تیسرا فرق یہ تھا کہ ختم خواجگان حشت ابدیہ میں حضرت محبوب الہی ملاحت کرتے تھے لیکن حضرت قبلہ فخر جہاں شروع میں اس



پر عمل کرتے تھے لیکن آواخر میں ترک کر دیا تھا۔ چونکہ فرقہ یہ تھا کہ وظیفہ مغرب میں حضرت محبوب الہی ڈو گھنٹے مشغول رہتے تھے۔ ہمارے حضرت شروع میں اسی قدر لیکن بعد میں ایک گھنٹہ مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ علیہ رحمۃ اس قدر متقی اور پرہیزگار تھے کہ حضرت خواجہ محبوب الہی فرمایا کرتے تھے کہ میں عہد طفلی میں بچوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا لیکن انہوں نے یہ کام بھی نہیں کیا۔ اتباع سنت نبویہ میں آپ اپنے والد ماجد حضرت قبلہ محبوب الہی کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کئی بار جسمانی درد میں مبتلا ہوئے لیکن ساری عمر میں آپ سے صرف تین نمازیں فوت ہوئیں۔ آپ شدید درد کی حالت میں ہر نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آپ کی ایک نماز ہمارے سامنے فوت ہوئی اور دو نمازیں ہم سے پہلے۔ لیکن ان تینوں نمازوں کو آپ نے بصورت قضا ادا کیا۔ نیز فرمایا کہ آپ دو دفعہ عارضہ ذہل میں مبتلا ہوئے۔ پہلی دفعہ وصال سے پانچ سال پہلے اور دوسری دفعہ جب اس مرض میں مبتلا ہوئے تو یہ مرض ہلکا ثابت ہوا اور آپ کا اسی بیماری میں وصال ہوا۔ پہلا حملہ دوسرے سے زیادہ شدید تھا کیونکہ دوسرا ذہل صرف آپ کے دائیں ہاتھ پر نمودار ہوا تھا۔ اگرچہ آپ کا وصال اسی مرض میں ہوا لیکن پہلے ذہل کا درد نہایت شدید ہوتا تھا کیونکہ اس وقت آپ دو ذہل میں مبتلا ہوئے۔ ایک پشت مبارک پر دوسرا بائیں ہاتھ پر۔ پشت پر جو ذہل تھا وہ بہت سخت تھا اسے آواز گون ذہل کہتے ہیں۔ اس وقت آپ کے بچنے کی امید نہیں تھی لیکن چونکہ ابھی زندگی باقی تھی۔ آپ نے یہ مصائب برداشت کیے اس کے بعد فرمایا کہ ان بیماریوں اور شدید درد و الم کے باوجود آپ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ اور ہر نماز کے لیے نیا تہ بند (چادر) بدل لیتے تھے۔ لیکن چادر کا بدلنا آپ کے لیے اس قدر مشکل تھا کہ جب کھڑے ہو کر چادر بدل لیتے تھے تو سارا جسم کانپتا تھا اور ہر متغیر ہو جاتا تھا لیکن اس تکلیف کے باوجود آپ طہارت بدن و طہارت جامہ کے لیے بے حد

۱۔ اس روایت سے ہمارے آج کل کے ان چشتی بھائیوں کی آنکھیں کھلی چاہئیں جو خواجگان چشت کی طرح وحدت الوجود کے قائل ہیں لیکن وحدت الوجود کی آڑ میں نماز ترک کر دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر کہ جب سب کچھ وہی تو کس کی نماز، کہاں کا روزہ۔

کوشاں رہتے تھے۔

## حضرت فخر الاولیاء کا ذوق سخن

اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے شیخ قدس سرہ کو ذوق شعرو سخن غایت درجہ کا تھا۔ آپ کا کلام پُر ذوق اور حقائق

و معارف سے لبریز ہے۔ چنانچہ آپ کا سارا کلام ایک دیوان کی صورت میں جمع کر لیا گیا ہے جس میں اسرار توحید و نکات سلوک درج ہیں۔ آپ کا تخلص اوحدی تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں شعر گوئی کا شوق حضور حضرت خواجہ محبوب الہیؒ کے وقت سے تھا۔ مجھے یہ ڈر رہتا تھا کہ اگر میری شاعری کا علم حضرت اقدس کو ہو گیا تو ناراض ہوں گے۔ اس لیے میں نے چاہا کہ کسی ایسے قدیم شاعر کا تخلص اختیار کیا جائے جس کا دیوان ہمارے ملک میں ناپید ہو چکا ہو۔ مجھے خیال آیا کہ اوحدی ایک پرانے بزرگ میں جن کا دیوان ہمارے علاقے میں ناپید ہے۔ اس لیے میں نے اوحدی تخلص اختیار کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ شرفا تھے تھے کہ میں نے اپنی چند غزلیں قوالوں کو یاد کرا دی تھیں۔ ایک دفعہ عرس کے موقع پر قوالوں نے میری یہ غزل گائی سے

شعلہ عشقت چو از آتش دل ماسوختہ زو علم بیرون زدل کون و مکان راسوختہ

جب تیرے عشق کا شعلہ بلند ہوا تو اس نے میرا دل جلا کر خاک کر دیا بلکہ دل سے باہر نکل کر اس نے کون و مکان بھی جلا دیا۔ یعنی ماسوئے اللہ کا وجود میرے لیے ختم ہو گیا اور حتیٰ ہی حتیٰ رہ گیا) اس غزل پر حضرت خواجہ محبوب الہیؒ پر کیفیت طاری ہوئی اور گریہ و وجد طاری ہو گیا۔ مجلس کے اختتام پر آپ نے قوالوں سے دریافت کیا کہ یہ غزل کس شاعر کی ہے۔ چونکہ میں نے قوالوں کو یہ راز فاش کرنے سے منع فرمایا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ غالباً شیخ اوحدی اصفہانی کی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت محبوب الہیؒ نے فرمایا کہ بیشک شیخ کامل کا کلام ہے اور میں نے آپ کے یہ کلمات اپنے حق میں دعائے خیر سمجھے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ اوحدی اصفہانی حضرت شیخ اوحید الدین کرمانیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کے اشعار پر مثل ایک دیوان ہے جو حقائق و معارف سے لبریز ہے۔ آپ کا تخلص اوحدی تھا اور لفظ اوحدی میں پائے نسبت حضرت شیخ اوحید الدین کرمانیؒ کی طرف منسوب ہے۔ اس کے بعد فرمایا آج کل کے لوگوں کا خیال ہے کہ اگلے زمانے



کے بزرگ جو تخلص جی میں آتا تھا بلا وجہ اختیار کر لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ فخر العالم کے زمانے میں ایک آدمی تھا جس نے عبدی تخلص اختیار کر رکھا تھا حالانکہ عبدی سے کوئی معنی نہیں نکلتے بہل محض ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت صاحب وصال (مولانا غلام فخر الدین) پر ذوق و وجد غالب تھا اور اکثر اوقات سرود اور غزلیں قوالوں سے سنتے رہتے تھے اور آپ پر جوش کے ساتھ وجد طاری ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ عرس کے موقع پر حضرت بڑے شاہ صاحب کی اس کافی پر آپ پر وجد طاری ہو گیا ہے

اوس پڑتالی نچتا ہوں میوں جن گت یار پنچایا ہے  
ایک دفعہ اس شعر پر آپ پر عرس کوٹ مٹھن شریف میں وجد طاری ہو گیا ہے  
گمو کہ قطع بیابانِ عشق آسان است کہ کوہِ ہائے بلارِ یک این بیابان است  
(یہ مت کہو کہ عشق کے بیابان کا طے کرنا آسان ہے۔ اس بیابان کے اندر مصائب کے پہاڑ کثرت سے موجود ہیں)

اس شعر پر آپ نے اس قدر رقص کیا کہ حاضرین مجلس پر حیرت طاری ہو گئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ آپ کے کمالِ وجد و جوش کی دو علامات تھیں۔ ایک جہنگی (کوہِ نا) جس میں آپ کی ٹانگیں تہ ہو جاتی تھیں اور گھٹنے بالکل بند ہو جاتے تھے۔ دوم آواز ہلکا جوجوش کمال سے دل سے نکلتی ہے۔

آپ وظائف کے وقت بھی جوش و خروش سماع سنتے تھے | اس کے بعد فرمایا کہ مجالس عرس کے

علاوہ وظائف کے دوران اکثر چاشت کے وقت آپ پر جب غلبہ حال ہوتا تھا تو قوال کو طلب کر لیتے تھے۔ قوال گاتے رہتے تھے اور آپ سنتے جاتے تھے۔ کبھی عشا کے وظائف کے وقت بھی آپ پر حالت طاری ہو جاتی تھی اور قوالوں کو بڑا کر سماع سنتے تھے لیکن اکثر چاشت کے وقت زیادہ جوش ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں رات کے وقت پلنگ پر بیٹھے قوال سنا کرتے تھے۔ نیز جب کبھی باہر سے صوفیان کرام ہیں سے مثل مولوی عثمان

آتے تھے تو آپ قوالوں کو بلا کر مجلس گرم کر لیتے تھے۔ جب مولوی صاحب مذکور پر وجد طاری ہوتا تھا تو ادب کے خیال سے آپ پلنگ سے اتر کر نیچے بیٹھ جاتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ کوٹ مٹھن شریف میں عرس کے موقع پر آپ پر ان اشعار پر وجد طاری ہوا اور  
 لہ لہ کے نعرے مارنے لگے۔

دو عالم غرق انوار تجل است      ہمہ ذات بے خود ہنچو موسے است  
 (دونوں جہاں محبوب حقیقی کے انوار کی تجلی ہیں غرق ہیں اور کائنات کا ہر ذرہ موسے علیہ السلام کی طرح بے خود و مدہوش ہے۔ تم دوست کی طلب میں کیوں مجنوں بن کر سرگردان ہو۔ نظر کھولو اور دیکھو کہ ہر جگہ لیلۂ جلوہ گر ہے)

دریائی سفر میں غلبہ حال | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرنے مبارک کی زیارت کے لیے روڑھی کا سفر و پیش ہوا۔ میں بھی حضرت شیخ (مولانا خضر جہاں) کے ہمراہ تھا۔ ہم کشتی کے ذریعے کوٹ مٹھن سے روڑھی جا رہے تھے۔ کشتی پر کثرت سے لوگ سوار تھے۔ کشتی میں حضرت اقدس کے لیے ایک خلوت خانہ بنایا گیا تھا۔ جہاں بیٹھ کر آپ وظائف وغیرہ پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اس مقام پر بیٹھے وظائف پڑھ رہے تھے کہ آپ پر حالت طاری ہو گئی اور گریہ غالب آ گیا چنانچہ قوالوں کو بلا کر آپ سماع سننے لگے۔

## مقبول ۵: بوقت مغرب شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس نے فرمایا کہ کتاب فوائد الفواد میں جو سیر الاولیاء سے زیادہ اونچی کتاب ہے لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین بدایونی قدس سرہ) کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ ہر سید جو سنی ہے صحیح النسب نہیں ہے۔ اس پر حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سادات اہل شیعہ صحیح النسب نہیں ہیں۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت



بی بی فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ظلم و ستم کھر کے باغ فدک چھین لیا تھا۔ یہ صدیق اکبرؓ پر محض بہتان اور افتراء ہے کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے اور بہ حیثیت خلیفہ برحق باغ فدک آپ کے تصرف میں تھا (جس طرح چاہتے کر سکتے تھے) اس کے بعد فرمایا کہ شیعہ لوگوں نے سادات کے متعلق یہ مشہور کر رکھا کہ کسی شہر میں ایک سید رہتا تھا جس کا نام اجل شاہ تھا۔ اس کا ایک لڑکا تھا جو غلیل اٹھا کر پانی بھرنے والی عورتوں کے گھڑوں کو نشانہ بنا کر توڑ دیتا تھا۔ لوگوں نے ادب کی وجہ سے اجل شاہ کے ہاں اس کے بیٹے کی شکایت نہ کی لیکن عورتوں کے لیے لوہے کے گھڑے بنوائے تاکہ اس کے لڑکے کی گولیوں کا نشانہ نہ بن سکیں۔ یہ دیکھ کر اس لڑکے نے بھی لوہے کی گولیاں بنوالیں اور بدستور عورتوں کے گھڑوں کو توڑتا رہا۔ لوگوں نے مجبور ہو کر اجل شاہ سے شکایت کی۔ اجل شاہ تلوار ہاتھ میں لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ یہ بیٹا میرا نہیں ہو سکتا۔ سچ سچ بتا دے ورنہ قتل کر دوں گا۔ چنانچہ اس نے اعتراف کیا کہ یہ لڑکا کسی اور شخص کا نطفہ ہے۔ پس اجل شاہ نے اعلان کر دیا کہ یہ میرا لڑکا نہیں ہے جس طرح چاہو اس سے سلوک کرو۔

## مقبوس ۵۲: بوقت عشا پچھنبہ حکم ربیع الثانی ۱۲۸۱ھ

دنیا کی عمر | اس دنیا کی عمر کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجوس، ہندو اور بدھ لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کی عمر اٹھارہ ارب سال ہے۔ اس میں سے

- ۱۔ یہ سادات کے صحیح النسب نہ ہونے کا کس قدر بواشوت ہے۔ اول تو مٹی کی گولیوں سے بچے گھڑوں
- ۱۔ کا ٹوٹنا محال ہے اور پھر لوہے کی گولیوں سے لوہے کے گھڑوں کا ٹوٹنا کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔
- دوسری بات یہ ہے کہ اگر فی الواقع یہ روایت صحیح ہے اور کسی شہر میں سید اجل شاہ رہتا بھی تھا تو کیا ساری دنیا کے سادات اُسی ایک شہر میں رہنے والے ایک حزامی لڑکے کی اولاد ہیں۔ جس شہر کا تاریخ نے نہ نام بتایا ہے نہ محل وقوع نہ کیفیت نہ ملک کا نام۔ اس روایت کا یقین اگر روایت گھڑنے والے جہاں کر لیں تو کر سکتے ہیں۔ کوئی ذی عقل اور ذی شعور انسان اس کا باور نہیں کر سکتا۔

گیارہ ارب سال گزر چکے ہیں اور سات ارب سال باقی ہیں۔ فرمایا کہ حضرت داراشکوہ صاحب  
قدس سرہ نے ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کے اقوال کی تصدیق قرآن مجید سے بھی ہوتی  
ہے یعنی قرآن شریف سے بھی دنیا کی مدت اٹھارہ ارب سال ثابت ہوتی ہے چنانچہ داراشکوہ  
نے یہ دو آیات پیش کی ہیں۔ آیہ اول۔ یُدَبِّرُ الْأُمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ  
يَعْرِجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ  
آیہ دوم۔ تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ  
خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین تک کے امور کی تدبیر کرتا  
ہے اور عروج کرتا اس کی طرف ایک دن میں جس کی مقدار گنتی کے ایک ہزار سال ہیں۔ آیہ  
دوم۔ بلکہ اور روح اوپر جاتے ہیں۔ اس کی طرف ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہیں  
اس کے بعد فرمایا کہ ایک یوم سے مراد ایک سال ہے اور دوسرے یوم سے مراد ایک  
دن ہے۔ پس ہزار سال کو ایک سال کے تین سو ساٹھ دنوں سے ضرب دی جائے تو جواب  
تین لاکھ ساٹھ ہزار نکلتا ہے اور جب اس حاصل ضرب کو پچاس ہزار سے ضرب دی جائے تو  
جواب اٹھارہ ارب نکلتا ہے۔ چنانچہ مولوی غلام احمد اور دیگر حساب دان لوگوں نے لائین  
کی روشنی میں کاغذ کے پرچے پر حساب لگا کر حضرت اقدس سے عرض کیا کہ واقعی جواب اٹھارہ  
ارب نکلتا ہے۔ آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں عارفوں کا کلام ہے۔

۱۔ اٹھارہ ارب حضرت داراشکوہ حضرت ملا شاہ لاہوری کے خلیفہ تھے جو حضرت میاں میر لاہوری  
کے خلیفہ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت داراشکوہ صاحب کشف بزرگ بھی تھے اور ہندو علم  
روحانیت سے بھی واقف تھے لیکن انہوں نے اپنی کتابوں میں خاص کر اپنی مشہور کتاب مجمع البحرین  
میں ہندو فلسفہ روحانیت کی ہر بات کو اسلامی تصوف کی ہر بات سے تطبیق دینے کی جو کوشش  
کی ہے وہ سعی لاحاصل کے برابر ہے۔ نیز جن مندرجہ بالا دو آیات قرآنی سے داراشکوہ نے دنیا کی  
کل مدت اٹھارہ ارب سال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ استدلال بھی کسی مابہر علم ریاضی کی سمجھ میں  
نہیں آتا۔ یہ صحیح ہے کہ ایک سال کے تین سو ساٹھ دنوں کو ایک ہزار سے ضرب دی جائے تو جواب



اس کے بعد اس حق تعالیٰ نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور یوم بمعنی سال بھی آیا ہے۔ آپ نے آیہ پاک **مُحَلَّ یَوْمَ هُوَ فِي شَأْنِ تِلَاوَتِ فِرَاقِی** اور فرمایا کہ اس آیت میں لفظ یوم سے چند معانی مراد ہیں۔ یوم سے مراد لمحہ، ساعت اور روز اور سال ہے۔ چنانچہ ہونی شان کا اشارہ اسی معنی کی طرف ہے۔

بقیہ ص۔ تین لاکھ ساٹھ ہزار آتا ہے اور تین لاکھ ساٹھ ہزار کو پچاس ہزار سے ضرب دی جائے تو جواب اٹھارہ ارب آتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آخر یہ دو دفعہ ضرب کا عمل کیوں کیا جائے۔ قرآن مجید کی ایک آیت میں لکھا ہے کہ ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ایک سال کے تین سو ساٹھ دنوں کو آخر کیوں ایک ہزار اور پچاس ہزار میں ضرب دی جائے۔ یہ حساب دانی کا طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ استدلال کسی ریاضی دان کی سمجھ میں آتا ہے۔ حضرت داراشکوہ کا یہ استدلال ان کی اسی خواہش کا نتیجہ جس کے تحت وہ ہندو فلسفہ کی ہر بات کو صحیح سمجھ کر قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ بات اچھی طرح نہجائی نہیں جاسکتی۔ قرآن مجید کی مذکورہ بالا ایک آیت میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ عالم بالا کے ایک دن کی مقدار اس دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہے اور دوسری آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ عالم بالا کے ایک دن کی مدت اس دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ ہادی النظر میں قرآن کیسے گئے کہ ان دو آیات میں دو مختلف باتیں کیسے کہی گئی ہیں۔ ان دو بیانیوں میں کیسے تطبیق ہو سکتی ہے اس بات کو سمجھنے کے لیے علم نجوم کا جاننا ضروری ہے۔ آج کل جن لوگوں نے پانڈ کا سفر کیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ چاند پر دن رات کی مدت اور زمین پر دن رات کی مدت میں بڑا فرق ہے۔ زمین کے دن رات کی مدت کا تعین صرف اس وقت سے ہوتا ہے جس وقت میں ہماری زمین کا ایک حصہ آفتاب کی روشنی سے منور رہتا ہے اور یہ مدت تقریباً چوبیس گھنٹے ہے۔ لیکن دوسرے ستاروں پر اور چاند پر ایک دن رات کی مدت چوبیس گھنٹے ہونا ضروری نہیں۔ ان ستاروں پر دن رات کی مدت کا انحصار اُن کے آفتاب سے فاصلے اور دیگر امور پر ہے۔ لہذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ قرآن مجید کی ایک آیت میں یوم کی مقدار ایک ہزار سال اور دوسری آیت میں پچاس ہزار سال بتائی گئی ہے۔ کیونکہ

## رام چندرجی اور کرشن جی

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ سری کرشن جی اور رام چندر صاحب فقیر اور درویش تھے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمام اوتار اور رشی لوگ اپنے اپنے وقت کے پیغمبر اور نبی تھے اور ان میں سے ہر ایک کے

بقیہ ص۔ یہ دونوں مقداریں دو علیحدہ علیحدہ مقامات کے متعلق ہیں۔ کسی تیسرے اور چوتھے مقام کے لیے یوم کی تعداد اس سے بھی مختلف ہو سکتی ہے۔ اسی طرح عالم بالا کے ہر مقام کے متعلق یوم کی مدت مختلف ہو سکتی ہے۔

لیکن قرآن مجید کی ان دو آیات سے اس دنیا کی مدت نکالنا حضرت دارا شکوہ نے معلوم نہیں کس طرح ثابت کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہندو فلسفہ میں مادہ کو ذات باری تعالیٰ کی طرح قدیم کہا گیا ہے جو قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جب وہ لوگ دنیا کی مدت اٹھارہ ارب سال بتاتے ہیں تو ان کا مطلب یہ نہیں کہ اٹھارہ ارب سال کے بعد دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت آجائے گی۔ بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور اس کی بجائے دوسری دنیا پیدا ہو جائے گی۔ اس سلسلہ لامحدود کو وہ تسنخ یا آواگون کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو اسلام میں ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ نیز مادہ کا حق تعالیٰ کی طرح قدیم ماننا بھی کفر ہے۔ لہذا ہندو دھرم کی ہر چیز کس طرح قرآن سے ثابت کی جاسکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر مذہب کے اصول روحانیت میں کچھ نہ کچھ مشابہت پائی جاتی ہے لیکن یہ ثابت کرنا کہ اسلامی علم روحانیت کی بات کا جواب یا نظیر دوسرے مذاہب میں موجود ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ جہاں دوسرے مذاہب ایک خاص قوم اور ایک خاص وقت کے لیے تھے اسلام کی وہ شان ہے کہ ساری دنیا کے لیے ہے اور قیام قیامت تک ہے۔ اس لیے جو جامعیت حق تعالیٰ نے اسلامی تعلیمات میں رکھی ہے اس کا دوسرے مذاہب میں ملنا محال ہے چنانچہ باقی چیزوں کو چھوڑ کر صرف مسئلہ فنا اور بقا کو لیجئے۔ امت محمدیہ کے اولیاء کرام کی فانی اللہ کے جن بلند ترین مقامات و منازل تک رسائی ہوئی ہے۔ دوسرے مذاہب کے ارباب مشیت اس کی گرو کو بھی نہیں پہنچ سکے اور جہاں تک بقا باللہ کا تعلق ہے ہی اولیاء امت محمدیہ کا خاصہ۔ دوسرے مذاہب میں جہاں فانی اللہ کا ایک زیریں درجہ منزل مقصود تھا اور بقا باللہ



پاس کتاب ہے چنانچہ چار وید زبان سنسکرت میں اب بھی موجود ہیں اور ان میں سے بہت سی لوگوں کی رسومات بد توڑنے کے لیے مبعوث ہوئیں۔ لیکن جب ہندو لوگوں میں برہمنوں کی قدر و منزلت حد سے زیادہ ہونے لگی۔ برہمنوں نے یہ مشہور کر دیا کہ خلق کی حق تک رسائی ان کی وساطت کے بغیر ناممکن ہے۔ ان فاسد عقائد کو مٹانے کے لیے ہاتھ باندھ مبعوث ہوئے۔ انہوں نے حکم دے دیا کہ جو شخص برہمن کو قتل کرے گا نجات پائے گا۔ جب گاؤں پرستی کی رسم زور پکڑ گئی تو سری کرشن جی مبعوث ہوئے۔ جنہوں نے گاؤں پرستی کو ختم کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ گائے کی کھال

بقیہ ص ۱ سے ان کو کچھ حاصل نہ تھا۔ اولیائے امت محمدیہ فنا فی اللہ کے بلند ترین مقامات پر پہنچے فائے تمائم ان کی رسائی ہوئی اور اس کے بعد نزول کی منازل طے کرتے ہوئے وہ باقی باللہ ہوئے اور دنیا اور ہدایت و رشد خلق کی طرف متوجہ ہوئے۔ دیگر مذاہب کی روحانیت میں تقابلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو۔ مترجم کی کتاب مشاہدہ حق جس میں یہ مقامات و منازل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب کا ناشر مکتبہ المعارف۔ گنج بخش روڈ لاہور ہے۔

بقیہ ص ۱۔ عارفین نے اس آیت پاک میں غلطیوں سے مراد تجلی کی ایک پھینک لی ہے۔ چنانچہ ہمارا یہ دن بھی آفتاب کی تجلی کی ایک پھینک ہے۔ لہذا آیت مذکور سے یہ معانی عارفین لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بر تجلی کی نشی شان ہے۔ عارفین کا مشاہدہ کہ حق تعالیٰ کی تجلیات اس کثرت سے ہیں کہ بندگان خدا پر نزول تجلیات کے دوران ایک تجلی کا کبھی تکرار نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص پر ہر آن اور ہر لمحہ نئی نئی تجلیات کا درود ہوتا ہے۔

۱۔ گاؤں پرستی بھی برہمنوں کی شرارت سے شروع ہوئی۔ ہندو مذہب میں شروع میں یہ دستور تھا کہ جب مندروں میں گائے کی کثرت سے قربانی ہوتی تھی تو برہمنوں کے پاس کثرت سے گوشت جمع ہو جاتا تھا چنانچہ انہوں نے حکم دے دیا کہ گائے ذبح کرنے اور قربانی دینے کی بجائے زندہ گائیں پیش کی جائیں اس تجویز سے وہ بیشمار جانوروں کے مالک بن کر مالدار ہو گئے۔ لہذا اپنی دولت بٹھانے کی خاطر انہوں نے گاؤں پرستی قطعاً ممنوع کر دی اور زندہ جانور جمع کر کے ذبح کر دیے۔ رفتہ رفتہ یہ رسم ہندو مذہب کا جزو بن گئی اور گائے کشتی نہ صرف تم ہو گئی بلکہ اس کی پرستش تک نوبت پہنچ گئی۔

پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور گائے کی قربانی کے علاوہ آپ کثرت سے گائیں ذبح کرتے تھے۔  
ان لوگوں میں اگرچہ عادات اور عبادات کے فروغ میں اختلاف ہے لیکن اصل سبب ایک ہے  
یعنی رجوع الی اللہ تعالیٰ اور توحید۔

اس کے بعد فرمایا کہ زرتشت صاحب کی نبوت بھی ایک طرح سے  
**مذہب زرتشت** حدیث شریف سے ثابت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے  
تصویر اُمّی علی ثلث و سبعین ہزارتہ یعنی میری امت تہتر فروع میں  
بٹ جائے گی۔ اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق مجوس زرتشتی  
آتش پرست کے ستر فرقے ہوں گے۔ یہود کے اکہتر، نصاریٰ کے بہتر اور مسلمانوں  
کے تہتر فرقے ہوں گے۔ چونکہ مجوس جو زرتشت کی امت ہیں کا ذکر اہل کتاب کے مقابلے میں  
آیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زرتشت صاحب بھی اپنے وقت کے نبی و پیغمبر تھے۔

## مقبوس ۳۵: بوقتِ عشاءِ جمعہ دوم بیعِ لثانی ۱۳۱۴ھ

ساداتِ کرام کا ذکر پورا ہوا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ سادات  
**ساداتِ مودودیہ** مودودیہ یعنی حضرت خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو  
ہمارے مشائخِ عظام میں سے ہیں کی اولاد بے شمار ہے اور سارا خراسان ساداتِ مودودیہ اور  
ان کے مریدین سے پُر ہے اور کوہستان کا وہ علاقہ جو کلات وغیرہ کے نام سے موسوم ہے اس  
میں بھی کثرت سے ساداتِ مودودیہ اور ان کے مریدین پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں  
بھی ساداتِ مودودیہ بہت ہیں۔ نیز فرمایا کہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین  
مودود چشتی قدس سرہ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں۔

اس کے بعد حاضرین  
سلطانِ آغا اور سید جلال الدین نجاری اچھی کی رشتہ داری  
میں سے کسی نے عرض  
کیا کہ حضور کیا سلطانِ آغا قدس سرہ بھی سید ہیں فرمایا ہاں آپ صحیح النسب سیدِ نجاری



ہیں اور حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری اوچی قدس سرہ کے رشتہ دار ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی خواجہ نظام الدین محمد بن حضرت سید احمد بن حضرت سید علیؒ اور آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا۔ حضرت سید عربؒ کی بیٹی تھیں اور حضرت سید علیؒ اور سید عربؒ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ یہ دونوں بھائی حوادث روزگار کی وجہ سے بخارا سے ترک سکونت کر کے ہندوستان آئے اور اقامت پذیر ہوئے۔ حضرت مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاری اوچیؒ کے والد کا اسم گرامی بھی سید علی ہے اور اس سید علی کے والد اور حضرت سلطان المشائخ کے دادا سید علی و سید عرب کے والد ایک دوسرے کے چچا زاد بھائی تھے۔

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ کیا حضرت سلطان المشائخ کی اولاد اب دہلی میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت سلطان المشائخ نے ساری عمر عالم تجرؤ میں گزاری اور شادی نہیں۔

نوٹ۔ مقبوس چودہ سے لے کر یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ حضرت اقدس کے قیام خانپور کے دوران لکھا گیا۔ آپ مع اہل و عیال و خدام سرکاری جنگے میں قیام پذیر تھے۔ اس کے بعد جو کچھ لکھا گیا وہ ملتان کے قیام کے دوران لکھا گیا تھا۔

## مقبوس ۵: بوقت نیم شب دوشنبہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۲ھ

احقر نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور ملتان میں جو قیام ہوگا۔ اس نماز قصر کے دوران نماز پوری پڑھی جائے یا قصر۔ آپ نے فرمایا ہم پندرہ دن سے زائد قیام کی نیت سے آئے ہیں۔ اس لیے نماز پوری پڑھیں گے۔

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تہیال بھی حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ بات شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں بیان کی ہے۔

## مقبولہ وقت روز و شبہ ربع الثانی ۱۳۱۲ھ

### ادب مجلس سماع

ایک شخص عرض کر رہا تھا کہ فلاں جگہ ایک بزرگ کا عرس تھا میں مجلس سماع میں شامل ہوا لیکن مجلس میں بچے بہت تھے حضرت اقدس نے فرمایا کہ کتاب اقباس الانوار میں لکھا ہے کہ شیخ سوندھا جو بڑے بزرگ تھے کے وقت میں ایک دن مجلس سماع گرم تھی۔ شیخ سوندھا اور دوسرے سالکین اور صوفی لوگ موجود تھے۔ ان حضرات پر بڑی کیفیت طاری تھی اور ساری مجلس میں آہ و فغاں کے نعرے لگ رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد یہ سارا ذوق و شوق اور جوش و خروش بند ہو گیا اور معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس سے سب لوگ حیران ہو کر شیخ سوندھا کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ سوندھا نے فرمایا کہ اس مجلس میں حضرت شیخ المشائخ خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار روشیؒ کا کاش شامل تھے اور مجلس کا یہ ذوق و شوق ان حضرات کی صحبت کی برکت سے تھا اب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں شمولیت کی خاطر تشریف لائے تھے لیکن جب آپؐ نے دیکھا کہ مجلس میں بے ریش لڑکے بھی بیٹھے ہیں تو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے اور حضرت خواجہ بزرگ اور خواجہ قطب الاقطاب بھی اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت کی خاطر اٹھ کر چلے گئے ہیں۔ اس وجہ سے معاملہ سرد پڑ گیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن کوٹ مٹھن تشریف میں حضرت سلطان الادلیار صاحب الروضہ (حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل قدس سرہ) کے عرس کے موقع پر حضرت محبوب الہی قدس سرہ کی طبیعت ناساز تھی۔ آپؐ نے حضرت خواجہ فخر جہاں کو فرمایا کہ آج مجلس میں آپؐ چلے جائیں۔ جب آپؐ مجلس میں داخل ہوئے تو ایک شخص پر وجد طاری ہوا اور اٹھ کر رقص کرنے لگا۔ اس حالت میں پہلے اس نے عمامہ (پگڑی) اتار کر قوالوں کو دی۔ اس کے بعد چادر اور چادر کے بعد کرتہ اور کرتہ کے بعد شلوار کی فہمت آئی تو اس نے شلوار



اتار کر قوالوں کو دے دی اور ننگا ہو کر مجلس میں رقص کر رہا تھا اور رھاھو کے نعرے لگا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت مولانا فخر جہاں قدس سرہا بہت غصے ہوئے لیکن چونکہ آپ کے چچا بزرگوار حضرت خواجہ تاج محمودؒ بھی مجلس میں کھڑے تھے۔ انہوں نے ادباً کچھ نہ کہا اور انکی وجہ سے کسی دوسرے کی بھی مجال نہ تھی کہ کچھ کہتا۔ یا چادر اور تہ بند دیتا۔ آخر حضرت مولانا فخر جہاں قدس سرہا رنجیدہ ہو کر مجلس سے باہر چلے گئے۔ جب یہ بات حضرت محبوب الہی قدس سرہا کے سامنے بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے سوچو تا کیوں نہ اس کے سر پر را۔ اس کو یہ خبر تو تھی کہ کپڑے قوالوں کو دیے جائیں لیکن یہ خبر نہ تھی کہ ننگا پن ڈھانپ لے۔

## مقبول ۵۴۔ بوقت عشاء شبہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ

ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور میں نے سنا ہے کہ حضرت قبلہ عالم مہاروی غریب نوازؒ نے حضرت سلطان الاولیاء صاحب روزہ (حضرت خواجہ محمد عاقل قدس سرہا) کو مولوی نور محمدؒ برائے کے متعلق حکم دیا تھا کہ اس بھوے (گورے) نوجوان کا خیال مولوی نور محمدؒ بڑا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ رکھنا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

قیم ہے کیونکہ اس کا پیروفت ہو گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت سلطان الاولیاء (قاضی صاحب قدس سرہا) ان کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ مولوی جی وظیفہ کرو وظیفہ کرو۔ لیکن چونکہ مولوی صاحب کو ان بات کا خیال نہ تھا۔ ہر دفعہ یہی جواب دیتے تھے کہ چونکہ حضور اقدس کے دامن کے نیچے پڑا ہوا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ایمان سلامت لے جاؤں گا۔ محنت کی کیا ضرورت ہے۔ آخر ایک دن حضرت سلطان الاولیاء نے سختی سے فرمایا کہ وظیفہ کرو اور سلوک میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ پہلے مجھے یہ بتادیں کہ میں کچھ بن جاؤں اور مقصود کو پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد وظیفہ شروع کروں گا۔ سلطان الاولیاء نے فرمایا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آٹھ عمر میں مقصود کو پہنچ جاؤں گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس چیز کی میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں اور وہ ہے کہ تم جادو اور رات کو وظیفہ شروع کرو۔ اگر اس وقت رات کو کوئی شخص تجھے شیرنی

لاوے تو سمجھ لو کہ مقصود کہ پہنچ جاؤ گے۔ پس مولوی صاحب چلے گئے اور رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ مسجد میں جا کر وظیفہ پڑھنے لگے۔ اور دل میں یہ تھا کہ نہ اس وقت مجھے کوئی شیرینی دے گا نہ میں وظیفہ پڑھتا رہوں گا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص چادر اوڑھے آیا اور شیرینی کا ایک تھال لاکر اس کے سامنے رکھ دیا۔ مولوی صاحب نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ کون ہو۔ لیکن اس نے کچھ نہ کہا اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ لے لو، لے لو اور غیب ہو گیا۔ اس وقت مولوی صاحب کو یقین آیا کہ علامت پوری ہو گئی ہے اور کام بن جائے گا۔ پس دل و جان سے کام میں مشغول ہو گئے اور روز بروز ترقی کرنے لگے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مولوی نور محمد (مذکور) کو خلافت حضرت مولوی عبداللہ صاحب ٹھٹھار احمد پوری سے ملی ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور اس غلام نے سنا ہے کہ ان کو خلافت حضرت سلطان الاولیاء سے ہے۔ آپ نے فرمایا ان درست ہے۔ انکو حضرت سلطان الاولیاء سے بھی اجازت بیعت ملی ہے۔ میں نے خود اپنے شیخ سے سنا ہے کہ انکو اجازت بیعت حضرت سلطان الاولیاء سے ملی لیکن فرقہ خلافت مولوی صاحب احمد پوری سے ملا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص تھا جس کا نام محمود تھا اور وہ حضرت مولوی نور محمد صاحب کے خاص مریدین اور خدمت گاروں میں سے تھا۔ ایک دن میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کتنا عرصہ مولوی نور محمد صاحب کی خدمت میں رہے ہو اور ان کو مولوی عبداللہ احمد پوری سے کس قدر رابطہ تھا۔ اس نے جواب دیا کہ ان مولوی صاحب کے ساتھ اس قدر تعلق قوی تھا کہ جب جب ان کا وصال ہوا تو کہتے تھے کہ ان کا روضہ میں بنوا دوں گا۔ یہ ان کا مجھ پر حق ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ اگرچہ میرے شیخ کا قول صحیح اور صادق ہے۔ محمود کی گواہی سے

۱۔ اجازت بیعت اور خلافت میں یہ فرق ہے کہ بیعت کی اجازت کو خلافت نیابتی سے موسوم کیا جاتا ہے اور صاحب بیعت جب کسی شخص کو بیعت کرتا ہے تو اپنے شیخ کے نام پر داخل سلسلہ کرتا ہے۔ لیکن خلافت ملنے کے بعد وہ اپنے نام پر داخل سلسلہ کر سکتا ہے۔ اس لیے اجازت بیعت کو خلافت نیابتہ اور دوسری خلافت کو خلافت مطلقہ کہا جاتا ہے۔



بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

حسن و جمال کی وجہ سے ایک عورت نوازی گئی | اس کے بعد فرمایا کہ مولوی نور محمد صاحب کی آمد و رفت

حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں کثرت سے ہوتی تھی۔ راستے میں ایک گاؤں تھا جہاں ایک خوبصورت اور نیک سیرت عورت رہتی تھی۔ وہ گھر سے روانہ ہو کر رات اس گاؤں میں بسر کرتے تھے اور اس عورت کو وہ بہن کہہ کر پکارتے تھے اور رات ان کے ہاں رہتے تھے۔ ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ قدس سرہ اس علاقے میں تشریف لے گئے اور اتفاق سے مولوی نور محمد بھی ہمراہ تھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی عادت تھی کہ جس جگہ عصر کی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا تھا رات بھی اسی جگہ بسر فرماتے تھے۔ اتفاقاً جب اس گاؤں کے قریب آپ پہنچے تو نماز ظہر کا وقت تھا۔ حضرت قبلہ عالمؒ اپنے اصحاب سمیت وہاں اترے اور نماز ظہر ادا کی۔ مولوی صاحب کے دل میں یہ حسرت تھی کہ اس دفعہ اس ماہ پارہ کے جمال سے محروم رہ گئے کیونکہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت شیخؒ روانہ ہو جائیں گے اور جہاں عصر کی نماز پڑھیں گے رات کو اسی جگہ قیام فرمادیں گے۔ کاش کہ آپ رات اسی جگہ بسر کرتے۔ حضرت قبلہ عالمؒ روشن ضمیر تھے۔ اس کے دل کی بات سے آگاہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ کوزہ میں پانی لاؤ۔ ضرورت بشری کے لیے صحرا میں جاتا ہوں۔ جب کوزہ لایا گیا تو آپ نے مولوی نور محمد کو فرمایا کہ کوزہ اٹھاؤ۔ جب جنگل میں پہنچے تو حاجت بشری تو ایک بہانہ تھا۔ آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ عرصہ ہوا کسی خوبصورت کو نہیں دیکھا۔ لہذا آج رات اسی گاؤں میں قیام کرتے ہیں شاید کسی خوب رو کا دیدار ہو جائے۔ یہ سن کر مولوی صاحب خوش ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور اس گاؤں میں ایک عورت ہے جو نہایت ہی حسینہ اور جمیلہ ہے اور میں نے اسے بہن بنایا ہوا ہے۔ جب کبھی حضورؐ کی خدمت آتا ہوں رات اس کے گھر پر بسر کرتا ہوں اور اس کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ چنانچہ مولوی صاحب کی خاطر حضرت قبلہ عالمؒ نے رات اسی گاؤں میں بسر کی۔ مولوی صاحب اس پاکدامن عورت کو بھی آپ کی خدمت میں لے آئے اور عرض کیا کہ اسے بیعت سے مشرف کریں۔ اس گاؤں میں ایک مکان خالی کر لیا گیا تھا۔ آپ نے

اس مکان میں اس عورت کو بیعت فرمایا اور ایک گھنٹے تک اس کو اوراد اور وظائف تعلیم کرتے رہے۔ اس اثنا میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ عورتوں کو بیعت کرنے کا دستور یہ تھا کہ جب تک کسی دوسرے شخص کو نہیں بٹھاتے تنہائی میں کسی عورت کو بیعت نہیں کرتے۔ لیکن یہ اس عورت کی خوش قسمتی تھی کہ حضرت قبلہ عالم قدس سر نہایت ہی متقی تھے۔ ایک گھنٹے تک اسے تنہائی میں بیعت کیا اور وظائف تعلیم فرمائے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ نور محمدؒ نارووالہ کا وصال ہوا تو مولوی نور محمد صاحب کو سخت صدمہ ہوا اور جب حضرت قبلہ عالم قدس سر کا وصال ہوا تو مولوی صاحب اور بھی آتش غم و الم میں جلنے لگے۔ دس بارہ سال کے بعد ان کا گذر اس گاؤں سے ہوا جہاں وہ عورت رہتی تھی۔ جب اس سے ملے تو کیا دیکھتے ہیں وہ نہایت ہی عبادت گزار اور کمزور ہو چکی ہے۔ اس نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ بھائی اچھا ہوا آپ آگئے۔ میں نے آپ سے بہت سی چیزیں دریافت کرنی ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی کیفیت بیان کی۔ اس کی باتیں سن کر مولوی صاحب نے کہا میری بہن یہ باتیں جو تم مجھ سے پوچھ رہی ہو مجھے ان کی مطلق خبر نہیں ہے۔ اور یہ باتیں مجھ سے بالاتر ہیں۔ حضرت قبلہ سلطان الاولیاء (حضرت قاضی محمد عاقل قدس سر) زندہ ہیں ان سے دریافت کروں گا۔ چنانچہ قبلہ عالمؒ کے عرس سے فارغ ہو کر اس نے اس عورت کو ہمراہ لیا اور حضرت سلطان الاولیاء قدس سر کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ نے بھی ایک گھنٹہ تک اس سے تنہائی میں باتیں فرمائیں اور جب باہر تشریف لائے رو رو کر یہ فرما رہے تھے کہ سبھان اللہ کہ میرے شیخ وہ (حضرت قبلہ عالمؒ) کی ایک گھنٹہ کی صحبت سے یہ عورت اس قدر بلند مقامات پر پہنچ گئی ہے اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ مولوی نور محمد صاحب کو حضرت سلطان الاولیاء سے بھی اجازت بیعت تھی لیکن وہ ڈرتے تھے اور کم مرید بناتے تھے۔ حتیٰ کہ جب مولوی عبداللہ صاحب احمد پوری سے فرقہ خلافت حاصل کیا تو مریدین کی تعداد بڑھ گئی۔ اور ان کو خلافت ملنے کا حقہ یوں ہے کہ حضرت مولوی عبداللہ صاحب کا دستور یہ تھا کہ جب حضرت سلطان الاولیاء قدس سر کے عرس پر آئے تھے روضہ مطہرہ کے گرد طواف کرتے تھے اور جوش میں آکر گٹا ہا کر تے تھے اور رقص کرتے تھے اور اس حال میں مغلوب ہو کر کبھی کبھی تالاب میں غوطہ کھا کر اور کپڑے



تر کر کے طواف کرتے رہتے تھے۔ ایک دن غوطہ لگا کر تالاب سے باہر آئے اور پیراہن اُتار کر مولوی نور محمد صاحب کو پہنا دیا اور فرمایا کہ اے مولوی جب تجھے حضرت سلطان الاولیاء سے اجازت بیعت ہے لوگوں کو بیعت کیوں نہیں کرتے۔ اب بلا خوف لوگوں کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی۔ اس کے بعد مشائخ کرام کی عمروں کا ذکر ہونے لگا۔ حاضرین مجلس سید محمد مصنف بحج المعانی میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضورؐ سنا ہے کتاب بحر المعانی

کے مصنف کی عمر تین سو سال تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا یہ بات صحیح نہیں ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ان کی عمر ایک سو چالیس سال تھی یا کچھ کم و بیش۔

اس کے بعد فرمایا کہ بحر المعانی کے مصنف سید محمد کے والد بزرگوار سید جعفر کی شریفی تھی۔ سید جعفر کی ایک چچا تھے جن کا نام سید عون تھا۔ اس نے سید جعفر کے ساتھ جنگ کر کے غلبہ حاصل کیا اور سید جعفر کو معظم چھوڑ کر ہندوستان آگئے اور کچھ عرصے کے بعد صوبہ دہلی کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ جب سید محمد کی عمر اٹھارہ سال ہوئی تو انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑنا امام العارفین حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا دیا اور بیعت سے مشرف کرایا اور یہ عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو حضور کا غلام بنایا ہے اور خدمتگاری کے لیے خدمت اقدس میں سپرد کیا ہے۔ حضرت سید محمد نے بائیس سال حضرت شیخ کی خدمت میں رہ کر شرف صحبت حاصل کیا۔ ان کے ذمہ مین خدمات تھیں۔ اول حضرت شیخ کے حجرہ کا چراغ روشن کرنا دوم حضور کرنا، سوم استنجا کے ڈھیلے بیت الخلاء میں رکھنا۔ اس کے بعد فرمایا کہ سید محمد بن سید جعفر کی فرمائے ہیں کہ استنجا کے ہر ڈھیلے کو پہلے میں اپنے رخسار پر مل کر اس قدر ملائم کرتا تھا کہ میرے چہرے کا قریش ہونا بند ہو جاتا تھا۔ اور اس کے بعد اسے بیت الخلاء میں رکھتا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان سید محمد قدس سرہ کا شمار مشائخ عظام میں ہوتا ہے۔ آپ کثیر الدعویٰ تھے اور تین سو اسی کامل مکمل اولیاء کرام سے آپ نے اپنے پیر کے فرمان کے مطابق خرقہ خلافت حاصل کیا۔ **ذالٹ فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم**

(یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی فضل کرنے والا ہے)

## زندہ صحابی رسولؐ کی زیارت

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضورؐ سنا ہے ان سید محمد جعفرؑ کی قدس سرہ کی اصحاب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم میں سے ایک صحابی سے بھی ملاقات ہوئی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا ہاں یہ بات صحیح ہے۔ آپ نے حضرت صفوان بن قیسؑ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے جو ایک پہاڑ کی غار میں رہتے تھے۔ آپ نے ان سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا ہے لیکن یہ حکایات عالم باطن سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ قبلہ آیا یہ صحابی بھی ان تین سو اسی مشائخ میں شامل ہیں جن سے انہوں نے خلافت حاصل کی۔ آپ نے فرمایا ہاں شامل ہیں۔

## مشائخ صابریہ کی بدلت سلسلہ جالیہ پھر جاری ہوا

اس کے بعد فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے مشائخ کی عمریں بھی بہت دراز تھیں۔ اگرچہ بعض مورخین نے غلطی بھی کی ہے۔ چنانچہ اقتباس الانوار کے مصنف نے سیر الاقطاب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب جہاں ہانوسیؒ کا سلسلہ شیخ جلال الدین پانی پتی صابریؒ کی دعا سے جاری ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ قطب جہاں قدس سرہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے خادم سے کہا کہ آج فلاں سرانے میں جاؤ وہاں فلاں شکل وعلیہ کا ایک جوان مسافر تازہ وارد ہوگا۔ اس کو میرے پاس لے آؤ۔ خادم چلا گیا اور اس نے دیکھا کہ اسی شکل اور علیہ کا ایک جوان سرانے میں بیٹھا ہے اور وہ آدمی شیخ جلال الدین پانی پتی تھے۔ خادم ان کو حضرت خواجہ قطب جہاں کے پاس لے آیا۔ آپ نے ان سے کہا کہ اے شیخ جلال الدین دعا کرو کہ میرا سلسلہ میری اولاد سے جاری ہو جائے۔ انہوں نے دعا کی اور یہ ان کی دعا کی برکت ہے کہ سلسلہ جالیہ جاری ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اقتباس الانوار کے مصنف نے سیر الاقطاب کی یہ روایت قبول نہیں کی کیونکہ یہ صریح جھوٹ ہے اس وجہ سے کہ حضرت شیخ علی احمد صابریؒ قدس سرہ کے ہجران تھے۔ اپنی عمر ختم کر کے اس دنیا سے چلے گئے۔ ان کے بعد ان مرید خلیفہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ بھی چلے گئے اور ان کے مرید شیخ جلال الدین کی عمر صابریہ سلسلہ کی کتابوں میں اسی سال لکھی ہے۔ یہ بھی روایت



ہے کہ شیخ جلال الدین پانی پتیؒ نے اپنی عمر میں سے دس سال حضرت مخدوم جہانیاں اوچی قدس سرہ کو جو (چشتیہ سلسلہ میں) حضرت چراغ دہلی قدس سرہ کے خلیفہ تھے دی تھی۔ لہذا یہ قول کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ شیخ جلال الدینؒ کو خواجہ قطب جمال ہانسوی کی صحبت ملی تھی۔ ہاں اگر ان کی عمر سو سال ہے تو پھر صاحب سیر الاقطاب کا قول صحیح ہے۔

اس اشارہ میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور شیخ جلال الدین پانی پتیؒ کی دہلے سے سلسلہ جمالیہ کا جاری ہونا کیا معنی رکھتا ہے جب کہ خواجہ جمال الدین ہانسوی کی اولاد کا سلسلہ نظامیہ ہے۔ ان کا سلسلہ صابریہ ہوتا تو پھر یہ بات صحیح ہوتی۔ اس پر حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔ جب حضرت خواجہ قطب جمال ہانسویؒ کا وصال ہوا تو آپ کی اہلیہ اپنے بیٹے حضرت برہان الدین کو جن کی عمر اس وقت سات سال تھی اٹھا کر حضرت شیخ الشیوخ العالم خواجہ گنجشکر قدس سرہ کی خدمت میں بیعت کی خاطر لے گئیں۔ آپ نے ان کو بیعت کیا اور اسی وقت فرقہ خلافت بھی پھنسا دیا۔ لیکن ان کے فرزند حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے خلافت حضرت سلطان المشائخ سے حاصل کی۔

**حسن پرستی** | اس کے بعد حسن پرستی کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے عرض کیا مجھے ساری دنیا میں دو چیزیں محبوب ہیں۔ ایک سماع (قوال) دوسرے حسن پرستی۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ بیشک سماع الیہا مسئلہ ہے کہ جس پر مشائخ کرام متفق ہیں لیکن حسن پرستی پر سب کا اتفاق نہیں ہے۔ تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ ایں حظ نفس است و آں قوت جان

(یعنی حسن پرستی لذت نفس ہے اور سماع غذائے روح)

چونکہ حسن پرستی میں لذت نفس کا نہ ہونا مشکل ہے۔ اس لیے مشائخ عظام نے اس سے منع کیا ہے۔ اس کے بعد پھر اس شخص نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور شیخ اوصد الدین کرمانیؒ اور شیخ فخر الدین عراقیؒ نے بھی حسن پرستی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان دو حضرات کے علاوہ شیخ احمد غزالیؒ نے بھی حسن پرستی کی ہے۔

**جواز سماع** | اس کے بعد فرمایا کہ جہان تک سماع کا تعلق ہے۔ فی حد ذاتہ یعنی اپنی ذات سے پاک و حلال ہے۔ جس سماع کو حرام کہا گیا ہے وہ حرام چیزوں

کے شامل ہونے سے حرام ہوا ہے مثلاً جب دولت مند لوگ سماع سنتے ہیں تو شراب کو بھی شامل کر لیتے ہیں اور ہنسی مذاق اور بے ہودہ باتوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ مجلس سماع میں عورتوں اور بے ریش لڑکوں کے شامل ہونے سے بھی سماع ناجائز ہو جاتا ہے۔ اگر غیر شرع چیزیں نہ ہوں تو سماع حلال ہے۔ چونکہ مشائخ عظام اپنی مجالس میں ان چیزوں کو شامل نہیں ہونے دیتے لہذا ان کا سماع اپنی اصلی حالت پر جاتا ہے یعنی جائز ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد اُسی شخص نے عرض کیا کہ حضور جب شیخ اوحید الدین کرمانی پر مجلس سماع میں وجد طاری ہوتا تھا تو بے ریش لڑکوں کے سینے سے پیرا بن اٹھا کہ اپنا سینہ ان کے سینے سے لگاتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ صحیح ہے۔ اس کے بعد اُسی آدمی نے عرض کیا کہ حضور سنا ہے کہ شیخ فخر الدین عراقی قدس سرہ بے ریش لڑکوں کو سجدہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا سجدہ نہیں کرتے تھے بلکہ اُن کے پاؤں چومتے تھے۔ اور اپنی آنکھیں اُن کے پاؤں سے لگاتے تھے۔ ایک دفعہ جب مصر سے شام کی طرف روانہ ہوئے تو بادشاہ مصر نے شام کے گورنر کو خط لکھا کہ میرے پیر تہاری ولایت میں آ رہے ہیں ان کے ساتھ کمال ادب سے پیش آنا اور عزت و تکریم کرنا جب حضرت شیخ ملک شام کی سرحد پر پہنچے تو گورنر اپنے تمام ارکان دربار اور امرا کو لے کر استقبال کے لیے آ پہنچا۔ اس گورنر کا لڑکا نہایت حسین و جمیل تھا۔ جب شیخ کی نظر اس لڑکے پر پڑی تو سواری سے اتر کر اس کے پاس گئے اور اس کے پاؤں پر بوسے دینے لگے۔ یہ دیکھ کر سب لوگ حیران ہوئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور زیر لب کہنے لگے کہ یہ کیا بات ہے۔

اس کے بعد حضرت حسن مجازی سے حقیقی کا مشاہدہ افضل و اعلیٰ ہے | اقدسؒ نے فرمایا کہ ایک

دفعہ حضرت شیخ شمس الدین تبریزیؒ نے شیخ اوحید الدین کو مائی کے پاس جا کر دریافت کیا کہ آج کل آپ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کا پانی کی طشت (تھال) میں مشاہدہ کرتا ہوں۔ حضرت شمس الدینؒ نے فرمایا کہ اگر تمہاری گردن پر ذبل (دھوڑا) نہیں تو چاند کو آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے۔ یہاں حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ شیخ اوحید الدین کرمانیؒ کا اشارہ مجازی طرف تھا

۱۔ چاند کو پانی طشت میں دیکھنے سے ان کی مراد یہ ہے کہ حسن ازل کا مشاہدہ خلقت کے حسن میں کرتا باقی برسر



شیخ روز بہان بقل کے قول کی تشریح | اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت شیخ روز بہان بقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مولف

تفسیر عرائس البیان) فرمایا کرتے تھے کہ مجلس سماع میں امارو د بے ریش لڑکوں کا ہونا لازمی ہے۔ لیکن دوسرے تمام مشائخ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے اور شیخ روز بہان بقل کے قول کو فتویٰ کے طور پر نہیں مانا۔ یعنی یہ قول ان کی اپنی ذات کے لیے ہے۔ باقی لوگوں کے لیے نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ روز بہان بقل کے قول کا مطلب دراصل یہ ہے کہ قال بے ریش ہونے چاہیئں تاکہ خوش آواز ہوں نہ یہ کہ بے ریش لڑکے کے سماع سنے میں شامل ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ بزرگوں کی باتوں کو اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیئے (عارف رونق فرماتے ہیں سے

کار پا کاں را قیاس از خود نگیر گھرچے ماند نوشتن شیر و شیر

شیراں باشد کہ ہر دم مے خورد شیراں باشد کہ مردم را خورد

یعنی اولیائے کرام کی باتوں کا اپنے اوپر قیاس مت کرو۔ اگرچہ لفظ شیر اور شیر دونوں ہم شکل ہیں لیکن شیر یعنی دودھ وہ ہے جس کو آدمی کھاتے پیتے ہیں اور شیر (جانور) وہ ہے جو آدمی کو کھاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اولیا و کرام عام آدمیوں کے ہم شکل ہوتے ہیں لیکن دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جب اولیائے کرام حسن پرستی میں مشغول ہوتے ہیں تو نفس امارہ سے کلی طور پر پاک ہونے کی وجہ سے اس کے شر سے محفوظ ہوتے ہیں لیکن عام لوگ حسن پرستی

بقیہ۔ ہوں لیکن شاہ شمس الدین تبریزی کا مقام زیادہ بلند تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمہاری گردن میں ڈنبل یعنی نقص دید کی وجہ سے ہے۔ اگر تمہاری حالت ارفع و اعلیٰ ہوئی تو بلکہ راست محبوب حقیقی کے حسن و جمال کا مشاہدہ کرتے۔ بالفاظ دیگر ساکب کو طالب ذات ہونا چاہیئے۔ طالب صفات نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مقام صفات سے مقام ذات زیادہ بلند و برتر تھے۔ مقام صفات متوسطین کا مقام ہے اور مقام ذات منتہیوں کا مقام ہے لیکن مقام ذات سے بھی زیادہ ارفع و اعلیٰ مقام ذات بخت ہے۔ یا ذات لا تعین جن کو فنا الفنا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اولیائے کمال یعنی خاص الخاص کا مقام ہے۔ اس کے بعد بقا باللہ ہے جو مقام نزول اور عبدیت یا دوئی ہے۔ ترجمہ

کریں تو گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مترجم)

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ مخدوم کریم حیدر  
عورتوں کی آواز سے پرہیز لازمی ہے | ساکن اوج شریف جو حضرت محبوب الہی

(حضرت خواجہ خدابخش قدس سرہ) کے خلیفہ تھے۔ اپنے گھر کے اندر وظائف میں مشغول تھے۔ اس وقت ان کے بھائی مخدوم نوہار کے گھر میں جو کچھ فاصلہ پر تھا طواف گاہی تھیں۔ جب ان کی آواز مخدوم کریم حیدر کے کانوں میں پہنچی تو اس سے ان کو ذوق ہوا۔ جب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا مخدوم جی عورتوں کی آواز سے پرہیز کرنا چاہیئے

اس کے بعد فرمایا کہ حافظ غلام رسول  
شرعیّت زراعت کے گرد بار کا کام دیتی ہے | ساکن چاچران شریف بڑے

عبادت گزار، سالک اور زہد و تقویٰ سے مزین تھے۔ یہاں تک کہ چالیس تک انہوں نے نہ سر کو تیل لگایا نہ لنگھی کی۔ وہ بیوی بچوں سے علیحدہ رہتے تھے اور سخت ادنیٰ کپڑا جسے عرف عام میں دھتہ کہتے ہیں اوڑھتے تھے۔ ان پر استغراق اس قدر غالب تھا کہ جب نماز عشاء میں رکوع میں مستغرق ہوتے تو صبح تک اُسی حالت میں کھڑے رہتے تھے۔ یہی حال سجدہ کا تھا۔ چنانچہ ایک دن حافظ غلام رسول کو ایک مرآئن نے جو خود دھتہ پوش تھی اور زیور وغیرہ نہیں استعمال کرتی تھی چند اشعار لگا کر سنائے۔ جب اس بات کی اطلاع حضرت مولانا فخر جہاں قدس سرہ کو ہوئی تو آپ سخت ناراض ہوئے اور جب حافظ صاحب کو خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو اگرچہ آپ ان کی عزت کیا کرتے تھے کیونکہ وہ آپ کے استاد تھے صرف اس قدر فرمایا کہ آپ نے مجھے کیا سمجھا ہے میں قرآنِ طاوّل میں سے ہول جنہوں نے شیخ منصور کو دار پر لٹکایا تھا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ شرعیّت کے احکام زراعت کے گرد بار کا کام دیتے ہیں۔ جو شخص بار کو نقصان دینا شروع کرتا ہے وہ زراعت کو کیسے بچا سکتا ہے (یہاں زراعت سے مراد ایمان اور بار سے مراد احکام شرعیّت ہیں یعنی جو شخص احکام شرعیّت کا لحاظ نہیں کرتا اپنا ایمان برباد کر دیتا ہے)



## خوبصورت لوگوں کا قبول دعا حدیث کے ثابِت ہے

اس کے بعد اُسی شخص نے عرض کیا حضور خوبصورت آدمی کو دیکھ کر ہر شخص کا دل خوش ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ درست ہے کہ ہر شخص کا دل خواہ وہ مشائخ کرام ہوں یا عام آدمی یہی چاہتا ہے کہ خوبصورت آدمی کا مشاہدہ کرے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اطلبوا الحاجات من حسن الوجوه (خوبصورت آدمیوں سے حاجت طلب کرو یعنی دعا کرو) لیکن بالکل آوارہ اور تباہ حال ہو کر ان کے پیچھے نہیں پڑ جانا چاہیے کیونکہ یہ خطرناک اور بُری بات ہے۔ اس پر اس آدمی نے عرض کیا کہ حضور آپ نے خود فرمایا تھا کہ حضرت سلطان المشائخ پر حالت قبض طاری ہوتی تھی تو سید حسن کو دیکھنے سے حالت بسط حاصل ہو جاتی تھی۔ آپ نے فرمایا جو کچھ میں نے کہا ہے صحیح ہے لیکن سید حسن کو آپ اپنا بیٹا بھی کہتے تھے اور ان کو دیکھنے سے حالت قبض، حالت بسط میں مبتدل ہو جاتی تھی۔ لیکن مجھ سے یہ بھی پوچھ لو کہ حضرت سید حسن کی عمر کیا تھی۔ اس نے کہا کیا عمر تھی؟۔ آپ نے فرمایا کہ ان کی عمر اس وقت پچاس سال تھی۔

## مرید کے گناہ کا شیخ کے حال پر اثر

اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی غریب نواز رحمہ اللہ مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہ سے خرقہ خلافت حاصل کر کے واپس آئے تو چھ ماہ تک جس شخص کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرتے تھے۔ اسی وقت اس کے دل میں نور پیدا ہو جاتا تھا۔ لیکن اس کے بعد کسی مرید سے ناشائستہ حرکت اور زنا سرزد ہو گیا۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم فرماتے تھے کہ اگر سجاد اصحاب میں سے کسی شخص سے یہ گناہ سرزد نہ ہوتا تو قیامت تک مرید ہوتے ہی۔ لوگوں کے دل فوراً منور ہوتے رہتے۔ اس کے بعد نماز عشاء بجماعت پڑھ کر حضرت اقدس مشغول ہو گئے اور سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔

## مقبول ۵ بوقت روزہ شنبہ ربيع الثانی ۱۳۱۲ھ

انگریزی سائل کا حاضر ہونا | جب آپ نماز عصر جماعت ادا کر کے باہر تشریف لائے تو بیگ کے دروازہ پر ایک انگریز کھڑا تھا۔

جب اس نے حضرت اقدس کو دیکھا تو ٹوپی (ہیٹ) سر سے اتار کر سلام کیا اور بعد عجز و نیاز عرض پر دروازہ ہوا کہ ضعف بصارت کی وجہ سے حکومت نے مجھے ملازمت سے علیحدہ کر دیا ہے یہ دیکھ کر کسی خادم نے عرض کیا کہ یہ سائل نظر آتا ہے۔ خیرات مانگتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس قسم کے آدمی کو کیا دینا چاہیئے۔ خادم نے عرض کیا دو تین روپے۔ آپ نے فرمایا دے دو خادم نے دے دیئے۔ اس کے بعد تین بگھیاں سواری کے لیے منگوائیں۔ ایک پر آپ اور چند خدام خاص سوار ہوئے۔ باقی دو بگھیوں پر خاص خاص آدمیوں کے لیے اشارہ فرمایا کہ سوار ہو جائیں۔ احقر راقم الحروف کا شمار تو عوام میں سے تھا لیکن ازراہ کرم اسے بھی اشارہ ہوا کہ سوار ہو جاؤ۔ اس کے بعد سیر کو روانہ ہوئے اور مغرب کے وقت واپس آکر نماز مغرب باجماعت ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ تسبیح ہاتھ میں لیے وظائف پڑھ رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ حاضرین سے باتیں بھی کر رہے تھے۔

چھوڑ مذہب | اس وقت ایک ہندو جو محکمہ ڈاک میں نوکری تھا اور پہلے حضرت اقدس سے متعارف تھا آیا اور قدم بوسی سے مشرف ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نے

اس سے ہندو مذہب کے عقائد دریافت کیے۔ اس نے کہا حضور میرا مذہب چھوڑ ہے جو بہت کہنہ (پرانا) ہے۔ چھٹی صدی میں پیدا ہوا۔ پہلے اس مذہب کے سب لوگ اپنے آپ کو چھپاتے تھے لیکن اب اس کی کچھ تشہیر ہوئی ہے۔ اس مذہب کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عزوجل کو وحدہ لا شریک مانتے ہیں۔ ان کے خیالات مسلمان صوفیائے کرام کی طرح متوحدانہ ہیں۔ بت پرستی کو کفر اور گمراہی سمجھتے ہیں۔ ہم لوگ دو پیغمبروں کی پیروی اور متابعت کرتے ہیں۔ ایک حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام، دوسرے سری کرشن جی صاحب کو بھی ہم رسول



اور نبی برحق سمجھتے ہیں۔ ہم نے قرآن شریف کا شاستری زبان میں ترجمہ کر لیا ہے اور روزمرہ اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کے بعد نماز عشا کا وقت ہو گیا اور وہ آدمی چلا گیا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور آیا یہ چھوٹا مذہب کے لوگ مسلمان ہیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ شرعاً یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا یہ موحّد ہیں؟ آپ نے فرمایا ”موحدان“۔ یہ لفظ آپ کی زبان پر تھا کہ اقامت ہو گئی اور آپ اٹھ کر نماز میں شامل ہو گئے۔ احقر بھی آپ کے پہلو میں کھڑا ہو کر مشغول نماز ہوا۔

### مقبوس ۵۸: بوقتِ بزرگ چار شنبہ ربيع الثانی ۱۳۱۲ھ

اس وقت آپ شاستری زبان، گرکھی اور انگریزی کے قواعد خود لکھ کر خدام خاص کو پڑھا رہے تھے کیونکہ آپ کو علم لدنی حاصل ہے اور آپ تمام علوم و فنون اور حقائق و معارف کے سرچشمہ ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اٹھ کر نماز عصر ادا کی۔

### مقبوس ۵۹: بوقتِ عشا پنجشنبہ ربيع الثانی ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس تیسع ہاتھ میں لیے وظیفہ پڑھ رہے تھے اور حاضرین مجلس کے سوالات حضرت شیخ کی فن موسیقی میں بہارت

کا جواب بھی دے رہے تھے۔ اس اشار میں ایک شخص باہر سرک پر جا رہا تھا۔ اور چلتے چلتے خیال راگ گانمن گارہ تھا۔ اس کی آواز سن کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ خیال گانمن حضرت فنی غلام حسن صاحب ملتان کی اختراع (ایجاد) ہے۔ اور خیال چہلہ سید میرن شاہ کی ایجاد ہے اس پر حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ میرن شاہ اب بھی زندہ ہے۔ میں نے اُسے دیکھا ہے پڑھا ہو گیا ہے۔ سرور داڑھی کے، بون کو خا سے سُرخ کیا ہوا ہے اور ہما و پور میں رہتا ہے۔

حضرت خواجہ خدابخش صاحب کی عظمت | اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ قاضی صاحب خانی پوری کہاں کے مرید ہیں

آپ نے فرمایا قاضی محمد علیؒ حضرت خواجہ محمد جمال ملتانیؒ کے مرید ہیں اور اجازت بیعت بھی ان سے حاصل کی ہے۔ اس کے بعد حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ حضور قاضی علیؒ کیا بلکہ آں حضرت کے تمام خلفاء کو خلافت حضرت خواجہ خدابخش خیرپوری قدس سرہ سے ملی ہے آپ نے فرمایا ہاں سید بلند شاہ صاحب ساکن جبکہ ان سید محمد شاہ رنگیکہ، مولوی حامد صاحب فتح پوری چندرانی والہ، مولوی محمد موسیٰ ملتانی، منشی غلام حسن ملتانی۔ یہ سب حضرات حضرت حافظ محمد جمال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلفاء ہیں۔ لیکن انہوں نے حضرت خیرپوریؒ سے بھی خلافت جصل کی ہے۔ نیز سید صدیق محمد بن سید محمد شاہ رنگیکہ حضرت حافظ صاحب کے مرید تھے اور خلافت حضرت خیرپوریؒ سے حاصل کی تھی۔

اس کے بعد فرمایا حضرت خواجہ خدابخش خیرپوریؒ کے بیٹا مرید تھے۔ ملتان، خیرپور اور گردونواح میں سب آپ کے مرید ہیں۔ جب آپ اپنے شیخ کے عرس پر ملتان جاتے تھے تو لوگ اس کثرت سے مرید ہوتے تھے کہ ملتان شہر میں پٹاشے ختم ہو جاتے تھے۔ ہندو لوگ آپ کے آنے سے بہت پہلے پٹاشے تیار کرنا شروع کرتے تھے اور بتائوں کے انبار لگ جاتے تھے لیکن وہ بھی ختم ہو جاتے تھے۔

مولوی گل محمد صاحب احمد پور شرقیہ | اس کے بعد فرمایا کہ مولوی گل محمد احمد پوری حضرت حافظ محمد جمال ملتانیؒ کے خلیفہ

تھے لیکن ان کی حالت سلب شدہ تھی۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ حضرت خواجہ خدابخش صاحب خیرپوریؒ حضرت حافظ صاحب کے خلیفہ بنائین تھے۔ بلکہ آپ حضرت حافظ صاحب کے فقر کی کنجی تھے (کلید فقر) اور حضرت حافظ صاحب کے تمام اسرار فقر و کمالات کا ظہور ان کی بدولت ہوا۔ اس لیے آپ کا عرس بھی حضرت خیرپوریؒ کے ذمہ تھا۔

بڑے پیر بھائی سے بے ادبی کی وجہ سے عتاب | جب تک آپ زندہ رہے شیخ کا عرس کرتے رہے



چنانچہ ایک دفعہ عرس کی خاطر ملتان شریف گئے۔ حافظ صاحب کے دوسرے خلفاء بھی موجود تھے۔ چونکہ حضرت صاحب خیرپوری کے بعد مولوی گل محمد صاحب سب سے بڑے خلیفہ تھے۔ حضرت صاحب خیرپوری نے مولوی گل محمد کے مکان پر جا کر کہا کہ میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ جو کچھ مجھے حضرت حافظ صاحب سے حاصل ہوا ہے۔ آپ کو دوں۔ لیکن انہوں نے رعوت اختیار کی اور کہا کہ اپنے گھر میں رکھو اور مجھے اپنی جلوہ گری مت دکھاؤ۔ مجھے اپنے پیر نے اس قدر دیا ہے کہ کسی اور کی ضرورت نہیں۔ آپ کو میں صرف پیر بھائی سمجھتا ہوں اور اولیٰ اور بہتر جانتا ہوں۔ یہ سن کر آپ رنجیدہ خاطر ہوئے اور ختمناک ہو کر واپس چلے گئے۔ اگرچہ آپ کمال درجہ کے حلیم الطبع اور رحیم تھے لیکن جب کسی پر غصہ آتا تھا تو کبھی نہیں ٹھٹھاتا۔ چنانچہ اسی حالت میں آپ حضرت حافظ صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے ایک نوجوان کو حکم دیا کہ بندوق لے کر بیٹھ جاؤ۔ جب گل محمد آئے تو اُسے گولی مار دینا اس کے بعد فرمایا کہ اس واقعہ سے پہلے مولوی گل محمد کا خیال تھا کہ حضرت حافظ صاحب کا روضہ تعمیر کرائیں گے لیکن جب ان سے یہ ناشائستگی وقوع پذیر ہوئی تو حضرت صاحب خیرپوری نے حضرت شیخ کا روضہ تعمیر کرایا۔ اس بے ادبی کے بعد مولوی گل محمد کی حالت سلب ہو گئی اور اُن سے خصائل ذمیمہ اور افعال ردیہ صادر ہونے لگے۔ چنانچہ پہلے وہ امین تھے اور لوگ ہزاروں روپے مالیہ سرکار وصول کر کے ان کے پاس امانت رکھتے تھے۔ لیکن اب انہوں نے انکار کر دیا کہ میرے پاس کسی کی امانت نہیں ہے۔ اس سے بیشمار مال حرام اُن کے پاس جمع ہو گیا اور طوائف کو بلا کر ان کا قصہ دیکھتے اور اپنی زبان پر روپیہ رکھ کر طوائف کو کہتے تھے کہ اپنی زبان سے روپیہ اٹھاؤ۔ آخر عمر میں بہت بوڑھے ہو گئے لیکن شہوتِ نفس اس قدر غالب تھی کہ باہ سالہ لڑکی کے ساتھ شادی کی تمنا کرتے رہے۔

قاری عزیر اللہ وقاری صبیحہ اللہ کی جماع سے نفرت | اس کے بعد کسی نے پوچھا کہ حضور جس آدمی کو حضرت صاحب

خیرپوری نے بندوق چلانے کے لیے مقرر کیا تھا کیا اس نے اپنے پیر کے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ایک اور آدمی نے پوچھا کہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا کہ قاری عزیر اللہ صاحب

اور قاری صبیحۃ اللہ صاحب دونوں بھائی حضور شیخ المشارق المغرب خواجہ خواجگان قبلہ عالم مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلفاء تھے۔ قاری عزیز اللہ گامگار کا ملین میں ہوتا ہے اور قاری صبیحۃ اللہ بھی درویش تھے اور علم ظاہری میں متبحر تھے۔ ایک سو اسی طالب علم آپ کی خدمت میں درس لیتے تھے۔ بڑے متشرع، زاہد اور متقی تھے۔ دونوں بھائیوں نے ساری عمر میں کبھی سماع نہیں سنا تھا۔ نیز حضرت قبلہ عالم خود بھی سماع کم سنتے تھے اور نہ اپنے خلفاء کو سماع کا حکم دیتے تھے اور آپ خود اس سے نفرت کرتے تھے۔ اگر کبھی سماع سننے کا اتفاق ہوتا تھا تو اپنے مشائخ عظام کی سنت کے طور پر مجلس میں شامل ہو جاتے تھے۔ لیکن آپ کے وصال کے بعد پہلے عرس کے دن چارے خواجہ صاحب الروضہ (حضرت قاضی محمد عاقل صاحب قدس سرہ)، حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی حضرت خواجہ محمد جمال ملتانوی حضرت قبلہ عالم کے دیگر خلفائے اہل صفا سب موجود تھے اور خانقاہ کے دروازہ پر مجلس سماع منعقد ہوئی۔ یہ دیکھ کر قاری صبیحۃ اللہ صاحب جوش میں آکر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ کیا بدعت ہے جو حضرت شیخ کے مزار پر شروع کر دی ہے۔ دیکھو میں ابھی تمہارے تمام سازوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے تمام طالب علموں کو جمع کیا اور ان کے

۱۔ سماع کم سننا۔ حضرت اقدسؒ کی اس روایت سے ثابت ہے کہ حضرت قبلہ عالم سماع کم سنتے تھے بلکہ سماع سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن آج کل ہر چشتی سماع کو فرض سمجھ کر ہوکس و ناکس کو سننے پر مجبور کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص پرہیز کرے تو اس کی مخالفت میں کٹ مرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ راقم متبرجم خود بھی بڑے شوق سے سماع سنتا ہے لیکن ہمیں فراخ دلی کا سبق اپنے خواجگان سے سیکنا چاہیے۔ سماع مباح ہے یعنی جائز ہے نہ فرض ہے نہ واجب ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ اور نقشبندیہ میں بھی جلیل القدر اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ بعض سماع نہیں سنتے تھے بعض سنتے تھے۔ لہذا سماع کو تصوف کی کسوٹی بنا کر ہر شخص کو اس پر پکھنا درست نہیں بلکہ یہ ہونی چاہیے کہ جو شخص چاہے سماع سے جوہد چاہے نہ سنے۔ نہ کسی کو مجبور کرنا چاہیے اور نہ سماع سے انکار کرنے والے کو برا کہنا چاہیے۔ البتہ جو شخص سماع کو حرام کہے اس کا جواز قرآن و سنت سے ثابت کرنا چاہیے۔



باتھ ڈنڈے دے کر اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے مجلس کی طرف بڑھے۔ اہل مجلس میں سے باقی تو سب حضرات خاموش بیٹھے رہے لیکن حضرت حافظ جمال اللہ صاحب نے فرمایا جلدی مجھے بندوق دو۔ اگر قاری صبیحۃ اللہ نے مجلس کے صف میں قدم رکھا تو اسے بندوق مار دوں گا۔ یہ دیکھ کر قاری صاحب صف کے دروازے تک آئے لیکن واپس چلے گئے اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

## مقبول: بوقت عصر بروز خمیس ربيع الثانی ۱۳۱۲ھ

شیخ روز بہان بقلی کی عبارت کی تشریح | حضرت اقدس تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے۔ جب تلاوت سے فارغ ہوئے تو راقم الحروف نے آپ کی خدمت میں ایک کاغذ کا ٹکڑا پیش کیا جس پر تفسیر عراس الہیان فی حقائق القرآن مصنفہ شیخ کامل حضرت ابو محمد روز بہان بقلی قدس سرہ متوفی ۱۲۸۵ھ کی یہ عبارت درج تھی۔

قال الله سبحانه: ان يتبعون الا الظن وما تهوى الانفس  
يا عاقل احذر مما يعوى اهل العزت بالله من الاشكال  
السخايل التي تبعدوا في عواشي او مغتهم وهم يحسبون انها  
مكاشفات الغيوب وناورات القلوب ويدعون انها عالم  
الملکوت وناوار الجبروت وما يتبعون الا هوسات  
انفسهم ومخايل شياطينهم التي تصور عندهم اشكالا

حضرت حافظ محمد جمال قدس سرہ کا بندوق طلب کرنا ان لوگوں کے حملے کی مداخلت کے لیے تھا نہ کہ عداوت یا ضد کی وجہ سے۔ نیز قاری صبیحۃ اللہ صاحب کا تحمل بھی قابلِ داد ہے کہ جوش کے باوجود ویسے ہیٹ گئے اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ مشائخ کی زندگی سے ہر قسم کے سبق ملتے ہیں۔ چھوٹی باتوں کو بڑا بنا کر بد مزگی پیدا کرنا مشائخ کے اصول کے خلاف ہے

وتمثلا ويزينون لهم انها الحق والحق منزله عن الاشكال  
 والمثال وايك يا صاحبي وصحية السالوسين المجاهدين  
 بالحق الذين يهعون في زماننا بمشاهدة الله <sup>هذه</sup>  
 حق للاولياء وليس يمكن شوفته للاعداد كمال الجنيد  
 ريت سبعين عارفا قد هلكوا بالتوهم توهموا انهم  
 عرفوه وهو قوله ان يتبعون الا الظن وقال الشبلي  
 من تحقق في حقيقة الحق فهو نفس الحقيقة لان الله  
 تعالى يقول ان يتبعون الا الظن انهم يا صاحبي ان اشارت  
 حقيقة هذا الآية تاول الى كل اذا الكل معزولون  
 عن ادراك حقيقة الحق وما ادركوا فهو افتدارهم وجل  
 فتد الحق عن افتدارهم وادراكهم قال الله سبحانه وتعالى  
 وما تدروا الله حق قدره ولذلك احبتر الواسطي في  
 حق سلطان العارفين ابي يزيد بسطامي قدس سره  
 بقوله كلهم ما توعلى التوهم حتى ابو يزيد مات  
 على التوهم -

ترجمہ - (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ نہیں پیروی کرتے مگر ظن یعنی وہم و  
 گمان کی اور پیروی کرتے ہیں ہوا و ہوس کی)

تفسیر - حضرت شیخ روز بہان بعلی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اے عقلمند اس بات سے ڈر  
 کہ بعض وہ حضرات جو اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں پریشانی میں مبتلا ہو گئے - انکی سرگزشتی  
 کی وجہ ان کے اشکال خیالیہ (توہمات) ہیں جو ان کے دماغ میں پیدا ہو گئے ہیں اور وہ یہ  
 سمجھتے ہیں کہ یہ اشکال مکاشفات غیب اور عجائب قلوب ہیں - وہ لوگ یہ دعوے کرتے  
 ہیں کہ یہ عالم ملکوت اور عالم جبروت کے انوار ہیں - حالانکہ وہ ہوس نفس اور شیطین کے  
 وسوس میں مبتلا ہیں جن کو غلطی سے یہ لوگ اشکال و تماثل سمجھتے ہیں اور شیطین اپنے تابع



لوگوں کے سامنے ان چیزوں کو اچھا کر کے دکھاتے ہیں اور یہ باور کراتے ہیں کہ یہ حق یعنی حقیقت ہے۔ حالانکہ حق تعالیٰ اشکال و تمثال سے منزہ اور پاک ہیں۔ لہذا اے دوست اپنے آپ کو ان مکار اور جاہل لوگوں کی صحبت سے محفوظ رکھ جو حق تعالیٰ سے بے خبر ہیں لیکن دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ یہ مشاہدہ حق ہے۔ ہمارے زمانے میں مشاہدہ حق خاص ہے اولیاء اللہ کے لیے نہ کہ دشمنانِ حق کے لیے۔ جیسا کہ حضرت جنید قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر ایسے عارف دیکھے ہیں جو توہم میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ وہ اس وہم میں مبتلا تھے کہ ہمیں عرفانِ حاصل ہے۔ لیکن ان کا حال وہی ہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص حقیقتِ حق کے متعلق تحقیق کا دعوے کرتا ہے وہ حقیقت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ یہ لوگ اپنے وہم و گمان کے تابع ہیں۔ پس عزیز من جاننا چاہیے کہ اس آیت میں کل کی طرف اشارہ ہے۔ اس وجہ سے کہ تمام لوگ حقیقتِ حق کے ادراک سے معذور ہیں پس جس کسی نے حقیقت کا ادراک کیا ہے اپنے اندازہ اور اپنی استعداد کے مطابق کیا ہے لیکن حق تعالیٰ ہر شخص کی استعداد اور ادراک سے بالا اور برتر ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے خود فرمایا وَمَا قَدَرُ اللَّهِ حَقَّ قَدْرِهِ اور انہوں نے حق تعالیٰ کی قدر کا حق ادا نہیں کیا ہے یعنی اس کی عظمت کے مطابق اس کا عرفان کوئی شخص نہیں کر سکا۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ ابوبکر واسطیؒ نے سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بطنی قدس سرہ کے متعلق یہ کہنے کی جرأت کی کہ سب لوگ توہم میں مر گئے اور ابائزید توہم میں مرا (ختم ہوئی عرائس البیان کی عبارت)

احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضور شیخ واسطیؒ کو کس طرح جرأت ہوئی کہ حضرت شیخ بایزید بطنی قدس سرہ کے متعلق کہہ دیا کہ توہم میں مبتلا تھے حالانکہ آپ شایخِ کبار کے مقتدا ہیں۔ نیز احقر نے کتاب کی عبارت کے باقی مطالب کے متعلق بھی دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اور یہ شعر پڑھا:-

روز بہان فارس میدانِ عشق      فارسیاں را شیعہ ایوانِ عشق

(شیخ روز بہان میدانِ عشق کے شاعر ہیں اور اہل فارس کے لیے بادشاہ ایوان)

(عشق میں)

اس کے بعد سوال کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ شروع میں قرآن شریف کی آیت نقل کی گئی ہے۔ وہاں سے لے کر شیخ شبلیؒ کے قول تک ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو شیاطین کے دام مکاری میں مبتلا تھے اور جب تک زندہ رہے اس دام سے خلاصی نہ پائی۔ نعوذ باللہ من ذالک (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پناہ دے) اور شیخ شبلیؒ کے قول سے لے کر شیخ ابو بکر واسطیؒ کے قول تک یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ حق تعالیٰ کی کنہہ ذات تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور شیخ واسطیؒ کے قول سے آخر تک ان لوگوں کے لیے تنبیہ ہے جو شیاطین کے دام تزدیر میں پھنس کر مغرور ہو گئے ہیں حتیٰ کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جب شیخ ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اکابر بھی کنہہ ذات حق سبحانہ تک نہیں پہنچ سکے تو ان لوگوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ شیاطین کے پیدا کردہ وساوس و توہمات میں پھنس کر مست ہو جائیں۔ اور ان خیالاتِ باطلہ کو مشاہدہ حق سمجھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس قسم کی تنبیہات و توبیحات احادیث شریف میں بھی واقع ہوئی ہیں۔ تاکہ ناقص اور کم حوصلہ لوگ گمراہی سے بچ جائیں ورنہ شیخ بایزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار تو اکابر و اصلین اور عارفین میں ہوتا ہے اور آپ حقیقی معنوں میں عارف باللہ تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ بعض اولیائے اللہ شیطان کے مکر و فریب میں بھی **مکر شیطان** آگئے ہیں لیکن چونکہ وہ مقرران اور محبوبان حق سبحانہ و تعالیٰ تھے وہ فوراً شیطان کے مکر و فریب پر مطلع ہو گئے اور مقصود اصلی کو پہنچے۔ چنانچہ نعمات الانس (مصنف مولانا عبدالرحمن جامی نقشبندی قدس سرہ) میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ چند مشائخ بیٹھے آپس میں مشاہدہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک شیخ ابو محمد خفافؒ تھے جب ہر شخص نے اپنی اپنی بات ختم کر لی تو سب نے شیخ ابو محمدؒ سے استدعا کی کہ آپ بھی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میری آنکھوں کے سامنے سے تمام حجاب اٹھالیے گئے اور پردے ہٹا دیے گئے۔ میں نے دیکھا کہ حق تعالیٰ عرش بریں پر بیٹھے ہیں۔ میں نے ان کو سجدہ کیا اس کے بعد وہ تمام مشائخ ایک عالم محدث کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ ہمیں رسول خدا



صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنائیں۔ انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ آسمان اور زمین کے درمیان شیطان کا ایک عرش ہے جب کسی کو قنہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو اس کے سامنے یہ عرش ظاہر کرتا ہے۔ یہ بات سن کر شیخ ابو محمدؒ پر گریہ طاری ہو گیا۔ انہوں نے توبہ کی اور نماز میں قضا پڑھیں۔ اور اس جگہ پر جاکر شیطان پر لعنت کی۔

**شیخ ابو بکر واسطیؒ** | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ ابو بکر واسطیؒ۔ اکابر اولیائے اور حضرت شیخ جنیدؒ کے اصحاب و خلفاء میں سے تھے۔ توحید

و تصوف میں آپ کے کلمات بہت بلند اور دقیق ہیں۔ اس وجہ سے اکثر لوگ اُن کے منکر ہوئے ہیں حتیٰ کہ آپ کو شتر شہروں سے شہر بدر کیا گیا۔ آخر انہوں نے مرو میں سکونت اختیار کر لی۔ کسی نے عرض کیا کہ مرو میں سے کس طرح نہ نکالے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں بعض لوگ آپ کا کلام سمجھ سکتے تھے۔

**حضرت شیخ روز بہان بقلیؒ** | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ روز بہان بقلیؒ قدس سرہ کا شمار بھی مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ ایک دفعہ آپ کا گدڑ

۱۔ نمازیں قضا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حالت گمراہی میں جو نمازیں ادا کر چکے تھے۔ ان کو صحیح نہ سمجھا اور ان نمازوں کا اعادہ کیا جو اس دوران میں پڑھ چکے تھے کیونکہ شیطان کو سجدہ کرنے کے بعد کی تمام نمازیں باطل ہو گئیں۔

۲۔ حضرت شیخ روز بہان بقلیؒ شیراز کے رہنے والے تھے اور علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے آپ کی تفسیر موسوم بہ ائس البیان حقائق و معارف سے برزی سے۔ اگرچہ یہ تفسیر مختص ہے تاہم آیات قرآنی کے آپ نے وہ اسرار و رموز بیان کئے ہیں کہ جن سے کلام پاک کی حقیقی عظمت اور باطنی بلندی ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور اس باطن کا ایک اور باطن جسے کہ سات باطن تک۔ اس تفسیر میں آپ نے قرآن کا بطون و دربطون بیان فرما کر امت پر احسان عظیم کیا ہے۔ اسحق مرتجم کے پاس یہ تفسیر موجود ہے اور ترجمہ اردو کی کوشش ہو رہی ہے کیونکہ اردو کے میدان میں اس وقت

ایک سرائے کے قریب سے ہوا۔ سرائے کے اندر ایک ماں اپنی حسین و جمیل بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ بیٹی سرائے سے باہر نہ جانا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے حسن کا بازار کم ہو جائے۔ اور تاکہ تیرے خریدار مشتاق تر ہو جائیں۔ شیخ روز بہان نے باہر سے جواب دیا کہ حسن کہاں چھپ سکتا ہے۔ خواہ تم اسے ہزار پردوں میں چھپاؤ لیکن حسن ظاہر ہو کر رہے گا اور عاشقوں کے دلوں کو کباب کر کے چھوڑے گا۔ اس پر احقر نے یہ مصرع پڑھا۔ ع

حسن نہ آنت کہ ماند نہاں  
آپ نے دوسرا مصرع خود پڑھ دیا ع  
گرچہ بود پردہ جہاں درجہاں  
(حسن وہ ہے کہ چھپ نہیں سکتا اگرچہ سارے  
جہاں پردہ بن جائیں)

## مقبوس ۱۱: بوقتِ عشاءِ بزرگ جمعہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ

امام مہدیؑ کے متعلق حضرت اقدس کا موقف  
حضرت اقدس تسبیح ہاتھ میں  
یہ وظائف پڑھ رہے تھے  
آپ نے حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی سے فرمایا کہ حج نامہ پڑھو۔ حج نامہ ایک تاریخ کی کتاب ہے جو فارسی میں ہے اور اس میں اقوامِ سندھ، سیوستان، بکھر، سکھر، روہڑی اور سندھ کے دوسرے مقامات و سلاطین کا ذکر ہے۔ چنانچہ اس آدمی نے کتاب پڑھنا شروع کیا اور آپ سنتے رہے۔ جب ذکرِ امام مہدیؑ تک پڑھا جا چکا تو آپ نے فرمایا کہ کتاب اقتباس لاؤ اور خادم نے کتابوں کا صندوق کھولا اور وہ کتاب لاکر آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے تسبیح پلنگ پر رکھ دی اور کتاب کھول کر فرمایا کہ یہ بادشاہ کتاب ہے (یعنی کتابوں کی سردار اور شاندار کتاب ہے) آپ نے تین مقام پر کتاب پڑھی۔ ان میں سے ایک یہ ہے :-  
وہ ولایتِ مطلقہ عامر کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کے زمانے میں امام

کوئی تفسیر نہیں ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ یہ آرزو پوری فرمادیں۔ اور معاونین مل جائیں۔



مہدی ہوں گے۔ کسی کا یہ قول صحیح ہے کہ امام مہدی یہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے کیونکہ اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے کہ لَا مَہْدٰی اِلَّا عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ (عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں)۔  
دوسری عبارت یہ ہے :-

”مطلع النوار سرمدیؒ وہ خاتم ولایت محمدیؑ، وہ مجدد دین پاک احمدیؑ، امام برحق ابوالقاسم محمد بن حسن مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ ائمہ اہل بیت کے بارہویں امام ہیں۔ آپ کی ولادت شب جمعہ ۱۱ ماہ شعبان ۲۵۸ھ بمقام سرمن رائے عرف ساحرہ ہوئی لیکن کتاب شواہد النبوت میں تاریخ ولادت ۲۳ رمضان ۲۵۸ھ ہے آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی نرجس، بعض کے نزدیک سوسن اور بعض کے ہاں صیقل تھا۔ بارہویں امام کی کنیت اور اسم گرامی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے۔ آپ کے القاب مہدی، حجت، قدیم، منظر، صاحب زمان اور خاتم اثنا عشرہ ہیں اور صاحب زمان کی عمر اپنے والد امام عسکریؑ کی وفات کے وقت پانچ سال تھی کہ آپ مسند امامت پر بیٹھے۔ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہ السلام کو حالت طفلی میں کرامت عطا فرمائی اور عیسیٰ ابن مریم کو بچپن میں بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ اُسی طرح آپ کو بھی صغیر سنی میں امام بنایا۔“

تیسری عبارت جو مرآۃ الاسرار کے مصنف نے کتاب حبیب السیر سے نقل کی ہے یہ ہے ”یہ امر تمام علمائے بزرگوار اور فضلاء عالی مقدار کے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے اور امت محمدیہ کے تمام فرقے اس پر متفق ہیں کہ ظہور امام مہدی ہوگا اور اس امام عالی مقام کے حسن اہتمام اور اجتہاد سے سارا جہان عدل و انصاف سے پُر ہوگا۔“

۱۔ محدثین کے نزدیک یہ حدیث نہایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور متواتر احادیث موجود ہیں جن میں آپ نے فرمایا ہے کہ امام مہدی آلِ فاطمہ میں پیدا ہونگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

جائے گا لیکن اس بات پر اتفاق نہیں ہے کہ امام مہدی جن کا احادیث میں ذکر ہے۔  
 امام محمد بن امام حسن عسکری ہوں گے یا بنی فاطمہ میں سے کوئی اور بزرگ ہوں گے۔ اہل  
 سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ آل رسول ہوں گے اور وہ اولاد فاطمہ رضی  
 سے ہوں گے جو آخر الزمان میں پیدا ہوں گے۔ اہل سنت و جماعت امام محمد حسن عسکری  
 کو امام مہدی نہیں کہتے۔ اور مذہب اثنا عشریہ (شیعہ) یہ ہے کہ محمد بن حسن عسکری کو  
 امام مہدی ہوں گے۔ نیز یہ کہ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ سرمن رائے کے دریا میں مغمی ہو  
 گئے۔ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی وہ ظاہر ہو جائیں گے۔“ مرات الاسرار میں یہ  
 بھی لکھا ہے کہ فرقہ امامیہ (شیعہ) امام مذکور کے لیے دو دفعہ غیب ہونا بتاتے ہیں۔  
 ایک غیبت قصر یعنی کم مدت کے لیے غیب ہونا یعنی ایک امام محمد بن حسن عسکری  
 کا اس وقت سرمن رائے میں گم ہونا جب ان کے اور خلق کے درمیان سفیروں کے  
 ذریعے تعلق تھا اور دوسری طویل غیب یعنی طویل عرصہ کے لیے غیب ہونا جو انقطاع  
 سفارت سے لے کر ان کے دوبارہ ظاہر ہونے تک ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ  
 کچھ عرصہ تک چند سفیروں کے ذریعے امام موصوف اور خلق کے درمیان تعلق جاری  
 رہے گا۔ جب لوگ ان سے حاجات طلب کرتے تھے اور سوال جواب کا سلسلہ جاری تھا  
 لیکن یہ سفارت ایک شخص علی بن محمد نام پر ختم ہو گئی۔ علی مذکور کی وفات ۳۲۶ھ میں ہوئی  
 اس کے بعد کسی سفیر نے امام صاحب کو نہ دیکھا اور نہ سنا۔ ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ مہدی  
 آخر الزماں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں۔ یہ روایت نہایت ضعیف ہے کیونکہ  
 آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر احادیث صحیح و متواتر میں یہ آیا ہے کہ مہدی بنی فاطمہ رضی  
 سے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتدا کریں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں  
 گے۔ تمام عارفین باہمیں بھی اس بات پر متفق ہیں۔“

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ یہی امام مہدی بن حسن عسکریؑ اس امام  
 مہدی موعود آخر الزماں کی صورت میں بطریق بروز ظاہر ہونگے۔ (طریق بروز کی تفصیل اگلے  
 مقبوس میں آرہی ہے)۔ (تنبیہ)۔ الحمد للہ کہ حضرت اقدس نے ایسا قول فیصل بیان فرمایا ہے



کہ جس سے دونوں فرقوں کے اقوال میں تطبیق ہوتی ہے اور نزاع و اختلاف ختم ہو جاتا ہے اور دونوں فرقے کے عقائد صحیح اور صادق بن جاتے ہیں۔ جامع ملفوظات

## مقبوس ۲۲: بوقت عصر بروز جمعہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ

**تناسخ و بروز بہ فرق** | حضرت اقدس سے کسی نے دریافت کیا کہ تناسخ اور بروز میں کیا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تناسخ اور بروز کے درمیان یہ فرق ہے کہ تناسخ سے وہ لوگ یہ مطلب لیتے ہیں کہ رُوح ایک جسم سے نکل کر اُسی وقت بلا تاخیر اور بلا فاصلہ دوسرے جسم میں چلی جاتی ہے کیونکہ جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ روح بغیر جسم ہرگز نہیں رہ سکتی۔ لیکن بروز میں یہ ضروری نہیں کہ روح بغیر جسم غرضی ہرگز نہیں رہ سکے۔ بلکہ اگر جسم غرضی سے جدا ہو کر روح بدن مثالی میں قرار پکڑ لے اور کچھ عرصے کے بعد جب غرضی میں ظاہر ہو تو یہ ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد احقر نے کتاب فوائج مصنف ملا حسین بن معین الدین نبیذی جس میں تناسخ اور بروز پر بحث کی گئی ہے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے تھوڑی دیر پڑھ کر واپس کر دی۔ اس وقت مولوی غلام احمد اختر نے اس کتاب میں تناسخ کا بیان پڑھا اور حضرت اقدس سنتے رہے۔ وہ عبارت جو آپ کے سامنے پڑھی گئی یہ ہے :-

الفرق بین التناسخ والبروز أَنَّ التناسخ وصول الروح  
اذا فارق من جسد الى جنين قابل للروح يعنى في  
شهر الرابع من وقت سقوط النطفة وقرارها في الرحم  
وكانت تلك المفارقة من جسد والوصول الى آخر  
معاً من غير تراخ - والبروز أَنَّ يفيض روح من  
ارواح الكمل على كامل كما يفيض عليه التجليات  
وهو يصير مظهره و يقول انا هو -

ترجمہ (تناسخ اور بروز میں یہ فرق ہے۔ تناسخ سے مراد ہے روح کا ایک جسم سے نکل کر جنین میں داخل ہونا۔ جب جنین روح کے قابل بن جاتا ہے۔ یعنی نطفہ ٹھیرنے کے چوتھے مہینے۔ لیکن روح کی ایک جسم سے مفارقت اور دوسرے جسم میں پیوستگی بیک وقت ہوتی ہے بلافاصلہ و بلا وقت۔ اور بروز یہ ہے کہ ایک روح دوسرے اکل روح سے فیضان حاصل کرتی ہے جب اس پر تجلیات کا فیضان ہوتا ہے تو وہ اس کا مظہر بن جاتی ہے اور کہتی ہے کہ میں وہ ہوں یعنی دونوں میں فرق نہیں رہتا)

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور آیا ایک جسم میں دو روح یعنی ایک روح بارز۔ دوسری روح مبروز فیہ جمع ہو سکتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہی ایک روح بارز ہوتی ہے کہ جب جنین روح کے قابل و مستعد ہو جاتا ہے تو روح کامل بدن مثالی سے جدا ہو کر اس جنین میں داخل ہو جاتی ہے اور بروز کرتی ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر (شیخ محی الدین ابن عربیؒ) اپنی کتاب فتوحات مکی میں فرماتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام ایک ہیں۔ کیونکہ حضرت ادریسؒ کی روح پاک نے بدن مثالی سے جدا ہو کر حضرت الیاسؒ کے جدِ عصری میں بروز کیا ہے اور ظاہر ہوئی ہے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور فصوص الحکم (مصنفہ شیخ اکبرؒ) میں بھی اس طرح لکھا ہے۔ فرمایا ہاں فصوص الحکم میں بھی ہے۔ ان اوراق کی تصحیح کے وقت احقر نے عرض کیا کہ حضور آپ کی تقریر اور شیخ اکبرؒ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی روح بارز ہوتی اور بس۔ لیکن کتاب فاتح کی عبارت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بروز میں دو روحیں ہوتی ہیں۔ ایک روح مبروز فیہ دوسری روح بارز۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ روح مبروز فیہ مظہر ہوگی اور روح بارز ظاہر۔

اقسام بروز | حضرت اقدس نے فرمایا کہ حقیقت حال یہ ہے کہ بروز کی دو قسمیں ہیں ایک بطریق مظہریت، دوسری بطریق غیر مظہریت۔ بروز بطریق غیر مظہریت میں ایک روح ہوتی ہے اور جب جنین قابل روح ہو جاتی ہے تو اس میں بروز کرتی ہے جس طرح شیخ اکبرؒ نے فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ الیاسؒ وہی ادریسؒ ہیں اور بروز بطریق مظہریت میں دو روحیں ہوتی ہیں۔ ایک روح مبروز فیہ جو مظہر (جائے ظہور) ہے اور دوسری



روح مبارز جو ظاہر ہونے والی ہوتی ہے جو اس کے اندر مظہر کرتی ہے۔ فواجح کے مصنف نے اسی دوسری قسم کا ذکر کیا ہے۔

**قطب ایک سے جس کو فنا نہیں** | اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ اکبر قدس سرہ کے کلام میں آیا ہے کہ القطب الذی لم یمت

ابد اواحد وهو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام (یعنی قطب کبھی نہیں مٹتا وہ ہمیشہ ایک ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الولاہت امام مہدی تک حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بارز ہیں پہلی بار آپ نے حضرت آدم علیہ السلام میں بروز کیا ہے اور پہلے قطب حضرت آدم علیہ السلام ہوئے ہیں۔ دوسری بار حضرت شیت علیہ السلام میں بروز کیا ہے۔ اس طرح تمام انبیاء اور رسل صلوٰۃ اللہ علیہم میں بروز فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد عسری (جسم) سے تعلق پیدا کر کے جلوہ گر ہوئے اور دائرہ نبوت کو ختم کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی میں بروز فرمایا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی میں بروز فرمایا، پھر حضرت عثمان رضی میں بروز فرمایا اس کے بعد حضرت علی رضی میں بروز فرمایا ہے۔ اس کے بعد دوسرے مشائخ عظام میں نوبت نبوت بروز کیا ہے اور کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ امام مہدی رضی میں بروز فرمادیں گے۔ پس حضرت آدم سے امام مہدی تک جتنے انبیاء اور اولیاء قطب مار ہوئے ہیں۔ تمام روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مظاہر ہیں اور روح محمدی نے ان کے اندر بروز فرمایا ہے۔ پس یہاں دو روح ہوئے ہیں۔ ایک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح جو بارز ہے دوسری اس نبی یا ولی کی روح جو مبرز فیہ اور مظہر ہے۔

۱۔ بروز۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تسامخ جسے ادا گون بھی کہتے ہیں۔ غلط اور اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ تسامخ اہل بنود کا عقیدہ ہے جو باطل ہے لیکن بروز جائز ہے۔ بروز سے تسامخ لازم نہیں آتا۔ سرور لہران (مصنفہ حضرت مولانا تید محمد ذوقی شاہ قدس سرہ) کے مطابق تسامخ کے مدعی تو اس کے قائل ہیں کہ ایک کی روح سے دوسرے کی زندگی کا قیام ہوتا ہے لیکن بروز سے نہ تو مقصد دوسرے کی زندگی کا قیام رکھنا ہے نہ اس میں حس و حرکت کا پیدا کرنا ہے بلکہ کمالاتِ باطنی اور کمالاتِ معنوی کا فیضان مقصود

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ - ہوتا ہے یعنی کسی عارف کامل یا شیخ مکمل کا کسی ناقص شخص کی جانب متوجہ ہونا۔ فیض پہنچانا اور اسے اپنا سا بنا کر منظر بنالینا۔ اس معنی میں کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ فلاں بزرگ کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور دونوں کی صورت معنوی یکساں ہو گئی۔ صورت ظاہری کا یکساں ہونا بھی بعید نہیں۔ (ستر ولبران ص ۱۰۲-۱۰۳)

المعارف گنج بخش روڈ - لاہور) اور یہ جو کہ لگیا ہے کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور یا بروز حضرت آدم سے لے کر امام مہدی تک دائرہ نبوت میں ہوا اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ و دیگر اولیاء کے قلب مدار میں ہوا۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ حقیقت محمدیہ جسے تعین اول اور وحدت بھی کہتے ہیں کے کمالات کا ظہور مختلف ادوار اور مختلف صورتوں میں ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ ذات احدیت نے پہلی تجلی حقیقت محمدیہ کی صورت میں فرمائی یا یوں کہو کہ پہلے حق تعالیٰ نے حقیقت محمدی کو پیدا فرمایا اور پھر ساری کائنات کو حقیقت محمدی کے نور سے پیدا فرمایا۔ بمصدق اول ما خلق اللہ نوری۔ حدیث - (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) اس لیے ذات احدیت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے تعین اول، تجلی اول یا حقیقت محمدیہ سے اخذ فیض ضروری ہے۔ اسی طرح حقیقت محمدیہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے پہلے ان ارواح مقدسہ یا عارفین کاملین سے اخذ فیض ضروری ہے۔ جن کو حقیقت محمدیہ میں فناء حاصل ہے اور حقیقت محمدیہ کے ذریعہ ذات باری تعالیٰ میں فنا حاصل ہے۔ غرضیکہ بُرہ سے مراد اخذ فیض ہے نہ کہ جہانی زندگی ہے۔ اس مضمون کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے تنزیلات کا مطالعہ ضروری ہے جس پر ستر ولبران میں شرح و بسط کے ساتھ بحث کی گئی ہے جس کا اختصار قارئین کرام کے مفادہ کے لیے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

”ذاتِ ورا الورا نے جو کہ جملہ قیووات و اعتبارات تھے کہ تعقل اطلاق سے بھی منزہ و ادرائے ہے پہلا تنزل ”وحدت“ میں فرمایا جو ”حقیقت محمدیہ“ ہے۔ یہ تجلی اجمالی ہے اور اس کے دو رخ ہیں بطون و ظہور۔ بطون کا رخ اطلاق ذات کی جانب ہے اور ظہور کا رخ اجمال صفات کی جانب۔ دوسرا تنزل کثرت میں ہوا جو حقیقت انسان ہے اور جس میں متذکرہ بالا اجمال نے تفصیل اختیار کی اور وہ ظہور اسما و صفات یہ ظہور تفصیل اپنے پورے کمالات کے ساتھ آثار و صُوَرِ حسی (کائنات) کی صورت میں نمودار ہوا۔ پھر اس تفصیل نے حقیقت آدم میں دوبارہ اجمال اختیار کیا اور اس جامعیت میں اگر انسان کائنات اصغر کہلایا اور وجود نے اپنے تنزیلات کی غایت کو پایا۔ جس طرح تنزیلات



## مقبوس ۶۳: بوقت عصر بروز یکشنبہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ

شیخ پیر شاہ صاحب اور ان کے بیٹے شیخ ریاض حسین بمع اپنے دو بیٹوں ولایت حسین و بہاول شاہ کے حاضر خدمت ہو کر اور حضرت اقدس کے قدموں پر ہاتھ رکھا۔ حضرت اقدس ان سے گفتگو ہوئے اور لطف و کرم سے پیش آئے۔ پیر شاہ صاحب کو اپنے قریب بٹھایا اور خیر و عافیت درپا کی۔ شیخ پیر شاہ صاحب صعیف ہو چکے تھے اور سفید ریش پر خال کائی ہوئی تھی۔ شیخ ریاض حسین حلال تھے اور ان کے دو بیٹے ابھی بے ریش تھے۔ یہ سب حضرات نہایت ادب کے ساتھ حضرت خواجہ علیہ رحمۃ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ شیخ پیر شاہ صاحب مخدوم حسن شاہ صاحب کے فرزند ہیں جو حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ کی دربار کے سجادہ نشین تھے۔ اس کے بعد نماز مغرب باجماعت ادا کی گئی۔

## مقبوس ۶۴: بوقت عصر بروز یکشنبہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس نے مخدوم اللہ بیچا یا اوچی بہاولپوری کی خاطر جو آپ کے مرید ہیں اپنے ہاتھ سے تین سفارشی خط حکام بہاولپور کی طرف تحریر فرمائے۔ ان تینوں خطوں کے نقل حسب ذیل ہیں۔

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ

نے دواڑ کی صورت اختیار کی۔ تجلی ثانی یا حقیقت انسان نے بھی ایک دائرہ کی صورت اختیار کی جو حسب معمول دو قومیوں اور ایک قطریں خط و درمیان پر مشتمل ہے۔ حقیقت محمد کی توسین جو ماب توسین سے عبارت ہیں کی طرح ایک قوس حقائق الہی سے متعلق ہے جس میں اٹھائیس اسمائے الہی مندرج ہیں اور دوسری قوس حقائق کوئی (کائنات) سے متعلق ہے جس میں اٹھائیس اسمائے الہی کے مقابل اٹھائیس اسمائے کوئی مندرج ہیں جو لغت میں مروج ہیں اور جن کو حروف تہجی کہتے ہیں.....“

## پہلا خط

مُحَوَّلَت دُر۔ وزیر صاحب والا مراتب عالی مناقب والمواہب

زاد رتبہ از فقیر غلام فرید۔ بعد اٹلہ مسنونہ ودعوات ترقی مطالب  
صُورِی و مضمونی واضح رائے عالی باد کہ مخدوم صاحب سید اللہ بچایا شاہ کے کام کے لیے منشی احمد یار  
معتبر خود حاضر ہو کر حالات بیان کرے گا۔ چونکہ مخدوم صاحب موصوف مظلوم اور حقدار ہیں ان  
کے حال پر جہرانی فرمادیں اور ان کا کام حسبِ مدعا و حسبِ استحقاق سرانجام دیں۔ امیر علیہم ہوگا۔ دستخط۔

مُحَوَّلَت دُر۔ مرزا صاحب والا مراتب عالی مناقب مال مشیر زاد

رتبہ از فقیر غلام فرید بعد اٹلہ مسنونہ ودعوات ترقی مدارج دینی و دنیاوی  
واضح رائے عالی باد کہ مخدوم سید اللہ بچایا شاہ کے کام کے لیے منشی احمد یار معتبر خود کو روانہ خدمت کیا  
جاتا ہے۔ مفصل حال زبانی بیان کرے گا۔ چونکہ مخدوم صاحب موصوف بہت مظلوم اور حقدار  
ہیں ان کی امداد کرنا موجب ثواب ہوگا۔ ان کے حال پر ضرورت وجہ فرمادیں کیونکہ آپ فقیر دوستوں میں  
سے ہیں۔ ان کا کام آپ کے ذمہ ہے ضرور کرنا ہے۔ والدعا۔ دستخط۔

## تیسرا خط

مُحَوَّلَت دُر۔ قاضی صاحب والا قدر مہربان دوستان قاضی صاحب میاں

سرور دین سلمہ رب۔ از فقیر غلام فرید۔ بعد اٹلہ مسنونہ ودعوات و اذیات آنکہ  
مخدوم سید اللہ بچایا شاہ صاحب کے کام کے لیے منشی احمد یار مشیر مال صاحب کی خدمت میں بھیجا  
ہے۔ چونکہ مخدوم صاحب موصوف مظلوم اور حقدار ہیں  
فرمادیں اور کام کرادیں ضرور بالضرور۔ والسلام مع الاکرام۔ دستخط۔

اس کے بعد ایک بچے کے لیے تعویذ لکھا اور فرمایا کہ بگھیاں لاؤ۔ جب تین بگھیاں آئیں تو حضرت  
اقدس حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا قدس سرہ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک گجھی پر آپ مع  
چند خادمان خاص سوار تھے اور باقی دو بگھیوں پر دیگر خدام سوار تھے۔ گجھی پر سوار ہوتے وقت لوگوں  
اور سالوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ شور و محشر برپا تھا۔ حضرت شیخ کے مزار کی زیارت کے بعد آپ  
اپنے مسکن پر تشریف لائے۔



## مقبوس ۶۵: بوقت عصر بڑھ کر جمعہ، اربعہ الثانی ۱۳۱۲ھ

ایک شخص نے اگر عرض کیا کہ مجھے اور میری بیوی کو بیعت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ دو گھنٹے کے بعد جب عوام الناس چلے گئے اور خواص بدستور بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اس آدمی سے فرمایا کہ عورت کو بلاؤ۔ جب وہ عورت آپ کے سامنے بیٹھ گئی تو آپ نے رومال کا ایک سرا خود پکڑا اور دوسرا اس عورت کے ہاتھ میں دیا۔ اس کے بعد آپ مراقب ہو کر بیٹھ گئے اور زیر لب آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد سراٹھا کر آپ نے اس سے توبہ کرائی اور نماز کی تاکید کی۔ اس کے بعد اس کے شوہر کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور اس کے دو ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بیعت فرمایا اور توبہ کرائی اور نماز کی تاکید فرمائی۔ نیز ذکر جہری بارہ تسبیح بھی اس طریق پر تلقین فرمایا۔ دوسودفعہ لا اِلهَ اِلَّا اللہ، چار سودفعہ اِلَّا اللہ، اور چھ سودفعہ نعت اللہ۔ اس کے بعد ایک اور آدمی کی بیعت کے لیے عرض کیا گیا۔ اس کو بھی اسی طرح بیعت فرمایا اور یہ ذلیفہ تلقین فرمایا۔ دس بار سورۃ اخلاص، دس بار درود شریف بعد ہر نماز۔

حضرت پیر شاہ صاحب سجادہ نشین ملاقات

اس کے بعد خادم نے عرض کیا کہ قبلہ حسب فرمان تین بگھیاں دروازہ پر لائی ہوئی ہیں حضرت اقدس مع متعلقین سوار ہو کر شیخ پیر صاحب کی ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہ بندہ بھی ساتھ تھا۔ پیر صاحب اپنے بیٹوں اور متعلقین سمیت استقبال کے لیے باہر آئے ہوئے تھے۔ آتے ہی انہوں نے حضرت اقدس کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر معافۃ کیا حضرت آگے جا رہے تھے اور شاہ صاحب اور ان کے متعلقین پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب مکان پر پہنچے تو دو مالِ قالمین اور گاوکیے لگے ہوئے تھے۔ جب حضرت اقدس بیٹھ گئے تو پیر صاحب بھی زیادہ دیر اُلٹھوڑا قالمین پر دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت اقدس بھی دوزانو بیٹھے تھے۔

آپ نے پیر صاحب سے فرمایا کہ کشادہ ہو کر بیٹھیں۔ انہوں نے اہل سادہ بیٹھا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ مجھے اس طرح دوزانو ہو کر بیٹھنے کی عادت ہے۔ آپ آرام سے بیٹھیں۔ الامر

فوق الادب (حکم ادب سے اوپر ہے) کے مطابق وہ مربعہ بیٹھ گئے۔ شیخ ریاض حسین نے اپنے والد کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ حضرت اقدس نے ہمارے حال پر مہربانی فرمائی ہے اور تشریف لائے ہیں۔ پیر صاحب نے جواب دیا کہ

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را  
(بادشاہوں کے لیے گدا کی پرورش کیا مشکل ہے)

حضرت اقدس نے تبسم کر کے فرمایا کہ بادشاہ تو آپ ہیں۔ آخر ایک گھنٹہ تک بات چیت کر کے اپنے مسکن پر واپس تشریف لے آئے۔ پیر صاحب نے دو وقت کی دعوت کی ہوئی تھی اور مکتف کھانا تیار کر کے حضرت اقدس کے مسکن پر بھیجتے رہے۔

## مقبوس ۶۶: بوقت عصر بر نشینہ اربع ثانی ۱۳۱۴ھ

حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح قدس سرہ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لیے تین بھیاں مگائی گئیں اور حضرت اقدس خادین اور متعلقین کے ساتھ بھٹیوں پر سوار ہو کر غربی سڑک کے ذریعے لوہاری دروازہ پر پہنچ کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچے۔ آپ عصاباً تھیں لے کر گنجی سے اترے اور قرآن شریف کی ایک سورت پڑھتے ہوئے قلعہ کے اندر داخل ہوئے۔ روضہ اقدس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ روضہ بہت بلند ہے۔ دوسرا کوئی روضہ اس قدر بلند نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دو روضے اس قدر بلند اور وسیع ہیں کہ اور کوئی روضہ ان کی مانند نہیں ہے۔ ایک حضرت سید محمد گیسو دراز قدس سرہ کا روضہ اور دوسرا یہ روضہ۔ اس کے بعد جوتا اتار کر آپ بیٹھیوں پر چڑھتے رہے۔ اور فرمایا کہ یہ روضہ محمد تعلق بادشاہ نے اپنے مدفن کے لیے بنوایا تھا۔ حضرت شاہ رکن عالم پہلے حضرت شیخ بہاؤ الحق تھکے روضہ کے اندر پائنتی کے طرف دفن تھے۔ اس کے بعد اس روضہ میں دفن ہوئے۔ اس آئینہ میں راقم الحروف نے عرض کیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ جب شاہ رکن عالم قدس سرہ حضرت شیخ بہاؤ الحق قدس سرہ کے روضہ میں دفن کیے گئے تو رات گزرنے کے بعد صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ وہاں ایک گرٹھا پیدا ہو گیا ہے اور آپ کا صندوق بادشاہ کے روضہ میں



موجود ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے۔

حضرت شاہ رکن العالم کی دو کسے روضہ میں منتقلی کی وجہ | حقیقت حال یہ ہے کہ جب آپ کو وہاں دفن

کیا گیا تو حضرت شیخ بہاؤ الحق قدس سرہ نے عالم رویا یا واقعہ میں جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے کسی کو فرمایا کہ جب سے تم لوگوں نے شاہ رکن العالم کو میرے پاؤں کی طرف دفن کیا ہے میں نے پاؤں کھینچ لیے ہیں۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ کے صندوق کو وہاں سے نکال کر بادشاہ کے روضہ میں دفن کیا اور مزار تعمیر کیا۔ اس سے پہلے بادشاہ محمد تغلق بھی ہندوستان میں فوت ہو گیا تھا اور اس کو بھی وہیں دفن کر دیا گیا۔ چونکہ یہ روضہ خالی پڑا تھا۔ اس میں حضرت شاہ رکن العالم قدس سرہ کو دفن کیا گیا۔ جب سیڑھیوں کو عبور کر کے آپ مسجد میں پہنچے تو فرمایا کہ یہ مسجد حضرت مخدوم جہانیاں (سید جلال الدین بخاری اچھی) کی تعمیر کردہ ہے۔ مسجد میں بیٹھ کر آپ چند سورتیں پڑھتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر روضہ اقدس کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ اس جگہ پر حضرت مخدوم جہانیاں بوسہ دیتے تھے اور سر رکھتے تھے۔

روضہ پر طریلی حاضری | اس کے بعد چار روپے خادم سے لے کر آستان شریف پر رکھے اور چوکھٹ پر پہلے بوسہ دیا۔ اور پہلے دائیں آنکھ اور اس کے بعد بائیں آنکھ چوکھٹ پر رکھ کر اندر تشریف لے گئے اور دو تین قدم جا کر ٹھہر گئے اور ننگل برکے ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھے اور تین بار سلام کیا۔ اس کے بعد مزار مبارک پر بوسہ دیا اور آنکھیں رکھ کر آگے بڑھے اور مزار شریف کی شرقی طرف سے گزر کر سرٹانہ پر پہنچے اور کٹہرہ پر بوسہ دیا اور آنکھیں رکھیں۔ اس کے بعد بیٹھ کر آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہے۔ حضرت اقدس مکمل استغراق میں قرب بیٹھے رہے اور کچھ دیر بیٹھ کر اٹھے اور کٹہرہ پر بوسہ دے کر اور آنکھیں رکھ کر رخصت ہوئے جب روضہ مبارک سے باہر آئے تو سلام کیا اور باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت دربار کے ایک خادم نے کچھ الاچی دانے مزار مقدس کے تبرک کے طور پر پیش کیے اور آپ نے اپنے کرتہ کے دامنیوں لے کر خادم کے حوالہ کیے۔ اس کے بعد قلعہ سے باہر آ کر گھنٹیوں پر سوار ہوئے اور حضرت حافظ محمد جمال کے مزار پر پہنچے۔ آپ گنجی سے اتر کر قرآن پڑھتے ہوئے حرم شریف کے اندر داخل ہوئے۔

اس کے بعد جو تانا کر آپ دوضہ اقدس کے اندر داخل ہوئے اور سات آٹھ قدم مزار سے دور  
 کھڑے ہو کر ہاتھ پستانی پر رکھے اور تین بار جھک کر سلام کیا اور پانچ روپے خادم سے لے کر  
 آستانہ شریف پر رکھے۔ اور چو کھٹ پر بوسہ دیا اور آنکھیں رکھیں پہلے دائیں آنکھ پھر بائیں اس  
 کے بعد ہاتھ باندھ کر مزار کی مغرب کی طرف سے گزرے اور کٹرہ پر بوسہ دے کر بیٹھ گئے۔ کچھ  
 دیر فالتح پڑھتے رہے۔ اس کے بعد چشم بند کر کے مراقب ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر  
 باہر آگئے اور گنجی پر سوار ہو کر پھر ایسوں سمیت عید گاہ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ مغرب  
 کے وقت وہاں پہنچے اور صحن میں پہنچ کر دروازہ پر نقش و نگار دیکھتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ  
 چہا ر بار کے مذاقب کسی جگہ نہیں لکھے گئے۔ شاید شیعوں نے یہ مسجد تیار کی ہے۔ اس چلن  
 میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور مہراب کے گوشہ پر وہ شعر لکھا ہوا ہے  
 چراغ مسجد و مہراب و منبر البرکۃ و عثمان و حیدر  
 اس شعر کو دیکھ کر آپ خوش ہوئے۔ اس کے بعد یہ عبارت جو وہاں لکھی تھی آپ نے

خود پڑھی۔ ان فی الجنة نهر العلی والزہر اوحین و حسن ما  
 کان لہم محبا یدخل الجنة من غیر فتن (تحقیق جنت میں علیؑ  
 زہراؑ، حسن و حسینؑ کے لیے ایک ایک نہر ہے اور جو شخص ان حضرات کا محب ہے جنت  
 میں داخل ہوگا)۔ اس کے بعد آپ نے یہ عبارت لکھی ہوئی پڑھی۔ حسین مہتی وانا  
 من حسین (حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے) حاضرین میں سے ایک آدمی نے  
 عرض کیا کہ یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ حدیث شریف ہے۔ اس کے بعد آپ نے نماز  
 مغرب باجماعت ادا کی اور مسجد سے باہر آکر گنجی پر سوار ہو گئے اور لولاری دروازہ پر پہنچ گئے  
 اور بازار میں داخل ہو گئے۔ چونکہ رات کا وقت تھا۔ ہر طرف چراغ جل رہے تھے اور بازار میں  
 خلقت کا ہجوم اس قدر تھا کہ بازار نہیں بلکہ ایک دریا نظر آتا تھا جس کی موجیں انسان تھے۔ ڈر  
 تھا مبادا کوئی شخص گنجی کے پھینے کے نیچے نہ آجائے لیکن حضرت اقدس کی توجہ سے سب خیریت  
 رہی۔ بازار کھاں سے ہوتے ہوئے مسجد ولی خان کے قریب سے گزرے اور بوٹہ دروازہ سے  
 ہوتے ہوئے حرم دروازہ پہنچے اور پھر مسکن پر پہنچ گئے۔ یاد رہے کہ یہ شب اہل ہنود کی عید



یعنی دیوالی کا تہوار تھا ( اس لیے ہجوم خلق زیادہ تھا )

## مقبوس ۶: بوقت عصر بروز شنبہ ۲۰ سبب الثانی ۱۳۱۴ھ

**سید زادہ کا احترام** | حضرت اقدس تلاوت قرآن شریف کر رہے تھے اور حاضرین مجلس حلقہ باندھے بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگزیر آگے بیٹھے جاتے تھے۔ اس اثنائیں ایک سید زادہ آیا اور آتے ہی سر حضرت اقدس کے قدموں پر رکھ دیا۔ باوجودیکہ آپ تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ آپ سید زادہ کے احترام کی وجہ سے سیدھے کھڑے ہو گئے اور پھر بیٹھ کر تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ اس اثنائیں کچھ گانے والے فقیر آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر گانا بجانا شروع کیا۔ آپ نے خادم سے کہا کہ ان کو ایک روپیہ دے کر رخصت کر دو۔ اس کے بعد دربان نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ دو تین عورتیں دروازہ پر کھڑی خیر طلب کر رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو بھی ایک روپیہ دے دو۔ جب آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو تمام حاضرین نے جواب تک مہربان تھے۔ اپنے اپنے مقاصد پیش کرنے لگے۔ اس اثنائیں ایک شخص عبدالاحد نامی نے جو آپ کا مرید اور ڈیرہ غازی خان کا رہنے والا تھا وظائف کے لیے عرضی پیش کی۔ آپ نے عرضی پڑھ کر اس کی پشت پر یہ وظائف لکھ دیئے۔

**تلقین وظائف** | ذکر جہری بارہ تسبیح اس طرح کہ دو تسبیح لا الہ الا اللہ، چار تسبیح لا الہ الا اللہ، اور چھ تسبیح اللہ نماز فجر سے پہلے پڑھے۔ کلمہ طیبہ

۱۔ بارہ تسبیح - یاد رہے کہ یہ ذکر بارہ تسبیح سلسلہ عالیہ چشتیہ کا نہایت معرکہ آرا اور زود اثر ذکر جہری ہے جس کو ذکر نفی و اثبات کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ نفی اثبات اس لیے کہ لا الہ الا اللہ میں نفی ہے اور الا اللہ میں ذات حق کا اثبات ہے۔ اس ذکر کو باواز بلند کیا جاتا ہے لیکن اس قدر بلند نہیں کہ لوگوں کے لیے دکھاوینہ والے بلکہ اتنی آواز بجھے کہ آدمی خود سن سکے اور نہایت جوش و خروش اور ذوق و شوق سے کیا جاتا ہے۔ اس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور روح صاف اور شفاف

ایک ہزار بار بعد نماز فجر اور کلمہ طیبہ ایک ہزار بار بوقت استوا آفتاب (یعنی دوپہر) اور پانچ بار سورہ عم قیسار لون بعد عصر، اور پاس انفاس جس کی ترتیب یہ ہے کہ جب سانس باہر آئے لا الہ دل سے نہ کہ زبان سے کہے اور جب سانس اندر جائے تو لا الہ کہے۔ اس وظیفہ کے لیے (پاس انفاس کے لیے) نہ وقت کی قید ہے نہ وضو کی۔ ہر وقت جائز ہے۔ اس کے لیے تعداد و شمار کی بھی ضرورت نہیں۔ ان وظائف پر ایک سال تک عمل کر کے فقیر کے پاس آنا اور کچھ کہنا ہو کہنا۔ دستخط فقیر غلام فرید۔

## مقبوس ۶۸: بوقت عصر بروز پنجشنبہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ

زیارت روضہ حضرت بہاؤ الحق والدین قدس سرہ | حضرت اقدس نے تین گھنٹیاں غوث بہاؤ الحق قدس سرہ کی زیارت رخصت کے لیے حاضر ہوں۔ آپ تمام خدام اور متعلقین سمیت گنجیوں پر سوار ہو کر دیرہ کہو کھراں سے روانہ ہوئے اور حرم دروازہ، پاک دروازہ، دہلی دروازہ اور باغ عام و خاص سے ہوتے ہوئے قلعہ کے قریب پہنچے اور اتر گئے اور عصا ہاتھ میں لیے آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ حرم شریف کے دروازے پر پہنچ کر آپ نے عصا خادم کو دے دیا اور جو تارکہ صحن میں داخل ہوئے۔ پہلے دروازے پر پہنچ کر آپ بغیر بوسہ دیئے اور بغیر جھک کر سلام کیے آپ اندر چلے گئے اور مزار اقدس سے چار پانچ قدم دور کھڑے ہو کر تین بار جھک کر سلام کیا اور ہر سلام کے وقت دونوں ہاتھ پیشانی پر رکھے۔ اس کے بعد تین روپے خادم سے لے کر آستانہ عالیہ پر رکھے۔ اور دہلیز پر بوسہ دیا اور آنکھیں لگائیں پہلے دائیں آنکھ پھر بائیں۔

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ۔ ہو کر طاقت پرواز حاصل کرتی ہے۔ اس ذکر کے بعد مراقبات اور مشاغل تعلیم کیے جاتے ہیں اور ذات حق تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ خوش بخت ہے وہ جس کو حضرت شیخ یہ ذکر تعلیم فرمادیں۔ یاد رہے کہ تمام افکار و مشاغل اجازت شیخ سے کیے جاتے ہیں از خود نہیں کیے جاتے۔



## طریق حاضری مزار شریف

اس کے بعد اندر جا کر سر ہونے کی جانب ٹہرے پر بوسہ دیا اور آنکھیں اوپر چھو لگایا اور سر ہونے کی طرف مراقب ہو گئے۔ گھر سے روانہ ہونے سے مراقب ہونے تک آپ وظائف پڑھتے رہے اور مراقبہ میں بھی کچھ زیر لب پڑھتے رہے۔ کافی دیر مراقب ہونے کے بعد آپ نے سر اٹھایا اور استغراق کی کیفیت میں بیٹھے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دل میں دعا مانگ رہے ہیں۔ اس حالت میں آپ کبھی سترنگول ہو جاتے تھے اور کبھی سر اٹھاتے تھے۔ کافی دیر تک اسی طرح رہنے کے بعد آپ وہاں سے اٹھے اور کپڑوں پر بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا اور غریب طرف سے روانہ ہو کر مزار شریف کی پانتمی کی جا سے گزر کر باہر آئے اور سلام کیا۔ دربار کے مجاور نے الچی دانے پیش کیے۔ آپ نے اپنے کھوتے کے دامن میں لے کر خادم کے حوالہ کر دیئے (کھوتے میں لینا علامت محزونہ کا ہے)۔ باہر آ کر آپ نے دریافت کیا کہ امام کہاں ہیں۔ امام صاحب نے آکر عرض کیا کہ امامت حضور خود کو کر آئیں۔ لیکن آپ نے امامت نہ کرائی۔ آپ کے خادمین میں سے ایک صاحب نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد دروازہ حرم شریف پر پہنچ کر آپ نے جوتا پہنا اور عصا ہاتھ میں لے کر دو تین قدم چل کر کھڑے ہو گئے اور جنوب کی طرف تین بار جھک کر سلام کیا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سلام کیوں اور کس کو کیا شاید یہ سلام آپ نے حضرت شیخ رکن العالم قدس سرہ اور حضرت حافظ محمد جمال کو کیا ہو گا۔ اس کے بعد گھٹیوں پر سوار ہو کر حسین آگاہی سے ہوتے ہوئے بڑے بازار میں داخل ہوئے۔ آپ کی حشمت و عظمت دیکھ کر لوگ حیران تھے کہ کون بزرگ جا رہے ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ یہ کوٹ مٹھن شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ آخر مسجد ولی خان اور پاک دروازہ کی طرف گئے اور حضرت موسیٰ پاک شہید کے مزار پر پہنچے۔ آپ نگھی سے اتر کر اندر تشریف لے گئے۔ راستے میں سلطان، گدیان، زنان، مردان اور بچکان کا اس قدر ہجوم تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ سارا ملتان یہاں جمع ہو گیا ہے۔ جب روضہ اقدس پر پہنچے تو خادم سے پانچ روپے لے کر اتان پر رکھے۔ اور بوسہ دے کر اندر چلے گئے اور مزار شریف کے سر ہونے پر بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا اور بیٹھ کر کچھ پڑھتے رہے۔ بلاتناؤ پر بازو سے ہوتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد سترنگول ہو گئے اور پھر اٹھ کر مزار پر بوسہ دیا اور پانتمی کی طرف جا کر دوبارہ بوسہ دیا۔ اور باہر آ گئے۔ آپ نے خادم سے فرمایا

کہ ہر ایک فقیر کو ایک ایک درہم تانبے والا دے دو۔

### سجادہ نشین صاحبِ ملاقات

جب آپ حرم شریف سے باہر آئے تو دیکھا کہ سجادہ صاحبِ مخدوم صدر الدین شرقی کی طرف اپنے محل کے صحن میں مسند نشین ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت اقدس انکی ملاقات کے لیے ادھر تشریف لے گئے۔ یہ دیکھ کر سجادہ صاحب نے بھی آگے بڑھ کر استقبال کیا اور حضرت اقدس کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر ملے۔ لیکن حضرت نے ان کے ہاتھ پکڑ کر معاف کیا۔ اسی طرح ان کے بھائی نے بھی نیاز مندی سے سلام کیا۔ اس کے بعد سب قایلین پر بیٹھے گئے۔ تھوڑی دیر بات چیت کے بعد آپ نے اجازت طلب کی۔ سجادہ صاحب اُٹھ کر ساتھ ہو لیے اور جس مقام پر استقبال کیا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضرت اقدس نے ان کو ٹھہر جانے کے لیے کہا۔ لیکن ان کا بھائی بگھی تک ساتھ آیا اور حضرت کو رخصت کیا۔ مسکن پر پہنچ کر نماز عشاء جماعت کے ساتھ پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر کپڑے بیٹھ گئے اور مارواڑ کے مسلمانوں کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں مسلمان خال خال ہیں لیکن سیدوں کی کثرت ہے۔

### حضرت کا مندر میں ہائش کرنا

ایک شہر ایسا ہے کہ اس میں سب ہندو ہیں مسلمان ایک بھی نہیں ہے۔ جنم جتی صاحب جو حضرت شاہ بدیع الدین دار کے خلیفہ ہیں کا مزار بھی وہاں ہے۔ اس شہر میں ایک مکان پر لکھا ہے کہ اہل اسلام کو چاہیے کہ اس جگہ سے آگے نہ جائیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دفعہ سفر میں میرے ساتھ بہت لوگ تھے حتیٰ کہ مستورات بھی ساتھ تھیں۔ راستے میں سخت بارش ہونے لگی اور کپڑے تر ہو گئے۔ سردی کا موسم شروع ہو رہا تھا۔ سردی سے ہمیں بہت تکلیف ہوئی اور فلاں شہر میں پہنچ کر ہم ایک مندر کے اندر گھس گئے۔ لوگوں نے روکنے کی کوشش کی لیکن ہم نے کسی کی بات نہ مانی اور اندر جا کر بیٹھ گئے۔ اہل مندر نے بہت جوش و خروش دکھایا لیکن ہم نے پرواہ نہ کی اور ڈٹ کر بیٹھے رہے۔ آخر عاجزی سے کہنے لگے کہ ہم آپ لوگوں کو ایک اور مکان دیتے ہیں وہاں شب باشی کریں اور مندر خالی کر دیں چنانچہ ہم سامان اٹھا کر دوسرے مکان میں چلے گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن ہم فلاں شہر میں پہنچے۔ وہاں ایک بہت بڑا مندر تھا اور مندر کے پاس ایک مکان تھا جس میں ہم نے



رہائش کی۔ رات کے وقت مندر کو خوب روشن کیا جاتا تھا۔

**مند کے اندر ذکر جہری** | سائیں ولایت شاہ نے کہا کہ میں اس مندر میں بیٹھ کر ذکر جہری کرنا چاہتا ہوں۔ آخر وہ صاحب مندر کے پاس گئے اور ان

کے ساتھ فیضانہ اور درویشانہ باتیں کر کے اس کو یار اور محرم راز بنالیا اور اس سے اجازت طلب کی کہ میں مندر میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا بیشک جائیں۔ انہوں نے مندر میں جا کر باوازا بلند ذکر جہری شروع کر دیا۔ اور ذکر کی ضربیں لگانے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے ذکر کی آواز ہم بھی سن رہے تھے۔ اسی طرح ہر روز زیادہ زور سے ذکر جہری کرتے رہے۔

## مقبوس ۶۹: بوقت بروز یکشنبہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس عصر کی نماز پڑھ کر وظیفہ سورت عمایا لئون پڑھ رہے تھے۔ دربان سے فرمایا کہ ایک روپیہ توشہ دار سے لے کر خوردہ کھالو اور ان فقیروں اور سائلوں میں تقسیم کر دو۔ جو دروازہ پر کھڑے ہیں۔ اس کے ساتھ فرمایا کہ شمالی دروازہ سے باہر ایک سائل عورت کھڑی ہے اسے چار آنے لے کر دے دو۔ دربان نے دونوں احکام کی تعمیل کی۔ نماز مغرب کے بعد آپ نے فرمایا کہ سب چلے جاؤ۔ یہ سن کر ہم سب اپنے اپنے مقام پر چلے گئے اور آپ ایک شخص کے ساتھ خلوت میں باتیں فرماتے گئے۔

## مقبوس ۷۰: بوقت عشاء دو شنبہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ

**مجلس قص و سرود** | ہم غلاموں کے ڈیو پر ایک خادم نے آکر بتایا کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ سب لوگ آ جاؤ آج ایک تماشا ہے۔ چنانچہ ہم سب چلے گئے۔

اور حضرت اقدس کے سامنے دریوں پر بیٹھ گئے۔ مجلس میں رنگین قالین بچھے ہوئے تھے اور دو تہر کے لالٹین جل رہے تھے۔ حضرت اقدس تسبیح ہاتھ میں لیے مظلالت پڑھ رہے تھے۔ بشن لال گویا مع اپنے ہمراہ بیان کے ایک طرف بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے لال کپڑے پہنے ہوئے تھے اور پاؤں میں گھونگر و بانڈھے

ہوئے تھے۔ پہلے اس نے اٹھ کر قص شروع کیا اور اس کے ساتھی طبلہ اور سازنگی پر ساتھ دیتے رہے۔ کچھ دیر قص کرنے کے بعد اس نے راگنی تنگ میں (حضرت اقدس کی) یہ کافی گانا شروع کی۔

شالہ رائزبانہ ایندم رات مونجھا مٹھرا مانہول کاک جا۔

حضرت اقدس قدرے مغلطابوئے اور زبان پر لفظ واہ واہ! لائے۔ دوسرے حاضرین بھی ذوق و شوق سے سن رہے تھے لیکن چونکہ احقر اقام الحروف نے یہ کافی پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ زار و قطار رونے لگا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ بندہ اس کافی کو حضرت اقدس کی ذات گرامی پر معمول کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ گھونگر و جو اس کے پاؤں میں بندھے ہوئے تھے گھونگر و نہیں تھے بلکہ عاشقوں اور سالکوں کے دل تھے جو حضرت اقدس کے سامنے رو رہے تھے۔ اس سے آتش معشوق مزید تیز ہو کر پھٹک اٹھی تھی۔

## مقبول: بوقت عصر بروز شنبہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ

جب حضرت اقدس نے نماز عصر باجماعت ادا کر لی تو فرمایا کہ سالنوں اور گداگوں کو جو دروازہ پر جمع ہو گئے تھے کچھ دے کر رخصت کرو۔ دربان نے عرض کیا حضور دو چینیں دیکھنے میں آئی ہیں۔ ایک یہ کہ گداگر لوگ ایک دفعہ خیرات لے کر بار بار آتے رہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کم پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ طلب کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا فکر مت کرو جب بھی آئیں ایک روپے کا مزید خوردہ لے کر تقسیم کر دیا کرو۔ جب دربان چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ شمالی دروازہ پر ایک عورت کھڑی ہے اس کو بھی چار آنے دے کر رخصت کرو۔ اس کے بعد کاغذ قلم و دوات طلب فرمائی اور ایک رقعہ لکھ کر خادم کو دیا کہ اسے پیر محمد خان کے پاس لے جاؤ اور اس سے دس روپے لے کر فلاں شخص کو دے دو اور چھ روپے فلاں شخص کو اور چار روپے فلاں شخص کو دے دو۔ (یاد رہے کہ حضرت خواجہ علیہ رحمۃ کے وقت سے آج تک روپے کی قیمت تقریباً چالیس گنا ہو گئی ہے۔ لہذا اس وقت کا ایک روپیہ آج کل کے چالیس روپے کے برابر ہوگا)

اس کے بعد خادم سے فرمایا کہ ایک پیسہ اور مقوڑا بدھ کو سفر کرنے کے لیے پسانا | سانک کاغذ میں بجاگو کے لے جاؤ اور جس راستے



پر ہم کل یہاں سے جائیں گے وہاں کسی جگہ چپا کر رکھ دو۔ خوب چپا کر رکھنا ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص دیکھ رہا ہو اور تمہارے چلے آنے کے بعد نکال لے۔ تصحیح اور اراق کے وقت احقر نے عرض کیا کہ حضور یہ پستانہ کس لیے کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر کسی کو کل سفر پر ضرور جانا ہے اور وہ دن موافق نہیں ہے (یعنی بدھ ہے جس روز خواجگان چشت اہل بہشت سفر شروع کرنے سے منع فرماتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بدھ کے دن حجامت بولنے سے منع فرمایا تھا) تو ایک دن پہلے قبل از غروب آفتاب پستانہ باہر نکال دینا چاہیئے اور جب دوسرے دن سفر کرے تو اسے اٹھا کر پیسہ کسی کو صدقہ دے دے اور نمک خود استعمال کر لے۔

**شیخ جمالی قدس سرہ** | اس کے بعد ایک شخص حضرت مشائخ سہروردیہ کے ملفوظات لے آیا جس کے ابتدا اور آخر کے صفحات پھٹ چکے تھے۔ حضرت اقدس نے لائین کی روشنی میں وہ اوراق پڑھے اور ایک صفحہ کے قریب پڑھ کر فرمایا کہ اگرچہ مصنف کا نام کہیں نہیں ملا لیکن مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ مصنف کون ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا شیخ جمالی قدس سرہ ہیں۔ اس کے بعد آپ نے دوسری جگہ پر پڑھنا شروع کیا جس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ مصنف شیخ جمالی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے دیکھ لیا کہ مصنف شیخ جمالی ہیں۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور شیخ جمالیؒ کی بیعت کن کے ساتھ تھی۔ فرمایا کہ حضرت شیخ سائر الدین قدس سرہ کے ساتھ اور انکی شیخ کبیر الدین اسماعیلؒ کے ساتھ، انکی حضرت شیخ ناصر الدین اوچمیؒ کے ساتھ اور انکی بیعت اپنے والد حضرت مخدوم جہانیاں اوچمیؒ قدس سرہ کے ساتھ تھی۔ اور آپ حضرت شاہ رکن العالم ابو الفتح ملتان قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

**شیخ جمالی اور مولانا جامیؒ کی ملاقات** | اس کے بعد فرمایا کہ یہ شیخ جمالی مولانا عبدالرحمن جامیؒ قدس سرہ کے ہم زمان تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حج کو گئے ہوئے تھے وہاں سے واپسی پر مولانا جامیؒ کی خدمت میں گئے اور کافی عرصہ ان کی صحبت میں رہ کر مولانا عبدالغفور لاریؒ کی بھی زیارت کی جو مولانا جامیؒ کے مرید و خلیفہ تھے لیکن شیخ شمس الدین روجی اور مولانا حسین واعظ شیخ سعد الدین کاشغریؒ کے مرید اور مولانا جامیؒ کے پیر بھائی ہیں۔ شیخ جمالی نے انکی بھی زیارت کی ہے

مولانا جامی کا شیخ جمال کچھ منہ اعتراف غلطی اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن مولانا جامی اور شیخ جمالؒ ایک مجلس میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ اتفاقاً کتاب

معائنات مصنفہ شیخ فخر الدین عراقی کا ذکر آیا۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ لمعات اسرار و رموز اور حقائق و معارف کا ایک دفتر ہے جو حضرت شیخ ابن عربیؒ کے خلیفہ حضرت شیخ صدر الدین قنوی قدس سرہ کی اس توجہ و برکت کا نتیجہ ہے جو شیخ فخر الدین عراقی پر ہوئی۔ شیخ جمال کہتے ہیں کہ مجھے اس بات سے افسوس ہوا کہ شیخ فخر الدین عراقی پر جو فیضان ہوا وہ شیخ صدر الدین قنوی قدس سرہ کی توجہ سے ہوا۔ اس پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ شیخ جمال کے رنجیدہ خاطر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شیخ جمال کا سلسلہ سہروردیہ ہے یعنی حضرت شیخ بہاؤ الدین ملتانؒ اور حضرت شیخ صدر الدین ملتانؒ کا سلسلہ ہے۔ یہ حضرات مولانا جامی کے واداپر تھے اور شیخ فخر الدین عراقی کو بھی ان حضرات سے فیض حاصل ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر شخص کو اپنے پیر کا سلسلہ عزیز تر اور محبوب تر ہوتا ہے۔

۱۔ شیخ فخر الدین عراقی قدس سرہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتان قدس سرہ کے مرید خلیفہ اور واداپر تھے۔ آپ اپنے ہمہ دل کی مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک قلندروں کی جماعت اُن کی جماعت میں ایک نہایت ہی حسین و جمیل نوجوان قلندر تھا۔ شیخ فخر الدین عراقی اسے دیکھتے ہی فریفتہ ہو گئے۔ قلندروں نے اُن کو ایک منزل سنا لی جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:-

۱۔ راخت زم مسجد بخرابات کشیدیم خط بردرق زہد کرامات کشیدیم

۲۔ در کئے معال در صف عشاق نشستم جام از کف رندان خرابات کشیدیم

۳۔ از زہد و مقامات گذشتم کہ بسیار کاس و نعب از زہد و مقامات کشیدیم

ان اشعار کو سن کر عراقی بے تاب ہو گئے۔ وجہ طاری ہو گیا۔ کپڑے پھاڑ ڈالے، علم پھینک دیا اور بیٹھ کر چلنے لگے۔

چہ خوش باشد دل آرا مہم تو باشی ندیم و مونس و یارم تو باشی

اس کے بعد مشاغل درس چھوڑ کر آپ نے قلندروں کے ہمراہ ہندوستان کا رخ کیا اور ملتان پہنچ کر حضرت شیخ

بہاؤ الدین زکریا ملتان قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شیخ نے چاہا کہ عراقی اُن کے پاس رہ جائیں

لیکن وہ قلندروں کو کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ آخر اُن کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایسا طوفان باد و باران

آیا کہ سب لوگ بچھڑ گئے اور عراقی پھرتے پھرتے ملتان جا پہنچے اور حضرت شیخ سے بیعت کا شرف حاصل کیا حضرت شیخ



اس کے بعد فرمایا کہ جب رات ہوئی تو مولانا جائی نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ صدر الدین عارف بن حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کی زیارت ہوئی۔ شیخ جمالی بھی موجود ہیں۔ اور شیخ فخر الدین عراقی رحم حضرت شیخ صدر الدین عارف کے پیچھے جوتا تلے کھڑے ہیں۔ جب بیدار ہوئے تو شیخ جمالی کہتے ہیں کہ مولانا جائی نے کہا کل مجھ سے غلطی ہوئی۔ آج مجھے بتایا گیا ہے کہ جو کچھ حضرت شیخ عراقی کو حاصل ہوا شیخ صدر الدین ملتانی قدس سرہ سے ہوا۔

شیخ جمال درویش خنداں رو  
اس کے بعد شیخ جمال درویش خنداں رو قدس سرہ کا ذکر کرنے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا یہ بڑے بلند مرتبہ اور عظیم الشان درویش ہیں۔ حضرت سید بہلال الدین مخدوم جہانیاں قدس سرہ اپنی کتاب جامع العلوم اور خزانہ جلال میں جو آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہیں۔ شیخ جمال درویش خنداں رو قدس سرہ کی اس قدر تعریف کی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔

گٹھلی سمیت کھجور کا کھانا  
حضرت مخدوم جہانیاں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ شیخ جمال خنداں رو کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مٹھی بھر خرما عطا کیے جو میں نے دہاں بیٹھے ہوئے گٹھلی سمیت کھالیے۔ شیخ جمال نے مجھ سے پوچھا گٹھلیاں کہاں ہیں؟ میں نے کہا جب آپ جیسے درویش نے کھجور عطا کیے تو مناسب نہ تھا کہ گٹھلیاں نکال کر پھینک دیا۔ اس وجہ سے وہ بھی گل گیا ہوں۔ اس سے شیخ جمال بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس قسم کی اولاد سے خاندان کا نام روشن ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ شیخ جمال درویش خنداں رو قدس سرہ شیخ صدر الدین اور شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ ہمارے

بقیہ ناشیہ۔ نے آپ کو ایک ہفتہ کے لیے غلوت میں بٹھایا۔ غلوت میں بیٹھے بیٹھے آپ نے ایک منزل کبڑا جس کے چند شاہجہان ملیے

نخیں بادہ کا ندر حبم کردند	ز چشم مست ساقی دام کردند
جو بے خود ساختند اہل طرب را	شراب بے خودی در کام کردند
بہ عالم ہر کعب رنج و بلا بود	بہم کردند عشقش نام کردند
چو خود کردند راز خویشتن فاش	عراقی را چہ را بدنام کردند

حضرت شیخ کی خدمت میں رہ کر آپ بڑے مراتب کو پہنچے اور حضرت شیخ نے آپ کو اپنا داماد ہونے کا شرف عطا فرمایا۔

مرید و خلیفہ تھے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے شیخ جمالؒ کے وہ اوراق کھوئے جو آپ کے ہاتھ میں تھے اور ایک جگہ سے پڑھ کر اپنی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس کا مضمون یہ ہے:-

حضرت غوث بہادریؒ کی وصیت | حضرت شیخ صدر الدین عارف کو شیخ جمالؒ رویش

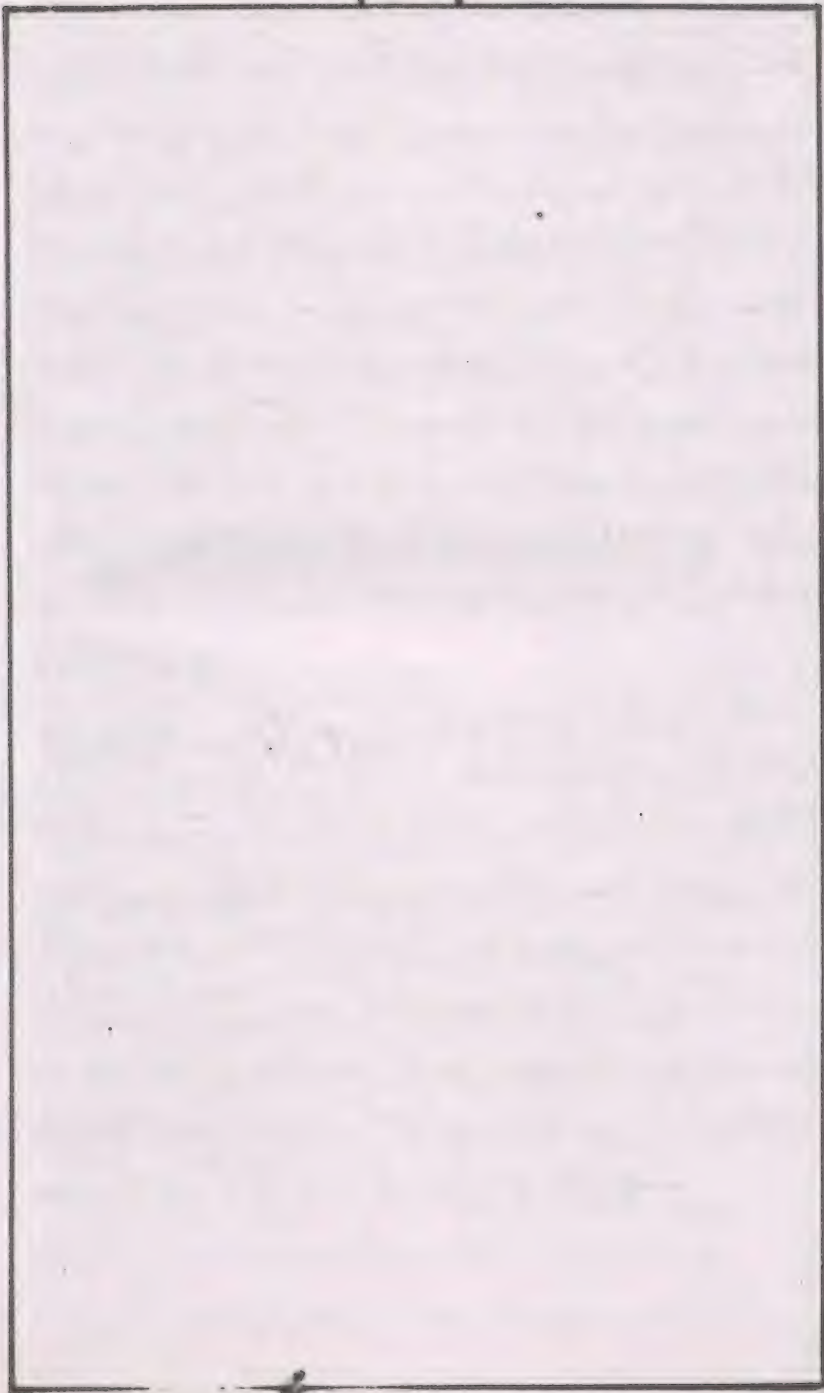
خندان روئے متعلق وصیت کی۔ ادج مبارک (ضلع بہاولپور) میں ایک درویش ہے جو بہت قابل اور مستعد ہے اور اب تک اس نے کسی شیخ سے واسطہ پیدا نہیں کیا۔ اس کو ہمارے خاندان سے نعمت حاصل ہوگی۔ اگرچہ وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکا۔ میری وفات کے بعد تیری طرف متوجہ ہوگا اور خرقہ خلافت کی درخواست کرے گا۔ اس وقت وہ مغلوب الحال ہے۔ جب تمہارے پاس آئے تو پہلے دن اس کی طرف توجہ نہ کرنا بلکہ تین دن خلوت میں بٹھا کر تلاوت قرآن میں مشغول رکھنا تاکہ وہ غلبہ استغراق سے نکل کر شعور میں آئے اور آداب صحبت بجالائے۔ اس سے اس کے سلوک میں خلل نہیں آئے گا۔ اس کے بعد اس کو اپنے پاس بلا کر جتنے تبرکات ہم سے تم

۱۔ سلوک میں خلل۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کاملین اور مابین عارفین کا جو سلوک ملے کرنے کا طریقہ ہے وہ نہایت ہی ارفع و اعلیٰ ہے۔ بلند پایہ حضرات غلبہ سکرو استغراق کو اچھا نہیں سمجھتے یعنی مقام فنا فی اللہ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ اس سے بچ کر بلند رہ جاتے ہیں اور فنا و الفنا کے مقام پر لے جا کر یہ مقام بقا باللہ اور عبدیت پر پہنچا دیتے ہیں جو سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ بلند مرتبہ عارفین اور کاملین کے نزدیک سکرو فنا و استغراق درمیانی منزل اور ایک قسم کا نقص ہے جس سے نکال کر یہ حضرات مریدین کو سلوک محمدیؐ کی حقیقی بندیوں پر لے جاتے ہیں جہاں انسان کا دل صفات الہی سے متصف بھی ہو سکتا ہے اور دوئی اور عبدیت کے مقام پر ممکن ہوتے ہوئے فرائض زندگی، مثل جہاد، صوم و صلوٰۃ، رشد و ہدایت، خدمت خلق، بچوں کی دیکھ بھال اور شادی بیاہ بھی احسن طریقے سے انجام دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت کو اسلام میں حرام ٹھہرایا ہے کیونکہ رہبانیت کا تقاضا سکرو فنا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل محویت اور سکرو غلبہ کی ذرا سی کسی کو ہوا لگ جائے تو بڑی بات سمجھتے ہیں حالانکہ بڑے سے بڑا غلبہ اور سکرو بھی نقص حالت ہے کمال نہیں ہے۔



کوٹے میں نصف ان کو دے دینا سوائے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی کے خرقہ خلافت کے جو صرف تمہاری ذات کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ جو مشہور ہے کہ اس سے بغل گیر نہ ہونا، ورنہ وہ تمام روحانی دولت تم سے چھین لے گا بلکہ نصف روحانی دولت تم لینا اور نصف اس کو دینا یہ غلط ہے۔ اس وجہ سے کہ اس قسم کی باتیں میزانِ درویشی میں وزن نہیں رکھتیں کہ مرید پر سے نعمت چھین لے اور اس کو خالی کر دے لہذا شیخ جمالیؒ نے جو کچھ لکھا ہے درست لکھا ہے۔ مرید کس طرح پیر کا سلب حال کر سکتا ہے۔ کجا مید کجا پیر۔ بعد میں کسی نے عرض کیا کہ حضور شیخ جمال درویش خنداں رو کا مزار کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا اوج موغل شریف میں (یاد رہے کہ اوج شریف کے تین حصے ہیں۔ ایک اوج بخاری دوسرا اوج گیلانی، تیسرا اوج موغل۔ یہ اوج موغل اب تقریباً کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ صرف ایک چھوٹا سا گاؤں اور چند مزارات باقی ہیں جو موجودہ اوج شریف سے جنوب مشرق کی جانب نصف میل کے فاصلہ پر ہے)

**شیخ جمالی کی سلسلہ چشتیہ میں سبیت** اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ قبلہ شیخ جمالیؒ نے اپنی کتاب سیر العارفین میں مشائخ چشتیہ کا بھی ذکر کیا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں بلکہ انہوں نے مشائخ چشتیہ بہشتیہ سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا ہے اور یہ بھی شیخ جمالیؒ کے پیر ہیں۔ جس طرح انہوں نے مشائخ سہروردیہ کے متعلق لکھا ہے اُسی طرح مشائخ چشتیہ کا بھی ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے مشائخ سہروردیہ کو مشائخ چشتیہ پر ذرا سی ترجیح دی ہے۔ اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ شیخ جمالیؒ کا اصلی نام کیا ہے۔ فرمایا ان کا اصلی نام جلال خان ہے۔ لیکن بعد میں اپنے پیر کے کرم سے شیخ جمال کے نام سے موسوم ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کے بعد نماز باجماعت پڑھ کر حضرت اللہ کے اپنے حجرہ خاص میں مشغول تہی سجانہ ہوئے اور ہم لوگ اپنے مقام پر چلے گئے۔





# جلد سوم

مقبول: بوقت عایشہ بروز شنبہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ

روضہ اقدس حاضری | حضرت خواجہ فخر الملت والدین فخر جہاں صاحب الاصال کے سوس کا دوسرا دن تھا۔ حضرت عرس میں شمولیت کی خاطر ملتان

سے بھی کوٹ مٹھن شریف پہنچے تھے۔ حضرت اقدس وضو کر کے اپنے خاص مجروحے سے باہر تشریف لائے۔ لوگوں کا ہجوم تھا۔ آپ کافی دشواری کے بعد مجلس خانہ تک پہنچے۔ مجلس خانہ (صفہ) کے دروازے پر پہنچ کر آپ نے دونوں ہاتھ صفہ کے آستان پر رکھ کر آنکھوں اور رخ اور سے لگائے اس کے بعد صفہ کے اندر داخل ہو کر آپ نے تین بار جھک کر سلام کیا اور میرا دونوں ہاتھ پیشانی مبارک پر رکھے۔ اس کے بعد آپ جہاں کھڑے تھے بیٹھ گئے اور روضہ اقدس کے اندر نہ گئے۔

مجلس سماع | آپ کے بیٹھتے ہی قوالوں نے اردو کا یہ شعر پڑھا ہے

میں ہوں سب آستانہ فخر جہاں کا  
شیروں سے فوق مرتبہ میری شان کا

اس شعر پر حضرت اقدس کو کافی گریہ ہوا۔

مقبول: بوقت عصر بروز شنبہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ

کعبہ شریف کی چھت | کعبہ شریف کی چھت پر سے کبوتروں کے گزرنے کے متعلق گفتگو ہوئے

گئی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں نے کئی بار اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب کبوتر دُور سے اڑتے ہوئے آتے تھے تو مجھے خیال ہوتا تھا کہ کعبہ کی چھت کے اوپر سے گزر جائیں گے لیکن جو پہنی وہ نزدیک پہنچتے تھے غوطہ لگا کر دائیں بائیں نکل جاتے تھے۔ کسی شخص نے نہیں دیکھا کہ کبوتر کعبہ شریف کے اوپر اڑے ہوں۔ میں نے یہ بھی تجربہ کیا تھا کہ کبوتروں کی اس قدر کثرت کے باوجود صرف چند کبوتر کعبہ کی چھت پر بیٹھے دیکھے جاتے تھے۔ کبھی ایک اور کبھی دو یا تین کبوتر چھت پر بیٹھے دکھائی دیتے تھے۔ ایک دن میں نے پانچ کبوتر چھت پر بیٹھے دیکھے۔ اس سے زیادہ کبھی نہیں دیکھے۔ نیز فرمایا کہ کعبہ کی دیوار پر میں نے کبھی کبوتر کی بیٹ نہیں دیکھی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ غلاف کعبہ پر کوئی سفید چیز نمایاں طور پر لگی ہوئی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید کبوتر کی بیٹ ہے۔ دو تین دن یہی چیز دیکھی۔ آخر غور سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ روٹی کا ٹکڑا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ حرم شریف کی پہلی حد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی موجودہ حرم سے کم تھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ دیکھیں سابقہ حرم کی حدود کے اندر کبوتروں کی بیٹ ہے یا نہیں ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہاں بیٹ کم ہے اور باقی مقامات پر زیادہ ہے۔ لیکن خاص بیت اللہ کی حد کے اندر بیٹ قطعاً نہ تھی حالانکہ وہاں کثرت سے کبوتر بیٹھتے تھے۔

دوسری عجیب بات جو میں نے وہاں دیکھی یہ تھی کہ مکہ معظمہ کے بازار اور **باادب جانور** گلی کوچوں میں کثرت سے جانور یعنی گدے اور اونٹ موجود ہوتے تھے لیکن کسی جانور نے کبھی کسی کے لات نہیں ماری حالانکہ لوگ ان جانوروں کے ساتھ جیم رگڑتے ہوئے گزرتے تھے۔ ایک اور عجوبہ جو مجھ نے وہاں دیکھا یہ تھا کہ مکہ کے بازاروں میں خاص کر بازار صفامہ میں کثرت سے کتے سونے رہتے تھے اور لوگ کثرت سے وہاں چلتے پھرتے تھے لیکن کتوں کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔ خاموش سونے رہتے تھے اور نہ کسی کے دروازے پر ٹکڑوں کی خاطر جاتے تھے باوجودیکہ اس بازار میں بہت سے نان بانی بیٹھے روٹی اور گوشت فروخت کرتے تھے۔ کتے اُسی طرح سونے رہتے تھے کہتے ہیں کہ ایک دن کسی شخص نے غلطی سے ایک کتے کی ٹانگ پر پاؤں لکھ دیا۔ کتے نے سراٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر سو گیا۔ اگر یہاں کا کتا ہوتا تو فوراً کاٹ لیتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جان اللہ وہ کتے نہ تھے کچھ اور تھے۔



خلفائے حضرت سید العارفین خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمہ اللہ کے بعد سید العارفین  
منہر ذات رحمان حضرت

خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے خلفا کا ذکر ہونے لگا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا  
کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیال قدس سرہ بھی حضرت خواجہ محمد سلیمان کے مرید و خلیفہ تھے لیکن  
ان کا نام آپ کے ملفوظات میں درج شدہ خلفاء کی فہرست میں نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے  
کہ اس وقت تک ان کی تکمیل نہیں ہوئی تھی اور خلافت نہیں ملی تھی اور اپنے شیخ کے بعد صاحب ارشاد  
ہوئے تھے۔ یہ بات سن کر حضرت اقدس نے سر ہلایا اور اس بات کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد کسی نے  
عرض کیا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان کے بڑے خلفاء کون کون ہیں۔ آپ نے فرمایا مولوی محمد بارانی،  
مولوی علی محمد سکنہ کھنڈ شریف، سید محمد علی شاہ المعروف محمد علی لکھنوی، مولوی احمد دین ساکن  
تونسہ شریف اور مولوی شمس الدین صاحب مذکور جن کو ان تمام حضرات کے بعد خلافت ملی۔

اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ مولوی احمد دین توحید میں خالی تھے اور مرآئ عورتوں سے گانا سنتے تھے  
اور ان کے قصص و سرود کا مشاہدہ کرتے تھے۔ ایک دن ایک اور آدمی سمیت جو قوم کا کھوسہ تھا آپ  
عورتوں سے گانا سن رہے تھے۔ جب اس بات کا علم حضرت خواجہ محمد سلیمان کو ہوا تو آپ نے  
فرمایا کہ وہ نابینا ہے جو عورتوں خصوصاً مرآئ عورتوں سے گانا سنتا ہے اور اس کھوسے کے متعلق فرمایا کہ  
وہ دیوانہ ہے۔ آخر مولوی احمد دین نابینا ہو گئے اور وہ کھوسہ مجذوب ہو گیا۔

اس کے بعد حکیم خدا بخش ساکن گوتھچہ جو سلطان الادب  
حکیم خدا بخش ساکن گوتھچہ

اور حضرت اقدس کی خدمت میں شرف قدم پوسی حاصل کیا۔ نہایت ضعیف ہو چکے تھے اور بہرہ  
پن بھی لاحق ہو گیا تھا۔ آپ نے ان کے حال پر شفقت فرمائی اور دریافت کیا کہ آپ کتنی عمر میں  
مرید ہوئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت میری عمر آٹھ سال تھی۔ اس کے چار پانچ سال  
بعد حضرت شیخ کا وصال ہو گیا۔ مرید ہونے کے بعد دو دفعہ روضۂ اقدس پر حاضر ہوا ہوں حضرت  
شیخ کے وصال کے وقت میری عمر تیرہ چودہ سال تھی۔ ایک آدمی نے کہا کہ اس ضعیف آدمی کو  
حضرت شیخ نے وظائف بھی تلقین فرمائے ہوں گے۔ حضرت اقدس نے فرمایا ہاں انکو وظائف

بھی ملے ہیں۔ چنانچہ دعائے کبیر کا دن رات ور د کرتے تھے۔ یہ چیز بھی انکو حضرت شیخ سے ملی تھی۔ اس کے بعد حکیم خدائنجش نے عرض کیا جب میرے والد نے مجھے حضرت شیخ سے مرید کرایا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اے یار تمہارا یہ لڑکا خوش قسمت ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ نے حضرت شیخ کے خلفاء کو بھی دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں تمام خلفاء کو دیکھا ہے۔ حضرت مولوی سلطان محمود خان بیلویؒ، حضرت مولوی عبداللہ ٹٹھار احمد پوریؒ، حضرت مولوی نور محمد بڑا محمد پوریؒ، اور حضرت مولوی شرف الدین پراگرویؒ ان سب حضرات کو دیکھا ہے اور حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کی بھی زیارت کی ہے اور دو عینے ان کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات بھی حاصل کیے ہیں۔ میں نے حضرت مولوی خدائنجش خیر پوریؒ کی بھی زیارت کی ہے مجھ پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ میں نے مولوی بخشیدہ صاحب جو حضرت حافظ جمال اللہؒ کے مرید تھے کو بھی دیکھا ہے۔ اس کے بعد احقر راقم الحروف کے دل میں خیال آیا کہ حکیم خدائنجش سے دریافت کروں کہ اب آپ کی عمر کیا ہے۔ یہ بات دل میں آئی ہی تھی کہ حضرت اقدس نے فرمایا اب اس کی عمر سو سال ہے۔

## مقبول بوقت پیر برہنہا شنبہ ۱۴۳۱ھ

آج حضرت خواجہ نور محمد نادر والدہ کے عرس کا دن تھا۔ حضرت فخر الاولیاءؒ **نصیب عرس** کے عرس کے بعد عرس بھی حضرت اقدس کوٹ مٹھن شریف میں منایا کرتے تھے۔ چنانچہ مجلس سماع منعقد ہوئی اور قوالی ہوئی۔ ختم کے بعد حضرت اقدس روضہ اقدس کے اندر گئے اور سر ہانہ کی طرف دو زانو بیٹھ گئے۔ کچھ عرصے کے بعد باہر تشریف لاکر صف میں بیٹھ گئے۔ ان دنوں صاحبزادہ غلام احمد شاہ امیری اور چند دوسرے صاحبزادگان حضرت خواجہ غلام فخر الدین قدس سرہ کے عرس کے موقعہ پر آئے ہوئے تھے۔ یہ صاحبزادگان حضرت شیخ المشارق والمغرب شمس العارفین حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین قدس سرہ کے مزار مبارک پر چڑھا ہوا ایک غلاف لائے تھے۔ چنانچہ غلاف کو ایک خوانچے میں رکھ کر انہوں نے سر بر اٹھایا اور روضہ اقدس کی طرف روانہ



روانہ ہوئے۔ جب تھلہ پہنچے تو مخدوم غریب شاہ ساکن شہر سلطان نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور وہ خواجہ صاحبزادہ غلام احمد سے لے کر اپنے سر پر رکھا اور روضہ اقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ غلاف کے ساتھ قوال بھی قوالی کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ خلقت کا انبوه تھا۔ بڑا پُر کیف سماں تھا اور اکثر لوگوں پر گریہ طاری تھا۔ جب آستانہ عالیہ پہنچے تو حضرت خواجہ صاحب کھڑے ہو گئے اور دونوں ہاتھوں سے سلام کیا۔ جب صاحبزادہ روضہ اقدس کے اندر داخل ہوئے تو قوال باکھڑے ہو کر قوالی کرتے رہے۔ مخدوم غریب شاہؒ نے وہ خواجہ حضرت اقدس کے سر پر رکھا لیکن صلحہ زادگان اجیری نے انہوں نے ادب و خزانچہ اپنے ہاتھوں میں لے کر حضرت اقدس کے سر کے اوپر اٹھا کر چلتے رہے اور حضرت اقدس اس خواجہ کے نیچے آہستہ آہستہ مزار شریف کی طرف چلتے رہے۔ آخر حضرت سلطان الاولیا صاحب روضہ کے مزار مقدس کے سر لانے کی طرف جا کر کھڑے ہو گئے صاحبزادگان اجیری اور سید غلام شاہ نے غلاف کو کھول کر مزارات پر چڑھایا۔ غلاف اس قدر وسیع تھا کہ تینوں مزارات پر درست آگیا۔ بلکہ چاروں طرف سے لٹک بھی رہا تھا۔ غلاف چڑھاتے وقت ساری خلقت پر رقت طاری تھی اور اکثر لوگ رورہے تھے۔ اس کے بعد سید غلام شاہ صاحب نے خواجہ سے دستار اٹھائی اور حضرت اقدس کے سر پر باندھی۔ یہ سماں بھی بہت پُر کیف تھا اور سب لوگ مبارکباد کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد صندل کی پڑیاں تقسیم کی گئیں۔ ایک پڑیا میں سے حضرت اقدس نے قدرے صندل تناول فرمایا۔ ان رسومات کے بعد حضرت اقدس مزار مقدس کے سر لانے کی طرف بیٹھ گئے۔ صاحبزادگان اجیری یکے بعد دیگرے آتے تھے اور حضرت اقدس کے قدموں پر سر رکھتے تھے۔ حضرت اقدس بھی ہر ایک کے سر پر بوسہ دیے جاتے تھے اور دعا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے دعا مانگی اور اٹھ کر حضرت فخر عالمؒ کے کھڑے پر بوسہ دیا اور آنکھیں رکھیں۔ اسی طرح تمام مزارات پر آپ نے بوسہ دیا اور آنکھیں رکھیں۔ راقم الحروف نے علیحدہ ہو کر صاحبزادہ غلام احمد شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ یہ غلاف آپ کیسے لائے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ شمس العارفین خواجہ معین الدین حسن بخاری اجیری کے حکم سے لائے ہیں۔

## مقبوس ۴ بوقت عشاء پنجشنبہ جمادی الاول ۱۳۱۴ھ

بیعت تلقین مخالف حضرت اقدس روضہ مطہرہ کے اندر تشریف لے گئے اور زیارت کے بعد بائیں کمر محل خانہ میں بیٹھ گئے۔ جہاں بیعت ہونے والے کثرت سے انتظار کر رہے تھے۔ آپ پہلے سرتنگوں ہو کر کچھ دیر مراقب رہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا پشینہ پھیلا دیا اور مدید ہونے والوں سے کہا۔ پشینہ اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ آپ بھی پشینہ کا ایک گوشہ ہاتھ میں لے کر مراقب ہو گئے اور کافی دیر تک ذریب کچھ پڑھتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تمام مدید ہو گئے۔ فرمایا کہ تمام گناہوں سے توبہ کرو اور تین دفعہ سب سے توبہ کرائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ بھائیو نماز پنج وقت ضرور بالضرور ادا کرتے رہو اور ہو سکے تو وظیفہ بھی پڑھا کرو۔ پس ہر نماز کے بعد درود شریف دس بار، سورۃ اخلاص دس بار اور نماز عشاء کے بعد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک سو بار پڑھا کرو۔ اگر اس سے زیادہ کر سکو تو عشاء کی نماز کے بعد درود شریف تین سو بار اور سورۃ اخلاص تین سو بار پڑھو۔ اس کے بعد فرمایا کہ سب نماز خیر مانگو۔ چنانچہ سب لوگوں نے ہاتھ اٹھائے اور دعائے خیر مانگی گئی۔ دعا سے فارغ ہو کر آپ نے پشینہ اٹھایا اور صفہ شمال میں جا کر روضہ اقدس کی طرف منہ کر کے متوجہ ہو گئے اور کافی دیر تک مراقب رہے۔ اس کے بعد اٹھ کر گھر چلے گئے۔

## مقبوس ۵ بوقت عصر بروز جمعہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۱۴ھ

آج دوپہر کے وقت مولوی محمد امین صاحب سکنتہ چکوڑی علاقہ گجرات شاہ دولہ جو حضرت مولانا شمس الدین سیالویؒ کے خلیفہ تھے آئے تھے۔ اس وقت وہ اگر مجلس میں حاضر ہوتے۔ آپ ان کی تعلیم کے لیے سر قدم کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے آکر سر قدموں پر رکھا اور پوسہ دیا اور آنکھوں کو بھی قدموں سے لگایا۔ اس کے بعد انہوں نے اٹھ کر ہاتھ چوئے۔ اس کے بعد حضرت قطب الموصدین



خواجہ محمد بخش صاحب کے ساتھ بھی اسی طرح آداب بجالا کر ملاقات کی۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے ان کو اپنے پاس بٹھا کر خیر و عافیت دریافت کی اور حال دریافت کیا۔ انہوں نے تمام سوالات کا ایک ایک کر کے جواب دیا۔ حضرت اقدس نے ان کا مخمور انکسار دیکھ کر ان کے حال پر رحم فرمایا اور اس دن کے بعد جب بھی وہ آتے تھے حضرت اقدس کمال شفقت سے پیش آتے تھے اور کبھی کبھی علیحدگی میں باطنی توجہ دیا کرتے تھے اس وجہ سے وہ طالب خدا تھے۔

## مقبوس: بوقت مغرب شب ۸۱۸ جمادی الاول ۱۳۱۸ھ

حضرت اقدس نے خود قافلت پڑھی اور نماز باجماعت ادا کی۔ نماز کے بعد ایک ٹکڑہ مٹھائی کا حضرت اقدس کے حکم سے لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے تین حصے کر لو۔ ایک حصہ اندرون خانہ بھجواد اور ایک مولوی محمد امین صاحب چکوڑی کو پہنچا دو۔ اور تیسرا حصہ حضرت اقدس کے حکم سے حاضرین مجلس میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے بعد ہر شخص نے اپنے مطالب پیش کیے۔ ایک شخص نے کہا کہ حضور میں نے علم طب حاصل کیا ہے لیکن پھر بھی عسرت سے زندگی بسر ہوتی ہے۔ اس بندہ کے حال پر ظاہری و باطنی توجہ فرمادیں۔ آپ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا شاید اس وجہ سے کہ طبابت کا پیشہ عوام کی بیماری سے ترقی پاتا ہے۔ اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ میرے والد نے آنکھیں نبوائی ہیں۔ دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ ان کو بینائی عطا فرمادے۔ آپ نے اس کے حق میں دعا کی۔ اس کے بعد اس طبیب نے دوبارہ عرض کیا لیکن آپ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ جب اس نے تیسری بار عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میاں ہر نماز کے ساتھ اسم یا باریا باریا

اور

## مقبوس: بوقت عشاء شب ۸۱۸ جمادی الاول ۱۳۱۸ھ

قلت غلہ | اس بات پر گفتگو ہو رہی تھی کہ اس سال غلہ بہت مہنگا ہو گیا ہے اور خوف یہ

ہے کہ غلہ جہاں سے مفقود ہو جائے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں کبھی ختم نہیں ہوتیں اور نہ ختم ہوں گی۔ جب لوگ کثرت سے ان چیزوں کو خرچ کرتے ہیں اور انہیں ختم ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ تو ذخیرہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ (جس سے غلہ غیب ہو جاتا ہے) لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب سے آئی ہیں اور ہرگز ختم نہیں ہوں گی۔ مثلاً ہندوستان کے شہر لکھنؤ، الور، قنوج، بنارس، بھرت پور، شاہجہان پور، الہ آباد، اکبر آباد اور دوسرے شہر جو میں نے دیکھے ہیں اس قدر بڑے ہیں کہ دس گیارہ کوس کے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں، کسی شہر میں گیارہ سو کھرباں روزانہ ذبح ہوتی ہیں۔ کسی میں چودہ سو۔ کسی میں پندرہ سو اس کثرت سے روزانہ ذبح ہونے کے باوجود کھرباں دنیا سے ختم نہیں ہوتیں۔ ایک دن سب کھرباں ذبح ہو جاتی ہیں تو دوسرے دن ریلوڑ کے ریلوڑ موجود ہوتے ہیں۔ یہی حال دوسرے جانوروں کا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا ہے۔ جو چیز کثرت سے خرچ ہوتی ہے اسے کثرت سے پیدا کیا جاتا ہے۔ اس طرح جس چیز کی لوگوں کو کم ضرورت ہے وہ کم پیدا ہوتی ہے جیسے سانپ، بھٹو، شیر اور بھیڑیے۔ لکڑی کو دیکھو۔ ہر شخص کو اس کی ضرورت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے لکڑی کثرت سے پیدا کر دی ہے۔ شروع میں ریل گاڑی چلانے کے لیے لکڑی کام آتی تھی اور ہر ریلوے سٹیشن پر لکڑی کے انبار لگ جاتے تھے۔ اس سے لوگوں کو ڈر پیدا ہوا کہ لکڑی ختم ہو جائے گی لیکن اب تک لکڑی ختم نہیں ہوئی۔ نواب صاحب کا یہی ایک ذخیرہ ہی ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ غلہ کی کمی اکثر اس وجہ سے ہوتی ہے کہ خشک سالی ہو جاتی ہے یا کسی مقام پر کسی اور وجہ سے غلہ کم پیدا ہوتا ہے۔ بعض مقامات پر غلہ زیادہ پیدا ہوتا ہے تو وہاں سے قلت والے مقامات پر ارسال کیا جاتا ہے جس سے غلہ مہنگا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ ہندوستان میں قحط واقع ہوا تو لوگ ڈر گئے۔ لیکن انگریزی حکومت نے سارے ملک کے ذخائر غلہ کا حساب لگا کر اعلان کر دیا کہ ملک میں اس قدر غلہ موجود ہے کہ دس سال تک ختم نہیں ہوگا۔ اس سے لوگوں کو اطمینان ہو گیا۔

اس کے بعد بیچ اٹھا کہ وظائف میں مشغول ہو گئے۔ پہلے آپ نے آیات امن الرسول بسم اللہ کے ساتھ ایک بار پڑھیں۔ اس کے بعد سورہ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ چند بار



بسم اللہ کے ساتھ پڑھی اور سورہ فاتحہ اور آیتہ الکرسی خالصتاً دن تک ایک بار پڑھی۔ نیز دیگر وظائف آہستہ سے پڑھے جو اس حشر میں نہ سکا۔

حضرت شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

اس کے بعد آپ نے مولوی محمد امین سے جو حضرت اقدس کے پاس بیٹھے تھے دریافت کیا کہ آپ نے شاہ دولہ علیہ رحمۃ کے مزار کی زیارت تو کی ہوگی۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں کی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ حضرت شاہ دولہ کا کونسا سلسلہ تھا۔ انہوں نے کہا سلسلہ قادریہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ آپ کا تعلق سلسلہ سہروردیہ سے تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ گجرات میں یہی مشہور ہے کہ آپ کا سلسلہ قادریہ ہے اور حضرت اخوند صاحب ساکن صابریہ کے سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اخوند صاحب سلسلہ مجددیہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن قادریہ مجددیہ سے۔ اور چند واسطوں سے آپ کا سلسلہ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سے جا ملتا ہے لیکن شاہ دولہ کا تعلق سلسلہ سہروردیہ سے ہے۔ آپ شیشی نسبت بھی رکھتے ہیں لیکن آپ کی غالب نسبت سہروردی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کتاب خزینۃ الاصفیاء لاؤ۔ احقر اٹھ کر کتاب لایا اور حسب الحکم عینک اور فانوس بھی ساتھ لایا۔ آپ نے کتاب کھول کر یہ عبارت پڑھی :-

”شاہ دولہ دریائی گجراتی پنجابی کا شمار اکابر مشائخ و اولیائے صاحبِ حال و قال میں ہوتا ہے۔ آپ جامع کمالات ظاہری و باطنی ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب بادشاہ بہلول لودھی سے اور سلسلہ مشائخ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ سے جا ملتا ہے۔ یعنی حضرت شاہ دولہ حضرت شاہ سرمستؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور آپ پیر برہان کے، آپ حضرت شیخ صدر الدینؒ کے، آپ شیخ بدر الدینؒ کے، آپ شیخ اسماعیلؒ کے، آپ شاہ صدر الدین راجن قلات اوجیؒ کے، آپ شیخ رکن الدین البوالفتح ملتانیؒ کے اور آپ شیخ صدر الدین عارفؒ کے اور آپ حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے مشائخِ نچست سے فیض حاصل کیا ہے اور کاملین روزگار ہو گئے۔ آپ صغیر بن تھے کہ ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ بختن

۱۔ حضرت اقدس کا حافظ قابلِ داد ہے۔ تمام بزرگان کے سلاسل آپ کو اس بچگی سے یاد تھے کہ کتابیں دیکھ کر مقابلہ کرنے کے بعد ذرا فرق نہیں نکلتا تھا۔

ظالموں نے آپ کو پکڑ کر ہندوؤں کے پاس فروخت کر دیا۔ چونکہ آپ نے اپنے اوصافِ حمیدہ سے اپنے مالک کو خوش کر دیا تھا۔ اس نے آپ کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد آپ سیدنا سرست یا لکھنؤ کی خدمت میں پہنچے جہاں قطب وقت تھے اور مرید ہو گئے۔ حضرت شیخ کا ایک اور مرید بھی تھا جس کا نام دولہ تھا۔ اس کی خواہش یہ تھی کہ ساری باطنی نعمت مجھے مل جائے۔ جب حضرت شیخ کا آخری وقت آیا تو آپ نے دولہ کا آواز دی لیکن وہ موجود نہ تھا۔ شاہ دولہ حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے فرمایا میں نے تجھے نہیں بلایا۔ دولہ کو بلایا ہے۔ شاہ دولہ واپس آکر حجرو کے دروازہ پر بیٹھ گئے کچھ دیر کے بعد حضرت شیخ نے دوبارہ دولہ کو آواز دی۔ چونکہ وہ موجود نہ تھا شاہ دولہ حاضر خدمت ہوئے۔ چنانچہ حضرت شیخ نے باطنی نعمت ان کو عطا کر دی اور فرمایا کہ جس شخص کو مولا عطا کرے وہ شاہ دولہ بن جاتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ جاں بحق ہو گئے۔

اس کے بعد کافی مدت تک شاہ دولہ پرسکر و جذب واستغراق کی حالت طاری ہو گئی تھی کہ فرائض اور سنن بھی آپ سے ترک ہونے لگے۔ آپ آبادی چھوڑ کر ویرانے میں چلے گئے اور شیردل اور چنیول کے ساتھ مل کر رہنے لگے۔ جب آپ ہوش میں آتے تھے تو فتوحاتِ ظاہری و باطنی کی کثرت ہو جاتی تھی۔ آپ سے بے شمار کرامات سرزد ہوئیں اور خلقت کو آپ نے بے حد فائدہ پہنچایا۔ جنگل جانور مثل پرند و چرند شیر چیتے آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔

آپ کا ہاتھ خزانہ غیب پر تھا۔ جس سے آپ غربا و مساکین کی پرورش کرتے تھے۔ آپ نے بہت بڑا لنگو چلا رکھا تھا

جس میں بڑی بڑی سرائیں اور کنوئیں و مساجد وغیرہ تعمیر کرائی تھیں۔ یہ عمارات سیالکوٹ اور گجرات میں اب تک موجود ہیں۔ آپ امراء اور ملوک کی طرح شان و شوکت سے رہتے تھے۔ آپ پر اکثر استغراق کا غلبہ رہتا تھا اور ماسوائے اللہ سے آپ بے خبر ہوتے تھے۔ آپ کا سر ہر وقت مراقبہ ذات میں سرنگوں رہتا تھا۔ آپ عالمِ تجربہ میں رہتے تھے۔ آپ کی زبان سے جو کچھ نکلتا تھا ہو کر رہتا تھا اور آپ کی دعا کبھی خالی نہ جاتی تھی۔ آپ سماع اور جہد و گواہد میں غلو رکھتے تھے اور اکثر اوقات سماع میں بسر ہوتے تھے۔ علمائے ظاہر اور حاسدین اکثر شکوہ لے کر بادشاہ شاہجہان



کے پاس جاتے تھے لیکن وہ تعصب سے خالی تھا۔ ان کی بات نہیں سنتا تھا۔

شاہ دولہ کے چوہے | جو شخص اولاد کی خاطر آپ کے پاس جاتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم اپنا بڑا لڑکا میری نذر کرو گے تو حق تعالیٰ تم کو اولاد عطا

کرے گا۔ لوگ یہ بات قبول کر لیتے تھے اور ان کے گھر میں پہلا لڑکا چند علامات کے ساتھ پیدا ہوتا تھا۔ پہلی علامت یہ تھی کہ اس کا سر چھوٹا ہوتا تھا۔ دوسری علامت یہ تھی کہ وہ گونگا اور بے زبان ہوتا تھا۔ تیسری علامت یہ تھی کہ وہ مجذوب ہوتا تھا۔ جب اس قسم کا لڑکا پیدا ہوتا تھا تو لوگ اُسے شاہ دولہ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپ قبول فرما کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ اسی طرح سینکڑوں بچے شاہ دولہ کے چوہے کے نام سے موسوم ہو کر آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔ اور لنگر خانے سے خوراک حاصل کرنے لگے۔ چنانچہ یہ کرامت آج تک جاری ہے اور ”شاہ دولہ کے چوہے“ مزار پر ہر وقت رہتے ہیں۔ لوگ دور دراز علاقوں سے آکر منست مانستے ہیں اور اپنا بڑا بچہ شاہ دولہ کی نذر کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ چنانچہ اس کتاب کی تالیف کے وقت بھی مزار اقدس پر چار ایسے بچے موجود ہیں۔

کتاب معراج ولایت کے مصنف لکھتے ہیں کہ یہ بندہ حضرت شیخ حسن ابدال کی زیارت کے سفر کے دوران حضرت شاہ دولہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مراقب تھے اور قال خواجگانِ چشت کی منقب پڑھ رہے تھے۔ آپ سر اٹھا کر میری طرف متوجہ ہوئے اور شیرینی عطا فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ بندہ کو ظاہری نعمت کی خواہش نہیں ہے۔ باطنی نعمت سے حصہ عطا فرمایا جاوے۔ آپ نے قسم سے فرمایا کہ یہ بھی لو وہ بھی مل جائے گا۔ چنانچہ آپ نے بے شمار ظاہری و باطنی نعمتوں سے بندہ کو لڑا۔ کتاب مخبر واصلین کے مطابق آپ کا وصال سال ۸۵۸ھ میں اور شجرہ چشتیہ کے مطابق ۸۵۷ھ میں ہوا۔ دوسرا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ خزینۃ الاصفاء کی عبارت ختم ہوئی۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ شاہ دولہ کو سلسلہ چشتیہ سے بھی نعمت ملی ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ آپ کا سلسلہ سہروردیہ تھا۔

اس کے بعد آپ کے حکم سے چادر بچھائی گئی اور نمازِ معتمہ جماعت کے ساتھ ادا کی گئی اور حضرت اقدس نے اقامت پڑھی۔ اس کے بعد آپ مجرہ خاص میں تشریف لے گئے اور مولوی محمد امین

صاحب کو بھی اپنے پاس بلا لیا اور خاص باتیں ہوتی رہیں۔

## مقبوس ۸: بوقتِ عشر برز جمعہ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس شیعہ ماتہ میں لیے ذکر لا الہ الا اللہ کر رہے تھے۔ اس کے بعد آپ نے  
 الا اللہ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اللہ۔ اللہ کا ورد کیا۔ اس کے بعد ذکر یا حتیٰ یاقیوم  
 یا لا اِکھ الا انت کیا۔ اس کے بعد دیگر وظائف پڑھے۔ وظائف سے فارغ ہو کر  
 آپ نے جائے نماز بچھائی اور خود بدولت اقامت کہہ کر نماز باجماعت ادا کی۔ نماز سے فارغ  
 ہو کر آپ نے دو غیر بالغ بچوں کو بیک وقت بیعت کیا۔ لیکن ان کو نہ تو بہ کرائی نہ وظائف بتائے۔  
 اس کے بعد ایک اور نوجوان کو بیعت فرمایا۔ بیعت کے بعد اس سے ہر گناہ سے توبہ کرائی اور نماز  
 کی تاکید فرمائی لیکن وظیفہ نہ بتایا۔

## مقبوس ۹: بوقتِ عصر برز جمعہ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہمارے قبلہ شیخ الشیوخ حضرت سلطان الاولیاء صاحب الروضہ  
 (حضرت خواجہ محمد عاقل قدس سرہ) کی ہر میں یہ الفاظ درج تھے :-

” فخر دین یافتہ از نور محمد عاقل “

اور حضرت قبلہ سید الاولیاء محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہر و قسم کی تھی۔ ایک میں یہ الفاظ تھے۔

” خادم الشرع فقیر خدا بخش “

دوسری میں ۱۔ ” خادم الفقراء فقیر خدا بخش “

حضرت خواجہ تاج محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہر یہ تھی :-

” ز نور احمدی شد تاج محمود “



## مقبوسن! بوقت عصر بزرگ شنبہ ۱۴ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ

خواجگانِ حشمت کی ویر | حضرت اقدس خواجگانِ حشمت کی چند تصاویر ہاتھ میں لیے قطب الموحیدین حضرت صاحبزادہ محمد بخشؒ کو دکھا رہے تھے۔

اور فرما رہے تھے کہ یہ تصاویر نہایت ہی صحیح ہیں اور یہ تصویریں صاحبِ تصویر کے تمام کمالات علی وجہ الکمال منقوش ہو چکے ہیں۔ یہ تصاویر ان حضرات کی تھیں۔ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ خواجگانِ خواجہ معین الدین حسن بنجر چشتی اجمیری قدس سرہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اوشی کاکیؒ قدس سرہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہیؒ حضرت غوث العالم شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندرؒ حضرت محبوب سبحانیؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ ادیشؒ الشیوخ حضرت مولانا دہلوی (مولانا فخر الدین دہلوی)

صحابہ کرام کی عمریں | اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ کی عمر پچاس سال تھی اور حضرت

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی عمر تریسٹھ سال امیر المومنین حضرت عمرؓ کی عمر ۶۴ سال اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عمر بھی تریسٹھ سال تھی۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کی عمر ستر سال سے زائد تھی۔

اس کے بعد آپ نے نماز مغرب باجماعت ادا کی۔ صاحبزادہ صاحب آپ کے پہلو میں کھڑے تھے۔ اس کے بعد آپ وظائف میں مشغول ہو گئے اور گاہے گاہے حاضرینِ مجلس کے معروضات سن کر ان کے مفاد بھی پورے کر دیتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ بھٹ قوم کے ایک گرانے آج حضرت اقدس کے دروازے پر آکر دربان اور دیگر خدام سے لڑائی جھگڑا کیا جس کی وجہ سے انہوں نے اس کو پولیس کے حوالے کر دیا ہے۔ اب وہ نادام ہے اور معافی کی درخواست کر رہا ہے۔ وہ یہ بھی وعدہ کرتا ہے کہ آئندہ گستاخی نہیں کرے گا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کو رہا کر دو اور اس کو دوپٹے بھی دے دو۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ ظاہری حکومت بھی امر اللہ (اللہ کے حکم سے) ہے۔ اگرچہ

سائل کو سخت ست بھٹانا جائز ہے اور قرآن مجید میں آیا ہے کہ لا تبطلوا صدقاتکم بالعتن والاذلۃ (اپنی نیکیوں کو برباد مت کرو۔ سائل پر احسان جتانے اور تکلیف دینے سے)

لیکن آجکل سائلوں کی بے صبری کرنا پڑتا ہے ورنہ لڑائی جھگڑتے تک نوبت آج کل کے سائل | آجاتی ہے۔ یہ لوگ راہ خدا میں نہیں جبرائیز وصول کرنا چاہتے

ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج کل لوگ میری طرف سے جعلی خط لکھ کر بہاولپور کے امرا و روسا کے پاس بذریعہ ڈاک ارسال کرتے ہیں کہ فلاں شخص شریف اور خاندانی ہے۔ اس فقیر کا دوست اور رازدار ہے۔ اس کو ہمیشہ پانچ سو روپے دیا کریں۔ اس وقت میرے پاس ایک سو روپیہ موجود ہے جو اس کو دے رہے ہوں باقی رقم آپ اس کو دے دیں۔ جب فقیر بہاولپور آئے گا تو یہ رقم ادا کر دے گا اور وہ فقیر جو بے سوال اور بے زبان ہے فلاں تارخ کو بذریعہ ریل آپ کے پاس آ رہا ہے۔ آپ خود تکلیف کر کے اس کو ریل گاڑی میں تلاش کریں۔ دوسرے کسی شخص کے ذریعے رقم نہ بھیجیں کیونکہ یہ راز کی بات ہے اور دوسرا کوئی شخص اس راز سے مطلع نہ ہونے پائے۔ آپ خود بخود وہاں جا کر یہ رقم خفیہ طور پر اس کے حوالہ کریں۔ چنانچہ میاں محمد نواز شاہ چیف جج تین رات متواتر رقم لے کر ریلوے اسٹیشن پر پہنچے اور محمد شریف نامی شخص کی تلاش کرتے رہے لیکن اُسے نہ پایا۔ ایک دن کسی نے آکر ان کو بتایا کہ وہ آدمی لودھراں اسٹیشن پر بیٹھا ہے اور اس نے مجھے بھیجا ہے کہ شاہ صاحب سے رقم لے آؤ۔ چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے ایک معتبر آدمی کے ہاتھ میں رقم دے کر اس شخص کے ساتھ بھیجا لیکن بہاولپور اسٹیشن پر پہنچ کر وہ دھوکہ باز فرار ہو گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ رات جنورام مشیر خزانہ زیاست بہاولپور کا خط لے کر ایک آدمی میرے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ فلاں حلیہ کے ایک شخص نے حضور اقدس کا خط بذریعہ ڈاک مجھے ارسال کیا اور بعد میں خود اگر رقم طلب کی۔ کیا آپ نے اسے میرے پاس بھیجا ہے یا یہ جھوٹ کہتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر علاقے کے امرا اور روسا کو مطلع کر دوں گا۔ مثلاً ہندوستان میں عبد العظیم خان نواب امیر ریاست ٹونک وغیرہ کشمیر میں میاں لعل دین وزیر راجہ کشمیر اور سندھ میں نواب قیصر خان گجس ساکن جھل اور دیگر لوگوں کو خطوط لکھ دوں گا کہ اس قسم کے کذاب اور مکار لوگوں سے خبردار رہیں۔ اس کے بعد میر منشی نے مسودہ لکھ کر پیش کیا جو حضرت اقدس نے پسند فرمایا



## مقبول: بوقتِ شب بروزِ چہا شنبہ، اجماعی الاول ۱۳۱۲ھ

حضرت بویا پر بیٹھے ولیفہم یثاؤ پڑھ رہے تھے۔ ایک عزیز کتاب کشف المحجوب پڑھ رہا تھا اور آپ اس کی طرف بھی متوجہ تھے۔ چونکہ کتاب میں طباعت کی کافی غلطیاں تھیں بعینہ وہی عبارت تحریر کرنا مناسب نہیں۔ بہر حال مضمون یہ تھا کہ :-

”جب حضرت شیخ منصور غلبہ حال میں (اپنے شیخ) حضرت عمر بن عثمان شیخ منصور بن الحلاج سے بیزار ہو کر حضرت شیخ حنیفہ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے فریت

کیا کیے آئے۔ شیخ منصور نے کہا حضرت اقدس کے ساتھ صحبت کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔ سید الطائفہ نے فرمایا مجاہدین (جمع مجنون) کے ساتھ صحبت درست نہیں۔ صحبت کے لیے صحتِ حال ضروری ہے۔ جب تم نے اس آفت کے ساتھ صحبت اختیار کر لی ہے (یعنی غلبہ حال کے ساتھ) تو ہو گا وہی جو شیخ عمر بن عثمان کے ساتھ تم نے کیا ہے۔ شیخ منصور نے کہا۔ ایہا الشیخ الصحو والسكر صفتان لعباد و ما دام العبد محبوباً عن ربہ حتی انہی (اے شیخ صحو اور سکر یعنی ہوشیاری اور مستی بندہ کی دو صفات ہیں۔ بندہ حق تعالیٰ سے محبوب رہتا ہے جب تک کہ وہ صفات فنا نہ ہوں) سید الطائفہ نے فرمایا یا ابن المنصور خطئت فی الصحو والسكر (اے ابن منصور تو نے صحو و سکر سمجھنے میں خطا کی ہے) اس وجہ سے کہ صحو سے مراد صحتِ حال ہے۔ حق سبحانہ کے ساتھ۔ اور سکر کا مطلب ہے فرط شوق اور غایتِ محبت اور یہ دونوں صفات، خلق کی نہیں ہیں۔ اے ابن منصور مجھے تیرا کلام بہت فضول اور بے معنی نظر آتا ہے۔“

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ کشف المحجوب کے مصنف نے شیخ منصور کو امام (جمع امام) میں شمار کیا ہے۔ وہ مقام تلاش کرو۔ کتاب پڑھنے والے نے ورق گردانی کی لیکن وہ مضمون نہ ملا۔ حضرت اقدس نے فرمایا ضرور لکھا ہے۔ اس کے بعد آپ نے خود چند اوراق پلٹے اور وہ مقام جہاں شیخ منصور کو امام لکھا گیا ہے، ڈھونڈ لیا۔ اس کے بعد اس شخص کے حوالے

کر کے فرمایا کہ یہاں سے پڑھو۔ اس نے شیخ منصور کا سارا بیان پڑھا۔ پوری عبارت یہ ہے :-  
 ”اور ان میں سے مستغرق اور مستہلک شیخ ابوالغیث حسین بن منصور حلاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ہیں۔ جن کا شمار طریقت کے مشائخ اور متان میں ہوتا ہے۔ ان کا حال قوی اور ہمت بلند تھی۔ مشائخ  
 عظام کا ان کے حق میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے ان کا انکار کیا ہے مثل عمر بن عثمان المکیؓ،  
 ابوالیوب اقطعؓ، ابوالعقوب ہرزجریؓ اور علی بن سہل اصفہانیؓ وغیرہم۔ بعض نے ان کو قبول کیا ہے  
 جیسے ابن عطا محمد بن خفیفؓ، ابوالقاسم نصرآبادیؓ اور جلیلہ متاخرینؓ۔ بعض نے احتیاط سے  
 کام لیا ہے نہ انکار کیا ہے نہ قبول۔ جیسے حضرت جنید بغدادیؓ، حریریؓ اور حصریؓ۔ بعض لوگوں  
 نے شیخ منصور کو سحر یعنی جادو سے منسوب کیا ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیرؓ، شیخ ابوالقاسم گرگانیؓ  
 اور شیخ ابوالعباس شغانیؓ نے شیخ منصور کو بزرگ مانا ہے۔ استاد ابوالقاسم قشیریؓ فرماتے ہیں کہ اگر  
 شیخ منصور عارف باللہ تھے تو لوگوں کے کہنے سے غیر عارف نہیں ہو سکتے۔ اور اگر مقبول حق نہ تھے  
 تو خلقت کے کہنے سے مقبول نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہم یہ معاملہ حق تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں۔ البتہ  
 جو علامات ہم نے ان کے اندر دیکھی ہیں۔ اس وجہ سے ہم ان کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن اولیاء اللہ  
 کی اکثریت ان کو بزرگ مانتی ہے اور ان کے ذکر و مجاہدات کو تسلیم کرتی ہے۔ حسین بن منصور حلاج  
 بھی دو ہجو گزرے ہیں۔ ایک حسین بن منصور بغدادی جو محد تھا اور محمد بن زکریا کا استاد تھا اور ابوسعید  
 قرطبی کا رفیق تھا۔ دوسرا شیخ حسین بن منصور حلاج فارسی بیضاوی تھا۔ بعض ظاہر بین لوگوں نے  
 ہم نام ہونے کی وجہ سے اسی شیخ حسین بن منصور بیضاوی کا انکار کیا ہے۔ اور ان کو سحر اور جلیہ  
 بہانہ سے منسوب کیا ہے۔ لیکن حضرت منصور ان صفات ذمیرہ سے پاک تھے۔

جن لوگوں نے شیخ منصور بن حلاج کا انکار کیا ہے اس وجہ سے نہیں کیا کہ وہ مقبول حق نہ  
 تھے۔ بلکہ اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ ان کا رویہ درست نہ تھا کیونکہ پہلے انہوں نے شیخ  
 سہل بن عبد اللہ سے بیعت کی۔ لیکن ان کو چھوڑ کر شیخ نعم بن عثمان مکی کے پاس چلے گئے۔ اس کے  
 بعد ان کو بھی چھوڑ کر شیخ جنید بغدادیؓ کی خدمت میں چلے گئے۔ لیکن جنیدؓ نے ان کو قبول نہ کیا۔ اس  
 وجہ سے بعض مشائخ نے ان کو مہجور کہا ہے لیکن مہجور معاملہ نہ کہ درحقیقت مہجور۔

شیخ ثعلبیؒ نے فرمایا ہے کہ اَنَا وَالْحَلَّاجُ فِي شَيْءٍ وَاحِدٍ مُخْلِصَيْنِ جَنُونِي



وَ اَهْلَكَهُ عَقْلُهُ (میں اور حلاج ایک ہی حالت میں ہیں۔ پس مجھے جنون نے بچا لیا اور  
 ان کو عقل نے ہلاک کر دیا) اگر وہ دین میں ملعون ہوتے تو شبلیوں نہ کہتے کہ میں اور حلاج ایک ہی حالت  
 میں ہیں۔ حضرت خفیفؒ نے فرمایا ہے کہ هُوَ عَالِمٌ دَبَانِي (وہ عالم ربانی تھے) آپ کی بنگلی  
 اور فضیلت پر اور بھی بہت سے شواہد ہیں پس بعض مشائخ کی نارضا مندی کو دیکھ کر شیخ حلاج لوگوں  
 کی نظروں میں گر گئے ہیں۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ اور اصول اور فروع میں آپ کے رموز  
 بلند اور کلام مہذب ہے۔ اور میں جو علی بن عثمان جلالی ہوں (حضرت سید علی جویری المعروف  
 داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ) میں نے ان کی تصانیف کے پچاس نسخے بغداد اور اس کے گرد و نواح  
 میں دیکھے ہیں اور بعض نسخے فارس، خراسان اور خوزستان میں بھی ہیں۔ ان کے اندر تمام قسم کی باتیں  
 پائی جاتی ہیں۔ بعض آسان ہیں بعض مشکل۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی شخص پر اللہ تعالیٰ کی طرف  
 سے کوئی چیز ظاہر ہوتی ہے تو وہ اسے اپنی استعداد کے مطابق لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے اور  
 ایسا کرنے میں حق تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کا کلام جلدی جلدی بیان کرنے یا بیان  
 کرنے والے کے استغراق کی وجہ سے پیچیدہ ہو جائے تو اس وقت کے بعض لوگوں کے دلوں  
 میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور بعض لوگوں کی عقل اس کے سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ غرضیکہ ایک  
 گروہ اپنی جہالت کی وجہ سے انکار کرتا ہے اور دوسرا اپنی جہالت کی وجہ اقرار کرنے لگتا ہے چنانچہ  
 ایک کا اقرار دوسرے کے انکار کی مانند ہے۔ لیکن جب اہل تحقیق و بصیرت غور کرتے ہیں تو نہ  
 وہ اس کی عبارت میں الجھتے ہیں نہ اس کی پیچیدگی سے تعجب کرتے ہیں بلکہ وہ اس کی مدح و ذم،  
 اور اقرار و انکار۔ دونوں سے بلند تر ہوتے ہیں۔ جو لوگ اس جو امر یعنی حسین ابن منصور احناف کے  
 عجیب و غریب حالات کو سحر (جادو) سے منسوب کرتے ہیں سخت غلطی پر ہیں۔ اس لیے کہ  
 اہل سنت و جماعت کے نزدیک سحر کا وجود کرامت کی طرح حق ہے۔ فرق یہ ہے کہ حالت ہوش  
 میں سحر کا ظاہر کرنا کمال کفر ہے اورستی میں کرامت کا ظاہر کرنا کمال معرفت ہے۔ کیونکہ جادو  
 خداوند تعالیٰ کے غضب کا نتیجہ ہے اور کرامت اس کی بضا مندی کی دلیل ہے۔ اور میں اس  
 بات کو متعلقہ باب میں مفصل بیان کروں گا۔ اہل سنت و جماعت کے اہل بصیرت لوگوں کا اس  
 بات پر اتفاق ہے کہ کوئی مسلمان خسارہ اٹھانے والا جادوگر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی کافر صاحب

کرامت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ صدیق آپس میں سب سے نہیں ہو سکتیں۔ اور حسین ابن منصور جب تک زندہ رہے نیکی کے لباس میں رہے۔ ہمیشہ غور رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نہایت ہی پاکیزہ حمد و ثناء بیان کرتے تھے۔ اور توحید الہی میں عمدہ نکات بیان فرماتے رہے۔ اگر آپ کے افعال سحر پر مبنی ہوتے تو یہ سب نیک امور آپ کے لیے محال ہوتے۔ پس اس میں شبہ نہیں کہ یہ افعال کرامت تھے۔ اور سوائے محقق ولی کے کسی کو حاصل نہیں ہوتے۔ بعض ارباب حقیقت آپ کے اس نظریے کے پیش نظر کہ خدا اور بندہ باہم مل کر ایک وحدت بن جاتے ہیں۔ آپ کو قبول نہیں کرتے۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو ان بزرگوں کی تشبیح آپ کی عبارت میں ہے نہ کہ معنی میں۔ کیونکہ مغلوب احوال شخص کے لیے ممکن نہیں کہ اس کی عبارت صحیح ہو۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس کی عبارت کے معانی اس قدر مشکل ہوں کہ لوگ اس کا مطلب نہ سمجھ سکیں۔ اور وہم و گہالت کی وجہ سے انکار کر دیں۔ حالانکہ یہ انکار ان کے اپنے فہم کے قصور کی وجہ سے ہے۔ میں نے بعد ازاں نوح میں محدثین کے ایک گروہ کو دیکھا کہ ان سے محبت کا دعوے کرتے تھے اور ان کے کلام کو اپنی بے دینی کے لیے محبت قرار دیتے تھے۔ اور اپنے آپ کو حلاجی کہتے تھے۔ اور ان کے معاملہ میں بہت غلو کرتے تھے۔ جیسا کہ رافضی لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں غلو کیا کرتے ہیں۔

میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کے کلمات کی تردید میں ایک مفصل باب لاؤں گا۔ الغرض آپ کا کلام اقتداء کے لائق نہیں اس لیے کہ آپ اپنے حال میں مغلوب تھے۔ اور اپنے آپ پر قابو رکھتے تھے۔ اقتدار ایسے شخص کے کلام کی ہو سکتی ہے جو اپنے قابو میں ہو۔ بس اللہ کا شکر ہے کہ میرے دل میں آپ کی عزت ہے۔ لیکن نہ آپ کا طریق کسی اصول پر صحیح ہے نہ آپ کا حال کسی محل پر قائم ہے اور آپ کے احوال میں بظاہر فرقہ کافی ہے۔ مجھے آپ مکاشفات کی ابتدا میں ان کے متعلق بہت سے دلائل ملے ہیں اور میں نے آپ کے کلام کی شرح میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں دلائل و براہین سے آپ کے کلام کی بلندی اور حال کی صحت کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اپنی دوسری کتاب منہاج الدین میں ان کے احوال کی ابتدا اور انتہا کو بیان کیا ہے اور یہاں پر بھی اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ پس وہ طریق کہ جس کے اصل اتنے اعتراضات کے ساتھ یا اعتراضات سے اتنے احتراز کے ساتھ ثابت کرنا پڑے اس سے کیونکر تعلق پیدا کیا جائے اور کیسے اس کی پیروی



کی جائے۔ کیونکہ خواہش نفس کو سچائی ہرگز موافق نہیں آتی۔ اس لیے وہ حق سے انحراف کی کوئی بات تلاش کرتی رہتی ہے تاکہ اس سے لپٹ جائے۔ آپ سے روایت ہے کہ **أَلَا نَسْتَحْ**  
**مُسْتَنْطَقَاتٌ تَحْتَ نُطْقِهَا مُسْتَوَلِكَاتٌ مَّامِنَاتٌ** (زبانیں بولتی ہیں لیکن ان کے  
 برے ہوئے الفاظ میں بعض ہلاک کرنے والے معنی اور خاموش الفاظ بھی ہوتے ہیں) یعنی الفاظ اور  
 عبارات سب باعث خرابی ہیں۔ اور حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ جب معنی حاصل  
 ہو جائے تو پھر وہ عبارت کی وجہ سے کم نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ کم ہو جائے تو وہ عبارت کی وجہ سے  
 پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ طالب اپنے زعمِ باطل میں کسی عبارت کو غلط معانی پہناتا  
 ہے اور پھر سمجھتا ہے کہ یہی حقیقی معانی ہیں اور اسی طرح ہلاک ہو جاتا ہے۔ **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ**  
 ختم ہوئی کشف المحجوب کی عبادت۔

اس عبارت کو حضرت اقدس بڑی توجہ سے سنتے رہے اور جس جگہ حضرت حسین ابن منصور کی  
 تعریف آتی تھی تو آپ بہت خوش ہو جاتے تھے اور تمغہ فرماتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت  
 اقدس کے نزدیک شیخ منصور مردانِ خدا اور ائمہ ہدیٰ (ہدایت کے امام) ہیں۔ ورنہ اس قدر سرور  
 و خوشی آپ سے کیوں ظاہر ہوتی۔ جس جگہ شیخ منصور کا انکار آتا تھا تو آپ ناخوش ہو جاتے تھے۔  
 ہم علما ان اچھی طرح جانتے ہیں کہ شیخ منصور، شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ بایزید بسطامی کو حضرت  
 اقدس امام فقر و طریقت سمجھتے ہیں۔ آپ کے دیوان میں بھی بہت سی کافیلوں میں ان حضرات کو آپ  
 نے اپنا استاد کہا ہے اور ان کے مشرب کا اتباع کیا ہے۔ چنانچہ ایک کافی میں آپ نے فرمایا ہے  
 طال ویری سخت دسیندے بیٹک ہن استاد و یسندے

ابن العربی تے منصور

(علمائے ظاہر مجھے دشمن نظر آتے ہیں۔ اور میرے دل کے دوست ہیں منصور اور ابن عربی)  
 ان اشعار میں آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ منصور کو اپنا استاد القلوب قرار دیا ہے۔  
 ایک اور کافی میں آپ نے فرمایا ہے

عاشق مست مدام طامی کبہ سجانی بن بسطامی  
 آکھ انا الحق تھے منصور دہی عاشق لوگ سجانی ما اعظم شانی

شرح ۱۔ عاشق ہمیشہ مست رہتے ہیں اور سب جانی ماعظم شانی کانفرو مار کر بیزید ببطامی بن جا اور  
انا الحق کانفرو لگا کر منصور بن جا۔ یہاں بھی  
آپ نے شیخ ابوزید ببطامی اور شیخ منصور کی اتباع کا دعوے کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ ”اٹھ“ یا  
”کہنہ“ ہندی زبان میں امر کا صیغہ ہے۔ نیز ”تھی“ بھی ہندی زبان میں صیغہ امر ہے۔ یعنی ”ہو جا“  
یاد بن جا، مطلب یہ کہ ببطامی اور منصور بن کر تو بھی اسی قسم کے نعرے لگا۔ جس طرح وہ  
مشرّب رکھتے تھے تو بھی یہی مشرب اختیار کر۔ اور ان کی اقتدا کر۔

ایک اور کافی میں آپ نے فرمایا ہے

مال دے وعظ نہ بھاندے بیشک ساڈا دین ایمانے

ابن عربی دا دستور

(مولوی کے وعظ مجھے اچھے نہ گئے۔ بلاشبہ ہمارا دین ایمان ابن عربی کا دستور ہے)  
یہاں بھی آپ نے شیخ محمد الدین ابن عربی کے مسلک کو سراہا ہے۔ اور ان کے دستور کو اپنا  
دین ایمان کہا ہے۔

ایک کافی میں آپ نے فرمایا ہے

یکھ ریت روش منصور ی نوں ہٹ ٹھپ رکھ کنہ قدوری نوں

(منصور کی روش سیکھو اور کنہز اور قدوری جیسی کتابوں کو بند کر دو)

اس کافی میں بھی آپ نے شیخ منصور کے مشرب کو سیکھنے کی تاکید کی ہے۔ کیونکہ ”رکھ“  
بھی ہندی زبان میں امر کا صیغہ ہے۔ اسی طرح بہت سی کافیوں میں آپ نے ان حضرات کے  
مسلک اور مشرب کی تقلید کے لیے تاکید فرمائی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت اقدس نے شیخ  
منصور کو امام طریقت قرار دیا ہے اور ان کے قول و فعل کو سند قرار دیا ہے۔

۱۔ ملفوظات کے جمع کرنے والے یعنی مولوی رکن الدین نے یہاں اس بات پر خوب زور دیا ہے کہ حضرت  
خواجہ غلام فرید قدس سرہ کا مسلک و مشرب رندانہ تھا۔ کیونکہ آپ شیخ منصور، شیخ ابوزید ببطامی اور  
شیخ ابن عربی کے ہم مشرب تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ ابوزید ببطامی، شیخ منصور و دونوں  
کے زندگی کے حالات سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ ان حضرات کا مشرب رندانہ تھا۔ بلکہ یہ بیوں



اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا ہے  
 ترا زید شہنشاہی در استلیم دل آرائی  
 بدیں خوبی و زیبائی ، بدیں شوخی و رعنائی  
 (اے محبوب عشق و محبت کے میدان میں تجھے شہنشاہی سجتی ہے اس وجہ سے  
 کہ تو حسن و جمال اور شوخی اور رعنائی میں کیتا ہے )

## مقبول بوقت عشا یکشنبہ یکم جمادی الاخر ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس و طیفہ پڑھ رہے تھے اور حاضرین حلقہ باندھے آپ کے گرد بیٹھے تھے۔ حاضرین

بقیہ شام اور سحر بچتے۔ حضرات بڑی سختی سے متبع شریعت تھے۔ البتہ کبھی کبھی استغراق و بے خودی کی حالت میں  
 حضرت ابو زید بسطامیؒ کے منہ سے سبحانی ما اعظم ثنی نکل جاتا تھا لیکن جب آپ کو بتایا جاتا تھا کہ آپ سے  
 یہ الفاظ سرزد ہوئے ہیں تو آپ استغفار پڑھتے تھے اور مریدوں کو حکم دیتے تھے کہ جب یہ  
 الفاظ زبان سے نکلیں تو مجھے قتل کر دینا۔ لیکن آپ کی کرامت سے پھر یہاں خود مریدین کی طرف مڑ  
 جاتی تھیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ سے یہ کلمات استغراق و مستی کے عالم میں سرزد ہونے لگے جو آپ  
 پسند نہیں کرتے تھے۔ علاوہ انہیں ان ہی ملفوظات سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی  
 زندگی ہمیشہ شرع شریف کے مطابق گزری ہے۔ فرض تو سبائے خود آپ سے نوافل بھی کبھی فوت نہ ہوئے  
 آپ تمام اذکار و مشغل، اوراد اور وظائف پر سختی سے پابند تھے۔ سجدے میں جا کر آپ سات مرتبہ سورۃ  
 فاتحہ پڑھتے تھے اور اسی طرح بعد نماز عشاء آپ تین مرتبہ سجدہ کرتے تھے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شاعری  
 اور چیز ہے اور عمل دوسری چیز ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عشق و مستی کے عالم میں آپ نے  
 شاعرانہ طریق پر مضمود، ابو زید بسطامیؒ اور ابن عربیؒ کی تعریف کی ہے۔ لیکن اس تعریف سے آپ  
 کاندہی مشرب ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ آپ سختی سے متبع شریف تھے۔

مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ فلاں سید کو راضیوں اور سببوں سے بہت نفرت اور دشمنی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی ان لوگوں سے کمال درجہ کی نفرت ہے۔ یہاں تک کہ حالت خواب میں بھی مجھے اس گروہ سے جنگ و جدل رہتی ہے۔

اس کے بعد اس بات پر گفتگو ہونے لگی کہ آیا تعداد میں بھی زیادہ ہیں یا وہابی۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ حال ہی میں جو مردم شماری ہوئی ہے۔ اس کے اعداد و شمار میں نے دفتر مردم شماری میں دیکھے ہیں۔ ایران سمیت سارے روئے زمین پر ایک کروڑ پچاس لاکھ راضی رہتے ہیں۔ خارجی ستر لاکھ ہیں اور وہابی اسی لاکھ ہیں۔ گویا خارجیوں اور وہابیوں کا مجموعہ راضیوں کے برابر ہے۔

## مقبول: بوقت مغرب و شنبہ ۲۱ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس دظائف پڑھ رہے تھے۔ آپ نے جائے نماز بچھانے کا اشارہ فرمایا اور خود اقامت پڑھی۔ اس کے بعد نماز باجماعت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ بوریہ پر تشریف فرما ہوئے اور تمام حاضرین آپ کے گرد حلقہ ڈال کر بیٹھ گئے۔ لوگ اپنی اپنی حاجات طلب کر رہے اور مرادیں پارہے تھے۔ اس کے ساتھ آپ ذکر لا الہ الا اللہ اور اللہ اللہ بھی کر رہے تھے۔ ایک بار آپ نے برکت علی بامی جن پر آپ بڑی شفقت فرماتے تھے کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ کچھ لکھا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں! اور اپنی جیب سے دو تین ورقے انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں نکال کر پیش کیے۔ آپ نے دیکھ کر تحسین فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب تک کسی چیز میں غرق نہ ہو جاؤ۔ وہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔



## مقبول ۱۴: بوقت حاشیت برو زکینہ رجب ۱۳۱۴ھ

محفلِ سماع

آج سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد عاقل قدس سرہ کے عرس کا دوسرا دن تھا۔ حضرت اقدس مجلسِ سماع میں شامل ہوئے۔ ہجومِ خلایق اس قدر تھا کہ تحریب سے باہر ہے۔ قوالوں نے ساز سیدھے کے ایک دو ہڑہ پڑھا۔

اس پر حضرت اقدس پر کافی رقت طاری ہوئی اور گریہ بھی ہوا۔ اس کے بعد امام بخش قوال نے یہ اشعار پڑھے

دلہا کباب جلوہ مستانہ تو آند      جاہنا خراب گردشِ پیمانہ تو آند  
خورشید طلعتِ ازپئے در دیدہ دیدنت      گرمی تلاشِ روزن کاشانہ تو آند  
قوسے کہ از جہاں دلِ بیدار بڑہ آند      در خواب مرگ گوشِ برفسانہ تو آند  
۱۔ اے دوست تیرے جلوہ مستانہ نے عشاق کے دلوں کو کباب کر دیا ہے اور تیرے پیمانہ کی گردش سے جانیں تباہ ہو گئی ہیں۔

۲۔ آفتابِ عالم تاب تیرے دیدار کی طلب میں تیرے گھر کے روزن کی تلاش میں ہے تاکہ جہانک کہ تیرے حسن کا جلوہ دیکھ سکے۔

۳۔ وہ لوگ جو اس جہان سے دلِ بیدارے گئے ہیں۔ خوابِ مرگ میں تیری قیل و قال پر کان لگائے پڑے ہیں۔

حضرت اقدس کو ان اشعار پر کافی گریہ ہوا۔ حضرت قطب الموحیدین پر بھی کافی رقت طاری ہوئی۔ اور سر ملاتے رہے۔ جب کیفیت نے غلبہ کیا تو انہوں نے اپنا سر حضرت اقدس کے زانو پر رکھ کر زور زور سے رونا شروع کیا۔ اس وقت تمام اہل مجلس پر گریہ طاری تھا۔ حضرت اقدس کمالِ شفقت سے صاحبزادہ صاحب کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور خود بھی آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے۔ اس کے بعد قوالوں نے یہ کافی شروع کی

صدقے صدقے دو توں تاں آویں ساڈے سانگے  
 ذات تیڈی ہے دو بہق مطلق ہر رنگ دُپُج دو توں ہیں ہوتی  
 پے گئے پیچ اڑانگے  
 رنگ بے رنگی وو لکھ لباساں کوئی نہ سمجھے دو قال قیاساں  
 راز سو سناں ناسنگے  
 شمس الکی حق دو کر کے کھیلیاں  
 عاشق یار اڑانگے  
 اشرف اکہن دولس بے ادبی یار مسبب و آیا سببی  
 جی تاں او سے تانگے

اس پر بھی حضرت اقدس کو بہت گریہ ہوا۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب بلکہ ساری مجلس پر گریہ طاری تھا اور ہا وھو کے نعرے بلند تھے۔ آخر مندرجہ بالا کافی پر حضرت اقدس پر اس قدر حال طاری ہوا کہ اگرچہ بیٹھے رہے لیکن نہایت ہی جوش میں تھے اور سینہ مبارک سے آواز ہاٹا ہاٹا کمال سوز و درد سے نکل رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہاٹا ہاٹے جوش سے نکلنے لگی اور اس قدر استغراق طاری تھا کہ جو بیان سے باہر ہے۔ جب مجلس کے اختتام پر ختم شروع ہوا تو آپ نے دونوں ہاتھ فرش پر لگا کر اپنے رخسار مبارک پر لگائے۔

## مقبوس! بوقت چاشت بروز دوشنبہ ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس محفل سماع میں شرکت کی خاطر تشریف لائے۔ آج ختم کا دن تھا۔ قوالوں نے اس دو ہڑے سے ابتدا کی ہے

محفل سماع

ماہی جھوک لڈائی ویندا کلہڑی ویندا سٹی  
 رانجھن نال چویندی ویساں کتور مندھائی مٹی  
 خوشدل یار دی ونج سڈ ویساں توڑیں جھنگٹی جٹی



اس دوہڑے پر بھی حضرت اقدس پر رقت طاری ہوئی اور حسب عادت رومال سے آنسو پونچھ رہے تھے یہاں تک کہ رومال تر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر خادم دوسرا رومال لایا۔ جب وہ بھی تر ہو گیا تو تیسرا رومال لایا گیا۔ اس کے بعد قوالوں نے یہ دوہڑا پڑھا ہے

بہتے چاک تیدے میاں بابل مینوں رانجھن جہاں کوئی  
ہتھڑ ڈٹا گل وچ کافی مونڈھے سوئڈھی سوئی  
رمز حسن دی ویکھی جے کوئی عاشق ہوندا سوئی  
لوکاں لیکھے گانھن سائیں ہک ہیر مکلی ہوئی

اس پر بھی حضرت اقدس کو گریہ ہوا۔ اس کے بعد قوالوں نے یہ غزل گائی ہے  
اساں ساگی خود آویں عام چوری این دیں ربتوں ناہے ناہے  
ماگ اونہیں میں شاہ منصور جو کھیس ڈیوں گواہیوں  
کیوں چڑھیوں ونج پھاپی  
شاہ سرمد جی سرتی سانوں سرو ڈھول بسر واہیوں  
عشق اوقات پیاہی

مینانہ ہوں مست ہمیشہ کیوں کعبہ وہیں کاہیوں  
دین ایمان بھی پھاپی

نور ان زور پون اوقاتاں بھر کن برہوں جو بھاپیوں  
کیجو آہے کڈن تا آہے

بات سچل دی عاشق سمجھے کوئی کوئی جوں این میں آہی آہی

اس منہمی غزل پر بھی حضرت اقدس پر رقت طاری ہوئی اور جوش سے سر ملاتے رہے۔ یہاں تک کہ ٹوپی سر سے گر گئی جس سے ساری مجلس میں شورش برپا ہوئی اور اس قدر ہيجان پیدا ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ آپ پر حال طاری تھا اور بڑے زور سے آپ سر ملاتے رہے تھے۔ آپ کئی بار زمین پر سر رکھ کر سجدے کر رہے تھے اور جوش کے عالم میں تھے۔ اس سے عجم بڑھ گیا لوگ قوالوں پر گرنے لگے اور ساری مجلس پر اگندہ ہو گئی۔ حضرت اقدس پر اس قدر حال طاری تھا کہ طاقت بیان نہیں۔

اس کے بعد برکت علی نے جواب کا منظور نظر قال تھا۔ یہ اشعار پڑھے۔

ہم باسی اوسی دس کج جہاں پار پریم کا کھیل  
دیکھ جل وہیاں کا بن باقی بن تھیل  
ہم تہی پیا سی بوند کی گور دنیا ساگردان  
اپنے آپ میں گمن بھی اپنا آپ پہچان  
اپنا نسران جاپ ہی اپنا نسران وہیاں  
بیکھا گور کی فارنی جن دنیا وہیاں گیان  
آن را کہ فنا شیوہ و فقر آئین است  
نکشف ولینین نے معرفت نہ دیں است  
رفت از میان ہمیں حسد را ماند خدا  
الفقر اذ اتمم هو اللہ ایں است

(وہ لوگ کہ جن کا شیوہ فنا فی اللہ اور دستور فقر ہے ان کو نہ کشف و کرامت کی ضرورت ہے نہ ارکان دین جاننے کی ضرورت ہے۔ وہ خود درمیان سے اٹھ گئے ہیں اور اللہ ہی اللہ باقی رہ گیا ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ جب فقر انتہا کو پہنچتا ہے تو اللہ باقی رہ جاتا ہے)

اس کے بعد حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل کاٹی گئی۔

منہ آئی بات نہ رہندی ہے اتھ جھوٹ بولی سو بچتا ہے

اس کافی پر بھی حضرت اقدس پر کیفیت طاری ہوئی اور صوفی حضرات پر وجہ و حال طاری رہا۔ اس کے بعد ختم پڑھا گیا اور ختم کے بعد حضرت اقدس نے دعا مانگی۔ راقم الحروف نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کی۔ جب انتیس بار سورہ فاتحہ پڑھ چکا تو حضرت اقدس نے دعا ختم کی۔ آپ ہمیشہ اسی طرح لمبی دعا مانگتے تھے۔

## مقبول ۱۶: بوقت ظہر بروز یک شنبہ ۲۸ رجب ۱۳۱۴ھ

دولت قدم بوسی نصیب ہوئی۔ حضرت اقدس نے محل میں تشریف فرما تھے اور تمام غلامان آپ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔

اس کے بعد آپ نے نئے محل کے پاس والی چھوٹی مسجد میں بیٹھ کر شہنائی سنائی۔ میں نماز پڑھی اور محل کے جنوبی قلعہ پر بیٹھ گئے۔ مولوی محمد علی راجن پوری نے محل کی مبارکباد کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ وہ قال بھی ساتھ لائے تھے۔ حضرت



اقدس نے فرمایا کہ شہنائی بجائی جائے۔ چنانچہ قوالوں نے شہنائی میں غزلیں سنائیں۔ حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا۔ آپ نے عصر کی نماز باجماعت ادا کی اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر فرمایا کہ قوال شہنائی میں راگ بہاگ گائیں۔ قوالوں نے حکم کی تعمیل میں اور یہ غزل شہنائی میں سنائی۔

ما جہاں جہاں منائے ذاتیم      ما منظمہ جملہ مصفاتیم  
اے حضرت اقدس نے بہت پسند فرمایا۔ اور ایک دو صوفی مثل مخدوم غلام شاہ صاحب  
اوچی وغیرہ پر حال بھی طاری ہو گیا اور مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ مغرب کی نماز باجماعت پڑھ کر  
حضرت اقدس گھر تشریف لے گئے۔ یاد رہے کہ شہنائی بجانے والے اور رقص کرنے والے مسجد سے  
باہر تھے لیکن حضرت اقدس مسجد میں بیٹھے تھے۔

## مقبول: بوقت عصر برپہا شنبہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۲ھ

دولت قدم بوسی نصیب ہوئی۔ حضرت اقدس تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ حاضرین مجلس میں  
سے ایک سید بھی تھا۔ مولوی غلام احمد اختر نے انہیں کہا کہ لوگ آپ کو سبّی کہتے ہیں۔ یہ سن کر دوسرے  
لوگ بھی کہنے لگے کہ فی الواقع یہ سبّی ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا ہاں مولوی جوتے ہوئے سبّی ہو گیا  
ہے۔ تلاوت سے فارغ ہو کر حضرت اقدس نے منہ مایا سبّی لوگ بہت چالاک ہیں۔ کام  
لیتے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب تحفہ اشعار عشریہ میں ان کی تمام چالاکیاں  
کو جمع کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ بعض سبّیوں نے ساری عمر اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا اور اس لباس  
میں رہ کر انہوں نے مکر و فریب کے ذریعے سادہ دلوں کو ورغلا یا اور سبّی بنایا۔ لیکن مرنے سے دوچار  
دن پہلے کہہ دیا کہ اب مجھے خدائے عزوجل نے بنا دیا ہے کہ سبّی مذہب سچا مذہب ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مخدوم غریب شاہ کہتے تھے کہ ایک دن ایک سبّی نے کہا کہ مولانا رومؒ  
بھی سبّی تھے۔ میں نے کہا نہیں وہ سنی پاک مذہب تھے۔ سبّی نے یہ شعر بطور سند پیش کیا  
چوں صحابہ حبیب دنیا داشتند      مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

۱۔ یہ شعر شیعوں کی طرف سے الحاق ہونے کے علاوہ صحیح ہی نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام نے آنحضرت  
باتی اگلے صفحہ پر

چونکہ صحیحہ دنیا کی محبت رکھتے تھے اس لیے انہوں نے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا کفن چھوڑ دیا

میں نے جواب دیا کہ یہ شعر کسی سببی کا ہے۔ مولانا روم کا نہیں ہے۔ چنانچہ مثنوی کا ایک نسخہ کھول کر دیکھا گیا تو یہ شعر موجود تھا لیکن جب ایک پرانے قلمی نسخہ میں دیکھا گیا تو یہ شعر وہاں نہیں تھا۔

شیخ فرید الدین عطار کی کتاب میں الحاق  
اس کے بعد فرمایا کہ یہ ایک کرامت ہے کہ ایک دن ہم کتاب منطلق الطیر معصفہ شیخ عطار دیکھ رہے تھے

اور یہی اشعار وہاں بھی درج تھے۔ مخدوم غریب شاہ نے کہا کہ طباعت میں یہ اشعار رافضیوں کے الحاق شدہ ہیں۔ لیکن میرے دل میں ذرا سا تزلزل رہ گیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ آخر ایک دن ہم فیروزہ میں بیٹھے تھے کہ میاں امام بخش ملا کا ذرا چٹوری لے آکر منطلق الطیر کا ایک قلمی ڈھائی سو سالہ نسخہ بطور نذر پیش کیا اور یہ مصرع پڑھا ہے

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ۔ صلے اللہ علیہ وسلم باقاعدہ تجمیز و تکحیف کی اور کئی روز تک دور دور سے لوگ آکر نماز جنازہ پڑھتے

رہے۔ اس بات کی تصدیق تاجز طبری جو نہایت ہی مستند تاریخ ہے میں یوں کی گئی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول منتخب ہو گئے اور آپ نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر لوگوں سے بیعت لینا شروع کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن کثیروں میں بیٹھے تھے اٹھ کر باہر آئے اور حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر کے خادم سے کہا میرے کپڑے لاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ اتنی جلدی کیا تھی۔ باہر کا لباس نہ لے کر آسکتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میرے بھائی ابوبکرؓ یہ شکوہ کرتے کہ علیؓ نے بیعت کرنے میں دیر لگا دی بلکہ مجھے حضرت ابوبکرؓ سے یہ شکایت ضرور تھی کہ جب انصار کے محلے میں خلیفہ رسول کا انتخاب ہوا تو مجھے نہ بلایا گیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ جواب دیا کہ آپ تو اہل بیت میں سے تھے۔ آپ تجمیز و تکحیف میں مصروف تھے۔ اگر ہم آپ کو بلاتے تو لوگ یہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر صحابہ خلافت کے جھگڑے میں مشغول ہو گئے تھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ان کے اس جواب سے میں مطمئن ہو گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایک تو حضرت علیؓ نے پہلے دن حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ کی تجمیز و تکحیف باقاعدہ ہوئی۔



برگ سبز است تختہ درویش (درویشوں کا تختہ سبز پتوں کے سوا کیا ہو سکتا ہے) ہم نے فوراً ہی جگہ نکال کر دیکھی تو وہ اشعار بالکل نہیں تھے۔ اس سے میرے دل کا خلیجان رفع ہو گیا۔ اس کے بعد کسی نے کہا کہ جو لوگ ان کے مکر سے آگاہ ہیں فریب نہیں کھاتے۔ آپ نے فرمایا کہ جو لوگ تحقیق کی قدرت نہیں رکھتے۔ ان کے فریب میں آ ہی جاتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ قاضی نور اللہ شاستری نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اکابر ادبیہ مثل حضرت غوث بہاء الدین زکریا، حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی، حضرت سید جلال الدین و حضرت مخدوم جہانیاں اچھی و دیگر مشائخ چشتیہ و قادریہ سے اشعار اور عبارات منسوب کر کے اس کتاب میں درج کی ہیں اور شیخ مذہب کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ حقیقت وہ ابیات اور عبارات ان میں سے کسی بزرگ کی نہیں بلکہ قاضی نور اللہ کی خود ساختہ تھیں۔ اس کے ایک دوست نے کہا کہ قاضی جی یہ جو کتاب آپ نے لکھی یہ راز آخر فاش ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ ان تمام مشائخ کے سلاسل اور کتابیں ان کے مریدین کے پاس موجود ہیں۔ اور ان کے بڑے بڑے مشائخ بھی موجود ہیں۔ قاضی نور اللہ نے کہا کہ اتنی تحقیق و تفتیش کون کرتا ہے۔ عام طور پر لوگ سادہ لوح ہوتے ہیں۔ کتاب دیکھ کر فوراً یقین کر لیں گے اور مجھے ثواب ہوگا۔ ۱

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے اپنی کتاب فتوحات مکی میں لکھا ہے کہ ساری خلقت سے یہ دو گروہ بدتر ہیں۔ ایک رافضی، دوسرے خارجی۔ یہ لوگ اپنی ساری عمر اس بات میں ضائع کر دیتے ہیں کہ فلاں افضل ہے اور فلاں افضل نہیں ہے اور راہ خدا میں ہرگز قدم نہیں رکھتے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میاں غوث علی شاہ صاحب نے تذکرہ غوثیہ میں فرمایا

**حضرت غوث علی شاہ کا ایک واقعہ**

ہے کہ ایک دفعہ سیاحت کے دوران میں ایک مقام پر پہنچا۔ وہاں کے لوگوں سے میں نے سنا کہ ایک درویش لوگوں سے قطع تعلق کر کے ایک بیابان میں گوشہ نشین ہے۔ شوق دامن گیر ہوا کہ

مرد خدا ہے اس کو جا کر ملنا چاہیے۔ چنانچہ میں اُن کی خدمت میں گیا اور حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ میں حج کے ارادے سے جہاز میں سفر کر رہا تھا۔ جہاز طوفان میں غرق ہو گیا لیکن میں ایک تختے پر بٹھ کر کنا رے جا لگا۔ میں کنا رے پر جا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بلند دیوار ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ دیوار کے پاس ایک درخت تھا۔ میں درخت پر چڑھ کر اندر داخل ہوا۔ وہاں ایک باغ تھا جس میں رنگ رنگ کے پھول تھے، چمن تھے اور خوبصورت درخت تھے۔ اس باغ میں نہایت شاندار محلات تھے لیکن آدمی زاد کوئی نہیں تھا۔ مجھے خیال آیا کہ شاید یہ جنت کا مقام ہے۔ رات کے وقت ہوا سے کچھ سوار نمودار ہوئے اور محلات میں چلے گئے۔ اس کے بعد اُن کے پاس ہوا سے قسم قسم کے کھانے آنے لگے۔ ان کے سردار نے کہا کہ آج ایک مہمان ہے اس کو بھی کھانا دے دو۔ چنانچہ ایک خادم میرے پاس کھانا لایا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ ہیں اور اُن کے ساتھ دوسرے شہداء ہیں۔ یہ شہداء کا مقام ہے اور یہ لنگر بھی ان کا ہے۔ میں نے کہا میں شرف قدیم بوسی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا میرے ساتھ چلو۔ میں نے جا کر ان کی زیارت کی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تم یہاں کیسے آئے۔ میں نے سارا ماجرا سنایا۔ اور عرض کیا کہ مجھے حج پر پہنچایا جائے۔ انہوں نے کہا یہیں رہ جاؤ۔ میں نے کہا حج سے واپس آ کر رہوں گا۔ اور مجھے یہاں آنے کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ ابھی حج میں نو دس مہینے باقی تھے۔ میں وہاں رہنے لگا۔ جب حج قریب آیا تو انہوں نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اسے مکہ معظمہ پہنچا دو۔ اس نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہاتھ اٹھانے تو میں نے دیکھا کہ مکہ معظمہ میں ہوں۔ میں نے حج ادا کیا اور حج کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے چلا گیا۔ اس کے بعد شہداء کے مقام پر جانے کا شوق ہوا۔ اس شوق میں رات دن رونا تھا۔ ایک رات رو کر سویا۔ جب بیدار ہوا تو اپنے آپ کو شہداء کے مقام پر پایا۔ اور اُن حضرات کی زیارت سے مشرف ہوا۔ جب وہاں رہتے ہوئے کافی مدت گزر گئی تو وطن جانے کے لیے دل میں ملال پیدا ہوا۔ جب میری بے چینی زیادہ ہوئی تو انہوں نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس کو وطن پہنچا دو۔ چنانچہ اس نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور تھوڑی دیر بعد ہاتھ اٹھا لیا۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو وطن میں



پایا۔ لیکن افسوس ہے کہ رخصت ہوتے وقت میں نے ان سے یہ عرض نہ کیا کہ مجھے دوبارہ اپنے پاس بلا لینا۔ اب میں اس مقام شہدار کے لیے رات دن تڑپ رہا ہوں لیکن پہنچنے نہیں پاتا۔ اس لیے شب و روز ماتم اور گریہ میں مبتلا ہوں۔ غوث علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سُن کر میں نے کہا کہ افسوس صد افسوس میرا خیال تھا کہ تم طالبِ خدا ہو لیکن تم تو لوگوں کے طالب ہو۔ اگر یہ بات مجھے معلوم ہوتی تو کبھی تمہارے پاس نہ آتا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھو اگرچہ میاں غوث علی شاہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں۔ لیکن چونکہ ولی اللہ ہیں انہوں نے سچی بات کہہ دی ہے۔

اس کے بعد اس مضمون پر گفتگو ہونے لگی کہ فلاں بزرگ پر عالم بالا کی چیزیں محسّس تھیں چنانچہ کتابِ رِشحات کی عبارت پڑھ کر حضرت اقدس کو سنائی گئی کہ فلاں بزرگ (شیخ) ہوا میں آنکھیں کھل رکھتے تھے اور فرشتوں کو دیکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا:-

نكشنا عنك غطاءك وبصيرك اليوم حديد ط  
(ہم نے تیری آنکھوں سے پردے ہٹا دیے اور آج تیری نگاہ تیز کر دی)

اس کے بعد جنّات اور ملائکہ کے متعلق گفتگو ہونے لگی

**جنّات سے دوستی** | آپ نے فرمایا بعض جگہ جنّات ہوتے ہیں اور فرشتے بھی ان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک بزرگ تھے جن کو ہوا میں غیب سے السلام علیکم کی آواز سنائی دیتی تھی اور وہ بھی ہوا میں وعلیکم السلام کہہ دیا کرتے تھے۔ لیکن نظر کچھ نہیں آتا تھا۔ کبھی یہ آواز آتی تھی کہ ”خیر ہے“۔ وہ بھی جواب دیتے تھے کہ ”آپ کی خیر ہو“۔ ایک دن اس بزرگ نے کہا کہ اے آواز دینے والے اب مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تم جن ہو۔ لیکن نیک جن ہو۔ تم یہ کیوں نہیں کرتے کہ پردہ اٹھا کر میرے سامنے آجاؤ۔ اس نے کہا اچھا آؤں گا۔ چنانچہ وہ جن ان کو نظر آنے لگا اور ان کے درمیان دوستی ہو گئی۔ ایک دن انہوں نے مشورہ کیا کہ فلاں جگہ فلاں شخص وعظ کرتا ہے۔ وہاں جا کر وعظ سنیں۔ چنانچہ وہ وہاں چلے گئے۔ جن نے کہا جب ہم مجلس دعا میں بیٹھیں گے تو ضرور انہیں دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے رہیں گے۔ لیکن میں لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں ہوں گا۔ بزرگ نے کہا کہ یہ بات اچھی نہیں ہے۔ لوگ خیال

کریں گے کہ یہ دیوانہ ہے جو ہواسے باتیں کر رہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگوں سے دور ایک کھنہ میں بیٹھ جائیں تاکہ ہماری باتوں کی طرف کوئی شخص توجہ نہ کرے۔ چنانچہ وہ ایک کھنہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ جن نے کہا کیا میں آپ کو ایک تماشا دکھاؤں۔ بزرگ نے کہا دکھاؤ۔ جن نے بزرگ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ اٹھا کر کہا کہ دیکھو۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ مجلس میں بیٹھے ہوئے ہر آدمی کے سر پر ایک کوا بیٹھا ہے۔ بعض کو وہ نے پر کھولے ہوئے ہیں۔ بعض نے پر بند کیے ہوئے ہیں اور بعض کے پر نیم کشادہ ہیں۔ عارف نے جن سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر آدمی پر ایک جن یعنی شیطان مسلط ہے۔ یہ کوا وہی شیطان ہیں۔ جس شخص پر پوری غفلت طاری ہے اس پر کوا نے پورے پر کھول رکھے ہیں۔ جس پر تھوڑی غفلت طاری ہے اس پر کوا نے تھوڑے پر کھول رکھے ہیں۔ اور جو شخص غفلت میں غرق ہے اس پر کوا بال بند کر کے بیٹھا ہوا ہے۔ جس شخص پر کبھی کبھی غفلت طاری ہوتی ہے کوا کبھی کبھی جا کر اس کے سر پر بیٹھتا ہے۔ جب اس کی غفلت دور ہو جاتی ہے تو کوا اڑ کر دور چلا جاتا ہے۔ جب اچھی طرح دیکھا گیا تو لوگ بھی اسی طرح غفلت میں پائے گئے۔ بعض تو بالکل سو رہے تھے اور خراٹے لے رہے تھے۔ بعض بیدار تھے۔ بعض کبھی سو جاتے تھے اور کبھی بیدار ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے اٹھ کر نماز باجماعت ادا کی اور مسجد میں بیٹھ کر مشغول ہو گئے۔ اور تمام لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔

## مقبول وقت ظہر بزرگ شنبہ ۱۹ شعبان ۱۳۱۲ھ

مجموعہ کتب تبرک منجانب حضرت مولانا فخر دہلوی رح آپ کے ہاتھ میں کتابوں کا مجموعہ تھا اور یہ وہ کتابیں تھیں جو حضرت شیخ المشائخ محب البنی مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہ نے حضرت سلطان الاولیاء صاحب الروضہ (حضرت خواجہ قاضی محمد عاقلؒ) کو عطا فرمائی تھیں۔ اور ان کتابوں کے نام حضرت مولانا صاحب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے۔ ان کتابوں کے نام یہ ہیں۔ لوائح مولانا جامی



حاشیہ لوائے جامی - شرح رباعیات جامی - رباعیات ملا جلال دوانی - تہلیلہ ملا جلال دوانی - شرح قصیدہ خمریہ فارسیہ - شرح قصیدہ شیخ عطار -

اس کے بعد مقامات شتی میں سے آپ نے یہ اشعار پڑھے

تا چند کنی طلب ز مفاح و نصوص      حق را طلب از نصوص خاتم نہ نصوص

چو بہت مقام حمد مخصوص باد      نبیجاست باو مشرب عرفان مخصوص

بالا تری اے دوانی از حد و قیاس      نشاخت ترا کے تو خود را بشناس

زیں دو صفات خصال انسان مطلب      کایشاں نشاند اناس از نہ اناس

تا چند روی از بے امیدی و ہراس      بگذر ز خیال غیر خود را بشناس

دل بر کن ازیں منزل کاں را      بر قاعدہ فنا نہادند اناس

اے در دو جہاں وصل تو مقصودِ ولم      رشے و دہن تو بود نا بود و لم

ترکیب رخ و زلف تو دوانی از چلیت      از شعلہ آتش دل تو دود و لم

۱۔ کب تک تم چابیوں اور مہروں کی تلاش میں رہو گے - چابی اور مہر سے خزانے ہاتھ

آتے ہیں - حق تعالیٰ کو نصوص (جمع نص معنی آئیہ قرآن) اور نصوص (معنی مہر) اور خاتم

(معنی مہر) سے طلب کرو۔

۲۔ جب تمام حمد حق تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے تو مشرب عرفان بھی اسی وجہ سے اس کے

ساتھ مخصوص ہے۔

۳۔ اے دوانی توجہ اور قیاس سے بالاتر ہے۔ تجھے کسی نے نہیں پہچانا لہذا تم اپنے آپ

کو پہچانو۔

۴۔ ان دو صفات سے انسان کو نہ پہچان کیونکہ ان سے انسان اور انسان نہیں پہچانا جاتا۔

۵۔ کب تک تو ناامیدی اور خوف و ہراس کی حالت میں رہے گا۔ غیر کا خیال چھوڑ کر اپنے

آپ کو پہچان۔

۶۔ اس منزل ویران یعنی دنیا سے دل اٹھالے کیونکہ اس کی بنیاد فنا پر رکھی گئی ہے

یعنی فانی ہے۔

۷۔ اے دوست دونوں جہانوں سے میرا مقصود تو ہے۔ تیرا رخسار میرے لیے بود و نابود کا سامان ہے۔

۸۔ تیرے رخسار اور زلف کی ترکیب معلوم ہے کیا ہے۔ میرے دل کی آگ سے رخسار اور میرے دل کی آہ سے زلف مرکب ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ بنیات لفظ اسم حضرت امیر المومنین علیؑ سے لفظ ایمان بننا ہے۔ چنانچہ حرف عین کا بنیہ یں ہے۔ لام کا بنیہ ام ہے اور یا کا بنیہ الف ہے۔ ان بنیات کو یکجا کرنے سے لفظ ایمان بن جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حروف اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداد بنیات سے لفظ اسلام نکلتا ہے۔ چنانچہ میم اول سے یم، حا سے الف، میم دوم سے یم اور وال سے ال۔ اس کے اعداد ایک سو تیس ہوتے ہیں اور ”اسلام“ کے اعداد بھی ۱۳۲ ہیں۔

## مقبوس ۱۹: بوقت شب و شبیہ اشعبان ۱۴۱۲ھ

**حرم مکہ** حرم مکہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حرم مکہ کے اکتالیس دروازے ہیں۔ جب حاجی پہلی بار داخل حرم ہوتے ہیں تو باب السلام سے ان کو داخل کیا جاتا ہے اور جب آخری بار باہر آتے ہیں تو باب الوداع سے باہر لاتے ہیں۔ باب الوداع وہ دروازہ ہے جہاں حضرت شیخ محمد الدین ابن عربی قدس سرہ نے بیٹھ کر اپنی کتاب فتوحات کی تصنیف کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمام مشائخ کے لیے دروازے مخصوص ہیں اور جہاں جہاں وہ بزرگ بیٹھتے تھے دروازوں پر ان کے اسمائے گرامی کھے ہوئے



## مقبول ۲ بوقت شب شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۱۲ھ

- حضرت اقدس تسبیح ہاتھ میں لیے وظیفہ پڑھ رہے تھے اور حاضرین مجلس سے کبھی کبھی گفتگو بھی کر لیتے تھے۔

**اہل سنت و جماعت** | اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ اہل سنت و جماعت اس حنفی مذہب کو کہتے ہیں یا کوئی اور بھی اس میں شامل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت اگرچہ یہی چار مذاہب ہیں۔ یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی۔ لیکن اس سے پہلے اور بھی بہت تھے جیسے محدثین وغیرہ۔ یہ سب اہل سنت و جماعت ہیں۔

اس کے بعد حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ امت محمدیہ کے اولیاء کرام سے اسی طرح کرامات صادر ہوئے ہیں جس طرح انبیاء علیہم السلام سے معجزات۔ لیکن اس کے باوجود ان سبھی لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ دیدہ دانستہ اولیاء کرام کی کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ولایت کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ چند حضرات کے سوا کسی کی ولایت ثابت نہیں۔ چنانچہ جب اولیاء کرام کی ولایت کا حال سننے ہیں تو اس کا یقین نہیں کرتے۔ یا اُسے استدراج کا نام دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ صرف ہم حق پر ہیں اور باقی سب اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد اُسی شخص نے عرض کیا کہ تعجب کی بات ہے کہ اس چیز کو وہ لوگ استدراج کہتے ہیں۔ استدراج تو زندہ لوگوں سے ساتھ منسوب ہوتا ہے لیکن اہل مزارات سے جو کرامات صادر ہوتی ہیں۔ اس کے متعلق یہ لوگ کیا کہیں گے۔ مثلاً ہندوستان میں ایک مزار ہے۔ جہاں آج تک تیل اور آگ کے بغیر چراغ جلتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا اصل چیز ایمان اور عقل ہے۔ ان لوگوں کے پاس ایمان اور عقل ہو تو اولیاء کرام کی کرامات پر یقین کریں۔ اور دیکھ سکیں کہ ساری کائنات میں کس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ظاہر ہیں۔ آنکھ کو دیکھو کس طرح روشن ہے اور چیزوں کو دیکھ لیتی ہے۔ کان کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کو کس طرح سامع یعنی سننے والا بنایا ہے۔ دہن و زبان کو دیکھو

کس طرح مطلق (بولنے والی) ہے۔ انسان کے ہاتھ دیکھو کس طرح بنائے گئے ہیں کہ سارے کام ہاتھوں سے کرتا ہے۔ دوسرے حیوانات کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے کس طرح پیدا فرمائے ہیں۔ اس چھوٹے سے عنکبوت (مکڑی) کو دیکھو کس طرح اپنا گھر بناتی ہے۔ خیمہ بنانے والوں نے عنکبوت سے خیمہ بنانا سیکھا ہے۔ اس کا گھر خیمہ کی طرح ہوتا ہے۔ اس کے آٹھ طباق ہوتے ہیں۔ اس کے دروازے بھی شیت کی طرح ہوتے ہیں۔ بھڑکھڑکھو کس طرح اپنا چھتہ تیار کرتا ہے۔ جس کے تمام سوراخ منہس (چھ کونوں والے) ہوتے ہیں۔ ہر جانور خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اپنی عقل کی استعداد کے مطابق دیکھتا ہے۔ جب کوئی شخص بھڑکے چھتے کے پاس جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ مجھے نقصان دینا چاہتا ہے۔ اس لیے آمادہ جنگ ہو جاتا ہے لیکن وہ دم سے ڈنگ لگاتا ہے، مُنہ سے نہیں کاٹا کیونکہ اس کا ڈنگ زیادہ کارگر ہے۔ اس سے چھوٹا جانور ایک کیڑا ہے جسے ہم ڈکھڑائی کہتے ہیں وہ بھی دم سے ڈنگ لگاتا ہے غرضیکہ کہ جس چیز کو دیکھو اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے نظر آتے ہیں۔

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ آيَاتٌ تَدُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ وَاحِدٌ  
(ہر چیز میں اس کی حکمت کی نشانیاں ہیں یہ سب اس وحدۃ لا شریک کے یگانہ ہونے کا ثبوت ہے۔)

۱۔ استدراج سے مراد وہ خرق مادت یا کرامت ہے جو کفار سے سرزد ہو۔ جس طرح ہندو لوگ کثرت مجاہدہ اور جہیں دم کی مشق سے روح میں قدرے لطافت پیدا کر کے معمولی قسم کے کشف و کرامات دکھا سکتے ہیں۔ مثلاً زمین سے تھوڑا اوپر ہوا میں بیٹھ جانا یا نوک دار چیز پر بیٹھنا وغیرہ۔ لیکن اولیاء کرام اہل اسلام کے نزدیک یہ بلکہ ہر قسم کے بلند سے بلند کرامات بھی بچوں کے کھیل اور بھانسی اور بازی گری سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ کیونکہ ان کی منزل مقصود کرامات نہیں بلکہ خود ذات باری تعالیٰ ہے۔ اور چونکہ ذات باری تعالیٰ کی کوئی انتہا نہیں۔ اس لیے یہ بلند بہت حضرات ساری عمر قرب کی منازل پر منازل طے کرتے ہیں اور ہر دم حل من مزید کا نعرہ لگاتے رہتے ہیں۔



## چراغِ بلا تیل

اس کے بعد فرمایا وہ چراغ جو تیل کے بغیر جلتا ہے۔ حضرت ابواسحاق

گازرونیؒ کے مزار پر جلایا جاتا ہے۔ اس قسم کے خوارقِ عادت بے شمار  
اولیاءِ کرام سے ظاہر ہوئے ہیں۔ شیخ احمد عبدالحق رودلوئی نے اجماعی مبارکی بزرگ ہیں اور  
مخدوم علاؤ الدین علی احمد صاحب سے تیسری پشت پر ہیں) فرمایا۔ ابواسحاق گازرونیؒ نے چراغ  
روشن کیا ہے اور میں ایک دیگ پکاؤں گا جس سے قیامت تک لوگ کھانا حاصل کریں گے۔  
چنانچہ آپ نے ایک دیگ پکوائی جو ہر وقت طعام سے بھرنا رہتی تھی۔ لوگ آتے تھے اور  
طعام حاصل کرتے تھے لیکن طعام ختم نہیں ہوتا تھا۔ اور کم ہوتا تھا۔ تین دن تک یہ سلسلہ  
جاری رہا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا سارے جہان کا رزاق خدا تعالیٰ ہے۔ میں نہیں ہوں۔  
پس آپ نے دیگ کو دہاں سے اٹھالیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں صغیر سن تھا اور حضرت فخر الدلیار صاحب الوصالؒ کا زمانہ تھا  
کسی کام کے لیے خام چوڑے کے پتھر لائے گئے۔ جب ایک پتھر توڑا گیا تو اس کے اندر سے  
مچھلی کی شکل کا ایک پتھر نکلا۔ وہ ٹکڑا ڈنبر مچھلی (رہو) کے ہم شکل تھا۔ کافی مدت تک وہ  
چیز توشہ خانہ میں رہی۔

چولستان (ریگستان) کی خصوصیت

اس کے بعد چولستان کے متعلق گفتگو ہوئے  
اس نے فرمایا کہ چولستان مقامِ وحشت  
اور سودا ہے اور عاشقوں کی جگہ ہے۔ کسی نے کہا کہ کوہستان بھی اسی طرح ہیں۔ فرمایا۔ ہاں  
پہاڑوں میں بھی عجائبات بے شمار ہیں۔ جہاں چشمے نکلتے ہیں۔ وہاں پانی کی نہریں اور سبزہ زار  
باغ اور پھول کثرت سے ہوتے ہیں۔ مجھے اگرچہ ہر قسم کے دیرانوں اور بیابانوں سے محبت ہے  
لیکن میں چولستان کو کوہستان پر ترجیح دیتا ہوں۔ اس وجہ سے کہ پہاڑوں سے ہیبت اور خوف  
برستا ہے لیکن چولستان سراسر فرحت اور انبساط کا مقام ہے۔

جن بھوت اور چوہیل  
کسی نے عرض کیا کہ چولستان میں جن بھوت بھی ہوتے ہیں۔  
آپ نے فرمایا ہاں اس جگہ جن بھوت، چوہیل اور ڈائن  
رہتے ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ قبلہ کیا چوہیل اور ڈائن بھی جن ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

ڈائن آدم زاد ہے۔ وہ عورت جو رقبہ خوان اور منتر خوان ہوتی ہے اُسے ڈائن کہتے ہیں اور چوڑیل جہات کی قسم ہے۔ لیکن ان کا تعلق زمین کے اس طبقے سے نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور طبقہ زمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتاب انسان کامل میں لکھا ہے کہ فلاں طبقہ ارض میں ایسے جن رہتے ہیں جو اس زمین پر آکر آدمیوں کو پکڑ لیتے ہیں۔ جب تک وہ آدمی مرنے نہیں وہ اسے نہیں چھوڑتے۔ جنوں کی یہی قسم چوڑیل کہلاتی ہے۔ لیکن اہل ہنود کا اعتقاد یہ ہے کہ جب کوئی شریہ آدمی مرنے تو اس کی روح دوسرے جسم میں پیدا ہو کر اس قسم کے حرکات اور فساد کی مرتکب ہوتی ہے اور انسانوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔

## مقبول ۲: بوقت مغرب چہار شنبہ ۲۳ شعبان ۱۴۳۲ھ

حضرت اقدس نے نماز باغرب باجماعت ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر آپ کمرو خاص میں بیٹھ گئے اور حاضرین نے آپ کے گرد حلقہ بنالیا۔

حضرت خواجہ اجمیری کے کچھ حالات

آپ نے فرمایا کہ کتاب دلیل العارفین میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین غنی اوشی کا ک قدس سرہ نے جمع کیے ہیں۔ حضرت قطب الاقطاب فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ بزرگ مکہ معظمہ سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی ساتھ تھا۔ بغداد اور خراسان سے ہوتے ہوئے دو ماہ کے بعد ہم اجمیر شریف پہنچے۔ اجمیر شریف میں حصول خلافت کے بعد حضرت شیخ سے رخصت ہو کر دہلی سکونت اختیار کی۔ تھوڑے عرصے کے بعد حضرت شیخ کا وصال ہو گیا اس پر حضرت خواجہ غلام فرید نے فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے دہلی جانے کے بعد حضرت خواجہ بزرگ مدت دراز تک اجمیر شریف میں رہے لیکن دلیل العارفین

خاشیا از صفحہ سابقہ۔ ریاست بہاولپور کے رگیتی علاقے کو چولستان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔



کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قطب الاقطاب کے رخصت ہونے کے بعد ان دونوں بزرگان کی ملاقات نہ ہوئی۔ حالانکہ یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے اور تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خواجہ غریب نواز دہلی تشریف لے گئے تھے۔ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب شیخ المشائخ حضرت خواجہ بزرگ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے پاس دہلی تشریف لے گئے تو مسجد اولیاء میں بیٹھے اور اب تک اس مسجد میں دونوں بزرگوں کے بیٹھنے کی جگہ موجود ہے۔ ایک مصلے خواجہ بزرگ کا ہے۔ دوسرا حضرت قطب الاقطاب کا۔ اس وقت حضرت خواجہ گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہر دل شریف کے قریب ایک پہاڑ میں مشاغل بہذا تھے۔ حضرت قطب الاقطاب نے آدمی بھیج کر ان کو طلب کیا تاکہ حضرت خواجہ بزرگ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کر سکیں۔ جب اس آدمی نے جا کر آپ کو پیغام دیا تو آپ اس شش و پنج میں پڑ گئے کہ اگر میں وہاں گیا تو لازماً پہلے اپنے شیخ کے قدموں پر گر دوں گا۔ اور مجھے خوف ہے کہ شاید یہ بات حضرت خواجہ بزرگ پر گراں گزرے۔ چنانچہ آپ نے قاصد سے کہا جاؤ اور میرے شیخ علیہ رحمۃ سے عرض کرو کہ وہ معذور ہے اسے معاف فرمادیں لیکن حضرت قطب الاقطاب نے اس شخص کو واپس بھیج کر فرمایا کہ عذر نہ کرو۔ ہر حال یہاں آ جاؤ۔ آخر وہ آئے اور

آتے ہی اپنے شیخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ کے قدموں پر گر گئے لیکن حضرت شیخ نے حضرت خواجہ گنج شکر کا ہاتھ پکڑ کر حضرت خواجہ بزرگ خواجہ اجمیری قدس سرہ کی خدمت میں لے گئے چنانچہ حضرت خواجہ گنج شکر نے خواجہ بزرگ کے قدموں پر بوسہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب خواجہ قطب الدین اجمیری شریف سے دہلی تشریف لے گئے تو خواجہ غریب نواز کمانی مدت تک اجمیری شریف میں زندگی بسر کرتے رہے۔ لیکن ان دونوں روایات میں تناقض ہے اور سوانح نگاروں میں سے کسی نے یہ عقہہ حل کرنے کی کوشش نہیں کی اس وجہ سے کہ ان دونوں حضرات کی تاریخ وفات میں بھی اس سے تفاوت واقع ہو گیا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ کتاب اقتباس الانوار لاؤ۔ بعد ازاں اس کا مصنف ولی اللہ بھی ہے اور محقق بھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ خواہ ولی اللہ ہو یا محقق دونوں کا انحصار روایات

پہر ہوتا ہے اور وہ بھی روایت ہی کا حوالہ دیں گے۔ جب آپ کے سامنے کتاب لائی گئی اور کسی نے وہ صفحہ نکال کر آپ کے سامنے عبارت پڑھی تو اس میں بھی بعض اقوال مضطرب اور بعض قرین صحت نظر آئے۔ آخر آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کے اجیر سے چلے جانے کے بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ تقریباً چالیس سال اجیر شریف میں رہے۔

## مقبوس ۲۲: بوقت ظہر بروز جمعہ ۲۵ شعبان ۱۳۱۲ھ

عہد شباب سے کیا مراد ہے حضرت اقدس نماز ظہر ادا کر کے مسجد میں جو محل کے متصل ہے تشریف رکھتے تھے۔ آپ تلاوت کلام پاک کے لیے عینک ہاتھ میں لیے بیٹھے تھے کہ حضرت قطب الموحیدین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمہارے سر کے بال کافی سفید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں بہت سفید ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا دوسری طرف دکھاؤ۔ انہوں نے ٹوپی سر سے اتار کر اپنا سر نیچے کیا۔ آپ نے فرمایا اسی ایک طرف بہت سفید ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمہارے شباب و جوانی کے زمانے میں سے ڈیڑھ سال باقی ہے کیونکہ شباب کا کل زمانہ ساڑھے اکتیس سال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور حضرت سرور کائنات کی مدت عمر تریسٹھ سال ہے اور ہر شخص کے شباب کا عرصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کا نصف ہوتا ہے اور یہ ساڑھے اکتیس سال ہے۔ اس کے بعد حضرت قطب الموحیدینؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اب تمہاری عمر سال شمسی کے



مطابق اکتیس ہے اور تاریخی حساب سے اکتیس سال ہے اور سال قمری کے مطابق تیس سال ہے۔ آخرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شمسی سال کے مطابق اکتھ سال اور سال قمری کے حساب سے تریٹھ سال تھی۔ اس  
 وقت میری عمر شمسی سال کے مطابق اکاون سال ہے۔ قمری سال کے حساب سے باون سال اور  
 تاریخی حساب سے تریپن سال ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں سینتیس سال کا تھا کہ میرے سر کے بال اور  
 داڑھی کے بال سفید ہونا شروع ہوئے تھے۔ اس کے بعد آپ نے تمام حاضرین مجلس کی عمروں کا  
 تخمینا لگایا۔ جب بندہ راقم الحروف کی نوبت آئی تو حضرت قطب الموحیدین کو مخاطب کر کے فرمایا  
 کہ رکن الدین تم سے تین چار سال بڑا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ کس طرح۔ آپ نے فرمایا جس وقت  
 ہم چولستان میں ٹوبہ کر رہے تھے تو رکن الدین نے بیعت کی۔ اس وقت تم بلوغ کے قریب تھے اور  
 رکن الدین امرد (بے ریش) تھا۔

اس کے بعد تلاوت شروع کی۔ اس اثنا میں ایک شخص کے لیے خلوت کی ضرورت ہوئی تو  
 ہم سب اٹھ کر باہر چلے گئے۔

## مقبول ۲۳ بوقت مغرب شنبہ ۲۶ شعبان ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس اپنے محل کے سبز کمرے میں درمی پڑھتے ہوئے سورۃ غافر پڑھا۔  
 جو بعد عصر کا وظیفہ ہے پڑھ رہے تھے۔ شاید یہ وظیفہ کسی وجہ سے عصر کے بعد قضا ہو گیا تھا۔  
 اور مغرب کے وقت پڑھ رہے تھے۔ وظیفہ ختم کر کے آپ نے تسبیح اٹھائی اور یا اللہ،  
 یا اللہ، یا اللہ کا وظیفہ پڑھنے لگے۔ جب یہ ختم ہوا تو آپ نے وظیفہ اللہ، اللہ اللہ  
 پڑھنا شروع کیا۔ جب یہ وظیفہ ختم ہوا تو آپ نے وظیفہ استغفار شروع کیا یعنی استغفر  
 اللہ ربی من کل ذنب والتوب الیہ ط اس کے بعد وظیفہ یا حی  
 یا قیوم اور لا الہ الا انت پڑھا۔ وظائف سے فارغ ہو کر آپ نے عشاء  
 کی نماز باجماعت ادا کی۔ نماز کے بعد آپ یاد خدا میں مشغول ہو گئے اور باقی لوگ اپنے مقام پر  
 چلے گئے۔

## مقبوس ۲۴: بوقت ظہر روز شنبہ ۲۶ شعبان ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس نے نماز ظہر باجماعت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنے مسکن پر تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ نے کلاہ مبارک سر سے اٹھائی اور دوسرے ہاتھ سے بالوں کو آراستہ فرمایا۔ اس عمل سے آپ کے ہاتھ میں چند بال آ گئے۔ بندہ نے آگے بڑھ کر بال حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن میاں برکت علی ربانی نے سبقت کر کے مجھ سے پہلے بال لے لیے۔ مجلس کے بعد میں نے میاں برکت علی کے گھر جا کر وہ بال حاصل کر لیے۔ جو اب جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔

## مقبوس ۲۵: بوقت عشاء بروز جمعہ ۲ رمضان شریف ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس نے نماز عشاء باجماعت ادا کی اور سنتوں کے بعد دعا پڑھ کر تراویح میں شریک ہوئے۔ حافظ غلام نبی کو جو ہمیشہ آپ کے ساتھ نماز تراویح ادا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک پارہ کلام پاک پڑھنا۔ چنانچہ تمام تراویح میں ایک پارہ پڑھا گیا۔

## مقبوس ۲۶: بوقت عصر بروز جمعہ ۲ رمضان شریف ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس نے دریافت فرمایا کہ ابرقیل ہے یا غلیط۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ابرقیل ہے کیونکہ آپ کو فطرتاً بر دیکھتے کا بہت شوق تھا۔ آپ اٹھے اور فرمایا کہ چلو ابر کی زیارت کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے محل سے باہر آ کر ابر کا مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد چھوٹی مسجد میں نماز عصر ادا کی۔ نماز کے بعد آپ مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے اور ابر کو دیکھ کر غرض ہوتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ ماہ اسوں (اسوج)، کتی (کاسک)، مگھر، پوہ، ماگھ، بھاگن، چتیر (چیت)



بلکہ میں ابرسمند رکراچی کی طرف سے آتا ہے اور شمال کی طرف چلا جاتا ہے۔ لیکن سال کے دوسرے مہینوں میں ابر مختلف اطراف سے آتا ہے۔ اس کے بعد آپ دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔

## مقبوس ۲۷: بوقت عشاء بروز شنبہ سوم رمضان ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس نے نماز تراویح باجماعت ادا فرمائی۔ آپ نے حافظ صاحب سے کہا کہ آج رات سواپنچ سپارہ پڑھنا۔ تراویح سے فارغ ہو کر آپ گھر تشریف لے گئے۔

## مقبوس ۲۸: بوقت عشاء یکشنبہ ۴ رمضان ۱۳۱۴ھ

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کے خلفا حضرت صوفیاء کرام کے حالات کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم بہاروی قدس سرہ حضرت مولانا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام خلفاء میں سے افضل ہیں آپ حضرت مولانا کے ہمسن بھی تھے۔ آپ کے دیگر خلفاء حضرت قبلہ عالم سے متاخر ہیں اور حضرت مولانا نیاز احمد (بریلوی) تمام خلفاء سے متاخر ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میری ہر چیز کے مالک حضرت بہاروی بادشاہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم بہاروی کے سوا حضرت مولانا فخر جہان کے تمام خلفاء حضرت قبلہ عالم کے خلفاء مثل حضرت سلطان الاولیاء حضرت صاحب ماروالہ اور حافظ صاحب ملتان سے متاخر ہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان الاولیاء صاحب الروضہ کا وصال ۱۲۲۹ھ میں ہوا۔ حضرت فخر جمال اللہ کا وصال ۱۲۶۶ھ میں ہوا اور حضرت صاحب ماروالہ کا وصال حضرت قبلہ عالم کے سامنے ہوا۔

مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ اس کے بعد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ حضرت قبلہ عالم کے سوا حضرت مولانا جے پوریؒ کے

تمام خلفائے فوق یعنی اوپر ہیں۔ فرمایا کہ یہ مثل مشہور ہے اور ہمارے حضرت صاحب وصال (مولانا فخرؒ) بھی فرمایا کرتے تھے کہ مولوی عبد اللہ ٹٹھار احمد پوری قدس سرہ ماڈوڑ اور جے پور سے سیر کر کے جب اپنے شیخ حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت کیا کہ مولوی جی اس علاقے میں جہاں آپ سیر کر کے آئے ہیں۔ تم نے کوئی فقیر بھی دیکھا۔ آپ نے فرمایا حضرت فقیر تو درکنار میں نے کوئی ایسا شخص بھی نہیں دیکھا جو علم توحید اچھی طرح جانتا ہو۔ حضرت سلطان الاولیاء نے فرمایا کہ تم نے مولوی ضیاء الدین جے پوریؒ کو بھی دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کیسے ہیں۔ عرض کیا نیک آدمی اور بہتر شخص ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء نے فرمایا اے مولوی جی آج مولوی ضیاء الدین فقیر ہیں یا میں فقیر ہوں۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ سینہ پر رکھے۔

شاہ نیاز احمد بریلویؒ اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ سنا ہے مولوی نیاز احمد ہشتی سلسلے میں بھی بیعت ہیں اور قادری سلسلے میں بھی۔ اس کی حقیقت

کیا ہے۔ آپ نے فرمایا بیعت کی دو اقسام ہیں۔ ایک بیعت ارادت (مرید ہونا) دوسری بیعت صحبت۔ پس بیعت ارادت ایک شیخ کے سوا کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ لیکن بیعت صحبت روا ہے۔ اس کے بعد آپ نے نماز تراویح باجماعت ادا کی اور ایک پارہ قرآن مجید سے سنا۔ تراویح کے بعد آپ اُسی جگہ پر یاد خدا میں مشغول ہو گئے اور باقی لوگ چلے گئے۔

## مقبوس ۲۹: بوقت ظہر بروز دوشنبہ ۵ رمضان ۱۳۱۷ھ

حضرت اقدس زین لپنگ پر کہ جس پر گراں قیمت بستر لگا ہوا تھا، رونق افروز تھے اور تمام غلامانِ معلقہ باندھے گرد بیٹھے تھے۔ اس اثنا میں قوال آئے اور ایک دستہ بہار (سر سول کے پھول) گلاس میں رکھ کر پیش کیا۔ اس کے بعد انہوں نے راگ لبنت گانا شروع کیا۔ گانے



کے بعد حضرت اقدس نے قوالوں کو چند روپے دے کر رخصت کیا۔

## مقبوس ۳: بوقت عصر روز شنبہ ۶ رمضان ۱۳۱۲ھ

نفس ناطقہ

نفس ناطقہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ نفس ناطقہ انسان کے لیے ہے۔ دوسرے جانوروں کے لیے اس لیے نہیں کہ دوسرے جانور ملکوت سے قریب تر ہیں بہ نسبت انسان کے۔ اور انسان جب تک اس عقل اور اک اور علم کو کم نہیں کرتا ملکوت تک نہیں پہنچتا۔

حضرت شیخ نظام الدین خاموش

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت خواجہ

نظام الدین خاموش اپنے پیچھے حضرت خواجہ

علاؤ الدین عطار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ اپنے گھر کے اندر مشغول تھے۔ خواجہ نظام الدین خاموش اپنے پیر بھائی فقراء کے ساتھ بیٹھ گئے۔ فقراء نے خواجہ نظام الدین سے کہا کہ ایسا وقت قریب ہے کہ تم علم، عقل اور تقوٰے سے باہر آ جاؤ گے۔ ان کے دل پر یہ بات گراں گزری۔ اس وجہ سے کہ علم و عقل و تقوٰے اسباب فقر و ولایت میں سے ہیں۔ اس کے بعد جب وہ اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی فرمایا کہ اب تمہارے لیے ایسا وقت آنے والا ہے کہ عقل، علم اور تقوٰے سے تم باہر آ جاؤ گے۔ لیکن حضرت شیخ کی بات ان کو گراں محسوس نہ ہوئی۔

اس کے بعد افطار کا وقت آ گیا۔ حضرت اقدس نے ایک بیر نصف کھایا اور باقی نصف مولوی غلام احمد کو دے دیا۔ میں نے افطار کے لیے وہ بیر ان سے مانگا لیکن انہوں نے نہ دیا اس پر حضرت اقدس نے خادم کو حکم دیا کہ کوئی اور چیز لاؤ تاکہ یہ بھی روزہ افطار کرے۔ نوکر چند دانے خرما لایا اور ہم نے افطار کیا۔ اس کے بعد نماز مغرب باجماعت ادا کی گئی۔

## مقبوس ۳۱: بوقت عشا چہار شنبہ رمضان ۱۴۳۱ھ

نماز تراویح باجماعت حضرت اقدس کے ساتھ ادا کی گئی۔ تراویح میں دوپاے پڑھے گئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس اُسی جگہ پر مشغول ہو گئے اور ہم سب چلے گئے۔

## مقبوس ۳۲: بوقت ظہر بڑ چہار شنبہ رمضان ۱۴۳۱ھ

حضرت اقدس نے وضو تازہ کر کے نماز ظہر باجماعت وظیفہ برائے رزق اور قرب حق ادا کی۔ نماز کے بعد آپ تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔ قرأت کے دوران حضرت خواجہ قطب الموحیدین پر گریہ طاری ہو گیا اور تمام حاضرین آپ کے گریہ پر حیران رہ گئے۔ اس کے بعد میاں برکت علی نے دو آدمیوں کی طرف سے وظیفہ کے لیے درخواست کی۔ ایک کے لیے وظیفہ رزق اور دوسرے کے لیے وظیفہ سلوکِ راہِ خدا۔ حضرت اقدس نے درخواست کی نشت پر یہ وظیفہ لکھ کر دیا۔ سورۂ عما یئتساء لون پانچ بار بعد نماز عصر پڑھے اور ہزار بار کلمہ طیبہ وضو کے ساتھ دوپہر کے وقت پڑھے۔ فقیر غلام فرید۔ وظیفہ رزق کے لیے۔ آپ نے حضرت قطب الموحیدین کو ترتیب بنا کر فرمایا کہ تم لکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے یہ وظیفہ لکھا: - وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ - ایک سو بار بعد نماز فجر پڑھے۔

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا میرے گھر تعویذ اور وظائف کی تلقین میں مرض مرگی میں مبتلا ہیں۔ تعویذ عطا فرمادیں۔ آپ نے اس کو بھی تعویذ لکھ کر دیا۔ اس کے بعد ایک ہندو نے آکر عرض کیا کہ بندہ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ تعویذ مرحمت فرمادیں۔ آپ نے اس کو بھی تعویذ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ یہ تعویذ اپنی بیوی کی کمر میں باندھو اور جب بچہ پیدا ہو تو اس کے گلے میں ڈال دینا۔ اس کے بعد ایک نابینا نے



اگر عرض کیا میں قرآن پڑھتا ہوں لیکن حفظ نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ قرآن یاد کیا تھا لیکن اب بھول گیا ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے کوئی ایسی چیز عطا کریں تاکہ قرآن شریف میرے دل کے تختے پر نقش ہو جائے۔ اُسے فرمایا کہ سورہ یوسف پڑھا کرو۔ اس کے بعد تراویح میں قرآن شریف پڑھنے کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ محبوب الہی ہمیشہ سوا پارہ قرآن مجید تراویح میں سنتے تھے اور حضور حضرت میرے شیخ صاحب الوصال بھی اپنے شیخ کی سنت پر سوا پارہ سنتے تھے اور آخر میں دو دو پارے سنتے تھے۔

## مقبول ۳۳: بوقت عشاء برز جمعہ ۸ رمضان ۱۳۱۲ھ

**مجلس رقص** نما عشاء کے بعد حضرت اقدس نے کتہکان کے ناچ کا اشارہ فرمایا۔ کتہک لوگ مار ڈاڑسے آئے ہوئے تھے اور رقص و ناچ میں ماہرین فن تھے۔ مجلس میں حضرت قطب الموعیدین خدام، اہلکاران اور غلامان حاضر تھے۔ کتہک لوگ آئے اور ناچ شروع کر دیا۔ اُن میں سے ہیرا نام کا لڑکا فن رقص میں یگانہ روزگار تھا۔ اس کے علاوہ پورن نام کا ایک اور جوان تھا جو ہیرے سے بڑا تھا اور فن رقص میں اس سے بھی زیادہ ماہر تھا۔ ان کا رقص اس قدر بلند پایہ تھا کہ حاضرین دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اگرچہ حضرت اقدس کے سامنے اس سے پہلے بھی مجالس رقص ہو چکی تھیں لیکن یہ مجلس اپنی مثال آپ تھی۔ حضرت اقدس جو فطرتاً ہی صاحب کمال کے فن کے قدردان اور مشتاق ہیں بہت ہی محفوظ ہوئے۔ یہ مظاہرہ کافی دیر تک جاری رہا۔ اس کے بعد فرمایا کہ بعض لوگ فطرتاً اس طرح پیدا ہوئے ہیں کہ ایسے نگہبائے سرور ان کے قلوب پر اثر نہیں کرتے۔

اس کے بعد تال اور صوفیوں کے وقت اور کیفیات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ بہشت بے تال مولویوں کی جگہ نہیں ہے۔ آپ بے تال صوفی کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ جو شخص آپ کی مجلس میں بے تال رقص کرتا تھا اُسے پکڑ کر مجلس سے باہر نکال دیتے تھے۔

حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ کسی نے عرض کیا کہ قاضی حمید الدین کا سلسلہ کونسا ہے۔ آپ نے فرمایا شیخ حمید الدین

دو ہیں۔ ایک حضرت شیخ حمید الدین ناگوری سوالی سلطان التارکین ہیں جو حضرت خواجہ خواجگان شیخ المثنیٰ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا لقب سوالی اس وجہ سے ہوا ہے کہ آپ کا مزار ایسی جگہ پر واقع ہے جو سوال کے نام سے موسوم ہے۔ آپ قریش ہیں اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں جو اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ دوسرے قاضی حمید الدین ناگوریؒ ہیں جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ ہندوستان میں دو خلفاء ہیں۔ ایک حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ۔ دوسرے حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ جو ابتداء میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے معلم تھے۔ آخر حضرت قطب الاقطاب کی نسبت آپ پر اس قدر غالب آئی کہ آپ کا مشرب بھی چلتی ہو گیا۔ قاضی صاحب سرود بہت سنتے تھے۔ باوجودیکہ مشرب سہروردیہ میں سرود نہیں سنتے۔

۱۔ سلسلہ سہروردیہ میں سماع ممنوع نہیں ہے۔ البتہ اکثر مشائخ سلسلہ نے سماع کم سنا ہے۔ خود صاحب سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب عوارف المعارف میں سماع اور آداب سماع پر طویل باب لکھا ہے۔ نیز برصغیر کے سب سے بڑے سہروردی بزرگ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ نے بھی سماع سنا ہے۔ مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب عبد اللہ رومیؒ نے آپ کے سامنے یہ نزل گائی تھی

مستان کہ شراب ناب خورد از پہلوئے خود کیاب خورد

تو آپ کو وجد آگیا اور چراغ گل کر کے آپ رقص کرتے رہے۔ صبحِ قوال کو خلقت اور تین رپے عنایت فرمائے۔ حضرت شہاب الدین سہروردی کے بھائی اور حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا کے خلیفہ اور داماد حضرت شیخ فخر الدین عراقی بھی خوب سماع سنتے تھے۔ ایک دفعہ فلندرن کی ایک جماعت نے آپ کے



سماع کسی سلسلے میں حرام نہیں | اس کے بعد فرمایا کہ فقر میں سے کسی فقیر نے اور صوفیاء کرام میں سے کسی صوفی نے خواہ وہ قادر یہ سلسلہ سے تعلق رکھتا ہو یا سہروردیہ سے، سماع کا انکار نہیں کیا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ سماع بعض حضرات کے مشرب میں غالب ہے مثل حضرات چشتیہ۔ اور بعض کے مشرب میں غالب نہیں ہے۔ لیکن کسی اہل سنت نے حقیقت سماع سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ کہا ہے کہ السماع من مستحبات الصوفیہ (سماع صوفیاء کی حسانت (نیک باتوں) میں شامل ہے)۔ پس جس نے انکار کیا ہے لاعلمی اور بے خبری سے کیا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کے سردار حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ سماع کے متعلق فرماتے ہیں کہ من نہ انکار سے کم نہ ایں کار میکم (منہ میں سماع سے انکار کرنا ہوں تو یہ کام کرتا ہوں)۔ یعنی میں سماع کو حرام نہیں کہتا، لیکن کسی خاص وجہ سے سماع سنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اور وہ خاص وجہ یہ ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر جہری نہیں بلکہ ذکر خفی ہوتا ہے اور خاموشی میں مراتب طے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ یہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم ہوتا ہے جن کی طبیعت بہت خاموش تھی۔

بقیہ از صفو سابقہ؛ سلسلہ غزل گائی سے

مارخت ز مسجد بخرابات کشیدیم      خط بر ورق زہد و کرامات کشیدیم  
در کوئے معان در صف عشاق نشستم      جام از کفِ رندانِ خرابات کشیدیم  
تو آپ پر اس قدر وجد طاری ہوا کہ کپڑے پھاڑ ڈالے اور درس تدریس کا سلسلہ چھوڑ کر قلندروں کے سامنے ملتان آگئے اور حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا کی خدمت میں شرف بیعت حاصل کیا۔ ملتان میں آپ کی اس غزل کو لوگوں نے سماع میں گانا شروع کیا۔

نغمتیں بادہ کا نذر جام کر دند      ز چشم مست ساقی وام کر دند  
چو خود کر دند راز خویش تن فاش      عراقی را چہرا بدنام کر دند

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قاضی  
حمید الدین ناگوریؒ اس قدر سماع

حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور سماع

سنے تھے کہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر قاضی  
حمید الدین سماع کا سکہ نہ جمادیتے تو ہمیں کوئی سماع نہ سننے دیتا۔ نیز حضرت سلطان المشائخ نے  
فرمایا ہے کہ قاضی حمید الدین پیشوائے عاشقان ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب  
حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین روشیؒ کا کی قدس سرہ کی صحبت سے کبھی جدا نہیں  
ہوتے تھے۔ ان کی آپس میں اس قدر محبت تھی کہ آپ نے اپنی قبر بھی حضرت قطب الاقطاب کی  
پابنتی میں تجویز فرمائی۔ قاضی صاحب حضرت قطب الاقطاب کے ندیم خاص اور مجلس ہمہ وقت تھے  
حتیٰ کہ حضرت قطب الاقطاب کے آخری وقت میں آپ کے دہن مبارک پر ہاتھ حضرت قاضی  
صاحب نے رکھا۔

اس کا قصہ یوں ہے کہ حضرت خواجہ  
قطب الاقطاب کا وصال مجلس سماع میں

حضرت قطب الاقطاب کا وصال

اس شعر پر ہوا ہے

گشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

(خنجر تسلیم و رضا کے قتل شدہ حضرات کو ہر لمحہ غیب سے نئی جان ملتی ہے)

دس ماہ کی مدت سے حضرت خواجہ قطب کی طبیعت پر یہ شعر غالب تھا۔ اس حد تک کہ سات  
سات دن تک اس شعر پر آپ کو وجد رہتا تھا۔ جس مجلس میں اس شعر پر آپ کا وصال ہوا۔  
آپ پر چار دن مسلسل وجد طاری رہا۔ آخر اسی حالت میں جان بحق ہو گئے۔ وصال کے وقت قاضی  
حمید الدینؒ نے آپ کے منہ پر اس لیے ہاتھ رکھ دیا کہ اگر آپ کے منہ سے آہ نکلتی تو سارا جہان  
جل جاتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کا لقب ”شہید المحبت“ ہے  
اور آپ کے مرید حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنجشکرؒ کا لقب ”حریق المحبت“ ہے۔ جب حضرت  
قطب الاقطاب کو غسل دیا گیا تو آپ کا سارا بدن جلا ہوا تھا۔ اور جسم کا چمڑا غسالی کے ہاتھ  
میں آجاتا تھا۔



اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضور کیا حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر اپنے شیخ کے وصال کے وقت حاضر تھے۔ فرمایا کہ نہیں اس وقت آپ موجود نہیں تھے۔ اور نہ ہی حضرت خواجہ قطب الاقطاب اپنے پیچہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ اجمیری کے وصال کے وقت موجود تھے۔ اسی طرح حضرت خواجہ اجمیری بھی اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان مارونی کے وصال کے وقت حاضر نہ تھے۔ وصال کے وقت حضرت خواجہ قطب الاقطاب نے اپنے تبرکات مثل کلاہ، پیر بن، نعلین، عصا حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے سپرد کر کے وصیت فرمائی کہ یہ چیزیں بابا فرید کے حوالہ کر دینا۔

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضرت قطب الاقطاب لفظ ”کاک“ کی وجہ تسمیہ کو ”کاک“، کس وجہ سے کہا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کاک روٹی کو کہتے ہیں۔ اس کے متعلق کئی روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ بطریق کرامت اپنی جیب سے روٹی نکال کر دیتے تھے۔ اس وجہ سے آپ کا لقب ”کاک“ ہو گیا اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت قطب الاقطاب حاضرین مجلس کو کاک دے رہے تھے اور قاضی حمید الدین حلوا دے رہے تھے۔ بادشاہ کا بیٹا بچہ جو اسی روز مرید ہوا تھا حضرت خواجہ قطب الاقطاب کی توجہ سے اس قدر صاحب کرامت ہو گیا کہ وہ غیب سے تنبول یعنی پان کے پتے نکال کر دے رہا تھا اس وجہ سے ان کا لقب تنبول ہو گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب حضرت خضر سے ملاقات کا طریقہ کا وطن قصبہ اوش ہے جو بلاد بلخ و بخارا

میں واقع ہے۔ حضرت خواجہ قطب الاقطاب فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے دل میں خضر سے ملنے خیال پیدا ہوا۔ وہاں ایک مسجد تھی جس کا ایک مینار تھا جسے ہفت منار کہتے تھے اور ایک دو ماعتی جسے ہفت دعا کہتے تھے۔ روایت یہ تھی کہ جو شخص ہفت منارہ پر ہفت دعا پڑھتا ہے اس کو خضر کی زیارت ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے وہاں جا کر یہ دعا پڑھی۔ جب واپس آیا تو دل میں خیال آیا کہ زیارت نہ ہوئی۔ جب مسجد کے دروازے پر پہنچا تو وہاں ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس نے اٹھ کر میرا حال پوچھا کہ تم کون ہو اور اس وقت

یہاں کیوں آئے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خضرؑ کی زیارت کے لیے اس منارہ پر دعائیں مانگی ہے  
لیکن زیارت نہیں ہوئی۔ اب واپس جارا ہوں۔ اس آدمی نے کہا کہ آپ کے اس شہر میں ایسے  
مردانِ خدا ہیں کہ خضرؑ کی باران کے دروازے پر جاتا ہے لیکن وہ دروازہ بھی نہیں کھولتے۔ اور  
اس کی ملاقات کی پرواہ نہیں کرتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم اس گفتگو میں تھے کہ مسجد کے صحن  
میں ایک اور شخص نظر آیا اور اس نے پہلے شخص کو میری سفارش کی کہ آپ ان پر مہربانی کریں۔  
اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ خضر وہی پہلے شخص ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد بہت سے مردانِ خدا  
جمع ہو گئے۔ اذان دی اور نماز ادا کی۔ نماز کے بعد تراویح پڑھی۔ میں بھی ان کے ساتھ نماز میں  
شامل رہا۔ دوسری رات جب میں وہاں گیا تو کچھ بھی نہ تھا۔ وہاں کے لوگوں سے دریافت  
کیا تو انہوں نے کہا کہ مدت ہوئی اس مسجد میں انسان کی بڑھک نہیں آتی۔

## مقبوس ۳۴: بوقت ظہر روز جمعرات ۸ رمضان ۱۳۱۲ھ

رمضان شریف میں محبسِ قص و سرود کا اثر | تشریف فرما تھے اور تمام غلامان  
حلقہ باندھے گرد بیٹھے تھے۔ آپ نے مولوی غلام احمد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آج طبیعت  
گراں ہے۔ روحانی گرائی ہے اور یہ گرانی گزشتہ رات سرود سننے اور کتھکان کا قص و ناچ  
دیکھنے سے ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رمضان شریف کی عزت کی وجہ سے ہے۔ میں  
نے ان لوگوں کے ناچ دیکھنے سے انکار کیا تھا کہ یہ رمضان شریف کا مہینہ ہے لیکن خادموں  
نے اصرار کیا کہ ضرور سنا چاہیے۔

راگ منزل یعنی نازل شدہ ہیں | اس کے بعد آپ نے سرود اور راگوں کی  
تعریف کی اور فرمایا کہ اصولِ راگ جو ہندوستان

میں مروج ہیں چھ ہیں۔ اول بھیری۔ دوم سری۔ سوم مینگھ۔ چہام ہندول۔ پنجم مال کوس  
ششم دیپک۔ چنانچہ تمام راگیاں ان چھ راگوں سے نکلی ہیں۔ اس وقت راقم کے دل میں



خیال آیا کہ حضرت اقدس سے دریافت کروں کہ راگ کا موجب کون ہے۔ آپ نے اس خیال سے مطلع ہو کر فرمایا کہ اہل ہند کے یہ راگ مُنزل (نازل شدہ) ہیں۔ یہ راگ تمام رشیوں اور اوتاروں پر جو پیغمبر ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف نازل ہوئے ہیں۔ چنانچہ وید میں جو ایک نازل شدہ اور آسمانی کتاب ہے۔ راگ اور رقص کے نزول کا ذکر آیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ کتاب مطلع العلوم اٹھا کر پڑھو۔ اس میں راگوں کا مفصل ذکر آیا ہے۔ پس وہ کتاب حضرت اقدس کے سامنے پڑھی گئی جس میں تمام راگوں اور راگنیوں کا مفصل بیان ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ برکت علی بھی فن راگ میں صاحب کمال ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے چار سو راگنیاں یاد ہیں۔ اب اُسے اس فن میں کمال حاصل ہے اور اس باب میں وہ عالم و فاضل ہے۔ اور ہر راگنی کے اختراع اور تالیف میں مہارت تامہ رکھتا ہے۔

## مقبوس ۳۵: بوقت عشاء بر رشتہ ام رمضان ۱۴۲۸ھ

حضرت اقدس نے نماز کے بعد تراویح باجماعت ادا کی۔  
امام بخاری کی عظمت جس میں دو پارے قرآن مجید سے پڑھے گئے۔ تراویح سے

فارغ ہو کر آپ سند پڑھ گئے۔ حاضرین مجلس حلقہ باندھ کر گرد بیٹھے تھے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی کتاب تاریخ جدولیہ پڑھ رہا تھا۔ جب حضرت شیخ محمد بن اسماعیل جامع کتاب صحیح بخاری کا ذکر آیا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب امام بخاری شیخ محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا تو آپ کی قبر کی تمام مٹی خواہ وہ دو من تھی۔ تین من تھی یا چار من تھی سب مشک بن گئی۔ راقم نے عرض کیا کہ حضور اب ان کی قبر مبارک سے خوشبو آتی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی قبر کی تمام خاک کو لوگوں نے اٹھا کر گرہا بنا دیا تھا۔ اس کے بعد بادشاہان وقت نے مزار شریف کو سنگ مرمر سے تیار کیا۔ اس کے بعد وہ خوشبو جاتی رہی۔

اس کے بعد کتاب جدولیہ سے شریف رضی اور شریف مرتضیٰ کے نام پڑھے گئے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ دونوں بھائی ہیں اور نجیب (صحیح) سید ہیں۔ یہ لوگ آئمۃ اہل بیت کے

زمانے میں رہتے تھے اور کٹر شیعہ تھے۔ بعد ازاں فرمایا کہ کتاب نہج البلاغت بھی ان لوگوں کی تصنیف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شریف رضی نے لکھی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شریف مرتضیٰ کی تصنیف ہے۔

اس کے بعد مفرنٹ نے حاضر ہو کر دست بستہ عرض کیا کہ قبلہ میں نئے محل کی مبارکبادی کے لیے اپنی پارٹی لایا ہوں۔ کرم فرما کہ ہمارا سرود سماعت فرمادیں اور نایع ملاحظہ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا انہیں۔ نہیں رمضان شریف کا مہینہ ہے۔ سرود سننا اور رقص دیکھنا اچھا نہیں۔ خصوصاً نقل دیکھنا اس سے بھی بدتر ہے۔ رمضان کے بعد دیکھیں گے۔ جب اس نے بہت اتحاد و زاری کی تو حضرت اقدس نے جو سرا سر رحمت ہیں فرمایا اچھا ایک رات تماشا دیکھیں گے زیادہ نہیں۔ اس نے بہت عجز و نیاز سے عرض کیا کہ حضور ایک رات کافی نہیں ہے۔ بہت راتیں دکر رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بہت راتیں رمضان شریف کے بعد دیکھیں گے۔ اس نے عرض کیا کہ رمضان شریف ہی میں منظور فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ اگلی رات آنا اور محل کے فلاں کمرے میں دکھانا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور رقص بھی ملاحظہ فرمادیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں دیکھیں گے اور تمہاری نقل بھی دیکھیں گے اور سرود بھی سنیں گے۔

## مقبول ۳۶ بوقت عشر برتر یکشنبہ رمضان ۱۳۱۴ھ

اپنی زندگی کا کچھ حصہ دوسروں کو دینا | نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد حضرت خیر پور ٹانویں کا باشندہ تھا عرض کیا کہ ہمارے علاقے میں یہ بات مشہور ہے کہ ایک دفعہ مولوی عبدالرحمن جڈیرہ جو عالم متبحر ہیں اس قدر بیمار ہوئے کہ نہ کھانے کی امید نہ رہی۔ اس آشنا میں حضرت حافظ غلام محمد بچیر لویا لا جو حضرت قبلہ عالم ہارویؒ کے مرید و خلیفہ تھے عیادت کے لیے ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ مولوی جی آپ عالم ہیں اور آپ کی بدولت لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا اور آپ کی زندگی اب ختم ہو رہی ہے۔ اس لیے میں نے سوائے سات دن کے اپنی باقی



زندگی آپ کو بخشی ہے۔ چنانچہ حافظ غلام محمد صاحب سات دن کے بعد فوت ہو گئے اور مولوی صاحب مدت دراز تک زندہ رہے۔ یہ بات سُن کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ اکبرؒ نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ میں سے ایک بزرگ کو بادشاہ کی لڑکی کے پاس لے گئے جو بیمار تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت شیخ اکبرؒ کے مشائخ بہت ہیں۔ ان کے اصلی پیر شیخ بویدین ہیں لیکن باقی صحبت کے پیر ہیں۔ چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ لڑکی کی رُوح قبض کرنے کے لیے ملک الموت اپنے مقام سے اتر چکے ہیں۔ لہذا سوائے عوض اور بدل کے اور چارہ نہ تھا۔ پس وہ گھر آئے اور اپنی لڑکی سے کہا کہ اے میری بیٹی تو خلقِ خدا کی بہتری کے لیے بادشاہ کی لڑکی سے زیادہ مفید نہیں ہے۔ بادشاہ کی لڑکی سے خلقت کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اپنی زندگی اس کے عوض دے دو۔ اس نے قبول کر لیا۔ چنانچہ یہی واقع ہوا کہ بادشاہ کی لڑکی جو حالتِ نزع میں تھی سندرست ہو گئی اور اُن بزرگ کی لڑکی فوت ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب ملک الموت کسی شخص کی جان لینے کے لیے اپنے مقام سے اتر آتا ہے تو شیخ وقت کو سوائے عوض دینے کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس اثنا میں راقم نے عرض کیا کہ قبلہ کیا ملک الموت کے نزول سے پہلے شیخ وقت کو اختیار ہوتا ہے کہ بغیر عوض مرنے والے کو زندگی دے سکتا ہے۔ فرمایا ہاں دے سکتا ہے۔

## سلبِ امراض

اس کے بعد فرمایا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ایک طریقہ ہے جس میں باطنی توجہ کے ذریعے بیماری سلب کی جاسکتی ہے۔ فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین خاموش جو مولانا عبدالرحمن جامیؒ کے پیر ہیں ایک مریض کے پاس گئے یہ واقعہ نفحات الانس میں درج ہے۔ جب انہوں نے بیمار کو توجہ دی تو اس کی مرض میں فاقہ ہو گیا۔ سب حاضرین نے سمجھا کہ اب اُسے شفا ہو گئی۔ لیکن روانہ ہونے سے پہلے حضرت نظام الدین خاموش نے اپنے دونوں ہاتھ اس بیمار پر پھیرے اور گھر چلے گئے۔ گھر پہنچ کر لوگوں کو بتایا کہ اس کی مرض الموت تھی۔ اس لیے میں نے نہ چاہا کہ اس سے بیماری سلب کر لوں لہذا میں نے واپس کر دی۔ دوسرے دن وہ بیمار فوت ہو گیا۔

## حیات ضمنی

اس کے بعد فرمایا کہ دوسرا طریقہ حیات ضمنی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا اہل آچکا ہے شیخ اسے اپنے ضمن میں لے لیتا ہے۔ اگرچہ حقیقت وہ مر جاتا ہے لیکن وہ زندوں کی طرح رہ جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ نظام الدین خاموش کے زمانے میں ایک قاضی تھا اس کو بھی آپ نے اپنے ضمن میں لے لیا تھا۔ ایک دن حضرت شیخ کو کسی الزام میں گرفتار کر کے بادشاہ کے دربار میں لے گئے۔ وہ قاضی بادشاہ کے دربار میں اعلیٰ عہدے پر تعینات تھا۔ اگرچاہتا تو بادشاہ کو کہہ کر انہیں بری الذمہ کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے کچھ نہ کیا۔ اس سے حضرت شیخ کو قاضی پر غصہ آیا اور اپنی توجہ اس سے ہٹا لی۔ توجہ کا ہٹنا تھا کہ قاضی اسی وقت بادشاہ کے دربار میں گر کر مر گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ مرزا بیدل کے پیر حضرت شاہ قاسم عدا اللہی کا ایک تاجر مرید تھا جسے آپ نے اپنے ضمن میں لے رکھا تھا۔ اس کے ساتھ شرطیہ تھی کہ اس شہر سے باہر نہ جانا۔ اسی طرح ایک سال گذر گیا۔ ایک دن اس کے دل میں خیال آیا کہ شیخ کی دعا کافی ہے۔ شرط کیا چیز ہے چنانچہ وہ ایک قافلے کے ساتھ شہر کی حدود سے باہر چلا گیا اور پہلی رات فوت ہو گیا۔

اس کے بعد وجوب و غنائے ذاتی صرف حق تعالیٰ کے لیے خاص ہے

گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا سوائے وجوب و غنائے ذاتی کے حق تعالیٰ کے باقی تمام صفات ولی اللہ میں موجود ہوتی ہیں اور پائی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے کہ وجوب ذاتی و غنائے ذاتی معیار تعین ہیں (تعین میں محال ہیں) جو نہی تعین آیا وجوب و غنا رخصت۔

اس کے بعد وجوب غنا ذاتی کے علاوہ تمام صفات ولی اللہ متصف ہوتے ہیں

سوائے وجوب و غنائے ذاتی کے حق تعالیٰ کی تمام صفات ولی اللہ میں پائی جاتی ہیں اور خلافت بھی حق تعالیٰ کی ایک صفت ہے وہ بھی ولی اللہ پر صادق آتی ہے اور یہ جو اولیاء کرام کی شان میں لکھا گیا ہے کہ معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم کر دیتے ہیں۔ یہی صفت خلافت ہے کیونکہ خلافت کے معنی یہی ہیں یعنی عدم سے بغیر مادہ کسی چیز کو وجود میں لانا۔ چنانچہ ولی اللہ



تخلیق تو کر سکتا ہے لیکن اپنی مخلوق کی نگہداشت نہیں کر سکتا۔ الا ماشاء اللہ۔ وجہ یہ ہے کہ مخلوق کی نگہداشت شیخ کے متواتر فیضان وجودی اور توجہ دائمی کے بغیر ناممکن ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی توجہ ہٹ جائے تو وہ مخلوق معدوم ہو جاتی ہے۔ پس اولیاء اللہ کو کیا ضرورت ہے کہ مخلوق کی بقا کی خاطر حق تعالیٰ سے توجہ ہٹا کر مخلوق کی طرف جاری رکھیں۔

### معجزات نبویؐ

اس کے بعد فرمایا کہ اولیاء کرام سے اگرچہ صفت خلافت کا ظہور کم ہوا ہے لیکن ہوا ضرور ہے۔ لیکن حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صفت کبھی ظاہر نہیں ہوئی اور یہ جو بعض معجزات میں تھوڑی چیز کا بہت ہو جانا مذکور ہے۔ یہ موجودہ مادی چیز کو قلت سے کثرت میں تبدیل کرنا ہے۔ عدم سے وجود میں لانا نہیں ہے۔ اس سے خلافت لازم نہیں آتی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب پانی کی ضرورت ہوئی اور صحابہ کرام نے پانی کے لیے درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہیں سے تھوڑا سا پانی لاؤ۔ صحابہ نے تھوڑا سا پانی برتن میں لا کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پانچوں انگلیاں پانی میں ڈالیں۔ جن سے پانچ پانی کی نہریں جاری ہو گئیں اور سارا شکر اسلام سیراب ہو گیا۔ حتیٰ کہ تمام اونٹ اور گھوڑے بھی سیراب ہوئے۔ اسی طرح غزوہ تبوک میں چند روٹیاں اور چند کھجوریں تھیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک پھیلادی۔ اس سے سترہ ہزار آدمی سیر ہوئے اور وہ روٹیاں اور کھجور اسی طرح پڑے رہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا خیال رکھنا۔ دوسرے دن کام آئیں گی۔ چنانچہ دوسرے دن بھی وہی ہوا حتیٰ کہ تین چار دن تک یہ معجزہ وقوع پذیر رہا۔ اس مقام سے مدینہ منورہ چار پانچ دن کا راستہ تھا۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کام ہم مدینہ تک کرتے جاتے لیکن حق تعالیٰ سے شرم آتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ مغفرت اس قدر طویل کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر آپ کو اٹھایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ صدیق اکبر کا یقین آنحضرت کے یقین سے زیادہ نہ تھا۔ بلکہ آنحضرت کا یقین زیادہ قوی تھا۔ وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں جس شخص کو زیادہ قرب حاصل ہے۔ حق تعالیٰ کا رعب و جلال بھی اس کے دل میں زیادہ ہوتا ہے۔ یہ کمالِ رتبہ عبودیت کا تقاضا ہے۔ ظاہر ہے کہ صدیق اکبر کا قرب آل حضرت کے قرب

سے کم درجہ کا تھا اس لیے ان کا یقین بھی آنحضرت کے یقین سے کمتر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال یقین کے باوجود ادب کو کلمہ سے نہ جانے دیا اور سجدہ طویل کیا۔

اس کے بعد فرمایا جندوساکن چاچڑاں حضرت قبلہ محبوب الہی کا مرید تھا۔ اس کا بیٹی احمد کسی عورت کے ساتھ کھڑا گیا۔ جب اُسے حضرت محبوب الہی کی خدمت میں لایا گیا تو آپ بہت غصے ہوئے غصے سے آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس وقت جندو کے مُنہ سے یہ بات نکلی کہ قبلہ قدرت نے ہمارا پردہ فاش کیا ہے ورنہ گناہگار سب لوگ ہیں۔ پاک ذات صرف اسی کی ہے۔ یہ بات سن کر حضرت محبوب الہی کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور گریہ طاری ہو گیا آپ رو رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ تو کیا جانتا ہے میرے گناہوں کو۔ میں جانتا ہوں یا میرا رب جانتا ہے۔ غرضیکہ کافی دیر تک روتے رہے۔

### مقبوس ۳۱: بوقتِ عشرِ برز و شنبہ ۱۲ رمضان ۱۳۱۷ھ

حضرت اقدس نے نماز باجماعت سے فارغ ہو کر تراویح میں تین پارے قرآن مجید سے سُنے۔ آپ نے فرض، تراویح کے آخری دو گانے اور وتر کھڑے ہو کر پڑھے۔

### مقبوس ۳۲: بوقتِ عشرِ برز چہا شنبہ ۱۳ رمضان ۱۳۱۷ھ

حضرت اقدس نے نماز باجماعت ادا کی اور تراویح میں تین پارے کلام پاک سے سُنے۔

### مقبوس ۳۹: بوقتِ عشرِ برز پنجشنبہ ۱۵ رمضان ۱۳۱۷ھ

حضرت اقدس نے نماز عشر و تراویح باجماعت ادا کی۔ تراویح میں تین پارے قرآن مجید سے پڑھے گئے۔



## مقبوس ۴: بوقت عصر بزرگ شنبہ ۱۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

ماتم نامہ عصر سے فارغ ہو کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدم چومنے کی کوشش کی لیکن حضرت اقدس نے فرمایا مبالغہ مبالغہ مبالغہ۔ اس کلام کی ہیبت اور رعب سے بندہ اٹھ کر دوڑ کر ہٹا ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت قطب الموحیدین چمپے آرہے تھے کی قدم بوسی کی۔

## مقبوس ۴: بوقت عصر بزرگ شنبہ ۱۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

حضرت علیؑ کی تاریخ وصال | حضرت اقدس نے فرمایا کہ کتاب خزینۃ الاصفیاء لاؤ۔ خادم نے وہ کتاب حضرت اقدس کو لا کر دی۔ آپ نے اُسے کھول کر حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی تاریخ وصال دیکھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں دو روایات ہیں۔ ایک روایت میں تاریخ وصال اکیس رمضان المبارک ہے۔ دوسری میں سترہ رمضان المبارک۔ لیکن اصح (یعنی سب سے زیادہ صحیح) تاریخ وہی پہلی ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی تاریخ وصال دیکھی اور فرمایا کہ یہ اٹھارہ ماہ رمضان ہے۔ اس کے بعد اقباس الانوار لائی گئی۔ یہ کتاب کھول کر آپ نے ان دونوں حضرات کی تاریخ وصال دیکھی جو خزینۃ الاصفیاء کے مطابق تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ کوئی جائے اور داروغہ نگر سے دریافت کئے کہ ان حضرات کے عرس کے لیے کوئی طعام تیار کیا جاتا ہے یا نہیں۔ اگر کیا جاتا ہے تو کن کن تاریخ پر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میاں محمد بخش داروغہ نگر نے خود حاضر ہو کر عرض کیا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس بیس رمضان المبارک کو کیا جاتا ہے (وہی اکیس رمضان کی شب کو) اور حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کا عرس تائیس رمضان کو کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت اقدس کے احترام شریعت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ آپ بھی وحدت الوجود کے قائل تھے لیکن وحدت الوجود کے معنی عام طور پر لوگوں نے غلط سمجھ رکھے ہیں۔

چنانچہ حضرت علیؓ کا عرس کیا جا چکا ہے اور حضرت خواجہ نصیر الدینؒ کا باقی ہے جو ارشاد ہو۔  
آپ نے فرمایا کہ ان حضرات کی تاریخ یہ ہے اور تم یہ کہتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ جو کچھ ہو گیا معاف  
فرمادیں۔ آئندہ اسی طرح ہوگا۔ اس نے کہا چونکہ حضرت خواجہ نصیر الدینؒ چراغ دہلویؒ کی تاریخ  
وصال گزر چکی ہے۔ اب کیا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا جب نیاز دینی ہے تو اسی سائیں تاریخ کو دینا۔

## مقبوس ۲۲: بوقت عشاء روز جمعہ ۲۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

آج رات جب ہم حسب معمول حضرت اقدس کو نماز کی خاطر لانے کے لیے دروازہ پر گئے۔  
تو وہاں نے کہا کہ آج حضرت اقدس کا حکم ہے کہ کسی کو اندر نہ آنے دو۔ ہم واپس آنے والے  
تھے کہ کسی نے اندر جا کر حضرت اقدس کو ہماری اطلاع کر دی۔ آپ نے کہا بھیجا کہ جو لوگ ہمارے  
ساتھ روزانہ تراویح پڑھتے ہیں وہ آجائیں۔ نئے لوگوں کو اندر نہ آنے دو۔ چنانچہ ہم اندر گئے اور  
حضرت اقدس کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے حافظ صاحب سے کہا کہ اگر آج رات چار پارے  
پڑھ سکو تو بہتر ہے۔ حافظ صاحب نے چار پارے اور ایک پاؤ پڑھا۔ یاد رہے کہ سولہ سے  
بیس تاریخ تک حضرت اقدس نے کسی وجہ سے تراویح میں قرآن نہ سنا تھا۔

## مقبوس ۲۳: بوقت ظہر روز جمعہ ۲۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

مسیلمہ کذاب کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب  
مسیلمہ کذاب نے سجاد بنت عمارؓ جس نے مسیلمہ کی طرح نبوت کا  
دعویٰ کیا تھا کے ساتھ نکاح کیا تو اس سے کہا کہ میں نے تمہارے حق المہر کے عوض تمہاری اہمیت  
کے لیے دو نمازیں معاف کرائی ہیں۔ ایک نماز عشاء اور دوسری نماز فجر۔ مسیلمہ کذاب کے مذہب  
پر اب بھی کچھ لوگ ہیں۔ چنانچہ کتاب و بیان المذاہب کے مصنف نے جو بادشاہ جہانگیر کے دربار  
میں واقعہ نویس تھا لکھا ہے کہ مسیلمی لوگ کہتے ہیں کہ مسیلمہ کہا کرتا تھا کہ ہرنی کا ایک وزیر ہوتا ہے۔



چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بادشاہ تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام اُن کے وزیر تھے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ تھے اور مسلمہ اُن کا وزیر ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس وجہ سے میلہ کے ساتھ جنگ کی اور اسے قتل کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ میرے بعد میں خلیفہ برحق ہوگا لیکن چونکہ تمام صحابہ کرام کو آنحضرت کے ساتھ شدید محبت تھی۔ اس حد تک کہ آپ پر جان قربان کرنے کے لیے تیار تھے اس لیے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقیہ کیا اور اس بات کو چھپائے رکھا تاکہ صحابہ کرام کے مابین تفرقہ پیدا نہ ہو۔ چنانچہ خلفائے راشدین نے بھی تقیہ کیا اور یہی کہتے چلے گئے کہ میلہ کذاب ہے۔ جھوٹا اور مکار ہے۔ میلی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ میلہ کی بددعا کی وجہ سے ہے کہ خارجی لوگ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو بُرا کہتے ہیں اور شیعہ لوگ تین صحابہ کرام کے حق میں سب و دشنام سے کام لیتے ہیں۔ میلی اپنے آپ کو آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میلہ کے درمیان وسیلہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جو احادیث میں میلہ کی مذمت آئی ہے سب صحابہ کی طرف سے دروغ گوئی ہے (نعوذ باللہ من ذالک) ورنہ میلہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ برحق تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے محمدؐ کی نام ایک شخص کو دیکھا جو میلی تھا اور یہ دعوائے کرتا تھا کہ میں تمام مسلمان کا سردار ہوں اور میرے اندر میلہ کی روحانیت نے تجلی کی ہے۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ میلہ پر ایک کتاب نازل ہوئی ہے جس کے دو حصے ہیں۔ ایک کا نام فاروق اصغر ہے۔ دوسرے کا نام فاروق اعظم۔ یہ احکام دین کا مجموعہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ میلہ ایک بدلتی چیز ہے اسلام کے اندر فتنہ پیدا کر دیا۔ اس کے بعد کسی نے پوچھا کہ آیا مسیحیہ مسلمان ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کافر کفر ہے (یعنی بدترین کافر ہے) اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کذاب کا لقب دیا ہے۔

## مقبول ۴: بوقت ظہر روز جمعہ ۲۳ رمضان ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس نے نماز ظہر باجماعت ادا کی۔ نماز کے بعد تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔

**خف و منخ** اس کے بعد امت محمدیہ کے خف (زمین میں دھنس جانا) اور منخ (صوت بدل جانا) کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے شریک مجلس چند علماء سے دریافت فرمایا کہ اس امت میں بھی خف اور منخ ہے یا نہیں ہے۔ ایک عالم نے جواب دیا کہ فرقہ قدریہ و حیرہ کے خف کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہمتی بھی قدریہ ہیں۔ سنیوں میں خف و منخ بہت واقع ہوا ہے۔ تاریخ میں جن جن لوگوں کے خف کے واقعات بیان کیے گئے ہیں سب سنی تھے۔ چنانچہ اب اسی زمانے میں ۱۱ رجب ۱۳۱۴ھ شہر کشم میں جو علیج فارس پر بند عباس کے دہانہ پر واقع ہے۔ ایک ایسا زلزلہ آیا کہ دو ہزار آدمی زمین کے اندر دھنس گئے اور یہ واقعہ بھی سنیوں کے ساتھ ہوا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ کتاب شواہد النبوت میں بعض سنیوں کے منخ ہونے (شکل بدل جانے) کا ذکر آیا ہے۔ اور کتاب جذب القلوب میں بعض سنیوں کے خف کا حال لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کیا کتاب شواہد النبوت اور جذب القلوب مل جائے گی۔ راقم نے عرض کیا حضور کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ فرمایا اے آؤ۔ جب راقم نے کتابیں لا کر پیش کیں تو آپ نے شواہد النبوت کھول کر یہ عبارت پڑھی۔

”امام متغیری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب دلائل النبوت میں لکھا ہے کہ ایک معتبر راوی کہتے ہیں۔ ہم تین آدمی مین کی طرف سفر پر روانہ ہو گئے۔ ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو کوفہ کا رہنے والا تھا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق ناروا الفاظ استعمال کرتا تھا۔ ہم اُسے جس قدر نصیحت کرتے تھے باز نہیں آتا تھا جب ہم مین کے قریب پہنچے تو ہم نے ایک منزل گاہ میں قیام کیا اور سو گئے جب ہم منزل سے کوچ کرنے والے تھے تو ہم نے وضو کیا اور اس کوئی کو بیدار کیا۔ اس



نے کہا فوس میں اس منزل پر آپ لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے فاسق خدا تعالیٰ تجھے حواری کرنے والا ہے تو اسی منزل پر صبح ہو جائے گا۔ ہم نے کہا یہ تیری بدبختی ہے۔ پس وہ بیٹھا ہی تھا کہ اس کے پاؤں کی صورت بگڑنے لگی اور اس کے دونوں پاؤں بند کی طرح ہو گئے۔ اس کے بعد اس کے گھٹنے، ہپٹ اور سینہ وغیرہ تبدیل ہوئے اور پورا بندر بن گیا۔ ہم نے اس کو کپڑا اونٹ پر باندھ دیا اور روانہ ہو گئے۔

غروب آفتاب کے وقت ہم ایک ویرانے میں پہنچے۔ وہاں چند بندر جمع ہو گئے۔ جب اس نے بندروں کو دیکھا تو بے تاب ہو گیا۔ اور رسی توڑ کر ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے خیال کیا کہ جب وہ ہمارے ساتھ تھا تو ہمیں ایذا پہنچاتا تھا۔ اب معلوم نہیں دوسرے بندروں کے ساتھ مل کر ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ وہ ہمارے نزدیک آ کر اپنی دم پر بیٹھ گیا اور ہماری طرف دیکھ کر آنسو بہانے لگا۔ کچھ دیر کے بعد جب دوسرے بندر جانے لگے تو وہ بھی ان کے پیچھے چلا گیا۔

اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرد صالح نے فرمایا ہے کہ کوفہ میں ایک شخص رہتا تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو برا کہتا تھا۔ وہ ایک سفر میں ہمارے ساتھ تھا۔ ہم اُسے جس قدر نصیحت کرتے تھے کچھ نہیں سنتا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس سے کہا کہ ہم سے جدا ہو جاؤ۔

وایسی کے وقت ہم نے اس کے ٹوکڑ کو کہا کہ اپنے آقاؐ کو کہو کہ ہمارے ساتھ واپس وطن چلے۔ اس نے کہا کہ ہمارے آقاؐ عجیب واقعہ پیش آیا ہے اس کے دونوں ہاتھ سور کے پاؤں جیسے ہو گئے ہیں۔ جب ہم اس کے پاس گئے تو اس نے کہا مجھے ایک حادثہ عظیم پیش آیا ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ سین سے باہر نکالے تو دیکھا اس کے دونوں ہاتھ سور کے پاؤں کی طرح ہو گئے۔ اسی حالت میں وہ ہمارے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک جگہ پر چند سورتھے۔ سورتوں کو دیکھ کر اس نے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا اور مکمل سور کی شکل بن کر سورتوں میں شامل ہو گیا۔ یہاں تک کہ اب اُسے دوسرے سورتوں سے تمیز کرنا بھی مشکل ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے کتاب جذب القلوب کھولی۔ اس میں سے یہ عبارت

آپ نے پڑھی :-

”دو نصرانی (عیسائی) ملک مغرب سے حجاز میں شامل ہو کر مدینہ منورہ میں آئے

اور ایک مکان میں اقامت پذیر ہو کر انہوں نے روضۂ اطہر کی طرف زیر زمین نقب لگانا شروع کیا۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی کریں۔ بادشاہ نور الدین شہید محمود بن زنگی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات میں تین مرتبہ خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ ان لوگوں کو گرفتار کر لو۔ اور اس فتنہ کو ختم کرو۔ بادشاہ ملک شام سے فوراً مدینہ پہنچا اور اس نے ان ملعونوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔

اس کے بعد یہ عبارت پڑھی :-

”محب طبری نے اپنی کتاب ریاض نفوس میں لکھا ہے کہ حلب کے سبزیوں کی ایک جماعت نے امیر مدینہ کے پاس جا کر پیش بہا تحائف اور رومات پیش کر کے یہ درخواست کی کہ ہمیں روضۂ اقدس کا دروازہ کھول کر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو باہر نکلنے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ امیر مدینہ خود بھی بد مذہب آدمی تھا اس نے دنیا کے لالچ میں آکر اجازت دے دی اور یو آب حرم کو حکم دے دیا کہ ان لوگوں کو اندر جانے دو اور یہ جو کچھ کریں مزاحمت نہ کرنا۔ بواب کہتا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد ان میں سے چالیس آدمی باب السلام پر آلات لے کر آگئے اور دروازے توڑنے لگے۔ میں امیر مدینہ کے حکم سے خاموش ہو کر ایک کونے میں بیٹھ گیا اور روتا رہا کہ قیامت برپا ہو گئی ہے۔ لیکن سبحان اللہ! جو نہی یہ لوگ منبر شریف کے پاس پہنچے زیارت عثمانی کے قریب اپنے تمام آلات اور سامان سمیت زمین میں دھنس گئے۔ امیر مدینہ نے جو کافی دیر انتظار کے بعد مجھے طلب کیا اور پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا اسے بتایا۔ امیر نے کہا تم پاگل ہو گئے ہو۔ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ آخر اس نے خود حرم شریف میں جا کر ملاحظہ کیا تو دیکھا کہ واقعی زمین پھٹی ہوئی ہے اور ان میں سے ایک شخص بھی نہیں بچا تھا۔ سب زمین کے اندر دھنس چکے تھے البتہ ان کے چند آلات اور کپڑے باہر پڑے تھے۔“

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ حلب کے رافضی دیہی سب سے جو مسلمی اللہ حسین کے نام سے موسوم ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اٹھ کر نماز عصر باجماعت ادا کی۔ سب لوگ اپنے



مقامات پہنچ گئے اور حضرت اقدس حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو گئے۔

## مقبوس ۲۵: بوقت عشاءِ روزِ شنبہ ۲۴/ رمضان ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس نے نمازِ عشاءِ راجا جماعت ادا کی اور تراویح میں پونے تین پارے کلامِ پاک کے سنے۔

## مقبوس ۲۶: بوقت عصرِ روزِ شنبہ ۲۴/ رمضان ۱۳۱۴ھ

سانپ کے حفاظت | حضرت اقدس کتابِ مجمع الفنون دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی ساری عمر میں ایک باریہ الفاظ اپنی زبان پر لائے گا۔ سانپ سے محفوظ رہے گا۔ اگرچہ ان الفاظ کا صحیح تلفظ معلوم نہیں۔ تاہم الفاویہ ہیں۔ ”ادبِ اجوام و قلاہندی قبت الدعاء“۔ نیز میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ جس شخص کو سانپ کاٹ لے تو ایک رتی سیلا تھوٹا باریک پیس کر ایک نالی میں رکھنا چاہیے اور نالی کو اس کے ناک کے دونوں سوراخوں میں رکھ کر پھونک مارنا چاہیے۔ اگر اسے قے آجائے تو شفا یاب ہو جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں واجد علی خان نے اسی کتاب سے نسخے جمع کر کے مجربات کی کتاب لکھی ہے۔

## مقبوس ۲۷: بوقت ظہرِ روزِ یکشنبہ ۲۵/ رمضان ۱۳۱۴ھ

زمین میں دھنس جانے اور صورتِ بل جانے کے متعلق احادیث | میرے ہاتھ میں صحیح مع | ترمذی اور مشکوٰۃ شریف کی آخری جلد تھی۔ قدسوی کے بعد میں نے دونوں کتابیں فرش پر رکھ

ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا یہ کونسی کتابیں ہیں۔ جب میں نے کتابوں کے نام بتائے تو آپ نے فرمایا ہائے ہائے یہ کیا کر دیا۔ حدیث کی کتابیں ہیں فرش پر مت رکھو۔ میں نے کتابیں اٹھا کر اپنی جگہ پر رکھ دیں۔ اس کے بعد اقامت نے عرض کیا کہ کل حضور امت محمدیہ کے لوگوں کو مسخ اور خسف ہونے کے متعلق دریافت فرما رہے تھے۔ میں نے بھی اس بارے میں چند احادیث دیکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا پڑھو۔ میں نے جامع ترمذی شریف کھول کر یہ حدیث شریف پڑھی۔

حدثنا عبد الرحمن بن عبد الرحمن بن مہدی  
احمد بن اسلم بن عن فزات القزاز عن ابی الطفیل عن حذیفہ  
..... الی آخر۔ اس کے بعد یہ حدیث پڑھی۔

حدثنا ابو کریب احمد بن حنفی بن ربیع عن عبد اللہ  
بن عمر ..... قال رسول اللہ صلم یكون فی آخر هذه  
الامت خسف و مسخ و قذف ..... الی آخر۔

حضرت اقدس نے کمال توجہ سے دونوں احادیث سنیں اور سر مبارک ہلا کر افسوس کرتے رہے  
اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اُن مقامات پر صالح اور نیک لوگ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن خدا پناہ دے  
خشک و تر سب جل جالتے ہیں۔ پہلی حدیث کا ترجمہ یہ ہے :-

روایت ہے ابی طفیل سے۔ وہ روایت کرتے ہیں حضرت خدیفہ سے۔ کہا حضرت  
خدیفہ نے ظاہر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو ہم پر اور اپنا رخ مبارک  
اپنے مکان کے درپے سے نکال کر فرمایا۔ اس وقت جب ہم قیامت کا ذکر کر رہے  
تھے۔ کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں گی۔  
ان میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہوا کرے گا اور اُسی طرف غروب  
ہوگا۔ یا جوج ماجوج نکل آئیں گے۔ مختلف مخلوق حیوان جبل صفا سے ظاہر ہوگا جو  
چار پایہ ہوگا۔ اس کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی۔ اس کے ساتھ حضرت موبے کا عصا  
اور حضرت سلیمان کی مہر ہوگی۔ اس سے کوئی شخص نہیں بھاگ سکے گا۔ وہ عصا سے  
مومن کے چہرے پر مومن کا لفظ اور مہر سے کافر کے چہرے پر کافر لکھ دے گا اور



نشانی یہ ہوگی کہ زمین تین مقامات پر دھنس جائے گی۔ ایک چاندگر بن مشرق میں واقع ہوگا۔ دوسرا مغرب میں۔ تیسرا سرزمین عرب میں۔ عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو بجھائے گی۔ پس لوگ ادراد ہر بجھ کر شب باشی کریں گے۔

ترجمہ حدیث دوم :-

ہمیں روایت کی ابو بکر کرمی نے۔ روایت ہے صفی بن ابی سے۔ اس نے روایت کی عبداللہ بن عمر سے۔ انہوں نے روایت کی حضرت عائشہ سے۔ انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر امت میں خفت یعنی زمین میں دھنس جانا اور منہ یعنی صورت بدل جانا واقع ہوگا اور قذف ہوگا (یعنی آسمان سے پتھر پکنا) میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہمارے درمیان نیک خصال اور نیک کردار لوگ ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہلاک ہو جاؤ گے جب خفت اور فشق اور فوجر ظاہر ہوگا۔

عیسائیوں کا مباہلہ سے گریز | اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ نجران کے نصاریٰ (عیسائی) مباہلہ کی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے حضرت بی بی فاطمہؓ، حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ اور حضرت علیؓ کو اپنے پاس بٹھایا۔ اس وقت پردہ کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ نصاریٰ میں سے ایک بزرگ نے جو سب سے معزز اور عالم تھا اپنی جماعت سے کہا کہ یہ پانچ افراد جو بیٹھے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص ایسا ہے کہ خدا تعالیٰ سے درخواست کر کے پہاڑوں کو منہدم کر سکتا ہے لہذا تم ایسے لوگوں سے مباہلہ (اللہ تعالیٰ سے بددعا کی درخواست کر کے اپنی سچائی کا ثبوت دینا) ہرگز نہ کرو۔ چنانچہ وہ تمام نصرائی مباہلہ سے باز آگئے اور واپس چلے گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ باز نہ آتے اور مباہلہ کرتے تو سب منہ ہو جاتے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر اس امت میں منہ ہونا ممکن نہ ہوتا تو آنحضرتؐ یہ بات کیوں فرماتے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ نصاریٰ کی کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہلائے جاسکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کافة الناس (ساری خلقت) کے لیے مبعوث ہوئے ہیں خواہ وہ اہل اسلام ہوں خواہ کفار۔  
**حضرت معاذ بن جبلؓ کی شان** | اس کے بعد میں نے مشکوٰۃ شریف سے یہ حدیث پڑھی :-

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 عمران بيت المقدس حزاب يثرب حنوج الملحمة  
 جب میں یہ حدیث پڑھا تھا تو حضرت اقدس کمال خضوع کے مٹن رہے تھے اور سر ہلا رہے  
 تھے اور فرما رہے تھے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ حکم ہے کہ جب ان کا ام مبارک  
 سنو تو تجیر ٹھہرو۔ چنانچہ آپؐ نے فوراً یہ کلمات پڑھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر  
 لا اله الا الله واللہ اکبر واللہ الحمد۔ راقم نے بھی اسی وقت یہ  
 کلمات دہرائے۔

اس کے بعد میں نے یہ حدیث شریف پڑھی :-

وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتَّخَذَ الْعَبْدُ دَوْلًا وَالْأَمْنَةَ  
 مَغْنًا وَزَكَاةَ مَغْزَمًا... إلخ۔

جب حضرت اقدس نے یہ حدیث سنی تو بہت افسوس کیا۔ جب میں لفظ قنیاں و معارف پر  
 پہنچا تو آپؐ نے برکت علی ربانی کو جو فن راگ میں ماہر فن تھا فرمایا کہ تم بھی آگے ہو۔ ان دونوں احادیث  
 کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

**عذاب الہی نازل ہونے کی علامات** | حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے  
 کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیہ المقدس

کی آبادی یشرب کی ویرانی کا باعث ہے اور یشرب کی خرابی فتنہ اور جنگ عظیم  
 کی وجہ سے ہوگی۔

دوسری حدیث کا ترجمہ :- روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مال غنیمت کو لوگ دولت سمجھیں گے یعنی غنی اور



دولت مند لوگ مال غنیمت لے جائیں گے اور اپنے تصرف میں لائیں گے اور  
 غریب و مساکین محروم رہ جائیں گے۔ جب لوگ امانت کو مال غنیمت سمجھیں گے  
 اور زکوٰۃ کو تاوان تصور کریں گے۔ جب علم، دین اور شریعت کی اشاعت کے  
 لیے نہیں بلکہ حصول دنیا اور عز و جاہ کے لیے حاصل کیا جائے گا۔ جب مرد اپنی  
 عورت کی فرمانبرداری کریں گے اور اپنی والدہ کو رنجیدہ کریں گے اور عاق کرینگے  
 جب لوگ اپنے دوستوں کو نزدیک رکھیں گے اور اپنے والد کو دور کر دیں گے  
 جب مساجد میں بے ہودہ آوازیں پیدا ہوں گی۔ جب فاسق و فاجر لوگ قبیلوں  
 کے سردار بن جائیں گے اور رذیل لوگ کاروبار اور تمکات میں مختار ہو جائیں گے  
 اور ان کی عزت ہوگی ان کی برائی کی وجہ سے۔ اور لوگوں پر ظالم اور فاسق فاجر  
 لوگ غالب آجائیں گے اور ان کی عزت و تکریم کے سوا لوگوں کو چارہ نہ ہوگا۔ جب  
 لوگوں کے درمیان سرودگانے والے اور آلات سرود بجانے والے گھل مل  
 جائیں گے۔ جب لوگ شراب پیئیں گے اور بعد میں آنے والے لوگ سابقہ مسلمانوں  
 کو برا کہیں گے۔ اور خلف سلف پر طعنہ زنی کریں گے اور ان کی پیروی نہیں  
 کریں گے اور ان پر لعنت کریں گے تو انتظار کرو۔ سُرخ آندھی کی، زمین کے پٹنے  
 اور پھٹنے کی اور لوگوں کے زمین میں دھنس جانے کی۔ اور لوگوں کو سورا اور بندر  
 کی شکل میں تبدیل ہونے کی۔ آسمان سے پتھر برسنے کی۔ اور انتظار کرو۔ علامت  
 قیامت کی جو پے درپے ظاہر ہوں گی۔“

## مقبوس ۴۸: بوقت عشاء برز شنبہ ۲۶ رمضان ۱۴۱۲ھ

ختم قرآن | حضرت اقدس نے مقابلیں کی عبارت توجہ سے سنی اور چند مقامات  
 پر تصحیح فرمائی۔ اس کے بعد نماز عشاء باجماعت ادا کی اور تراویح میں  
 تین پارے کلام پاک سے سُنئے ختم کی رات تھی آپ نے قاری کے سر پہ آخری چار رکعت سے

پہلے عمامہ باندھا۔ اور بیس روپے پیش کئے اور حافظ سامع کو دو روپے مرحمت فرمائے۔ جب قاری نے آخری چار رکعت ختم کیں تو فوراً حضرت اقدس کے سینہ بے کینہ پر دم کیا۔ اس کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص کو شیرینی فہرست کے مطابق تول کر دو۔ اس کے بعد آپ نے شیرینی ان مساکین کو تقسیم کی جن کا نام فہرست میں نہ تھا۔ اس کے بعد غار و تربا جانا۔ یہ تمام شیرینی سترہ روپے دے کر تیار کرائی گئی تھی۔

## مقبوس ۴۹: بوقت ظہر روزِ شنبہ ۲۶ رمضان ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس کا سنت اور نفل باجماعت پڑھنا کر کے نماز ظہر ادا کی۔ چونکہ

وقت تنگ تھا۔ پہلی چار سنت آپ نے فرضوں سے پہلے امام کے ساتھ پڑھیں۔ اس کے بعد دو رکعت سنت جو فرضوں کے بعد ہیں وہ بھی امام کے ساتھ ادا کیں۔ آپ بعض اوقات نوافل بھی امام کے ساتھ پڑھتے تھے۔ یعنی حضور مقتدی ہو جاتے اور کسی اور آدمی کو امام بنا لیتے۔ اس کے بعد آپ تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے اور جہاں سجدہ تلاوت آیا آپ نے وہ عبارت آہستہ پر مٹی تاکہ دوسروں پر سجدہ واجب نہ ہو جائے۔ تلاوت ختم کر کے آپ نے سجدہ تلاوت ادا کیا۔ اس کے بعد دربان نے آکر عرض کیا کہ دروازے پر بہت لوگ جمع ہیں اور زیارت کی درخواست کرتے ہیں

۱۔ سنت اور نفل امام کے ساتھ پڑھنے کی وجہ دی معلوم ہوتی ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے یعنی اس زمانے میں آپ پر استغراق کا غلبہ ہو گا جو آخر عمر میں، از سر نو کالمیں پر طاری ہو جاتا ہے۔ پہلے متوسط حالت میں غلبہ استغراق ہوتا ہے۔ لیکن انتہائی مقام پر پہنچ کر اور ذاتِ بحت کے سکر اور استغراق سے نکل کر مقام بقا و اثنا اور عجزیت پر تزلزل کرتے ہیں اور مریدین کی تربیت کر کے خلفاء مقرر کرتے ہیں۔ جب خلفاء کام شروع کر دیتے ہیں تو خود فارغ ہو کر دوبارہ ذاتِ بحت میں غرق ہو کر فردین جاتے ہیں۔



آپ نے فرمایا اندر آنے دو۔ سب لوگوں نے اندر آکر زیارت کی اور اپنے مقاصد بیان کیے۔  
**حضرت اقدس کا پالتو پرندے سے آزاد کرنا** اس کے بعد ایک آدمی نے ایک دُنبہ اور دو تیر پیش کیے۔ آپ نے قبول فرمائے۔

بعض لوگوں نے خواہش کی کہ تیران کو مل جائیں تاکہ وہ ذبح کر کے کھائیں۔ لیکن آپ نے فرمایا ہم یہ تیر کسی کو نہیں دیتے۔ اس کے بعد خادم سے کہا کہ جنگل میں جا کر ان تیروں کو اڑادو۔ حافظ عبدالحی جلد ساز نے عرض کیا کہ حضورِ خدمت میرے سپرد کریں۔ چنانچہ اس نے تیر لیے اور جنگل میں جا کر اڑا دیئے۔ اسی طرح حضرت اقدس نے کئی بار قید شدہ اور پکڑے ہوئے پرندوں کو رہا کر دیا۔ چنانچہ ملتان میں بہت سے لوگوں نے انعام کی خاطر کبوتر۔ شاکر۔ طوطے وغیرہ پیش کیے لیکن آپ نے لیکر سب آزاد کر دیئے اور ان لوگوں کو قیمت ادا کر دی۔ کسی کو آپ دو روپے دیتے تھے کسی کو تین کسی کو چار۔ ملتان میں قیام کے دوران روزانہ یہی حال ہوتا تھا۔ اس کے بعد اندرون خانہ سے ایک کینرنے آکر کچھ پھول پیش کیے۔ آپ نے پھول سونگھ کر کلام مبارک میں رکھ لیے اور کلام سر پر رکھی۔ اس کے بعد نماز عصر باجماعت ادا کی۔

**تعویذ اولاد** دو عورتیں دور سے آئی ہوئی تھیں۔ ایک نے عرض کیا کہ مجھے اولاد کا تعویذ عطا فرادیں۔ آپ نے یہ تعویذ لکھ کر اس کو دیا۔

ح ح ح ح ح ح - دوسری عورت نے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے اپنے خادم میاں سلطان محمود کو ایک رومال دے کر فرمایا کہ اس عورت کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ دونوں ہاتھ اس رومال کو لگائے۔ اس کی بیعت ہو جائے گی۔ اس سے یہ بھی کہو کہ گناہوں سے توبہ کرو۔ اور ہمیشہ نماز پڑھا کرو۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد حضرت اقدس مشغولِ حق ہو گئے اور سب لوگ باہر چلے گئے۔

**مقبوس ۵: بوقتِ عشاءِ بزرگ شنبہ ۲۱ رمضان ۱۳۱۲ھ**

راقم نے مقابلیں پیش کیے۔ آپ حرف بحرف سن کر خوش ہوئے اور بعض مقامات پر

اصلاح بھی فرمائی۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر نے بچپن میں کرامت کا ظہور  
اس کے بعد کتاب

مطالعہ فرمایا اور یہ فوائد بیان فرمائے کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور اپنے والد کے ساتھ نماز جمعہ کے لیے جا رہا تھا۔ راستے میں شیخ ابوالقاسم بشرہ یاسین سے ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کس کا بیٹا ہے۔ میرے والد نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ انہوں نے فرمایا اے ابوالخیر میں اس جہان سے رخصت نہیں ہو سکتا تھا۔ اس وجہ سے کہ مجھے جگہ خالی نظر آتی تھی اور درویش ختم ہو رہے تھے۔ اب اس بچے کو دیکھ کر میں مطمئن ہو گیا ہوں کہ ولایتوں کا مالک موجود ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم شیخ ابوالقاسم کے حجرے میں گئے اور ان کے سامنے بیٹھ گئے اس حجرے میں ایک طاق تھا جو کچھ بلندی پر تھا۔ انہوں نے میرے والد سے کہا کہ اس طاق میں ایک روٹی پڑی ہے۔ بچے کو اوپر اٹھاؤ تاکہ وہ روٹی اٹھالے۔ میرے والد نے مجھے اوپر اٹھایا اور میں نے روٹی اٹھالی۔ جو کی روٹی تھی اور خوب گرم تھی۔ اس قدر گرم تھی کہ اس کی گرمی ہاتھوں کو محسوس ہو رہی تھی۔ حضرت شیخ نے روٹی مجھ سے لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک حصہ آپ نے خود کھایا اور ایک مجھے دے کر فرمایا کہ کھاؤ۔ میرے والد کو کچھ نہ دیا۔ میرے والد نے کہا کہ اے شیخ کیا وجہ ہے اس تبرک سے آپ نے مجھے محروم کیا ہے۔ شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ اے ابوالخیر تیس سال ہوئے کہ میں نے یہ روٹی طاق میں رکھی تھی اور مجھے فرمان ہوا تھا کہ یہ روٹی اس شخص کے ہاتھ پر گرم ہو جائے گی جس سے ایک جہان زندہ ہوگا۔ اور یہ بات اس بچے پر صادق آئے گی۔ تجھے مبارک ہو کہ وہی شخص تیرا یہ بیٹا ہوگا۔

مقبول ۵: بوقت عیادت بپوشنبہ یکم شوال ۱۳۱۲ھ

عید کا دن تھا۔ حضرت اقدس نے غسل فرما کر انیس  
حضرت اقدس کی عید  
پوشاک زیب تن فرمائی۔ کرتہ مل سفید اول درجہ کا تھا۔



چادر سفید لٹھے اول درجے کی تھی۔ قیاس رخ ریشم کی تھی۔ جس کا استر چھینٹ کا تھا اور اس میں روٹی بھری تھی۔ سر پر کلاہ سبز کھاب کی تھی جس میں زریں پھول تھے اور اندر روٹی بھری تھی۔ کلاہ (ٹوپی) پر وہ متبرک سالاری (نگلی) تھی جس کا ذکر دوسری جلد مقبوس نو میں ہو چکا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ پاکی لاؤ۔ آپ پاکی پر سوار ہو کر عید گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت قطب الموحیدین خواجہ محمد بخش صاحب اور دیگر لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر پاکی کے پیچھے جا رہے تھے۔ قال پاکی کے آگے قال کرتے جا رہے تھے اور پاکی کے گرد خلقت کا ہجوم تھا اور لوگ حضرت اقدس کی زیارت کے لیے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ سرکاری بنگلے کے قریب ایک شامیانہ لگا تھا جس کے نیچے دریوں کا فرش تھا۔ میدان کافی فراخ تھا۔ چنانچہ ساری خلقت نے میدان میں جمع ہو کر نماز عید ادا کی۔ سلام کے بعد آپ نے امام صاحب کے سر پر دستار باندھی اور حسب معمول نذر بھی پیش کی۔ اس کے بعد امام صاحب نے خطبہ پڑھا اور دعا مانگی گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ کچھ دیر وہاں کھڑے ہو کر عید کے مناظر کا مشاہدہ کرتے رہے۔ اس کے بعد پاکی میں بیٹھ کر کھڑچلے گئے۔

## مقبوس ۵۲: بوقت عصر روز یکشنبہ ۱۳ شوال ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس تلاوت قرآن کر رہے تھے۔

ایک حافظ پاس بیٹھا تھا۔ جب آپ آیہ

تعداد آیات الفاظ و حروف قرآن

وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يَشْعُرَنَّ بِكَمْ أَحَدًا۔ پر پہنچے تو حافظ نے کہا کہ حروف کے شمار کے لحاظ سے وَلْيَتَلَطَّفْ کی تلاوت قرآن شریف کا نصف ہے۔ آپ نے فرمایا مشہور ہے کلمہ احد پر نصف قرآن ختم ہوتا ہے۔ حافظ نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ آیات کے شمار کے لحاظ سے ہے۔ اس کے بعد حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ قرآن شریف بھی عجیب چیز ہے۔

آپ نے فرمایا عجیب کیوں نہ ہو کہ قرآن شریف پچھلے انبیاء علیہم السلام کو بھی نہیں ملا تھا۔ اس کے بعد آپ نے دعا مانگی اور دعا کے بعد کتاب مطلع العلوم کو کھول کر یہ فوائد بیان فرمائے کہ

ایک کی چھ ہزار دو سو بارہ اور ایک ہائی چھ ہزار دو سو چودہ ہیں۔ کلمات (الفاظ) چھ ہزار چار سو تیس ہیں اور حروف تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی ہیں۔ اُن میں سے حرف الف اثنائیس ہزار آٹھ سو ستر ہیں۔ حرف باکیارہ ہزار چار سو بائیس ہیں۔ حرف تادس ہزار ایک سو ننانوے حرف ثا ایک ہزار دو سو چھ ہتر، حرف جیم تین ہزار دو سو تہتر۔ حرف حار تین ہزار نو سو تہتر۔ حرف خادو ہزار چار سو سولہ۔ حرف دال پانچ ہزار چھ سو بیالیس۔ حرف ذال چار ہزار چھ سو تانے۔ حرف رارگیارہ ہزار سات سو تانے۔ حرف زاء ایک ہزار پانچ سو نوے۔ حرف سین پانچ ہزار آٹھ سو اکانے۔ حرف شین دو ہزار دو سو تیرپن۔ حرف صاد دو ہزار تیر۔ حرف ضاد ایک ہزار چھ سو سات۔ حرف طار ایک ہزار دو سو چھ ہتر۔ حرف ظار آٹھ سو بیالیس۔ حرف عین نو ہزار دو سو بیس۔ حرف غین دو ہزار دو سو آٹھ۔ حرف فار آٹھ ہزار چار سو ننانے۔ حرف ق چھ ہزار آٹھ سو تیر۔ حرف کاف نو ہزار پانچ سو بیس۔ حرف لام تینتیس ہزار چار سو بتیس۔ حرف میم چھ بیس ہزار پانچ سو بتیس۔ حرف نون چھ بیس ہزار پانچ سو چھ۔ حرف واو پچیس ہزار پانچ سو چھتیس۔ حرف ہار انیس ہزار ستر۔ حرف یار پچیس ہزار نو سو انیس ہیں۔

سارے قرآن میں زبر تریپن ہزار دو سو تینالیس۔ پیش آٹھ ہزار

### قرآن کے محرکات یعنی زبر زیر وغیرہ کی تعداد

آٹھ سو چار۔ زیر اثنائیس ہزار پانچ سو بیاسی۔ نقاط ایک لاکھ پانچ ہزار چھ سو اکانے۔ مدات ایک ہزار چار سو اکہتر۔ تشدیدات ایک ہزار تیرپن ہیں۔

اس کے بعد آپ نے کتاب انوار الرحمن جو حضرت شاہ عبدالرحمن کے ملفوظات کا مجموعہ ہے کھولی اور فرمایا ان ملفوظات کے جامع کی عادت ہے کہ جب کسی ولی اللہ کا نام لیتے ہیں تو یہ الفاظ لکھتے ہیں۔ ”علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام“ اس سے دل کو حفظ اور لذت حاصل ہوتی ہے۔

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا حضرت میرا لڑکا مفلور ہو گیا ہے۔ ایک لفظ کہہ دیں کہ

گم شدہ بچے کی واپسی کا عمل



واپس آجائے۔ آپ نے فرمایا یا جامع الناس لیوم لا ینب فیہ اُردو  
علیٰ خبائی (اے قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنے والے مجھ سے مصیبت دور  
فرما ایک سو بار اول آخر درود شریف بعد نماز فجر پڑھا کر۔

## مقبول ۵: بوقت ظہر ربورجمیس، شوال ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس کے سامنے چند کتابیں مثل سوار اسبل، شرح گلشن راز، کلمۃ الحق اور  
مصباح الہدایہ رکھی تھی۔ بعض کتابیں آپ خود پڑھ رہے تھے۔ اور بعض دوسرے لوگ پڑھ  
رہے تھے اور حضورؐ سن رہے تھے۔

۱۔ کتاب گلشن راز مثنوی گلشن راز کے نام سے مشہور ہے جو حضرت شیخ محمود شبستری کی تصنیف ہے اور  
تصوف کی بیش بہا کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ کتاب کا مضمون شروع سے آخر تک  
وحدت الوجود ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے جس طریقے سے وحدت الوجود کی وضاحت فرمائی  
ہے مشائخ عظام کی کتابوں میں بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ چونکہ انداز بیان شاعرانہ ہے۔ ذوق  
و شوق اور عشق و مستی نے مضمون کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

۲۔ کتاب کلمۃ الحق صوفی عبدالرحمن لکھنوی کی تصنیف ہے۔ انہوں نے بھی اس کتاب میں  
مسئلہ وحدت الوجود کو آیات قرآن سے ثابت کیا بلکہ کلمۃ توحید کو وحدت الوجود کی بنیاد قرار دیا  
ہے۔ آپ نے یہ کتاب کھڑے کر تمام ملائے وقت کو گھر پر دعوت دی اور اندر سے گھر  
کا دروازہ بند کر کے کہا کہ آپ حضرات یا اس کتاب کی تائید کریں یا تردید کریں  
ان میں سے ایک کام کرنا ہو گا درنہ گھر سے باہر نہیں جانے دوں گا۔ چونکہ کتاب میں  
یقین ثبوت موجود تھا۔ سب نے تائید کی اور اس پر دستخط ثبت کر دیئے۔ یہ دستخط  
شدہ نسخہ اب تک آپ کے خاندان میں موجود ہے۔ ویسے یہ کتاب اب چھپ چکی ہے اور  
ہر جگہ ملتی ہے۔

## توحید ایمانی و توحید حالی

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ توحید ایمانی میں انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور عام مسلمان برابر ہیں۔ تمام انبیاء اور اولیاء کا آخری مقام توحید حالی ہے۔ اس مقام پر بھی رسوم بشریت قطعی طور پر مرتفع نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صرفیاء نے فرمایا ہے۔

التوحید عن غیرہ لا یقضى دینہ۔ والتوحید غریب لا یودی حمتہ۔

(توحید ایک قرض خواہ ہے جس کا قرض ادا نہیں کیا جاسکتا اور توحید ایک مسافر ہے کہ جس کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا)

اس کے بعد فرمایا کہ البتہ اسی توحید حالی میں ایک ایسی حالت وارد ہوتی ہے جو برق الخافق یعنی چمکتی ہوئی بجلی کی طرح ہوتی ہے اور اس وقت بشریت کے تمام آثار و رسوم دفعۃً ختم اور ناپید ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد شرح گلشن راز کو مکمل کر آپ نے یہ عبارت پڑھی۔

## تعیین قسم نہیں ہوتا

”بہی نوع انسان میں سے ایسے بالکمال لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر ایسا وقت آتا ہے اور حضرت واجب الوجود کے ساتھ وصال تام (مکمل وصال) حاصل ہوتا ہے کہ اس وقت وہ خود نہیں ہوتے اور ان کا تعین تعلق ذات احدیت میں گم ہو جاتا ہے لیکن اس حال کے بعد جب تعین کی قید میں آتے ہیں تو عالم امکان (عالم مکان و زمان) کے قیدی بن جاتے ہیں۔“

اس کے بعد فرمایا کہ یہ جو شرح گلشن راز میں جذبہ اور تصفیہ کا ذکر آیا ہے۔ جذبہ سے مراد وہ سلوک ہے جس میں بغیر مجاہدہ اور

## جذب اور تصفیہ

بغیر ریاضت غلبہ روحانیت سے منازل سلوک طے ہو جاتے ہیں اور تصفیہ سلوک الی اللہ کی

۱۔ توحید عالی فنا فی الذات کا نام ہے۔ توحید قالی کا سالک صرف جانتا ہے کہ ذات حق میں فنا ممکن ہے لیکن توحید حالی میں اس کو عملاً فنا فی الذات کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور لوہے کی طرح آگ میں گرم سرخ ہو کر انا النار کا دعوے کرنے کو حق بجانب ہوتا ہے۔ لیکن یہ عارضی مقام ہے۔



وہ قسم ہے کہ جس میں مجاہدہ، عبادات، ریاضات، اور ادب، وظائف و مشاغل کے ذریعے تمام مراتب و مدارج سلوک طے کیے جاتے ہیں۔

اس کے بعد راقم نے عرض کیا کہ کیا صوفی کا تجلی احدیت میں محو ہونا صوفی کے علم میں ہوتا ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس نے بتسم کے ساتھ فرمایا کہ جس طرح کوئی سمجھ لے۔ فرمایا اس وقت اس کا سارا علم، علم حق ہوتا ہے۔

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور جب قرب حق ہیں اضطراب کی وجہ

انسان مرتبہ کمال تک پہنچ جاتا ہے اور عارف کمال ہو جاتا ہے تو پھر اُسے اضطراب اور تذبذب کیوں لاحق ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب معشوق کا وصال حاصل ہوتا ہے تو عشق کا ذوق و شوق اور اضطراب ختم ہو جاتا ہے اور تسکین و آرام حاصل ہوتا ہے اس کی ساری تپش، آرزو اور سوز و گداز جاتا رہتا۔ اب چونکہ ذات حق تجلی

۱۔ پہلی قسم کے سالک کو مجذوب سالک کہتے ہیں اور دوسری قسم کے سالک کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ یعنی وہ جن کا سلوک جذب کے ذریعے طے ہوتا اور وہ جن کو جذب سلوک کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ پہلے کو مراد اور دوسرے کو مرید کہا جاتا ہے۔

۲۔ جب سالک کو ذات حق میں فنا ہونے کا علم باقی ہوتا ہے اُسے فنا کہتے ہیں۔ جب یہ علم ختم ہو جاتا ہے اور لا شعوری کی حالت غالب آجاتی ہے تو اسے فنا فی فنا یا فنا کے فنا کہتے ہیں۔ پہلی حالت فنا کے صفاتی اور دوسری حالت فنا کے ذاتی کہلاتی ہے۔ پہلی حالت کو قرب و اقرب اور دوسری حالت کو قرب فرائض کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ پہلی حالت کو فنا کے وحدت اور دوسری حالت کو فنا کے احدیت بھی کہتے ہیں۔ پہلی حالت میں کشف و کرامات کا ورود ہوتا ہے۔ دوسری حالت میں کشف و کرامات بند ہو جاتے ہیں۔ عرفا کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ بنی تھے لیکن وہ ایک ولی اللہ یعنی خضرؑ سے اس لیے جھڑکیاں کھا رہے تھے کہ حضرت خضرؑ مقام کشف اور فنا کے وحدت میں تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مقام لائقین اور فنا کے احدیت میں محو تھے اور کشف و کرامات کا دروازہ ان پر بند تھا۔

بے انتہا ہے لہذا اس کی تجلیات بھی لانا انتہا ہیں۔ جب سالک پر ایک بجلی کا ظہور ہوتا ہے تو وہ ابھی اس کی لذت میں ہوتا ہے کہ دوسری تجلی وارد ہوتی ہے۔ پھر تیسری پھر چوتھی حتیٰ کہ لانا انتہا تجلیات کا پلے در پلے درود ہوتا ہے اور ابد الابد تک ہوتا رہے گا اور سیر تجلی کی شان نئی ہوگی۔

۱۔ حقیقت یہ ہے کہ عین قرب و وصال کی حالت میں بھی سالک کا درد اور اضطراب ختم نہیں ہوتا کیونکہ قرب کے سفر میں ہر منزل کے اوپر اور منزل ہے اور پھر اس منزل کے اوپر اور منزل ہے حتیٰ کہ قیامت تک اور قیامت کے بعد بہشت میں بھی منازل قرب طے ہوتی رہیں گی اور طلب وصال کی گھڑیاں بدلتی رہیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ عارفین فرماتے ہیں کہ ”قلندرانکہ فوق الوصل جود“ (یعنی قلندر وہ ہے جو وصل سے بھی اوپر کا طلبگار ہے۔ سعدی شیرازی نے خوب کہا ہے

نہ حنش عایتے دار و نہ سعدی سخن پایاں      میر و تشنہ مستقی و دریا بچھاں باقی،  
کسی نے خوب کہا ہے

دل آرام در بر دل آرام جوے      چوں مستقی تشنہ بر آب جھے  
(محبوب بغل میں ہے اور محبوب کی آرزو ہے) بات یہ ہے کہ جب قرب بڑھ جاتا ہے تو طلب بھی بڑھ جاتی ہے۔ قرب جہانی کی تو پھر بھی ایک حد ہے لیکن قرب معنوی کی کوئی انتہا نہیں۔ قرب اور وصال میں بھی یار لوگ صل من یزید کے نعرے مارتے رہتے ہیں اور پریشان حال ہوتے ہیں۔  
ایک صاحب فرماتے ہیں

اے برادر بے نہایت در گھے است      ہر پہ برے برے رسی برے مایست  
(یعنی دوست کی منزل گاہ اس قدر بلند ہے کہ ہر منزل پر ایک منزل ہے اور یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا) یہ راستہ چلنے سے قطع نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے

نہ گرو قطع ہرگز عبادہ عشق از ویدن      کہے بالہ خود ایک راہ چو تارک از بیدن  
(یہ راستہ چلنے سے ختم نہیں ہوتا بلکہ پودے کی کونپل کی طرح قطع کرنے سے الٹا طویل ہوتی ہے)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و فہم      و ز آنچہ گفتہ ایم و ز آنچہ شنیدہ ایم  
مجلس تمام گشت و با پایاں رسید عمر      ما چھاں در اول وصف تو مانہ ایم

(باقی اگلے صفحہ پر)



## مقبوس ۵۴: بوقت عصر بروز یکشنبہ اشوال ۱۳۱۲ھ

دوست وہ ہے جو تمہیں عیوب سے آگاہ کرے | حضرت اقدس نے فرمایا کہ حکمائے سلف کا قول ہے کہ

تمہارا دوست وہ ہے جو تمہیں تمہارے عیوب سے آگاہ کرے اور تمہارا دشمن وہ ہے جو تمہارے عیب چھپائے اور تمہاری تعریف کرے۔ اس کے بعد آپ نے نماز عصر باجماعت ادا کی اور نماز کے بعد تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔ تلاوت کے بعد خادم نے آکر کچھ پھول پیش کیے اور آپ نے دونوں ہاتھوں میں پھول لے کر سونگھے اور فرمایا کہ گلاب کے پھول لے آؤ۔ خادم جا کر گلاب کے پھول توڑ لایا اور آپ کافی دیر تک سونگھتے رہے۔ اس کے بعد نماز مغرب باجماعت ادا کی اور اندرون خانہ چلے گئے۔

## مقبوس ۵۵: بوقت عصر بروز شنبہ ۱۹ اشوال ۱۳۱۲ھ

ایک شخص نے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ سفارشی خط ہے حضور اس پر دستخط فرمادیں۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا کہ خط اس طرح نہیں لکھنا چاہیے۔ حکیم اللہ بخش نے سکھ لڑا کوٹ نے جو حضرت اقدس کے معالج تھے اور سفر اور حضر میں حضرت کے ساتھ رہتے تھے عرض کیا کہ حضور اگر ارشاد ہو تو میں خط لکھ دوں۔ آپ نے فرمایا ہاں لکھ دو۔ انہوں نے فوراً خط لکھ کر حضرت کے پیش کیا۔ آپ نے پڑھا اور مقبوس ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

گر قلم در دستِ عذارے بود      لاجرم منصور بردارے بود  
ور قلم اندر کفِ رنداں بود      لاجرم ذوالنون در زنداں بود

بقیہ از صفحہ سابقہ  
قدشکن سیاہی نبرد کاغذ سوز دم در کش      کہ حسن این قصہ عشق است در دفتر نے گنجد

اگر قلم غدار کے ہاتھ میں چلی جائے تو منصور سولی پر چڑھ جائے گا۔ اگر قلم کسی بوند کے ہاتھ میں دی جائے تو جنید کو قید کر دے گا۔ کیونکہ وہ سندنہ تھے متشرع تھے۔

اس کے بعد حضرت شاہ  
حضرت شاہ عبدالرحمن لکھنوی کا غلو توحید وجودی میں

کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے ان کی کتاب کلمۃ الحق کی تعریف کی اور فرمایا کہ چونکہ وہ فقیر ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کلمۃ الحق میں توحید کے بارے میں غلو سے کام لیا ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ توحید وجودی بہتر (مخفی) نہیں۔ (جہر ظاہر) ہے۔ انہوں نے عوام اور خواص کے ایمان اور توحید میں فرق نہیں کیا بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام یہی ہے اور شریعت یہی ہے۔ جو شخص وحدت وجود کا انکار کرے اُسے قتل کر دیا جائے۔ اس کی بیوی کو دوسرے شخص کے نکاح میں دے دیا جائے اور اس کے مال کو مال غنیمت تصور کیا جائے۔ ان کے نزدیک توحید وجودی کا منکر کافر اور مشرک ہے۔ اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز ادا کی اور نماز کے بعد دو سجدے کیے جو غالباً سجدہ ہائے تلاوت تھے۔

اس کے بعد حضرت اقدس کے داماد صاحبزادہ امام بخش صاحب نے  
بواسیر کا علاج عرض کیا کہ قبلہ یہ غلام عارضہ دامیل اور بواسیر میں مبتلا ہے جس سے ہر وقت درد محسوس ہوتا ہے۔ میرا علاج کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ نماز فجر کی سنتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ النشراح اور دوسری رکعت میں النحر کی پڑھا کرو یہ فرمان شیخ ہے اس پر التزام ضروری ہے۔ اس کے بعد راقم اپنے مقام پر چلا گیا اور حضرت اقدس مشغول بحق ہو گئے۔

## مقبول ۵۶: بوقت عصر ربڑ چھانڈیہ ۲۱ شوال ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ تلاوت کے بعد آپ نے دعائیں اور قرآن شریف پر پوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مقابیس المجالس لاؤ۔ میں دوڑتا ہوا گیا اور مقابیس لایا اور ایک ساعت تک پڑھ کر سنا تا رہا۔ آپ نے غور سے سنا اور چند مقامات پر تصحیح



فرمائی۔ اس کے بعد نماز عصر باجماعت ادا کی اور دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔

## مقبوس ۵: بوقت عصر بزرگ جمعرات ۲۸ شوال ۱۳۱۲ھ

### چوڑھے مسلمان ہیں

چوڑھوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں  
 غلام رسول ناظم خانپوری نے دریافت کیا کہ اگر کسی چوڑھے  
 (حلال خورے) کی بیوی کسی مسلمان سے نکاح کرے تو جائز ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ جائز نہیں  
 ہے کیونکہ اس ملک کے تمام چوڑھے مسلمان ہیں (اس کا ذکر پہلے ملفوظات میں مفصل آچکا ہے)  
 اس لیے جب کوئی چوڑھا کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو اس کا نکاح صحیح ہے۔ اگر اس کی عورت  
 کسی اور مسلمان سے نکاح کرے تو یہ نکاح نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے کہ نکاح پر نکاح جائز نہیں اس  
 کے بعد فرمایا کہ اس ملک کے چوڑھے حرام اور مردار کھاتے ہیں لیکن عقیدہ اہل اسلام رکھتے ہیں۔  
 اور مسلمانوں کی رسوم بیکار لاتے ہیں۔ چنانچہ نماز پڑھتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں۔ ختنہ کراتے ہیں۔  
 نکاح پڑھاتے ہیں۔ نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔ کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں۔ اور یہ جو ہمارے مولوی  
 صاحبان کہتے ہیں کہ ان سے پوچھا جائے کہ حرام اور مردار کو حلال سمجھتے ہیں یا حرام۔ اگر حلال سمجھتے  
 ہیں تو کافر ہیں۔ یہ بات جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ بعض دہقان ایسے ہیں کہ اگر ان سے پوچھا جائے  
 کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے تو جواب دیتے ہیں کہ نماز ہمیں موافق نہیں آتی۔ جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو  
 کوئی نہ کوئی نقصان ہو جاتا ہے۔ پس یہ بات اس کی جہالت کی وجہ سے ہے ورنہ اس کا عقیدہ یہ  
 نہیں ہے۔ اس طرح کے بے شمار اقوال جہلا کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ  
 کہ چوڑھوں کے حرام چیز کو حرام سمجھنے کی بچخت علامت یہ ہے کہ جب وہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو  
 پہلے وہ غسل کرتے ہیں اور کپڑے دھو کر پاک کرتے ہیں اور نیا کوزہ لاتے ہیں یا پرانے کوزہ کو  
 پاک کرتے ہیں۔ اس کے بعد وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اگر حرام کو حرام نہ سمجھتے تو بدن اور کپڑے  
 پاک کرنے کے لیے یہ کوشش اور احتیاط کیوں کرتے۔ اس کے بعد فرمایا میں کتنا ہوں کہ ہمارے  
 علاقے کے چوڑھے بلا شک مسلمان ہیں۔

## ایک ہی چیز کسی کے لیے مفید کسی کے لیے مضر

اس کے بعد ایک خادم نے مشک سے بھری ہوئی ایک شیشی حضرت

کو پیش کی۔ آپ نے ذرا سی مشک نکال کر تشخیص فرمائی اور تھوڑا سا ذائقہ بھی لیا اور فرمایا کہ ذائقہ تلخ ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سبحان اللہ یہ مشک کسی کے لیے مفید ہے اور کسی کے لیے مضر ہے۔

ایک ہی چیز ہے کسی کو فائدہ پہنچاتی ہے اور کسی کو نقصان۔ اس پر آپ نے مشومی شریف کا یہ شعر پڑھا  
 سے آبِ نیل است و بقبطلِ خونِ نمود قومِ موسیٰ را نہ خون بود آب بود  
 (دریائے نیل کا پانی ہے جو قبطیوں کو یعنی قوم فرعون کو خون نظر آیا لیکن قوم موسیٰ کے لیے پانی تھا نہ کہ خون)

اس کے بعد فرمایا کہ یُضِلُّ بَشِيرًا وَيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا (اس سے وہ اکثر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے)۔ اس کے بعد نماز عصر باجماعت ادا کی۔ نماز کے بعد آپ یاد حق میں مشغول ہو گئے اور سب لوگ چلے گئے۔

## مقبوس ۵: بوقت ظہر روز جمعہ ۲۹ اشوال ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس نے نماز ظہر ادا کی اور تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد راقمِ حق کو بلا کر فرمایا کہ کتاب لاؤ۔ میں نے مقابیس المباحس پڑھ کر سنائے اور آپ نے کمال توجہ

حاشیہ از صفحہ سابقہ  
 آج کل اس قسم کے لوگ نظر نہیں آتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے رفتہ رفتہ حوام اور مردار کھانا ترک کر دیا ہے۔ اب اس علاقے میں مردار کھانے والے لوگ صرف ڈھبڈھ ہیں جو تھوہری یا مڑیچہ بھی کھاتے ہیں لیکن یہ لوگ اپنے آپ کو ہندو کہلاتے ہیں اور ہندوستان میں اس قوم کو اچھوت، بھنگی، یا چوڑھا کہتے ہیں اور باقی ہندو لوگ بھی ان کو ہندو سمجھتے ہیں لیکن ان کے ساتھ میل ملاپ نہیں رکھتے نہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں نہ شادی بیاہ کرتے ہیں بلکہ ان کو اچھوت سمجھتے ہیں اور کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے۔



سے سُنے اور متبسم ہو کر فرمایا کہ تم نے اچھی طرح یاد کر کے لکھا ہے۔ کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ سچ شققت

## مقبوس ۵۹: بوقت ظہر روزِ شنبہ ۱۲ شوال ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس نے ایک خادم سے فرمایا کہ شربت لاؤ۔ اس نے شربت بنا کر پیش کیا تو پہلے آپ نے یہ دعا پڑھی اور پھر نوش جان فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيمِ الَّذِي لَا يُضَرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

اس کے بعد گل محمد خاں نے جو نواب صادق محمد خاں والی بہاولپور کے ماموں **باران غلہ** تھے کہلا بھیجا کہ مجھے نواب صاحب نے بھیجا ہے تاکہ چند معروضات تخلیہ میں عرض کرو۔ آپ نے فرمایا ان کو کھوا جائیں۔ انہوں نے اندر آ کر عرض کیا کہ حضور نواب صاحب کا ایک وکیل (سفیر) ریاست بیکانیر میں رہتا ہے۔ اس نے اطلاع دی ہے کہ بیکانیر میں سخت قحط تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وہاں غلہ کی بارش ہوئی ہے۔ غلہ کے دانے مونگ کے دانے کے برابر تھے۔ لوگوں نے دانے جمع کر کے آٹا بنایا اور روٹی پکائی۔ دانوں کا رنگ سفید تھا اس نے چند دانے لٹافے میں بند کر کے بھیجے ہیں جو ہم سب نے دیکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بھوکوں کے لیے غیب سے غلہ بھیجا ہے۔ نیز فرمایا کہ ایک دفعہ پہلے بھی غلے کی بارش ہوئی تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ ابوالفتح جو پوری جو بہت بڑے بزرگ ہیں جب جو پور پہنچے تو دیوار کے سائے میں بیٹھے رہتے تھے۔ جس طرف دیوار کا سایہ جاتا تھا۔ آپ اٹھ کر اسی طرف بیٹھ جاتے تھے۔ چند یوم آپ نے اسی طرح بسر کیے لیکن اتنا بڑا بزرگ کیسے چھپ سکتا تھا۔ آخر لوگوں کو پتہ لگ گیا اور آپ کے گرد خلقت کا ہجوم ہونے لگا۔ ایک شخص نے جو بہت معتقد ہو گیا تھا عرض کیا کہ میں ایک سرائے اور ایک علیحدہ مکان پیش کرتا ہوں۔ وہاں قیام فرماویں۔ آپ نے یہ بات قبول کر لی اور سرائے کے اندر مکان میں رہائش اختیار کر لی۔ ایک دن اس علاقے میں بارش ہوئی لیکن شیخ ابوالفتح کے مکان میں خالص سونے کے ٹکڑے

برسے۔ آپ نے سونا جمع کر کے انبار لگایا اور اس سے عالیشان عمارات از قلم سرائے دیہان بنائے  
وغیرہ تعمیر کرائے۔

**بیک وقت کئی مقامات پر موجود ہونا** | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ ابوالفتح  
کو چند لوگوں نے کھانے کی دعوت دی  
سب نے ایک ہی وقت مقرر کیا اور آپ نے سب کی دعوت قبول کر لی۔ اس کے بعد ہر شخص ڈولی  
لے کر حاضر خدمت ہوا اور حضرت شیخ حجرے سے نکل کر ہر شخص کی ڈولی میں یکے بعد دیگرے سوار ہو  
کر جاتے رہے۔ جب ایک شخص آپ کو ڈولی میں بٹھا کر لے جاتا تھا تو دوسرا شخص ڈولی لے کر  
آ جاتا تھا۔ حضرت شیخ اسی طرح حجرے سے نکل کر اس شخص کی ڈولی میں سوار ہو جاتے تھے۔ اس  
طرح آپ نے سب کے مکان پہنچا کر دکھایا اور سب کو راضی کیا اور ہر شخص یہی سمجھتا رہا کہ صرف  
میرے مکان پر تشریف لائے ہیں۔

**مقبوس ۶: بوقت ظہر روز یکشنبہ ۱۳۱۲ھ**

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مقابیس پڑھو۔ احقر نے پڑھ کر سنائے تو آپ نے کمال توجہ سے  
سنے اور ایک دو مقامات پر تصحیح فرمائی۔

**مقبوس ۷: بوقت ظہر روز دوشنبہ ۱۳۱۲ھ**

آپ نے فرمایا مقابیس پڑھ کر سناؤ۔ احقر نے مقابیس پڑھے اور آپ غور سے سنتے رہے  
چند مقامات پر تصحیح فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے تھوڑا سا غبر تادل فرمایا جو حکیموں نے تجویز کیا تھا  
پھر نماز عصر باجماعت ادا کی اور وظائف میں مشغول ہو گئے۔ وظائف سے فارغ ہو کر آپ نے  
تالی بجائی۔ احقر نے تصحیح مقابیس کے وقت عرض کیا کہ حضور تالی کس لیے بجائی جاتی ہے۔ آپ نے  
فرمایا دفع دیا کے لیے۔ دفع دبا کا وظیفہ پڑھ کر تالی بجائی جاتی ہے۔



دفع وبا کا وظیفہ یہ ہے :-

## وظیفہ دفع وبا

بودی بجا آ۔ ترجمہ (اے وبا آنچہ در کوہ قاف بحضرت حاجی شریف زندگی وعدہ کردہ اے وبا کوہ قاف میں تو نے حاجی شریف زندگی سے جو وعدہ کیا تھا پورا کر) یہ وظیفہ سات مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اور تین مرتبہ دستک دے (تالی بجائے) اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اس پر بھی سات مرتبہ پڑھ کر دم کرے اور تین بار دستک دے۔ اپنے آپ پر بھی دم کرے اور دستک دے۔ اگر چاہتا ہے کہ اس شہر سے یا اس علاقے سے وبا دور ہو جائے تو یہ وظیفہ پڑھ کر چھ طرف دم کرے اور دستک دے۔

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضور مولوی عبدالرحمن ساکن سکھر اس دار فانی سے رحلت کر گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ بہت غمغوم ہوئے۔ یہاں تک کہ چہرہ زرد ہو گیا۔ اور سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے رہے۔ اس کے بعد کسی نے کہا کہ آیا وہ اسی طاعون کی وبا میں فوت ہوئے ہیں۔ اس شخص نے کہا ہاں اسی طاعون کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا وہ بڑے ایمان دار آدمی تھے۔ وبا کے دوران میں لوگوں کی عیادت (بیمار پر سی) سے ہرگز نہیں ڈرتے تھے۔ اس کے بعد نماز مغرب باجماعت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر سب لوگ چلے گئے اور حضرت اقدس مشغول بقی ہو گئے۔

## مقبول ۶۲: بوقت ظہر روز شنبہ ۱۴۳۲ھ

حضرت اقدس نے نماز ظہر جماعت کے ساتھ پڑھی اور تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔ تلاوت کے بعد آپ نے راقم سے فرمایا کہ مقایس پڑھ کر سناؤ۔ احقر نے تعیل ارشاد کی۔ آپ توجہ سے سنتے رہے اور بعض مقامات پر تصحیح فرمائی۔

اس کے بعد مذہب چچو کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے چچو مذہب

فرمایا کہ یہ مذہب چچو ۶۲۰ء مطابق ۱۲۸۷ھ میں پیدا ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ علاقہ بنڈھیل کھنڈ میں ایک ہندو رئیس اور قوم کا سردار رہتا تھا۔ جب اس کی بیوی کے بطن میں چچو جنم لیا تو کچھ علامات نظر آنے لگے۔ ایک علامت یہ تھی کہ اس نے رات کو خواب دیکھا

کہ اس کی گود میں چاند گر گر ہے۔ آخر جب چھو پیدا ہوا اور بڑا ہوا تو اس کا باپ اسے علم حاصل کرنے کی خاطر ایک برہمن کے پاس لے گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اسے علم حضوری مل گیا۔ اس نے سبق پڑھتے وقت استاد سے پہلے حقائق و معارف بیان کرنا شروع کر دیئے۔ یہ دیکھ کر اس کا استاد کہتا تھا کہ میرا یہ شاگرد میرا گرو ہو گیا ہے۔ قصہ کوتاہ جب چھو کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو وہ ماں باپ اور گھر بار چھوڑ کر ویرانے میں چلا گیا اور حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو گیا اور اس نے قرآن شریف کا شاستری زبان میں ترجمہ کر کے اس کا نام فلزم سروپ رکھا۔ اس کے بعد اس نے شاستر، منسکرت اور قرآن کے احکام سے اجتہاد کر کے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی اور حکم دیا کہ ولادت سے دس سال تک احکام شاستر اور سری کرشن جی اوتار کے مذہب پر عمل کرنا چاہیئے اور دس سال کی عمر سے آخر عمر تک قرآن شریف اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد راقم نے عرض کیا کہ قبلہ کیا ترجمہ قرآن میں اس نے تحریف یا تغیر و تبدل کیا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تحریف تو نہیں کی لیکن معافی و مطالب میں تاویلات سے ضرور کام لیا ہے۔ چنانچہ ہم پانچ نماز کہتے ہیں اور وہ لوگ پانچ آرتیاں پڑھتے ہیں۔ ہم نماز کو مخصوص ارکان کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ چھو کے نزدیک آرتی یہ ہے کہ حضور قلب کے ساتھ تنہائی میں بیٹھ کر متوجہ الی اللہ رہنا چاہیئے اور تصور ذات حق کرنا چاہیئے۔ ہم وضو کہتے ہیں وہ اشران کہتے ہیں۔ لیکن وضو کے وقت ہم جس طرح اعضا کو دھوتے ہیں۔ چھو مذہب والے اس کی کوئی پابندی نہیں کرتے۔ اس کے بعد فرمایا ان پانچ اشران کا حکم قدیم ہے اور شاستریں بھی پانچ اشران کا ذکر آیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ چھو کے نزدیک بت پرستی کفر ہے۔ چھو مذہب کے سب لوگ خدا پرست اور موحّد ہیں۔

### مقبوس ۶۳: بوقت ظہر روز چہار شنبہ ۱۲۱۴ھ

اس بندہ کے ہاتھ میں محمد فاضل مولوی عبدالحی لکھنوی تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا یہ کیا ہے۔ عرض کیا کہ محمد فاضل مولوی عبدالحی ہے۔ اس میں ایک حدیث ہے کہ جن کا مفہوم احقر



کی سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے مولوی عبدالحی کو دیکھا ہے۔ جب ہم لکھنؤ گئے تو دل میں خیال آیا کہ مولوی عبدالحی کو جو بڑے متبحر عالم تھے دیکھنا چاہیے۔ جب ہم محلہ فرنگی محل پہنچے تو دیکھا کہ اپنے مکان میں سوئے ہیں۔ ہم نے ان کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسی طرح دیکھ کر واپس آگئے۔ تیس چالیس سال عمر کے جوان معلوم ہوتے تھے۔ وارثی سیاہ تھی اور قد کوتاہ۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے سید احمد خاں نچری کو دیکھا ہے۔ لیکن **سید احمد خاں** ان دونوں آدمیوں کو ہم نے بطور اجنبی اور غیر متعارف ہو کر دیکھا ہے۔ اس کے بعد راقم نے عرض کیا کہ حضور مولوی عبدالحی اور سید احمد خاں نچری کے رتبہ علمی میں کیا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا سید احمد خاں صرف ایک دانا اور عقلمند آدمی ہے اور مولوی عبدالحی صاحب عالم متبحر اور فاضل جلیل تھے جو تمام علوم خواہ صرف ہویا نحو۔ بدیع ہویا بیان۔ منطق ہویا معقول۔ تفسیر ہویا حدیث تمام میں ماہر تھے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ کتاب میں سے کچھ پڑھو **آنحضرت کے چھ مثل** راقم نے یہ عبارت پڑھی۔

استفتار۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک شخص دعویٰ کرتا ہے اس بات کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ مثل موجود اور متحقق ہیں اور مثل سے یہ غرض رکھتا ہے کہ شریک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے جمیع صفات اور کمالات میں اور پیش کرتا ہے۔ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کتاب درمنثور سے ان اللہ خلق سبع ارضیین فی کل ارض آدم کا آدم کم ونوح کنوح کم و ابراہیم کا ابراہیم کم، موت کم و موسکم و عیسیٰ کم و عیسیٰ کم و نبی کم نبیکم (تحقیق اللہ تعالیٰ نے سات زمین پیدا کی ہیں اور ہر زمین میں ہے ایک آدم تمہارے آدم کی طرح اور نوح تمہارے نوح کی طرح۔ اور ابراہیم تمہارے ابراہیم کی طرح اور موسے تمہارے موسے کی طرح اور عیسیٰ تمہارے عیسیٰ کی طرح اور نبی تمہارے نبی کی طرح) آیا یہ قول اس کا یعنی موجود و متحقق ہونا امثال حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم میں بمعنی مذکور کے حتیٰ ہے یا باطل۔ اور یہ عقیدہ صحیح ہے یا خلاف اہل سنت و الجماعت کے۔ اور دلیل میں جو حدیث پیش کرتا ہے اس کا کیا حال

ہے۔ اس سے یہ عقیدہ ثابت ہے یا نہیں۔ بیتواتوجبرواہوالمصوب  
 - اولاً جاننا چاہیے کہ حدیث مذکور صحیح السناد اور معتبر ہے۔ ارباب تحقیق نے اس  
 کی توثیق کی ہے۔ حافظ ہلال الدین تحریر حج احادیث شرح مواقف میں لکھتے ہیں کہ :-

روى الحاكم في مستدرکه عن ابى ابن عباس في قوله  
 تعالى الله الذى خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن  
 قال سبع ارضين في كل ارض نبى كنبيكم وادم كادمكم  
 ونوح كنوحكم و ابراهيم كابر اهيكم وعيسى كعيسكم  
 وقال صحيح انتهى -

اور علامہ بدر الدین شبلی حنفی آکام المرجان فی احکام البیان میں لکھتے ہیں :-

قال الحاكم حدثنا احمد بن يعقوب الشافعي حدثنا عبيد  
 حدثنا علي بن حكيم حدثنا شريك عن ابن  
 عطاء عن ابى الفحائ عن ابن عباس قال و من الارض مثلين  
 قال سبع ارضين في كل ارض نبى كنبيكم و ادم كادمكم  
 و ابراهيم كابر اهيكم وعيسى كعيسكم قال شيخنا الذهبي  
 اسناده حسن قلت وله شاهد قال المحكم حدثنا  
 عبد الله بن الحسن حدثنا ابراهيم بن الحسين حدثنا آدم  
 حدثنا شعبة عن عمرو عن ابى الضحى عن ابن عباس كما  
 في قوله تعالى خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن  
 قال في كل ارض نحو ابراهيم قال  
 شيخنا  
 الذهبي هذا حديث على شرط البخاري والمسلم انتهى وثنا



سمجھنا چاہیے کہ زمین کے سات طبقات کا جداگانہ ہونا اور اس میں مخلوقات کا موجود ہونا  
چند احادیث سے ثابت ہے اور مذہب محققین کا بھی یہی ہے۔ حافظ بن حجر فتح الباری  
فی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں :-

## شرح حدیث شریف

قال الداد ویدی فی قوله تعالیٰ وَمِنَ الارضِ مِثْلَهُمْ دَلَالٌ  
عَلَى اَرْضَیْنِ بَعْضُهَا لِحُوقِ بَعْضٍ وَنَقَلَ عَنْ بَعْضِ الْمُتَكَلِّمِیْنَ  
اَنَّ الْمِثْلِیَّةَ فِی الْعِدَدِ خَاصَّةٌ وَاَنَّ السَّبْعَ مُتَجَاوِرَةٌ وَحُكْمُ  
اِیْنِ السَّبْعِ عَنْ بَعْضِهِمْ اَنَّ الْاَرْضَ وَاحِدَةٌ قَالَ وَهُوَ مُرَدُّدٌ  
بِالْقُرْآنِ وَالسَّنَةِ قُلْتُ لَعَلَّهُ الْقَوْلُ بِالْجَاوِرِ وَالْاَقْصَرُ صَحِيحًا  
وَبَدَلَ لِلْقَوْلِ الظَّاهِرِ مَا رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِی قَوْلِهِ تَعَالٰی  
وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُمْ - قَالَ فِی كُلِّ اَرْضٍ اِبْرَاهِیْمٌ وَنُحُومٌ مَا  
عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْخَلْقِ هُنْكَذَا اُخْرِجَتْ مُخْتَصِرًا وَاِسْنَادُهُ  
صَحِيحٌ وَاُخْرِجَهَا الْحَاكِمُ وَابْنُ بَيْهَقٍ مِنْ طَرِيقِ عَطَاءٍ مِنْ اِیْ  
لِضْحٰی مَطُولًا وَاَوَّلُ سَبْعِ اَرْضَیْنِ فِی كُلِّ اَرْضٍ اٰدَمُ كَاَدَمُكُمْ  
وَنُوحٌ كَنُوحِ الْحَكَمِ ، وَاِبْرَاهِیْمٌ وَكَابِرَاهِیْمُكُمْ وِیْسٰی كِیْسُكُمْ وَنَبِی  
كِنَبِیْكُم قَالَ ابْنُ بَيْهَقٍ اِسْنَادُهُ صَحِيحٌ اِلَّا اَنَّهُ شَاذٌ وَظَاهِرُ قَوْلِهِ  
تَعَالٰی وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُمْ یُرَدُّ عَلَى اَهْلِ الْهَبِیَّاتِ فِی قَوْلِهِمْ  
اِنَّ لَامَسَافَةَ .....

من کل ارض وارض و قد روی احمد والترمذی من  
 حدیث ابی ہریرۃ مرفوعاً ان بین کل سما خمس مائۃ  
 عام و ان بین کل ارض وارض خمسة مائۃ عام و اخرجه  
 اسحاق بن رھویہ والبیہاقی حدیث ابوذر بخوۃ انتہی  
 ملخصاً و اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی حاشیہ تفسیر بیہاقی  
 میں لکھتے ہیں الذی نعتقد ان الارض سبع کسموات  
 ولها سكان من خلقه يعلمهم الله - انتہی - اور طبرانی  
 جل حاشیہ جلالین میں لکھتے ہیں ذکر الله تعالى ان السموات  
 سبع طبقات ولم یأت فی الارض فی التنزیل عدد  
 صریح لا یحتمل تاویل الا قوله تعالى ومن الارض مثلهن  
 وقد اختلف فیہ فقیل ای فی العدد ان الکسفیۃ  
 والصفة مختلف بالمشاهدة والخبار وتعين  
 العدد وقيل مثلهن ای فی الخلط وما یلینهن  
 وقيل هي سبع الا الله لم یفتق بعضها عن بعض قال  
 الماورزی والصمیم هو الاول وانها سبع کسموات انتہی  
 اور ثعلبی عرائس میں تحریر کرتے ہیں روی عن عبد الله بن عمر  
 عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال بین کل ارض  
 الی خالق تلیہا مسیرۃ خمس مائۃ عام وہی سبع  
 طبقات الارض الثانیۃ سجن الريح ومنها یخرج  
 الرياح المختلفة وفي الارض الثالثة خلق وجوههم  
 كوجوه بنی آدم و افواہهم كافواہ الکلاب و ایلدیم  
 کا یدی الانس و ارجلهم كارجل البقرۃ و اذانہم  
 كاذان البقر و اشعرهم كصوف الضان لا یعصون الله  
 طرفۃ عین نہارہم لیلاً و نہارنا یالہم و الارض  
 الرابعۃ فیہا حجارة الکبریت التي وعدھا الله



لاهل النار يستجر بها جهنم قال رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم والذي نفسي بيده ان فيها  
 نوارسل الله فيها الجبال الدورية لصناعت والارض الخامسة  
 فيها عقارب اهل النار والسادسة فيها درواوين اهل  
 النار واعمالهم واسمها سجين والسابعة مسكن  
 ابليس وجنوده . انتهى ملخصاً - اورفاصل محمد ابن احمد ابن  
 اياس حنف بدائع الدهر في دلائل الدهر بين كفتي بين . قال وهب  
 ابن منبه لما خلق الله الارض كانت طبقة واحدة ففتقها  
 فصيرها سبعة كما فعل في السموات وجعل بين الطبقة  
 والطبقة مسيرة خمسة مائة عام وهو لقوله تعالى  
 ففتقناها وجعلها سبعة فكان اسم الطبقة الاولى اوجيا  
 والثانية بسبيط والثالثة ثقيل والرابعة بطيخا والخامسة  
 جنيا والسادسة ماسكة والسابعة الثرى وسكان الارض  
 الثانية اسم يقال لهم الشمس وطعامهم من  
 الحومهم وشرابهم من دهمهم والطبقة الثالثة  
 سكانها اسم وجوههم كوجوه بني آدم وافواهم  
 كانوا الكلاب وايدى لهم كايدي بني آدم وارجلهم  
 كارجل البقرة وعلى ابدانهم شعر كصوف الغنم  
 وهولهم ثياب والطبقة الرابعة سكانها اسم  
 يقال لهم الحلهام ليس لهم اعين ولا اقدام بل لهم  
 اجنحة كالجنحة القطا والخامسة بها اسم يقال لهم  
 المحشن وهم كأمثال البغال ولهم اذنان كل ذنب نحو  
 ثلاث مائة ذراع والسادسة بها اسم يقال لهم  
 المحشوم وهم سوداء الابلان ولهم مخالب  
 كمخالب السباع ويقال ان الله تعالى يسلطهم

على يا جوج وما جوج حين يخرجون فيهلكهم والطبقة

السابعة فيها مسكن ابليس وجنودا من المردة

الشیاطین۔ انتہائی ملخصاً۔ معلوم کرنا چاہئے کہ جملہ طبقات باقیہ میں انبیاء

کا ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث مذکورہ صحیح بھی دلالت کرتی ہے۔ اور قرآن پاک

میں ہے وکل قوم ہاد۔ یعنی ہر قوم کے واسطے ہادی مبعوث ہوا اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ ہر قوم کے واسطے ایک رہنما مقرر ہوا۔ پس ہر گاہ طبقات میں وجود

مخلوقات الہی کا ثابت ہے اور کوئی مخلوق حق تعالیٰ کی پہل نہیں چھوڑی گئی، لابد

ہے کہ وہاں بھی رہنما ہوں گے۔ اور علامہ جلال الدین معلیٰ کی تفسیر سے بھی یہ ثابت

ہے کہ حضرت جبرائیل طبقات میں وحی لے جاتے تھے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں

لکھتے ہیں "الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن" یعنی سبع

ارضین مینزل الامر الوحی بینھن بین السموات والارض مینزل بہ

جبرئیل من السماء السابعة الی الارض السابعة۔ انتہی۔ ہر گاہ

یہ تین امر ذہن نشین ہو گئے۔ اب سمجھنا چاہئے کہ نبی کنبیکم سے اگرچہ ایک

نبی خاتم النبیین ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہے لیکن اس کا مثل ہونا ہمارے

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ کلام

عرب میں کات تشبیہ کے واسطے متعطل ہے اور تشبیہ میں لازم نہیں ہے کہ

مشبہ بہ مثل ہو یا اقویٰ ہو۔ مثلاً۔ سے۔ بلکہ بھی تشبیہ ناقص کے ساتھ مجرود

تفہیم کے واسطے ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتا ہے اذلہ نور السموات

والارض مثل نور یک کہ مشکوٰۃ فیہا مصباح۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے

نور کو تشبیہ دی ہے ساتھ نور مشکوٰۃ کے۔ اور ظاہر ہے کہ نور الہی اس نور

سے اعلیٰ و احسن ہے عجب نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ پس لفظ نبی کنبیکم

سے یہ امر بر گز نہیں ثابت ہے کہ خاتم الانبیاء طبقات باقیہ کا مثل خاتم الانبیاء اس

طبقہ کے ہے بلکہ تشبیہ فقط تعلیم و تفہیم کے واسطے ہے۔ اس غرض سے کہ جس

طرح سے ایک خاتم الرسل اس طبقہ میں ہے اسی طرح سے ایک ایک خاتم ہر

طبقہ میں ہے، نہ یہ کہ وہ خاتم مثل اس خاتم کے ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو



اسی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتم مثل ہمارے خاتم الانبیاء کے نہیں ہے کیونکہ اسی حدیث میں لفظ آدم کا دمکہ بھی وارد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات طبقات باقیہ کی اولاد ہمارے آدم کی نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے آدم کی ہے اور تمام کتب عقائد میں یہ امر صرح ہے کہ اولاد آدم اس عالم تمام مخلوقات سے بلکہ ملائکہ سے بھی افضل ہے۔ آیت ولقد کرمنا بنی آدم سے یہ امر مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام مفسرین اور علماء کا اتفاق ہے اس امر پر کہ مراد آدم سے اس آیت میں ہمارے آدم ہیں۔ نہ آدم طبقات باقیہ۔ بلکہ تمام انبیاء کہ قرآن پاک میں ان کا ذکر ہے ان سے مراد انبیاء اسی طبقہ کے ہیں نہ انبیاء طبقات باقیہ کے اور حدیث صحیح میں وارد ہے انا سید ولد آدم و لا فحی اور دوسری حدیث میں وارد ہے انا اکرم الاولین والآخرین اب یہاں سے دو مقدمے مہم ہوتے۔ اول یہ کہ ہمارے خاتم الانبیاء تمام اولاد آدم سے افضل ہیں۔ دوسرے یہ کہ اولاد آدم اس عالم تمام مخلوقات سے افضل ہے۔ بعد ترکیب ان دونوں مقدموں کے نتیجہ نکلا کہ ہمارے خاتم الانبیاء افضل ہیں تمام مخلوقات سے۔ پس مماثلت خاتم الایغیاء طبقات باقیہ کے ساتھ ہمارے خاتم الانبیاء کی کیسے ثابت ہوگی۔ علاوہ یہ کہ مماثلت میں اتحاد ماہیت و اتحاد قسم ضروری ہے۔ اس واسطے انسان، انسان کے مماثل کہلاتا ہے اور انسان جن یا فرشتہ کے مماثل نہیں کہلاتا۔ اور عبارت بدائع الدہور وغیرہ سے جو سابقاً منقول ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات طبقات باقیہ اس مخلوقات کی صنف سے نہیں ہے۔ اور یہ امر منصوص قطعاً سے ثابت ہے کہ نبی ہر قوم کا اسی صنف سے ہوتا ہے تاکہ امت اس کے ساتھ ارتباط پیدا کرے اور اس کی متابعت کرے اس واسطے بنی آدم پر کوئی نبی اند قسم جن، یا از قسم ملائکہ مبعوث نہیں پس ضرور ہے کہ انبیاء مخلوقات طبقات باقیہ کی انہیں کی صنف سے اور انہیں کی جنس سے ہوں گی اور ہمارے خاتم الانبیاء ہماری جنس سے ہیں پس دونوں خاتم ہیں مماثلت کہ عبارت ہے اتحاد صنف و صفات سے کیونکہ ہوگی، آ رہے اسی قدر میں دونوں شریک ہیں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء اس طبقہ کے ہوئے اور طبقات باقیہ کی خاتم اپنے اپنے طبقات کچھ خاتم ہوئے لیکن مجرد اس شرکت کی مماثلت کا اطلاق درست نہیں ہے

حمدہ الراجی غفور ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحمی تجاوزہ اللہ عن ذمہ  
الجل والحق۔

**استفتاء** - کیا فرائض میں علاقے دین و مفتیان شرع متین اس

مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حدیث ان الله خلق سبع  
ارضین فی کل آدم کا دمکم ونوح کنوح و ابراہیم کا براہیم کم  
وعیسیٰ کعیسکم ونبی کنبیکم کفر ہے اور جو اس کا اعتقاد رکھے وہ کافر  
ہے اور جو اس کے ناقل ہیں وہ کافر ہیں۔ اور عمر و کہتا ہے کہ یہ حدیث  
صحیح ہے اور جو اس کا اعتقاد رکھے وہ مسلم صحیح الاعتقاد ہے اور جو اس کے  
ناقل ہیں وہ ائمہ دین و ہدایۃ السالین ہیں ان دونوں فریقوں میں سے کوئی قول صحیح  
ہے اور کون غلط اور زید مسلمان ہے یا کافر ہے۔ بیذاقو خبروا۔

تھو الموفق۔ زید جھوٹا ہے اور ناسد الاعتقاد اور عمر و سچا ہے اور صحیح العقیدہ  
اور اعتقاد زید کا کفر صریح ہے۔ اور جہالت قبیح کیونکہ حدیث مذکور کتب  
معتدہ اور زہر معتبرہ میں موجود ہے اور اس کے ائمہ دین مثل ترجمان القرآن  
حضرت ابن عباس اور ابو الضحیٰ اور شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث اور عطاء  
بن السائب اور عطاء بن یسار اور عمرو بن مرہ اور محمد ثقی اور عمر بن علی اور  
محمد بن جعفر اور عبید بن غنم اور علی بن حکیم اور شریک اور حاکم اور بیہقی اور  
جلال الدین سیوطی کہ مستند مخالفین کی ہیں اور محمد بن جریر طبری کہ بڑے  
معتد مخالفین کے ہیں اور ابن ابی حاتم کہ بڑے محدث ہیں اور عبید بن حمید  
اور ابن الفریس اور ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری وغیرہم قائل ہیں  
اخرج الحاكم في المستدرک من طريق عبید بن غنم النخعی عن  
علی بن حکیم عن شریک عن عطاء بن السائب عن ابی الضحیٰ عن  
ابن عباس قال فی کل ارض من کنبیکم و آدم کا دمکم ونوح  
کنو حکم و عیسیٰ کعیسکم وقال صحیح الاسناد وقال ابن جریر  
حدثنا عمر بن علی و محمد بن مثنیٰ قال حدثنا محمد بن جعفر  
حدثنا شعبه عن عمرو بن مرہ عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس



اللہ تعالیٰ فی کل ارض آدمکم کادیمکم ونوح کنو حکم و ابراہیم کابراہیمکم  
 وعیسیٰ کعیسکم ونبی کنبیکم اور ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح  
 البخاری میں لکھتے ہیں ویدل للقول الظاہ وما رواہ ابن جریر من طریق  
 شعبۃ عن عمر وابن مسرۃ ابی الفضل عن ابن عباس فی ہذا الآیۃ  
 ومن الارض مثلہن قال فی کل ارض مثل ابراہیم ونحو ما علی الارض من  
 الخلق ہکذا اخرجہ محضاً واسنادہ صحیح واخرجہ الحاکم والبیہقی  
 من طریق عطاء بن السائب عن ابی الفضل مطولاً ای سبیل  
 ارضین فی کل ارض آدم کادیمکم ونوح کنو حکم و ابراہیم  
 کابراہیمکم وعیسیٰ کعیسکم ونبی کنبیکم قال البیہقی اسنادہ  
 صحیح الا انہ شاہ انتہی۔ اور تدریثہ الراوی شرح تقریب النوادی  
 میں مرقوم ہے۔ ولما نزل العجب من تصحیح الحاکم لہ حتی رأیت  
 البیہقی قال اسنادہ صحیح لکنہ شاہ مبرۃ اور تفسیر درمنثور میں  
 مسطور ہے واخرج عبید بن حمید وابن الفریس وابن جریر عن  
 ابن عباس قی لہ ومن الارض مثلہن قال لوحدتکم بتفسیرہا  
 تکفرتم وکفرکم تکلذ یتکم بہا واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم  
 والحاکم وصحیحۃ والبیہقی فی شعب الایمان فی الاسماء و  
 الصفات من طریق ابی الفضل عن ابن عباس فی قوله ومن الارض  
 مثلہن قال سبیل ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کادیمکم  
 ونوح کنو حکم و ابراہیم کابراہیمکم وعیسیٰ کعیسکم قال البیہقی  
 اسنادہ صحیح لکنہ شاہ مبرۃ لا اعلم لابی الفضل علیہ متابعا انتہی۔  
 اور ایسے ہی تفسیر مظہری اور کالین وغیرہا میں اور موافق قاعدہ محدثین کے یہ  
 حدیث مرفوع ہے حکم پس معاذ اللہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت  
 پہنچتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے مرتد کے پاس نہ بیٹھیں اور اس سے کلام بھی نہ  
 کریں اور اس کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھیں۔ واللہ اعلم بالصواب  
 نمقہ السید امیر احمد النقوی السہروردی

**استفتاء -** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس باب میں کہ زید بہ تتبع ایک عالم دین کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی دربارہ قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو درمنثور وغیرہ میں ہے ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض ادم کا دم کا دم و نوح کنو حکم و ابراہیم کا براہیکم و موسیٰ کو موسیٰ و عیسیٰ کو عیسیٰ کنو حکم و نبی کنو حکم کی یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور کو صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں اور ہر طبقے میں مخلوق آئی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقے میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت نہیں اور نہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ وہ خاتم ماضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس لئے اولاد آدم جس کا ذکر و لقد کو مناجی آدم میں ہے اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقہ کے آدم کی اولاد ہے بالاجماع اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلاشبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے۔ پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ انتہی۔ اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لوں گا۔ میرا اصرار اس تحریر پر نہیں پس علماء شرع سے استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو محتمل ہیں یا نہیں اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا منافق یا خارج اہل سنت و جماعت سے ہوگا یا نہیں بینوا تو جروا۔

هو الصواب۔ مخفی نہ رہے کہ حدیث مذکور محققین محدثین کے نزدیک معتد ہے، حاکم نے اس کے حق میں صحیح الاسناد کہا اور ذہبی نے حسن الاسناد کا حکم دیا۔ اور اس حدیث کے ثبوت میں کوئی علت قاطعہ معتدہ نہیں ہے اور زمین کے طبقات کا جدا گانہ ہونا بہت احادیث سے ثابت ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سلسلہ نبوت اس طبقے میں واسطے ہدایت مسکن کے تیار ہوا



اُسی طرح ہر طبقے میں سلسلہ نبوت واسطے ہدایت وہاں کے مکان کے تیار ہوا اور  
 اور چونکہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ لاتنا ہی سلسلے کے باطل ہے لاجرم ہر طبقے میں ایک مبداء  
 سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے آدم کے ساتھ مشابہہ کیا گیا اور ایک آخر سلسلہ ہوگا کہ وہ  
 ہمارے خاتم کے ساتھ تشبیہ و یا گیا پس بناء علیہ او آخر انبیاء طبقات تختانیہ پر  
 اطلاق خواتم کا درست ہے۔ اب یہاں یمن احتمال ہیں ایک یہ کہ خواتم طبقات تختانیہ  
 بعد عصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو چکے ہوں دوسرے یہ کہ مقدم ہوئے  
 ہوں تیسرے یہ کہ ہم عصر ہوئے ہوں۔ احتمال اول بحديث لا نبی بعدی وغیرہ  
 باطل ہے اور بر تقدیر احتمال ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم انبیاء ہر طبقات  
 ہوں گے اور بر تقدیر ثالث دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ  
 کی مخصوص ساتھ اس طبقے کے ہو اور آپ کی خاتمیت بہ نسبت انبیاء ایسے طبقے  
 کے ہو اور ہر طبقہ تختانیہ میں وہاں کی خاتم کی رسالت ہو اور ہر ایک ان میں کا  
 صاحب شرع جدید و خاتم انبیاء اپنے طبقے کا ہو۔ دوسرے یہ کہ خواتم طبقات  
 تختانیہ متبع شریعت محمدیہ ہوں اور کوئی ان میں کا صاحب شرع جدید نہ ہو اور  
 دعوت ہمارے حضرت کی عام ہو اور ختم آپ کا بہ نسبت حملہ انبیاء و جملہ طبقات کے حقیقی  
 ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ کا بہ نسبت اپنی اپنی سلسلے کی اضافی ہو۔ احتمال اول  
 بہ نسبت عموم نصوص بعثت نبویہ کے جس سے صاف آنحضرت کا مبعوث ہونا  
 تمام عالم پر معلوم ہوتا ہے باطل ہے اور علمائے اہل سنت بھی اس امر کی تصریح  
 کرتے ہیں کہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا۔  
 اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ  
 کا ہوگا چنانچہ نقی الدین سبکی سے جلال الدین سیوطی رسالۃ الاعلام بحکم عیسیٰ  
 علیہ السلام میں نقل کرتے ہیں قال السبکی فی تفسیرہ ما من نبی الا اخذ اللہ علیہ  
 الميثاق ان بعث محمد فی زمانہ لیؤمنن بہ و لتصرنہ ویوصی امتہ بذلك  
 وفیہ من النبوة و تعظیم قدرہ ما لا یخفی وفیہ مع ذالك انہ علی تقدیر  
 مجتہد فی زمانہم یکون موسلا الیہم ویكون نبوتہ و رسالۃ عامۃ  
 جمیع الخلق من زمن آدم الی یوم القيمة ویكون الانبیاء و امہم کلہم

من امتہ نالہی صلی اللہ علیہ وسلم فی الانبیاء و اتفق بعثتہ فی زمن آدم  
 ونوح و ابراہیم وموسى و عيسى و جب علیہم و علی اممہم الایمان بہ  
 ونصرتہ و لہذا آیا فی عیسی علیہ السلام فی آخر الزمان علی شریعتہ و ولایت  
 النبی علیہ السلام فی زمان موسی و ابراہیم و نوح و آدم کانوا مستمرین  
 علی نبوتہم و رسالتہم الی اممہم و النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی علیہم  
 و رسول الی جمیعہم انتہی۔ اور بحر العلوم مولانا عبد العلی اپنے رسالہ فتح الرحمن میں  
 لکھتے ہیں مقتضی ختم رسالت و وجہ استیکہ آنکہ بعد دے رسول نہ باشند و دیگر  
 آنکہ شرع دے عام باشند و ہر کے کہ موجود باشند وقت نزول شرع دے اتباع شرع  
 دے ہر دو واجب و فرض است و سرش اینکہ ہمہ رسل در اخذ شرع متہد از خاتم  
 الرسالت اند و چونکہ شرع او عام باشند پس دیگرے صاحب شرع باشند انتہی۔  
 خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث ابن عباس صحیح و معتبر ہے اور اس سے طبقات تحتانیہ  
 میں وجود انبیاء ثابت ہے اور یہ بسبب بطلان لاتناہی سلسلے کی ہر ایک طبقے میں ایک  
 آخر انبیاء بہ نسبت اس طبقے کے ہونا ضروری ہے لیکن مطابق عقائد اہل سنت  
 یہ امر ہے کہ دعوت ہمارے حضرت کی عام ہے تمام مخلوقات کو شامل ہے پس اس امر  
 کا اعتقاد کرنا چاہئے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہیں ہوئے یا قبل ہوئے  
 یا ہم عصر اور رفقہمہم اتحاد عصر قبیع شریعت محمدیہ ہونگے اور ختم آن کا بہ نسبت  
 اپنے طبقے کے اضافی ہوگا اور ختم ہمارے حضرت کا عام ہوگا اور تفصیل ان سب  
 امور کی میں نے کہا حقہ اپنے دو رسالوں میں ایک مسمی بالآیات البینات علی وجود  
 الانبیاء فی الطبقات دوسرے مسمی بہ دافع الوسواس فی اثرا بن عباس کی ہے ہر گاہ  
 یہ امر محمد ہو چکا پس سمجھنا چاہئے کہ لہد کو جس نے عبارت جو سوال میں مرقوم ہے  
 لکھی ہے ہر گاہ مماثلت سے انکار ہے اور محبت حدیث و نبوت تعدد و خواتم  
 طبقات تحتانیہ کا قائل ہے مخالف اہل سنت کا نہیں ہے نہ کافر ہے نہ فاسق بلکہ  
 متبع سنت مگر ہاں نبوت محمدیہ کو ساتھ اسی طبقہ کے خاص کرتا ہو اور ہر ایک  
 خاتم کو صاحب شرع جدید سمجھتا ہو تو البتہ قابل مواخذہ کے ہے کیونکہ یہ امر  
 خلاف نصوص و خلاف کلمات علماء کے معلوم ہوتا ہے اور اگر مجرد تعدد و خواتم کا



قائل اور ختم ہمارے رسول کو حقیقی بہ نسبت جملہ انبیاء جملہ بلقیات کے سمجھا ہے  
 اور ختم ہر ایک خواہم باقیہ کو اضافی کہتا ہے تو اس کو کچھ مواخذہ نہیں ہے واللہ اعلم  
 حررہ البراجی غفور ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تاجدار الدین ونبہ  
 الجلی والحق۔

اس حدیث کے اصلی معنی | جب میں نے یہ تمام عبارت پڑھ لی تو حضرت اقدس  
 نے فرمایا کہ میں نے حدیث شریف میں لفظ "تنبی" نے فرمایا کہ میں نے حدیث شریف میں لفظ "تنبی"  
 کتبیکم کی بجائے محمدؐ محمدؐ بھی دیکھا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ گلشن راز  
 میں لکھا ہے ع "حدیث مشفق زابن عباس"۔ اس کا اشارہ بھی اسی حدیث کی طرف  
 ہے۔ اس کے بعد بندہ راقم نے عرض کیا کہ قبلہ ہر کتاب میں اس حدیث کے معنی درج ہیں لیکن  
 اس غلام کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ حضور کریم فرمادیں اور اس حدیث کے اصلی معنی بیان فرمادیں۔  
 آپ نے فرمایا کہ مولوی عبدالحی نے اس حدیث کے جو معنی بیان کیے ہیں وہ ہرگز اس حدیث  
 کے معنی نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حاضرین مجلس کی طرف دیکھا اور قدرے تبسم کرتے  
 ہوئے فرمایا کہ اگر شرح گلشن راز ہوتی اس کو دیکھ کر معنی بیان کیے جاتے۔ حاضرین کی طرف دیکھنے

اور حدیث شریف کے معنی بیان نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حدیث شریف کے معنی اسرار مخفی میں سے ہیں جو ہر کس و نا کس سننے کے قابل نہیں۔ مجلس میں کافی نا اہل لوگ بیٹھے تھے جن کے سامنے رموز کی باتیں بیان کرنا مناسب نہ تھا۔ لیکن تصحیح کے وقت جب میں نے دوبارہ اس حدیث شریف کے معنی دریافت کیے تو آپ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ حدیث مثلاً کے معنی بطون سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس اسی قدر لکھنا چاہیے۔ اس سے زائد کچھ مناسب نہیں۔ اس پر راقم نے عرض کیا کہ حضور جو معانی مولوی عبدالحی نے بیان کیے آپ نے ان کی نفی فرمائی ہے۔ کیا اس بات کا ذکر کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بہت مناسب ہے۔ ضرور داخل کتاب کرو۔

**ارباب مل و ارباب نخل** | اس کے بعد فرمایا کہ ملت میں بہت سی ایسی چیزوں کا ذکر آیا ہے۔ جن کے معانی بطون سے تعلق رکھتے ہیں فرمایا کہ ملت کا مطلب یہ ہے جس کی عبادات و معاملات کے احکام کا ثبوت کتاب اللہ سے ملتا ہے اور نخل وہ کہ ہر عبادت و معاملہ کے احکام محض عقل سے ثابت کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ مسلمان، نصاریٰ، یہود، بدھ، زرتشت، ہنود، یہ سب اہل ملت ہیں اور کتب منزل من اللہ (اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتابیں) رکھتے ہیں۔ عبادات اور معاملات کے احکام کا ثبوت کتب سماویہ سے لیتے ہیں۔ لیکن بطلیموس، فیثاغورث، اُن کے تابعین اور دیگر حکما رجحان کے علوم کی بنیاد محض عقل و عقلیات تھی سب اصحاب نخل ہیں۔ پس بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا وجود ارباب ملت کے ہاں ثابت ہے اور ارباب نخل کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ فیثاغورث کے نزدیک سموات کا وجود قطعاً ثابت نہیں ہے۔ لیکن بطلیموس نے افلاک یعنی سات آسمان، ایک فلک النجوم جسے ہم کرسی کہتے ہیں اور ایک عرش کا قائل ہے۔ پس اس کے نزدیک نہ فلک موجود ہیں اور ہر فلک محیط (احاطہ کرنے والا) اور محاطہ (احاطہ کیا گیا) ہے سوائے عرش کے جو سب کا محیط ہے لیکن کسی کا محاطہ نہیں ہے۔ اور زمین مرکز ہے اور آسمان دنیا کی محاطہ ہے (یعنی پہلے آسمان نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے) اور تمام آسمان و زمین گول کرہ کی شکل رکھتے ہیں۔ گویا تمام آسمانوں اور زمین کی مثال پاز کی سی ہے۔ لیکن تمام مذاہب کی کتب سماویہ میں یہ مذکور اور ثابت ہے کہ سات آسمان ہیں۔ ایک کرسی اور ایک عرش عظیم ہے اور یہ سب افلاک گول کرہ



کی صورت نہیں رکھتے اور زمین کے گرد اگر دھبی نہیں ہیں بلکہ زمین کے اوپر مثل سر پوش ہیں۔ زمین اور آسمان اول کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔ اور ہر آسمان کی عمق (گہرائی یا موٹاپاں) بھی پانچ سو سالہ راستہ ہے اور پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی پانچ سو سال کا راستہ ہے اور دوسرے آسمان کی عمق بھی پانچ سو سال کا راستہ ہے۔ اسی طرح تمام آسمان اور زمینیں بھی سات ہیں اور ہر زمین کے درمیان وہی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور ہر زمین کی عمق پانچ سو سال کا راستہ ہے۔ اسی طرح باقی تمام زمینیں۔ جس طرح بہشت آسمانوں کے اوپر ہے۔ اور دوزخ زمین کے نیچے ہے۔ حکما کے نزدیک زمین ایک ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ زمین سات ہیں یعنی قطعات کے لحاظ اور ہر قطع کے درمیان خلیج یا سمندر عامل ہے۔ چنانچہ ایک قطعہ ایسا ہے دوسرا یورپ، تیسرا افریقہ، چوتھا امریکہ، پانچواں آسٹریلیا تو باقی جزائر کو مل کر کے سات قطعات یا سات زمین کہی جاسکتی ہیں۔ لیکن ان قطعات پر حدیث مذکور کی ترتیب کے مطابق کبھی پیغمبر مبعوث نہیں ہوئے۔ نیز ملت متحدی میں یہ بھی آیا ہے کہ زمین کے گرد ایک پہاڑ ہے جس کا نام کوہ قاف ہے لیکن حکما کے نزدیک کوہ قاف کا وجود بھی نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ زمین کے چاروں طرف کوہ آب ہے اور حکماء یونان اور نصاریٰ وغیرہ ارباب غل نے ساری زمین کے گرد چکر لگا کر دیکھ لیا ہے کہ کوہ قاف کا کسی جگہ نشان نہیں ہے۔ دوسری چیز سہ یا جوج ماجوج (یا جوج ماجوج کی دیوار) ہے کہ جس کا ذکر ملت میں آیا ہے کہ یا جوج ماجوج ایک بڑی قوم ہے جو دیوار کے پیچھے محبوس (بند) ہے۔ وہ ساری رات دیوار کو چاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کل سورج گر لیں گے اور باہر نکل جائیں گے لیکن چونکہ کلمہ انشاء اللہ تعالیٰ انہیں کہتے۔ صبح دیکھتے ہیں کہ دیوار پہلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ اہل نخل کے ہاں ان دونوں چیزوں کا وجود نہیں ہے۔ کیونکہ سارے عالم کی سیر کر کے حکما نے دیکھ لیا ہے۔ عالم جسمانی میں ان کا کوئی نشان نہیں ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ یہ تمام چیزیں جن کا ذکر اہل ملت کے ہاں پایا جاتا ہے۔ عالم بطون سے ہیں نہ کہ عالم حق و شہادت سے۔ اسی طرح آب حیات اور چشمہ ظلمات بھی عالم باطن سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ عالم ناسوت سے۔

عالم بطون کا معاملہ یوں ہے کہ دیے تو عارفین نے اٹھارہ ہزار عالم کا ذکر کیا ہے لیکن ان میں سے

اس کے بعد حضرت سید علی قدس سرہ کا  
**حضرت سید علی عرف پیر بابائیری** ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ سید علی  
 قدس سرہ چشتی نظامی ہیں۔ ان کی بیعت چند واسطوں سے حضرت راجی عادل شاہ صاحب سے

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ

زیادہ مشہور یہ عالم ہیں۔ پہلا عالم ناسوت یعنی ہی ظاہری دنیا۔  
 دوسرا عالم مثال، جو عالم ناسوت اور عالم ارواح یا عالم ملکوت کے درمیان ہے۔ تیسرا عالم ملکوت جو  
 ملائک اور ارواح کا جہان ہے۔ چوتھا عالم جبروت جو صفات باری تعالیٰ کا عالم ہے۔ پانچواں عالم لاہوت  
 جو ذات حق کا عالم ہے۔ چھٹا عالم باہوت اور ساتواں عالم لاہوت۔ اور چونکہ انسان خلاصہ ہے ساری  
 کائنات کا۔ انسان کے اندر ہی اجمال کے ساتھ ہی عالم موجود ہیں جنہیں لطائفِ ست کے نام سے موسوم  
 کیا جاتا ہے اور ہر لطیف کا تعلق مندرجہ بالا عوالم میں سے ایک عالم کے ساتھ ہے۔ اب جس حدیث  
 شریف کا اوپر ذکر ہوا ہے یعنی سات زمین اور ہر زمین میں آدم علیہ السلام۔ حضرت نوح۔ حضرت  
 ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا موجود ہونا بتایا گیا ہے۔ اور  
 یہ جو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ زمینیں ظاہری نہیں بلکہ باطنی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ  
 عالم ناسوت، عالم مثال، عالم ملکوت، عالم جبروت اور عالم لاہوت میں بھی ان انبیاء علیہم السلام کا وجود  
 مسعود موجود ہے۔ عارفین حضرات فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس عالم ناسوت میں موجود ہے وہی عالم مثال  
 میں بھی موجود ہے لیکن لطیف شکل میں۔ اسی طرح دنیا کی ہر چیز کا وجود لطیف سے لطیف تر صورت  
 میں عالم ملکوت اور عالم جبروت اور عالم لاہوت میں بھی موجود ہے۔ پس حدیث مذکور میں لفظ ارض  
 سے مراد عالم ہے۔ اور سات ارض سے مراد وہی سات عوالم ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ناظرین  
 حضرات کو یاد ہو گا کہ جب کسی بزرگ نے حضرت امیر خسروؒ سے یہ کہا کہ میں نے آنحضرتؐ کی مجلس میں  
 آپ کے شیخ سلطان المثنیٰؒ کو نہیں پایا تو دونوں حضرات نے مراقبہ کیا۔ تو دیکھا کہ واقعی حضرت محبوب  
 الہی موجود نہ تھے۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ اوپر جاؤ۔ اوپر گئے تو دیکھا کہ اولیاء کرام کی مجلس پہلی  
 مجلس کی طرح قائم ہے۔ لیکن آپ دلوں میں موجود نہیں۔ دریافت کرنے پر مزید اوپر جانے کا اشارہ  
 ہوا۔ اسی طرح ایک مجلس سے بالاتر اور لطیف تر دوسری اور دوسری سے تیسری مجلس جتنے کہ



جامتی ہے اور وہ خلیفہ ہیں حضرت شیخ حسام الدین مانچوروی کے اور وہ حضرت شیخ نور الدین قطب العالم پنڈوی کے اور وہ اپنے والد ماجد شیخ علاء الدین اسعد بنگالی کے اور وہ حضرت شیخ سراج الدین عثمان آئینہ ہند کے (جو انی سراج کے نام سے موسوم ہیں) اور وہ خلیفہ ہیں حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی قدس سرہ کے خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ کو بلاد خراسان اور پشاور کا علاقہ ملا۔

**اخوند درویش** | جب پشاور پہنچے تو وہاں ایک عالم بڑے عالم فاضل رہتے تھے جن کا نام اخوند درویش تھا۔ وہ ظاہری عالم تھے اور منکر سماع بھی تھے۔ لیکن سید علی قدس سرہ صاحب سماع تھے یعنی سماع بلا مزامیر (بغیر اجا) سنتے تھے۔ ایک دن آپ سماع میں مشغول تھے اور وہ بھی سماع بلا مزامیر تھا۔ صرف دف بجایا جا رہا تھا جس پر آپ رقص کر رہے تھے۔ اخوند درویش بھی احتساب کی خاطر وہاں پہنچ گئے اور حضرت سید علی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ لیکن آپ نے جب اپنے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو اخوند درویش اڑ کر کوہ قاف کے مشرق میں جا پڑے۔ (یہ کوہ قاف موجود ترکی کی سرحد پر ترکستان کے صوبہ کاشیہ میں واقع ہے) وہاں اخوند درویش کے ہاتھ پر بہت لوگ مسلمان ہوئے۔ آپ وہاں دس سال مقیم رہے اور دس دیتے رہے۔ اس عرصے میں روزانہ غیب سے ایک ہاتھ نظر آتا تھا اور فوراً گم ہو جاتا تھا۔ ایک دن اخوند درویش نے پہچان لیا کہ یہ ہاتھ حضرت سید علی کا ہے چنانچہ اس ہاتھ سے ٹک گئے اور انہوں نے کھینچ کر ان کو اپنے مقام پر واپس ڈال دیا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد اخوند درویش کو پھر جوش آیا اور احتساب کی خاطر پھران کے پاس پہنچ گئے۔ اتفاق سے حضرت سید علی اُس دن بھی مجلس سماع میں رقص کر رہے تھے۔ اخوند درویش نے ان کا ہاتھ

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ

ساتویں مجلس میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت محبوب الہی سلطان المشائخ آنحضرت کی پشت پر ایک نورانی پردے کے پیچھے تشریف فرما ہیں اور حسن و جمال کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ صبح جب حضرت شیخ کی مجلس میں گئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ رات کو کیا دیکھا۔ یہ سنتے ہی آپ نے دھوکے کر یہ منزل کہہ ڈالی ہے

نے دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم ہمہ سورقص لعل بود شب جائے کہ من بودم

اس سے ظاہر ہے بطون میں عوام پیشا رہیں اور ایک عالم دوسرے سے لطیف تر ہے۔

کپڑ کر بٹھانے کی کوشش کی لیکن حضرت سید علیؑ نے ہاتھ کو جھٹکا اور وہ اڑ کر پھر کوہ قاف میں جا پڑے اور دس سال وہاں رہے۔ اس کے بعد پہلے کی طرح ان کا ہاتھ نمودار ہوا اور اس کے ذریعے وہ دوبارہ اپنے وطن پہنچ گئے۔ اب کی دفعہ وہ تائب ہوئے اور حضرت سید علیؑ کی خدمت میں جا کر مرید بن گئے اور صاحب کمال ہوئے۔ اخوند درویشہ خلافت سے بھی مشرف ہوئے اور بے شمار لوگوں کو بعیت کیا۔ اگرچہ آپ درویش کامل تھے لیکن سماع کبھی نہ سنا۔ بلکہ آپ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں فتوے دیے ہیں کہ سماع حرام ہے سوائے اس شخص کے لیے جو میرے شیخ حضرت سید علیؑ کے مرتبہ تک پہنچ چکا ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ سید علیؑ خراسان اور پشاور کے علاقے میں پیر بابا کے نام سے موسوم ہیں۔

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا  
**توحید و جودی اور مولانا شاہ عبد الرحمن**  
 کہ قبلہ فلاں مولوی صاحب نے سلام عرض کیا ہے اور گزارش کی ہے کہ یہ جو کسی نے میری شکایت کی ہے کہ میں نے کتاب کلمۃ الحق کی تردید لکھی ہے اور حضور اقدس یہ سن کر رنجیدہ خاطر ہوئے یہ سراسر غلط ہے۔ میں نے ہرگز اس کتاب کی تردید نہیں لکھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا اگر کوئی شخص کلمۃ الحق کی تردید کرے یا نہ کرے مجھے اس سے کیا غرض۔ اس کے بعد فرمایا کہ شاہ عبد الرحمن صاحب نے بھی یہ غلطی کی ہے کہ توحید و جودی کو احکام دین ظاہر کا جزو قرار دے دیا ہے اور جو مشائخ عظام وحدت الوجود کے احفاد کے قائل ہیں مثل شیخ اکبر محی الدین عربیؒ اور مولانا عبد الرحمن جامیؒ وغیرہ اکابر صوفیا شاہ عبد الرحمن نے ان کی تردید کی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شاہ عبد الرحمن علوم ظاہری میں بھی بہت دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے وحدت الوجود کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جو شخص توحید و جودی کا قائل نہیں اس کی عورت مباح ہے (یعنی دوسروں کے نکاح میں آسکتی ہے) اور اس کا مال مال غنیمت ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا عبد العلی بھرا العلوم شارح مثنوی شریف بھی ان کے استادوں میں سے ہیں۔ اور یہ مولانا بھرا العلوم بڑے عالم متبحر اور درویش تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ لکھنؤ اور اس علاقے کے اکثر علماء کرام شاہ عبد الرحمن کے شاگرد ہیں چنانچہ



مولوی عبدالحی بھی بالواسطہ اُن کے شاگرد ہیں۔

## پیر تارک

اس کے بعد فرمایا کہ پشاور کے علاقے میں ایک اور شخص ابو زید روشن

نامی رہتا تھا جو اخوند درویش کا ہم زمان تھا۔ اخوند درویش نے اُسے

نہایت ذلیل و خوار کر رکھا تھا اور اُسے ابو زید روشن کی بجائے ابو زید تارک کے نام سے پکارتے

تھے۔ ابو زید بھی توحید و جہدِ جہرِیہ علانیہ کا قائل تھا۔ اور جو شخص توحید و جہدِ جہرِیہ کا

قائل نہ تھا اس کی بیوی کو اس پر حرام قرار دے کر دوسروں کے نکاح میں دے دیتا تھا اور اس

کے مال کو مالِ غنیمت قرار دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیتا

تھا۔ اور جو مسلمان توحید و جہدِ جہرِیہ کا علانیہ اقرار نہیں کرتے تھے ان کو وہ ذلیل و خوار کرتا تھا اور

ہندوؤں کو وہ کم آزار پہنچاتا تھا کیونکہ ہندو لوگ توحید و جہدِ جہرِیہ کے قائل ہیں۔ کتاب

دلبان مذاہب میں لکھا ہے کہ ابو زید روشن اور اس کے اصحاب کا عقیدہ یہ ہے کہ ابو زید اپنے

وقت کا نبی ہے۔ حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰ احمد مجتہد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت منتقل ہو

کر ابو زید کو ملی ہے۔ اس کتاب میں اس کی نبوت کو مستقل اور اہل اسلام کے بالمقابل قرار دیا گیا

ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ دلبان مذاہب کے مصنف کو یہ نہیں لکھنا چاہیے تھا۔

## مقبوس ۶۲: بوقت ظہر روزِ پنجشنبہ ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس ظہر کی نماز ادا کر کے بیٹھے تھے۔ اس روز

آپ نے اپنے چند خدام کو کسی غلطی کی وجہ سے دور کر

دیا تھا۔ بعض اصحاب کی سفارش پر وہ لوگ آئے اور قدموں پر سر رکھ کر معافی کے خواستگار ہو گئے۔

آپ نے ان کا سراپا اٹھا کر فرمایا کہ مبالغہ مت کرو۔ نیز اُن کے سر پر ہاتھ پھیر کر تسم فرمایا اور

معاف کر دیا۔ اور تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو گئے۔

اس کے بعد دربان نے آکر عرض کیا کہ قبلہ حضرت صاحبزادہ

محمد حیات مہاروی اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ

## حضرت اقدس کا انکسار

نے ایک خادم خاص کو ان کے پاس بھیج کر کہلایا کہ فی الحال میں ثواب صاحب کے اندرون خانہ جانے کے لیے تیار بیٹھا ہوں۔ جس طرح فرمان ہو۔ اس خادم خاص نے جا کر حضرت اقدس کا پیغام دیا۔ انہوں نے کہا کہ میری آرزو یہ ہے کہ میں حضور انور کی خدمت میں آج حاضر ہوں۔ اس آدمی نے واپس آکر یہ بات بتائی۔ آپ نے فرمایا اچھا جائیں۔ جب وہ اندر آئے تو حضرت اقدس نے ایک دو قدم آگے بڑھ کر اُن کے قدموں پر ہاتھ رکھا لیکن انہوں نے ہاتھ کپڑے اور معافہ کیا اس کے بعد حضرت اقدس اُن کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اور صاحبزادہ صاحب مرعبہ بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ بھی مرعبہ بیٹھ جائیں۔ آپ نے فرمایا میری عادت یہی ہے۔ مرعبہ بیٹھنے سے تھک جاتا ہوں۔ لیکن دو زانو بیٹھنے سے سرگز نہیں تھکتا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے اُن سے خیر و عافیت دریافت کی۔ صاحبزادہ صاحب نے بھی خیر و عافیت دریافت کی۔ کچھ دیر مختلف مضامین پر گفتگو کے بعد صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ اب حضرت قبلہ عالم کے آستان پر ایک عالیشان پختہ سرانے تعمیر ہو گئی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کس قدر رقم خرچ ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ آپ کے مرید ثواب صادق محمد خاں کو خوش رکھے۔ انہوں نے پچیس ہزار اور کئی سو روپے اپنے خزانے سے خرچ کمہ کے یہ سرانے بنوائی ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے دریافت فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم کے آستانہ کی ملحقہ عمارت بھی پرانی ہو گئی ہوگی۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا جی ہاں پرانی ہو گئی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ اس پرانی عمارت کو کس نے تعمیر کرایا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ حرم شریف کے احاطہ کی دیوار جو حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتان نے تعمیر کرائی تھی۔ وہ اسی طرح موجود ہے۔ اب احاطہ میں قدرے اضافہ ہو گیا ہے۔ اور روضہ مطہرہ۔ اور چاہ پختہ جو خانقاہ کے سامنے ہے اور مسجد شریف یہ مینوں چبڑیں آپ کے جد امجد حضرت قاضی محمد مائل قدس سرہ نے اپنی گرہ سے خرچ کر کے تعمیر کرائے تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا ہاں آپ صحیح کہتے ہیں۔ اور خانقاہ کے احاطے میں جو درخت ہیں وہ نواب حافظ بہاول خان لودی نے جو حضرت قبلہ عالم کے مرید تھے، لگائے تھے۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب نے باہر جانے کا خیال ظاہر کیا۔ آپ اٹھ کر چند قدم اُن کے ہمراہ تشریف لے گئے اور معافہ کر کے واپس مندر پر جا بیٹھے اور پھول سونگتے رہے۔



## مقبوس ۶۵: بوقت عصر برز شنبہ، ذیقعد ۱۳۱۲ھ

اس وقت حکیم اللہ بخش ساکن گوٹھ چنی جو حضرت خواجہ سلطان الاولیاء کے مرید تھے اور بہت ضعیف ہو چکے تھے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نماز عصر باجماعت ادا کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اب یہ شخص عالم غیب کے قریب پہنچ چکا ہے۔ کیونکہ اب تمام علانی دنیا سے فارغ ہو گیا ہے۔ فرمایا سبحان اللہ ہم نے حضرت سلطان الاولیاء کے جتنے مرید دیکھے ہیں خواہ وہ سچا ہوں نماز تہجد اُن سے فوت نہیں ہوئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ حکیم اب بھی زندہ رہنے کی آرزو رکھتا ہے۔ اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی۔

**حافظ جیون اور موت** | ایک شخص تھا جس کا نام حافظ جیون تھا۔ اُسے عبدالرحیم بھی کہتے تھے وہ شیدائی میں رہتا تھا اور حضرت سلطان الاولیاء کا مرید تھا۔ ایک دن وہ حضرت اقدس سے ایک کتاب کا سبق پڑھ رہا تھا۔ دورانِ سبق حضرت اقدس کی زبان مبارک سے یہ لفظ نکل گیا۔ ”متریں“ (یعنی تو مرجائے)۔ یہ سنتے ہی وہ کتاب بند کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت اقدس نے دریافت فرمایا سبق کیوں نہیں پڑھتے اس نے عرض کیا کہ کسی دوسرے عالم سے پڑھ لوں گا۔ اس وجہ سے کہ آپ کا کلام دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلتا ہے ہو کر رہتا ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کسی وقت اس غلام کو مار نہ دیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ فکر نہ کرو۔ میں نے ہنس کر کہا تھا۔ لیکن جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ حافظ جیون جب تک تم موت کو خود نہیں مانگو گے نہیں مروجے۔ اس سے اس کو تسلی ہوئی اور سبق پڑھنے لگا۔ اس کا نام حافظ جیون (زندہ رہنے والا) پڑ گیا۔ اس نے ایک سو سال عمر پائی اور عالم ضعیفی میں اس نے کافی تکلیف بھی اٹھائی۔ ایک دن اس نے اپنے تمام وارثوں اور رشتہ داروں کو جمع کر کے کہا کہ مجھے میرے شیخ نے وعادی تھی کہ جب تک تم موت طلب نہیں کرو گے ہرگز نہیں مروجے۔ اب میں اپنی رضا و رغبت سے موت طلب کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اُسی روز

عصر کے وقت فوت ہو گیا۔

### صوفی کا مالِ مباح ہے

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ قبلہ مولوی یار محمد دگر ساکن ٹپن منارہ نہایت متقی اور بے تعلق آدمی ہے اور درویشوں کے سے اوصاف کا مالک ہے۔ جو شخص اس کی کوئی چیز لے جاتا ہے وہ بُرا نہیں مانتا۔ یہ سُن کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دفعہ کوئی شخص حضرت شیخ حسام الدین متقی کا جوتا چرا لے گیا۔ لیکن اس کو کسی طریق سے معلوم ہو گیا کہ یہ حضرت شیخ کا جوتا ہے۔ چنانچہ اس نے جوتا لاکر آپ کے سامنے رکھا اور عرض کیا۔ میں آپ کا جوتا لے گیا۔ اب واپس کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قیمتاً دو تولے لوں گا۔ ورنہ لے جاؤ یہ تمہاری ملکیت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ حسام الدین نے شاید جوتا اس وجہ سے واپس نہ لیا ہو گا کہ آپ نے اپنا سارا مال وقف کر دیا تھا جو شخص جو چیز لے جاتا تھا۔ اس کی ملکیت ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ الصّوْفِیُّ مَالُهُ مُبَاحٌ (صوفی کا مال مباح ہے)

### وظیفہ

اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے یہ وظیفہ لکھ کر ایک آدمی کو دیا اور فرمایا کہ اس ترتیب سے پڑھا کرو۔ تجھے اجازت ہے :-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ - بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْ جَمِيعِ جَدِّی وَظَلَمِی وَاسْرَأْنِی عَلٰی نَفْسِی وَاتَّوْبُ إِلَیْهِ  
پار سو بار بعد از نماز فجر۔ اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِی قَلْبِی رَجَائُكَ وَاقْطَعْ رَجَائِی عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْا اَحَدًا غَیْرُكَ هَرَمَاز کے بعد پانچ بار۔ یا ذوالجلال والاکرام بعد از نماز فجر ایک ہزار ایک بار۔

مقبول ۶۶: بوقت ظہر روزِ شنبہ از یقعدہ ۱۳۱۷ھ

رفع وہم کے متعلق ایک رباعی | برکت علی قوال حاضر تھا۔ اس نے عرض کیا کہ



قبلہ وہی رباہی ایک دفعہ پھر ٹھہریں۔ آپ نے فرمایا۔

اے برادرِ عصائے تو وہم است کہ ہے رفتی از سر دیوار  
ورنہ ہنگامِ رفتنت بہ زمین زیر پا آیدت ہماں مستدار  
(اے بھائی یہ عصا جو تم نے لے رکھا ہے تیرے وہم کی وجہ سے ہے۔ تو خیال کرتا  
ہے کہ شاید گر جادوں کا لیکن عصا ہو یا نہ ہو چلتے وقت زمین کا وہی حصہ تمہارے قدموں  
کے نیچے آتا ہے جو دیوار پر چلنے سے آتا ہے۔

### مقبوس ۶۷: بوقتِ مغرب روزِ چہارِ شنبہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کسی نے عرض کیا کہ فلاں مسجد میں بہت سے مسافروں نے ڈیرہ لگا رکھا ہے اور گھر بنا کر  
بیٹھ گئے اور دنیاوی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ قیامت کے قرب کی  
علامت ہے کہ لوگ مساجد میں بیٹھ کر دنیاوی باتیں کرتے رہیں گے۔

### مقبوس ۶۸: بوقتِ عصر روزِ شنبہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

پہاڑوں کی خصوصیت | اس وقت نواب گنجیہ خاں ساکن چوٹی لغاریاں نے حاضر  
ہو کر حضرت اقدس کے قدموں پر سر رکھا اور قدم اور ہاتھ  
چوم کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ اس غلام کی دعوت قبول فرمائی جاوے۔  
حضرت اقدس نے سر ملایا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا ملک کوہستان ہے۔ وہاں پہاڑ سرد ہیں  
اور سرد ہوا چلتی ہے۔ اس لیے وہاں تمام مکانات گوشہ گزینی ہیں۔ آپ نے مقیم ہو کر فرمایا  
کہ پہاڑ تمام انبیاء علیہم السلام کی جائے رہائش ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام پہاڑوں ہی میں معیشت  
ہوئے ہیں۔ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پہاڑوں میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم  
علیہ السلام بھی ملک شام کے پہاڑی علاقے میں پیدا ہوئے تھے۔ باقی انبیاء علیہم السلام بھی عرب

اور شام میں پیدا ہو کر پہاڑی علاقوں میں قیام پذیر ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے کربیکوں کی قیام گاہ پہاڑ چولستان (رگستان) ویرانے اور بیابان ہوتے ہیں۔

## مقبوس ۶۹: بوقت عصر بروز شنبہ ۱۶ ذیقعد ۱۳۱۲ھ

آپ نے عصر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور مجلس گرم ہو گئی۔ کافی لوگ جمع تھے اور ہر شخص اپنے عرض معروض پیش کر رہا تھا۔ اس اثنا میں ایک شاعر بنام محمد حسین ساکن گوٹھ چنی نے آداب بجالا کر حضرت اقدس کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا۔ آپ سر مبارک نکال کر کے سنتے رہے۔ اس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں :-

چرا نہ نام مبارک بود مبارک فال      چرا نہ رقص نماید ہوئے نامہ غزال  
چرا نہ خامہ مرا مشک میدہد بجهان      چرا نہ آب برد شعر من ز آب زلال  
چرا جو شہد نباشد سخن مرا شیریں      کہ ہست از مدح قد خواجہ مالا مال  
جناب خواجہ فرید الزمان ملک الفقر      کہ نیست ہمش اندر جو ب شرق و شمال  
بدور آخر قطب است یا کہ غوث زماں      کہ دیدہ ہیچ ندیدہ چو او دگر بخیال  
چوں سیر معرفت اورا فرار لاہوت است      چناں بسایہ جہش چو بیضہ مانہ یال  
حضرت اقدس نے اس شاعر کو بارہ روپے نقد عطا فرمائے۔

## مقبوس ۷۰: بوقت عصر بروز چہار شنبہ ۱۸ ذیقعد ۱۳۱۲ھ

غلام نرگس مست تو تاجدار اند      حضرت اقدس نماز عصر فارغ ہو کر تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے اور لوگ حلقہ باندھے حضرت کے گرد بیٹھے تھے کہ شاہزادہ مرزا احمد اختر خوسلا طین دہلی کی اولاد میں سے تھے آئے۔ اور وسط مجلس میں دست بستہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ چونکہ حضرت اقدس تلاوت میں مشغول تھے۔ وہ کافی



دیر بٹھہرے رہے۔ حاضرین مجلس نے حضرت اقدس کے خوف سے زیر لب کہا کہ تشریف رکھیں لیکن وہ کھڑے رہے۔ آواز سن کر حضرت اقدس نے دیکھا تو قرآن شریف بند کر کے سرفہ کھڑے ہو گئے مرزا احمد اختر نے پاؤں مبارک پر گر کر بوسہ دیا اور کافی دیر سر قدموں پر رکھ کر پڑے رہے اور گریہ کرتے رہے۔ اس کے بعد اٹھ کر ہاتھ مبارک چومے اور حضرت اقدس نے ان کو بغلیں فرمایا اور حضرت اقدس دوبارہ تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ تلاوت سے فارغ ہو آپ نے خیر و عافیت دریافت کی۔

انہوں نے آداب بجالا کر انتیں نئے کتاب مناقب فریدی کے پیش کیے۔ وہ حضرت اقدس کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے جمع کر کے ابھی طبع کرائے تھے۔ حضرت اقدس نے قلم فرما کر خادم کتب خانہ کو حکم دیا کہ کتب خانے میں رکھ دو۔

## مقبول: بوقت عشاء بروز شنبہ ۲۴ ذیقعد ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس وظائف میں مشغول تھے اور حاضرین مجلس لعنت کہنا سخت برا ہے حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ ادوج مغلاں کے چند اشخاص جو مذہب امامیہ رکھتے تھے بھی موجود تھے۔ ان میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ قاضی خدا بخش ادوجی شریف کے تمام مفادیم و سادات کو کافر کہتا ہے۔ ہم سب اس سے تنگ آ گئے ہیں دوسروں کو کافر کہنا کہاں جائز ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا ہاں کسی پر لعنت بھیجنا بھی جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ یزید بن معاویہ پر بھی جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے آدمی پر لعنت بھیجے جس کے وہ لائق نہیں تو وہ لعنت آسمان پر جاتی ہے اور آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہ لعنت پھر لعنت کرنے والے پر آ کر گرتی ہے۔ اس کے بعد اس سب نے کہا کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً اصحاب ثلاثہ کے متعلق کچھ نہیں کہتے۔ البتہ عشہ و محرم الحرام میں ہم لوگ ماتم کرتے ہیں اور یزید کی مذمت کرتے ہیں اور مروان کو بھی گایا دے دیتے ہیں

کیونکہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی کی تحریک مروان ہی نے شروع کی تھی۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مروان بھی صحابی نہیں ہے۔ اس

## کیا مروان صحابی تھے

نے کہا کتابوں میں تو لکھا ہے کہ مروان صحابی تھا۔ اور کچھ عرصہ

کاتب وحی بھی رہا ہے۔ جب اس نے کتابت قرآن کے دوران ”آل عمران“ کی بجائے

”آل مروان“ لکھا تو آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مدینہ منورہ سے نکال کر تین میل دور

بیجھ دیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اُسے مزید تین میل دور کر دیا۔ حضرت

عمرؓ نے اپنے زمانے میں اُسے تین میل اور دور دیکھل دیا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی اُسے

تین میل مزید دور کیا اور اس کی کل مسافت بارہ میل ہو گئی۔ یہ سن کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس

قسم کے قصے اگر کسی مغیر کتاب مثل مدارج النبوت اور معارج النبوت میں دکھا دو تو ہم تسلیم کر

لیں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجھے تو یہ یاد پڑتا ہے کہ حکم کو آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

مدینہ منورہ سے باہر نکالا تو اس وقت حکم کے گھر مروان پیدا ہوا۔ اور یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ

ہے۔ ہجرت کے بعد آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال مدینہ منورہ میں بسر فرمائے۔ پس

اس قلیل مدت میں مروان کس طرح بڑا ہوا اور کاتب وحی بنا۔ اور مدینہ سے نکلا لگیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ مروان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عم زاوہ (چچا زاد بھائی) ہے۔

کیونکہ حکم حضرت عثمانؓ کا حقیقی چچا تھا اور مروان حکم کا بیٹا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مروان کے متعلق

بخاری شریف میں حدیث بھی آئی ہے کہ انور غتہ ابن انور غتہ۔

•

## حضرت علیؓ کے متعلق ایشیہ کے حضرت اقدس سوالات

اس کے بعد اُسی سید نے

عرض کیا کہ یا حضرت لوگوں میں یہ مشورہ ہے کہ لا تتحرك ذرة إلا بإذن الله (اللہ

کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا) کیا یہ حدیث قدسی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ

چیز مشہور تو بہت ہے لیکن کتب معتبر میں نظر نہیں آئی۔ اس نے کہا ممکن ہے کہ یہ اہل عرب

کا محاورہ یا مقولہ ہو۔ آپ نے فرمایا شاید یہی ہو۔ اس کے بعد اس سید نے عرض کیا کہ۔

ناد علیا مظهر العجايب تجدد عوالم في النوايب كل



ہم و عنہم سینجائی بنو تک یا محمد بولاتیٹ یا علی  
اہل سنت و جماعت کی کتابوں میں نہیں ہے لیکن اہل شیعہ کی کتابوں میں درج ہے۔ کیا یہ حدیث  
ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر حدیث ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اَنتَ مِثِّی و  
اَنتَ مِثِّکَ وَاَنتَ مِثِّی بِمَنْزِلَہِ ہارون (تو مجھ سے اور میں تجھ سے اور  
تو مجھے بمنزلہ ہارون بادشاہ کے عہد السلام ہے) اور اس قسم کی دوسری احادیث حضرت علی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ اس لیے اگر ناد علیاً حدیث ہو تو بعید نہیں۔ اس کے بعد  
اس سید نے عرض کیا کہ اس مثنوی شریف کے کیا معنی ہیں۔

ادخدا و انداخت بر روئے علی افتخار ہر بنی و ہر ولی  
(اس کافر) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ مبارک پر تھوک دیا۔ وہ علی شجاع بنی و ہر ولی  
کے لیے باعثِ فخر ہے)

کیا اس شعر کے الفاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا ثبوت نہیں ملتا جیسا کہ شیعہ عقائد میں ہے۔ آپ نے  
فرمایا کہ ایک دائرہ نبوت ہے اور دوسرا دائرہ ولایت۔ دائرہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

علی افتخار ہر بنی و ہر ولی سے یہ مطلب کیسے نکالا جاسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہر بنی و ہر ولی  
سے زیادہ بلند تھا۔ عرفِ عام میں جب ایک بچے کو فخر خاندان کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب  
ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ اس کا اپنے خاندان کے ہر فرد سے مرتبہ بلند ہے۔ اسی طرح جب  
کسی شخص کو فخر قوم یا فخر ملک کہا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ شخص  
ساری قوم اور سارے ملک میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا کہ قوم یا  
ملک یا خاندان اس شخص پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ اسی طرح جب کسی بیش بہا  
چیز کی ملکیت پر اس چیز پر مالک فخر کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ چیز  
اس آدمی سے بہتر ہے۔

ختم ہو جاتا ہے۔ اور دائرہ ولایت حضرت علیؑ سے شروع ہو کر امام مہدی علیہ السلام پر ختم ہوگا۔ پس چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبداء دائرہ ولایت ہیں۔ اس لیے آپ کی شان بہت بلند ہے اور لفظ افتخار سے مراد مباہات ہے نہ یہ کہ ان کا مرتبہ ہرنی سے زیادہ تھا۔ لفظ ہرنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ لہذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت علیؑ کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ بلند تھا۔ اس قسم کے مباہات حدیث میں اکثر واقع ہوئے ہیں۔

اس کے بعد اس نے عرض کیا کہ آیا علم جعفر آپ کے خاندان میں مسلسل چلا آ رہا ہے علم جعفر | یہ سُن کر آپ خاموش رہے۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضور حضرت فخر الاولیاء (حضرت خواجہ صاحبؒ کے بڑے بھائی اور شیخ) سے دریافت کیا کہ یا حضرت اہل سنت و جماعت کے نزدیک علم جعفر، نجوم اور علم رمل منسوخ ہے۔ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ علم جعفر ایک راز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوا اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے ذریعے عالم حجاب سے عالم ظہور میں آیا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہاں علم جعفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولوی نصیر بخش جو حضرت شیخ المشائخ محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے علم جعفر جانتے تھے اور اکثر وہی ہوتا تھا جو وہ بتلاتے تھے۔ لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے علم جعفر کہاں سے سیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ علم مجھے میرے پیر و دستگیر نے خواب میں سکھایا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ تو بڑا علم ہے آپ نے خواب میں کس طرح سیکھ لیا۔ انہوں نے کہا کہ خواب میں مجھے اس سے بھی زیادہ باریک بحثے بتائے گئے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب مولوی مذکور کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا کہ فلاں طالب علم کو بلاؤ۔ میں یہ جو بہ غریب اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا۔ اس کو بتاؤں گا لیکن وہ حاضر نہ تھا۔ اس کے بعد انہوں نے دوسرا طالب علم طلب کیا وہ بھی موجود نہ تھا۔ اس کے بعد تیسرا طالب علم بلایا وہ بھی موجود نہ تھا۔ آخر وہ اسی طرح فوت ہو گئے اور وہ علم اپنے ساتھ لے گئے۔



## مقبول ۲: بوقت عشرِ پنجشنبہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

### دعا کا نیا طریقہ

حضرت اقدس نمازِ عشر سے فارغ ہو کر وظائف میں مشغول تھے۔ اس وقت آپ اپنے بازو گردن کے گرد ڈال کر بیٹھ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دعا مانگ رہے ہیں۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ بعض اوقات اس طرح دعا مانگا کرتے تھے۔ غرضیکہ اس حالت میں آپ کمال استغراق میں مستغرق ہو گئے۔ ہر شخص اپنے خیال میں بیٹھا تھا لیکن یہ احقر حضرت اقدس کے جمال کی طرف متوجہ تھا اور حضرت اقدس کی متابعت میں بازو گردن میں ڈال کر دعا مانگنے لگا۔ اس کے بعد آپ نے متعارف طریق پر دعا مانگی۔ اس وقت مجلس میں ایک بڑا بچہ نمودار ہوا اور لوگوں نے اسے ماریا لیکن کمال استغراق میں حضرت اقدس کو مطلق تجربہ ہوئی۔ بعد میں جب لوگوں نے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے کیا کیا۔ عرض کیا گیا کہ بچہ کو مار دیا ہے۔

### حضرت خواجہ صاحب کی انگریزی دانی

اس کے بعد تبیغ پلنگ کے پایے نکال کر آپ ذکرِ جہری لا الہ الا اللہ میں مشغول ہو گئے۔ پھر الا اللہ کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے میاں فضل الحق صاحب منگروی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ نے انگریزی میں خط لکھا کس طرح سیکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس طرح۔ آپ نے فرمایا اب کچھ لکھو۔ چنانچہ انہوں نے چند سطور لکھ کر پیش کیں۔ حضرت اقدس نے پڑھ کر فرمایا کہ آپ نے یہ شعر لکھا ہے۔

آرزو دارم کہ خاکِ آں قدم تو تیا ئے چشم سازم و بدم  
(میری آرزو یہ ہے کہ آپ کے قدموں کی خاک کا سرمہ بنا کر آنکھوں میں لگاؤں)  
اس کے بعد آپ نے تبیغ رکھ کر اپنے ہاتھ سے انگریزی میں لکھا اور میاں صاحب کو دے کر فرمایا کہ پڑھو۔ انہوں نے پڑھ کر عرض کیا کہ قبلہ آپ نے یہ شعر لکھا ہے۔  
آنکہ خاکِ رابطہ نہ کیما کنند سگِ را ولی کنند و گس را ہما کنند

( وہ ایسے لوگ ہیں جو ایک نظر سے خاک کو سونا بتاتے ہیں ۔ کتے کو دلی اور کتھی کو  
ہما بنا دیتے ہیں )

اس سے حضرت اقدس خوش ہوئے اور تھوڑا سا وظیفہ ذکر جبری جو باقی رہ گیا تھا پورا کر کے فارغ  
ہو گئے ۔ اور دوسرے وظائف میں مشغول ہوئے ۔ تمام وظائف سے فارغ ہو کر آپ نے اپنے  
سیلے پر دم کیا اور انگلیوں پر بھی دم کر کے اپنی آنکھوں اور ریشہ پر ہاتھ پھیرے ۔  
اس کے بعد میاں صاحب مذکور نے چند سطور مزید انگریزی میں لکھ کر پیش کیں ۔ آپ نے  
پڑھ کر فرمایا کہ یہ مصرعہ کھا ہے ۔

شاہاں چہ عجب گر نوازند گدا را گاہے بگاہے  
( بادشاہوں کے لیے کیا مشکل ہے کہ ایک گدا پر نظر عنایت فرما کر نوازیں )  
اس کے بعد حضرت اقدس نے خود تحریر فرمایا اور میاں صاحب نے پڑھ کر کہا کہ یہ کھا ہے  
ہر چند نیم لائق درگاہ سلاطین نوید نیم نیز شاہاں چہ عجب گر نوازند گدا را گاہے بگاہے  
( اگر بادشاہوں کے دربار کے قابل نہیں ہوں لیکن نا امید بھی نہیں ہوں اس لیے کہ  
بادشاہوں کے لیے گدا کو نوازنا مشکل نہیں )

اس کے بعد برادرم مولوی غلام احمد اختر سے فرمایا تم بھی لکھو ۔ انہوں نے لکھنا  
شروع کیا تو آپ نے ازراہ شفقت فرمایا کہ ” ایں میاں اوجہا مست “ اور اُسی شب برادرم  
مولوی غلام احمد اختر حضرت اقدس کے دربار سے ” اوجہا “ کے لقب سے سرفراز ہو گئے ۔  
جاننا چاہیے کہ ہندی زبان میں ” اوجہا “ معلم یا استاد کو کہتے ہیں ۔ اس کے بعد اُن کے  
نوشتہ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ کھا ہے ۔

تا سجدہ ماقبول کردی خجل است از خط جبین ما شعاع خورشید  
( جب سے تو نے میرا سجدہ قبول کیا ہے میری پیشانی کے نور سے  
سورج شرمندہ ہے )

اس پر حضرت اقدس خوش ہوئے ۔



## مقبوس ۳: بوقت ظہر بروز جمعہ ۲۷ ذیقعد ۱۳۱۲ھ

عمل برائے دفع طاعون اور وبا | حضرت اقدس نے فرمایا کہ لو اب صاحب بہاولپور کے حرم نے مجھ سے وبا طاعون کے دفعیہ کے لیے دعا طلب کی ہے۔ میں نے دعا اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی تھی لیکن چونکہ یہ دعا فارسی میں لکھی تھی۔ ان کے لیے پڑھنا مشکل ہو گیا ہے۔ اب کوئی شخص عربی خط میں لکھ دے تاکہ آسانی سے پڑھی جاسکے۔ چنانچہ برادر م غلام احمد اختر نے دو دعائیں خوشخط لکھ کر دیں۔ حضرت اقدس نے پڑھ کر فرمایا کہ لفظ خد یح خاں مفتوح (زبر) اور دال مکسور ہے لیکن آپ نے ما پر ضم اور دال پر زبر لگائی ہے۔ اسے درست کر دو۔ دُعا ئے لی ختمتہ یہ ہے :-

لی خمسة اطفی بها حار الوباء الحاطمة المصطفیٰ  
والمرتضیٰ وابلہما والفاطمہ۔

اور دوسری دعا یہ ہے :-

اَللّٰهُمَّ يَا دِي الْوَلَاءِ يَا سَامِعَ الدَّعَاوِ يَا كَاشِفَ  
الضَّرِّ وَالْبَلَاءِ اصْرِفْ عَنَّا شَرَّ الطَّاعُونِ وَالْمَقَاجَاتِ  
وَالْوَبَالِحِقَنِ الْمَصْطَفِيِّ وَعَلَىٰ الْمَرْتَضَىٰ وَفَاطِمَةَ  
الزَّهْرَةِ وَحَنْدِيجَةَ الْكَبْرَىٰ وَالْعَائِشَةَ الْحَمِيرَا  
وَهَلَلِ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ حَنِيْزِ خَلَّتْهُ وَنُورِ عَرْشِهِ مُحَمَّدٍ  
وَعَلَىٰ آلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

تسبیح کے وقت بندہ راقم نے عرض کیا کہ مجھے یہ دعائیں پڑھنے اور عمل کرنے کی اجازت عطا فرمائی جاوے۔ آپ نے فرمایا اجازت ہے۔ بندہ نے عرض کیا کتنی بار پڑھنا چاہیئے۔ فرمایا ہر دعا ہر نماز کے بعد پانچ بار پڑھی جائے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو چوبیس گھنٹے میں پانچ بار پڑھ

اس کے بعد کتاب فوائد الفوائد  
(مصنفہ حضرت امیر حسن علی

اولیاء کے لیے کرامت چھپانا فرض ہے

نخری مرید حضرت محبوب الہیؒ، کھول کر احقر نے ایک مقام کی شرح دریافت کی۔ آپ نے کتاب دیکھ کر یہ ترجمہ کیا :-

” اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کرام کو کرامت چھپانے کا اُسی طرح حکم فرمایا جس طرح انبیاء علیہم السلام کو معجزہ ظاہر کرنے کا۔ پس جو شخص کرامت ظاہر کرتا ہے فرض کا تارک ہے۔“

مراتب سلوک | اس کے بعد فرمایا کہ سلوک کے لیے ایک سو مراتب مقرر کیے گئے ہیں اور سترھواں مرتبہ کشف و کرامات کا ہے جو شخص اس مقام

میں رہ جاتا ہے باقی تراسی مراتب تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے بعد فرمایا جس شخص کی روحی قوت غالب ہوتی ہے۔ اس سے کرامات صادر ہوتی ہیں۔ جو شخص اس سے خوش و خرم ہوتا ہے وہ سلوک کے باقی مراتب کو نہیں پہنچ سکتا۔

مقبوس ۲۷ : بوقت عشر بر رخصتینہ ذوالحجۃ ۱۳۱۲ھ

طریق بیعت | حضرت اقدس و طائف میں مشغول تھے اور تمام لوگ گرد آکر دعا موش بیٹھے تھے بعد و طائف دعا مانگی اور مرید ہونے والے چار اشخاص کو

اپنے پاس بلا کر سامنے بٹھایا اور مراقب ہو کر کچھ آہستہ آہستہ پڑھا۔ اس کے بعد سزا پر اٹھا کر ایک آدمی کو بیعت فرمایا۔ آپ نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے اور سر نیچے کر کے آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد سزا پر اٹھایا اور مرید کے ہاتھ بدستور اپنے ہاتھوں میں رکھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھو۔ اس آدمی نے حضرت اقدس کے ساتھ کلمہ پڑھا۔ اس کے بعد اُسے فرمایا کہ کہو میں توبہ کرتا ہوں ہر گناہ سے۔ توبہ کرتا ہوں ہر گناہ سے۔ توبہ کرتا ہوں ہر گناہ سے۔ مرید نے یہ



کلمات تین بار دہرائے۔ اس کے بعد آپ نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیے اور دوسرے آدمی کے ہاتھ پکڑ کر اُسے بیعت فرمایا۔ اسی طرح چاروں آدمیوں کو بیعت فرمایا۔ لیکن چوتھا آدمی چونکہ نابالغ تھا۔ آپ نے اس سے توبہ نہ کرائی اور نہ اُسے وظیفہ تلقین فرمایا۔ باقی تین آدمیوں کو آپ نے توبہ کے بعد نماز کی تاکید فرمائی اور وظائف بھی تلقین فرمائے۔ وظیفہ یہ تھا۔ ہر نماز کے بعد سورۃ اخلاص دس بار اور درود شریف دس بار لیکن نماز عشاء کے بعد سورۃ اخلاص اور درود شریف کے علاوہ کلمہ طیبہ ایک سو بار پڑھنے کو کہا۔ اس کے بعد اس لڑکے نے حضرت اقدس کے سامنے سجدہ کیا۔ آپ نے قسم کھاتے ہوئے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے بعد ان مریدین نے بتائے تقسیم کیے۔

## مقبوس: بوقتِ وپہرِ ربِ زنجبٹنبہ ذوالحجہ ۱۳۱۲ھ

مجلس سماع | آج حضرت قبلہ عالم مہاروی رضی اللہ عنہ کے عرس کی تقریب تھی۔ حضرت اقدس مجلس میں تشریف فرما تھے۔ صوفی حضرات بھی کافی تعداد میں جمع تھے۔ قوالوں کی دو چوکیاں موجود تھیں۔ پہلی چوکی کو قوال کا حکم ہوا۔ انہوں نے چند نعمات گائے جس سے حضرت اقدس کو کچھ گریہ ہوا اور باقی صوفی بھی محظوظ ہوئے۔ اس کے بعد دوسری چوکی کو ارشاد فرمایا انہوں نے یہ اشعار فارسی اور ہندی کے گائے۔ جس سے حضرت اقدس پر گریہ طاری ہو گیا اور ضحک مجلس میں کافی ذوق و شوق پیدا ہوا۔ چند صوفیوں کو حال آیا اور انہوں نے اٹھ کر رقص کیا۔ اشعار درج ذیل ہیں :-

- ۱۔ عارف اسرار پہنا نیم ما      حاکم اقیم عسرافانیم ما
- ۲۔ ماگدایا نیم لیکن تاج بخش      ہم بمک فقر سلطانیم ما
- ۳۔ ما بہت خانہ خدار اساجیم      ہم بحبہ بت پرستانیم ما

(۱) ہم مخفی اسرار و رموز کے جاننے والے ہیں۔ اور ملک عرفان کے باو شاہ ہیں۔  
(۲) ہم فقیر ہیں لیکن تاج بخشے والے فقیر ہیں اور فقر و درویشی کے ملک میں ہم سلطان ہیں۔

(۳) ہم بُت خانے میں بھی خدا کو سجدہ کرتے ہیں اور کبھی میں بُت پرستی کرتے ہیں۔ یعنی محبوب حقیقی کی پرستش کرتے ہیں۔

ترک من اے من غلام روئے تو جملہ ترکانِ جہاں ہندوئے تو  
(اے محبوب میں تیرے روئے زیبا کا غلام ہوں۔ بلکہ دنیا کے جملہ محبوبان تیرے غلام ہیں۔ ہندو بمعنی غلام)

دل ز تن بروی و در جانی ہنوز درد با دادی و در مانی ہنوز  
ملکِ دل کردی خراب از تیغِ ناز و ندرائ ویرانہ سلطانِ ہنوز  
ہر دو عالم قیمتِ خود گفتہ نرخِ بالا کن کہ ارزانی ہنوز  
(۱) اے دوست تو نے میرے جسم سے دل نکال لیا ہے لیکن پھر بھی تو میری جان کے اندر بس رہا ہے۔

(۲) تو نے میرے دل کے ملک کو تیغِ ناز سے برباد کر دیا ہے اور پھر اس ویرانے میں تو بادشاہ ہے۔

(۳) اے محبوب تو کہتا ہے کہ دونوں جہانِ قربان کر دو تب لوں گا۔ اب بھی ستے ہو ذرا نرخ زیادہ کرو۔

اس کے بعد چند ہندی اشعار گائے گئے۔ اس کے بعد حضرت امدادی کا مشہور سلام:-

اے مہ خوش لقاسلام علیک  
پڑھا گیا۔ اور ختم کے بعد حضرت اقدس اپنے خاص مجرہ میں مشغول ہو گئے۔

## مقبول: بوقتِ چار روزہ پنچینہ از وچ ۱۳۱۲ھ

آج حضرت محبوب الہی خواجہ خدا بخش صاحب کے عرس کا پہلا دن تھا۔ قوال محفل سماع کی تین چوکیاں حاضر تھیں۔ ایک چوکی چاڑھاں شریف کی تھی۔ دوسری بہاروی، اور تیسری شیدائی شریف والی۔ یہ تینوں چوکیاں تمام عرائس پر حاضر ہوتی ہیں۔ کبھی کبھی



دوسرے مقامات مثلاً اجیر شریف سے بھی قوال آجاتے ہیں۔ کبھی میاں برکت علی بھی مجلس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ حضرت اقدس کے حکم سے باری باری گاتے ہیں اور حضرت اقدس روپوں کی مٹھیاں بھر کر ان کو عطا فرماتے ہیں۔ غرضیکہ مجلس سماع تیار ہو چکی تھی کہ قطب الموحیدین حضرت خواجہ محمد بخشؒ بھی تشریف لائے۔ حضرت اقدس چاچڑاں سے ڈولی میں سوار ہو کر اور دریا کو کشتی کے ذریعے عبور فرما کر کوٹ مٹھن شریف پہنچے تھے اور نماز عید الاضحیٰ راتے میں یعنی بیٹ میں ادا کی تھی۔ آپ آتے ہی پچھلے روضہ اقدس کے اندر زیارت مشائخ کے لیے چلے گئے۔ زیارت سے فارغ ہو کر آپ باہر تشریف لائے اور مجلس میں شمال کی جانب بیٹھ گئے۔ حضرت قطب الموحیدین نے اٹھ کر حضرت اقدس کی ران پر سر رکھا اور گریہ کرنے لگے۔ حضرت اقدس نے کمال شفقت سے اپنا ہاتھ ان کی پشت پر پھیرا۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب اٹھ کر چلے گئے۔ اب حاضرین مجلس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمام بے ریش اور نابالغ بچے اٹھ کر چلے جائیں۔ اور سماع خانہ کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ صرف دو دروازے کھلے رکھے جائیں۔ ایک شمالی دوسرا جنوبی۔ خادموں نے حکم کی تعمیل کی اور قوال شروع ہو گئی۔ چاچڑاں قوالوں نے یہ غزل شروع کی۔

منزلِ عشق از مکملے دیگر است      مرداں را نشانے دیگر است  
بر سہ بازار صرافانِ عشق      زیر ہر در سے جوانے دیگر است۔  
احمد جامؒ

(۱) عشق کی منزل ہر مکان اور ہر مقام سے جدا ہے اور مرد راہِ عشق یا مرد راہِ حق کا نشان اور ہے۔

(۲) صرافانِ عشق کے بازار میں ہر در کے نیچے نیا جوان ہے یعنی کو چہ عشق میں جان قربان کرنے والوں کی ہر محفل اور ہر آن نئی شان نئی آن اور نئی بان ہے (۱) یاد رہے کہ مولانا احمد جامؒ کی اسی غزل کے ایک شعر یہ ہے۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را      ہر زمان از غیب جان دیگر است  
پر قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کا کی چاروں مسلسل وجد و رقص کرنے کے بعد وصال فرمایا۔ ان اشعار پر صوفیان اہل جہا کو جدا آیا۔ بندہ پر بھی گریہ طاری رہا۔ صوفیوں

کی متابعت میں ساری مجلس کھڑی ہو گئی، لیکن حضرت خواجہ صاحب نے اپنے سامنے خادموں کی قطار کھڑی کر لی اور اس کے پیچھے بیٹھے رہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بھی اس قطار میں کھڑے تھے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت اقدس پر **عظیم** کیفیت وارد ہوئی اور آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ چنانچہ آپ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے جس سے آپ کے سر سے ٹوپی بھی گر گئی اور ایک خادم نے کمال ادب سے اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی۔ کافی دیر رقص کے بعد آپ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد قوالوں نے یہ دو ہڑاکا سے

جے اکھاں تولں دُسا ناہیں تجھ بن ہو کر دُسا

جے اکھاں تولں دُسا ہیں پھر روپ ڈساواں کُسا

جدا ظاہر باطن ڈکھاں تو ظاہر باطن تسدا

اس بہر پے یار کنوں دل گامن مول نہ وسدا

آخری مصرعہ پر حضرت خواجہ پر بہت گریہ طاری ہوا۔ اس کے بعد حضرت اقدس کے حکم سے ہبار دی قوالوں نے گانا شروع کیا۔ اشعار یہ تھے

میں نہیں لائق صاحبان مرزا ہے بچال

مرزا دی شان عظیم کون جان کی سیال

آپے چاہر یو بیل تے کیتے قول اقرار

لگڑی توڑ بہاوندی اسے کر لاندی چال

کو لبم اللہ صاحبان یس سبق قرآن

صورت، مرنے یار دی یس الف پہچان

کیتاں اوسی تھیں وحدت آن ظہور

جتھ دل نظران بھال دی تس دل دُسا نور

صاحبان رات معراج دی صا نڈل وچ رہی

مرزا دی لقا تولں کیتس رب سہی

نہ اے کلمہ کفر ہے نہ اے ترک ادب میں مرزا دی بندی ہاں مرزا میرا رب



ان اشعار پر حضرت اقدس پر بہت گریہ طاری ہوا اور قوالوں کو بہت عطیات نصیب ہوئے  
 اس کے بعد مولود شریف پڑھا گیا۔ مولود شریف کے بعد حافظ صاحب نے ختم شروع کیا۔ جب  
 آیت مَسَاكِنُ مُحَمَّدٍ پر پہنچے تو حضرت اقدس نے انگوٹھوں کے ناخن چوم کر آنکھوں پر  
 رکھے اور لفظ خَاتَمُ النَّبِیِّینِ تک اسی حالت میں رہے۔ اس کے بعد دُعاے خیر ہوئی  
 اور حضرت اقدس حجرہ خاص میں جا کر مشغول ہو گئے۔ عصر کی نماز حجرہ میں ادا کر کے آپ دوبارہ مجلس  
 میں تشریف لائے۔ مخلوق بے انداز تھی اور سب لوگ قدم بوسی اور زیارت سے مشرف ہو رہے  
 تھے اور حسب حیثیت نذر پیش کر رہے تھے۔ اکثر لوگ اپنے مقاصد بیان کر رہے تھے۔ ایک  
 شخص نے وظیفہ کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ہر نماز کے بعد ایک سو بار کلمہ طیبہ پڑھا کر وہ اس  
 کے بعد مغرب کی آذان شروع ہوئی اور اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ پر آپ نے اسی  
 طرح انگوٹھوں کے ناخن چومے اور آنکھوں سے لگائے۔ آذان کے بعد حضرت اقدس نے خود  
 اقامت پڑھی اور نماز شروع ہو گئی۔ اس کے بعد آپ روضہ مبارک کے اندر چلے گئے۔ اور کافی  
 دیر کے بعد باہر آ کر گھر چلے گئے۔

## مقبوس: بوقت چاشت جمعہ الفوج الحج ۱۳۱۲ھ

مجلس سماع | آج حضرت محبوب الہی کے عرس کا دوسرا دن تھا۔ حضرت اقدس اور حضرت  
 صاحبزادہ صاحب موجود تھے۔ قوال ہو رہی تھی اور صوفی حضرات جوش و خروش  
 میں تھے۔ حضرت قلب الموصدین پر مصرعہ ذیل :-

چھڑیاں لوگو چھڑیاں بھینیں نین (اے لوگو بھیاں یعنی بھینیں چرنے کو نکل  
 گئیں) پر گریہ طاری ہو گیا۔ لیکن حضرت اقدس پر ساری مجلس کے دوران استغراق کا غلبہ رہا۔ جب  
 کوئی صوفی اٹھ کر قص کہتا تو حضرت اقدس اس کی متابعت میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب ایک  
 عزیز کافی دیر تک رقص و وجد میں مشغول رہا تو حضرت اقدس تھک گئے اور اپنے سامنے خادموں کی  
 قطار بنا کر بیٹھ گئے۔ جب وہ صوفی بیٹھ گئے تو قطار کو ختم کر دیا گیا۔ اس کے بعد ختم پڑھا گیا اور دعا

انگی گئی۔ دُعا کے بعد حضرت اقدس نماز جمعہ کے لیے مسجد تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد گھر تشریف لے گئے اور عصر کے بعد باہر تشریف لاکر مسجد میں بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت قطب المودین میاں حافظ محمد صاحب حاجی پوری اور میاں کرم الدین صاحب ساکن پراہاں۔ مولوی حامد صاحب شیدائی اور دوسرے اکابر موجود تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کا انجمن تھا اور حضرت اقدس کی زیارت کے لیے لوگ ایک دوسرے پر گھر رہے تھے۔ اگرچہ خادم لوگ ہجوم کو روک رہے تھے لیکن ہر شخص موقعہ پا کر قدم بوسی کر لیتا تھا۔ بعض لوگ اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھ دیتے تھے اور حضرت اقدس کمال شفقت سے ان کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ جو شخص مراد طلب کرتا تھا آپ اس کی حاجت براری کرتے تھے۔ تعویذ مانگنے والوں کو تعویذ عطا فرما رہے تھے۔ خیرات مانگنے والوں کو روپیہ پسید عطا کر رہے تھے اور وظیفہ طلب کرنے والوں کو وظائف تلقین کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ مغرب کی نماز کا وقت آگیا۔ نماز باجماعت پڑھ کر چراغاں کا مشاہدہ کرنے کے لیے آپ روضہ اقدس کے اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد گھر تشریف لے گئے۔ آپ مجلس چراغاں میں شریک نہیں ہوتے۔ لیکن باقی لوگ مجلس میں شامل ہو کر قوال سنتے تھے۔ جب حضرت اقدس سے دریافت کیا گیا کہ مجلس چراغاں میں کب سے جانا ترک ہوا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت فخر الاولیاء (شیخ نحو) سے پہلے تمام حضرات اس مجلس میں شریک ہوتے تھے لیکن حضرت قبلہ فخر الاولیاء نے جانا بند کر دیا تھا۔

## مقبوس: بوقت حاشیت و نکستنبہ ۱۲۱۴ھ

حضرت اقدس اور حضرت صاحبزادہ صاحب مجلس سماع میں تشریف فرما تھے۔ آج ختم کا دن تھا۔ قوالوں کی تین مذکور چوکیاں تھیں۔ پہلے چاچڑاں شریف کے قوالوں کو موقعہ دیا گیا۔ اس کے بعد مہاروی قوال اور ان کے بعد شیدائوی چوکی نے قوالی کی۔ اس دفعہ حاجی پور شریف کے قوال بھی آئے ہوئے تھے۔ ان کو بھی موقعہ دیا گیا۔ دوران مجلس اکثر صوفیاء پر گریہ اور رقص طاری رہا۔ حضرت اقدس پر بھی گریہ طاری رہا۔ مجلس سماع کے بعد ختم پڑھا گیا اور ختم کے بعد



حضرت اقدس اندر تشریف لے گئے۔

## مقبوس ۹: بوقت مغرب ۳۱۲ھ

**جمع غفر کی بیعت** آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ کثرت سے آکر قدم بوسی سے مشرف ہو رہے تھے۔ نماز کے بعد بیعت ہونے والوں نے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ تمام بیعت ہونے والے مسجد میں ایک مقام پر جمع ہو جائیں روضہ اقدس پر حاضری دے کر بیعت کروں گا۔ چنانچہ آپ روضہ اقدس کے اندر تشریف لے گئے اور زیارت کے بعد باہر آکر مجلس میں بیٹھ گئے۔ مسجد بیعت ہونے والوں سے بھر گئی تھی۔ آپ نے پشینہ طلب فرمایا۔ اس کے بعد دیر تک مراقب رہے۔ اس کے بعد حاجی عمر خان خادم سے کہا کہ پشینہ ساری مسجد میں گھماؤ اور تمام بیعت کرنے والے اس کو ہاتھ لگالیں۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تمام لوگ گناہوں سے توبہ کریں۔ اور سب لوگ نماز پڑھا کریں۔ اور ہر نماز کے بعد دس بار سورہ اخلاص اور دس بار کلمہ طیبہ پڑھا کریں۔ جتنا عرصہ حاجی عمر نے مسجد میں گھوم کر پشینہ کو ہاتھ لگوائے۔ حضرت اقدس مراقب رہے۔ لوگوں کو بیعت کر کے آپ اندرون خانہ تشریف لے گئے۔







# جلد چہارم

مقبوس: بوقت مغرب پختنبہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ

پرہار قوم کی مغفرت کا مژدہ | بندہ راقم الحروف (مولوی رکن الدین) کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا کہ خیر (خیریت) ہے۔ - بندہ دست بستہ نیاز و شکز بجالایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو۔ عرض کیا کہ غریب خانہ سے آیا ہوں۔

اس کے بعد قوم پرہار کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ وہ پرہار کہ جہاں رکن الدین کی رہائش ہے۔ پرہار کلاں (بڑے پرہار) اور نزدیک والے دوسرے گاؤں کے لوگ پرہار خورد (چھوٹے پرہار) کہلاتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ حضرت صاحب نارودالہ (حضرت خواجہ نور محمد صاحب نارودالہ جو حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد قدس سرہ کے خلیفہ تھے) بھی پرہار تھے۔ اس کے بعد راقم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تو بھی پرہار ہے۔ عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے بتسم کر کے فرمایا تو بخت گیا۔ احقر نے جھک کر سلام کیا اور آمین کہا۔ فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا قول ہے کہ تمام قوم پرہار بخشی گئی ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور یہ قصہ کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت صاحب نارودالہ نے اپنے فرزند میاں حافظ محمد کی شادی کی تو حضور حضرت شیخ المشرق والمغرب قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام خلفائے اور اصحاب اس شادی میں شریک تھے۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت صاحب نارودالہ نے چادر مکر پر باندھ لی اور کھانا اٹھا کر حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ دیکھ کر حضرت قبلہ عالم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایک شخص کے طفیل ساری پرہار قوم کو بخش دیا ہے۔ اس کے بعد راقم

نے عرض کیا کہ قبلہ اس ایک آدمی سے کون مراد ہیں۔ آپ نے فرمایا حضرت صاحب نارود والہ۔

## مقبوس ۲: بوقت مغرب جمعہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ

موسم گرما کے متعلق کہاوتیں | حضرت اقدس نماز مغرب ادا کر کے وظیفہ پڑھ رہے تھے اور حاضرین مجلس سے بھی باتیں فرما رہے تھے۔ چونکہ

یہ اسوج کا مہینہ ہے۔ اس ماہ کی گرمی کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ کہاوت مشہور ہے ”اسول اس گہن تا گور خچاں بہن“۔ جب اس کہاوت کے نقلی معنی دریافت کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں گرمی اور گہن کے معنی ہیں ”سخت“ یعنی ماہ اسوج کی گرمی اس قدر سخت ہوتی ہے کہ گور خچاں سایہ تلاش کرتا ہے۔ عام طور پر گور خچاں اس قدر سخت جان ہوتا ہے کہ گرمی کی پرواہ نہیں کرتا۔ سوائے ماہ اسوج کے سارا سال دھوپ میں پھرتا ہے۔ اس کے بعد اور کہاوت بیان فرمائی وہ یہ ہے ”اسول ماہ دللا ڈینہاں دھپ تے راتیں پالا“۔ فرمایا کہ دللا لفظ ”للا“ سے بگڑا ہوا ہے جس کے معنی ہیں بے قاعدہ یا بے قانون۔ یعنی اسوج کا مہینہ اس قدر بے قانون ہے کہ دن میں سخت گرمی ہوتی ہے اور رات کے وقت سردی ہے۔ نیز رات کے وقت شبلم بھی برستی ہے یہ بھی بے قاعدہ اور خلافِ عادت بات ہے۔ اس وجہ سے کہ آفتاب کی تیزی سے شبلم نہیں ہوتی چاہیے۔ اور رات کی سردی کی وجہ سے دن کو گرمی نہیں ہوتی چاہیے۔

## مقبوس ۳: بوقت عشاء بروز جمعہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ

بُت کا کلام کرنا | حضرت اقدس کو قدرے معذہ کی تکلیف تھی اس وجہ سے دروازہ بند تھا اور اندر جانے کی کسی کو اجازت نہ تھی۔ دربان دروازے پر کھڑا

تھا لیکن یہ بندہ غایت شوق میں رہا نہ کر کے اندر چلا گیا۔ حضرت اقدس ٹنگ پر نشترین فراتے



اور عدام خاص ارد گردی پر بیٹھے تھے۔ حضرت قطب الموحیدین خواجہ محمد بخش صاحب بھی پلنگ سے ٹیک لگا بیٹھے تھے۔ اس وقت حضرت اقدس چراغ کی روشنی میں مناقب فخریہ پڑھ رہے تھے اور ترجمہ کر کے حاضرین کو سنارہے تھے۔ مضمون یہ تھا کہ جب حضرت مولانا فخر الدین ولایت دہلوی قدس سرہ اورنگ آباد سے دہلی تشریف لارہے تھے تو راستے میں ایک معبد یعنی مندر کے قریب ٹھہرے۔ وہاں ایک نایاب ہندو عورت روزانہ بُت کے سامنے سجدہ کرتی تھی اور دُعا مانگتی تھی کہ میری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔ ایک دفعہ وہ حضرت مولانا قدس سرہ کی آمد سے ایک دن پہلے بُت کے آگے سجدہ کر کے دعا مانگ رہی تھی کہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے بُت مجھے حکم ہو کہ کہا کہ کل فلاں وقت اس مندر کی سرائے میں فلاں شکل و شبابہت کا آدمی نزول کرے گا۔ جس کا نام مولانا فخر الدین ہوگا اور وہ سارے جہان کے بادشاہ اور خدا تعالیٰ کے محبوب ہیں تمہاری آنکھوں کی بینائی اُن کی دعا سے درست ہوگی۔ دوسرے دن وہ سرائے میں گئی اور ہر شخص سے پوچھ رہی تھی کہ مولانا فخر الدین کون ہیں۔ کسی نے کہا کہ یہ ہیں۔ اس نے حضرت اقدس کے سامنے جا کر بینائی کی درخواست کی۔ آپ نے پوچھا کہ میرا نام اور نشان تجھے کس نے بتایا ہے۔ جب اس نے سارا ماجرا بیان کیا تو حضرت اقدس نے قسم فرمایا کہ کہا کہ آنکھیں ٹھیک کرنا اولیائے مقربین کا کام ہے۔ میں تو ایک سپاہی ہوں۔ مجھ سے کیا ہو سکتا ہے لیکن اس عورت نے نہایت عجز و انکسار سے اصرار کیا اور آپ کا دامن نہ چھوڑا۔ یہ دیکھ کر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر پھیرا جس سے اس کی بینائی فوراً ٹھیک ہو گئی۔

**چند مشکل اشعار کے معانی** | اس کے بعد حضرت اقدس نے کتاب فخریتہ النظام اپنے ہاتھ سے کھول کر حضرت قطب الموحیدین کو دی اور فرمایا کہ اس جگہ سے پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے پڑھا شروع کیا اور آپ سننے لگے اور ہر مقام پر تبسم فرماتے تھے۔ اور خوش ہوتے تھے۔ سبحان اللہ حضرت اقدس اور صاحبزادہ صاحب کے درمیان محبت قلبی کا رشتہ کس قدر تھا۔ اس وقت یہ معلوم ہوا تھا کہ ایک جان اور دو قالب ہیں۔ اس کے بعد مشکل اشعار کے معنوں کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس شعر کے کیا معنی ہیں۔

خواہم از خدا و نخواہم از خدا دیدن جلیب را و ندیدن رقیب را  
 سب حاضرین مجلس نے کوشش کی لیکن کوئی شخص شعر کے معنی نہ بتا سکا۔ آپ نے  
 فرمایا اگر اس شعر کے معنی لغت، نشر مرتب کے طریق پر بیان کیے جائیں تو یہ کہا جائے گا کہ خدا  
 سے دوست کا دیکھنا طلب کرتا ہوں اور رقیب کا نہ دیکھنا طلب نہیں کرتا۔ لیکن یہ غلط  
 ہے کیونکہ رقیب کا نہ دیکھنا طلب نہ کرتا اس کو دیکھنے کی دعا مانگنا ہے۔ اگر لغت، نشر  
 غیر مرتب کے طور پر معانی کیے جائیں۔ پھر بھی معانی نہیں نکلتے کیونکہ اس کے یہ معنی ہوں گے  
 کہ خدا سے رقیب کا نہ دیکھنا طلب کرتا ہوں اور خدا کا دیکھنا طلب نہیں کرتا۔ اس سے شعر  
 کے معانی خراب تر ہوتے ہیں۔ چنانچہ سب حاضرین مجلس حیران بیٹھے تھے کہ حضرت صاحبزادہ  
 صاحب نے عرض کیا کہ حضور خود معانی بتائیں۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ اس شعر کے معانی  
 بہت آسان ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے دوست کے دیکھنے اور رقیب کے نہ  
 دیکھنے کی دعا کرتا ہوں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس شعر  
 کے معانی مشکل ہیں۔

ز چشم بد رُخ خوب تر اخدا حافظ کہ کرد جملہ کوئی بجائے ما حافظ  
 جب سب حاضرین عاجز آئے تو صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ حضور سائیں آپ  
 بیان فرمادیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ساری مشکل لفظ ما حافظ میں ہے جس کا مطلب من  
 حافظ ہے اور حافظ تنگنہس ہے خواجہ شمس الدین شیرازی کا جو بڑے شاعر تھے۔ شعر کا مطلب  
 یہ ہے کہ اے دوست تیرے حسین چہرے کا چشم بد سے خدا حافظ ہے کہ جس نے یہ سب  
 حسن و خوبی خود پیدا کی ہے ہمارے لیے اے حافظ۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس شعر کے معانی بتاؤ :-

صلاح کار کجا و من خراب کجا بہ ہیں تفاوت را کجا است تا کجا  
 (حافظ شیرازی)

سب حاضرین نے غور و فکر کیا لیکن کسی نے کچھ نہ کہا۔ اس پر حضرت قطب الموحیدین  
 نے عرض کیا کہ حضور خود فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ مشکل لفظ ”تا کجا“ میں ہے کیونکہ کجا



دونوں مصرعوں میں ردیف ہے اور پہلے مصرعہ کا کاقیہ لفظ خراب کا ہے لیکن دوسرے مصرعہ میں اگر ب کو کجا کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو ب مفتوح ہو جاتی ہے حالانکہ پہلے مصرعہ میں ب ساکن ہے اور یہ علم عروض کے لحاظ سے جائز نہیں۔ اس لیے میں (حضرت اقدس کہتا ہوں کہ اس شعر میں لفظ تاب کجا ہے نہ کہ تاب کجا)۔ تاب بمعنی طاقت۔ اس سے شعر کے معنی بھی صحیح ہو جاتے ہیں۔ (شاید حضرت خواجہ صاحب یہ معنی لیتے ہیں کہ نکوکاری کڑاں اور میں بدکار کہاں۔ دیکھو دونوں میں یعنی نکوکاری اور مجھ میں کتنا فرق ہے لیکن اب مجھے یہ طاقت کہاں کہ نیکی کے کام کر سکوں۔)

## مقبوس بوقت چاشت روز یکشنبہ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ

**عرس اور محفل سماع** حضرت مولانا غلام فخر الدین صاحب وصال قدس سرہ کے عرس کا موقع تھا۔ بے شمار خلقت اور صوفیاء و حضو مال صفحہ شرفی میں جمع تھے اور قوالوں کی پارچوکیاں بھی حاضر تھیں۔ ایک چوکی چاچڑاں شریف کے قوالوں پر مشتمل تھی۔ دوسری شیدائی شریف۔ تیسری اجمیر شریف اور چوتھی میاں برکت کی چوکی تھی (برکت علی حضرت خواجہ صاحب کے حاضر باش اور خاص قوال تھے جو فن موسیقی میں بھی ماہر تھے) ہر چوکی حضرت اقدس کے اشارہ پر نوبت بنوبت قوال کر رہی تھی۔ اس اثنا میں امام بخش قوال

عام طور پر اس شعر کے معنی یہ لیے جاتے ہیں کہ نیکی کے کام کہاں اور میں بدکار کہاں۔ دیکھو دونوں میں کتنا فرق ہے یعنی مجھ میں اور نکوکاری میں۔ اور یہ معنی لفظ تاب کجا سے نکلتے ہیں۔ یہاں دوسرے مصرعہ میں ضرورت شاعری کے لیے مجبوراً "بائے کو بائے ساکن" پڑھا جائے گا لیکن حضرت خواجہ صاحب نے "بائے ساکن اور بائے مفتوح" کا فرق نکالا یہ نہایت ہی باریک فرق ہے جسے عام طور پر شعراء نظر انداز کر دیتے ہیں۔ قدیم شراخ دیوان حافظ میں اس غلطی کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن یہ بھی لکھ دیا ہے کہ قدما نے اسے جائز رکھا ہے۔

نے یہ دو ہڑاڑھا ہے

پکال نال بوھریاں انگن اے دھچور نہ ویساں  
توڑیں کوکھی کھلی بے عملی جیندیں تائیں قول پلپیاں  
سہجوں نام سڈایم تیدا بیا کیرھا ہور دھریاں  
خوشدل مقبول تینوں جان نہ میان پلپیاں  
(۱) اے دوست میں تیرے آنگن میں اپنی پلکوں سے جھاڑو دوں گی۔ اگرچہ میں  
بصورت بے عمل اور بے عمل ہوں پھر بھی ساری عمر تیرے ساتھ وفا کروں گی۔ میں  
شوق سے تیرے نام کے ساتھ منسوب ہو چکی ہوں اور کس کو دوست بناؤں گی۔  
میں اے دوست خوشدل کو اپنی غلامی میں قبول کر لے۔ خواہ تو میری پروا کرے  
یا نہ کرے میں تیرے ساتھ ضرور وفا کروں گی۔)

حضرت خواجہ صاحب کو ان اشعار پر گریہ ہوا۔

اس کے بعد میاں برکت علی نے یہ اشعار پڑھے

فخر دین آپ کو کس نام سے یاد کروں  
باپ ہیں مرشد ہیں خدا ہیں کیا ہیں  
گٹھڑی ذات صفات کی سر سے دی اتار  
تن من دھن سب گر پر واروں دار  
اگر زباز تو دل حستہ و حزنیں دارم  
بدیں خوشم کہ بتے چونتو ناز نہیں دارم  
مرا اگرچہ در دست غنم فروختہ  
ہنوز داغ غلامیت برجیں دارم  
(۱) اگرچہ تیری ناز و ادانے میرا دل چور چور کر دیا ہے پھر بھی اس بات سے خوش ہوں کہ تجھ  
جیسا نازنین محبوب رکھتا ہوں۔

(۲) اے محبوب اگرچہ تو نے مجھے غم میں مبتلا کر دیا ہے۔ لیکن اب بھی تیری غلامی کا داغ  
جیں پر رکھتا ہوں۔

ان اشعار پر حضرت اقدس پر بہت گریہ طاری ہوا اور دوسرے صوفی مجدد و جد و قدس میں مست  
ہو رہے تھے۔ لوگ بے شمار نذرانے پیش کر رہے تھے اور حضرت اقدس اور حضرت صاحبزادہ  
صاحب نے کئی قوالوں کو دے رہے تھے۔ اس کے بعد ختم شریف پڑھا گیا اور دعائے خیر  
کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔



## مقبوس ہ وقت عشر بر جمعہ ۵ محرم ۱۳۱۶ھ

حضرت اقدس نماز باجماعت پڑھ کر تسبیح ہاتھ میں لیے وظیفہ پڑھ رہے تھے اور ماضیین  
علقہ بازو سے بیٹھے تھے۔

حضرت سلطان الاولیاء کی ساوگی | اولیاء اللہ کی سیرت اور خصال کے متعلق  
گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک شخص نے عرض

کیا کہ حضور میں نے میاں موسے کی قبر کا پتہ لگایا ہے۔ بستی بھبھران میں واقع ہے۔ آپ نے  
فرمایا یہ میاں موسے' موچی ہیں جو مرد کامل تھے اور حضرت سلطان الاولیاء (حضرت قاضی محمد عاقل  
قدس سرہ) کے مرید تھے اور آپ کا جوتا بنایا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس احقر نے عرض کیا کہ اگر طبعی  
اختیار میں بھی حضرت سلطان الاولیاء کا ایک جوتا موجود ہے۔ راقم نے اس کی زیارت کی ہے  
لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس طرح وہاں پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء کے  
ایک مرید مولوی محمد امین کے ذریعے وہاں پہنچا جن کے بھائی مولوی عبدالرحمن بھی حضرت سلطان الاولیاء  
کے مرید تھے۔ اس کے بعد عرض کیا کہ حضور وہ جوتا نہایت سادہ ہے جو عام چمڑے کا بنا ہوا ہے  
آپ نے فرمایا ہاں حضرت سلطان الاولیاء کا تمام لباس اسی طرح سادہ اور بے تکلف ہوا کرتا  
تھا۔ آپ کے سر پر جوڑی (کھدر) کی بنی ہوئی کلاہ قادری (قادری ٹوپی) ہوا کرتی تھی۔ آپ جوڑی  
سے بنا ہوا سادہ پیراہن زیب تن کرتے تھے۔ جس کا گریبان سینہ مبارک پر ہوتا تھا۔ آپ کا  
تہ بند بھی سیاہ جوڑی سے بنا ہوا ہوتا تھا یا تسلیہ کی شلوار پہنتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء کی ریش مبارک کے چند بال ہمارے پاس  
موجود ہیں۔ احقر نے دریافت کیا کہ آپ کا کوئی تبرک بھی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا آپ کا فضل  
(روٹی سے بھرا ہوا لبادہ) ہمارے پاس تھا لیکن وہ خلیفہ میاں احمد یار کو دے دیا تھا۔ اس  
کے بعد فرمایا کہ حضرت محبوب الہی (حضرت خواجہ خدائش صاحب قدس سرہ) کی تعلیم شریف  
ہمارے پاس تھیں لیکن ایک پاؤں سائیں ولایت شاہ صاحب لے گئے ہیں اور ایک باقی ہے

نیز حضرت محبوب الہی کے دو کرتے بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔

## حضرت ولایت علی شاہ صاحب

اس کے بعد حضرت ولایت علی شاہ صاحب ساکن پنڈ سوڈھی والا عسکرا

فیروز پور کے فقرو کمالات کا ذکر ہونے لگا جو حضرت سلطان الاولیاء کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میاں غلام محمد قصوری کہتے ہیں کہ جب میاں ولایت علی شاہ صاحب کی وفات قریب آئی۔ میں موجود تھا اور عرض کیا کہ حضور میری (میاں غلام محمد کی) ساری عمر اسی آرزو میں گزری ہے کہ آپ کا مرید ہو جاؤں اور آپ حضور ہمیشہ ٹالتے رہے۔ اب وقت ہے مجھے مرید بنالیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تیرے مقدر میں پاچڑاں میں مرید ہونا لکھا جا چکا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور نا ہے پاچڑاں شریف میں صاحب اور دربان مقرر ہیں جو معروف آدمیوں کو اندر جانے دیتے ہیں باقیوں کو دور بھگا دیتے ہیں۔ میں ایک غریب اور اجنبی آدمی ہوں مجھے کس طرح باریابی ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں ایک فقیر اور بے کس آدمی ہوں۔ میرے پاس زادراہ نہیں ہے اتنی دور کیسے جاسکتا ہوں۔ میاں ولایت شاہ صاحب نے فرمایا۔ فکر نہ کرو یہیں قصور میں اتفاق ہوگا اور تمہارا کام بن جائے گا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ پس یہی ہوا کیونکہ جب میں حضرت خواجہ خواجگان معین الدین اجمیری قدس سرہ کی زیارت کے لیے جا رہا تھا۔ اتفاقاً میرا گزر قصور سے ہوا۔ میاں غلام محمد آیا اور مجھے اپنے گھر لے گیا اور اسی جگہ اُسے داخل سلسلہ کیا۔

## مقبول: بوقت عصر بزرگ جمعہ ۵ محرم ۱۳۱۶ھ

حضرت اقدس تلاوت قرآن شریف سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دربان نے آکر عرض کیا کہ حضور ایک مولوی صاحب

میاں لعل دین کشمیری

ریاست جموں سے آئے ہیں۔ باہر قلعہ کے دروازے پر بیٹھے ہیں اور حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا آنے دو۔ انہوں نے آکر قدم بوسی حاصل کی اور بیٹھ گئے۔ آپ نے خیر و نمانیت دریافت کرنے کے بعد ان سے ریاست کا حال دریافت فرمایا۔ جس قدر



وہ جانتے تھے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ریاست کشمیر کے اہلکار میں سے میاں لال دین بہت نیک اور دیندار آدمی تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا بے شک وہ بڑے نیک آدمی تھے۔ خدا مغفرت کرے۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور وہی میاں لعل دین جو یہاں آئے اور بہت ہی راسخ الاعتقاد تھے۔ وہی فوت ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہی جو پارساں یہاں آکر بیمار ہو گئے تھے اور بیماری کی حالت میں رخصت ہو کر جب لاہور پہنچے تو فوت ہو گئے اور اسی جگہ دفن ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں لعل دین شیخ کبیر کے مرید تھے اور وہ شیخ احمد کشمیری تار بلوی کے مرید تھے اور وہ سلسلہ کبیرویہ میں مرید تھے۔ نیز فرمایا کہ شیخ احمد اپنے چچا شیخ اکبر ہادی کے مرید تھے۔ وہ بھی کبیرویہ اور قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

## مقبوس: بوقت حاشیت رشتہ محرم ۱۳۱۶ھ

حضرت میاں فضل حق مہاروی منگھیری، میاں بنی بخش ساکن  
مہر والاہ اور میاں غلام محمد قصوری اور یہ بندہ اکٹھے بیٹھے وظائف

تقریب عرس سماع

لکھ رہے تھے کہ خادم نے آکر بتایا کہ حضرت اقدس ان چار آدمیوں کو طلب فرما رہے ہیں کہ جلدی آئیں کیونکہ آج حضرت شیخ الشیوخ العالم خواجہ گنجشکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس کی مجلس شریف ہے۔ ہم نے وضو کیا اور جا کر مجلس خانہ میں بیٹھ گئے۔ قوالوں نے نعت خوانی شروع کی۔ نعت یہ تھی ہے

اے مہ خوش تقا سلام علیک آفتاب ہدیٰ سلام علیک  
اس پر حضرت اقدس اور دیگر حاضرین پر گریہ طاری ہوا۔ اس کے بعد قوالوں نے یہ  
دو بڑے شروع کیا ہے

بھلیاں بجاہ بھلیری سچو اسان بُریاں دی آس تسلاں  
توں ہیں مالک بُریاں بھلیاں دا توں بن کون اسلاں

قسم تیدی دل چاہے تینوں توں بھی چاہ کدا ہاں

خوشدل ہونگ بھلیا ندی گھت سچا سا نگ اسا ہاں

(اچھے آقا اچھی لاج رکھتے ہیں۔ ہم بُروں کو آپ جیسے اچھوں کی آس امید ہے۔

اے میرے آقا تو مالک ہے بُروں اور بھلوں (بیکوں) کا تیرے سوا ہمارا کون ہے)

(مجھے تمہاری قسم ہے کہ دل تجھے چاہتا ہے تو بھی تو کبھی ہم کو چاہ۔

اے خوشدل بھلے لوگوں کی صحبت اختیار کر جنہوں نے ہمیں سچا سا نگ (روپ) دلایا)

اس پر حضرت خواجہ صاحب پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا۔ آپ کی آہ و زاری

ساری مجلس میں سنائی دے رہی تھی۔ دوسرے اہل سلوک بھی عالم گریہ میں مدہوش تھے۔ اس

کے بعد قوالوں نے یہ دو ہڑے پڑھاے

ناز تیدا تے نیاز میڈی ہُن زائد شرح بیانوں

عشق تیدے وچ وڈی ہوئی فارغ سود زیاںوں

دستوں ساقی بھر کر پٹیمے ساغر فناںوں،

سید فرید لاہ تھیا فیض وڈا سبجانوں

(اے محبوب تیرا ناز اور میری نیاز دونوں حد سے زیادہ ہیں۔ اور تیرے عشق میں

میرا دل سود و زیاں سے فارغ ہو چکا ہے۔ یعنی نہ نفع سے خوش ہے نہ نقصان

سے غمگین۔ ساقی نے شراب معرفت کے پیالے بھر کر پلائے۔ سید (شاعر)

کو پیر فرید مل گیا۔ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے)

اس سے حضرت خواجہ صاحب پر پہلے سے بھی زیادہ گریہ طاری ہوا اور مجلس بھی ذوق و شوق

سے لبریز تھی۔ حضرت اقدس مٹھیاں بھر بھر کر روپے قوالوں کو عطا کر رہے تھے۔ آخر ختم پڑھا

گیا اور رجب قاری صاحب ان الفاظ پر پہنچے ماسکان محمد ابا احد تو اپنے

اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے۔ دعا مانگی گئی اور دُعا کے بعد پاشے تقسیم کیے گئے۔ اس

کے بعد مٹھائی کے چند ٹکڑے جن کی قیمت پندرہ روپے تھی۔ حضرت اقدس کے سامنے

لائے گئے۔ فاتحہ پڑھی گئی۔ ایصال ثواب بروح پاک حضرت خواجہ گنہشکر قدس سرہ کیا گیا



اور مجلس برخواست ہوئی۔

حضرت خواجہ گنجشکر قدس سرہ کا ختم پاک ۵ محرم کو ہونا تھا لیکن علالت کی وجہ سے حضرت اقدس تاریخ مذکور کو عرس نہ کر سکے۔ جس وقت مٹھائی تقسیم ہو رہی تھی۔ ایک قوال آیا اور اس نے طاؤس بجانا شروع کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ تمہارے ساز پر یہ جو طاؤس (مور) کی شکل بنی ہوئی ہے پہلے اسے دُور کر دو اور پھر اپنا کام کر دو۔ اس نے مور کی شکل کو دُور کر کے ساز بجانا شروع کیا۔ جانا چاہیے کہ آداب مجلس میں حضرت اقدس ذرا سی غیر شرع بات کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے۔ مشائخ عظام نے جو آداب سماع مقرر فرمائے ہیں آپ ان سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے۔

## مقبوس ۸: روز یکشنبہ ۹ محرم ۱۳۱۶ھ

حضرت اقدس وظیفہ پڑھ رہے تھے۔ اور حاضرین مجلس آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک ہندو لڑکے نے حاضر ہو کر حضرت اقدس کے سامنے سر زمین پر رکھ دیا۔ آپ نے اسے کچھ نہ کہا۔ اس کے بعد دعا مانگی اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔ اور دو رکعت سنت بھی امام کے پیچھے پڑھیں۔

## مقبوس ۹: بوقت عشاء روز یکشنبہ ۹ محرم ۱۳۱۶ھ

تعوید تسہیل ولادت | میاں نبی بخش صاحب ساکن مھر لوالہ نے عرض کیا کہ حضور تسہیل ولادت (چھٹکارا) کے لیے تعوید عنایت فرمادیں آپ نے یہ تعوید لکھ کر دیا۔ (۸۶، یا خنبود)

وظیفہ رزق | اس کے بعد کسی اور شخص نے فراوانی دوزگار کے لیے تعوید طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ نماز پڑھتے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں۔ اس کے بعد

پوچھا کہ اگر وظیفہ لکھ کر دیا جائے تو پڑھ لو گے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں پڑھ لوں گا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے ایک وظیفہ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد کسی سے کلام نہ کرنا اور یہ وظیفہ ایک سو بار پڑھ کر اپنے مطلب کے لیے دعا مانگنا۔ وظیفہ یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا حی یا قدیّم  
یا قائم یا فردّ یا وترّ یا احدّ یا محمد

## مقبوس: بوقتِ عشاءِ برز چہار شنبہ ۱۳۱۶ھ

شبِ عاشورہ کے نوافل | حضرت اقدس نے نمازِ عشاءِ جماعت کے ساتھ ادا کی اور تھوڑی دیر وظیفہ پڑھ کر دعا مانگی۔ اس کے بعد راقم

نے عرض کیا۔ حضور اگر شبِ عاشورہ میں کوئی نوافل پڑھنے ہوں تو فرمادیں تاکہ ہم پڑھیں۔ آپ نے فرمایا اس رات چار رکعت نماز نفل پڑھی جاتی ہے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پچاس بار سورۃ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔ سلام کے بعد کلمہ تجید ستر بار پڑھ کر بخشش کی دعا مانگئے تو پچاس سال گزشتہ اور پچاس سال آئندہ کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر نماز پڑھنے والے کے گناہ کم ہوں گے تو اس کے ماں باپ کے گناہ بخشے جائیں گے۔ اس کے بعد آپ سرنگوں ہوئے اور تمام لوگ خاموش بیٹھے رہے۔

کچھ دیر کے بعد سرائیٹھا کر فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کتابِ مرآۃ العارفین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف

ہے اور اس کتاب میں مراتبِ تنزلات و ظہور حق سبحانہ ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں یہی تحریر فرمایا ہے کہ جو کچھ میں نے اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا ہے۔ اور سیکھا ہے لکھ دیا ہے۔

۱۔ تنزلات۔ علم روحانیت کی اصطلاح میں تنزلات سے مراد مراتبِ وجود ہیں۔ تخلیق کائنات سے (باقی اگلے صفحہ پر)



اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو پھر علماء کی بحث کیوں ہے۔ اس اثنا میں میاں فضل حق منگھیروی نے دست بستہ عرض کیا۔ حضور یہ کتاب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ اس زمانے میں تدوین کتب نہ تھی۔ یہ سن کر حضرت اقدس خوش ہوئے اور فرمایا ہاں تدوین کتب کا زمانہ امام صاحب موصوف

بقیہ حاشیہ از صفحہ مابعدہ

قبل ذات کاں اللہ ولہدیکن معہ شیئاً نے جو کنز مخفی کے پردہ میں پوشیدہ تھی جس ترتیب سے ظہور فرمایا اسے تنزلات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام کی سہولت کے لیے یہاں کتاب سرور ابن مصنف مولائی و مرشدی حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ قدس سرہ جو سلوک اللہ میں انسائیکلو پیڈیا یعنی لغت ہے اور جس میں تمام منازل و مقامات سلوک ابجد کی ترتیب سے شرح و بط کے ساتھ سمجھائے گئے ہیں۔ اس کتاب سے مضمون تنزلات پر مندرجہ ذیل اقباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ تنزلات۔ وجود نے مرتبہ درار اور لے جن سیڑھیوں پر سے علی الترتیب نزول فرمایا رخ و بہار کائنات کی گلشن آرائی فرمائی انہیں تنزلات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک اصطلاح ہے جو اپنے استعمال میں لغوی معنوں سے ہٹی ہوئی ہے۔ لغت کے اعتبار سے اوپر کی منزل کو چھوڑ کر نیچے کی منزل پر آ جانے کا نام تنزل ہے۔ مثلاً ایک ڈپٹی کمشنر کا تنزل تحصیلداری میں ہو گیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب وہ ڈپٹی کمشنر نہیں رہا بلکہ تحصیلدار ہو گیا ہے۔ پہلی جگہ سے ہٹ کر اب وہ نیچی جگہ پر آ گیا ہے۔ اوپر کی جگہ اس سے خالی اور نیچے کی جگہ اس سے پُر ہے۔ مگر یہاں تصوف میں تنزلات کے یہ معنی نہیں۔ وجود (یعنی وجود حق) جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا۔ اَلَا نَ کَ مَا کَانَ (وہ اب بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلے تھا) یہ جملہ تغیرات شہودی اور اعتباری ہیں یا وہ علمی ہوں یا عینی ہیں۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ جملہ تنزلات شہود میں واقع ہوئے نہ کہ وجود میں۔ تو اس جملے سے یہی مراد ہوتی ہے کہ تنزلات اعتباری ہیں نہ کہ حقیقی۔۔۔۔۔“

ترتیب موجودات۔ جن منزلوں یا جن سیڑھیوں پر سے وجود نے نزول فرمایا انہیں حسب موقعہ کبھی تنزلات۔ کبھی تعینات۔ کبھی تجلیات۔ کبھی تقیدات اور کبھی اعتبارات کہتے ہیں۔ ذات لا تعین تھے پہلا ظہور حقیقت محمدیہ میں فرمایا۔ بالفاظ دیگر ذاتِ بحت کی پہلی تجلِ حقیقت محمدیہ ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

کے بعد کا زمانہ ہے چنانچہ شیخ ابو سعید خرازؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے آپؐ اشارت کو عبارات میں لائے اور فنا و بقا میں کلام فرمایا۔ نیز فرمایا کہ تمام علم تصوف و توحید کے مدون حضرت شیخ اکبر مخی الدین ابن عربیؒ قدس سرہ ہیں۔

## مقبول وقت حاشیت پر نہ پہا شنبنہ امحر ۳۱۶

عاشور میں نئی پوشاک پہننا | ایک آدمی نئی پوشاک پہن کر آیا اور آداب بجا لاکر بیٹھ گیا آپؐ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مولوی لوگوں نے نئے کپڑے پہن لیے ہیں۔ آج میرے لیے بھی نئی پوشاک لائی گئی لیکن میں نے پہننے سے انکار کیا اور اُسی پہلی پوشاک پر اکتفا کیا۔ اس پر ارقم الحروف نے عرض کیا کہ حضور کیا ان ایام میں نئی یا دھلی ہوئی پوشاک ممنوع ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگرچہ یہ دن زمانہ قدیم سے متبرک ہے اور نئی پوشاک پہننا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ پہنے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ عبدالحق دہلویؒ کے پوتے مولوی اکرام الدین نے جو بڑے محدث ہیں۔ حضرت امام حسنؒ و امام حسینؒ کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام سعاد اکونین فی طائل الحنین ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے بہت سی صحیح احادیث نقل کی ہیں اور تحقیق یلغ سے کام لیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ عاشورہ کے دن نئی پوشاک نہ پہنے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس کتاب کے مصنف امامین شہیدین اور اہل بیت کے بڑے محب ہیں اور اس کتاب میں ایک نہایت ہی صحیح حدیث اور روایت کی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے اہل بیت اور میری آل سے

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ

جسے تنزلِ اول بھی کہتے ہیں۔ تعینِ اول، برزخ البرازخ۔ علم مطلق۔ قابلیتِ اولیٰ۔ احادیثِ الجمع وجودِ مطلق۔ وجودِ اضافی۔ احادیثِ اکثریت بھی اسی کے نام ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سید دلبر مصنفہ حضرت مولانا سید محمد ذوقی قدس سرہ



محبت رکھتا ہے اگرچہ اس کے گناہ سارے جہان کے برابر ہوں اس کی شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے قیامت کے دن۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ سعادت الکونین کے مصنف اہل بیت اور آل رسول کے محب ہیں۔ انہوں نے شیعوں اور رافضیوں کے دوسرے عقائد کو باطل قرار دے کر ان کی تردید کی ہے اس پر احقر راقم نے عرض کیا کہ حضور شیخ عبدالحق دہلوی بھی تو اہل بیت اور آل رسول کے محب ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ بھی محب ہیں لیکن اہل شیعہ کے عقائد باطل کی انہوں نے بھی تردید کی ہے۔ اس کے بعد میاں نبی بخش ساکن مہر لوارہ نے عرض کیا کہ حضور جب اہل سنت و جماعت اور رافضی لوگ دونوں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں تو پھر ان دونوں فرقوں میں فرق کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ شیعہ لوگ تازیہ نکالنے اور اس جیسے دیگر امور کی وجہ سے گنہگار ہو سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا رافضی | **اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے** | لوگ جن حضرات سے

محبت رکھتے ہیں ان جیسے دوسرے حضرات کو بُرا کہتے ہیں اور گالی دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار کو سب کہنا (گالی دینا) کفر ہے نہ کہ گناہ۔ چنانچہ گناہ اور کفر کے درمیان جو فرق ہے سب جانتے ہیں۔

اس کے بعد اس موضوع پر گفتگو ہونے لگی کہ شیعوں کے دو لباس ہوتے ہیں۔ ایک نماز کے لیے دوسرا بدن کے لیے۔ راقم نے عرض کیا کہ سفر حجاز کے دوران جہاز میں ایک شیعہ سفر کر رہا تھا وہ نماز کے وقت ایک پوشاک انا کر دوسری پوشاک پہن لیتا تھا۔ اس کے پاس مٹی کی ایک چھوٹی سی اینٹ بھی تھی جسے نکال کر نماز میں اپنے سامنے رکھ لیتا تھا اور اسی پر سجدہ کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ زمین پر سجدہ کرنا افضل ہے۔ اس کے بعد اس چیز پر جو زمین سے قریب تر ہے یعنی گھاس پر سجدہ کرنا افضل ہے۔ اس پر کسی نے عرض کیا کہ بوریا بھی زمین سے قریب تر ہے۔ فرمایا بوریا سے گھاس قریب تر ہے۔ اس وجہ سے کہ اگر گھاس پر نجاست گرجائے تو دھوپ سے پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن بوریا پلید ہو جائے تو دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتا

نیز فرمایا کہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ساری عمر زمین پر سجدے کرتے رہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے اٹھ کر وضو کیا۔

اٹھارہ رکعت نماز نفل جماعت کے ساتھ ادا

## عاشورہ کے نوافل اور دعائیں

کی۔ جب صفیں سیدھی ہو جاتی تھیں اور امام صاحب مصلے پر چلے جاتے تھے تو حضور باواز بلند فرماتے تھے کہ دو رکعت للہ۔ اس وقت اہم بحیر تحریر یہ کہتے تھے اور سب لوگ دو رکعت کی نیت کر کے اُتار دیتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت اقدس نے یہ دعا باواز بلند پڑھی۔ آپ نے ہر کلمہ صاف صاف پڑھا اور حاضرین سے کہا کہ جو میں کہوں اچھی طرح سنتے جاؤ۔ اور میرے پیچھے دہراتے جاؤ۔ چنانچہ سب نے یہی کیا۔ دعا یہ تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - یَا اَوَّلَ الْاَوَّلِیْنَ وَ یَا اٰخِرَ الْاٰخِرِیْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَ اَوَّلَ مَا خَلَقْتَ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ وَ تَخْلُقُ اٰخِرَ مَا تَخْلُقُ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ اَعْطِنِیْ خَیْرَ مَا اَعْطِیْتَ فِیْهِ اَنْبِیَاءَكَ وَ اَصْفِیَاءَكَ مِنْ ثَوَابِ الْبَلَدِ یَا وَ سَلِّمْ لِّیْ مَا اَعْطِیْتَہُمْ فِیْهِ مِنَ الْکَرَمَةِ

بِسْمِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ط

اس کے بعد اٹھ کر دیگر چار رکعت نماز نفل باجماعت ادا کی اور سلام کے بعد یہ دعا پہلی دعا کی طرح پڑھی گئی۔

اَللّٰهُمَّ اَسْرِ شَهْوَتِیْ مِنْ کُلِّ مَحْرَمٍ وَ اَرْجِزْ حَرَمِیْ عَنْ

کُلِّ مَا شِئْتُ وَ اَمْنَعْنِیْ مِنْ اَذٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ

بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

اس کے بعد حضرت اقدس نے اٹھ کر فرمایا دو رکعت للہ اور یہ دو رکعت باجماعت ادا کی۔

اس طرح دو رکعت نماز دوسری بار ادا کی اور وہی دعا مانگی۔ اس کے بعد اٹھے اور فرمایا دو رکعت بارواح امام حسینؑ شہیدؑ۔ یہ دو رکعت ختم کرنے کے بعد دو رکعت بارواح سادات و شہدائے کربلا۔ دو رکعت بارواح نخبین پاکؑ۔ دو رکعت بارواح مجاہد مسلمانان و مسلماء



از آدم تا ایں دم ادا کیں۔ اس کے بعد بطریق کریمہ دعا صاف صاف پڑھی اور جماعت سے کہا کہ تم بھی دہراؤ۔ دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِّنْ دَعَاكَ فَاَحْتَبُهُ وَاَمْنُ بِكَ  
فَهَدِيْتَهُ وَرَغِبَ اِلَيْكَ وَاعْطَيْتَهُ وَتَوَكَّلْتُ عَلَيْكَ  
فَكَفَيْتَهُ وَاَقْرَبَ مِنْكَ فَاَدْنِسْتَهُ اَللّٰهُمَّ اَمْدُدْ بَعِيْشَتِيْ  
فِي الْخَيْرَاتِ مَدًّا وَاَجْعَلْ لِّيْ فِي قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَدًّا  
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْاِيْمَانَ بِكَ وَالْفَضْلَ مِنَ الرِّزْقِ وَاَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ  
مِنَ الْبَلَايَا وَاَسْأَلُكَ حُسْنَ الْعَافِيَةِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
يَا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ط  
اس دعا کے بعد یہ دعا مانگی۔

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ  
مَّارِدٍ وَعُدُوِّ حَاسِدٍ وِبِقِيٍّ فَتَاهِرٍ وَسُلْطَانٍ جَابِرٍ  
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مَقَاسَاَتِ الْقُلُوْبِ وَمَعَاوَاَتِ  
النَّفُوْسِ وَوَحْدَةِ السَّقَمِ وَشِدَّةِ الْاَلَمِ وَمَوْتِ الْاَحْبَابِ  
وَقَتْلِ الْمَحَارِبِ وَكُرِّ النَّوَائِبِ وَسُوءِ الْعَوَاقِبِ وَ  
صُرُوفِ الزَّمَنِ وَصُنُوْتِ الْمَحْنِ وَكِفَايَةِ الْاَمْنِ  
اَسْتَلْفَاكَ وَهَادِيَا لِّمَنْ اِسْتَهْدَاكَ وَدَافِيَا لِّمَنْ  
اِسْتَوْفَاكَ وَمُجْبِرَا لِّمَنْ اَلْتَجَا اِلَيْكَ وَمُعِيْنَا لِّمَنْ  
تَوَكَّلَ عَلَيْكَ۔ اَللّٰهُمَّ زَهِّدْنِيْ فِي الدُّنْيَا وَرَغِّبْنِيْ فِي  
الْآخِرَةِ وَاَفْرِغْ عَلَيَّ الْقَبِيْرَ وَحَبِّبْ اِلَيَّ الْاَجْرَ وَجَبِّتْنِيْ  
مِنْ طَاعَةِ الْهَوَىٰ وَبَلِّغْنِيْ عَنَايَةِ الْمَنِيِّ وَاَجْعَلْنِيْ  
مِّنْ سِرِّ مَنِيْ لِقَضَائِكَ وَرَيْسَتُغْدُ بِلِقَائِكَ وَنَسْتَعِيْذُ  
بِعِلَائِكَ وَيَسْتَفِيْ رِضَاكَ وَيَسْتَفِيْ بِكَ عَنْ سِوَاكَ

وَلَا يُكْفِرُ حَيْثُ رَأَيْتَ مِنْ دِينِكَ فَقَدْ  
 خَلَّ مَنْ يَمُوتُ عَنْكَ أَمَلَهُ وَيَجْعَلُ لِيغْيِرُ عَمَلَهُ  
 فَيُوقِنُ لِمَا انشأتُ مِنْ خَلْقِكَ لَا يَشْكُ فِيمَا خَلَقْتَهُ  
 مِنْ رِزْقِكَ اللَّهُمَّ نَزَّهْنِي مِنَ الْعِبَادَةِ الْعِبَادِ أَعْنِي  
 مِنْ عِمَارَةِ الْبِلَادِ وَأَعْنِي عَلَى عِمَارَةِ الْمَعَادِ  
 وَاجْعَلْ عِبَادَتِي لَكَ وَخَشْيَتِي مِنْكَ وَأَمَلِي إِلَيْكَ  
 وَثِقَتِي بِكَ يَا إِلَهَ الْعَالَمِينَ وَيَا خَيْرَ الْوَاصِينَ  
 يَا مَنْ يَدَاكَ مَبْسُوطَتَانِ يَفْقَهُ كَيْفَ يَشَاءُ أُبْسِطْ  
 عَلَيْنَا بِفَضْلِكَ الْوَاسِعِ يَا مَنْ لَيْسَ بِغَايِكَ غَايَةٌ  
 إِنْ حَمَّ مِنْ لَيْسَ بِفَقْرِهِ نِهَاسِيَّةٌ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْتَمَعُوا أَجْمَعِينَ - ط

اس کے بعد یہ دعا با آواز بلند پڑھی اور تمام غلامان نے بھی اسی طرح پڑھی :-

سُبْحَانَ اللَّهِ مَلَأَ الْمِيزَانَ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغِ  
 الرِّضَا وَذِينَةَ الْعَرْشِ لَا مَلْجَأَ إِلَّا مَنْجَا مِنَ اللَّهِ  
 إِلَّا إِلَهُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدُ الشَّفْعِ وَالْوَسْطِ وَعَدَدُ  
 كَلِمَاتِ التَّامَاتِ كُلُّهَا أَسْأَلُهُ السَّلَامَةَ بِرَحْمَةِ  
 وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَهُوَ حَسْبِي  
 وَنِعْمَ الْوَكِيلُ - وَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ - وَصَلَّى  
 اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ أَجْمَعِينَ - ط

اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دیت تک دعا مانگتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ دعائے  
 خیر سبحان اللہ ملا المیزان۔ پہلی محرم کو بارہ بار پڑھ کر پانی پر دم کیا جاتا  
 ہے اور وہ پانی پیا جاتا ہے چنانچہ میں نے بھی پیا تھا۔ مگر اب اس دعا کو بارہ بار پڑھ کر پانی



پر دم کیا جائے اور مقام حاضرین کو ایک ایک گھونٹ پلایا جائے۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔

## عام بخشش

اس کے بعد حاضرین میں سے ہر ایک نے اٹھ کر اپنا سر حضرت اقدس کے قدموں پر رکھا اور اپنے قصور معاف کرائے۔ حضرت اقدس نے بتسم کرتے ہوئے فرمایا خوش رہو خوش رہو (خوشنود باشید خوشنود باشید)۔ میں نے بھی اپنے حقوق تم کو بخشے۔ خوش رہو خوش رہو۔ اگرچہ ہر شخص قدم بوسی کر کے بیٹھ گیا تھا لیکن حضرت اقدس دیر تک خوشنود باشید (خوش رہو۔ خوش رہو) کے الفاظ دہراتے رہے۔ خدا معلوم آپ کا یہ فرمایا گیا معنی رکھتا تھا۔ شاید عالم غیب سے کوئی موکل عفو تقصیرات کے لیے آیا ہوگا۔ اس کے بعد میاں بنی بخش ساکن مہر لوالہ نے جو حضرت مولانا فخر جہاں کے مرید ہیں اور تربیت سلوک حضرت اقدس سے حاصل کر رہے ہیں۔ عرض کیا کہ حضور یہ چار رکعت نماز جو خوشنودی خصمان کے لیے ادا کی گئی ہیں۔ خصمان سے مراد آدمی ہیں یا نفس و شیطان ہیں کیونکہ یہ بھی انسان کے دشمن ہیں۔ آپ نے ایک دلربا بتم کے ساتھ فرمایا کہ آدمی ہیں اس وجہ سے کہ ہم نے نفس اور شیطان کو راضی کر لیا ہے اور ان کے تابع فرمان ہو گئے ہیں (یہ اقرار گناہ از راہ انکار ہے ورنہ نفس و شیطان پر تو آپ غالب آپ کے تھے۔ یہ کلمات عوام الناس کی حالت زار پر بھی دلالت کھکتے ہیں) اس اثنا میں ایک طبیب نے حاضر ہو کر دو بول شربت فالسہ پیش کیں۔ حضرت اقدس نے خوش ہو کر فرمایا واہ واہ شربت میں پانی ملا کر سب کو پلاؤ اور اس کا ثواب بآدراج پاک حضرت امین حاجین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایصال کیا جائے۔

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضور گلشن راز بھی عجیب کتاب ہے

## مشنوی گلشن راز

میں نے کل یہ کتاب دیکھی۔ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ آپ

۱۔ گلشن راز۔ مشنوی گلشن راز عارف باللہ حضرت شیخ محمود شبستری قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ آپ نے اس منظوم کلام میں تنزیلات اور توحید کے اسرار و رموز شرح و بسط اور دلفریب انداز میں بیان فرمائے ہیں۔ کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد وحدت و کثرت۔ غیوب و شہود۔ عینیت اور غیریت کے مسائل اچھی طرح سمجھ میں آجاتے ہیں۔ گلشن راز کے یہ اشعار بہت مشہور ہیں۔

نے فرمایا میں بہت اچھی کتاب ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس کتاب سے یہ اشعار پڑھے۔  
 محقق را کہ وحدت در شہود است      تختیں نظر بہ نور وجود است  
 دے کہ معرفت نور و صفای دید      بہر چیز کہ دید اول حسدا دید  
 (محقق یعنی عارف باللہ جو نور وحدت کا مشاہدہ کرتا ہے اس کی پہلی نظر نور وجود حق پر  
 پڑتی ہے جس نے معرفت نور اور صفائے قلب حاصل کر لیا۔ جس چیز کو دیکھتا ہے  
 پہلے خدا کو دیکھتا ہے)

### مقبوس ۱۲: بوقت ظہر بروز جمعہ ۱۲ محرم ۱۳۱۶ھ

نماز ظہر سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے کہ میاں غلام قادر دربان نواب صاحب صادق محمد خاں عباسی  
 (والی ریاست بہاول پور) نے آکر پانی کا ایک کنستر آپ کے سامنے رکھا۔ آپ نے دُعا پڑھ کر  
 پانی پر دم کیا اور دربان مذکور کو پانی واپس دے دیا۔ اس کے بعد آپ تلاوت قرآن شریف اور  
 وظائف میں مصروف رہے حتیٰ کہ نماز عصر کا وقت آگیا۔ عصر پڑھ کر آپ اپنے مسکن پر  
 تشریف لے گئے۔

### مقبوس ۱۳: بوقت ظہر روز یکشنبہ ۱۲ محرم ۱۳۱۶ھ

سماع کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دفعہ سید  
 جو اربعہ      تراب علی محی شاہی نے نماز مغرب کی امامت کی۔ دوسرے بشار مقتدیوں کے  
 علاوہ جماعت میں اُن کے والد ماجد بھی تھے جو آپ کے پیر تھے۔ سورۃ فاتحہ ختم کرنے کے بعد کوئی

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ

عاشق و عشق و جگر و عیار کیلیست      کعبہ و دیر و مساجد ہمہ جایا کیلیست  
 گر در آئی چمن وحدت و یکرنگی بین      کہ دران عاشق و معشوق و گل و فلک کیلیست



اور سورۃ پڑھنے کے بجائے انہوں نے ذوق و شوق کے عالم میں یہ ٹھمری باواز بلند ترنم کے ساتھ شروع کر دی ہے

نیکل گلت، موہے اپنے نیاں کی آنکھ رسیل لاج بھری رے

یہ ٹھمری بڑے ذوق و شوق سے دیر تک گاتے رہے حتیٰ کہ عشاء کا وقت آگیا (یاد رہے کہ مغرب کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے) لیکن اُن کے پیر اُسی طرح جماعت کے ساتھ کھڑے ٹھمری سنتے رہے اور نماز فاسد نہ کی۔ آخر جب سید تراب علی کو ہوش آیا تو قرآن مجید کی قرات تمام کر کے نماز ختم کی اور سلام کے بعد خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ دل میں ڈر رہے تھے کہ والد صاحب بہت غصہ ہوں گے۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ تراب علی تم نے حقیقی نماز آج ایک بار پڑھی ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی غلام محی الدین نقشبندی مجددی ساکن قصور نے جو عالم متبحر تھے ایک دفعہ ارادہ کیا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کے ساتھ سماع اور سرود کے بارے میں بحث کریں۔ چنانچہ وہ گھر سے روانہ ہو کر تونسہ شریف پہنچے۔ وہاں اُن کو معلوم ہوا کہ حضرت اقدس مہاراجن تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اور آپ کا دستور تھا کہ حضرت شیخ کے آستانہ پر اربعینؑ (چلم) کرتے تھے۔ جب آپ تونسہ شریف واپس آئے تو لوگوں نے بتایا کہ غلام مولوی صاحب سماع پر بحث کرنے کے لیے آئے تھے۔ آپ نے فرمایا اگرچہ میں عالم نہیں ہوں لیکن اگر میں یہاں موجود ہوتا تو ایک دفعہ اس کی گردن میں ڈھونک ضرور ڈال دیتا۔ (یعنی مولوی صاحب قائل ہو کر ڈھونک گلے میں ڈال لیتے)

## فتوے کفر

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب مولوی خدابخش خیرپوریؒ نے علم توحید میں رسالہ توفیقہ لکھا۔ تو اس کی بڑی شہرت ہوئی اور علماء کی نظروں سے بھی گذرا۔ چنانچہ مولوی غلام محی الدین مذکور اور دیگر علماء نے متفق ہو کر کفر کا فتوے لکھا اور یہ فتوے خلیفہ غلام اللہ صاحب ساکن لاہور جو بڑے جید عالم تھے کے پاس لے گئے تاکہ ان کی مہربانی سے فتوے پر ثبت کرائیں۔ لیکن مولوی غلام اللہ صاحب نے فرمایا کہ کفر لگانا آسان کام نہیں ہے کہ میں بادی النظر میں ان پر فتوے صادر کروں۔ پہلے ان کا رسالہ مجھے دے دو۔ رات کو اس کا مطالعہ کرونگا اور صبح جو کچھ کہنا ہوگا کہوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ساری رات رسالہ

مطالعہ کیا اور صبح کو علماء کرام کو یہ جواب دیا کہ اگر میں ایسے شخص کے حق میں کفر کا فتوے دوں تو مسلمان کہاں سے لاؤں۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ مولوی غلام اللہ صاحب صرف عالم تھے یا فقیہ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ صاحب طریقت تھے لیکن بہت بڑے عالم تھے۔ مولوی غلام محی الدین قصوری عالم بھی تھے اور صاحب طریقت بھی تھے۔ اور ان کے مریدین بہت تھے۔ مولوی غلام دستگیر قصوری بھی ان کے مرید ہیں۔

اس کے بعد راقم کی بغل میں کتاب دیکھ کر فرمایا ایک اہم مسئلہ اور اس کا حل یہ کونسی کتاب ہے۔ عرض کیا کہ حضور ایک سترہ مراتب ہے، در سرفرائے فریضہ ہے۔ احقر کو ایک مسئلہ میں مشکل درپیش ہے۔ اس کا حل طلب کرنے کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے حاضرین کی طرف نگاہ ڈال کر فرمایا کہ اب موقع نہیں۔ شاید کوئی نا محرم بیٹھا تھا۔ جب وہ آدمی چلا گیا تو آپ نے فرمایا اب کتاب کھولو اور پڑھو چنانچہ احقر نے کتاب سترہ مراتب کھول کر وہ مقام پڑھا۔ عبارت یہ تھی۔

لَا يَفْتَدِرُ عَلَى مَكَاشِفَةِ أَحْوَالِ الْمَوْتِ إِلَّا الْأَقْطَابُ وَالْأَفْرَادُ۔

یعنی مردوں کے حالات، کے متعلق کشف سوائے اقطاب و افراد کے اور کسی کو نہیں ہوتا۔ اس کے بعد کتاب فوائد فریدیہ سے جو حضرت اقدس کی تصنیف ہے۔ یہ عبارت پڑھی۔ بدانکہ کہ ادنیٰ الادنیٰ رتبہ کشف، کشف قلوب و کشف قبور است۔

۱۔ اس سے ظاہر ہے کہ مشائخ عظام کس طرح نا محرم اور نا اہل لوگوں کے سامنے اسرار و رموز کے افق اور لطیف مشائین بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل کے نام نہاد صوفی برکس و ناکس کے سامنے وحدت الوجود اور قضا و قدر جیسے مشکل مسائل بیان کر کے اصلاح کی بجائے ان کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ تَكَلَّمُونَ النَّاسَ عَلَى قَدَرِ عَقُولِهِمْ (لوگوں کے ساتھ ان کی عقل کے مطابق بات کرو) نیز آنحضرتؐ نے مسائل قضا و قدر اور وحدت الوجود پر بحث سے منع فرمایا ہے۔



(جاننا چاہیے کہ کشف کا ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کشف قلوب و کشف قبور ہے)

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور مولانا جامیؒ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ رُتبہ کشف قبور اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ ہے لیکن حضور اقدسؑ نے اسے ادنیٰ سے ادنیٰ کشف قرار دیا ہے۔ ان اقوال کے درمیان تطبیق کس طرح ہو سکتی ہے۔

**اقسام کشف** | آپ نے فرمایا کہ کشف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کشف ثنائیل اشیار دوسرا کشف ذوات اشیار بعینہا۔ کشف ثنائیل عام ہے اور آدمی کو بلکہ جانوروں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بات لوگوں میں مشہور ہے کہ جب گھوڑے کے پیٹ میں درد ہو تو اسے قبرستان میں لے جانا چاہیے اس سے وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب گھوڑے پر مردوں کی حالت ظاہر ہوتی ہے اور ان کے عذاب اور شور و شغب سے مطلع ہوتا ہے تو اس کے دل میں خوف و ہراس پیدا ہو جاتا ہے جس سے وہ اپنا درد بھول جاتا ہے۔ نیز فرمایا کہ بعض طبائع ایسی واقع ہوئی ہیں کہ ان کی سرشت میں کشف ملا ہوا ہوتا ہے۔ جیسا کہ مولانا جامیؒ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں لکھا ہے کہ ایک چھوٹا لڑکا تھا جس کی سرشت میں کشف بہت تھا۔ ایک دن وہ چند لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ زار زار رونے لگا اور اپنے باپ کے گلے لگا کر دانتے لڑنے لگا کہ ناشروع کیا۔ اس نے دریافت کیا کہ بیٹا کیوں روتے ہو۔ کہنے لگا کہ ایک آدمی پر عذاب قبر ہو رہا ہے جس سے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ ایک آدمی نے کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر کسی شخص کی رُوح کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو اس کی نجش ہو جاتی ہے۔ پس سب نے بیٹھ کر اُسی وقت ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور اس شخص کی رُوح کو ایصالِ ثواب کیا جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ اس کے بعد لڑکے نے کہا کہ اب اس شخص کا عذاب بند ہو گیا ہے اور خوش و خرم تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا اس حدیث سے لڑکے کے کشف کی اور لڑکے کے کشف سے حدیث کی تصدیق ہو گئی۔

اب یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے کشف تمثیلی ہے اور خواب میں مردوں کے حالات دیکھنا ہی کشف تمثیلی ہے۔ کشف کی دوسری قسم کشف ذوات اشیار بعینہا یہ ہے کہ صاحب کشف عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور احوال موتی کا حقیقتاً مشاہدہ و معائنہ کرتا ہے اور اس قسم کا کشف

سوائے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء و اقطاب و افراد کسی کو نہیں ہوتا۔ پس جن لوگوں نے کشف قبور کو اپنے درجہ کا کشف لکھا ہے ان کی مراد وہی کشف تفسیلی ہے اور جن حضرات نے کشف قبور کو اعلیٰ درجہ کا کشف قرار دیا ہے اس سے ان کی مراد ذوات موتی کا حقیقی کشف ہے۔

## مقبوس ۱۲: بوقت عشر بروز جمعہ ۹ محرم ۱۳۱۶ھ

ظاہری لباس کا باطن پر اثر | اس بات پر گفتگو ہو رہی تھی کہ جب آج کل کے زمانے کے لوگ انگریزی پڑھ لیتے ہیں تو لباس بھی قوم نصاریٰ کا پہنا شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ط (جنے کسی قوم کے ظاہری مشابہت اختیار کی وہ اس قوم کا بن جاتا ہے یا اس کا حشر اس قوم سے ہوگا)

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور میاں ولایت علی شاہ صاحب فیروز پوری کو حضرت

### میاں ولایت علی شاہ صاحب

سلطان الاولیاء (حضرت قاضی محمد عاقل صاحب قدس سرہ) سے خلافت کس طرح پہنچی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے بھی آٹھ سال ہوئے ان کے حضرت سلطان الاولیاء سے بیعت کرنے اور خلافت حاصل کرنے کا علم ہوا ہے۔ اس سے پہلے مجھے یہ بات معلوم نہ تھی۔ فرمایا کہ میاں ولایت علی شاہ سید تھے اور ان کا اصلی وطن ڈیرہ غازی خان ہے۔ وہ فارغ التحصیل تھے اور کافی عرصہ تک درس دیتے رہے۔

اس کے بعد ان کے دل میں سلوک الی اللہ طے کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ کسی تقرب کے سلسلہ میں ان کا گذر سیت پور میں ہوا جہاں حافظ جان محمد صاحب کے ساتھ جو حضرت سلطان الاولیاء کے مرید تھے ان کی ملاقات ہو گئی۔ ان دونوں حافظ جان محمد پر غلبہ جذب شروع ہو رہا تھا چنانچہ حافظ صاحب نے میاں ولایت علی شاہ کو ایک مرغن روٹی کھلائی جسے عرف عام میں پراٹھا کہتے



ہیں۔ روٹی کھاتے ہی ان پر آثار جذب ظاہر ہونے لگے۔ ان ایام میں سیت پور میں ایک اور شخص رہتا تھا جو حضرت سلطان الاولیاء کا مرید تھا اور صاحبِ حال تھا۔ انہوں نے کہا کہ سیدناؒ حال میں آثار جذب کا ظاہر ہونا علامات نقص میں سے ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے سید ولایت علی شاہ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا جس سے ان کی حالت میں افاقہ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ دولت ولایت آپ کو ضرور ملتی ہے۔ پس جلدی کرنی چاہیئے اور میرے شیخ علیہ الرحمۃ سے دریافت کرنا چاہیئے اس کے بعد وہ وہاں سے روانہ ہو کر شیدانی شریف پہنچے اور حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت سلطان الاولیاء اُن کے پہنچنے سے پہلے بیمار تھے۔ آپ نے اُن کو فوراً بیعت سے مشرف فرمایا اور تمام مناسب وظائف تلقین کر کے مجاز کر دیا یعنی خلافت عطا کی اور فرمایا پرگنہ فیروز پور میں جا کر وہاں سکونت اختیار کرو۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک دن میناں ولایت علی شاہؒ الوداع کہہ کر روانہ ہوئے اور دوسرے دن حضرت قبلہ سلطان الاولیاء کا وصال ہو گیا۔ چنانچہ سید ولایت علی شاہؒ آپ کے وصال سے ایک رات پہلے پہنچ کر بیعت ہوئے ہیں اور یہ نعمت خلافت حاصل کی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ علاقہ فیروز پور میں آپ کی بہت کرامات مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے دہی کا برتن آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا۔ خادم نے اٹھا کر گھر میں رکھ دیا۔ ایک سال کے بعد جب حضرت سلطان الاولیاء کا عرس کیا تو ترشی درکار تھی۔ دہی کسی جگہ سے دستیاب نہ ہوا۔ آخر خادم کو وہی دہی کا برتن یاد آیا جو ایک سال پہلے اس نے بھٹا ملت رکھ دیا تھا۔ جب اس کا ذکر حضرت ولایت علی شاہؒ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اے آؤ خراب نہیں ہوا ہوگا۔ جب دیکھا تو وہی اسی طرح تر و تازہ موجود تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ ابھی بنایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ انہوں نے بہت مرید بنائے اور اس علاقے کے اکثر رؤساء۔ شرفاء۔ اہل افسران مثل ڈپٹی اور تحصیلدار آپ کے مرید تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں غلام محمد قصوری کہتے ہیں کہ آپ (میاں ولایت علی شاہ صاحب) رات کو ہرگز نہیں سوتے تھے بلکہ ساری رات حق تعالیٰ کے ساتھ شاغل رہتے تھے۔ اور ہر شب ذکر نفی اسبات (یعنی ذکر لا الہ الا اللہ) چوبیس ہزار بار کرتے تھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ چوبیس ہزار بار اور اللّٰهُ الصَّمَدُ چوبیس ہزار بار پڑھتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میاں غلام محمد قصوری میاں ولایت علی شاہ صاحب کے مقبضہ کی طرح تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں غلام محمد قصوری بڑے نیک آدمی تھے۔ میاں ولایت علی شاہ صاحب نے تمام عمر شادی نہیں کی تھی۔ آپ کو سماع عشقیہ کا بہت شوق تھا اور ساری ساری رات اس حالت میں گزار دیتے تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضور سماع عشقیہ کیا ہے۔ فرمایا کہ سماع عشقیہ میں غزلیات اور اشعار عشقیہ پر رقص کیا جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ سلطان الادب اقدس سرہ کا عرس کیا کرتے تھے اور کافی غفلت جمع ہو جاتی تھی۔ جب ہم حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی نیارت کے لیے اجمیر شریف گئے تو قصور سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ اس سے سات ماہ پہلے ان کا انتقال ہو گیا تھا یعنی سال ۱۳۸۵ھ میں۔

اس کے بعد راقم نے عرض کیا کہ مولوی غلام محمد صاحب کہاں کے رہنے والے تھے۔

**مولوی غلام کبریا ساکن پاک پتن شریف**

اور کن بزرگ سے ان کی بیعت تھی۔ فرمایا کہ اُن کے والد کا نام مولوی یار محمد تھا جو حضرت قبلہ سلطان الاولیاء کے مرید تھے۔ آپ پاک پتن شریف کے قریب رہتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ (حضرت خواجہ نور محمد جہاروی) کے عرس کے موقع پر بہار ان شریف میں مولوی غلام کبریا کو اپنے والد نے حضرت محبوب الہی قدس سرہ کا مرید کرایا۔ جب حضرت محبوب الہی نے ان کو بیعت کیا تو ان کو صرف بہائی سے مطول اور تلوین تک دو دو تین تین سطریں پڑھائیں۔ اس کے بعد مولوی غلام کبریا نے علم حاصل کرنا شروع کیا اور طویل مدت میں عالم متبحر ہو گئے۔ حضرت محبوب الہی نے ان کو اجازت بیعت اور خرقہ خلافت بھی عطا فرمایا۔ مولوی یار محمد نے اپنے اہل و عیال سمیت علاقہ پاک پتن شریف سے ترک سکونت کر کے فتح آباد میں جو سہ سہ کے قریب ہے اقامت اختیار کی۔ وہاں مولوی غلام کبریا کی بہت شہرت ہوئی اور ان کی شہرت دہلی تک پہنچ گئی۔ اس علاقے میں آپ کے کثرت سے لوگ مرید ہوئے لیکن آپ کا سلسلہ جاری نہ ہوا۔ اس وجہ سے کہ نہ آپ کی کوئی اولاد تھی نہ آپ نے کسی کو خلافت دی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے برادر زادہ کی جو حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی کا مرید تھا لوگوں نے دستار بندی کرائی اور خلیفہ مقرر کیا۔ لیکن وہ بات ان میں نہیں



ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کچھ عرصہ تک ہمارے اور مولوی غلام کبریا کے درمیان خط و کتابت رہی اس کے بعد حضرت اقدس نے تھوڑی دیر خاموش ہو کر یہ رباعی پڑھی۔

مجموعہ کونین را بقانون سبق  
کردیم تخص و رقابعد ورق

## مختصر سبق عروض

حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درو جز ذات حق شیون ذاتیہ حق  
(کائنات کا ہم نے باقاعدہ مطالعہ کیا اور بے حد تحقیق کی۔ آخر اس نتیجہ پہنچے۔  
ذات حق اور شیون حق یعنی اسما و صفات حق کے مظاہر کے سوا کچھ نہیں ہے۔)  
اس کے بعد مولوی غلام احمد اختر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ”کریا بہ بحثائے بحال ما، کا وزن ”فعل“ فعل“ فعل“ فعل“ فعل“، ہے۔ نیز فرمایا کہ جملہ ارکان آٹھ ہیں یعنی مفاعیل“۔ مستفعلن۔ مفاعیلن۔ مستفعلن۔ فاعلات“۔ مفعولات“ وغیرہ۔ لیکن تقطیع کے وقت ہر رکن کو دوسرے کسی مشہور رکن کی بجائے رکھا جاسکتا ہے مثلاً

ہست ثنائی سر خوان کریم

کی تقطیع یہ ہے مفععلن، مفععلن، فاعلات۔

۱۔ تقطیع کا لفظی معنی ہے قطع کرنا۔ چونکہ شعر کو اس کے مقررہ وزن کے مطابق توڑ پھوڑ کر مختلف ارکان پر ڈھالنا پڑتا ہے۔ اس لیے اس عمل کو علم عروض میں تقطیع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے مثلاً اس نے دافن کہ آخرچوں دے دیدارے رقص کا وزن یہ ہے مفاعیلن، مفاعیلن، مفاعیلن، مفاعیلن ہے۔ اس کی تقطیع یوں ہوگی۔

نے دافن (مفاعیلن) کہ آخرچوں (مفاعیلن) دے دیدار (مفاعیلن) رے رقص (مفاعیلن)  
مثنوی شریف کا وزن فاعلات“۔ فاعلات“۔ فاعلات“۔ فاعلات“۔ ہے۔

ہر کہ خواہ ہم نشینی با خدا۔ اوشیند در حضور اولیاء کی تقطیع یوں ہوگی۔ ہر کہ خواہ  
(فاعلات“) ہم نشینی (فاعلات“) با خدا (فاعل“)۔ شعر کا وزن معلوم کرنے کے لیے یا خود شعر کہنے کے لیے سارا کھیل حروف پر ہوتا ہے۔ ہر کلام میں خواہ منظوم ہو یا منثور۔ تمام حروف یا علیحدہ علیحدہ

## مقبوس ۱۵: بوقتِ عشاءِ جمعہ ۱۳ صفر ۱۴۴۱ھ

قتائے وظائف جائز ہے | سید غلام رسول ساکن ڈیرا ونچہ قلعہ ڈیرا وجو بہاوپور کے رگیان کے قلب میں واقع ٹپے اور قدیم راجاؤں کا پایہ تخت ہے) جو حضرت قبلہ محبوب الہی کامرید ہے۔ عرض کیا کہ وظیفہ درود اکبر اور درودِ حاضری جو حضور نے تلقین فرمایا تھا۔ نماز فجر کے بعد بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اکثر اوقات حضور کی ہدایت کے مطابق اسی وقت پڑھا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی کام کاج کی مصروفیت کی وجہ سے وظیفہ فوت ہو جاتا ہے۔ اگر جائز ہو تو کسی دوسرے وقت پڑھ لیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک جائز ہے۔ جب قضا شدہ نماز دوسرے وقت پڑھی جاسکتی ہے تو وظائف بطریقِ اولیٰ جائز ہیں۔ مقبوسِ نجمِ آپا نزد ہم اس وقت لکھے گئے جب حضرت اقدس نواب صادق محمد خان عباسی والی ریاست بہاوپور کی دعوت پر قلعہ صادق گڑھ (ڈیرہ نواب صاحب) میں مقیم تھے۔

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ

آتے ہیں یا دو حرف کا ایک جوڑا ہوتا ہے۔ مثلاً "عز ذیل میں

ہر کہ خواہ ہم نشینی با خدا - اولشیند در حضور اولیاء میں ہر میں دو حرف ہا اور را کا جوڑا ہے۔ حرف کہ اگرچہ کاف اور ہ پر مشتمل ہے لیکن جو حرف الف، واو، یائے اور ہ کے ساتھ متصل ہوتے ہیں انکو علم عروض کی رو سے جوڑے کے طور پر بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور ضرورتِ شاعری کی بنا پر ایک حرف کے طور پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یعنی موسیقی کے قواعد کے مطابق ڈاٹ بھی (DOT) پڑھ سکتے ہیں اور ڈیش بھی (DASH)۔ اس لیے اس شعر میں حروف کہ۔ کو فاعلات کے حروف عین پر جانے کے لیے علیحدہ حرف پڑھا جاتا ہے لہذا ہر کہ خواہد کی تقطیع فاعلات ہوگی یعنی ہر بردزن فاعلہ، بردزن عین، خوا بردزن لا اور ہد بردزن ٹن۔ اسی طرح سارے شعر کی تقطیع ہو سکتی ہے۔ یہ کام اگرچہ مشکل نظر آتا ہے لیکن مشق کے بعد نہایت آسان ہو جاتا ہے اور شعر پڑھتے یا شعر لکھتے وقت اس کا وزن خود بخود دل میں قائم ہو جاتا ہے۔



## مقبول: بوقت عشاء بر رخصتینہ جامی الاول ۱۳۱۶ھ

کشتی کا غرق ہونا | حضرت اقدس نے احقر اراقم الحروف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کشتی کا حال سناؤ کس طرح غرق ہوئی۔ کس طرح کچھ لوگ غرق ہوئے اور کس طرح باقی لوگ بچ گئے۔ احقر نے تفصیل سے واقعات عرض کیے جن کو سن کر حضرت اقدس غم و اندوہ کی وجہ سے سر ہلارہے تھے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ قبلہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا ہے کہ بدھ کے دن سفر پر جانا ممنوع ہے اور خود بھی پیرانِ عظام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کئی بار بدھ کے دن سفر پر جانا ترک فرمایا ہے لیکن آج کس طرح حضور گھر سے نکل کر سوار ہوئے ہیں اور ہم خدام کو بھی سفر کا حکم فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہفتہ کے دن ہم نے پستانہ نکال دیا تھا (یعنی ایک پیہ اور نمک کی پڑیہ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) ہمیں گھر کے لوگوں نے بھی اس بات سے منع کیا تھا کہ آج بدھ ہے ہرگز سفر نہ کریں۔ لیکن ہم نے اُن کی باتوں کی پرواہ نہ کی اور روانہ ہو پڑے۔ اس خیال سے کہ اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک پر جا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ بدھ کے دن بوقت اشراق حضرت اقدس ایک کشتی پر سوار ہو کر کوٹ مٹھن شریف پہنچ گئے تھے لیکن جب ہم لوگ کشتی پر سوار ہوئے تو چونکہ کشتی چھوٹی تھی اور آدمی اور گھوڑے بہت تھے دریا (سندھ) میں طغیانی تھی اور جنوبی ہوا تیز چل رہی تھی۔ جب کشتی منجھدار میں پہنچی تو حالت خراب ہو گئی۔ میں کشتی کے آخری حصے میں بیٹھا ہوا تھا اور خیال کر رہا تھا کہ ابھی نصف دریا باقی ہے اور کشتی پوری طرح منجھدار میں نہیں پہنچی تو یہ حال ہے۔ جب منجھدار کے عین وسط میں جا بیگی تو کیا حشر ہوگا۔ ڈر ہی تھا کہ کشتی سلامت نہیں پہنچے گی۔ اس لیے میں نے جوتا اتارا۔ ایک تہ بند کے سوا سارے کپڑے اتار کر رکھ دیئے اور اس انتظار میں تھا کہ کب وہ وقت آتا ہے۔ لیکن باقی لوگ بے پروا بیٹھے تھے اور مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ کیوں یہ حالت اختیار کر لی ہے۔ جب کشتی عین وسط دریا میں پہنچی تو موجوں کا زور بڑھ گیا اور پانی کشتی کے اندر داخل ہونے لگا تو لوگوں

کے ہوش گم ہو گئے اور آہ و فغان کرنے لگے۔ جب کشتی میں پانی زیادہ ہوا تو ایک طرف جھک گئی اور میرے سمیت کافی لوگ دریا کے اندر کود گئے اور تیرنا شروع کیا۔ جب میرا تہ بند پانی سے تر ہوا تو مجھے نیچے کی جانب کھینچنے لگا۔ یہ دیکھ کر میں نے اسے اتار کر پھینک دیا اور برہنہ تیرتا رہا اور اپنے شیخ عالی مقام کو یاد کرتا رہا۔ میرے دل میں یقین تھا کہ بچ جاؤں گا حتیٰ کہ تیرتا ہوا ساحل پر پہنچ گیا۔ لیکن اس قدر صدمہ ہوا کہ اٹھنے کی طاقت نہیں تھی اور دریا کے کنارے پر لیٹ گیا۔ باقی لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ بھی تیر کر کنارے کی طرف جا رہے تھے۔ لیکن دو آدمی میرے سامنے فریاد کرتے ہوئے غرق ہو گئے اور کوئی شخص ان کی امداد نہ کر سکا۔ میرے سامنے یہی دو آدمی غرق ہوئے لیکن سنا ہے کہ کل تیس چالیس آدمی غرق ہوئے۔ ان کے علاوہ بیٹھار گھوڑے بھی غرق ہو گئے۔

کرامتِ شیخ سے مجبوعہ ملفوظات بچ گیا | جب میں ساحل پر پہنچا تو مجھے سب سے زیادہ غم حضرت اقدس

کے اُن ملفوظات کا تھا جو میرے بستر میں تھے۔ وہ بستر خراجین میں بند تھا اور خراجین کشتی میں رہ گئی تھی۔ مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ جو کچھ میں نے چھ سال کی محنت سے حاصل کیا تھا چھ ضائع ہو گیا۔ شاید میرا یہ کام مقبول نہ تھا۔ میں اس غم میں سرنگوں بیٹھا تھا کہ ایک اجنبی آیا۔ نہ اس کے جسم پر سفر کے آثار تھے نہ پوشاک گرواؤ وہ تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک بستر تھا۔ اس نے آتے ہی کہا کہ اے جوان یہ تمہارا بستر ہے۔ میں نے خوش ہو کر کہا کہ ہاں میرا ہے۔ جب میں نے بستر اس کے ہاتھ سے لیا تو اگرچہ باہر سے تر تھا لیکن اس کے اندر کا غذا باکل خشک تھی وہ آدمی مجھے بستر دے کر جنگل میں چلا گیا اور گم ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ ملفوظات مقبول ہو گئے ہیں۔ جب حضرت اقدس کے سامنے یہ ماجرا بیان کیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اس آدمی کی شکل اور رنگ کیسے تھے۔ عرض کیا کہ اس کے سر اور ریش کے بالوں کا رنگ سیاہی مائل سفید تھا لیکن چہرے کا رنگ قدرے طبع تھا۔ یہ سن کر آپ خوش ہوئے اور تمہم فرمایا



## مقبوس! بوقتِ عشاءِ روزِ جمعہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ

**عمل برائے دفعِ مرض و سحر** | حضرت اقدس پنگ پر تشریف رکھتے تھے۔ اس احقر کو پاس بلا کر آپ نے کتابِ مرقعہ شریف کھولی اور دو تین دعائیں پڑھ کر احقر کو تلقین فرمائیں۔ نیز فرمایا کہ کل بوقتِ اشراق وضو کامل کر کے دعائے یکھنی آکیں بار پڑھنا اور ہر بار پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔ پھر دو تین گھنٹہ پانی پر دم کرنا۔ اس کے بعد سورۃ فاتحہ مع دعائے میا جی حسین لاحی ..... الی آخر اکتالیس بار مع بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اس پانی پر دم کرنا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس عمل کی میں نے تجھے اجازت دی ہے۔ احقر نے قبول کی اور دستِ بستہ عرض کیا کہ یہ عمل کس کام کے لیے ہے۔ آپ نے فرمایا اندرونِ خانہ قدرے علیل ہیں اس لیے تجھے یہ چیز بتائی ہے۔ یہ عمل جادو، سحر، اور شفا کے بیمار ان کے لیے مفید ہے۔ نیز جس آدمی کے خلاف کوئی عمل کیا گیا ہو تو اس کے دفعیہ کے لیے بھی مفید ہے۔

## مقبوس! بوقتِ ظہر روزِ چہار شنبہ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ

**اہم ترین و بلند ترین ملفوظ** | حضرت اقدس لوائِ جامی کا مطالعہ کر رہے تھے اور چند خدام بھی حلقہ باندھے آپ کے گرد بیٹھے تھے۔

درس لوائِ جامی و شرح آن

**غنا و وجوبِ فاتی** | حضرت اقدس نے لائحہ ہفدیم شروع سے آخر تک پڑھا۔ اس کی عبارت یہ ہے :-

تبعینِ اول و حدیثِ صرف، و قابلیتِ استِ محضِ مثلِ برِ جمیعِ قابلیت .... الی آخر۔  
(تبعینِ اول و حدیثِ صرف اور قابلیتِ محض ہے جو تمام قابلیت پر مثل ہے یعنی

جس میں تمام قابلیت شامل ہیں)

چونکہ اس لائحہ میں مسئلہ غنا اور وجوب ذاتی پر بحث ہے۔ احقر نے دریافت کیا کہ آیا کوئی فرد بشر کاملین غنائے ذاتی اور وجوب ذاتی سے بہرہ ور ہو سکتا ہے؟ (یعنی کیا انسان کامل جو ممکن الوجود ہے ذات باری تعالیٰ اجرو واجب الوجود ہے کے صفات سے متصف ہو سکتا ہے)۔ حضرت اقدس نے فرمایا جب تک انسان فرد ہے (یعنی اپنی ہستی پر قائم ہے) اُسے غنا اور وجوب ذاتی میسر نہیں ہوتا۔ لیکن جب وہ محو ہو گیا اور فرد نہ رہا۔ اس وقت اس کی تمام صفات، صفاتِ حق ہو جاتی ہیں۔ نہ وہ رہتا ہے نہ اس کی صفات۔ اور غنا و وجوب ذاتی اسی طرح وجودِ مطلق (وجودِ حق) کی صفات رہ جاتی ہیں جس طرح کہ وہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح اعدادِ اثنین و ثلاثہ (دو اور تین) عددِ واحد (ایک) سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کا وجود وجودِ واحد پر قائم ہے اور واحد کا وجود کسی غیر کا محتاج نہیں۔ بالفاظِ دیگر دو اور تین کا وجود بغیر ہے (غیر پر موقوف ہے) اور واحد کا وجود لذاتہ ہے (اپنی ذات سے قائم ہے) اسی طرح ممکن (نہیں) واجب الوجود (حق) کا محتاج ہے۔ ممکن کا یعنی انسان کا وجود بغیر ہے (یعنی غیر کا محتاج ہے)۔ لیکن حق تعالیٰ کا وجود لذتہ ہے۔ انسان کو غنا اور وجوب ذاتی کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ اس پر احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ قبلہ صاحبِ گلشنِ راز کہتا ہے۔

چو ممکن گردِ امکان بر فشانند      بجز واجب و گر چیزے نماند  
(جب ممکن (انسان) نے امکان کی گردِ جھاڑ ڈالی یعنی آلائشِ بشری سے پاک ہو گیا تو واجب یعنی ذاتِ حق کے سوا کچھ باقی نہ رہا)

نیز مولانا جاتی نے فرمایا ہے۔

وجوبِ آلائشِ امکانِ اوشت      قدمِ زنگِ حدوثِ ازبانِ اوشت  
(وجوب یعنی ذاتِ حق میں فنا ہونے نے اس کا امکان یعنی ممکن یا حادث ہونا ختم کر دیا اور قدم یعنی صفاتِ ذاتِ قدیم سے متصف ہو کر ساککِ حدث کی زنگ سے پاک ہو گیا)

اب سوال یہ ہے کہ آیا گردِ امکان، آلائشِ امکان، و زنگِ حدوث میں



اضافتِ بیانیہ ہے یا نہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ اضافتِ بیانیہ ہے پھر بھی ممکن (انسان) کو غنا اور وجوب ذاتی حاصل نہیں ہوتا۔ اگرچہ ممکن سے گردِ امکان (آلانش بشری) جو خود اعتبارِ امکان ہے اٹھ جاتی ہے اور دور ہو جاتی ہے اور حادث (انسان) سے رنگِ حدوث جو نفسِ حدوث ہے صاف ہو جاتی ہے اور واجب و قدیم کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا تاہم وجوب اور غنا و قدیم ذاتی حق تعالیٰ کی صفات ہیں اس لیے کہ اس وقت نہ ممکن باقی رہتا نہ اس کی صفات۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمہارے سوال کا اصل جواب یہ ہے کہ مرتبہ امکان مقامِ عاشقی ہے اور مرتبہ وجوب مقامِ معشوقی ہے۔ جب سالک مراتبِ امکانیہ طے کر کے مرتبہ وجوب تک پہنچ جاتا ہے۔ اس معنی میں کہ آثارِ امکانیہ (احساسِ بشریت) اس سے ساقط ہو جاتے ہیں تو اس وقت غیرت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ دونوں یعنی وجوب اور امکان سے آزاد ہو کر اور خلاصی پا کر احدیتِ ذاتیہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جس کا نام طسِ حقیقیؑ اور محویتِ کلیؑ ہے اور تمام آثارِ بشریہ امکانیہ (احساساتِ خودی) مٹ جاتے ہیں چنانچہ

۱۔ اضافتِ بیانیہ وہ ہے جہاں مضاف عین ہوتا ہے مضاف الیہ کا۔ مثلاً جب گردِ امکان کے معنی یہ لیے جائیں کہ امکان بمنزلہ گرد کے ہے تو یہ اضافتِ بیانیہ کہلائے گی۔ اس کے برعکس اضافتِ لامبیہ ہے جس میں مضاف، مضاف الیہ کا عین نہیں ہوتا۔ مثلاً غلامِ فرید (فرید کا غلام) اصل کتاب میں طباعت کی غلطی سے اضافتِ لامبیہ کو اضافتِ لازمیہ لکھ دیا گیا ہے۔

۲۔ طسِ معنی محو ہو جانا۔ ”طس فنائے ذاتی کو کہتے ہیں یعنی صفاتِ علنی کو صفاتِ حق میں گم کر دینا۔ صفاتِ حق کا جملہ اشارہ میں مشاہدہ کرنا اور غیر حق کو اپنی صفات سے خالی پانا۔“

۳۔ محویت۔ ”محو فنائے افعال کو کہتے ہیں۔ یعنی افعالِ حق کا مشاہدہ جملہ اشارہ میں کرنا اور غیر حق کو بالکل موثر نہ پانا۔“ ماسخِ از سرِ دلبران مصنفہ حضرت مولائی و مرشدی سید محمد ذوقی شاہ صاحب

صفات سبعہ (سات صفات بشری) اور تباہی (دوئی) جو صفات بشریہ میں سے ایک صفت ہے اٹھ جاتی ہے اور اطلاق اور بساطت (لا محدود ہونا) میسر آتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اس مقام پر انسان کی ہر چیز دوسری جس کا کام کرتی ہے۔ یعنی سمع بصر کا کام کرتی ہے اور بصر سمع کا کام کرتی ہے۔ ہر طرف سے دیکھتا ہے اور ہر طرف سے سنتا ہے بلکہ اس کا سارا بدن بصر بن جاتا ہے اور سارا بدن سمع بن جاتا ہے۔ اسی طرح تمام حواس کا قیاس کر لو لیکن اس کا تعین اور حقیقت امکانیہ بدستور قائم رہتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ اس کا شخص بھی معدوم ہو جائے۔ خواہ وہ اپنے علم میں جو اس وقت علم حق ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو واجب الوجود سمجھے اور ذات بحت جانے۔ پس لفظ نگر و امکان، رنگ حدوث اور آلائش امکان میں اضافت بیانہ نہیں ہے کیونکہ اس کی حقیقت امکانیہ مرتفع یعنی ختم ہو جاتی ہے بلکہ یہ اضافت لامیہ ہے۔ چنانچہ ”گر و رنگ“ اور ”آلائش“ سے مراد آثار ہے جو حقیقت امکانیہ کا خاصا ہیں اور یہ مرتفع ہو جاتے ہیں (اٹھ جاتے ہیں)۔ لیکن امکانیت عارف سے کسی طرح حقیقتہ منفک اور جدا نہیں ہوتی۔ نہ دنیا میں نہ عقبہ میں۔ اس وجہ سے کہ یہ کائنات درحقیقت حق تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہے۔ مختلف اور متضاد مظاہر اور تعینات ہیں۔ تاکہ وہ اپنے اہمال و صفات کے کمالات کا تماشا دیکھے اور اس سارے تماشا یا کھیل کی بنیاد اثنینیت (دوئی) پر موقوف ہے اور اثنینیت (دوئی) کیا ہے امکانیت ہے۔ پس جب تک یہ تماشا باقی ہے امکانیت بھی لازم ہے۔ اگرچہ اثنین (انسان) اپنے علم میں جانتا ہے کہ میں واحد ہوں اس وجہ سے کہ یہ اثنین (انسان) واحد سے ظاہر ہوا ہے اور لازماً حقیقت

۱۔ اضافت بیانہ وہ اضافت ہے جہاں مضاف الیہ عین مضاف ہوتا ہے اور اضافت لامیہ وہ اضافت ہے جہاں مضاف اور مضاف الیہ جدا ہوتے ہیں۔ مثلاً رنگ حدوث اگرچہ دو لفظ ہیں لیکن مطلب ایک ہی ہے یعنی حدوث۔ لیکن اسے اضافت لامیہ قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ رنگ اور چیز ہے اور حدوث اور۔ آتش عشق اضافت بیانہ ہے اور خادم الفقراء اضافت لامیہ ہے۔



اثنین (حقیقت انسان) عین حقیقت واحد (حقیقت حق تعالیٰ) ہے اور واحد اس کا خالق ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اور حضرت قبلہ سلطان الاولیاء کے درمیان بھی ان اشعار پر بحث مباحثہ ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت حافظ صاحب فرماتے تھے۔ گردِ مکان میں اضافتِ بیانیہ ہے لیکن حضرت سلطان الاولیاء فرماتے تھے کہ اضافتِ بیانیہ نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولوی حامد صاحب شیدانوی اتفاقاً یہاں آئے ہوئے تھے اور اس وقت امامن (امام بخش) مجھ سے لوانج جامی پڑھتے تھے۔ وہ مجھ سے سبق پڑھ کر مولوی حامد صاحب کو سنا تے تھے۔ چنانچہ جہاں غنا اور وجوب ذاتی کا بیان آیا ہے۔ امامن نے جو کچھ مجھ سے سنا جا کر مولوی صاحب کو سنایا۔ مولوی حامد صاحب نے کہا کہ حضور اس جگہ انہوں نے (حضرت خواجہ غلام فرید صاحب) آپ سے حجاب کیا ہے اور مسئلہ غنا اور وجوب کی حقیقت انہوں نے آپ کو نہیں سمجھائی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ غنا اور وجوب دونوں عطا عارف کامل کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ حجاب اُس وقت ہوتا ہے کہ جب مسئلہ میں عبارت صاف نہ ہو اور شاگرد کی سمجھ میں نہ آئے اور استاد بھی تقریر واضح نہ کرے بلکہ گول کر کے مکمل جائے۔ لیکن جب عبارت اس قدر صاف ہو کہ شاگرد خود بخود سمجھ جائے علاوہ ازیں استاد بھی نہایت واضح الفاظ میں بیان کر دے۔ حجاب اور گول مول بیان کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد فرمایا کہ امامن نے یہ بھی کہا تھا کہ مولوی حامد صاحب نے بتایا کہ حضرت خواجہ تاج محمد صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا جامی عارف نہیں تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ استغفر اللہ میں مولانا جامی کی شان میں کچھ نہیں کہتا۔ لیکن مولوی صاحب (مولوی حامد شیدانوی) سے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی تو ضرور عارف تھے کیونکہ ان کے پیران پیر ہیں اور ہر شخص اپنے پیروں کو عارف اکمل سمجھتا ہے۔ انہوں نے (حضرت شیخ کلیم اللہ) بھی اپنی کتاب سوا اسبیل میں مسئلہ غنا و وجوب کے بارے میں صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ دو صفات یعنی غنا اور وجوب ہرگز حاصل نہیں ہوتے۔

## حضرت شیخ کلیم اللہ اور مسئلہ غنا و وجوب

اس کے بعد فرمایا کہ مسئلہ غنا و وجوب ذاتی کے متعلق

جو کچھ کتاب سوار البیہل یا دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ عبد کو یہ دو صفات حاصل نہیں ہوتے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک عبد یا ممکن (انسان) آثار بشریہ امکانیہ کے عوارض میں مبتلا ہے یہ دو صفات اس کو حاصل نہیں ہوتے۔ اس وجہ سے کہ مراتب تنزیلات (مقامات کثرت) میں تمام صفات خفی تنزل کرتے ہیں۔ (یعنی انسان کسی حد تک سمیع بصیر ہو سکتا ہے) لیکن یہ دو صفات یعنی غنا اور وجوب ہرگز تنزل نہیں کرتے (یعنی اسمائے صفاتی کے ساتھ انسان مقصوف ہو سکتا ہے لیکن اسمائے ذاتی کے ساتھ ہرگز مقصوف نہیں ہو سکتا) رحیم و کریم، سمیع بصیر ہو سکتا ہے لیکن اللہ اور الہی نہیں کہلایا جاسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تنزل مقام احتیاج (محتاجی) ہے پس محتاج کس طرح غنی اور واجب ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر مولوی حامد صاحب کی مراد یہ ہے کہ باوجود بقائے عارفیت و کاملیت اور دیگر آثار بشریت اس کو غنا اور وجوب حاصل ہو جاتا ہے تو یہ بات ہرگز ممکن نہیں ہے۔

اور اگر ان کی مراد

یہ ہے کہ عارف کامل کا وجود صرف برائے نام ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ ذات حق میں فانی ہوتا ہے اور خود نہیں ہوتا تو اس لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہے کیونکہ اُس وقت یہ دو صفات غنا و وجوب عارف کے صفات نہیں ہوتے بلکہ ذات حق تعالیٰ کے صفات ہوتے ہیں۔

۱۔ غنا و وجوب۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ محمد الدین ابن عربی جو وحدت الوجود کے سب سے بڑے

حانی ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ سے متفق ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

الْعَبْدُ عَبْدٌ وَإِنْ تَعَرَّجَ - وَالرَّبُّ رَبٌّ وَإِنْ تَنَزَّلَ

(یعنی عبد (انسان) جس قدر ترقی کرے عبد ہی رہتا ہے اور ذات حق تعالیٰ جس قدر نزول

فرماتے ہیں)

بندہ کا عروج کرنا ذات حق میں فنا ہونا ہے اور ذات حق کا نزول کرنا مظاہر کثرت میں ظاہر ہونا ہے۔



## اقام توحید

اس کے بعد احقر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم نے یہ نہیں پڑھا کہ توحید کی چار اقسام ہیں۔ اول توحید ایمانی، دوم توحید علمی، سوم توحید حالی، چہارم توحید الہی۔ چنانچہ توحید علمی بھی مزاجِ حال سے خالی نہیں۔ اس میں بھی بعض رسوم بشری دفع ہو جاتے ہیں اور توحیدِ حالی میں اکثر آثار و رسوم بشری مرتفع و منتفی (رفع و دفع) ہو جاتے ہیں۔ اور صاحبِ توحیدِ حالی پر کبھی کبھی بجلی کی طرح حال وارد ہوتا ہے اس حال میں اس کے تمام آثار و رسوم بشری اور امکان و حدوث مضحل ہو جاتے ہیں (مٹ جاتے ہیں) اور شرکِ خفی بالکل مرتفع ہو جاتا ہے اور توحید میں یہ انبیار اور اولیاء کا آخری مقام ہے لیکن یہ حال ہمیشہ نہیں رہتا بلکہ کبھی کبھی میسر آتا ہے۔ چنانچہ بزرگوں نے کہا ہے کہ

التَّوْحِيدُ عَزِيمٌ لَا يَقْضَى دِينَهُ وَ عَزِيبٌ لَا يُؤَدَّى حَقُّهُ  
(یعنی توحید ایک ایسا قرضِ خواہ ہے کہ جس کی ادائیگی نہیں ہو سکتی اور ایسا مسافر ہے۔ جب وہاں ہوتا ہے اس کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا)

اور توحیدِ الہی حقِ تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے اور ازل الازل سے ابد لا باد تک اپنی صفت ذاتی سے متصف ہے۔ انبیار اور اولیاء میں سے کسی کو یہ توحید نصیب نہیں۔ حقِ تعالیٰ اپنی ذات کو صفت و حدانیت میں دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ دَیْتُ رَبِّي بِرَبِّی (میں نے اپنے رب کو رب کے ذریعہ دیکھا) کے ہی معنی ہیں۔ یعنی رب نے رب کو دیکھا نہ کہ عبد نے رب کو دیکھا۔ اس وجہ سے کہ عبد رب نہیں ہو سکتا۔ کسی نے خوب کہا ہے

تَعِینُ بُوَد کَزِ ہستی جدا شد نہ حق بندہ نہ بندہ ہم خدا شد  
(انسان اپنے تعین یا تشخص کی وجہ سے ذاتِ حق سے جدا ہے اس لیے نہ حق بندہ ہے اور نہ بندہ حق ہے)

(حالتِ قائم) صرف اس کا تعین اعتباری جس کے ساتھ سالک موجود تھا اٹھ گیا۔ اور صرف ہستی حق باقی رہ گئی۔ چنانچہ ہست سے مراد یہ نہیں کہ عبد باوصف عبدیت جو ایک تعین اعتباری ہے خدا ہو جاتا ہے۔ اور نہ خدا باوصف اطلاقِ تعین میں اگر عبد ہو جاتا ہے۔ (اگر ایسا سو) تو قلبِ حقائق (یعنی حقیقت کا الٹ) لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں۔

نیز رویتِ حق (حق تعالیٰ کا دیدار) آنکھوں کے ذریعے آخرت میں ہوگا اور یہ بھی تجلی کی صورت میں ہوگا۔ اس وجہ سے کہ حقیقت اور کُنہ حق سبحانہ کے قابل کوئی شخص نہیں۔ پس یہ جو حضرت سلطان الاولیاء نے فرمایا ہے کہ ”گرد امکان“ میں اضافتِ بیانیہ نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے فنا کے کلی میں تمام آثارِ بشریہ امکانیہ منتقی (ختم) ہو جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت امکانیہ ہرگز مرتفع نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح میں نے اپنے شیخ علیہ الرحمۃ سے سنا۔ اور یہ جو حضرت حافظ صاحب نے فرمایا ہے کہ اضافتِ بیانیہ ہے۔ شاید اس سے ان کی مراد یہ ہوگی کہ توحیدِ حالی میں جو برق تیز رفتار کی طرح عارف پر وارد ہوتی ہے۔ دو قسم کی فنا حاصل ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ تمام آثار و رسومِ بشریہ امکانیہ محو و مضمحل ہو جاتے ہیں (مٹ جاتے ہیں)۔ دوم یہ کہ خود اس کی امکانیت بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ تجددِ امثال میں ہوتا ہے۔ پس اگر حافظ صاحب

۱۔ تجددِ امثال۔ تجددِ امثال کو کون و بروز بھی کہتے ہیں۔ کتاب سیر و لبران مصنفہ حضرت مولانا تید محمد ذوقی شاہ صاحب میں جس خوبی سے اس مضمون کی وضاحت کی گئی کم دیکھنے میں آئی ہے۔ اس لیے کتاب کے کد سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ ”تجددِ امثال سے مراد تجددِ تجلیاتِ روحانی ہے۔ فیضانِ وجودِ نتیجہ ہے اسمِ رحمن کی تجلی کا۔ چنانچہ تجلیاتِ روحانی کا فیضان موجودات پر علی الدوام فائز رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عالم ہر آن خلقِ جدید میں تبدیل ہوتا رہتا ہے کیونکہ ہر تجلی ایک خلقِ جدید کو لاتا ہے اور خلقِ ماسبق کو لے جاتی ہے۔ خلقِ ماسبق کا جانا فنا ہے اور خلقِ جدید کا آنا بقا ہے۔ جدید اشیاء بمقتضائے امکان ذاتی آنا فنا نیست اور آنا فنا ہست ہو جاتی ہیں۔ سرعتِ تجدد اور تیزیِ تغیر اس وجہ سے اس رفق و آمدن کا ادراک نہیں ہوتا۔ بَلْ لَّهْمُ فِي لَيْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (بلکہ وہ ہمیشہ خلقِ جدید کے لباس میں ہیں) سے یہی تجددِ امثال مراد ہے۔ لیکن یہ اقتباس اہلِ حجاب ہی کو ہوتا ہے۔ اہلِ کشف از روئے ادراک جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر دم اور ہر ساعت تجلی فرماتا ہے۔ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ۔ اس کی تجلی ایک صورت میں مقرر کبھی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک صورتِ غیب ہوتی ہے اور اس کی جگہ مثل اس کے دوسری صورت آجاتی ہے۔ ایک صورت کے عدم کا زمانہ اس کے مثل ثانی کے وجود کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس لیے آمدنِ عینِ رفق اور رفقِ عینِ آمدن ہوا کرتا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)



کی مراد یہی آخری قسم ہے تو ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ دونوں حضرات کے اقوال میں نزاع لفظی <sup>علیٰ</sup> ہے (یعنی ایک محلہ سے عارضی طور پر وجوب ذاتی حاصل ہو سکتا ہے لیکن ہمیشہ کے لیے نہیں)۔

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ

۱۔ حقیقت یہ رفق و آدمی اعتباری ہے نہ کہ محقق الوقوع۔ ورنہ مرتبہ اول مرتبہ دوم میں تزلزل کرنے کے بعد کلیۃً معدوم ہو جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ تجدد امثال کو آمد و شد بھی کہتے ہیں سے ہر نفس نوے شود دنیا و ما بے خبر از نو شدن اندر بقا

۲۔ نزاع لفظی۔ یعنی صرف لفظی اختلاف ہے اور حقیقت میں دونوں متفق ہیں۔ لواحد جہاں کی اس ساری بحث میں قارئین نے دیکھ لیا کہ حضرت خواجہ صاحب و دیگر عارفین کے نزدیک فنا فی اللہ سے یہ مراد نہیں کہ آدمی بالکل فنا ہو کر خدا بن جاتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عالم استغراق و محویت میں وہ کچھ دیر کے لیے اپنے آپ کو بلکہ ساری کائنات کو بھول جاتا ہے لیکن اس کا تعین اور شخص ختم نہیں ہوتا بلکہ مرنے کے بعد قیامت تک اور قیامت کے بعد دوزخ اور بہشت میں بھی قائم رہتا ہے ورنہ عذاب و ثواب اور دوزخ و بہشت بے معنی ہے۔ لیکن آج کل بعض کم علم اور کم فہم صوفی ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ مرتبہ فنا کی توان کو ہوا بھی نہیں لگی ہوتی لیکن خدا بن جاتے ہیں اور صوم و صلوٰۃ ترک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ اور اس سلسلہ عالیہ و دیگر سلسل کے ادیبان کرام کی زندگی کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ باوجودیکہ یہ حضرات ہر وقت بجز ذات میں غوطے لگاتے رہتے تھے اور فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے اعلیٰ ترین مراتب پر فائز تھے لیکن فرائض تو بجائے خود نوافل بھی ان سے ترک نہیں ہوتے تھے۔ آج کل کے بعض نام نہاد صوفی ہمہ ادست اور وحدت الوجود کے مضامین کتابوں میں پڑھ کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ بس اب ہم عارف ہو گئے ہیں۔ اب ہم نے حقیقت کو سمجھ لیا ہے کہ وجود حق کے سوا کوئی وجود نہیں ہے اس لیے کہاں کی نماز اور کہاں کا روزہ۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ اور دیگر مشائخ صرف کتابوں میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ شدید ریاضات و مجاہدات کے ذریعے درحقیقت ذات حق میں فنا بھی حاصل کر لیتے تھے لیکن چونکہ یہ فنا عارضی اور تقوڑے عرصہ کے لیے ہوتی ہے اور چونکہ انسان کا تعین اور شخص ہرگز ختم نہیں ہوتا خواہ فنا میں کتنے گہرے غوطے لگائے۔ اس لیے وہ ترک صوم و صلوٰۃ کو گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ اور رات دن گریہ و زاری

(باقی اگلے صفحہ پر)

لاکھ بلبیت وچہارم | اس کے بعد حضرت اقدس نے لوائح جامی میں چوبیسواں لاکھ پڑھ کر سنایا۔ اس کی عبارت یہ تھی :-

”وجود حقیقی یکے بیش نیست و آل وجود حق و ہستی مطلق است اما اور مراتب بسیار است ..... الی آخر“

(در حقیقت وجود ایک سے زائد نہیں اور وہ وجود وجود حق اور ہستی باری تعالیٰ ہے لیکن اس کے مراتب بہت ہیں .....)

لاکھ بلبیت و ششم | اس کے بعد آپ نے چھبیسواں لاکھ اول سے آخر تک پڑھا اور ہم غلام سنتے رہے۔ اس کی عبارت یہ تھی :-

”شیخ در قص شعبی میفرماید کہ عالم عبارت است از اعراض مجتمعہ در عین واحد ..... الی آخر“

(شیخ سے مراد شیخ اکبرؒ ہے یعنی حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ قص شعبی کے عنوان کے تحت اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ عالم مجموعہ ہے مختلف مظاہر کا عین واحد میں)

چونکہ اس لاکھ میں تجدد و امثال کا بیان تھا۔ اس احقر نے عرض کیا کہ حضور جب زید کی دوسری مثل ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے پہلے والی مثل کے علم اور دیگر صفات کا اطلاق دوسری مثل پر کیسے ہو سکتا ہے (یعنی پہلی مثل والے زید کے صفات دوسری مثل والے زید کو کیسے

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ

کر کے رب العزت کے حضور میں گرد گولالتے رہتے ہیں۔ وحدت الوجود کے مسائل کو صرف کتابوں میں پڑھ کر جو حضرات عارف ہوتے کا دعوے کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے لوگوں کی ہے جو کاغذ پر مکان کا نقشہ تیار کر کے اُسے کافی سمجھتے ہیں اور عملاً کوئی مکان تیار نہ کیا کرتے۔ لہذا اگر کاغذ پر بنا ہوا مکان ان کو سردی گرمی سے بچا سکتا ہے اور اس کے اندر وہ بود و باش کر سکتے ہیں تو پھر کتابوں میں وحدت الوجود اور ہمہ اوست پڑھ لینا بھی اُن کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔



مل سکتے ہیں)

آپ نے فرمایا کہ اگر زید کی دوسری مثل پہلی مثل کے صفات و احوال سے خالی ہو تو وہ مثل کس طرح کھلائی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر مثل گزشتہ امثال کے جمیع صفات و احوال کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولوی محمد قاسم ساکن سمینان نے ایک دن مجھ سے پوچھا کہ جب طعام کھایا جاتا ہے پہلے اس کا رس نکلتا ہے پھر خون بنتا ہے اور جزو بدن ہو جاتا ہے۔ اس سے جسم میں افزائش ہوتی ہے لیکن کام کرنے کی وجہ سے جسم پر عمل تحلیل ہوتا ہے اور کمی رہنا ہوتی ہے۔ جب یہ افزائش اور کمی غذا کی وجہ سے ہے تو پھر تجدد امثال کیا چیز ہے۔ میں نے جواب دیا کہ یہی کمی و بیشی بھی تجدد امثال کی ایک قسم ہے۔ یہ سن کر مولوی صاحب خوش ہو گئے اور اعتراف کیا کہ میری سمجھ کے مطابق یہی جواب کافی ہے۔

لاخِ سی و حکیم | اس کے بعد آپ نے اکتیسواں لائحہ پر حاجس کی عبارت یہ ہے  
”شیخ صدر الدین قولوی قدس سرہ در کتاب نصوص مے فرماید

کہ علم تابعہ است مروجہ را بال معنی کہ ہر حقیقی از حقائق را کہ وجود است علم است۔“  
یہ سن کر احقر راقم نے عرض کیا جب وجود (حق) جمیع موجودات میں یکساں جاری و ساری ہے اور جب صفات تابع وجود ہیں تو لازماً ہر چیز میں تمام صفات (الہیہ) برابر اور یکساں ہونے چاہئیں۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ آپ نے فرمایا اہل ظاہر نے بعض صفات بعض افراد عالم میں ظاہر اور بالفعل پائے ہیں اور بعض افراد میں تمام صفات مجتمع دیکھے ہیں۔ لیکن اہل کشف و ارباب شہود نے تمام صفات سابعہ (وجود - علم - قدرت - ارادہ - سمع - بصر - کلام) کو ہر موجود میں تھے کہ جمادات میں بھی بالفعل پایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند پتھر کے ٹکڑے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے ہوئے تھے کہ اچانک ان ٹکڑوں نے بولنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وہ ٹکڑے لے لیے۔ ان کے ہاتھ میں وہ باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے یکے بعد دیگرے اٹھائے تو بھی وہ بولتے رہے لیکن جب میں نے (ابی ذر غفاری) اٹھائے تو وہ خاموش ہو گئے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ تاثیر اسان کامل

کے محاسن میں تھی۔ اگرچہ حضرت ابی ذر غفاری بھی کامل تھے لیکن خلفائے راشدین کے مرتبہ تک نہیں پہنچے تھے۔

## مقبول ۱۹: بوقتِ نیم و جمعہ ۲۶ ارجامی الاول ۳۱۶ھ

مولانا رکن الدین خلوت خاص میں | راقم اپنے مقام پر بیٹھا ہوا تھا کہ خادم نے اس کو آواز دی کہ رکن الدین اٹھو۔ حضرت اقدس نے یاد فرمایا ہے۔ میں نے اٹھ کر وضو تارہ کیا اور حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے محل کے درمیانی کمرہ میں پگنگ پر تشریف رکھتے تھے۔ ایک آدمی پنگا کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تمام دروازے بند کر کے تم بھی چلے جاؤ۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے احقر کو کچھ وظائف تلقین فرمائے اور منازل سلوک بھی سمجھائے۔ نیز چند فوائد اور حقائق و معارف و اسرار توحید بھی تعلیم فرمائے۔ ان میں سے جو بیان کرنے کے قابل ہے۔ یہاں بیان کیے جائیں گے۔ باقی کو نہان خانہ دل میں محفوظ رکھا جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ نے اس احقر کو خواب میں فرمایا ہے کہ اے رکن الدین مرید دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک حقیقی، دوسرے غیر حقیقی۔ مرید حقیقی وہ ہیں کہ جن کا نکاح ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تم ایک ہو۔ اس کے بعد کہ مریدان حقیقی جیسے کہ تم ہو۔ فرزندان حقیقی ہوتے ہیں اور شیخ ان کے حقیقی باپ ہوتے ہیں۔ اور پدرنسی مجازی باپ ہوتا ہے۔ ابھی آپ نے مریدان غیر حقیقی بیان نہیں کیے تھے کہ بیدار ہو گیا۔

جب میں نے یہ خواب حضرت شیخ کے سامنے بیان | بیعت کیسے فسخ ہوتی ہے کیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا اور صحیح خواب ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ نکاح عقد کو کہتے ہیں۔ جب ایک مرید ایک شیخ کے ساتھ بیعت کرتا ہے تو گویا اس کا اس شیخ کے ساتھ نکاح ہو جاتا ہے۔ اور نکاح کے بعد عورت کو طلاق دینا مرد کے اختیار کی بات ہے۔ لیکن پیر و مرید کے درمیان نکاح کا فسخ کرنا مرید کے اختیار میں ہے۔ جس وقت مرید اپنے پیر سے بدعقیدہ ہو کر منحرف ہو جاتا ہے اس کی بیعت فسخ ہو جاتی ہے۔ اور اگر پیر اپنے مرید سے



رنجیدہ خاطر ہو کر اس سے برگشتہ ہو جائے اور مرید بدستور عقیدہ تندرستہ سے تو اس کی بیعت ہرگز فسخ نہیں ہوتی۔ اور مرید حقیقی وہ ہے جو حسی الامکان پیر کے احکام کی تعمیل کرے اور اتباع مشائخ میں کمی نہ کرے۔ مرید غیر حقیقی وہ ہے جو پیر کی پیروی نہ کرے۔ بیشک مریدین فرزدان حقیقی اور پیر پر حقیقی ہیں اور پدرنسی پر مجازی ہے۔ نیز فرمایا کہ مرید کو اس طرح اپنے پیر کے تابع ہونا چاہیے جس طرح کہ مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

کیا مرید کو پیر سے وظائف طلب کرنا چاہیے | اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور مرید کو کیا کرنا چاہیے۔ کیا

اسے اپنے پیر سے اوراد و وظائف کے بغیر دوسرے دینی و دنیاوی امور طلب نہیں کرنے چاہئیں آپ نے فرمایا کہ مشائخ کرام کو اس میں اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ طلب کرنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں طلب نہیں کرنا چاہیے۔ اصل بات یہ ہے کہ تمام مشائخ خلق کی ہدایت و ارشاد کے لیے مبعوث ہوئے ہیں لیکن بعض مشائخ تمام تعلقات قطع کر کے فارغ البال ہو جاتے ہیں اور ہدایت خلق اور تربیت مریدین کے لیے مجبم کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس قسم کے مشائخ کے مریدوں کو چاہیے کہ جو کچھ پیر تعلیم و تربیت دینے کا فی بھیں اور کوئی سوال نہ کریں۔ لیکن جو مشائخ دوسرے کاموں میں بھی مشغول ہوتے ہیں۔ ان کے مریدین کو چاہیے کہ پیر سے ضرور طلب کریں اور سوال کریں۔

حضور قلب فی الصلوٰۃ کے اقسام | اس وقت حضرت اقدس نے احقر کو حضور قلب فی الصلوٰۃ (نماز میں دل حاضر رکھنا) تعلیم فرمایا

اس کا خلاصہ یہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور قلب فی الصلوٰۃ کے تین اقسام ہیں۔ اول یہ کہ جب نماز میں شافل ہو تو قرآن اور دوسری دعاؤں کے ہر لفظ کے معنی پر غور کرتا رہے۔ دوم یہ کہ نماز کے ہر رکن میں وحدت الوجود کا خیال رکھے اور اس کے اندر غرق ہو جائے اور یہ قم آسان و موثر ہے۔ قم سوم دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ جب تو تجزیہ تحریر می کہے (یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرے) تو یہ خیال کرے کہ میں نے اپنے نفس کو ذبح کر ڈالا ہے اور نماز کے ذریعے قرب حق تلاش کر رہا ہوں اور ہر رکن میں یہ خیال کرے کہ حق تعالیٰ بحقیقت امکانی عابد ہے اور بحقیقت وجودی معبود ہے (یعنی بندہ کی صورت میں ظاہر ہو کر عابد ہے اور واجب الوجود کی حیثیت سے معبود ہے)۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریر کے وقت یہ خیال کرے کہ میں اپنی ہستی اور انسانیت کو گم کر رہا ہوں اور حق تعالیٰ کی ہستی اور انسانیت کو ثابت کر رہا ہوں۔ قیام کی حالت میں مذکورہ بالا خیال پر استقامت کرے یعنی ایسی استقامت کہ جس کا حکم آیت *فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ* (اللہ کے احکام کی ہمت و استقلال سے پابندی کرو) کا مفہوم ہے۔ اور اس کی مراد یہی قیام نماز ہے رکوع کی حالت میں یہ خیال کرے کہ نصف انسانیت ختم ہو گئی ہے اور نصف صفات بشری سے پاک ہو گیا ہوں اور ظاہر ہے کہ جس قدر صفات بشری سے پاک ہوگا اسی قدر صفات حق تعالیٰ سے متصف ہوگا۔ سجدے میں یہ خیال کرے کہ میری تمام صفات بشری ختم ہو گئی ہیں اور انسانیت حق تعالیٰ رہ گئی ہے اور فنا کے کلی حاصل ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے کہ اب دائرہ وجود کو پاؤں سے شروع کر کے تو نے سر تک پہنچا دیا ہے۔ گویا سجدے میں توفرش سے عرش تک پہنچ گیا۔ سجدہ میں *سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ* سے یہی مراد ہے۔ قعدہ میں اپنی بقا کا تصور کرے۔ اس خیال کو سیر مع اللہ کہتے ہیں اور آیت *وَهُوَ مَعَكُمْ* ایمنہ اکتتم (اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہان میں ہو) سے مراد یہی محبت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ آخری نماز کا طریقہ باقی تمام طریقوں سے اعلیٰ اور زیادہ مؤثر ہے۔ اس طریقہ کی تفصیل یہ ہے کہ نماز حاوی اور مشتمل ہے تمام مراتب سلوک، اور تمام موجودات کی عبادات پر۔ اسی وجہ سے میں نے تجھے یہ طریقہ سکھایا ہے اور تمام موجودات کی عبادت پر اس کا مشتمل ہونا اس طرح پر ہے کہ انسان کا نماز میں قیام درخون کے قیام کی مانند ہے۔ اس سے عبادت اشجار و میوے ہو گئی۔ رکوع چوپایوں کے رکوع کی مانند ہے۔ اس سے چوپایوں کی عبادت حاصل ہو گئی اور سب موجودات حشرات الارض (کیتڑے کوڑے) کی عبادت کی طرح ہے۔ اس سے حشرات کی عبادت حاصل ہو گئی اور دائرہ وجود بھی تمام ہو گیا۔ اور نماز میں قعود (التیمات پر بیٹھنا) پہاڑوں کے قعود اور عبادت کی مانند ہے پس نماز کو تمام مراتب سلوک کا جامع اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وجود مطلق (ذات حق) کو ایک دائرہ تسلیم کیا گیا ہے اور دائرہ کا خاصہ یہ ہے کہ جہاں سے اس کی ابتدا کی جائے اس کا خاتمہ بھی اسی جگہ پر آتا۔

سیر یعنی روحانی سفر کی دو اقسام ہیں۔

ایک سیر نزولی، دوسری سیر عروجی۔



## سیر نزولی

سیر نزولی یہ ہے کہ جب حق سبحانہ نے مرتبہ احدیت ذاتیہ اور ذات بحت (خالص ذات منزہ از صفات) سے نزول فرمایا تو پہلے مرتبہ علم اجمالی (حقیقت محمدیہ یا تعین اول) میں ظہور فرمایا۔ دوسرے ظہور مرتبہ علم تفصیل میں فرمایا۔ اس کے بعد مرتبہ عالم ارواح

میں، پھر عالم مثال میں اور اس کے بعد مرتبہ عالم اجسام میں ظاہر ہوا۔ مرتبہ عالم اجسام عرش عظیم سے شروع ہوتا ہے۔ مرتبہ عالم اجسام مثل ہے بطبیعات و عناصر (اربعہ عناصر) اور موالید ثلاثہ۔ یعنی جمادات، نباتات، حیوانات پر۔ تنزلات کے تمام مراتب کی آخری حد حضرت انسان ہے اور یہ مرتبہ جامع ہے۔ حضرت وجود کے تمام مندرجہ بالا مراتب کا۔

## سیر عروجی

چونکہ مرتبہ انسان سیر نزولی کی آخری حد ہے۔ اس لیے دائرہ وجود کے اسی نقطہ سروجی کا آغاز ہوتا ہے۔ (اس وجہ سے کہ دائرہ کے محیط پر سفر کریں

تو جس جگہ سے سفر شروع کیا تھا پھر اُسی جگہ سفر تمام ہوگا۔ چنانچہ (سروجی سفر میں) سالک پہلے مرتبہ حیوانات کی سیر کرتا ہے (سفر کرتا ہے) اس کے بعد جمادات میں۔ پھر عناصر میں، اس کے

بعد بطبیعات میں۔ اس کے بعد عالم مثال اور عالم ارواح میں۔ اس کے بعد واحدیت میں، اس کے بعد وحدت صرف یعنی رتبہ علم اجمالی (حقیقت محمدیہ) میں۔ یہاں دائرہ وجود ختم ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد رتبہ عوہیت (ذات لائقین) کی سیر شروع ہوتی ہے جہاں فنا کے کلی اور طس حقیقی

(ذات حق میں محویت) حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آیت فَاَسْتَقِمْ كَمَا امْرُتَ

(تعمیل احکام حق میں استقامت اختیار کرو) سے مراد اسی امر (فنا کے نامہ) میں استقامت

ہے۔ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ اَلِاسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْإِسْلَامَةِ (حکامت سے

استقامت زیادہ افضل ہے)، اور قِيَمَةُ الْمَرْهُمَةِ (آدمی کی قیمت اس کی

ہمت ہے)۔ ہمت اور استقامت ہم معنی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مَنْ كَانَ هِمَّتُهُ مَا

دَخَلَ فِقْمَتَهُ مَا خَرَجَ (جس شخص کی ہمت وہی کچھ ہے جو وہ کھاتا ہے۔ اس

شخص کی قیمت وہی ہے جو وہ خارج کرتا ہے یعنی بول و براز۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب تم نے رکوع کیا تو نصف مراتب سلوک طے کر لیے اور جب سجدہ

کیا تو تمام مراتب سلوک طے کر لیے۔ یہاں فنا کے کلی حاصل ہو گئی اور دائرہ وجود تمام ہو گیا۔ اس

وجہ سے کہ اُم الدماغ (لطیفہ اخفی جو سر کی چوٹی میں ہے) اور بقول صاحب سر و لبران اس کے نور کا رنگ سیاہ ہے) تعین اول (حقیقت محمدیہ) ہے جسے مقام وحدت اور مرتبہ علم اجمالی بھی کہتے ہیں۔ اس مقام سے اوپر مرتبہ ہُویت مطلقہ اور احدیت ذاتیہ (خالص ذات جسے ذات بحت اور ذات سازج بھی کہتے ہیں) ہے اور باقی تمام مراتب اس کے نیچے ہیں۔ گویا وقت قیام (نمازیں) تم نے سیر عروجی شروع کی یعنی پاؤں سے شروع کیا (کیونکہ قیام میں پاؤں پر کھڑا ہوا) اور سجدہ میں پہنچ کر سیر عروجی ختم کی یعنی اس سیر کو سر پر ختم کیا (کیونکہ سجدہ سر سے کیا جاتا ہے) اور تعین اول (حقیقت محمدیہ) پر پہنچ گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ دماغ عرش کی طرح ہے اور پاؤں فرش ہے۔ ان دونوں کے درمیان

باقی تمام مراتب ہیں۔

انسان شجر معکوس ہے

اس کے بعد فرمایا کہ انسان شجر معکوس ہے اس وجہ سے کہ جو درخت کہ زمین پر ہے اس کی اصل یا جڑیں زمین میں

اور پاؤں اور شاخیں ہوا میں آسمان کی طرف ہیں۔ لیکن شجر انسان چونکہ مراتب بالا سے پیدا ہوا ہے۔ اس کا سر اس کی اصل اور جڑ ہے لیکن اس کی شاخیں اور اعضا اس کے پاؤں ہیں۔ اس لیے اسے شجر معکوس (اُلٹا ہوا درخت) کہتے ہیں۔

جو کچھ یہاں تک بیان ہوا ہے اس میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کا مطلب یہ ہے کہ نماز بھی ایک قسم کا اجمالی سلوک ہے اور اس کے ہر رکن میں ساکب اجمالی طور پر وہی مراتب وجود یا مراتب سیر الی اللہ یا سیر من اللہ ملے کرتا ہے جو باقاعدہ سلوک الی اللہ میں ملے کر چکا ہے۔ سیر من اللہ سے مراد سفر نزولی ہے یعنی وحدت یا فنا سے نکل کر دوبارہ دوئی کے مقام پر آنا۔ یا استغراق و محویت فنا سے نکل کر مقام صوحیا ہو شیار ہی میں آنا۔ اس دوئی کے مقام کو بقا باللہ بھی کہتے ہیں اور یہ وہی مقام ہے جہاں سے سفر شروع کیا تھا۔ اس لیے بزرگان دین نے کہا ہے کہ

النہایت رجوع الی البدایت (یعنی آخری مقام پھر دوئی پر آکر

مسند خلافت الہیہ پر پہنچنا ہے)

(باقی اگلے صفحہ پر)



اس کے بعد فرمایا کہ احدیت  
ذاتیہ کو شاستریں آئند

## مقام فنا فی اللہ سے بقا باللہ زیادہ بلند ہے

کہتے ہیں اور آئند کا مقام لطیفہ اخفی یعنی اُم الدماغ سے اوپر ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ قعدہ (لحمیات)  
میں بقا باللہ کا تصور کرو۔ نیز فرمایا کہ مقام فنا کے کلی (فنا فی اللہ) سے مکمل کر بقا باللہ پہنچنا بہت  
مشکل ہے۔ یہ مقام بقا انبیاء اور اولیاء کاملین کا مقام ہے نہ کہ مجاہدین (جمع مجنون یعنی مجذوب)  
یا اصحاب سکر کا جو فنا سے نہیں مکمل کئے۔ عا

### بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ

شجر معکوس۔ انسان کو شجر معکوس یا الٹا درخت اس لیے کہا گیا ہے۔ اس کی اصل عالم بالا یا عالم  
قدس ہے بمصدق آیہ کریمہ فَفُتِحَتْ فِيهِ مِنَ الرُّوحِ (میں نے یعنی حق تعالیٰ نے اپنی رُوح  
انسان میں پھونکی) نیز حضرت انسان تعین ثانی ہے۔ تعین اول حقیقت محمدیہ ہے اور تعین ثانی  
حقیقت انسان ہے جس کے اندر تمام اسما و صفات الہیہ کا ظہور ہے یعنی گمشدہ حد تک علیم بھی ہے۔  
قدیر بھی، کلیم بھی، سمیع بھی، بصیر بھی، مرید (ارادے والا) بھی ہے۔ علاوہ ازیں انسان کے اندر جو  
چھ لطائف یا لطائف رستہ ہیں ان کا تعلق بھی مختلف عوالم بالا سے ہے۔ مثلاً لطیفہ نفس کا مقام  
عالم ناسوت ہے۔ لطیفہ قلب کا مقام عالم مثال ہے۔ لطیفہ روح کا مقام عالم ارواح یا عالم ملکوت  
ہے۔ لطیفہ تہر کا مقام عالم جبروت (صفات الہیہ) ہے۔ لطیفہ خفی و اخفی کا مقام وحدت یا  
حقیقت محمدیہ ہے۔ جس کے اوپر ذات بخت یا ذات لائیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان  
کی اصل عالم بالا ہے اور اس کی شاخیں عالم ناسوت یا عالم اجسام (عالم زیریں) ہے۔ چنانچہ یہ  
درخت الٹا پیدا ہوا جس کی اصل اوپر ہے اور شاخیں نیچے ہیں۔ اسی وجہ سے اسے شجر معکوس کہتے ہیں  
عا اصحاب سکر سے وہ لوگ مراد ہیں جو شراب معرفت کے ایک دو پیالے پی کر مست ہو جاتے ہیں اور  
 دائمی طور پر استغراق کے عالم میں پھنس جاتے ہیں۔ اس سے بلند مقام اولیاء کاملین کا ہے جو پیالہ  
نہیں۔ صراحی نہیں، تم نہیں۔ شراب معرفت کے دریا اور سمندر نوش کر جاتے ہیں لیکن مست نہیں  
ہوتے۔ ان حضرات کا مقام بقا باللہ ہوتا ہے جو مقام فنا میں بمصدق حدیث تخلوا باخلاق اللہ  
اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو کر اور مقام سکر اور لا شعوری و استغراق سے مکمل کر مقام بقا،

اس کے بعد فرمایا کہ الرَّبُّ رَبٌّ وَإِنْ تَسَزَلْ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ وَإِنْ تَعَزَّجَ (یہ ابن عربی کا مقولہ ہے یعنی حق تعالیٰ جس قدر نزول کرے حق رہتا ہے۔ بندہ نہیں بن جاتا اور بندہ جس قدر عروج حاصل کرے بندہ رہتا ہے خدا نہیں بن جاتا) فرمایا کہ اس

### بقیہ حاشیہ ارضفحہ سابقہ

عبدیت یا دہی میں آتے ہیں۔ جہاں اُن کے سر پہ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیفَہ کا تاج نکھا جاتا ہے اور خلیفہ اللہ کی حیثیت میں کائنات پر حکمرانی کرتے ہیں۔ ان حضرات کو اصحاب تمکین اور ابوالحال بھی کہتے ہیں لیکن جو محویت ذات میں غرق ہو کر اس سے باہر نکلنے کی استعداد نہیں رکھتے۔ ان کو اصحاب توہین، ابن احوال یا مغلوب احوال کہتے ہیں۔ اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ غالب احوال کا درجہ زیادہ بلند ہے یا مغلوب احوال کا۔ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے اپنے دیوان میں ان اصحاب

تمکین، ابوالحال، غالب احوال اور باقی باللہ اولیاء اللہ کی یوں تعریف فرمائی ہے

توڑیٹ جو دریا نوشش ہن      پُر جوش تھی خاموش ہن  
اسرار دے سر پوشش ہن      جامت رہن مارن نہ بک

بک مارنے سے حضرت اقدس کی مراد انا الحق یا سبحانی یا اعظم ثانی جیسے نعرے مارنا ہے۔ اب اچھی

طرح سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت خواجہ کے نزدیک مقام باللہ مقام فنا فی اللہ سے زیادہ بلند ہے۔ اور جو

صوفیاء کرام دائمی استغراق میں رہتے ہیں ان کا مرتبہ اصحاب تمکین اور اصحاب محو یا حضرات باقی باللہ سے

کم ہے۔ استغراق ایک قسم کی بے بسی ہے جو نقص ہے شراب معرفت کے ایک دو پیالے کی کمرست ہو جانا

کمال نہیں بلکہ کمال یہ ہے کہ شراب وحدت کے دریا اور سمندر نوش کر جائے لیکن مست نہ ہو۔ اگر مست ہو

گیا تو پھر خلافت الہیہ اور ہدایت و شذخلق کے فرائض کیسے انجام دے گا۔ انسان کامل خلیفۃ اللہ ہے اور

اللہ تعالیٰ کی نیابت میں کائنات پر غوث اور قطب بن کر حکمرانی کرتا ہے۔ لیکن مجذوب اور مغلوب احوال اصحاب

یہ فرائض انجام نہیں دے سکتے۔ ہمارے ملک میں ایک اور مرض پیدا ہو گیا۔ جن لوگوں نے صرف کتابوں

میں فنا اور استغراق کی باتیں پڑھ لی ہیں اور ان کو یہ حال نصیب نہیں ہوا۔ وہ بھی تارک صوم و صلوٰۃ

ہو گئے ہیں۔ غضب ہے کہ جو حضرات ہر وقت فنا کے ذات میں مستغرق رہتے ہیں وہ تو وقت نکال کر

نماز پڑھ لیں۔ لیکن جن کو فنا کی ہوا بھی نہیں لگی وہ نماز ترک کر دیں۔ ایں چہرہ بولہ بھی است۔



مقام پر بقا باللہ حاصل ہوتی ہے اور مقام فنا میں یعنی ذاتِ احدیت میں غرق ہونے سے استغراق اور محویت غالب ہوتی ہے جہاں نہ کوئی صفت ہے نہ اضافت، نہ لغت، نہ سمت نہ قید نہ زمان و مکان ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مقام بقا باللہ میں کمال محمود و ہوشیاری و تمیز حاصل ہوتی ہے اور اس مقام پر اولیاء کرام احکام شریعت کی پابندی کرتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ عارفِ را حق بودن فرض ہے بالحد و بعد و دوست (عارف کے لیے مقام فنا فی اللہ حاصل کرنا فرض ہے اور مقام بقا باللہ حاصل کرنا سنت ہے)۔ جب تمام مراتب سلوک طے کر کے حُبوبیت مطلقہ یا احدیت ذاتیہ میں محو یا مستغرق ہو جاتا ہے۔ اور فنا مطلق ہو جاتا ہے تو فرضیت اس سے ساقط ہو جاتی ہے۔ (یعنی عارضی طور پر صرف مراقبہ فنا میں) لیکن جس شخص پر عنایت ازل ہو جائے اس مقام سے (مقام سکون فنا سے) تنزل کر کے پھر مقام سنت پر جسے عبدیت اور بقا بھی کہتے ہیں واپس آتا ہے۔

جامعیتِ عبدیت یعنی بقا باللہ میں ہے | اس کے بعد فرمایا کہ جامعیت اسی مقام عبدیت (نزول) میں ہے

یہ مقام تسلیم و رضا ہے۔ لیکن اس مقام کا حصول بہت مشکل ہے۔ اس کے بعد راقم نے عرض کیا کہ حضور حالتِ سجدہ میں اس بندہ پر عجیب و غریب واردات ہوتے ہیں اور گریہ کا غلبہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ سانس لینا اور اللہ اکبر کہنا بھی دشوار ہو جاتا ہے اور دیر تک سجدہ میں پڑا رہتا ہوں۔ جب امامت کرتا ہوں تو زیادہ مشکل پیش آتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ احادیث میں آیا ہے کہ آلِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام طویل سجدہ کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات حاضرین خیال کرتے تھے کہ ان کی رُوح جسم سے پرواز کر گئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب نماز میں حضور قلب نصیب ہوتا ہے تو گریہ لاحق ہو جاتا ہے اور دوسرے حالات اور واردات بھی وارد ہوتے ہیں۔ اکثر اولیاء کرام نماز میں امامت نہیں کرتے کیونکہ مقتدی کو امام سے زیادہ نماز میں حضور قلب حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ مقتدی قرأت وغیرہ جیسے شور و غل سے فارغ ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ بعض اولیاء کرام نے فکر کی بنا وحدت وجود پر رکھی ہے۔ خواہ نماز

۱۔ جامعیت کا مطلب یہ ہے کہ بیک وقت فنا فی اللہ بھی ہو اور باقی باللہ بھی۔ یعنی فنا و بقا دونوں مقام (باقی اگلے صفحہ پر)

میں ہوں یا نماز سے باہر صرف اس خیال کو مستحکم اور پختہ کرے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ذکرِ جہری میں اگر ضرر میں مارنے کی (قلب پر ضرب مارنے کی) طاقت نہ ہو تو صرف تسبیح کے دانے گھاتے رہو لیکن قصداً نہ کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ بعض اولیاء کرام نے **إِلَّا اللّٰهُ، إِلَّا اللّٰهُ، إِلَّا اللّٰهُ**، اور **اللّٰهُ اللّٰهُ** کا ذکر پسند کیا ہے اور تمام عمر اسی میں گزاری ہے۔ اگرچہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ حق موجود ہے اور غیر حق ہرگز موجود نہیں۔ پھر بھی غیریتِ مویومہ کے دفعیہ اور آثارِ امکانیت کو مٹانے اور اپنے تعین (تخصّص) کو ہٹانے کی خاطر ذکرِ نفی اثبات کرتے رہتے ہیں (ذکرِ نفی و اثبات یہ ہے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ - لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ** میں نفی غیر ہے اور **إِلَّا اللّٰهُ** میں اثباتِ حق ہے) چنانچہ حضورِ فخرِ العالمِ ثمیرِے شیخ ساری عمر

#### بقید حاشیہ از صفحہ سابقہ

حاصل ہوں اور یہ مقام نزول کے بعد عبدیت میں حاصل ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ انبیائے سابقِ علیم السلام کی تعلیمات میں زیادہ تر فانی اللہ پر اکتفا کیا جاتا تھا۔ اس وجہ سے کہ کسی نبی میں کوئی خصوصیت ہوتی تھی کسی میں کوئی نیز انبیائے بنی اسرائیل کسی خاص وقت کے لیے کسی خاص قوم یا فرقہ کے لیے نبی بن کر آتے تھے۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری خلقت کے لیے اور ساری مدت کے لیے نبی بن کر تشریف لائے ہیں۔ آپ کی تعلیمات میں جامعیت ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے سہ

حسن یوسف، دم جیے، ید بیضا داری آسچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری  
یہی وجہ ہے کہ ہندو مت، بُدھ مت، یہودی اور عیسائی مذاہب میں کمال فانی اللہ میں مستغرق ہو کر ہمیشہ کے لیے جنگلوں اور غاروں میں رہ جاتا تھا۔ یہ ربانیت ہے لیکن ہمارے نبی آخر الزماں نے جن کی تعلیمات میں جامعیت ہے اگر لا دھبانیۃ فی الاسلام کا نفرو لگایا اور ربانیت کو حرام اور ناجائز قرار دے دیا۔ اور فانی اللہ کے استغراق سے مکمل کر عالمِ محدود ہوشیاری میں واپس آکر فرائضِ خلافت و عبدیت انجام دینا ہدایت و رشد کا کام کرنا اور خلافتِ الہیہ کے منصب پر فائز ہونا منزلِ مقصود قرار دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جامعیت اور عبدیت بلند ترین مقام اور معراجِ بشریت ہے۔ فانی اللہ میں محو ہو کر مستغرق رہ جانا ہے۔ کمال نہیں ہے۔



یہی کرتے رہے۔ تم بھی یہی کیا کرو۔ اور بعض اولیائے کرام نے حصول یقین کے بعد ذکرِ اللہ  
یا صرف اللہ پر اکتفا کیا ہے لیکن اولیٰ طریقہ اولیٰ ہے (یعنی پورا ذکر نفی و اثبات لا الہ  
الا اللہ کرنا) ۱۔

**شیخ کی علالت سے مرید کا علیل ہونا** | اس کے بعد راقم نے عرض کیا کہ حضور دعا کیجئے  
مجھے بیماریوں سے شفا ہو۔ فرمایا اب چونکہ  
مجھے عافیت و شفا ہوگئی تھی بھی ہو جائے گی۔ ۲۔

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور اس بندہ کو اپنے دیوان کی کافیلوں کا مطلب تعلیم  
فراویں کیونکہ یہ تمام تصوف و توحید کی کتابوں کا لب لباب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے شیخ  
علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص میرے دیوان کی غزلیں مجھ سے پڑھ لے تو عالم توحید  
میں اُسے کسی اور کتاب کے پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

۱۔ بعض مشائخ حصول فنا فی اللہ کے بعد ذکرِ جہری ترک کر دیتے ہیں اور مراقبہ فنایت فی الذات کی مشق  
کراتے رہتے ہیں تاکہ ذاتِ بحت میں تعمق حاصل ہو اور زیادہ سے زیادہ مراتب فنا حاصل ہوں۔  
نیز حصول فنا کے زمانے میں ذکرِ جہری سے طبیعت میں ایک گوناگوں انتشار بھی واقع ہوتا ہے  
بلکہ بعض اوقات غلبہ استغراق و محویت کی وجہ سے ذکرِ نامکُن ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ نہ ذکر کر  
سکتا ہے نہ سن سکتا ہے۔ اسی وجہ سے بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ میرے سامنے کوئی شخص اللہ  
کا نام لیتا ہے تو بعض اوقات اس کے منہ میں شکر دینے کو جی چاہتا ہے اور بعض اوقات اس کے  
سر پر ڈنڈا مارنے کو جی چاہتا ہے۔ ڈنڈا اس لیے کہ حالتِ استغراق میں نام سننے کی تاب بھی نہیں رہتی۔  
۲۔ شیخ کے شفا یاب ہونے پر مرید کے شفا یاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کی حالت کا عکس ہمیشہ مرید  
صادق پر پڑتا ہے۔ چنانچہ جب شیخ کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو مخلص مرید بھی مبتلا ہو جاتا ہے اور جب  
شیخ شفا یاب ہوتا ہے تو مرید بھی شفا یاب ہوتا ہے۔ تاریخ میں اس قسم کے واقعات بیشمار ہیں۔

## مقبوس ۲: بوقت ظہر روز پہار شنبہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ

### تعویذ نسخ و خیر و برکت

حضرت اقدس علیہ کی نماز پڑھ کر تلاوت کلام مجید کر رہے تھے کہ ایک خادم نے آکر عرض کیا کہ حضور صلا

صاحبزادہ مہاروی (از اولاد حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد چشتی قدس سرہ) جو رات بہان خانے میں آئے تھے زیارت کے لیے حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ اور ان کو لے آؤ۔ جب وہ آئے تو حضرت اقدس سرہ قد کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے آتے ہی حضرت اقدس کے پاؤں پر ہاتھ رکھے آپ اپنے ہاتھ ان کے پاؤں کی طرف لے گئے اور اپنے قریب بٹھایا اس کے بعد تلاوت شروع کر دی۔ جب تلاوت سے فارغ ہو گئے تو صاحبزادہ صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور دست بستہ ہو کر خیر و عافیت دریافت کی۔ یاد رہے کہ یہ صاحبزادہ صاحب ابھی بے ریش اور کم سن تھے۔ لیکن حضرت اقدس کا قاعدہ ہے کہ مہار شریف سے جو صاحبزادہ آتا خواہ وہ کم سن ہو یا بڑا آپ اپنی قطبیت کی شان کے باوجود ان سے نیاز و انکسار سے پیش آتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ کی اولاد ہیں۔ اس کے بعد صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے طفیل مجھے فتح کا تعویذ عنایت کریں۔ آپ نے مہم فرما کر یہ تعویذ لکھا اور تہہ کر کے اُن کے حوالہ کیا اور فرمایا دائیں بازو پر باندھا جائے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ	مُور	السموات	والارض
والارض	السموات	مُور	اللہ
مُور	اللہ	والارض	السموات
السموات	والارض	اللہ	مُور

یَمِیْنِیْہَا مَکَلْمِیْنَا کَشْفُو طَطَرِ تَبِیْوْنِ اذْ رَ فُطِیْوْنِ  
کَشَاذِ طِیْوْنِ یِوَانِ یِوَسِ اَسْمِ کَلْبِہِم قَطْمِیْرُہ



ان اوراق کی تصحیح کے وقت حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس تعویذ کے پڑھنے اور لکھنے کی شرط ہے اے لفظ اللہ، واو لفظ سُور، میم لفظ سملوات اور ضاد لفظ ارض، یہ سب حروف مکشوف و اجوف ہونے چاہئیں۔ (مطلب یہ ہے کہ ہ۔ واو میم۔ ض کے سرگول ہوں اور درمیان میں خال ہو جیسے ہ۔ و۔ م۔ ض)۔  
اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور یہ تعویذ کس کام کے لیے دیا جاتا ہے۔ فرمایا مال اور رزق میں برکت اور خیرات اور حسانات کے دروازے کھولنے کے لیے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔  
(از برائے برکت و مال و رزق و از برائے فتح ابواب خیرات و حسانات)

## مقبوس ۲۱: بوقت عصر ہر روز شنبہ، جمائی الثانی ۱۶۱۶ھ

وظیفہ مقاصد دینی و دنیاوی | ایک شخص نے اگر دو مرتبہ آپ کے سامنے سجدہ کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور نہ اُسے منع کیا نہ رنجیدہ ہوئے۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا کہ حضور دینی اور دنیاوی مقاصد کے لیے کوئی وظیفہ بتائیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہر روز سورت فاتحہ اکتالیس بار پڑھا کر لیکن بسم اللہ الرحمن الرحیم کی میم کو الحمد کی ح سے ملا کر پڑھنا۔ یعنی اس طرح پڑھنا۔  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

## مقبوس ۲۲: بوقت ظہر ہر روز شنبہ، جمائی الثانی ۱۶۱۶ھ

حضرت اقدس وضو کر کے آ رہے تھے لیکن چہرہ اقدس پر غضب و جلال کے آثار نمایاں تھے۔ اور آپ کی پیشانی مبارک پر جو دو رنگیں ہیں ابھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ جب کبھی حضرت اقدس غصے ہوتے ہیں تو اس کی علامت یہ ہے یہ دو رنگیں اوپر نکل آتی ہیں۔ جب آپ نماز میں شامل ہوئے تو احقر نے کسی سے پوچھا کہ آج حضرت اقدس کس وجہ سے خشمناک ہیں۔ اس

نے کہا کہ اس شہر چاچڑاں شریف کے کچھ مراثی لوگ شیعہ ہو گئے ہیں اور آج انہوں نے کشتی شخص کے سامنے بذر بانی کی ہے۔ آپ نے حکم دیا ہے کہ ان لوگوں کے سر کے بال مونڈ کر ان کو سزا دی جائے۔ اس وجہ سے آپ غضب ناک ہیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو غصہ کے آثار اب بھی باقی تھے۔ آپ نے عمر خان خادم کو بلا کر فرمایا کہ ان خبیثوں کو جا کر کہو کہ آج تم لوگوں کو جو سزا دی گئی ہے کم ہے اور بہت کم ہے۔ شریعت کی رو سے تم سزائے عظیم کے مستحق ہو۔ لیکن اس وقت اس پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر آئندہ تم لوگوں نے اپنے عقیدہ بد کا ذرا بھر بھی اظہار کیا یا بذر بانی کی تو یاد رکھو تم کو بہاؤ پور کے جیل خانہ میں عمر قید کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ نے یہ آیت پڑھی :-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

تو اس احقر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا سبحان اللہ، سبحان اللہ - یہ آیت حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی پاک صلعم تجھے اللہ کافی ہے اور وہ لوگ کافی ہیں جو آپ کے تابع فرمان ہیں۔ یاد رہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے مشرف ہوئے تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ آج سے مسلمان کھلم کھلا نمازیں پڑھیں گے اور کفار میں سے جن لوگوں نے اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی بیویوں کو بیوہ کرنا ہے وہ آئیں اور ہمارا مقابلہ کریں) حضرت اقدس نے جب سورت الفال ختم کی تو دعا مانگی اور بعدہ فرمایا کہ اب سورہ توبہ شروع ہوگی اور پڑھنا شروع کیا۔

سورہ براہ تیس بسم اللہ نہ آنے کا سبب | ایک سطر پڑھ کر فرمایا کہ اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہ آنے کا

سبب یہ ہے کہ ”بار بسم اللہ مقابل انسان کامل است و چنانچہ با خلیفہ الف است در عدد و حروف تہجی و تلفظ، چنانچہ انسان کامل خلیفہ حق سبحانست۔ پس ازیں سبب برہم سورہ قرآنی کہ صحیفہ الیت علیحدہ و بغیر با شروع کردہ شدہ است۔ بسم اللہ در ابتدائش آئندہ است زیرا کہ بابت کا لظہور از با است یا از انسان کامل و چون اس سورت خود بہ بار شروع شدہ است بنا بران بسم اللہ بروئے نیامدہ است۔



(بسم اللہ میں جو بار ہے وہ انسان کامل کے مقابل ہے یعنی اس سے مراد انسان کامل ہے۔ چونکہ حروف تہجی میں ب الف کے تابع ہے یعنی ب الف کا خلیفہ ہے۔ اسی طرح حروف تہجی کے اعداد اور تلفظ کی رُو سے انسان کامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اب چونکہ قرآن مجید کی ہر سورت ایک علیحدہ صحیفہ ہے اور چونکہ باقی تمام سورتوں کے سر میں بار نہیں ہے اس لیے ہر سورت بسم اللہ سے شروع ہوئی ہے۔ کیونکہ کائنات کی ہدایت (ظہور) بار سے یا انسان کامل سے ہوئی۔ یاد رہے کہ تجلی اول یا تعین اول حقیقت محمدیہ ہے جس سے مراد انسان کامل ہے۔ اب چونکہ یہ سورت خود بخود حضرت بار سے شروع ہو رہی ہے اس لیے اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں آئی) ۱

اس کے بعد فرمایا کہ مثنوی شریف بھی بار سے شروع ہوتی ہے۔  
 بشواز نے چوں حکایت مے کند و از جدائی با شکایت مے کند  
 (نئے یعنی بانی سنی سے سنو کس طرح آہ و فریاد کر رہی ہے۔ اس کی آہ و فغان اس مہجر سے ہے کہ وہ اپنی اصل سے جدا ہو گئی ہے۔ یہاں نئے سے مراد انسان کامل ہے یعنی انسان کامل جب سے اپنی اصل یعنی عالم قدس سے جدا ہوا ہے مصروف نالہ و فغان ہے)

اس کے بعد فرمایا کہ یہ توجیہ ایک بڑے محقق نے کی ہے۔ احقر نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور وہ محقق کون ہیں۔ فرمایا کہ ان کا نام تو اس وقت یاد نہیں لیکن انہوں نے مثنوی شریف کی عربی میں شرح لکھی اور اس قدر یاد ہے کہ وہ مولائی ہیں۔ احقر نے پوچھا کہ حضور مولائی سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا روم کا سلسلہ شاخ ہے سلسلہ کبرویہ کی۔ کیونکہ آپ سلسلہ کبرویہ سے نسبت رکھتے تھے۔ اب چونکہ مولانا روم سے ایک علیحدہ سلسلہ بھی جاری ہو گیا۔ آپ کے اس سلسلہ کو مولائی کہتے ہیں۔ اور یہ محقق شارح مثنوی بھی سلسلہ مولائی (یا مولویہ) سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ اشعار مثنوی کہتے تھے تو کئی نگہنے والے

پس بٹھالیے تھے اور اس تیزی سے اشعار مثنوی کہتے تھے کہ لکھنے والے عاجز آجاتے تھے کیونکہ ایک شعر لکھنے کی دیر میں آپ دو تین شعر کہہ دالتے تھے۔ لیکن بعض اوقات آپ چھ چھ ماہ تک خاموش بھی ہو جاتے تھے چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں :-

مُدتے ایں مثنوی تاخیر شد : دیرے بایست تاخول شیر شد

(مثنوی لکھنے میں اس لیے دیر ہو گئی کہ خون سے دودھ بنتے تک دیر لگتی ہے۔ مطلب

یہ ہے کہ احساسات، واردات اور مشاہدات قلبی کے دل میں راسخ ہونے اور حقائق

و معارف بن کر زبان سے نکلنے میں کافی وقفہ درکار ہوتا ہے۔ خون سے مراد درویش

ہے اور دودھ سے مراد وہ کلمات توحید ہیں جو درد کا سرمایہ ہیں)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ وہ کمالات جو ابھی ظہور کے قابل نہ تھے۔ اُن کے ظہور کے لیے وقت چاہیے۔ اس لیے دیر ہو جاتی تھی۔

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور اس  
اولیاء اطفال حق اند کے معنی | مصرع کا کیا مطلب ہے۔ ع

اولیاء اطفال حق اند لے پسر

(اولیاء اللہ تعالیٰ کے اطفال یعنی بچے ہیں)

یہ شعر سن کر حضرت اقدس خاموش بیٹھے تھے کہ احقر نے عرض کیا۔ سائل کا مطلب یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ ولایت اور والدیت سے پاک ہے تو پھر اولیاء اللہ کے اطفال حق ہونے کے کیا معنی ہیں۔ حضرت اقدس نے قسم کر کے فرمایا کہ اولیاء کرام کا اطفال ہونا اس عزت، قربت، رتبہ، اور مرتبہ کے اعتبار سے ہے جو اُن کو حق تعالیٰ کے ہاں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس سے زیادہ اہم لفظ وہ ہے جو خدا تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں استعمال فرمایا ہے کہ اِنَّمَا جَاعِلُ فِی الْاٰدِیْنِ خَلِیْفَہ (میں دنیا میں نائب پیدا کرنے والا ہوں) لفظ خلیفہ خلف سے مشتق ہے اور خلف بیٹے کو کہتے ہیں۔ خلف کو بیٹا اس لیے کہتے ہیں کہ اپنے باپ کے کاروبار کا متولی ہوتا ہے۔ اسی طرح خلیفہ بھی بادشاہ حقیقی کے کاروبار کا متولی ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ احادیث میں آیا ہے کہ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہ (خلقت اللہ تعالیٰ کی



آل و عیال ہے)۔ ظاہر ہے کہ عیال سے مراد کسی شخص کے اہل خانہ ہیں۔ چنانچہ اس سے مراد رازقیت، مرزوقیت، ربوبیت و مربوبیت کا تعلق ہے نہ کہ ولدیت یا والدیت وغیرہ۔  
 اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اللہ تعالیٰ کو باپ کہنا جائز تھا لیکن آپ کے بعد آپ کی قوم نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور یہ شرک ہے۔ ان لوگوں کو اس بات کی حقیقت معلوم نہ ہو سکی کہ اللہ تعالیٰ کو باپ کہنا کن معنوں میں تھا۔ اسی وجہ سے حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی اللہ تعالیٰ کو باپ کہنے کی ممانعت ہو گئی۔

**حضرت قبلہ عالم کا لباس** | اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور حضرت قبلہ عالم کا لباس کس وضع کا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ اکثر نیلے رنگ کا تہ بند اور پیراہن جس کا گریبان سینہ مبارک پر ہوتا تھا، زیب تن فرماتے تھے۔ اور سر مبارک پر جو گوشہ ٹوپی جسے کلاہ چہار ترکی کہتے ہیں۔ رکھتے تھے۔ اس کے بعد عرض کیا کہ آپ کو نسی زبان میں کلام فرماتے تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ اکثر وہ پنجابی زبان بولتے تھے جو علاقہ ہمارا ان شریعت میں بولی جاتی تھی۔ بعض اوقات آپ ہندوستانی زبان میں کلام فرماتے تھے۔ کیونکہ آپ کے شیخ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہ کی زبان بھی ہندوستانی تھی۔ نیز حضرت قبلہ عالم خود عرصہ پندرہ سال تک ہندوستان میں اقامت پذیر رہے۔ اس پر احقر نے عرض کیا کہ آیا یہ مدت آپ نے طالب علمی میں گزاری یا دوسرے کاموں۔ آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ طالب علمی میں آپ نے چند ماہ گزارے باقی ساری مدت اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کی صحبت میں بسر کی۔

## مقبوس ۲۳: بوقت ظہر بروز دوشنبہ ۱۲ شوال ۱۳۱۶ھ

اس وقت آپ مخدوم سید عبداللہ شاہ بن مخدوم سید خیر شاہ ساکن اوجہ شریف کو لائحہ جامی کا درس دے رہے تھے۔ حضرت صاحبزادہ محمد بخش صاحب بھی موجود تھے۔

لا محشہ ششم | حضرت اقدس نے لائحہ ششم سے یہ عبارت پڑھی :- ”پہچان کہ امتداد نسبت  
مذکورہ ..... الی آخرہ - متن لوائح : تقریاً از مایسہ اکوان“ شرح -

یعنی اختلاط خلقت یا لوگوں سے میل و ملاقات سے پرہیز کرے اور گوشہ تنہائی اختیار کرے -  
متن لوائح :- ”وتبرائی از ملاحظہ نحو امکان اہم مطالب است - شرح - موجودات امکانیہ  
یعنی کثرت تعینات پر نگاہ ڈالنے سے بھی پرہیز کرے - یعنی نسبت مذکورہ (شغل باطن) کو بڑھانے  
کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں - اول خلوت اختیار کرنا دوم غیر حق سے آنکھیں بند کرنا - تاکہ پوری  
توجہ وحدت وجود مطلق اور ذات محض یا ذات بحت پر جماسکے نیز تمام اوراد و وظائف میں عبادت  
میں خواہ نماز ہو یا ذکر جہری وغیرہ آنکھیں بند رکھنا ضروری ہیں - (کیونکہ اس سے توجہ مرکوز رہتی ہیں)  
متن لوائح :- ”وَالْبَحْرُ جَهْدٌ بِلُغٍ وَجَدَّ قَامَ دَرْفِي خَوَاطِرِ وَأَوَامٍ مَيْتِرْنَهْ كَرْدُود - شرح - اور یہ چیز  
یعنی موجودات امکانیہ کے ملاحظہ سے پرہیز کرنا سخت جدوجہد اور خطرات و دساوس قلبی کو مٹانے  
کے بغیر مسیر نہیں ہوتا -

متن لوائح :- ”آل را کہ فنا شیوہ و فقر آیین است - نے کشف و یقین معرفت نہ دین است  
شرح - یعنی سالک کے محالات میں سے کشف، یقین بلند مراتب میں جیسا کہ قرآن شریف  
میں ہے کہ ”وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ“ اور معرفت بھی کمال ہے نیز  
وینداری بھی باعث کمال ہے - مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ چار مراتب کمال ہیں اور کاملین کے سوا  
کسی کو حاصل نہیں لیکن عارف فانی ذات مطلق کا مقام ان مراتب سے بالاتر ہے اور کشف و  
کرامات، اور یقین و معرفت جیسے صفات کا اطلاق عارف ذات مطلق پر نہیں کیا جاسکتا - اس  
وجہ سے کہ یہ صفات عباد کے لیے ہیں - اور خدا کے عزوجل ان صفات سے مبرا ہے - چنانچہ  
مولانا جامیؒ نے خود دوسرے شعر میں فرمایا ہے :-

رفت از میان ہمیں خدا ماند خدا      الفقر إذا تم هو الله انیسٹ

(سالک در میان سے اٹھ گیا اور خدا باقی رہ گیا - إذا تم الفقر هو الله کا مطلب

یہی ہے - إذا تم الفقر هو الله عارفین کا مقولہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب  
فقر کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے)



متن :- ”و پوشیدہ نہ ماند کہ فنائے فنا در فنا مندرج است ..  
..... الی آخر۔“

لائحہ نہم

شرح - یعنی فنا مولانا جامیؒ کے نزدیک ابتدا میں سالک کی فنا ہے، اور بقا ہستی حق سبحانہ ہے اور اس کی انتہا عدم شعور ہے اس فنا و بقا کے ساتھ۔

متن لوانح جامیؒ :- شعر - تمایک سر موئے ز خویش تن آگاہی

گمہ دم زنی از راہِ فنا گمراہی

ترجمہ - (اگر تجھے حالت فنا میں اپنی ہستی کا ذرا بھر بھی شعور یا احساس ہے تو یہ فنا نہیں اور اس حالت میں فنا کا دم مارنے والا گمراہ کہلانے کا مطلب یہ کہ فنائے تمام سالک اپنی ہستی کو کلی طور پر گم کر دیتا ہے اور ذرا بھر اپنا شعور نہیں ہوتا۔ لیکن یہ چیز عارضی ہوتی ہے دائمی نہیں کیونکہ سالک بار بار فنا ہوتا ہے، اور بار بار نزول کر کے مقامِ دوئی پر آتا ہے۔

شرح :- شعر کی شرح حضرت خواجہ صاحبؒ نے شعر میں فرمائی ہے جو یہ ہے۔

علا - فنا و بقا - یاد رہے کہ جن حضرات کو حالت فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا ذاتی تجربہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ابتدا میں سالک ذات واحد میں فنا حاصل کرتا ہے اور یہ فنائے صفاتی ہے کیونکہ واحد صفت ہے اس فنا کو سلوک الی اللہ کی اصطلاح میں قرب و نوافل کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ یہ تمام اس حدیث قدسی کے مطابق ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں قریب ہو جاتا ہوں جتنے کہ اس کی جمع، بصرہ تھوڑا اور پائل بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا، سنتا، پکڑتا اور چلتا ہے۔ اس سے اوپر قرب فرائض کا مقام ہے کہ جب فنائے صفاتی سے گذر کر سالک ذات حق میں فنا ہو جاتا ہے۔ لیکن مولانا جامیؒ کی مراد یہ فنا نہیں بلکہ فنا الفنا ہے کہ جب سالک ذات لائعین میں فنا حاصل کرتا ہے جو لطیفہ اخفی سے بھی اوپر ہے اور جہان نہ مکان ہے نہ زمان - نہ سمت نہ اشارہ نہ لغت بلکہ خالص ذات ہی ذات فنائے فنا در فنا مندرج است کے یہ معنی ہونے کے فنا وہ ہے جس میں فنا کا شعور بھی نہ رہے۔ اگر یہ شعور باقی ہے کہ میں فنا ہو چکا ہوں تو وہ فنا نہیں۔

تاکہ تو باشی خدا شد نہاں چوں تو گم گشتی خدا اگر دوعیاں  
ترجمہ (اے سالک جب تک تجھے اپنی ہستی کا احساس ہے تو ظاہر ہے اور خدا پوشیدہ  
ہے یا تو حاضر ہے اور خدا غیب ہے۔ جب تو ذاتِ حق میں گم ہو گیا تو پھر خدا  
ظاہر ہو جاتا ہے اور تو پوشیدہ یا تم غیب اور خدا حاضر۔)  
متن لوائح۔ توحید یگانہ گردیدن دل است (توحید محویت قلبی یعنی وحی کا نام)

۱۔ گم ہونا۔ جو حضرات کیفیتِ فنا سے آگاہ نہیں ہیں نیز وہ حضرات بھی جو فنا و بقا کی باتیں صرف کتابوں میں  
پڑھ کر فنا فی اللہ، وحدت و وحد اور ہمہ اوست کا دم مارنے لگتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ گم ہونے  
کا کیا مطلب ہے وہ صرف گم ہونے کے نعرے لگاتے ہیں کبھی خود گم ہو کر نہیں دیکھا۔ گم ہونے کا مطلب  
یہ ہے جب شدید مجاہدات، عبادات و ریاضات (جن سے نام نہاد صوفی دور بھاگتے ہیں) کے بعد سالک  
کے نفس کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کی روح پاک و منزہ ہو کر عالمِ بالا کی طرف پرواز کرتی ہے تو وہ ذاتِ حق کے  
ساتھ واصل ہو جاتی ہے جسے وصول الی اللہ، قرب الی اللہ اور فنا فی اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن  
فنا کی کوئی حد نہیں کیونکہ ذاتِ حق کی کوئی حد نہیں اور یہ سیر فی اللہ یا فنا فی اللہ اگر جاری رکھی جائے تو ساری  
عمر اس میں رہ سکتا ہے بلکہ قبر میں بھی اور قیامت کے بعد بہشت میں بھی جاری رہتی ہے۔ لیکن چونکہ  
اسلام میں پرہیزگاری نہیں ہے تعلیماتِ روحانیہ اسلامیہ کا تقاضا یہ ہے کہ فنا کو چھوڑ کر پھر دنیوی  
میں آنا پڑتا ہے تاکہ آدمی انسانِ کامل کی حیثیت سے خلافتِ الہیہ کے فرائض انجام دے۔ دنیاوی  
زندگی سوارے۔ خلعت کی ہدایت کے فرائض انجام دے۔ بیوی بچے ہوں۔ معاشی، اقتصادی  
اور سیاسی زندگی میں حصہ لے۔ یہ ہے حقیقی معنوں میں اسلامی زندگی کا معراج جو خاصہ ہے تعلیمات  
محمدیہ کا اور جسے مقامِ عبدیت بقا باللہ اور جامعیت کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر آدمی کو فنا فی اللہ  
بھی حاصل ہے اور بقا باللہ بھی۔ ہمہ اوست کی حقیقت بھی جانتا ہے اور مسند تکبیر و عبدیت  
پر بیٹھ کر خلیفۃ اللہ بھی کہلاتا ہے۔ آپ آپ خود دیکھ لیں کہ ہمارے نام نہاد صوفی  
اور وہ حضرات جو حکومتِ الہیہ، خلافتِ الہیہ کے نعرے لگا رہے ہیں وہ فنا فی اللہ  
ہوئے بغیر کس طرح خلیفہ اللہ بن سکتے ہیں۔



شرح - یعنی توحید حق سبحانہ کی صفت نہیں ہے اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ کو متحد نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح عارف کو بھی متحد نہیں کہا جاسکتا اور توحید اس کی صفت نہ ہوگی۔ لہذا مولانا (جامیؒ) نے توحید کے معنی بے خودی کیے ہیں اور اسے دل کے ساتھ منسوب کیا ہے (جو مترادف روح کا ہے)۔ اس کے بعد بندہ راقم الحروف نے عرض کیا کہ توحید کو چار اقسام پر تقسیم کیا گیا ہے اور چوتھی قسم توحید الہی ہے۔ اس وجہ سے حق تعالیٰ کو متحد کہا جاسکتا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا توحید کے لفظی معنی واحد ہونا اور واحد جاننا ہیں۔ اور یہ شانِ عبدیت ہے۔ پس وحدت صفت حقیقت ہے۔ توحید اگرچہ الہی ہو یہ حق تعالیٰ کی صفت عاریہ ہے لہذا توحید حق تعالیٰ کی صفت عاریہ ہے اور وحدت عبد کی صفت عاریہ ہے۔ پس حق تعالیٰ کو حقیقتاً متحد نہیں کہا جاسکتا۔

مقن - ہم از روئے طلب و ارادت و ہم از روئے علم و معرفت۔  
 شرح - یعنی سالک کے لیے راہِ حق میں دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک طلب و ارادت جس کا مطلب ہے سلوک الی اللہ اور یہ مجاہدہ، جدوجہد، کوشش اور عبادت و ریاضت کا نام ہے۔ دوم علم و معرفت جس سے مراد واردات ہیں اور یہ عطیہ الہی ہے۔ مرد کو چاہیے کہ ان دونوں سے گزر کر حق سبحانہ سے پویستہ ہو جائے۔

مقن - تخلیص دل از توجہ اوست بغیر۔  
 شرح - دل کی خلاصی اس بات میں ہے کہ علمِ دوئی سے خلاصی حاصل کر کے توحید کے ساتھ متصف ہو جائے۔

مقن - رمنے ز نہایات مقاماتِ طیور گفتم بتو گر فہم کنی منطقِ طیر  
 ترجمہ - (طیور بمعنی عارفین۔ یعنی میں نے عارفین کے بلند مقامات کا اشارہ تجھے کر دیا ہے اگر تو طیور یعنی پرندوں یا اہل اللہ کی زبان جانتا ہے تو سمجھ جائے گا۔)  
 شرح - طیور سے مراد حضراتِ عارفین ہیں اور منطقِ طیر کلامِ عارفانہ ہے۔

## مقبوس ۲۲: بوقتِ چاشت روزِ شنبہ ۳۱ شوال ۱۳۱۶ھ

لائحتہ از دہم | متن - مادام کہ آدمی در دام ہوا و ہوس گرفتار است دوام این نسبت ازوے دشوار است -

ترجمہ - جب تک کہ آدمی حرص و ہوا کے جال میں گرفتار ہے نسبت روحانی اس کے لئے دشوار ہے شرح - یعنی ہوا و ہوس اور یہ نسبت یعنی روحانی ترقی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور مجمع ضد محال ہے - (یعنی دو ضدوں کا یکجا ہونا ناممکن ہے -) پس وہ لوگ جو ہوا و ہوس میں گرفتار ہیں (یعنی دنیا کی محبت میں پھنسے ہوئے ہیں) - اور کہتے یہ ہیں کہ ہمیں روحانی نسبت حاصل ہے - وہ جھوٹے دعویدار ہیں - اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ سہل بن عبد اللہ تستریؒ کے عہد میں ایک شخص تھا جو یہ کہتا تھا کہ میں ہر وقت اور ہر محفل خدا کے ساتھ رہتا ہوں - چنانچہ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، آنا جانا، سونا جاگنا میرے تمام حرکات و سکنات خدا کے ساتھ ہیں - حضرت شیخ سہل تستریؒ نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ تم جاؤ اور اسے دیکھو - اس کے افعال، اقوال، عادات و خصائل شریعت کے مطابق ہیں تو وہ صادق ہے - اگر شریعت کے خلاف ہیں تو وہ کاذب، باطل اور شیطان ہے -

متن - لذاتِ جسمانی -

شرح - یعنی لذتِ کھانے کھانا، نفیس لباس پہننا اور آرام سے سونا -

متن - راحتِ روحانی -

شرح - مثلاً مشاغلِ علوم وغیرہ -

متن - کلفتِ مجاہدہ از میان برخیزو -

شرح - یعنی اس حال کے آدمی کے لیے تمام رات بیدار رہنا دشوار نہیں ہوتا اور سارا دن عبادت میں گزارنے سے اُس کے دل پر بوجھ نہیں پڑتا - اور پُرانے اور سخت کپڑے اُسے نرم لگتے ہیں - بد مزہ طعام لذت سے کھاتا ہے - اس کے بعد فرمایا کہ صوفی



بدنی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک عالم سے دریافت کیا کہ بہشت میں بھی عبادت ہوگی یا نہیں اس نے جواب دیا کہ تکلیف کا گھر یہی جہانِ دنیا ہے۔ اور آخرت انعام اور مزدوری کی دنیا ہے۔ بہشت میں عیش و عشرت ہوگا نہ عبادت۔ صوفی بدنیؒ نے کہا کہ واہ میرا خیال تو یہ تھا کہ بہشت میں بھی عبادت ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا کہ صوفی بدنیؒ کے لیے مجاہدہ کی تکلیف ختم ہو چکی تھی نیز فرمایا کہ ایک دن ایک آدمی پہاڑ پر کھڑا تھا کہ وہاں ایک ابدال آیا۔ اس آدمی نے ابدال سے پوچھا کہ صوفی بدنی کیسا آدمی ہے انہوں نے کہا کہ آدمی کامل ہے مگر افسوس۔ اور پھر یہ کلمات تین بار دہرائے استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ، یہ کہہ کر وہ اس شخص کی آنکھوں سے گم ہو گیا۔ جب وہ آدمی صوفی بدنیؒ کے پاس گیا تو صوفی بدنیؒ نے کہا کہ جب اُس نے کلمہ افسوس کہا تھا اگر تین بار استغفار نہ کرتا تو میں اُس کی گردن توڑ دیتا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ صوفی بدنیؒ اس قدر صاحبِ کمال تھے کہ ابدال پر جو مشائخ کبار میں سے ہوتے ہیں ان کی نظر نہیں پڑتی تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی فرماتے ہیں کہ ابھی صوفی بدنیؒ کسی کے مرید نہیں ہوئے تھے کہ اتنے کمالات کے مالک تھے اگر مرید ہو جاتے تو بڑے صاحبِ کمالات ہوتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں محمد چاکی ساکنِ داجل کے لیے جو حضرت قبلہ عالم ہماروی قدس سرہ کے مرید تھے بھی کلفتِ مجاہدت (مجاہدہ کا تکلیف دہ ہونا) ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ سردی کے موسم میں جب راتیں طویل ہوتی ہیں آپ نمازِ عشاء کے بعد ذکرِ ہمدی شروع کرتے تھے تو فجر کی نماز تک اسی لذت میں بیٹھے رہتے تھے جب صبح صادق ہوتی تو فرماتے تھے کہ آج رات بہت چھوٹی تھی۔

مثنیٰ - "کما یفنی بجا نیا ورده"

شرح - مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ نیابت

ادائے حقِ عبادت ہے۔ (آں حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے "ما عبدناک حق عبادتک" یعنی اے اللہ ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ اس لیے حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ عبادت گزاری میں اقرارِ عجز کرنا، عبادت کا حق ادا کرنا ہے۔)

لَا حَبَّ دَوَا زِدْہِم

## لائحہ سیر و ہم در بیان مشاہدہ حق

متن۔ ہمہ چیز با بادِ مدرک و  
از احاطہ ادراک بیرن۔

ترجمہ۔ (تمام) اشیاء کا ادراک حق تعالیٰ کی بدولت ہوتا ہے اور خود حق تعالیٰ ادراک سے باہر ہیں۔

شرح۔ اس عبادت کے معنی دو طرح پر ہیں۔ ایک یہ کہ تمام اشیاء پر حق تعالیٰ کا ادراک احاطہ ہے لیکن حق تعالیٰ کسی کے ادراک اور احاطہ میں نہیں آتا۔ دوم یہ کہ تمام چیزیں حق تعالیٰ کے نور و وجود کی بدولت مُبصر اور مدرک ہیں اور وہ خود کسی شخص یا چیز کے احاطہ بصارت و ادراک میں نہیں آتا مثلاً آفتاب کا نور جس سے تمام چیزیں نظر آتی ہیں خود نور مخفی و ناپید ہے یعنی آفتاب کی روشنی کسی شخص کے احاطہ بصر میں نہیں آتی۔

متن۔ ”چشمِ سر در مجاہدہ جمالِ او خیرہ و دیدہٗ سر بلے ملاحظہ کمالِ او تیرہ“

ترجمہ۔ (جسمانی آنکھیں اُس کے نورِ جمال سے خیرہ (مشرمندہ) اور اس کے مشاہدہ کمال سے تیرہ (اندھی) ہیں۔)

شرح۔ یعنی حق تعالیٰ اُن کی آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا بلکہ سُر کی آنکھوں سے یعنی دل کی اور روحانی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ عارف اُن سُر کی آنکھوں سے یعنی جسمانی آنکھوں سے بھی دیکھتا ہے اس وجہ سے کہ بصر (ظاہری بینائی) اور بصیرت (روحانی بینائی) یا چشمِ سر اور چشمِ سرِ عارف کے لیے ایک ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ علاؤندہ

۱۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تقریرِ دلپذیر میں بھی فرماتے ہیں کہ عارف کی ظاہری اور باطنی آنکھیں ایک ہو جاتی ہیں۔ بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ظاہری بصارت بھی باطنی بصیرت پر منحصر ہے۔ اگر روح نہ ہو تو آنکھوں میں نور کہاں سے آئے۔ لیکن مولانا محمد قاسم کے پیر حضرت حاجی امدا اللہ جھاجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ جب آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں جسمانی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں تو درحقیقت وہ باطنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے کیونکہ اگر ظاہری آنکھیں بند بھی کر لے تو دیکھنے میں فرق نہیں آتا (ماخوذ از شفاءِ امادیہ)



میں ایک فقیر تھا وہ کہتا تھا کہ میں خدا تعالیٰ کو ان سر کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ اس پر علمائے ظاہر نے ان کی گرفت کی۔ اس زمانے میں مخدوم سرور روح رہ ساکن ہالہ کنڈہ جو بڑے بزرگ تھے موجود تھے۔ آپ نے اس فقیر سے فرمایا کہ اب آنکھیں بند کرو۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ آپ نے فرمایا اب بھی دیکھتے ہو یا نہیں۔ اُس نے کہا اُسی طرح دیکھتا ہوں۔ چنانچہ مخدوم صاحب نے علمائے فرمایا کہ وہ دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اس پر حد نہ لگاؤ (یعنی شریعت کی خلاف ورزی میں گرفت نہ کرو)۔ اس سے وہ فقیر بھی متنبہ ہو گیا اور اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا کہ میرا خیال تھا کہ جسمانی آنکھوں سے دیکھتا ہوں حالانکہ روحانی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے یہ شعر پڑھا۔

چشمِ سر راہ طاقت دیدن نبود چشمِ دل را لائق دیدار کرد !

(جب جسمانی آنکھوں سے مشاہدہ حق محال تھا تو باطنی آنکھوں کو دیدار کے قابل بنا دیا)   
 معنی - قانع نشوی رنگ ناگاہ اے دل - ترجمہ (اے دل ایسا نہ ہو کہ تو رنگ و بو یعنی کشف و کرامات پر قانع ہو جائے جس کا تعلق صفات سے ہے لیکن اس سے بلند مقام طالب ذات ہونا ہے)

شرح - رنگ سے مراد ایک رتبہ کمال ہے مثل سیر سموات و عرش، سیر عالم مثال، سیر عالم ملکوت و عالم ارواح، اور رتبہ نبوت، رسالت، قطبیت، غوثیت وغیرہ لیکن سالک کو چاہیے کہ ان مراتب کے حصول پر قناعت نہ کرے اور مغرور نہ ہو اور یہ نہ سمجھے کہ مقصود یہی ہے بلکہ اس کا مطلوب اور چیز ہے۔ کوشش کرے اور مجاہدہ کرے تاکہ ان مقامات سے اُپر نہ نکل جائے اور عالم بے رنگی (ذاتِ لائعین) کی سیر کرے۔ یہ ہے مقصود حقیقی۔

۱۔ اس سے آج کل کے اُن نام نہاد اور کام چور صوفیوں کی تردید ہوتی ہے جو مجاہدات، عبادات و ریاضات سے جی چراتے ہیں اور حال تک نہیں پہنچ سکتے۔ یعنی تمام فانی اللہ تک اُن کی رسائی نہیں ہوتی لیکن بہانہ یہ بناتے ہیں کہ ممکن الوجود (انسان) کس طرح

## ایک اعتراض

اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ ہر نبی جو مرتبہ نبوت سے اور ہر رسول جو مرتبہ رسالت سے متصف ہے اور ہر ولی جو مرتبہ قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہ کے ساتھ متصف ہے وہ بھی مقام بے زنگی تک پہنچے ہوں گے یا نہیں۔

## جواب

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہاں باطن کے اعتبار سے ضرور ان کا وطن ملک بے زنگی ہے۔ لیکن ظاہر کے اعتبار سے ان کی بُود و باش اور بازگشت ان رتبات میں ہے۔ نبی اور ولی کے مابین فرق عالم زنگ (عالم ظاہر) میں ہے کیونکہ عالم بے زنگی میں تمام انبیاء اور اولیاء یکساں اور مساوی ہیں۔ عالم زنگ میں ہر ولی کی سیر ہر نبی کے قدموں میں ہے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق کا مرتبہ اگرچہ بہت ہی بلند

واجب الوجود (حق تعالیٰ) سے قُرب و فنا حاصل کر سکتا ہے۔ اس لیے وہ زبانی جمیع حقوق سے کام لیتے اور حال کی بجائے قال میں مست رہ کر اپنے آپ کو کامل سمجھتے ہیں حالانکہ تمام اولیائے کرام کا مسلک یہی رہا ہے کہ

قال را بگذارد و مردِ حال شو پیش مردِ کاملے پا مال شو

اس پر طرہ یہ کہ اپنی نااہلی کے باوجود یہ لوگ وعدت الوجود اور ہمہ اوست کے نعرے بہت بلند کرتے ہیں اُن کے لیے یہ تضاد بیانی ہے کیونکہ جب وہ فنا فی اللہ کے عملاً قائل نہیں اور ممکن اور واجب کی یکزنگی اور وحدت و وصال کے خلاف ہیں تو پھر وحدت الوجود اُن کے حال پر کیسے صادق آسکتا ہے۔ دیکھا جائے تو وہ اپنے نظریات کے لحاظ سے ہمیشہ کی دُروئی اور کثرت میں قبیہ ہیں۔ وحدت وجود کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں۔ بس یہ ان کی تضاد بیانی اور متضاد روش ہے جو نتیجہ عدم حصول معرفت کا اس ملفوظ میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے تو مقام قطبیت و غوثیت اور کشف و کرامات کو بھی نیچے کا مقام قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اور تمام اولیاء کرام کے نزدیک مقصور اصل ذاتِ لائقین اور ذاتِ بحث میں فنا۔ فنا الفنا، اور بقا ہے۔ فاعبر و یا اولی الابصار۔



ہے لیکن وہ بھی نئی کے قدموں میں ہیں جو سب سے آخری نبی ہیں۔ اس پر ایک شخص نے کہا  
بیشک از روئے شریعت واقعہ یہی ہے۔ آپ نے فرمایا انہیں از روئے کشف بھی یہی ہے۔

## مقبوس ۱۵ بوقت ظہر بروز پنجشنبہ ۱۳۱۶ھ

### سیرت و خصلت اولیاء

اولیاء کرام کی سیرت و خصلت کا ذکر ہو رہا تھا۔  
آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ حسام الدین رحمہ

بڑے متقی تھے چنانچہ آپ کی موت کا سبب یہ پریشانی ہوئی کہ اب ہمارے زمانے میں اشیائے  
نور و فی مشتبہ ہو گئی ہیں اور رزقِ حلال کا حصول مشکل ہو گیا۔ اس لیے آپ نے ارادہ کر لیا  
کہ تین دن میں ایک بار کھانا کھا نا چاہیے۔ اس بارے میں آپ نے اس قدر احتیاط سے کام  
لیا کہ اس پریشانی کی وجہ سے آپ کی موت واقع ہو گئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمام مشائخ عظام  
نے دو چیزوں کی تاکید کی ہے اول ”رزقِ حلال“ دوم ”صدقِ محال“ (خواہ نفع ہو  
خواہ نقصان خیر ہو یا شر راست گوئی کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا۔

### حضرت سلطان الاولیاء کا انقی

اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے شیخ  
صاحب الروضۃ سلطان الاولیاء قدس سرہ

بھی بڑے متقی اور بہرہیزگار تھے۔ چنانچہ آپ نے ساری عمر نواب صادق محمد خان عباسی صاحب  
آپ کے مرید تھے کے باورچی خانہ سے کبھی کھانا تناول نہ فرمایا۔ نواب صاحب کو بھی یہ معلوم  
تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ نواب صاحب مذکور نے نہایت عمدہ کھانے تیار کرائے یہاں تک کہ  
ایک ایک رکابی پر بیس روپے خرچ کئے اور خواجہ انچھٹا کر خود حضرت شیخ علیہ الرحمۃ  
کی خدمت میں جا کر پیش کیا۔ اور دست بستہ عرض کیا کہ حضور آج یہ طعام ضرور تناول

و نواب صادق محمد خان ثالث والی ریاست بہاول پور جو حضرت خواجہ غلام قدس سرہ کے مرید  
نواب صادق محمد خان رابع کے دادا تھے۔

فرماویں۔ حضرت اقدس نے ایک انگلی کھیر کی رکابی میں ڈال کر منہ میں ڈالی اور اس کے بعد فوراً پانی سے منہ صاف کر لیا۔ آپ نے صرف نواب صاحب کی التجا پر اس قدر طعام چکھا تھا۔ لیکن اُسے بھی حلق کے نیچے نہ جانے دیا بلکہ نکال کر پھینک دیا۔ جب کبھی حضرت سلطان الاولیاء نواب صاحب کی دعوت پر تشریف لے جاتے تھے آپ کا کھانا مولوی گل محمد اور مولوی احمد ہانگی احمد پوری کے ہاں ہوتا تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور حضرت خواجہ

### حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کا انتقال

نور محمد نادر والہ قدس سرہما بھی نواب صاحب کے باورچی خانہ سے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ کی عادت تھی کہ جب آپ سفر پر جاتے تھے تو ان کے ساتھ لے جاتے تھے اور اسی سے کھانا کھاتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا حضرت قبلہ عالم بادشاہ ہماروی قدس سرہ بھی نہایت متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ بھی نواب صاحب کے گھر سے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ تصبیح اور اراق کے وقت حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی احمد ہانگی احمد پوری مذکور کے بھائی مولوی عبداللہ ساکن خان بلیہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مرید تھے لیکن مولوی احمد خود سلطان الاولیاء کے مرید تھے۔ یہ دونوں بھائی عالم تھے لیکن مولوی احمد اپنے بڑے بھائی سے زیادہ متحجر عالم تھے اور ساری ریاست میں ان کا فتویٰ چلتا تھا لیکن انہوں نے ساری عمر نواب صاحب سے وظیفہ یا روزینہ قبول نہ کیا۔ کاشت کاری کر کے بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مخدوم

### حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا انتقال

نصیر الدین چراغ دہلویؒ بھی بڑے متقی اور متشرع تھے۔ آپ کی روش اس قدر محکم اور دستور اس قدر محتاط تھا کہ احادیث نبوی اور اقوال بزرگان کی بھی تاویل کر کے شریعت کے دائرے کے اندر لے آتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف **إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ** (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کی تاویل علمائے ظاہر کے



اعتقاد کے مطابق یوں کرتے تھے کہ صورتہ کی خمیر آدم علیہ السلام کی جانب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی اپنی صورت پر (آدم کی صورت پر) پیدا فرمایا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت آدم کو حق تعالیٰ نے ابتدا سے انسان کی مکمل صورت پر پیدا فرمایا بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ جن کو مکمل یا آخری صورت پر پیدا نہیں کیا بلکہ بتدریج پہلے بچہ پیدا کیا اس کے بعد عالم شباب سے گزارا اور پھر کامل شکل میں لایا گیا۔

اس کے بعد راقم نے عرض کیا حضور حدیث اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہِ الرَّحْمٰنِ کی کیونکر تاویل کی گئی ہے آپ نے فرمایا کہ رحمن اسم صفائی ہے۔ اور اس کی تاویل اس طرح کی جائے گی کہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہِ رَحْمَتِہِ (بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے رحمت کے وصف کے ساتھ پیدا کیا) تو جائز ہے۔ لیکن اگر اسم ذاتی یعنی اللہ ہوتا تو تاویل محال تھی۔ اس کے بعد عرض کیا گیا کہ حدیث شریف کے اصل معنی کیا ہیں۔

فرمایا اصل معنی یہ ہیں کہ خمیر علی صورتہ، اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور علی صورتہ الرحمن اس کی تفسیر ہے۔ فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آئی ہے۔ اذ قاتل احدکم

فلیب تخنّب الوجه فان اللّٰه خلق اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہِ (جب تم میں سے

کوئی شخص جہاد کرے تو دشمن کے منہ پر ضرب نہیں مارتی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

آدم کو اپنی (خدا کی) صورت پر پیدا کیا ہے)۔ اگر خمیر صورتہ اللہ کی طرف راجع نہ ہو

بلکہ آدم کی طرف تو پھر منہ پر مارنے سے اجتناب کے کیا معنی۔ پس لازماً یہ خمیر اللہ تعالیٰ

کی طرف راجع ہے۔ چونکہ آدم کی صورت اللہ تعالیٰ کی صورت پر خلقی گئی ہے اس وجہ

سے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پر ضرب مارنے سے منع فرمایا۔ اگر یہ اس لحاظ

سے انسان کی ساری صورت یعنی پورا جسم واجب العزت ہے لیکن چہرہ چونکہ حسن و

جمال الہی کا مظہر اتم ہے اور تعارف و تشخیص بھی چہرہ کی بدولت ممکن ہے نہ کہ دیگر اعضاء

کی بدولت اس لیے چہرہ پر ضرب مارنے سے خاص طور پر منع کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح

اور بہت سی احادیث کی تاویل کی گئی ہے چنانچہ سبحانی ما اعظم شأنی (حضرت

شیخ بابزید بسطامی کا قول ہے جس کے معنی ہیں کہ پاک ہوں میں اور میری شان کس قدر

بلند ہے) اور آپ کا قول لَئیسَ فِی جُبَّتِی سَوی اللہ (میرے جُبَّہ میں سوائے اللہ کے کچھ نہیں) وغیرہ کی بھی حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے ان معنوں میں تاویل نہیں فرمائی۔ لیکن ان کے متعلق اس قدر فرمایا یہ مفہوت عاشقانہ (عاشقانہ بے باکی یا عاشقانہ لغزش)۔

۱۔ مفہوت بمعنی غیر ذمہ دارانہ کلام تصوف کی اصطلاح میں ایسے کلمات کو شطیبات کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یعنی وہ کلمات جو بظاہر غیر شرع نظر آئیں لیکن حقیقت میں خلاف شرع نہ ہوں۔ ابی حلاج کا نوٹ انا الحق بھی اسی قبیل سے ہے۔ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ ان حضرات نے اس قسم کے بظاہر خلاف شرع نعرے حالت استغراق میں لگائے اور جب ہوش میں آنے کے بعد ان کو بتایا گیا کہ آپ کے منہ سے یہ کلمات نکل گئے تھے تو نادم ہوئے۔ جب حضرت بایزید بسطامیؒ کو بتایا گیا کہ آپ کے منہ سے یہ کلمات نکلے ہیں تو آپ نے حکم دے دیا اگر دوبارہ مجھ سے یہ غلطی ہو تو مجھے قتل کر دینا۔ لیکن جب آپ نے حالت استغراق میں پھر وہی کلمات کہے اور خدام نے آپ کے حکم کے مطابق آپ پر چھریاں چلائیں تو چھریوں کے رُخ خود بخود مڑ کر مارنے والوں کی طرف ہو گئے۔ نعرہ انا الحق اگرچہ بظاہر غیر شرع ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ منظور نہیں کہ رہے تھے کہ میں خدا ہوں بلکہ خدا تعالیٰ خود فرما رہا تھا کہ میں خدا ہوں۔ اس وجہ سے کہ منظور؟ کو اُس وقت ذات حق میں فنایت نامہ حاصل تھی اور وہ اپنی ہستی سے فنا ہو کر حق کی ہستی سے باقی ہو گئے تھے۔ حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ کے مندرجہ بالا دو نعرے بھی حالت فنا میں سرزد ہوئے اور فنا سے جب باہر آئے تو انہیں بُرا سمجھا۔ اسی طرح حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے جب فرمایا کہ قَدْ حُیِّیْ هٰذِیْ عَلٰی عُنْثِ اَوْلِیَّاءِ اللّٰہِ (میرا یہ قدم اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) تو اُس وقت بھی آپ مقام فنا فی اللہ میں تھے۔ ورنہ حالت نزول، شعور اور عبدیت میں کوئی بزرگ اس قسم کے کلمات نہیں کہتے۔ یہ کلمات صرف مدہوشی، عروج، محویت اور استغراق ذات کی حالت میں سرزد ہوتے ہیں کاملین ان سے درگزر کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ فرید الدین عطار نے درگزر کرنے کی یوں ترغیب دی ہے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)



حضرت محبوب الہی کو خواجہ گنجشکرؒ سے کیا نعمت ملی | اس کے بعد  
فرمایا کہ خواجہ

حمید قلندرؒ جو حضرت سلطان المشائخ کے مرید اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے صاحب تھے۔ ایک دن لباس قلندری زیب تن کر کے حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ”حمید قلندر شندہ؟“ صوفی باش یا قلندر باش (اے حمید کیا تم قلندر ہو گئے ہو۔ صوفی بنو یا قلندر بنو) حمید نے عرض کیا کہ چونکہ حضرت سلطان المشائخ مجھے قلندر فرمایا کرتے تھے اس لیے لباس قلندرانہ پہنا ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا کہ ایک دن اس خواجہ حمید نے حضرت مخدوم نصیر الدین قدس سرہ سے پوچھا کہ حضرت شیخ الشیوخ العالم خواجہ گنجشکر قدس سرہ سے جو نعمت حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو ملی ہے اس کا پختہ ثبوت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کی اپنی زبان سے میں نے سنا ہے کہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ گنجشکر قدس سرہ کی درباری کا کام حضرت بدر الدین اسحاقؒ کے سپرد تھا۔ ایک دن وہ کسی کام سے باہر گئے اور مجھے (سلطان المشائخ) کو کہہ کر گئے کہ یہاں بیٹھ جائیں

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ ۱۸

عاقلاً را شرع تکلیف آماست      بیدلال را عشق تشریف آماست

لاجرم دیوانہ را اگرچہ خطا است      ہرچہ گوید گیتناخی ردا است

تو زبان از شیرہ او دور دار      عاشق دیوانہ را ہمدرد دار

حضرت بدر الدین اسحاقؒ آپ حضرت خواجہ گنجشکرؒ کے خلیفہ اور داماد سے آپ کا مزار حضرت خواجہ گنجشکرؒ کے مزار مبارک سے بھانب شرق ٹیلے پر ہے۔ آپ وہی کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم تھے لیکن اولیاء کرام سے اخلاص تھا۔ ایک دفعہ کوئی سکر دریافت کرنے کا خاطر قائم کے ساتھ بخارا جا رہے تھے۔ جب اجدو دھنؒ کو موجودہ پاکپتن شریف) سے گذرے تو آپ کے (باقی اگلے صفحہ پر

اور جو کچھ حضرت شیخ فرمائیں اس کی تعمیل کیوں اور جو شخص ملے آئے اس کی اطلاع حضرت شیخ کو کیوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت بدر اسحاق چلے گئے اور میں وہاں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد اندر سے آواز سنائی دی۔ میں نے دروازہ کے قریب جا کر اندر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ حالت وجد میں ہیں اور یہ رباعی پڑھ رہے ہیں۔

خواہم کہ ہمیشہ درویش رہوں تو زکیم !  
مقصود من خستہ ز کونین توئی !  
حن کے شوم و ہنر پر پائے تو زکیم !  
از ہر قوم و مہم و زبیر زکیم !

امیری تمنا یہ ہے کہ ہمیشہ تیرے عشق میں رہوں۔ مٹی ہو باؤں اور تیرے پاؤں کے نیچے رہوں مجھ بے کس کا مقصود ساری کائنات میں صرف تو ہے تیرے لیے مرنے والی اور تیرے لیے جینا ہوں۔

حالتِ رقص میں آپ قبلہ کی طرف جاتے تھے اور واپس آ جاتے تھے۔ اور جب یہ مصرعہ پڑھتے تھے ”مقصود من خستہ ز کونین توئی“ تو سجدہ کرتے تھے۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو اپنے دل میں کہا کہ اب آپ خوش وقت ہیں۔ اب مانگنے کا وقت ہے۔ اندر جا کر عرض کروں۔ لیکن پھر اس بات سے ڈر لگتا تھا کہ شاید حضرت شیخ ناراض ہو جائیں۔ اور یہ سوچ کر کہ آل حضرت رحیم ہیں معاف فرمادیں گے میں اندر چلا گیا اور قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ اور جو درخواست کی حضرت اقدس فرماتے جاتے تھے کہ میں نے دیا۔ میں نے دیا۔ لیکن ایک چیز باقی رہ گئی افسوس ہے کہ طلب نہ کی۔ وہ یہ ہے کہ میں نے یہ

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ :

ہمراہی حضرت گنج شکر کی زیارت کے لیے گئے۔ شروع میں حضرت بدر الدین اسحاق نے ساتھ جانے سے انکار کیا لیکن دوستوں کے اصرار پر ساتھ چلے گئے۔ حضرت حضرت شیخ کی خدمت میں جا کر بیٹھے تو یہ دیکھا کہ بغیر بوجھے حضرت شیخ ان کے ان سوالات کا جواب دینے لگے جن کی خاطر آپ بخارا جا رہے تھے اور حضرت شیخ کے جوابات اس قدر قوی تھے کہ آپ ان کی بزرگی کے قائل ہو گئے اور فرید ہو کر بلند مراتب کو پہنچے۔



درخواست نہ کی کہ میری موت سماج میں ہو۔ یا

اس کے بعد فرمایا کہ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیونخ العالم گنجشکر قدس سرہ دریا ئی سفرو میں کشتی پر سوار تھے حضرت سلطان المشائخ بھی ہمراہ تھے۔ اتفاقاً رات کے وقت حضرت شیخ نے آواز دی ”یا نظام الدین“ حضرت سلطان المشائخ نے عرض کیا ”لیک“۔ حضرت شیخ نے فرمایا میں تجھے نہیں اپنے لڑکے نظام الدین کو بلارہا ہوں، یاد رہے کہ حضرت شیخ کے ایک فرزند ارجمند کا نام نظام الدین تھا۔ حضرت سلطان المشائخ نے دست بستہ عرض کیا کہ صاحبزادہ نظام الدین سورہے ہیں اور یہ نظام الدین غلام حاضر ہے۔ اس پر حضرت گنجشکر نے فرمایا کہ فرید اپنے بیٹے نظام الدین کو چاہتا ہے لیکن خدا اس کو نہیں چاہتا۔ فرید کیا کرے تم آجاؤ۔ چنانچہ جو نعمت انہوں نے دینی تھی حضرت سلطان المشائخ کو دے دی۔

## مقبول ۲۶: بوقت پچاس بروز دوشنبہ ۹ شوال ۱۶۱۶ھ

من۔ ”تعیین اول و حدیثیت مرتب و قابلیت است محض الی آخر۔“

لاحقہ ہفتہ ہم

ترجمہ (تعیین اول جسے تجلی اول، حقیقت محمدیہ اور برزخ البراز بھی کہتے ہیں) حدیث مطلق اور قابلیت محض ہے۔

شرح۔ اس مرتبہ تعین اول کی مثال گارے یعنی گیلی مٹی کی ہے کہ جس میں تجربہ و ازظرون یعنی برتن بننے کی قابلیت بھی ہے اور ہر قسم کے برتن بننے کی قابلیت بھی ہے۔ پس پہلی قابلیت کے اعتبار سے وہ احدیت کی مانند ہے اور دوسری قابلیت کے اعتبار سے

عاجل سبحان اللہ! کس قدر اعلیٰ مرتبہ ہے۔ سماج میں موت کا مطلب یہ ہے کہ تڑپتے ہوئے، رقص کرتے ہوئے، گریہ زاری کرتے ہوئے محبوب حقیقی کو جان پُرد کر دے۔ اس سے بہتر کوئی موت ہو سکتی ہے۔

مانندِ واحدیت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہر شخص (یعنی ہر سالک) سیرِ عروجی کے ذریعے مرتبہ تعینِ اول (یعنی وحدت یا حقیقتِ محمدیہ) تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ یہاں اس کا سلوک مقامِ تجرّد ہے یعنی تمام قابلیات اور اعتبارات سے مبرا ہونا مثل کھجور کی گٹھلی کے جو تمام مراتبِ شجرہ یعنی شاخ و تن، برگ و برس سے سیر کرتی ہوئی آخر گٹھلی کی صورت اختیار کرتی ہے اور تمام تعینات اور اعتبارات سے بالاتر، مبرا اور پاک ہوتی ہے۔ (تعینِ اول یا گٹھلی کا مقام یہ ہے کہ ایک لحاظ سے یعنی احدیت کے ساتھ تعلق ہونے کی وجہ سے وہ تمام اعتباراتِ شجرہ سے پاک ہے کہ نہ اُسے شاخ کہہ سکتے ہیں نہ تن نہ پتے نہ پھول۔ دوسرے لحاظ سے یعنی واحدیت اور عالمِ تعینات کے تعلق کی بنا پر اس گٹھلی کے اندر پورا درخت بمع شاخ و تن، برگ و بار اور رنگ و بو پوشیدہ ہے)۔

## تنزلات

اس کے بعد فرمایا کہ وجودِ من حیث ہو ہو (بحیثیتِ مرتبہ ہوتیت ذاتیہ) یعنی لائشرطہ شی، وجودِ مطلق، غیبِ ہوتیت، ذاتِ بحت، احدیتِ مطلقہ اور احدیتِ ذاتیہ کے ناموں سے موسوم ہے جہاں وہ تمام اعتبارات، تعینات، اسم، سمت، مکان و زمان سے مبرا و منترہ ہے۔ (یعنی خالص ذاتِ لائعین) اور اسی حیثیت سے وہ ہر قسم کے احاطوں سے باہر اور بالاتر ہے۔ آئیہ پاک و لایحیطون بہ علماء کا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مرتبہ ذاتِ احدیت ہر قسم کے غور و خوض اور علم و فکر سے بالاتر ہے۔ اس کے متعلق صرف یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے ادراک سے بالاتر ایک ذات ہے کہ جس سے تمام تعینات کا ظہور ہے۔ اس وجہ سے حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر شفقت و رحمت کرتے ہوئے فرمایا کہ **وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ** وَاللَّهُ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ (اپنے نفوس کو حق تعالیٰ کی پناہ میں لے آؤ یعنی اُسی کی ذاتِ قیوم سے قائم یا باقی باللہ ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے)۔

اس کے وجودِ مطلق نے ارادہ کیا کہ ظاہر ہو اور اپنی ذات پر آپ تجلی کرے۔ پس ذاتِ لائعین نے تعینِ اول میں تنزل فرمایا جو جامع ہے تمام شیونِ الہیہ و کون از لیوہ



ابدیہ کا تاکہ اپنے آپ کو اس شانِ کلی میں دیکھے۔

بالفاظِ دیگر وہ اپنے حُسن و جمال کا مشاہدہ آئینہ وحدت و حقیقت محمدیہ میں کرے  
پس وجود اس تقدید، تعین اور شانِ کلی کے اعتبار سے حقیقت محمد کے نام سے موسوم

ہے جو باعتبار (بمعناط) ہوتیت یا بحیثیت منترہ ہونے جمیع اعتبارات  
یا اعتبارات کی صلاحیت کی وجہ سے وہ وحدت کے نام سے موسوم ہے نیز اُس کو برزخِ اولیٰ،  
تعیینِ اول، غیبِ اول، اور مقامِ اَوادنی ابھی کہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ از روئے عقل وجود کے تین اعتبارات ہیں

### مُراتب وجود

اول لا بشرطہ شی جو وجود مطلق ہے۔ دوم بشرطِ لاشی جو وجود

عام ہے۔ سوم بشرطِ شی جو وجود مقید ہے۔ پس وجود مطلق عام اشیاء کا عین ہے۔

بخلاف وجود عام کے جو کسی وجہ سے اشیاء کا عین نہیں ہو سکتا شاید شیخ رکن الدین  
سمنانی رحمہ اللہ شیخ محی الدین ابن عربی کے مابین اختلاف کی وجہ یہی تھی کہ شیخ رکن الدین  
سمنانی رحمہ اللہ کی مراد وجود عام تھی اور شیخ اکبر رحمہ اللہ کی مراد وجود مطلق تھی۔ اس لیے اُن کے  
مابین حقیقی نزاع نہیں تھا نزاع لفظی تھا۔ اس کے بعد آپ نے کتاب نقد النصوص  
اُٹھا کر یہ عبارت پڑھنا شروع کی:

”کہ ذاتِ حق و غیبِ ہوتیت مطلق حق تعالیٰ کا نہ کوئی شخص ادراک کر سکتا ہے

نہ سمجھ سکتا ہے نہ مشاہدہ کر سکتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ولا

یحیطون بہ علما۔ (اُس کی ذاتِ احاطہ علم و ادراک سے بالاتر ہے) حق سبحانہ،

تعالیٰ کی غیبِ ہوتیت سے مراد اس کا اطلاق ہے باعتبار اس کے لاتعین ہونے کے۔

اسے لائقِ غیب، غیبِ باطن کا باطن، اور ہوتیتِ مطلق بھی کہتے ہیں۔

علا ملاحظہ ہو مرآۃ الاسرار۔ جس کا راتم الحروف نے کیا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ۔

اس الملاق کی حالت میں اس کو نہ کسی صفت سے موسوم کیا جاسکتا ہے نہ کسی لفظ سے اس کی تعریف کی جاسکتی ہے نہ کسی نسبت سے مشبہ کیا جاسکتا ہے نہ کسی سمت میں اشارہ کیا جاسکتا نہ مکان و زمان کے ساتھ مشبہ کیا جاسکتا ہے نہ کسی علم سے معلوم کیا جاسکتا ہے نہ کسی وجود سے موجود قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ سب تقید و تعین کے تقاضات ہیں اور اس کی ذات ہر قسم کے تقیدات اور تعینات سے مبرا اور منزہ ہے۔ وہ باعتبار لائق مجہول مطلق ہے۔ (یعنی کسی کے علم و عقل میں نہیں لکھا جاسکتا) یہاں عقل کے لیے تمام دروازے بند ہیں بلکہ سب عقلاء کے عقل دنگ ہیں۔

بخیاں در گنج تو خیال خود مر خیال زہمت بود مبرا مطلب بہ ایسج سولیش  
(وہ خیال میں نہیں سما سکتا تو اپنے خیال کو تکلیف نہ دے۔ یعنی حق کو سمجھنے کی تکلیف نہ کر وہ جہت و سمت سے پاک ہے اس کو کسی سمت میں تلاش نہ کر)  
وہ لوگ جو عشق میں لگانہ ہیں اور بے نشانی میں نشانہ ہیں ذات بے نشان کے متعلق اتنا نشان دے سکتے ہیں۔ رباعی :

اے آنکہ بجز تو نیست در ہر دو جہاں نیست نشان کہ ترا نیست نشان  
ہر چند کہ عین ہر نشانی لیکن برتر ز خیال و مبرا ز گمان  
(اے محبوب تیرے سوا کائنات میں کسی کا وجود نہیں ہے۔ تیرا نشان یہ ہے کہ تیرا کوئی نشان نہیں ہے۔ اگرچہ تم ہر نشان یعنی ہر چیز کا عین ہو پھر بھی اس قدر بالا و برتر ہو کہ نہ وہاں وہم کی رسائی ہے نہ گمان کی۔)

اس کے بعد حضرت اقدس نے کتاب مذکور میں سے یہ عبارت پڑھی :-

”ما فی الوجود الایین واحدة ہی عین وجود الحق مطلق  
وحقیقة و ہوا الموجود المشہود لا غیر ولكن هذا الحقیقة  
واحدة و الایین الاحدیۃ لها مراتب ظہور لا یتناہی  
ابدآ فی التبعین و الشخص ولكن کلیات هذا مراتب ،  
مختصرت فی خمس اثنتان منها منسوبتان الی الحق



سبحانه وتعالى وثلاث منسوبة الى الكون وسادسها هي  
 الجامعة بينهما وذلك لان هذا المراتب لما كانت مظاهر ومجالی  
 فلا یخلو اما ان يكون مجلیاً ومظهراً یظهر فيه لما یظهر للحق  
 وللأشیاء الكونية ويكون مظهراً یظهر فيه ما یظهر للحق  
 وللأشیاء الكونية ایضاً فالاول یسمى مرتبه غیب الغیوب  
 یغیبه كل شیء کون فیها عن نفسه وعن مثله فلا یتصور  
 شیء فیها الا الحق تعالى وانتقاء الظهور للأشیاء یكون  
 باحد الوجهین احدهما بانتقاء عینها بالکیة حیث  
 كان الله ولم یکن شیء معه فینتقی الظهور لها علماً ووجداناً  
 لانتقاء عینها بالکیة وذلك المجلی مرتبتین الاول والمرتبة  
 الاولى من الغیب والوجه الثاني الانتقاء صفة الظهور  
 للأشیاء من اعیان الأشياء مع تحقیقها وتمیزها وثبوتها  
 فی العلم الأزلی وظهورها للعالم بها لا الا نفسها وامثالها  
 كما هو الامر فی الصور الثابتة فی اذهاننا وهذا المجلی والمظهر  
 هو التعیین الثاني وعالم المعانی والمرتبة الثانية من  
 اسلم الغیب لما ذکرنا واما ما یكون مجلیاً ومظهراً یظهر  
 فيه ما یظهر للأشیاء الكونية الموحودة البسطة ایضاً  
 علماً ووجداناً فهو ثلاثة اقسام فانه اما ان یكون مظهراً  
 ومجلیاً یظهر فيه ما یظهر للأشیاء الكونية المركبة اما ان  
 یكون لطیفه بحيث لا یقبل التجزئ ولا تبعیض والنزق  
 والا لسام      ما ومحل صفة ظهور ما یظهر فیها یسمى  
 مرتبة الحسن -

اس کے بعد حضرت اقدس لے کتاب مذکور میں سے یہ عبارت پڑھی:

”مراتب وجود چھ ہیں۔ اول مرتبہ غیب الغیب جس کو تعین اول اور غیب اول بھی کہتے ہیں۔ دوسرا مرتبہ غیب ثانی ہے جس کو تعین ثانی اور غیب ثانی بھی کہتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اس کے اندر غیب اشیا کے کوئی اس کی اپنی طرح یاد دیگر اشیا شامل ہے۔ تیسرا مرتبہ، مرتبہ ارواح ہے۔ چوتھا مرتبہ عالم مثال ہے۔ پانچواں مرتبہ عالم اجسام ہے۔ اس کو مرتبہ الحس و عالم شہادت بھی کہتے ہیں۔ چھٹا مرتبہ، مرتبہ جامع ہے جو تمام سابقہ مراتب پر مشتمل ہے اور یہ حقیقت انسان کامل ہے اس وجہ سے کہ برزخ ہے اور تمام مراتب سابقہ کا جامع ہے.....

فصل: سب سے پہلے ذاتِ باری تعالیٰ ظہور و لبطون، واحدیت اور وحدت غیریت، اسم، رسم، لغت، وصف، وحدت کثرت، وجوب و امکان سے منزہ نعتی اور نشانِ ظاہریت و باطنیت، اولیت و آخریت کچھ بھی نہ تھا۔ پس خلوت غائب ہویت میں یہ ارادہ کیا کہ خود کی خود پر جلوہ گری ہو۔ چنانچہ سب سے پہلا جلوہ جو کیا وہ بصفت وحدت تھا یعنی پہلا تعین جو ہویت غیب سے ظاہر ہوا وحدت تھا جو تمام قابلیات کی اصل ہے (یعنی جس میں تمام کائنات کے ظہور کی استعداد موجود تھی) یہ پہلی اول یا تعین اول (حقیقتِ محمدیہ) ظہور و لبطون میں مساوی تھی (یعنی اس کا ایک پہلو ذاتِ لا تعین کی جانب تھا اور لبطون کی متقاضی تھی اور دوسرا پہلو خلق کی طرف تھا اور ظہور کی متقاضی تھی)۔ اس لیے وہ احدیت اور واحدیت دونوں پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہاں ایک مشکل سوال پیدا ہوتا ہے کتاب کی اس عبارت سے وحدت دونوں احدیت اور واحدیت پر مشتمل ہے۔ ظاہر ہے کہ احدیت اور واحدیت دونوں وحدت کے افراد ہیں یا دونوں وحدت میں شامل ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ذاتِ بے حد اور مطلق کس طرح محدود اور مقید کا فرد ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے لوائحِ جامی میں سے لائحہ بیست و چہارم کی یہ عبارت پڑھی:

”مرتبہ ثانیہ اس کا تعین ہے جو جامع ہے تمام تعینات فعلیہ و جوہیہ الہیہ کا اور تمام تعینات انفعالیہ امکانیہ کوئیہ کا، اس مرتبہ کا نام تعین اول اس وجہ سے ہے، کہ حقیقت وجود کا ظہور یہاں سے ہوا اس سے اوپر ذاتِ لا تعین (غیر محدود) ہے۔



مرتبہ ثالث احدیت جمع ہے جو جامع ہے تمام تعینات فعلیہ موثرہ کا۔ اور یہ مرتبہ الوہیت ہے۔ مرتبہ رابع (جو تھا مرتبہ) تفصیل مرتبہ الوہیت ہے اور یہ مرتبہ حضرت حق کے اسماء کا مرتبہ ہے اور یہ دو مرتبے باعتبار ظاہر وجود کے ہیں لیکن وجوب خاص ذات باری تعالیٰ کا مرتبہ ہے۔ یا پانچواں احدیت جمع جمیع تعینات انفعالیہ کا ہے اور یہ مرتبہ کونیہ امکانیہ ہے۔ چھٹا مرتبہ، مرتبہ کونیہ کی تفصیل کا ہے کہ جس سے مراد عالم اجسام ہے..... اس کے بعد فرمایا کہ اس عبارت پر وہ سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مولانا جامیؒ نے یہاں اس طرز سے تحریر فرمایا کہ مرتبہ واحدیت کے دو اعتبار ہیں ایک اجمالی و دوسرا تفصیلی۔

اس کے بعد لائحہ ہفتم پڑھ کر فرمایا کہ یہاں بھی احدیت اور وحدت کا وحدت سے نکلنا ثابت ہوتا ہے جو نظر ہر ناممکن نظر آتا ہے۔ جیسا کہ اوپر کے سوال سے ظاہر ہے۔ اس پر راقم نے عرض کیا کہ حضور اب اس کا کیا حل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مرتبہ وحدت برزخ ہے اور برزخ مشتمل اور جامع ہوتا ہے طرفین پر۔ لیکن یہاں فرق یہ کہ مرتبہ وحدت، مرتبہ احدیت کے صرف صفات پر محیط ہے نہ کہ ذات پر۔ بخلاف مرتبہ واحدیت کے کہ جس کے ذات و صفات دونوں پر مرتبہ وحدت محیط ہے۔ اسی طرح انسان جو جامع ہے جمیع مراتب کا اس کی جامعیت کا مطلب یہی ہے کہ تمام مراتب کے صفات اس کے اندر موجود ہیں۔ یہاں تک کہ مرتبہ احدیت ذاتیہ کے صفات بھی انسان میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن ذات احدیت پر ہرگز محیط نہیں۔ اس کے بعد راقم نے عرض کیا توحید کی کتابوں میں جو کچھ اس مضمون پر لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ احدیت ناشیہ جو مرتبہ وحدت میں شامل ہے عین وہی احدیت ہے جو ذات بحت، غیب ہوتیت اور وجود مطلق کے ناموں سے موسوم ہے لیکن لواٹح جامی اور نقدا النصوص وغیرہ کی عبارات سے ظاہر ہے کہ یہ احدیت ناشیہ جس پر وحدت محیط بتائی جاتی ہے احدیت ذاتیہ سے علیحدہ ہے اس وجہ سے کہ احدیت ذاتیہ مرتبہ لا بشرط نشئی ہے اور یہ احدیت ناشیہ (جس پر مرتبہ وحدت محیط ہے) مرتبہ بشرط لا شئی ہے جہاں قید سلب اعتبارات مشروط ہے اور اس میں شک

نہیں کہ یہ مرتبہ تعین اور تقید ہے پس اس بات کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ دونوں قسم کی  
 احادیث معاشرت ہو یعنی دونوں کو علیحدہ علیحدہ مانا جائے۔ اگر دونوں کو ایک دوسرے  
 کا عین (دو قول کا ایک ہونا) مانا جائے تو ایک ہی چیز مطلق بھی ہے اور مقید بھی۔  
 اور یہ محال ہے۔ اور کتاب عشرہ کاملہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ اس احقر نے  
 اس سوال کو حل کرنے کے لیے دو جواب لکھے ہیں۔ یہ سن کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ  
 میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہ احادیث دوسری احادیث کی غیر ہے۔ اس کے بعد آپ  
 نے فرمایا کہ جو جواب تم نے لکھے ہیں وہ پڑھو۔ چنانچہ بندہ نے وہ جوابات پڑھے۔  
 اور حضرت اقدس لفظ بلفظ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ خوب لکھا ہے۔ اس کے  
 بعد فرمایا کہ ان دونوں جوابوں کو یہاں لکھ دو۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور رکھنے کے قابل  
 تو وہ جواب ہے جو حضور نے دیا ہے۔ میرا جواب کیا حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ  
 اپنے جوابات کو بھی یہاں لکھ دو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ جوابات درج ذیل ہیں:  
 جواب اول: اس بات میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ مقام واحدیت مقام وحدت  
 میں مخفی یا شامل ہے اس وجہ سے کہ واحدیت سے مراد تفصیل خالق الہیہ و کونیہ ہے  
 اور مرتبہ وحدت اس کا اجمال ہے۔ ظاہر ہے ہر تفصیل کا مصدر اجمال ہوتا ہے لیکن  
 مرتبہ احدیت پر جو مرتبہ اخلاق و لا تعین یا ذات بحت ہے مرتبہ وحدت کے محیط  
 ہونے سے یہ مراد ہے کہ تعقل، یافت اور دانست احدیت (احدیت کا جاننا اور سمجھنا)  
 اسی مرتبہ وحدت کی بدولت ہے اس وجہ سے کہ اگرچہ از روئے حقیقت مرتبہ  
 وحدت کی بدولت ہے لیکن ظہور و تنزل سے قبل یہ مجہول مطلق تھا۔ پس مرتبہ احدیت  
 کے لیے مرتبہ وحدت کا فرد ہونا یا وحدت کا احدیت پر محیط ہونا یا شتمل ہونا اسی نقطہ نگاہ  
 سے ہے کیونکہ ذات لا تعین یا تعین اول (وحدت سے پہچانی جاسکتی ہے اور تعین سے  
 اوپر لا تعین ہے یعنی احدیت ذاتیہ جس سے مراد سلب جمیع اعتبارات ہے (یعنی جہاں  
 نہ سمت ہے نہ اشارہ، نہ اسم نہ صفت، نہ مکان نہ زمان) حتیٰ کہ جہاں سلب بھی سلب  
 فرمائیے۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے اپنے ذیل کے اشعار میں اسی مقام کی طرف اشارہ



ثبوت حقائق مسلوبے اللہ طالب نہ مطلوبے

وہی لا تذکرہ الالبصار

تعیین اول یا وحدت (حقیقت محمدیہ) چونکہ مرتبہ علم ہے اس لیے اس سے مرتبہ  
لا تعین پہچانا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے وہ مفہوم نہیں ہو سکتا تھا نیز مرتبہ واحدیت  
جس سے مراد تفصیل اعتبارات (کائنات) ہے وہ بھی مرتبہ وحدت (حقیقت محمدیہ) سے  
پہچانا جاسکتا۔ کیونکہ مفصل ہمیشہ محل پر مبنی ہوتا ہے۔ لہذا مرتبہ وحدت مجمع قابلیات  
ہے خواہ وہ قابلیات تجرد از اعتبارات ہو (ذاتِ احدیت) یا قابلیات تفصیل و اعتبار  
و تقييد۔ وحدت جب تجرد و اخلاق کی طرف متوجہ ہو تو مرتبہ احدیت سے واسطہ پڑتا ہے۔  
جب تقييد و تعینات کی طرف متوجہ ہو تو واحدیت سے سابقہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے احدیت  
اور واحدیت کے درمیان مرتبہ وحدت برزخ کا حکم رکھتا ہے یعنی شتمل ہے صفاتِ  
احدیت و واحدیت پر۔

## مقبوس ۲: بوقت چاشت بروز شنبہ دس شوال ۱۳۱۶ھ

متن۔ باعتبار مراتب کونیہ۔

لا تحمہ مفہم شرح۔ یعنی اس قسم کے صفات کا ذات سے لاحق ہونا موجب

تعدد وجود یا کثرتِ اشياء ہے۔

متن۔ "بعضہ انیس حقائق کونیہ را عند سر بیان الوجود فیہا... الی آخر"

شرح۔ ابتداً لائحہ نہ اسے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہستی حق سبحانہ، کل ہے اور مراتب  
الہیہ اور مراتب کونیہ اس کے اجزاء ہیں اس لیے مولانا جامیؒ نے وضاحت فرمائی  
ہے کہ حقیقت یوں نہیں ہے بلکہ حضرت ظاہر وجود (حق سبحانہ، تعالیٰ) با جمیع اکام  
و صفات خود ہر شے میں ہمراہ وہ ریت کا ذرہ کیوں نہ ہو ساری و موجود ہے۔ پس  
وجوب و غنا ذاتی بھی ہر چیز میں داخل ہونا لازمی ہے۔ اس سے یہ غم نہ پیدا ہوتا ہے

کہ جب ذاتِ حقِ مجبوع صفات ہر چیز میں جاری و ساری ہے تو پھر ہر چیز میں حقِ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات بالفعل ہونے چاہئیں۔ اس کا جواب مولانا جامی یوں دیتے ہیں کہ بیشک تمام افرادِ عالم (اشیاء) میں سرِ باری ذاتِ مع جمیع صفات ہے لیکن ظہورِ صفات مختلف و متفاوت ہے چونکہ ہر فردِ عالم (ہر چیز) میں تمام اسماء و صفات الہیہ کے طور کی استعداد و قابلیت نہیں ہے بلکہ بعض افرادِ مثلِ انبیاء و اولیاء اللہ جیسے کامل افراد میں یہ قابلیت ہے اس لیے مولانا جامی نے فرمایا ہے کہ ”ازیں حقائقِ کونیہ راعنہ سرِ باریان الوجود فیہا“ نیز چونکہ ان خاص افراد میں بھی حقِ تعالیٰ کی صفت و جوب و غنا ذاتی کی استعداد نہ تھی اس لیے مولانا جامی نے فرمایا ہے کہ ”سوی الوجوب الذاتی ولا تستغنی (یعنی وجوب ذاتی اور غنا کے سوا) نیز چونکہ ان خاص افراد میں باقی صفات الہیہ کے ظہور کی استعداد سب میں مساوی طور پر نہ تھی بلکہ مختلف تھی اس لیے مولانا نے فرمایا ہے کہ بعض افراد میں بعض صفات کا ظہور شدت کے ساتھ ہوتا ہے اور بعض میں کمزور۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں صفتِ قہر و غضب کا ظہور غالب تھا۔ اور دوسرے صفات مغلوب تھے۔ اور حضرت خاتم الانبیاء رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس میں صفتِ رحمت غالب تھی اور باقی صفات کا ظہور برابر تھا جس طرح کہ حق سبحانہ تعالیٰ میں ہے اور یہ جو مولانا جامی نے فرمایا ہے کہ ”عند سرِ باریان الوجود فیہا باحدیتہ جمع جمیع شیونہ و ظہور آثارہا و احکامہا...“ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بعض حقائقِ کونیہ میں وجود میں آنے کے وقت تمام اسماء الہی کے ظہور کی استعداد ہوتی ہے اور بعض میں چند اسماء کی وہ بھی شدت و ضعف کے ساتھ۔ یعنی چونکہ تمام موجودات میں تمام صفات الہیہ کے ظہور کی استعداد نہ تھی بلکہ بعض موجودات میں بعض صفات کے ظہور کی استعداد تھی اور بعض میں بعض صفات کی اور وہ بھی شدت اور ضعف کے اختلاف کے ساتھ اس لیے مولانا نے فرمایا ہے کہ

”علی الاختلاف المذكور“ چنانچہ والدین میں صفتِ خالقیت کا ظہور ہے۔



اس کے بعد فرمایا کہ گلشنِ راز میں آیا ہے کہ ہے

دل ہر ذرہ را گر ، بشکافی ، بروں آید از و دریا کے صافی

(اگر تو ہر ذرے کا دل چیر کر دیکھے تو اس سے ایک دریا کے صافی نکل آئیگا)

نیز شیخ فخر الدین عراقی رحمہ فرماتے ہیں حقیقت ایک کڑوا (گول چیز) کی طرح ہے کہ جہاں تم انگلی رکھو وہی اس کا وسط ہے۔

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ قبلہ جس وقت ایک ولی اللہ سیر مرتبہ احدیت ذاتیہ

لا تعین میں ہوتا ہے تو اس وقت وہ صفت و جوب و غناء ذاتی سے متصف ہوتا ہے یا

نہیں ؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آیا اس وقت وہ ولی ہے یعنی وہ کہاں بلکہ ذاتِ بحت

ہے۔ اس لیے اس وقت وہ جوب و غناء ذاتی بھی صفت ذاتِ بحت ہیں نہ کہ صفتِ ولی۔

اس کے بعد اس احقر نے عرض کیا کہ ظاہر وجود کے صوفیاء کرام کی اصطلاح میں کیا معنی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ظاہر وجود حضرت ذاتِ بحت اور وجود مطلق کو کہتے ہیں۔ اور باطن وجود

ذات مع العلم کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد تبسم دلربا فرمایا کہ مولانا جامی رحمہ کا یہ شعر اسی مضمون

پر ہے ۔

برو باطن عاشق و معشوق ظاہر شد بعکس سیر باطن را چو در ظاہر ہویدا کرد عشق

(عاشق باطن تھا معشوق ظاہر ہوا اس کے عکس سے عشق نے باطن کو

ظاہر کر دیا)

۱۔ ایک دن احقر ترجمہ نے اپنے شیخ حضرت مولانا و مرشدنا سید محمد ذوقی قدس سرہ

کی خدمت میں عرض کیا کہ کائنات کا کنٹرول سنٹر (CONTROL CENTRE)

کہاں ہے آپ نے فرمایا کہ ہر پوائنٹ (POINT) کنٹرول سینٹر ہے۔

## مقبوس ۲۸: بوقت چاشت برز چہار شنبہ الاشوال ۳۱۶

باقی ماندہ لائحہ سترہ کا درس شروع ہوا۔

متن۔ ”و مقصود ازین ہر تحقیق و ظہور کمال اسماء الہیہ ہے۔“  
 شرح۔ ان تمام اعتبارات و نسب و اضافات (کثرت موجودات) کو وجود میں لانے کا مقصد یا علت غائی اسماء الہیہ کے کمال کا ظہور تھا۔  
 متن۔ کہ کمال جلاؤ استخلاء است۔

شرح۔ یہ شیخ اکبر کا مذہب ہے اور مولانا جامی بھی ان کے پیرو ہیں۔ اور شیخ عبدالرزاق کاشانی رح کا مذہب یہ ہے کہ جلا سے مراد کمالات ذاتی کا ظہور و شہود ہے اور استجلاء سے مراد کمالات اسمائی کا ظہور و شہود ہے۔  
 متن۔ ظہور و شہود مجمل و مفصل۔

شرح۔ جس طرح کہ گٹھلی کا ظہور و شہود درخت کی صورت میں۔  
 متن۔ چوں ظہور مفصل در مجمل۔

شرح۔ جس طرح درخت کی صورت گٹھلی میں پوشیدہ و مجمل ہے۔ یعنی اسمائے الہی کا مقتضائے دوئی ہے لہذا یہ ظہور و شہود عینی یعنی قابل دیدار ہے۔ چنانچہ ذات احدیت نے تمام اسماء و صفات کے ساتھ ظہور کر کے جب عاشق کے تعین (تشخص) میں ظہور کیا اور اپنے کمالات اسمائی ظاہر کئے تو شاید عاشق بہن کر سوز و گداز، محنت، فراق، دوری، ہجر و نیاز، گریہ و زاری، طعنہ خلق، رُسوائی، بے قراری، بے صبری، بے آرامی، تشدد، سختی رقیب اور لذت وصل وغیرہ میں مبتلا ہوا۔ اسی طرح تعین معشوق میں جلوہ گری کر کے مشہود بنا اور ناز و کرشمہ، بے پرواہی، استغناء، زریبائی و رعنائی، حسن و ملاحیت، شوخی و تسنن خوئی، عشوہ و غمرہ جیسے کمالات معشوقانہ دکھا کر مزے اڑائے۔



# مقبول ۲۹ بوقت چاشت روز پچہشتہ ۱۲ اشوال ۱۳۱۶

متن - العقول والنفوس

لائحہ ہینر دوم

شرح - عقول وہ ارواح ہیں کہ تدبیر میں جن کا جسم سے تعلق نہیں۔ نفوس وہ ارواح ہیں جو جسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے نفسِ ناطقہ انسانی و نفسِ ناطقہ فلک۔

متن - مابہ الامتیاز بین الجوہر والاعراض۔

شرح - جوہر وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور عرض وہ ہے جو اپنی ذات سے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے ساتھ قائم ہو۔

متن - مابہ الامتیاز بین الممكن والواجب۔

شرح - ممیت در میان واجب و ممکن۔ یعنی ضرورت وجود یا اس کی عدم ضرورت میں تمیز۔

متن - نہ وجود زائد بذات خود۔

شرح - تمام موجودات خارجیہ موجود ہیں اُس وجود کے ساتھ جو ذات پر زائد ہے بخلاق وجود مطلق کے جو عین حقیقت وجود ہے اور اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے۔ مضمی (وہ چیز جو روشن ہے) کے دو اقسام ہیں۔ ایک وہ جو بذاتِ خود روشن ہے دوسری وہ جو غیب سے بخود روشن ہے جس طرح کہ زمین آفتاب کی بدولت روشن ہے۔ یہاں تین چیزیں موجود ہیں۔ اول وہ جو روشن ہے دوم روشنی، سوم روشن کرنے والا۔ اور مضمی بذاتہ (وہ چیز جو اپنی ذات سے روشن ہے) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اس روشنی سے روشن ہے جو اس کی اپنی نہیں لیکن اس کے ساتھ لازم ہے بطور جز لاینفک جیسے جرم آفتاب جبکہ روشنی کو اس کا غیر لیکن مقتضی قرار دیا جائے دوم وہ جو اپنی اس روشنی سے روشن ہے جو اس کی عین ہے۔

متن - وجوب صفتِ ظاہر اوست -  
 شرح - ظاہر وجود یعنی حضرت ذات کی صفت وجود من حیث الذات -  
 متن - امکان صفتِ باطن -  
 شرح - یعنی باطن وجود یا صفت امکان ذات مع العلم -  
 متن - آنا کہ برہیق مراتب محسوس اند -  
 شرح - وہ لوگ جو معتقد ہیں اور صاحبِ حال نہیں ہیں -

## مقبوس ۳: بوقت چاشت بروز جمعہ ۱۳ شوال ۱۳۱۶ھ

### دل کے خدشہ کا غیب سے حل

حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا  
 فخر الاولیاء نے فرمایا کہ منظر تجلیات لامتناہی حضرت

قبلہ محبوب الہی کا وصال ہوا تو ایک دن میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب علوم ظاہر و  
 باطن میں کوئی مشکل درپیش ہوگی تو کس سے دریافت کر دوں گا۔ یہ غم اس قدر بڑھا کہ  
 میرے وظائف ترک ہوئے گئے۔ آخر ہائف نے آواز دی کہ جب تک تو ہے علم و فقر بھی  
 ہے۔ مشکل اس وقت ہوگی جب تو نہ ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ حکایت میرے شیخ  
 علیہ الرحمہ کی زبان سے دوبارہ صادر ہوئی ایک مرض الموت میں اور ایک اس سے پہلے۔  
 آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ ہمارے شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک دن میرے دل  
 میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ جب ذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے تمام اسماء و صفات کے ساتھ  
 ہر چیز میں ساری و موجود ہے تو پھر موجودات اور مخلوقات کے مراتب میں یہ فرق کس  
 وجہ سے ہے۔ اگرچہ ہم نے توحید و تصوف کی کتابوں میں مثلاً کتاب سواد السبیل وغیرہ  
 میں اپنے پیر حضرت محبوب الہی سے پڑھا تھا اور اس قسم کے جواب کئی بار ہم آں حضرت  
 کی تقاریر سے سُن چکے تھے تاہم دل میں یہ خدشہ لاحق ہو گیا۔ اس کے بعد میں کتب  
 سواد السبیل اٹھا کر پڑھی تو اتفاقاً اس سوال کا جواب سامنے آ گیا۔



## فرق مراتب کے متعلق اہم سوال اور جواب

اس کے بعد  
راقم الحروف

نے عرض کیا کہ حضور وہ جواب کیا ہے آپ نے فرمایا فرق مراتب کا سبب یہ ہے اگرچہ ہر چیز میں اسماء و صفات الہی یکساں جاری و ساری ہیں لیکن چونکہ موجودات میں سے ہر موجود (ہر چیز) کی قابلیت و استعداد میں فرق ہے اس لیے ظہور اسماء و صفات میں بھی فرق ہے اور یہی سبب ہے ہر چیز کے فرق مراتب کا۔ چنانچہ حضرت انسانِ کامل کے اندر چونکہ تمام اسماء و صفات کے ظہور کی قابلیت موجود ہے اس لیے مسجود ملائک ہوا۔ نیز انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے مراتب بھی مختلف ہیں (بہت علاوہ استعداد) علیٰ ہذا القیاس باقی مخلوقات۔ چنانچہ مومن میں استعداد ظہور اسماء و صفات الہی زیادہ ہے بہ نسبت کافر کے اور عالم میں زیادہ ہے بہ نسبت جاہل کے۔ اسی طرح حیوانات میں صفات کے ظہور کی قابلیت نباتات سے زیادہ ہے اور نباتات میں جمادات سے زیادہ ہے۔

اس کے بعد راقم نے عرض کیا کہ حضور شیخ داؤد قیصری شارح فصوص الحکم کس سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا معلوم نہیں۔ لیکن ہیں بہت بڑے بزرگ۔ آپ کا جو کلام فصوص کی شرح میں دیکھنے میں آیا ہے مجتہدانہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ فصوص الحکم کی چار شرح (جمع شرح) نہایت بلند ہیں ایک وہ جو شیخ مؤید الدین الاؤچندی نے جو حضرت شیخ صدر الدین قونویؒ کے خلیفہ ہیں لکھی ہے۔ یہ سب سے پہلی شرح ہے اور یہ ماخذ ہے تمام شرح کی۔ شیخ مؤید الدین فرماتے ہیں کہ میں اپنے شیخ حضرت صدر الدین قونویؒ سے فصوص الحکم پڑھتا تھا تو درس کے دوران آپ کے تصرف سے کتاب کے معانی میرے دل میں کشوف ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد میں نے شرح لکھی۔ دوسری شرح حضرت مولانا جامیؒ کی ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ وہی نقد النصوص، فرمایا نہیں۔ نقد النصوص، نقص الفصوص کی شرح ہے۔ فصوص الحکم کی شرح اور ہے جو عربی میں ہے تیسری شرح شیخ داؤد قیصری کی

ہے۔ اور جو تھی حضرت شیخ محب اللہ قدس سرہ نے لکھی ہے یہ شرح فارسی میں ہے۔

## سالم مشکل کتابوں میں وقت ضائع نہ کرے

اس کے بعد  
فرمایا کہ ایک

دن میں نے اپنے شیخ علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میں نے شیخ داؤد قیسری کی شرح فریدی ہے آپ نے فرمایا جو ان میں نے فصوص الحکم کا نام تو سنا ہے لیکن آج تک نہیں دیکھی۔ اب لاؤ ذرا دیکھتے ہیں۔ میں نے کتاب لا کر پیش کی۔ آپ نے دو دن دیکھی، تیسرے دن خادم کو حکم دیا کہ واپس دے دو۔ آپ نے فرمایا کہ بس دو دن دیکھی ہے چونکہ مشکل کتاب ہے زیادہ نہیں دیکھی۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ چونکہ کا ملین مشاہدہ حق میں مشغول ہوتے ہیں مشکل اور بھونک کتابوں کی طرف توجہ نہیں کرتے نیز فرمایا کہ سالم کو بقدر ضرورت علم حاصل کرنا چاہیئے کتابوں میں زیادہ مستغرق نہیں ہونا چاہیئے اور نہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے کہ جو مقصود حقیقی (شغل باطن) سے باز رکھے۔ جس قدر محنت آدمی کتابوں کے پڑھنے میں صرف کرتا ہے۔ شغل حقیقی پر کیوں نہ صرف کی جائے۔ مشائخ عظام نے تنبیہ کی ہے کہ سالم کو مشکل کتابوں کے مطالعہ اور مشکل اشعار میں وقت ضائع کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد مولانا جامی کے کمالات کا ذکر  
ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا جامی

## مولانا جامی کے کمالات

۱۔ حضرت شاہ محب اللہ آبادی سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے نامور بزرگ ہیں۔ حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ اور شاہ عبداللہ کے درمیان دو واسطے ہیں۔ آپ کا مشرب شیخ اکبر علی الدین ابن عربی کا ساتھ، اور بڑے محقق و موجد تھے۔ آپ کی شرح فصوص الحکم کا ایک نسخہ تلمی کراچی کی سرکاری لائبریری میں موجود ہے جو شاید فرہنگ مال میں واقع ہے۔



سوائے مولوی عبدالغفور لاریؒ کے کسی کو مرید نہیں کیا۔ بس اُن کے یہی ایک مُرید اور خلیفہ ہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ کا بس ایک خلیفہ ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اُن کے خلفاء تو اور بھی بہت ہیں لیکن مُرید و خلیفہ صرف مولوی عبدالغفور ہیں۔ مولانا جامیؒ کے دوسرے خلفاء دیگر مشائخ کے مُرید ہیں لیکن خلافت اُن سے حاصل کی ہے اس کی وجہ یہ ہے مولانا جامیؒ مُرید بنانا بے سود سمجھتے تھے۔

## مقبول ۳: بوقت چاشت بجز شنبہ اشوال ۱۴۱۶ھ

سبق لواغ جامی شروع ہوا۔

مقن۔ مُراد باندرج کثرتِ شیون در وحدت ذات نہ اندر  
جُز و است در کل۔

لائحہ نواز دہم

شرح۔ اس پورے لائحہ کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام موجودات جو حسب مراتب ظہور پذیر ہوئے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہوں گے ذاتِ حق میں مندرج ہیں۔ شاید کسی کو یہ خیال آئے کہ یہ اندراج جُز و کے کل میں یا منظوف کے ظرف میں ہونے کی مانند ہے۔

۱۔ دیگر مشائخ کے حالات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کی طرح مُرید ہونے کی رسم پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا تھا۔ متعدد میں حضرات کے نزدیک سب سے اہم صحبت کو سمجھا جاتا تھا۔ وہ لوگ حضراتِ مشائخ عظام سے علمِ دین حاصل کرنے اور ان کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرنے کو زیادہ اہم سمجھتے تھے۔ لیکن آج کل پیری مُریدی کی خالی رسم رہ گئی ہے اور فیضِ ان صحبت و حصولِ علم کی طرف کوئی توجہ نہیں کرنا اور مُرید ہونے کی رسم بھی اس قدر شدت پکڑ گئی ہے کہ اگر پیروفت ہو جائے یا دُور دراز مقام پر ہو تو کسی دُوسرے بزرگ کے پاس جانا معیوب سمجھتے ہیں لیکن اگلے زمانے میں بزرگان نے دودو چار چار سوا دیا، کرام سے فیض حاصل کیا ہے۔ لیکن بیکس کے بعد کپیلے۔

پس اس گمان کو دفع کرنے کی خاطر مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ اندراج (شامل ہونا) مانند اندراج اوصاف ہے۔ موصوف کے اندر۔ یا لازم کا ملزوم کے ساتھ۔ جس طرح کہ میرے صفات مثل میرا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا۔ علم و جہل وغیرہ میرے ساتھ منسوب ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ذات بحیثیت ذات کے نہ جزو ہے نہ کل اور ایک لحاظ سے جزو بھی ہے اور کل بھی۔ چنانچہ ایک کا عدد، ذات کے اعتبار سے برابر ہے ایک اعتبار سے کل ہے اور ایک اعتبار سے جزو۔ یعنی کبھی ایک کا عدد دو کا نصف ہے۔ عدد تین کا ایک تہائی ہے چار کا ایک چوتھائی۔ الیٰ نیابتہ۔ اس کے بعد فرمایا کہ گلشنِ راز میں لکھا ہے کہ

چہ جزو است آنکہ از کل قرون است  
کیا جزو ہے جو کل سے بھی زیادہ ہے (۱)

۱۔ کل اور جزو یاعین اور غیر کا مسئلہ ذرا غور طلب ہے۔ اہقر مترجم نے اپنی کتاب شاہدہ حق میں یہ مسئلہ تفصیل سے بیان کیا۔ یہاں صرف خلاصہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مولانا جامیؒ اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا ہے ہمہ اوست اور وحدت الوجود کا مطلب یہ نہیں کہ کائنات کی ہر چیز ذات باری کے مختلف اعضا کی طرح ہے نہ یہ مطلب ہے کہ ہر چیز ذات حق میں اس طرح شامل ہے جیسے برتن میں پانی شامل ہوتا ہے۔ عارفین کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ یہ کائنات جو ہے یہ اسما و صفات الہی کا مظہر ہے یعنی حق تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہے۔ بالفاظ دیگر کائنات صفت ہے اور حق تعالیٰ موصوف۔ اب جو حضرات صفت کو موصوف کا عین سمجھتے ہیں مثلاً کتاب کو مصنف کا اور شعر کو شاعر کا عین سمجھتے ہیں وہ وحدت الوجود کے قائل ہیں اور کائنات کو حق تعالیٰ کا عین سمجھتے ہیں۔ یہ ایک نقطہ نگاہ ہے۔ اس کے برعکس دو کئے حضرات کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ صفت اور موصوف ایک نہیں علیحدہ ہیں۔ اس نقطہ نگاہ سے آپ کائنات کو ذات حق کا غیر کہہ سکتے ہیں صرف نقطہ نگاہ کا فرق ہے اس لیے اولیاء کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ کائنات ذات حق کی نہ عین ہے۔ (باقی اگلے صفحے پر)



متن۔ ظہور و خائے شیون و اعتبارات بسبب ملتبس بظاہر  
وجود و عدم آں موجب تفسیر حقیقت وجود و صفات

لاحقہ سیم

حقیقت اویست۔

مشرح۔ جس طرح مختلف اشیاء کو آئینہ کے سامنے کیا جائے تو ان کا عکس آئینہ کے  
اندرا آ جاتا ہے پس آئینہ کے اندر ان عکس کے اُتر آنے سے ذات آئینہ میں کوئی تغیر یا  
تبدل واقع نہیں ہوتا بلکہ اُسی طرح قائم ہے جس طرح عکس سے پہلے تھا۔ نیز آئینہ کے صفات  
مثل صاف و شفاف ہونے میں بھی اس عکس کی وجہ سے کوئی فرق نہیں آتا۔ بلکہ اُس کی  
صفات اسی طرح ثابت ہیں جس طرح عکس سے پہلے تھیں۔ اسی طرح اس کا عدم ہے۔  
یعنی اگر اشیاء کو آئینہ کے سامنے نہ لایا جائے تب بھی آئینہ یا اس کی صفات میں تغیر واقع  
نہیں ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ ہمارے صفات درحقیقت حق تعالیٰ کے صفات نہیں ہیں اس  
وجہ سے کہ ہمارے صفات میں تغیر واقع ہوتا ہے چنانچہ ہمیں بعض اوقات کسی چیز کا علم  
ہوتا ہے بعض اوقات ہم اُسے بھول جاتے ہیں اور بعد میں یاد آتا ہے۔ اس کے بعد  
فرمایا کہ حق تعالیٰ کو ازل سے ابد تک اپنی ذات کا اور انشاء کا علم دفعی ہے لیکن اولیاء  
کو تدریجی ہوتا ہے نہ کہ دفعی (دفعی سے مراد ہے ایک ہی دفعہ یعنی ازل سے ابد تک  
بلکہ ہر وقت)۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ خلا (فضا) بھی ایک قسم کا  
ظہور ذات ہے لیکن یہ مظہر لطیف ہے۔ شاید

خلا بھی ظہور ذات ہے

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ :

غیر ادرعین بھی ہے اور غیر بھی۔ جو لوگ اس معاملہ میں جھگڑتے ہیں وہ حقیقت سے آگاہ  
نہیں ہیں۔ دونوں نقطہ اُٹے نگاہ عارفین کے نزدیک درست اور صحیح ہیں جیسا کہ حضرت اقدس  
نے فرمایا ہے کہ جبر و بھی ہے اور کل بھی اور نہ جبر و ہے نہ کل۔

تمہارا یہ خیال ہو کہ ذاتِ مطلق اوپر ہے اور ہم نیچے ہیں بلکہ مطلق بھی اسی جگہ ہے اور مقید بھی اسی جگہ اس کے اندر منطبق (منعکس) ہے۔

## مقبول ۳۲: بوقتِ چاشت برزکیشنبہ ۵ اشوال ۱۳۱۶ھ

لوائحِ جامی کا سبق از بقیۃ لائحۃ بیست و یکم شروع ہوا۔

اگرچہ ذاتِ حق سبحانہ پر کوئی مثال صادق نہیں آتی لیکن کشلہ شیخی پھر بھی اولیاءِ کرام اکثر آئینہ کی مثال دیتے ہیں۔ جس طرح آئینہ کے اندر آپ کا عکس نہ آپ کا عین ہے نہ غیر اسی طرح موجودات بھی ذاتِ حق کا نہ عین ہیں نہ غیر۔ عین اس لیے نہیں کہ عکس پر مٹی ڈالنے سے آپ کے چہرہ پر مٹی نہیں پڑتی۔ غیر اس لیے نہیں کہ آپ کے ہٹ جانے سے عکس بھی ہٹ جاتا ہے لہذا آپ کا عکس آپ کا عین بھی ہے اور غیر بھی ہے۔ عین اس لیے ہے کہ اگر آپ اپنے ہونو عکس بھی نہیں ہے اور غیر اس لیے کہ آئینہ ٹوٹ جانے سے آپ کا چہرہ نہیں ٹوٹ جاتا ہے۔

اس لیے اولیاءِ کرام کے ہاں دونوں نقطہائے نظر صحیح ہیں یعنی عین بھی ہے اور غیر بھی اور نہ عین ہے نہ غیر ہے۔ یہ تضاد بیانی نہیں ہے بلکہ ایک لحاظ یا ایک نقطہ نگاہ یا ایک اعتبار سے عین ہے اور ایک لحاظ سے غیر۔ اس باب میں تصادم اور نزاع صرف جمل اور نادانی سے پیدا ہوتا ہے جو حقیقت آشنا ہیں وہ دونوں نظریات کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اسی لیے حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔

قال را بگذار و مرد و حال شو پیش مرد کاٹے پا مال شو !

اگلے زمانے کے لوگ قال اور حال میں فرق جانتے تھے لیکن آج کل کے نام نہاد صوفی حال کی حقیقت سے بھی بے خبر ہیں۔ اور اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ وحدت الوجود کو کتابوں میں پڑھ کر مودہ بن جاتے ہیں اور صوم و صلوٰۃ ترک کر دیتے ہیں حالانکہ اولیاءِ کرام لازماً بھی ترک نہیں کرتے باوجودیکہ رات دن ذات میں غرق ہیں۔



متن۔ مطلق مستزعم مقیدیت از مقیدات۔

شرح۔ یہ اس وہم کے دفعیہ کے لیے ہے کہ جب مطلق بے مقید نہیں ہوتا۔ اس کا تعلق مقیدات سے ضرور ہونا چاہیے۔ پس مولانا جانیؒ اس گمان کو مٹانے کی خاطر فرماتے ہیں کہ مطلق کا مقید کے ساتھ ہونا بطریق بدلیت ہے نہ بطریق خصوصیت۔

متن۔ مصرعہ۔ ہر کس کو نباشد تو عوض باشی ازو۔

شرح۔ موجودات میں سے ہر موجود اور صفات میں ہر صفت جو مٹ جائے یا مخفی ہو جائے ذاتِ حق یا صفتِ حق اس کی جگہ قائم و ثابت ہو جاتی ہے۔

متن۔ مصرعہ۔ خالی از تو بیچ مسجدے و دیرے نہ۔

شرح۔ یعنی مقامِ اسلام اور مقامِ کفر میں (مطلب یہ کہ حالتِ اسلام میں نہ کوئی تیرا منکر ہو سکتا ہے نہ حالتِ کفر میں۔ یا یہ کہ خواہ تجھے کوئی مانے یا نہ مانے تو ہر جگہ موجود ہے)۔

پوری رباعی یہ ہے

اے غیر ترابہ سوئے تو سیرے نہ

خالی از تو بیچ مسجدے و دیرے نہ

دیم ہمہ طالبان و مطلوبان را !

آں جملہ توئی و درمیاں غیرے نہ

متن۔ دیم ہمہ طالبان را و مطلوبان را۔

شرح۔ یعنی میں نے اہل اسلام اور اہل کفر کے طالبان و مطلوبان کو دیکھا ہے تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔

متن۔ حقیقت ہر شئی تعین وجود است در حضرتِ علم۔

لائحہ بعیت و دوہم

شرح۔ ہر چیز کی حقیقت عدم ہے کیونکہ تعینات کا وجود باعتبارِ علم ہے اور اعتبارِ علمی ہوتا ہے۔ جو کچھ موجود ہے وجودِ حق ہے۔

## اقسام عدم

عدم دو اقسام پر ہے ایک عدم حقیقی جو عدم محض ہے اور وجود مطلق کے بالمقابل ہے۔ دوم عدم اضافی کہ جس کا رب اسم باطن ہے۔ چنانچہ رب وجود اسم ظاہر ہے اور عدم محض لا دُبَّ لَہُ ہے یعنی نیست رب برائے او (نہیں ہے رب اس کے لیے)۔ اور حقیقت عارف بھی عدم محض ہے۔ جب عروج کر کے اپنی حقیقت سے برتر چلے جاتے ہیں تو ہویت ذاتیہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور ذاتِ بحت کے ذریعے ان کو غنائے ذاتی میں وجوب حاصل ہو جاتا ہے اور خود درمیان میں سے اُٹھ جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ العارف لا رب لَہُ (عارف وہ ہے کہ جس کا رب نہیں ہے)۔

## مقبوس ۳۳: بوقت چاشت برز و شنبہ ۱۴ شول ۱۳۱۶ھ

دیوان اوحدی کے چند اشعار مع شرح  
حضرت اقدس کے ہاتھ میں اپنے حضرت

۱۔ لیکن یہ حال عارضی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت اقدس ایک سابقہ مقبوس میں فرما چکے ہیں کہ تعین یا تشخص مستقل طور پر ختم نہیں ہوتا اور سالک کو وجوب ذاتی و غنٹ حاصل نہیں ہوتا تا وقتیکہ اس جہان کا اور اگلے جہان کا کھیل باقی ہے۔ جب تک کھیل باقی ہے تعین بھی باقی ہے۔ لہذا العارف لا رب لَہُ کے معنی یہ ہوئے کہ عارضی طور پر یعنی مُراقبہ نفس فی اللہ کے دوران تعین کم اور ذاتِ حق باقی رہتی ہے اس کے بعد تعین پھر قائم ہو جاتا ہے۔ جب تک لوہا آگ میں ہے آگ صفت اور آگ صورت ہوتا ہے اور ان التار میں آگ ہوں کا نعرہ لگا سکتا ہے لیکن آگ سے باہر آنے کے بعد وہی سیاہ ٹھنڈا لوہا ہے۔ یہ اس کا مستقل تعین ہے۔ اگر تعین ختم ہو جائے تو پھر اس جہان اور اگلے جہان کا کھیل ختم ہو جاتا ہے اور عذاب قبر، دوزخ، بہشت دیدار و عدم دیدار ختم ہو جاتے۔



فخرالادبیار کا دیوان تھا جس میں سے آپ نے یہ شعر پڑھا ہے  
خرد چوں تابِ نورِ او ندارد      بجواز بہرِ او چشمِ دگر را !  
اس کے بعد آپ نے یہ حاشیہ پڑھا :-

”یعنی جب عقل میں تاب و طاقتِ نورِ جمالِ حضرت ذوالجلال نہیں جو شخص کہ طالبِ بیدار  
عالمِ افروزِ حضرت حق ہے اسے چاہیے کہ مشاہدہِ جمالِ دوست کے لیے دوسری آنکھ (یعنی  
چشمِ باطن) طلب کرے کیونکہ استدلال کی آنکھ اُسے نہیں دیکھ سکتی۔ اور وہ آنکھ جو دیدارِ  
جمالِ حق کے لائق ہے بصیرت کے نام سے موسوم ہے لیکن دیدہٴ بصیرت جب تک ریاضتِ  
سلوک اور تزکیہٴ نفس، تصفیہٴ قلب سے رُوح کے سُرمہ سے متورن نہ ہو مشاہدہٴ جمالِ دوست  
بطریقِ شہود سے قاصر ہے اور یہ چیز تمام اربابِ طریقت کے نزدیک کاملِ حق، بین اور حقِ ان  
کی تربیت کے بغیر ناممکن ہے“ عا

شعر دیکھو

گر تو خواہی رفتِ راہِ ذوالمنن      دستِ درفراکِ راہِ بینا بزن  
(اگر تجھے راہِ حق کی تلاش ہے تو راہِ روانِ معرفت سے مدد حاصل کر)

دیکھو

صلِّ علی محمدؐ جملہ صفات      صلِّ علی محمدؐ است درو علی السواء  
اس کے بعد یہ حاشیہ پڑھا :-

”یعنی اگرچہ تمام انبیاء و مظهرِ جمیع اسماء و  
صفاتِ الہی ہیں لیکن ان میں بعض صفات

آنحضرتؐ کا علمِ کلی یا جزوی

کو بعض صفات پر غلبہ ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام میں صفتِ جلال

ع۔ اس سے ظاہر ہے کہ ریاضت، مجاہدات، تزکیہٴ نفس، تصفیہٴ قلب اور بدو و جد کے بغیر چشمِ باطن  
نہیں کھلتی اور جب تک چشمِ باطن نہ کھلے شہودِ حق حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا آج کل کے بعض  
کام چور کاہل صوفی حضرات جو صومِ صلوٰۃ ترک کر کے ہمدوست کے نعرے لگاتے پھرتے  
ہیں قال کی دنیا میں رہتے ہیں اور حال سے کو سول دُور ہیں۔

غالب حتی باقی صفات پر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں صفت جمال غالب  
 حتی باقی صفات پر۔ اور اس منظر اقم یعنی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ  
 علیہ وسلم میں کسی صفت کو دوسری صفت پر غلبہ نہیں۔ یہاں صفات کی غالبیت  
 مغلوبیت مفقود ہے بلکہ تمام صفات جس طرح حق تعالیٰ میں ہیں اسی طرح اس  
 منظر میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ منظر اقم ہیں۔

اس پر اقم نے عرض کیا کہ جب جمیع صفات الہیہ کا ظہور جس طرح کہ حق تعالیٰ میں تھے اس  
 منظر اقم میں بے کم و کاست ہوا ہے، تو کیا جس طرح علم غیب کئی حق تعالیٰ کو ہے اسی  
 طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی تمام  
 صفات کا قیام حق تعالیٰ میں کئی طور پر اور علی الاطلاق ہے لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم میں بطور جزئیت اور تقید ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تمام صفات حق کے  
 ظہور بلا کم و کاست کے یہ معنی ہیں کہ یہ تمام صفات جس طرح بغیر غالبیت و مغلوبیت حق تعالیٰ  
 میں ہیں اسی طرح بغیر غالبیت اور مغلوبیت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں لیکن بطور جزئیت  
 اور تقید کے۔ لہذا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو علم کئی دفعی نہیں  
 بلکہ جزئی اور تدریجی ہے۔

اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا

در تلبس مجرّم زہمنہ در تجرّد تلبسات

۱۔ کس قدر بصیرت اور ذکلمات ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب صوفیاء کے سردار ہیں تاہم آں حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق کس قدر اعتدال ہے نہ افراط ہے نہ تقریط۔ آپ کا  
 یہ فیصلہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کئی دفعی نہیں بلکہ جزئی و تجرّد بھی ہے۔  
 ہمارے صوفی بھائی قبول کر لیں تو علم غیب اور حاضر و ناظر کے متعلق امت میں جس قدر فساد  
 برپا ہے فوراً مٹ سکتا ہے اور اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً جیسی آیت قطعی پر  
 عمل ہو سکتا ہے لیکن اکابر مشائخ کی کوئی نہیں سنتا۔



اس پر آپ نے یہ حاشیہ پڑھ کر سنایا :-

« یعنی إِنَّ الْوَجُودَ فِي عَيْنِ تَلَبُّسِهِ بِأَشْيَاءِ الْكُونِيَّةِ  
مَجْرَدٌ عَنْهَا بِحَسَبِ الْحَقِيقَةِ وَفِي عَيْنِ تَجَرُّدِ عَنْهَا  
مُتَلَبِّسٌ بِهَا بِحَسَبِ الظَّاهِرِ فَالتَّلَبُّسُ وَالتَّجَرُّدُ لِلْوَجُودِ  
لَيْسَ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ حَتَّى يُلْزِمَ اجْتِمَاعَ النَّقِيقَيْنِ فَالتَّلَبُّسُ  
بِحَسَبِ الظَّاهِرِ وَالتَّجَرُّدُ بِحَسَبِ الْحَقِيقَةِ فَلَا تَعَارُضَ بَيْنَهُمَا  
وَإِنْ كَانَ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ

اس کے بعد یہ شعر پڑھا :-  
شعلہ عشقت چو آتش دل ماسوختہ ز دلم پیروں ز دل کون و مکاں سوختہ  
اس پر یہ حاشیہ پڑھا :-

« محبت جو آتش صفت ہے حقیقتِ دل سے ظاہر ہوئی اور وجودِ مہموم کو  
جلا دیا اور دل میں غیر کو باقی نہ رکھا۔ یہاں محبت خود آئینہ صفت ہو گئی اور  
محبوب کے سوا اس آئینہ میں کچھ نظر نہ آیا۔ دل کے اندر غیر حق کو جلانے  
کے بعد آتش محبت نے باہر کا رخ کیا اور کون و مکاں کو جلا دیا۔ یعنی کون و  
مکاں میں بھی غیر حق نہ رہا۔ جب تک سالک اس مقام تک نہیں پہنچتا ذوقِ  
توحید سے آشنا نہیں ہوتا۔

مثنیٰ - حقیقت وجود اگرچہ بر جمیع مودات ذہنی و  
خارجی مقبول و محمول ہے شود - اما اور امر اتب

لَا تُحِبُّ بَلِيَّتَ وَسُومِ

متضادات است :-

شرح - یعنی اگر ہم یہ کہیں کہ زید حضرت وجود ہے  
تو جائز ہے یا یہ کہیں کہ گھوڑا وجود ہے یا درخت

حقیقت ہمہ اوست

وجود ہے یا پہاڑ وجود ہے یا تمام موجودات علمی و عیالی یعنی حضرت وجود ہے تو جائز ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زید حیوان ہے، گھوڑا حیوان ہے یا گائے بکری حیوان ہے یا ہر جانور حیوان ہے۔ لیکن مختلف افراد حیوان کو ایک دوسرے پر محمول کرنا صحیح نہیں یعنی یہ کہنا کہ زید گھوڑا ہے یا گھوڑا گائے ہے یا گائے بکری ہے یہ ہرگز جائز نہیں۔ اسی طرح اسماء مراتب حضرت وجود کو افراد پر محمول کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی چیز کے متعلق کہا جائے کہ یہ اللہ ہے یا رحمن ہے تو عین کفر و زندقہ ہے۔ یہی حال اس کے عکس کا ہے۔ ہاں اگر ان اسماء صفات پر محمول کیا جائے جو انسان اور حق تعالیٰ میں مشترک ہیں تو جائز ہے چنانچہ زید اگر سخی ہے تو اُسے رحیم و کریم کہا جاسکتا ہے۔ لیکن رحمن کہنا پھر بھی جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ رحمن اسم ذاتی ہے اور فیضان وجود اسم رحمن سے ہوتا ہے لیکن زید کے اندر طاقت فیضان وجود کہاں ہے۔

من۔ "اول مرتبہ لا تعین و عدم انحصار است  
اطلاق از ہر قید و اعتبار"

### لاحظ بعینیت و بیست جہار

شرح۔ یعنی ذات بحت (خالص ذات) کو اس جگہ مرتبہ لا تعین میں نہ حق کہا جاسکتا ہے۔ نہ خلق۔ چنانچہ بٹے شاہ صاحب نے بھی اس مرتبہ ذات کے متعلق فرمایا ہے۔

### مرتبہ احدیت

جب احد ایک اکلّا تھا نہ رب رسول نہ اللہ تھا

اس کے بعد حضرت اقدس نے اپنی کافی سے یہ مصرعہ پڑھا۔

سلب ثبوت جہاں مطلوبے اتھ نہ طالب نہ مطلوبے

ہی لا تذکرہ الالبصار !

حضرت خواجہ صاحب اگرچہ توحید و جود کے قائل ہیں لیکن اس طرح نہیں جس طرح ہمارے فلانا و صوفی بھائی آج کل نعرے لگا رہی ہیں۔ ہر چیز کو خدا کہنا کفر ہے۔ کئی بات یہ کہ بت خدا نہیں لیکن خدا سے جدا نہیں۔ یہ ہے توحید و جود جو حضرات مشائخ کا مشرب ہے۔



متن۔ ”نقل را در لغت جلال اور زبان عبارت است، نہ عقل را بکنہ کمال او امکان اشارت۔

شرح۔ نقل سے مراد کلام انبیاء اور اولیاء ہے اور عقل سے مراد دلائل و علوم عقلیہ حکماء و فلاسفہ ہے۔ (مطلب یہ کہ نہ قرآن و حدیث و اقوال بزرگان اور نہ عقلی اور منطقی دلائل اُس کی ذات تک پہنچ سکتے ہیں)۔

متن۔ نہایت عرفان او حیرانی۔

### اقسام حیرت

شرح۔ یعنی حیرت دو قسم ہے ایک حیرت محمودہ، اور یہ کمال عرفان ہے۔ اسی وجہ سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ رَبِّ زِدْنِي فَيْهٖ تَحِيْرًا (یا اللہ مجھے اپنی ذات میں حیرت زیادہ کر) دوسری حیرت مذمومہ ہے اور یہ گمراہی کا کمال ہے فلاسفر اور دہریہ لوگ اسی حیرت مذمومہ میں مبتلا ہو کر تباہ ہو گئے۔

متن۔ شعر۔ ایں عشق کہ ہست جزو لایفک ما عاشا کہ بود بہ عقل ما مدرک ما شرح۔ اس جگہ عشق سے مراد ذاتِ بحت (ذاتِ لاتعیّن) اور مستی مطلق ہے اور ہمارا جزو ہونے کا مطلب یہ ہے ہر چیز کی حقیقت تعین وجود یا وجود متعین ہے پس تعین یا وجود متعین ایک جزو ہے اور ذاتِ بحت دوسرا جزو۔ اور یہ جزو وہ جزو ہے کہ جب تک ہم ہیں ہم سے جدا نہیں ہے۔ اس کے باوجود ذاتِ بحت اس قدر اعظم و اکبر ہے کہ نہ اس کی کوئی حد ہے نہ حساب۔ حتیٰ کہ اس صفتِ اعظمت سے بھی پاک اور مخفی تر ہے اور جس ادراک سے بالاتر۔

اس کے بعد فرمایا کہ عشق کو ذاتِ بحت قرار دینا یہ شیخ فخر الدین عراقیؒ کی اختراع ہے۔ اس سے پہلے اصطلاحات صوفیہ میں یہ بات کسی نے نہیں کہی۔ چنانچہ عراقیؒ نے اپنی پوری کتاب لمعات کو عشق، عاشق و معشوق کی رمز پر تمام کیا ہے۔ وہ عاشق سے ممکن مراد لیتے ہیں۔ معشوق سے واجب اور عشق سے ذاتِ بحت مراد لیتے ہیں۔

## تعینات وجوبیہ و امکانیہ

متن - تعینات فعلیہ وجوبیہ الہیہ راو جمیع  
تعینات انفعالیہ امکانیہ کونیہ را۔

شرح - تعینات خواہ وجوبیہ ہوں خواہ امکانیہ (ذات حق سے متعلق ہوں یا خلقت سے)  
بیشمار ہیں۔ چنانچہ رحمن ایک تعین و مرتبہ ہے از مراتب فعلیہ وجوبیہ، اور رحیم ایک مرتبہ  
ہے اور خالق بھی ایک تعین یا مرتبہ ہے، قیوم بھی ایک مرتبہ یا تعین ہے، رزاق بھی ایک  
تعین یا مرتبہ ہے از مراتب فعلیہ اور ان تمام مراتب کے لیے ایک ربُّ المراتب ہوتا ہے۔  
چنانچہ اگر وہ ربُّ المراتب فعلیہ ہے تو وہ احدیت جامع جمیع تعینات فعلیہ موثرہ ہوگی۔ یعنی  
اللہ۔ اور اگر وہ ربُّ المراتب انفعالیہ ہے وہ احدیت جامع جمیع تعینات انفعالیہ متاثرہ ہوگی۔  
مثلاً انسان۔ اس وجہ سے کہ تمام جہان حقیقتِ انسانیہ کی تفصیل ہے۔ اور حقیقتِ انسانیہ  
احدیت جامع جمیع نسب و اعتبارات و تعینات و صفات جہان ہے اور اس کا رب  
ربُّ المراتب الہیہ و کونیہ حقیقتِ محمدیہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ربُّ المراتب کی سہل تر مثال  
یہ ہے انسان، گھوڑا، بکری، گائے وغیرہ تعینات اور مراتب کے اقسام ہیں اور ربُّ المراتب  
ربُّ الانواع (اقسام) حیوان ہے اس لیے احدیت جامع جمیع مراتب و تعینات نوزعیہ  
بھی وہی ہے۔

## مقبول ۳۲ بوقت چاشت بزرگ چار شنبہ ۱۳۱۶

حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت شیخ رکن الدین سمنانی رحمہ اللہ (چلہ) میں تھے کہ

۱۔ اس وجہ سے انسان کو کائناتِ صغیر MICROCOSM اور

جہان کو کائناتِ کبیرہ MACROCOSM کہا گیا ہے۔

۲۔ جسے منطق کی زبان میں جنس GENUS کہتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ ستمہ جنس

SUMMUM GENUS ہیں۔



فرمان الہی ہوا کہ فلاں مقام پر لوگ قتل ہوئے پڑے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک شخص ہے جو اس قدر استعداد و قابلیت کا مالک ہے کہ قطب وقت ہوگا۔ اُسے دریافت کرو۔ حضرت شیخ نے چتے سے باہر آکر اپنے آدمی اس مقام کی طرف بھیجے۔ انہوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ سب مرے پڑے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔ واپس آکر حضرت شیخ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا چونکہ فرمان الہی ہے منور کوئی زندہ ہوگا۔ واپس جاؤ اور اچھی طرح تلاش کرو۔ انہوں نے واپس جا کر دیکھ بھال کی تو معلوم ہوا کہ ایک شخص زندہ ہے لیکن اُس کے اندر ذرا سی جان باقی ہے۔ جب انہوں نے اس پر پانی چھڑکا تو وہ ہوش میں آیا اور آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ وہ لوگ اُسے اٹھا کر حضرت شیخ کے پاس لائے۔ اور علاج شروع کیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ تندرست ہو گیا اور حضرت شیخ سے بیعت کر کے آپ کے حسن تربیت سے درجہ کمال کو پہنچا۔ اور یہ شیخ حضرت شاہ علی فریدی تھے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ قبلہ بعض مشائخ کو انہی کس لیے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس قسم کا لقب بہت مشائخ نے پایا ہے۔ اسی طرح بعض مشائخ کا کا، آتا، بابا کہلاتے۔ چنانچہ حضرت شیخ شیونخ العالم خواجہ بخشہ قدس سرہ بابا کہلاتے تھے۔

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
**اہل بیت نبویؐ سے کیا مراد ہے** | اس کے اہل بیت کے متعلق گفتگو ہونے

لگی۔ آپ نے فرمایا کہ اہل بیت سے مراد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور گھر کے دیگر حضرات ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں بھی اسی طرح آیا ہے لیکن شیعہ اور رافضی لوگ صرف امام حسن، امام حسین، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اہل بیت میں شمار کرتے ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج و مطہرات اور دیگر صاحب زادوں کو اہل بیت نہیں سمجھتے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ وہ حضرات جو چادر کے نیچے آئے وہی اہل بیت نبویؐ ہیں۔ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ آل عبا کا واقعہ حدیث شریف میں آیا ہے اور حضرت خواجہ صاحب کے ایک مفوظ میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

کے چچا صاحبان کا ذکر ہونے لگا۔ ایک آدمی نے دریافت کیا کہ قبلہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ عمر میں بڑے تھے یا آل حضرت؟ آپ نے فرمایا میری کتاب جلاء القلوب لاؤ۔ جب کتاب لائی گئی تو اس بندہ احقر سے فرمایا کہ حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کا بیان پڑھو، عبارت یہ تھی:-

**سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ** | حضرت سید الشہداء امیر حمزہ بن عبد المطلب کی کنیت ابو عثمان یا ابو العلی تھی۔ آپ سب سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی (دودھ کے بھائی) تھے۔ اور آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال یا چار سال بڑے تھے۔ بعثت کے دو سکر یا چھٹے سال آپ ایمان لائے۔ آپ شجاعان عرب میں سے تھے۔

**حضرت عباسؓ** | حضرت عباس بن عبد المطلب کی کنیت ابو الفضل تھی۔ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ اور آل حضرت سے دو یا تین سال عمر میں بڑے تھے۔ آپ کا شمار رؤساء قریش میں ہوتا ہے۔

**حضرت عمرؓ کی عقیدت حضرت عباسؓ کے ساتھ** | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر استسقاء کیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ ایزدی میں عرض کرتے تھے کہ خداوند! آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم ان کے ہاتھ پر استسقاء کرتے تھے اب ہم آل حضرت کے عم بزرگوار کو آپ کی درگاہ میں شفیع لائے ہیں ہم پر نازل باران رحمت فرما۔

**آیات اللہ کے ظہور پر فوری سجدہ کا حکم** | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت عباسؓ بیٹھے تھے کہ کسی نے آکر آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی کے انتقال کی خبر سنائی۔ خبر سننے ہی آپ نے اُسی جگہ سجدہ کیا۔ جب سر سجدہ سے اٹھایا تو کسی نے سجدہ



کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آیات اللہ میں سے کوئی آیت (نثانی) دیکھو تو فوراً سجدہ کرو۔ پس اس سے زیادہ بڑی آیت کو نسی ہو سکتی ہے کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انیس خلوت و جلیس ہر وقت اور واقف اسرار کے میں ظاہر و باطن اس دار فانی سے رحلت کر جائیں۔

## درس لوائح جامی

لائحہ مبیت و پنجم | اس کے بعد درس لوائح شریف شروع فرمایا۔

حق - تارة حقائق جو ہر یہ متبوعہ است۔

واجب الوجود و ممکن الوجود

شرح - یعنی ذات بحت (خالص ذات حق)

منزہ از صفات) نے مراتب تنزلات میں ظہور اور تعینات میں تجلی فرما کر ایک دفعہ حقیقت جو ہر یہ متبوعہ میں جلوہ گری فرمائی اور دوسری بار حقیقت عرشیہ تابعہ کا لباس اختیار کیا یعنی موجود دو قسم ہے۔ ایک وہ کہ جس کا ہونا ضروری ہو اور نہ ہونا ممتنع۔ دوسری وہ کہ جس کا ہونا نہ ہونا ضروری نہ ہو۔ پس اول واجب الوجود ہے اور دوم ممکن الوجود۔ اور ممکن الوجود کی بھی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ جو اپنی ذات سے قائم ہو (قائم بذاتہ) دوم وہ جو اپنی ذات سے قائم نہ ہو۔ دوسری قسم عرض ہے اور پہلی جوہر۔ اور یہ جوہر بھی دو اقسام پر ہے وہ جو ابعاد ثلاثہ کو قبول کرے۔ دوسری وہ جو نہ کرے۔ یہ دوسری قسم عقل و نفس ہے اور قسم اول جسم ہے۔ اس جسم کی بھی دو اقسام ہیں ایک وہ جو نامی ہو دوسری وہ جو نامی نہ ہو۔ دوسری قسم جمادات ہے اور پہلی قسم یعنی نامی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو حساس متحرک بالارادہ ہے دوسری وہ جو حساس متحرک بالارادہ نہ ہو۔ یہ دوسری قسم نباتات ہے

۱۔ چاند گرہن اور سورج گرہن کے وقت جو احادیث میں فوائد کا حکم آیا ہے اس کی وجہ یہی ہے۔

اور پہلی حیوانات۔ اور حیوان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو مدرک امور غریبہ ہو دوم وہ جو مدرک امور غریبہ نہ ہو۔ پہلی قسم انسان ہے اور دوسری قسم عام حیوان مثل اونٹ، گھوڑا، بھیڑ، بکری، گائے وغیرہ۔ پس ان میں سے ایک جو ہر یہ مقبوعہ ہے اور دوسری حقیقت عرضیہ تابعہ جو اس کے تابع ہے۔ اور یہ تمام حقائق جو ہر یہ و عرضیہ، حقیقت الحقائق کے لیے کہ جس کا نام ذات الہی ہے اعراض ہیں جو حقیقت الحقائق پر عارض ہوئے ہیں۔

تجدد و امثال۔ لائحہ بعیت و ششم

مثنیٰ۔ در ہر آنی عالم بعد مے رود،  
و مثل آں بوجود آید۔

شرح۔ یعنی کائنات کے معدوم ہونے اور پھر وجود میں آنے کا سبب یہ ہے بعض اسمائے الہی لطفی (جو دو کرم سے مخصوص) ہیں مثل رحمن، رحیم، معطی، جواد، کریم، خالق، رزاق، ستار، غفار، لطیف، رؤف وغیرہ اور بعض اسماء قہری ہیں جیسے قاهر، قادر، کبیر، شکبہ، مذل، عزیز، جبار، منتقم، غیور، وغیرہ۔ یہ تمام اسمائے الہی خواہ لطفی ہوں یا قہری ہر وقت اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اسمائے لطیفہ جمالیہ کا تقاضا ہے فیضان وجودی یعنی ایجاد عالم، اور اسمائے قہریہ جمالیہ کا تقاضا ہے عالم کو معدوم کرنا۔ پس اسمائے قہریہ ہر لحظہ جہان کو معدوم کرتے رہتے ہیں اور اسمائے لطیفہ اس جیسے جہان کو ہر لحظہ وجود میں لے آتے ہیں۔

اس وجہ سے کہ اسمائے الہی میں سے کسی اسم کو تعطل نہیں ہے۔

ایک اشکال

اس کے بعد فرمایا کہ یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ جب اسمائے لطفی جمالی کا تقاضا ایجاد عالم ہے اور اسمائے قہری جمالی کا تقاضا اعدام یعنی عالم کو معدوم کرنا ہے تو تعارض پیدا ہوتا ہے (یعنی تصادم رونما ہوتا ہے) کیونکہ

علم تصوف کی اصطلاح میں اسے تجدد و امثال یا کمون بردہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ایک جہان کا اعدام ہونا اور دوسرے جہان کا وجود میں آنا اس سرعت سے ہوتا ہے کہ مجز اولیائے کرام اس تبدیلی کا علم کسی کو نہیں ہوتا۔ اولیاء کرام اس سے آگاہ ہوتے ہیں اور اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔



قاعدہ ہے کہ اذا تعارضنا قضا (جب دو چیزوں میں تعارض پیدا ہو تو نتیجہ مستوط ہے) اس سے یہ لازم آتا ہے کہ دنیا کبھی ختم ہو جاتی ہے اور کبھی وجود میں آ جاتی ہے حالانکہ دنیا ہر وقت قائم ہے نہ کہ معدوم اگرچہ اس کی موجودگی کا سبب سرعت تعاقب امثال ہے تاہم موجود نظر آتی ہے۔

**جواب** | اس کا جواب یہ ہے کہ صفت رحمت اور لطف، غضب اور قہر پر غالب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي۔ (میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے) اب چونکہ اسمائے لطیفہ جمالیہ غالب ہیں اس لیے ایجاد کو القدام پر غالب ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ تجد امثال کی مثال چراغ سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ چراغ کا شعلہ جو فیتلہ سے پیدا ہوتا ہے مخروطی شکل کا ہے یعنی نیچے کی طرف سے وسیع اور اوپر سے باریک یہ شعلہ باریک ہوتے ہوتے فانی ہو جاتا ہے۔ نظریہ آتا ہے کہ یہ شعلہ برقرار ہے حالانکہ ہر آن دوسرا شعلہ ہوتا ہے لیکن چراغ کے فیضان وجودی کی سرعت اور تواثر کی وجہ سے ایک حالت پر مستقیم نظر آتا ہے لیکن دراصل ایک شعلہ فانی اور معدوم ہو جاتا ہے اور اس کے پیچھے تیزی سے دوسرا شعلہ پہنچ جاتا ہے۔ بادی النظر میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہی ایک شعلہ ثابت ہے۔

## مقبول ۳۵ بوقت چاشت بزرگ پختہ ۱۹ شوال ۱۳۱۶ھ

حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی قدس سرہ | حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت

۱۔ اسی طرح جب دریا چلتا ہے تو نظر ہی آتا ہے کہ وہی پانی۔ ہر وقت سامنے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پانی ہر لحظہ نکل جاتا ہے اور اس کی جگہ نیا پانی لے لیتا ہے۔ بجلی کی لہروں کا بھی یہی حال ہے۔

شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ سے بہت فیض جاری ہوا ہے۔ چنانچہ اسی ہزار نفوس آپ کے حسن تربیت سے صاحب نسبت ہوئے ہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ اسی ہزار خلفاء ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کے خلفاء بھی سیکڑوں تھے لیکن اسی ہزار اہل نسبت تھے جنہوں نے آپ سے بیعت کر کے فیضان حاصل کیا۔

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور اہل نسبت سے کیا مراد ہے۔

**اہل نسبت سے کیا مراد ہے**

آپ نے فرمایا کہ توحید علی جو توحید کا دوسرا درجہ ہے کے متحقق ہونے کا نام نسبت ہے اور اہل نسبت وہ ہے جو اس سے متحقق ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا محب النبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دس واسطوں سے بھی حضرت شیخ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کے خلفاء کو دیکھا ہے اور یہ تمام دس واسطے میرے زمانے میں ہوئے ہیں۔ وہ سب کامل تھے اور ہر ایک سے سلسلہ جاری ہوا ہے۔ مولانا محب النبیؒ حضرت شیخ نظام الدینؒ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ سولہ سال کے تھے کہ حضرت والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اب آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس قلیل مدت میں خلافت کے دس واسطے وقوع پذیر ہوئے۔ اور خلیفہ صاحب کمال بھی ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت والد بزرگوار دن رات تربیت و تلقین مریدین میں کوشاں رہتے تھے اور ہم تن مصروف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ آفتابہ ہاتھ میں لے کر ساری رات فقراء و طالبان کے حجرہ کے دروازہ پر پھرتے رہتے تھے۔ جس شخص کو آپ سویا ہوا پالتے تھے، اُس کے منہ پر پانی ڈال کر بیدار کرتے تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جو طالب اس کوچہ میں داخل ہوتا تھا اگر وہ حافظ قرآن یا عالم ہوتا تو آپ اسے تلاوت قرآن، کتابیں پڑھنے اور وظائف و نوافل سے منع کر کے ہمہ تن ذکر جہری یا ذکر خفی پر لگا دیتے تھے۔ جب وہ اس معاملہ میں اس قدر نچتہ ہو جاتا تھا کہ یہ نسبت اس سے زائل نہ ہو سکے تو پھر اسے قرآن شریف پڑھنے اور دوسرے وظائف و نوافل کی اجازت دے دیتے تھے۔ آپ کا میلان طبع اکثر طریقہ نقشبندیہ کے مطابق سلوک طے کرانے کی طرف تھا۔ چنانچہ دن میں ایک بار



حلقہ توجہ آپ کا معمول تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے فیض توجہ سے لاکھوں آدمی مستفیض ہوئے اور سینکڑوں خلافت سے مشرف ہو کر صاحب سلسلہ ہوئے تاہم آپ کو وہ شہرت حاصل نہ ہوئی جو حضرت مولانا فخر الدین محمد دہلوی کو ہوئی۔ اس حد تک کہ یہاں پہنچ کر سلسلہ حشیشیہ فخریہ کے نام سے موسوم ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب کا نام حضرت شیخ حکیم اللہ رحمہ نے رکھا۔ جب حضرت مولانا پیدا ہوئے تو حضرت شیخ حکیم اللہ نے حضرت شیخ نظام الدینؒ کو مبارکباد دے کر فرمایا کہ میں نے جو آپ کو ایک فرزند ارجمند کی بشارت دی تھی وہ یہی فرزند سعادت مند ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت شیخ کے تمام مریدین برگزیدہ تھے اور محبت شیخ میں اس قدر محبت تھی کہ کلمہ طیبہ میں ”محمد رسول اللہ“ حضرت شیخ کے در سے کتے تھے ورنہ ان کا جی یہ چاہتا تھا کہ شیخ کے نام کا کلمہ پڑھیں۔

### حضرت میاں عشق اللہؒ

حضرت مولانا صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے شیخ علیہ الرحمہ کے اکثر مرید برگزیدہ تھے لیکن میاں عشق اللہ کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا اور میاں عشق اللہ بڑے تھے۔ بچپن میں میں ان کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ اس کے فرمایا کہ حضرت شیخ نظام الدین نے حضرت عشق اللہ سے اس قدر مجاہدہ لیا کہ ہر روز تین پاؤں مکھن ان کے جسم کی مالش کے لیے مخصوص تھا۔ یہ میاں عشق اللہ ایک ہندو جو ہری کے بیٹے تھے۔ قصیوں ہے وہ ہندو بڑا دولت مند تاجر تھا اور جواہرات کی تجارت کیا کرتا تھا لیکن اُس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ چنانچہ اُس نے تمام ہندو فقراء کی خدمت کی لیکن کوئی اُس کی مراد پوری نہ کر سکا۔ آخر اُس نے حضرت شیخ نظام الدینؒ کی خدمت میں آ کر کمال عجز و نیاز سے عرض کیا کہ فرزند عطا ہو۔ حضرت شیخ نے فرمایا میری قسمت میں چند بیٹے لکھے ہیں ان میں سے ایک بیٹا میں تجھے دیتا ہوں لیکن پہلے میرے ساتھ وعدہ کرو کہ جب وہ بڑا ہو جائے تو میرے حوالہ کر دینا۔ اس نے کہا اسی طرح کروں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا اب گھر جاؤ اور عیش کرو عرصہ عرصہ نماز کے بعد اُس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور وہ خوشی سے اُسے اٹھا کر حضرت شیخ کی خدمت میں لے آیا۔ بچے نے آتے ہی آنکھیں حضرت شیخ پر جمالیں اور دوسری طرف

قطعاً نہیں دیکھتا تھا۔ آپ نے اس کا نام عشق اللہ رکھا۔ بچپن کے زمانے میں جب اُسے حضرت شیخ کی خدمت میں لاتے تھے تو وہ ہر وقت حضرت کا چہرہ مبارک دیکھتا رہتا تھا اور دوسری طرف نگاہ نہیں کرتا تھا۔ جب بڑا ہوا تو جب کبھی حضرت اقدس کے گھر پر آتا تھا واپس جانے کا نام نہیں لیتا تھا۔ جب لوگ اُسے گھسیٹ کر لے جاتے تو ہائے ہائے کرتا تھا۔ آخر وہ دولت اسلام سے مشرف ہوا۔ اس سے اُس کا باپ بہت برہم ہوا اور داوید لاکرنے لگا۔ اب حضرت شیخ بھی ڈٹ گئے آپ نے فرمایا کہ تجھے اپنا وعدہ یاد نہیں ہے۔ اب وعدہ خلائی کرنا چاہتا ہے۔ آخر وہ اپنے گھر چلا گیا لیکن دل میں یہ منصوبے بنا تا رہا کہ بچے کو قتل کر دینا چاہیے۔ ایک دن میاں عشق اللہ اکیلے بیٹھے تھے کہ چند آدمیوں نے اُکر حملہ کر دیا۔ ان کو دیکھ کر آپ جلدی سے حجرہ کے اندر چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ لیکن قاتل دروازہ کھول کر جب اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پلنگ پر گلاب کے پھولوں کا گلدستہ پڑا ہے اور وہ غیب میں۔ جب یہ خبر حضرت شیخ تک پہنچی تو فرمایا کہ میاں عشق اللہ تو اب رحلت کر گئے ہیں آدم اُن کے لیے فاتحہ پڑھیں۔ چنانچہ میت کے لیے جو رسومات کی جاتی ہیں وہ سب کی گئیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت محمد اسماعیل کو اپنے سامنے اپنے خلیفہ کلاں حضرت کامگار خان سے بیعت کرایا اور باقی بیٹوں یعنی حضرت غلام معین الدین حضرت غلام بہاؤ الدین و حضرت غلام کلیم اللہ رحمہ علیہم کو اپنے سامنے حضرت مولانا صاحب سے بیعت کرایا۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت شیخ

شیخ کامل ایک مکار پیر کی خدمت میں

کلیم اللہ قدس سرہ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کو زیادہ وسعت نہیں دی بلکہ الگ بیٹھ کر یہ کام حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ کے سپرد کر دیا۔ لیکن باطنی طور پر آپ کی تمام توجہات ہر وقت اور نگ آباد کی طرف مبذول رہتی تھیں۔ آپ کا کام عطائے نعمت اور حضرت نظام الدین کا کام نعمت کا تقسیم کرنا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ کی طبیعت میں غایت درجہ حلم و حیا و حوصلہ تھا۔ آپ کسی شخص کا دل رنجہ نہیں کرتے تھے۔ ایک



دفعہ ایک بھڑا تہی آیا اور کہنے لگا کہ اگر کوئی شخص چند روز میرے پاس بیٹھ کر توجہ حاصل کرے تو اسے خدا تک پہنچا دوں گا۔ اور یہی بات اس نے حضرت شیخ نظام الدینؒ سے بھی کہی کہ آپ مجھ سے توجہ حاصل کریں۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے۔ چنانچہ آں حضرت اس شخص کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور وہ خواہ مخواہ کی توجہ دیتا تھا۔ لیکن یہ بات غلط میں ہوتی تھی اور باقی لوگوں کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ چنانچہ چند دن گزر گئے اور حضرت شیخ اس شخص کی پیر کی طرح عزت کرتے رہے۔ اس سے آپ کے مریدین جو اکثر صاحب نسبت و مقام تھے بہت رنجیدہ خاطر تھے اور دل ہی دل میں تیغ و تاب کھاتے تھے لیکن حضرت شیخ سے ڈر کے مارے کچھ نہیں کہتے تھے۔ آخر میاں عبدالقادر سے جو آپ کے خلیفہ تھے اور اکثر سیرو سیاحت میں بسر کرتے تھے نہ رہا گیا اور پیر بھائیوں سے کہا کہ تم لوگ کیوں خاموش بیٹھے ہو اور اس منکار کی خبر کیوں نہیں لیتے۔ انہوں نے کہا ہمیں حضرت شیخ سے ڈر لگتا ہے۔ آپ ابھی آئے ہیں اگر جو افریدی کریں معذور سمجھے جائیں گے۔ اس اثنا میں اس منکار آدمی کا وہاں سے گذر ہوا۔ میاں عبدالقادر نے اس کی طرف نظر کر کے ایسی توجہ ڈالی کہ زمین پر گر گیا اور منہ اور ناک سے خون جاری ہو گیا۔ جب یہ خبر حضرت شیخ کو ہوئی تو فرمایا کہ یہ عبدالقادر کی حرکت ہو گی۔ چنانچہ آپ اٹھ کر اس کے پاس گئے اور توجہ دی جس سے اس کی حالت بہتر ہو گئی۔ یہ دیکھ کر وہ اپنے گلے میں کپڑا ڈال کر حضرت اقدس کے قدموں پر گر گیا اور عرض کی کہ بے خبری میں مجھ سے یہ نازیبا حرکت سرزد ہو گئی ہے قصور معاف فرمایا جاوے۔ آں حضرت نے کمال علم و حیا کی وجہ سے جو آپ کی طبیعت میں تھا اس کا پردہ رکھنے کی خاطر اس کے پاؤں پر ہاتھ رکھ دئے۔ اس سے وہ اور بھی شرمسار ہوا اور حضرت اقدس کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر تائب ہوا۔

مقبوس ۳۹ بوقت زوال بروز جمعہ ۲ شوال ۱۳۱۶ھ

## شیخ کامل سے بدظن ہونے کی سزا

حضرت اقدس ایک کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ غلط کا وقت تھا۔

صرف چند خدام حاضر خدمت تھے۔ مطالعہ سے فارغ ہو کر آپ ہم غلامان کی طرف متوجہ ہوئے اور مریدین کے معتقد اور مرتد ہونے کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ میاں اللہ رکھیا اور میاں نصیر محمد دو چچا زاد بھائی ساکن حجہ تھے اور دونوں حضرت قبلہ محبوب الہی قدس سرہ کے مرید تھے۔ لیکن بعد میں میاں رکھیا میاں موسیٰ شاہ صاحب بکاشی والہ کامرید ہو گیا۔ میاں نصیر محمد نے اس بات کا ذکر میرے شیخ حضرت فخر الاولیاء سے کیا۔ آپ نے تھوڑی دیر سبزیگوں ہو کر مراقبہ کیا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا جلدی خراب ہو جائے گا۔ چنانچہ زیادہ عرصہ نہ گزرا ہو گا کہ اس کے بال بچے مر گئے۔ بیوی مر گئی۔ مولشی اور مال و اسباب تباہ ہو گئے۔ اور مفلس و فلاح ہو کر خود نابینا ہو گیا۔ اس کے بعد وہ تائب ہوا اور ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میں دوسری بیعت سے بیزار ہوا ہوں اسی بیعت پر جو حضرت قبلہ محبوب الہی سے تھی اب قائم ہوں اور دل سے ان کا اعتراف کرتا ہوں اور آپ کے بتائے ہوئے وظائف بھی پڑھتا ہوں میرا قصور معاف ہو۔ لیکن وہ اسی حالت میں فوت ہو گیا اور اس کا اقرار و اعتراف کسی کام نہ آیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ میاں فاضل شاہ صاحب کو کارہ حضرت قبلہ عالم ہماروی قدس سرہ

## میاں فاضل شاہ صاحب کو کارہ

کے مرید و خلیفہ ہیں اور ان سے سلسلہ بھی جاری ہوا ہے۔ میں نے بھی انکے بعض مریدین کو دیکھا ہے ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہوئے اور کثرت سے لوگ عیادت کے لیے آنے جانے لگے۔ ایک آدمی نے آکر پوچھا کہ کیا حال ہے آپ نے فرمایا دعا کرو جس طرح کہ عام طور پر عیادت کرنے والوں کو بیمار جواب دیتے ہیں لیکن یہ کلمات کہنے کے بعد شاہ صاحب نے توبہ کی اور کہا کہ میں نے غلطی سے اپنے پیر کی بجائے کسی دوسرے شخص سے دعا کی درخواست کی ہے اس لیے اب میری بیعت نسخ ہو گئی ہے اور فوراً اپنے آدمیوں سے کہا کہ مجھے اٹھا کر حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں لے چلو۔ جب قریب پہنچے تو حضرت قبلہ عالم



قدس سرہ کو معلوم ہوا کہ میاں فاضل شاہ بیماری کی حالت میں اپنے آپ کو اٹھوا کر آرہے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ گھر سے باہر جا کر ان سے ملے تو شاہ صاحب نے فوراً سارا ماجرا سنایا اور تجدید بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے درخواست قبول کر لی اور وہ از سر نو بیعت ہو کر گھر گئے اور شفا یاب بھی ہو گئے۔

## مقبول: بوقت چاشت روز شنبہ ۱۲ شوال ۱۴۱۶ھ

لوائح جامی کا درس شروع ہوا۔

پتہ۔ ”و آنچه موجود و مشہورست حقیقتِ  
لائحہ بیعت و مفہم وجودست۔“

شرح۔ حقیقت وجود (وجود حق) کا موجود ہونا اس لحاظ سے  
صحیح ہے کہ اعیانِ ثانیہ (اشیاء کا وہ خاکہ جو قبل تخلیق ذاتِ  
باری تعالیٰ کے ذہن میں تھا) نے مختلف اشیاء میں ظہور کیا۔ لیکن وجود حق کا مشہور  
ہونا (دیکھا جانا) کیسے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ جو کچھ نظر آتا ہے اشیائے ممکنہ (حادث)  
ہیں نہ کہ اس کی ذات کا نور جو مخفی ہے۔ پس ہم یہ جواب دے سکتے ہیں کہ جب ایک حقیقت  
موجود ہے اور اس کا غیر متمنع (ناممکن) چنانچہ ہر رنگ اور ہر تعین میں وہی مشہور ہے اور  
دیکھا جاتا ہے۔ اگرچہ اس رویت اور شہود کی (دیکھے جانے کی) کیفیت ہمارے ادراک و  
بیان میں نہیں آ سکتی اس وجہ سے جو کچھ مدرک و مشہور ہے اشیاء ہیں۔ اس کے بعد فرمایا  
کہ اگر دوسرے کسی چیز پر نظر پڑے تو حجابِ مادی معلوم ہوتی ہے نہ اس وقت اس چیز پر  
شجر کا حکم ہوتا ہے نہ حجر کا۔ نہ حیوان کا نہ آدمی کا۔ بعد میں نزدیک جاکر معلوم ہوتا ہے کہ  
حیوان ہے۔ زیادہ نزدیک جاکر معلوم ہوا کہ انسان ہے۔ جب زیادہ قریب سے دیکھا تو  
معلوم ہوا کہ وہ زید ہے۔ پس زید کو جب آپ نے پہلی بار دیکھا تو مبہم طور پر بلا تعین دیکھا  
قریب جانے کے بعد اس پر تعین عارض ہوا۔ پس جاننا چاہیے کہ پہلی نظر جو پڑتی ہے،

حضرت وجود پر پڑتی ہے اس کے بعد اشیاء کی تمیز ہوتی ہے۔

متن۔ بگر جہاں ستر الہی پنہاں

شرح۔ ستر سے مراد حقیقت ہے یعنی دیکھو جہاں میں حقیقت الہی جو عین ہستی مطلق ہے پنہاں اور ساری ہے (ساری بمعنی جاری و طاری)۔

متن۔ چو آب حیات در سیاہی پنہاں۔

### حقیقتِ حضور آبِ حیات

شرح۔ یہ جو قصہ مشہور ہے کہ آبِ حیات فلاں جگہ

پر ہے اور اس جگہ کو ظلمات کہتے ہیں اور یہ کہ خضر علیہ السلام نے وہ پانی پیا ہے۔ یہ قصہ عالم بطون سے تعلق رکھتا ہے جو مسئول ہے نہ کہ بزطاہر معمول (یعنی جو ظاہر پر معمول نہیں بلکہ اس کی باطن پر تاویل کی جاتی ہے)۔ اس کے بعد فرمایا کہ سکندر نامہ میں آیا ہے کہ سلطان سکندر نے پہلے تین بڑی جنگیں لڑیں (چند چھوٹی جنگیں لڑیں)۔ تین بڑی جنگوں میں سے ایک رنگیوں (حبشیوں) کے خلاف تھی۔ دوسری رار کے خلاف تیسری روس کے خلاف، باقی لڑائیاں ان تین بڑی جنگوں کے سلسلے میں ہوئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطان سکندر تین مراتب طے کر کے آبِ حیات کی تلاش کے لیے "ظلمات" میں گیا۔ "ظلمات" سے مراد حقیقتِ عارف ہے جو عدم محض ہے۔ اور ظلمت بھی عدم ہے اور آبِ حیات سے مراد وجود مطلق اور ہستی حق ہے۔ پس ظلمات سے گذر کر آبِ حیات پینے سے مراد صوفیائے کرام کے نزدیک حصول مقام فنا فی اللہ جیسے شائستہ میں جیون مکت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ خضر کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ محققین صوفیاء کرام کے نزدیک حقیقتِ خضر یہ ہے مراد ہر شخص کی قوی و صفات میں وہ قوت یا صفت غالبہ ہے جو بوقتِ ضرورت مناسب شکل میں نمودار ہو کر اس شخص کی حاجات و ضروریات پورا کر کے غنی اور گرم ہو جاتی ہے۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور آیا خضر سے مراد اُس شخص کی وہ صفت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں خضر ایک ملکوتی قوت ہے جسے روح القدس کہتے ہیں۔ اس پر اس شخص نے تعجب سے کہا کہ قبلہ روح القدس بھی ایک قوت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں روح القدس اور دوسری صفات انسانِ کامل کے قوی ہیں۔



معتق۔ ہر گاہ کہ چپکے زور چپکے نمودہ سے شود ظاہر  
غیر منظر ست۔

## آئینہ حق نما

شرح۔ ہر ظاہر اور منظر رائی (دیکھنے والا) اور مرئی (جو دیکھا جائے) اور مرآۃ (آئینہ) میں مفارقت ذاتی ہوتی ہے بخلاف ظاہریت و منظریت، رائیت، و مریت اور مرآتیت حضرت وجود مطلق کے جو غیبت ہے ذاتاً بھی، صفاتاً اور فعلاً بھی۔ یہ ظہور کمالی حُب سے وقوع پذیر ہوا ہے۔ حدیث شریف کُنْتُ کُنْزاً مَخْفِیاً.... (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں گنجینہ مخفی تھا۔ مجھے حُب ہوئی کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلقت کو پیدا کیا) ہر کمال کا ظہور ضروری ہے۔ اور وہ کمال ضرور اس منظر میں ظاہر ہوگا۔ لیکن بذاتہ نہیں بلکہ بصفتہ (ذات کا ظہور نہیں ہوگا بلکہ صفات کا ہوگا کیونکہ ذات ظہور سے پاک ہے) مثلاً ایک شخص کو اپنا چہرہ دیکھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ آئینہ لے کر سامنے رکھتا ہے کیونکہ آئینے کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب ذاتِ بحت (خالص ذات منزہ از صفات) نے چاہا کہ اپنا مشاہدہ کرے تو تمامی موجودات کو آئینہ بنائے بنا کر اپنے جمال و کمال کا مشاہدہ کیا ہے۔ لیکن وہ ان آئینہ ہا کا عین ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

دراں خلوت کہ ہستی بے نشان بود      بکج نیستی عالم نہاں بود !  
وجود بود کہ نقش دوئی دور      ز گفت چو گئے مائی و توئی دور  
بجو روتاب مستوری ندارد      چو بندی سراز روزن برآرد  
نظر کن لالہ را در کوہ ساراں      کہ چو حنہ دم بود فصل بہاراں  
چو نیکو بگری آئینہ ہم اوست      نہ تنہا گنج بل گنجینہ ہم اوست  
(اُس خلوت گاہ میں جہاں ہستی کا نام و نشان نہ تھا، سارا جہاں نیستی کے پردہ میں نہاں تھا) پوشیدہ تھا) ایسا وجود تھا جو دوئی سے دور تھا یعنی ذاتِ احدیت کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہاں گفتگو یا اشارہ و لغت کی بھی گنجائش نہ تھی۔ لیکن حسن و جمال چھپ نہیں سکتا۔ اگر چھپانے کی کوشش کی جائے تو روزن (سوراخ) سے سُر نکال لیتا ہے۔ جذبہ ناکش میں گل لالہ کو دیکھو کس طرح

دامان کوہ کو رونق بخشی ہے۔ اگر غور سے دیکھو تو آئینہ بھی خود ہے۔ خزینہ بھی خود ہے اور گنجینہ بھی خود ہے۔

مثنیٰ۔ کل شیئی فیہ کل شیئی۔

شرح۔ یعنی ہر چیز کل میں ہے پہلے "کل شیئی"

لائحہ بسیت و ہشتم

سے مراد ذات حق عالم میں سے ہر موجود یا ہر چیز ہے۔ اور دوسرے کل شیئی سے مراد ہستی ذات حق ہے مع جمیع شیون و صفات کے۔ غلامہ کلام یہ کہ ہر چیز کے تعین میں ذات حق بجلہ صفات موجود ہے۔ (لیکن بقدر استعداد تعین جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے)

مثنیٰ۔ ہر تدرت و فعل کہ ظاہر از مظاہر ہر عادرے شود۔

لائحہ بسیت و نہم

شرح۔ مذہب قدریہ یعنی فرقہ معتزلہ اور شیعہ کا مذہب یہ ہے افعال کو بندہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ لوگ یہ دلیل

مسئلہ قدر و جبر

دیتے ہیں کہ اگر افعال کو بندہ کے ساتھ منسوب نہ کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب کیا جائے تو خدا تعالیٰ کا ظالم ہونا لازم آتا ہے۔ اس وجہ سے کہ بے گناہ پر مذاب کرنا ظلم ہے۔ مذہب جبریہ میں بندہ کے اعمال کو حق تعالیٰ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ صوفیاء کرام کا مذہب یہ ہے کہ بندہ قدر و جبر کے درمیان ہے۔ اس وجہ سے کہ ذات و حقیقت و ہستی کی حیثیت سے تمام موجودات عدم محض ہیں اور جو کچھ موجود ہے ہستی محض ہے۔ نیز صفات و افعال جو ذات کے تابع ہیں لازماً حق تعالیٰ کے ساتھ منسوب ہوں گے۔ پس اس حیثیت سے بندہ مجبور و معذور ہے اور ذات حق کے ہر تعین و ہر وجود میں موجود ہونے کی حیثیت سے بندہ کو اتنا اختیار دیا گیا جس قدر اس کی استعداد کے مطابق اس کے اندر رکھا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک لحاظ سے بندہ مجبور و بے کار ہے اور دوسرے لحاظ سے قادر اور فہماری ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ الایمان بین الجبر والقدر

۱۔ بعض حضرات کے نزدیک حقیقت اس مقولہ میں ہے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)



(ایمان جبر و قدر کے درمیان ہے)۔ متکلمین حضرات کا فیصلہ بھی یہی ہے۔

اس کے بعد  
فرمایا کہ ایک دن

## قدر و جبر کے متعلق حضرت قاضی محمد عاقل کا موقف

حضرت سلطان الاولیاء (حضرت قاضی محمد عاقل قدس سرہ) کے سامنے مسئلہ جبر و قدر زیر بحث آیا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جب ذات بحت بجمع شیون و صفات ہر چیز میں موجود ہے تو آدمی مجبور ہو گا نہ کہ مختار حضرت قبلہ سلطان الاولیاء نے فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اختیار اور قدرت کو جس طرز اور جس مقدار میں پسند فرمایا ہے ہر شخص کے اندر پیدا کر دیا ہے یعنی جس مقدار میں وہ صفات (صفات حق) آدمی کے اندر پیدا کی گئی ہیں اس مقدار سے آدمی فاعل و مختار ہوتا ہے نہ کہ مجبور۔

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ:-

مختارٌ فی فعلہ و مجبورٌ فی اختیارہ (یعنی آدمی کو ہر کام میں اختیار حاصل ہے لیکن اختیار حاصل کرنے میں مجبور ہے)۔ لیکن قرآن و حدیث کی رو سے حقیقت یہ ہے کہ ہر نیک کام اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور ہر بُرا کام انسان کے اپنے نفس کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن رزق مقسوم ہے۔ جو کچھ اس کی قسمت میں لکھا ہے مناسب ہے۔ اگرچہ عالم اسباب میں کوشش و کسب ضروری ہے لیکن کوشش بھی اس کے مقدر میں ہے جس کے مقدر میں رزق ہے جو چیز مٹی ہے اس کے لیے اسباب غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور بندہ کوشش بھی کرتا ہے۔ جو چیز مقدر میں نہیں ہوتی اس کے لیے مخالفت اسباب پیدا ہو جاتے ہیں اور کوششیں ناکام رہتی ہیں۔

ایک یورپین فلاسفر کا قول ہے کہ:-

MAN IS FREE TO DO WHAT HE WILLS

BUT HE IS NOT FREE TO WILL -

WHAT HE WILLS

اس کا مطلب وہی ہے۔

مختارٌ فی فعلہ و مجبورٌ فی اختیارہ - یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

## شیخ احمد معشوق ملتانی کا نماز نہ پڑھنا

اس کے بعد اولیاء کرام کے اطوار کے متعلق گفتگو ہونے

گئی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ احمد معشوقؒ حضرت شیخ صدر الدین عارف ملتانی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے اور حضرت محبوب الہی شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے ہم عصر تھے۔ چنانچہ حضرت محبوب الہیؒ ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ احمدؒ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ ایک دن علماء نے جمع ہو کر مجبور کیا کہ نماز پڑھو۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر مجھے نماز پڑھواتے ہو تو الحمد للہ نہیں پڑھوں گا۔ علماء نے کہا کہ فاتحہ کے بغیر تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ ضرور پڑھنی ہوگی۔ انہوں نے کہا اچھا سورۃ فاتحہ پڑھوں گا لیکن ایتاک نعبد و ایتاک نستعین“ نہیں پڑھوں گا۔ علماء نے کہا یہ بھی ضرور پڑھنا ہے۔ آخر انہوں نے نماز پڑھنا شروع کیا۔ جب آپ نے تکبیر تحریمیہ (اللہ اکبر) کہہ کر سورت فاتحہ پڑھنا شروع کیا اور لفظ ایتاک نعبد پر پہنچے تو آپ کے بال بال سے خون جاری ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے نماز توڑ دی اور فرمایا کہ مجھے حائض عورت کی طرح معذور سمجھو۔ اس کے بعد حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ

شیخ محمد معشوق طوسیؒ جن کا شمار علماء مجاہدین (عائق مجذوب) میں ہوتا ہے، بھی نماز نہیں

## شیخ محمد معشوق اور نماز

پڑھتے تھے۔ بوجہ استغراق و دام۔

علا علیہ استغراق میں نماز غرت ہو جائے تو اور بات ہے لیکن جن لوگوں کو کھانے پینے، ارنگار کرنے، لوگوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے اور بحث مباحثے کا ہوش ہے ان کے لیے صرف نماز پڑھنے کا ہوش نہ ہونا مضحکہ خیز ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے مجبوری کا امتحان بتا دیا ہے۔ مگر کیا نماز اپنا امتحان کر سکتے ہیں۔ اگر آیتاک نعبد پڑھنے سے خون جاری ہو جائے تو مجبور ہیں ورنہ کام چور کاہل اور غافل ہیں۔ اور نفس و شیطان کے فریب میں گرفتار ہیں۔ حد درجہ استغراق کے باوجود حضرت خواجہ غلام فریدؒ سے نوافل اور وظائف بھی کبھی قضا نہ ہوئے فرائض تو بجائے خود۔



## اولیاء اللہ کے بہت زیادہ کھانے اور بہت ہی کم کھانے کی وجہ

اس کے بعد اولیاء کرام کے بہت کھانے کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔  
 نواب غازی الدین خان نے اپنی کتاب اسماء الابرار میں لکھا ہے کہ میاں صابر بخش دہلوی  
 میاں غلام سادات صاحب کی اولاد میں سے ہیں جو سلسلہ صابریہ کے بڑے بزرگ ہیں  
 ایک دفعہ میاں صابر بخش (جن کا مزار دریا گنج دہلی قریب جامع مسجد دہلی ہے) اکثر تعداد  
 لوگوں کے ساتھ شیخ ابراہیم رامپوری کے عرس پر رام پور جا رہے تھے۔ میاں موج دریا  
 فقیر جو سلسلہ صابریہ سے تعلق رکھتے تھے وہ بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ یہ سب حضرات میرے  
 مہمان ہوئے۔ سب لوگوں کو کھانا دیا گیا اور ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق کھایا۔  
 میاں موج دریا کے سامنے پانچ تھال پلاؤ سے بھرے ہوئے رکھے گئے اور ہر تھال میں سے  
 پندرہ آدمی سیر ہو سکتے تھے۔ علاوہ ازیں چند مرتبان آچار چند مرتبان چٹنی اور چند مرتبان مریہ  
 بھی پیش کیے گئے وہ سب کھا گئے۔ اس کے بعد میں نے اُن سے پوچھا کہ کچھا اور کھائیں  
 گے انہوں نے کہا کیوں نہ۔ چنانچہ ہم نے اور بہت سا طعام دیا اور وہ سب کھا گئے۔ اس  
 کے بعد پھر پوچھا کہ کچھ اور چاہیے کہا کیوں نہ۔ جھوک تو ابھی شروع ہوئی ہے۔ لیکن انہوں  
 نے کہا اب مجھے درختوں کے پتے دو۔ چنانچہ ہم نے درختوں کے پتے جمع کئے جو بچپس سیر  
 کے برابر ہوں گے وہ بھی کھا گئے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ مٹی کا ڈھیر لگا دو۔ ایک ڈھیر  
 من کے قریب مٹی اور ریت جمع کی گئی وہ بھی کھا گئے۔ اس وقت ان کی جھوک ختم ہوئی۔  
 اس کے بعد راقم نے دریافت کیا کہ حضور زیادہ کھانے کا سبب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ  
 جب سالک طریقت پر تمام اسماء حسنی اللہ یا بعض اسماء حسنی کی تجلی ہوتی ہے تو اس  
 کا اثر جس مقدار میں اور جس طور پر اور جتنی مدت کے لیے اللہ تعالیٰ کو منظور ہو  
 سالک پر ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اسم صمد کی تجلی سالک کے دل پر ہوتی ہے تو کھانے  
 پینے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ سلطان تجلی صمدیت سالک کو اس قدر بے خود و محو کر دیتا  
 ہے کہ بشریت کے تمام معاملات اور تمام تقاضات سے بے نیاز و آزاد کر دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ شیخ انجی محمد دہستانیؒ پر اس اسم کی تجلی ہوئی تو چھ سال تک انہوں نے کچھ نہ کھایا۔ اسی طرح جب سالک پر اسم زد البطش جو اسم جلالی ہے کہ تجلی ہوتی ہے تو جس قدر کھائے یا پئے یہ نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے کہ اسم بطش الہی شدید ہے پس اس اسم کی تجلی کے دوران اگر سالک تمام جہان بھی کھا جائے تو بھوکا رہ جائے گا۔ اور ایسا معلوم ہوگا کہ کچھ نہیں کھایا۔

## مقبوس ۳۸: بوقت چاشت برز و شنبہ ۲۲ شوال ۱۳۱۶ھ

لوائح جامی کا درس شروع ہوا۔

لائحہ سی ویکیم | متن۔ صدر الدین قونوی قدس سرہ۔

شرح۔ یہ شیخ صدر الدین قونویؒ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے خلیفہ ہیں بلکہ علیہ جانشین ہیں۔ آپ کا لقب شیخ کبیر ہے جس طرح شیخ محی الدین کا لقب شیخ اکبر ہے۔

متن۔ آنحضرت قابل است موجد راعی الوجه الائم والاکمل مت بل است مر علم راعی ہذا الوجه۔

شرح۔ حقیقت انسان کی طرح جو بطور اکملیت وجود کے قابل ہے اس کی قابلیت علم میں اور تمام صفات مثل قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام، حیات میں بھی بروجہ اتم ہے۔ چونکہ حقیقت انسانیہ کے مختلف افراد میں قابلیت مختلف و متفاوت ہے اس لیے

۱۔ خلیفہ جانشین وہ ہوتا ہے کہ شیخ کے وصال کے بعد ان کی مسند پر بیٹھ کر ہدایت و رشد کا کام انجام دیتا ہے۔



ہر فرد بشر کا علم بھی متفاوت و مختلف ہے۔ چونکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں حضرت وجود کا طور باقی مخلوق کی بہ نسبت بدرجہ اتم و اکمل ہے اس لیے اُن میں علم اور باقی صفات کا طور بھی باقی افراد سے کامل تر اور تمام تر ہے۔ اسی طرح چونکہ اولیاء کرام میں انبیاء علیہم السلام سے قابلیت وجود ناقص و کمتر ہوتی اور عام افراد سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے ان کا علم انبیاء علیہم السلام کے علم سے ناقص تر اور کم تر ہوتا ہے اور باقی افراد سے کامل تر اور زیادہ تر ہوتا ہے۔ نیز چونکہ ہر ولی کی حقیقت قبول وجود میں مختلف ہوتی ہے اس لیے ان کا علم بھی مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح حیوانات میں انسان کی نسبت قابلیت وجود ناقص تر ہے اور نباتات میں حیوانات کی نسبت ناقص تر اور جمادات میں نباتات کی نسبت ناقص تر اس لیے اُن کا علم بھی ایک دوسرے سے ناقص تر ہے۔

مثنیٰ۔ ومنشاء این تفاوت غالبیت و مغلوبیت احکام و وجوب و امکان است۔

شرح۔ یعنی کسی جگہ علم کامل تر اور کسی جگہ ناقص تر ہوتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مختلف مخلوق کے اندر احکام و وجوب و امکان کی غالبیت اور مغلوبیت مختلف طور پر ہوتی ہے (یعنی کسی مخلوق میں روحانیت غالب ہوتی ہے کسی میں مغلوب یعنی کم) اس کے بعد فرمایا کہ احکام و وجوب میں سے ایک وجود ہے اور اس کی صفات حیات، علم، و کلام، سمع، بصورت وغیرہ ہیں۔ اور احکام امکان میں سے ایک حکم عدم ہے پس درحقیقت احکام و وجوب غالب ہیں اور احکام امکان مغلوب، اس لیے وہاں وجود و علم بھی کامل تر ہوں گے۔ چنانچہ انسان میں جو اکل موجودات ہے احکام و وجوب کا غلبہ ہے احکام امکان پر۔ اس لیے اس کا وجود اور علم بھی بدرجہ اکملیت ہے اسی طرح مختلف انسانوں میں ایک دوسرے سے زیادہ قابلیت وجود و علم کا غلبہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس باقی مخلوقات میں جہاں وجوب کا غلبہ ہے وہاں علم بھی کامل تر ہے جہاں امکان کا غلبہ ہے وہاں علم ناقص تر ہے۔ مثلاً انسان سے باقی جانور اونٹ گھوڑے گائے بیل احکام و وجوب میں مغلوب تر ہیں اس لیے اُن کا علم اور باقی صفات بھی ناقص تر ہیں۔

## نواب صادق محمد خان عباسی کی وفات پر حضرت اقدس کارنج و ملال،

اس کے بعد نواب صادق محمد خان  
رابع عباسی دانی ریاست  
بہاول پور جو حضرت اقدس  
کے راسخ العقیدہ مرید تھے،

کی موت کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ خان صاحب نے تمام عمر نیکی میں گزاری  
اور موت کے وقت بھی نیکی ظاہر ہوئی اور ان کا غامۂ خوب اچھا ہوا ہے۔ آخری وقت میں  
انہوں نے نوکروں سے کہا کہ دوڑ دوڑ ہو جاؤ دوڑ ہو جاؤ۔ حضرت تشریف لارہے ہیں اور کلمہ طیبہ  
پڑھ کر جاں بحق ہو گئے۔ وفات کے بعد ان کا چہرہ چودھوہیں کے چاند کی طرح روشن تھا۔  
خلقت کے دلوں میں ان کی محبت اس قدر رختی کہ کثرت سے لوگ مسلمان، ہندو وغیرہ جملہ مذہب  
میں شریک ہوئے اور راز راز رو رہے تھے اور تقریباً آٹھ ہزار نفوس نے نماز جنازہ  
پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجھ سے رخصت ہوتے وقت اپنی موت کی خبر دو آدمیوں نے دی ہے  
ایک مخدوم میاں ولایت شاہ صاحب دوسرے صادق محمد خان صاحب۔ (یاد رہے کہ نواب صاحب  
محمد خان کا انتقال بوقت چاشت روز سہ شنبہ سوم شوال ۱۳۱۶ھ ہوا)۔ جب حضرت اقدس  
کو اطلاع ملی تو آپ نے فقرا کو جمع کر کے سات روپے نذرانہ دیا اور ان کے لیے ایک لاکھ  
کلمہ طیبہ کا پڑھایا۔ علاوہ ازیں رسم کے مطابق سات جمعرات کی خیرات بھی کرتے رہے جس میں  
لذیہ طعام مثل گوشت پلاؤ زروہ تیار کر کر اگر غریب میں تقسیم کرتے تھے نیز ہر شب جمعہ  
پانچ روپے کا خورہ کر اگر غریب میں تقسیم کرتے تھے۔ حضرت اقدس نے خان صاحب کے  
انتقال کی تاریخ یہ نکالی ہے۔ <sup>۱۳۱۶ھ</sup> سحر شیدہ بن اسلام

مقبوس ۳۹: بوقت چاشت بروز سہ شنبہ ۲ شوال ۱۳۱۶ھ

اہل ظاہر و اہل باطن کے درمیان اختلاف اور اس کا شاندار حل  
اہل ظاہر اور اہل باطن



باطن کے درمیان اختلاف کا ذکر ہو رہا تھا حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک صوفی مشرب اور  
 واصلِ ظاہر اکٹھے بیٹھے تھے کہ سامنے ایک بندر نظر آیا۔ صوفی مشرب نے کہا سبحان اللہ  
 حضرت ذات نے اس تعین کے اندر کس کمال سے ظہور فرمایا ہے۔ اہل ظاہر نے کہا  
 لا حول ولا قوۃ الا باللہ حق سبحانہ کو تو خالقِ خضر پر کہنے کی بھی شریعت  
 میں ممانعت آئی ہے اور توبہ درمیں ذاتِ حق کا ظہور بتاتا ہے میں اس خدا سے بیزار  
 ہوں جو بندروں اور کتوں کی صورت میں ظہور کرے۔ صوفی نے کہا میں بھی اس خدا سے  
 بیزار ہوں جو ان مظاہر میں آنے سے عار کرے اور ظہور نہ کرے۔ یہ سن کر لوگوں نے  
 کہا کہ ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی اس پر  
 حرام ہو گئی۔ آخر دونوں ایک شیخِ وقتِ جواہلِ کمال تھے، کے پاس گئے اور اپنا نقطہ نظر  
 پیش کیا۔ فیصلہ سننے کے لیے کثرت سے لوگ جمع ہو گئے کہ کون کافر ہوتا ہے۔ دونوں  
 کی باتیں سن کر حضرت شیخ نے فرمایا کہ تم دونوں مسلمان ہو اور دونوں سچ اور خوب  
 اچھا کہتے ہو۔ اس وجہ سے کہ تم دونوں نے حق تعالیٰ کا کمال بیان کیا ہے۔

۱۔ صوفی اپنے اس نقطہ نگاہ سے حق بیان کر رہا تھا کہ خلقت صفت ہے اور خالق موصوف  
 صفت و موصوف ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ اہل ظاہر کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ صفت و  
 موصوف عین نہیں غیر ہیں پس اہل اللہ کے نزدیک دونوں نقطہ نگاہ صحیح ہیں۔ وہ  
 کائنات کو حق کا عین بھی کہتے ہیں اور غیر بھی نزاع کی کوئی بات ہی نہیں۔ نزاع ان لوگوں کے  
 درمیان ہوتا ہے جو ظاہر ہیں یاں اور حقیقت تک جن کو رسائی نہیں۔ کاش ہمارے قالی صوفی  
 بھائی ہمہ اوست اور دیگر مسائل میں مشائخِ عظام کی روش اختیار کرتے اور نفسانیت کا  
 حکم نہ مانتے۔ اسی طرح حضرت شیخ الشیوخ مشہاب الدین عمر سہروردی نے دوا درمیوں کو  
 جھگڑتے ہوئے دیکھا۔ ایک آدمی یہ کہہ رہا تھا کہ حضرت غوث الاعظم کو مژدہ زندہ کرنے کی  
 طاقت ہے۔ دوسرا اس کا انکار کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا تم دونوں سچ کہتے ہو۔ انہوں نے  
 حیران ہو کر پوچھا کہ وہ کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا اگر میں یہ کہوں کہ گندھک کپڑے پر  
 (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

# مقبوس : بوقت چاشت بروز چار شنبہ ۲۵ شوال ۱۳۱۶ھ

لاٹھی سی و چارم | متن سے گنجینہ درہائے حقائق نشوی !  
 مادام کہ چوں صدق نگردی ہمہ گوش

ترجمہ (تو حقائق و معارف کے جواہرات کا خزانہ ہرگز نہیں بن سکے گا جب  
 جب تک کہ تو سیپ کی طرح ہمہ تن گوش نہیں بنے گا۔)

صحبت شیخ | شرح - صدق (سیپ) کی شکل بھی آدمی کے کان کی سی ہے۔  
 جب صدق ہمہ تن گوش بن کر بارش کا انتظار کرتی ہے اور بارش

کے قطرات لے کر مند بند کر لیتی ہے تو اس کے اندر جواہرات پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ  
 جواہرات کا خزانہ بن جاتی ہے۔ پس تو جب تک شیخ — کی صحبت سے مشرق نہیں ہوگا  
 جواہرات کا خزانہ نہیں بن سکے گا اور اگر صحبت شیخ سے مشرق ہو بھی گیا لیکن ہمہ گوش بن کر  
 شیخ کے معارف و معارف کی طرف توجہ نہ کی تو بھی جواہرات کا خزانہ نہیں بن سکے گا۔

بقیہ حاشیہ از صفحہ ما بقدا :

رکھی جائے تو کپڑا جل جائے گا کیا میں درست کہوں گا۔ ان دونوں نے کہا نہیں گندھک سے  
 کپڑا نہیں جلتا۔ آپ نے فرمایا اگر میں یہ کہوں کہ گندھک کا تیزاب کپڑے پر گر جانے سے  
 کپڑا جل جائے گا تو کیا میں سچ کہوں گا۔ دونوں نے کہا بالکل سچ ہوگا کیونکہ گندھک کے  
 تیزاب سے کپڑا جل جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے ایک سادہ گندھک کی صفات بیان کر رہا  
 ہے اور دوسرا گندھک کے تیزاب کی۔ دونوں میں اختلاف کوئی بھی نہیں ہے۔ یہ  
 سن کر دونوں راضی ہو گئے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اولیاء اللہ کی سی  
 میسرانہ روی، اعتدال اور حقیقت شناسی عطا فرمادے تاکہ اُمت میں تفرقہ بندی  
 ختم ہو جائے جس سے دشمنان اسلام بے حد غائدہ اٹھا رہے ہیں اور اُمت محمدیہ کو  
 بے حد نقصان ہو رہا ہے۔



چنانچہ اگر کوئی شخص کسی مرد کامل کا مرید نہ ہوا لیکن عرصہ دراز تک ان کی صحبت سے  
دور رہا تھا تو یہ مرید ہونا بھی وبال ہے۔

## لوائح جامی کی اہمیت

آج کتاب لوائح جامی مکمل ہو گئی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ  
کتاب فقرات شریف اور لوائح جامی شریف کا پڑھنا  
موجب جذب ہے اور جو شخص ان دونوں کتابوں کو یا ایک کے روزانہ بقدر استطاعت پڑھے گا  
اور منزل مقرر کر کے تلاوت کرے گا تو ضرور اس کے اندر جذب پیدا ہوگا۔ راقم نے عرض کیا  
کہ معنی سمیت پڑھے یا بغیر سمجھے پڑھتا رہے۔ فرمایا جس قدر اس کی سمجھ میں آئے ضرور  
معنی سمجھ کر پڑھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوائح شریف بہت متبرک کتاب ہے اور ہمارے مبلغ  
عظام کا دستور العمل ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم ہارویؒ نے اپنے شیخ حضرت مولانا کی خدمت  
میں آٹھ بار لوائح شریف کا درس حاصل کیا اور حضرت سلطان الاولیاء نے حضرت قبلہ عالم  
ہارویؒ سے گیارہ بار پڑھا۔ اس کے بعد راقم نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ عالم ہارویؒ

(حضرت خواجہ خدابخش صاحبؒ) اور حضرت قبلہ فخر الاولیاء (حضرت مولانا غلام فخر الدین جو  
حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے بڑے بھائی اور پیر ہیں) نے کتنے بار لوائح شریف پڑھی  
ہے فرمایا ایک ایک بار۔ راقم نے عرض کیا کہ حضور نے اپنے شیخ سے کتنی بار پڑھی ہے فرمایا  
تین بار۔ ایک بار میں نے خود پڑھا ہے اور دو بار سنا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے  
شیخ علیہ الرحمۃ نے کئی بار فرمایا ہے ہم نے غلام فریدؒ کو علم توحید اور مسئلہ وحدۃ الوجود  
سمجھانے میں اس قدر کوشش کی ہے کہ گویا مکھن اور روتی کو یک جان کر کے اور مالیدہ  
(چوری) بنا کر لقمہ اُسے کھلایا ہے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اگر کوئی شخص میرے  
بعد ان کے پاس آئے اور اس علم توحید کے متعلق سوال کرے یا سبق پڑھے تو مقصود  
کو پہنچ سکے گا۔

## لفظ صوفی کی ابتدا

اس کے بعد لفظ صوفی کی ابتدا کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے  
فرمایا کہ پہلے صوفی حضرت شیت علیہ السلام ہیں کیونکہ آدم  
علیہ السلام کے بعد نبوت وراثت کے طور پر حضرت شیت علیہ السلام کو ملی۔ اس لیے ان کو

حق تعالیٰ نے صوفی کے نام سے یاد فرمایا۔ اُن کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام صوفی ہیں۔ اُن کے بعد افضل و اکمل صوفی حضور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ اُن حضرت پر ایمان لے آئے اور اس ایمان پر فوت ہوئے وہ اصحاب کہلاتے ہیں۔ جن لوگوں کو اصحاب رسول کی صحبت نصیب ہوئی ہے وہ تابعین ہیں اور جن لوگوں کو تابعین کی صحبت نصیب ہوئی ہے وہ تبع تابعین کہلاتے ہیں۔ تبع تابعین کے بعد طبقہ صوفیہ کرام ہے۔ چنانچہ پہلے صوفی حضرت ابو ہاشم ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریا کے دقائی کو (باریکیوں کو) نہ پہچان سکتا۔

### امام ابو حنیفہ صوفی

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت امام اعظمؒ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے مگر آپ صوفی بھی ہیں۔ چنانچہ آپ کو امام اعظم صوفی ابو حنیفہ صوفی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ پر صوفی صوفی کا اطلاق متاخرین نے کیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ متقدمین نے اہل اسلام کے تین فرقے بتائے ہیں اول صوفیہ کرام، دوم محدثین،

### اہل اسلام کے تین فرقے

سوم فقہاء ان کا کہنا ہے کہ صوفیہ کرام سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہیں و دوم محدثین، سوم فقہاء ہیں، جو ظاہر حدیث شریف کے عامل ہیں اور اپنے اجتہاد کو دخل نہیں دیتے فقہاء سے اولیٰ ہیں اور فقہاء جو ارباب اجتہاد و اصحاب رائے ہیں ہر دونوں فرقوں سے کم ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں یہ کہتا ہوں اب ہمارے زمانے میں بھی حضرات صوفیہ کرام محدثین و فقہاء سے اول و افضل ہیں اہل ظاہر محدثین سے اس وجہ سے کہ ہمارے زمانے میں محدثین میں فساد و فتنہ واقع ہو گیا ہے اور وہابیت میں مبتلا ہو گئے ہیں اور صوفیہ کرام کی فقہاء پر افضلیت اس وجہ سے ہے کہ حضرات صوفیہ کرام نے مذہب مذہب اختیار کیا ہے اور ایسا معتدل اور پسندیدہ مشرب اختیار کیا ہے کہ جس پر محدثین بھی عمل پیرا ہیں اور فقہاء بھی۔



**آئمہ مجتہدین کا اتقی** | اس کے بعد فرمایا کہ تمام آئمہ مجتہدین (چار امام) فقر اہل کمال تھے۔ چنانچہ حضرت امام اعظمؒ کی شان میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے "سراج امتی" (میری امت کا چراغ) اور امام مالکؒ کے حق میں بھی وارد ہوا ہے کہ "عالم المدینہ" ("مدینہ کے عالم") آپ نے ساری عمر مدینہ منورہ میں گزاری اور ایک رات بھی مدینہ سے باہر بسر نہ کی۔ اس خوف سے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر موت نہ آجائے اور امام شافعیؒ کے حق میں بھی ایک حدیث وارد ہوئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت امام اعظمؒ کا اتقی تو دیکھو۔ ایک دفعہ کسی شخص کی بکری گم ہو گئی تو آپ نے اس روز سے گوشت کھانا بند کر دیا کہ شاید وہ بکری کسی قصاص کے ہاں ذبح ہو جائے۔ چنانچہ تمام آئمہ کرام اتقی میں مشہور تھے۔

**اولیاء کرام کا تقویٰ** | لیکن اولیاء کرام کا اتقی بھی ملاحظہ ہو۔ روایت ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی قدس سرہ نے جو شیخ وقت اور شیخ حرم تھے ایک دن آٹا آب زمزم میں خمیر کر کے روٹی پکائی اور روٹی کو بیت اللہ شریف کی دیوار کے ساتھ مس کر کے کسی شخص کے ذریعے حضرت شیخ بایزید بسطامی کے پاس بھجوائی اور کہلا بھیجا کہ میرے لیے دعا خیر فرماؤں۔ اس آدمی نے روٹی بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں پیش کی اور بتایا کہ آب زمزم سے خمیر شدہ ہے اور کعبۃ اللہ سے لگی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا اگرچہ آب زمزم سے خمیر شدہ ہے اور کعبۃ اللہ سے مس کی ہوئی ہے لیکن میں نہیں کھا سکتا اس وجہ سے کہ معلوم نہیں آٹا کہاں سے آیا تھا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھو روٹی بھیجنے والا کیسا بزرگ ہے اور روٹی کیسی ہے لیکن حضرت بایزیدؒ کا تقویٰ بھی دیکھو۔

**حضرت سہل تستریؒ کی بکری کا تقویٰ** | اس کے بعد فرمایا حضرت سہل بن عبد اللہ تستریؒ فرماتے تھے کہ میں ملائک پر محبت ہوں اور میری بکری علماء و فقہاء پر محبت ہے۔ جب آپ کی یہ بات علماء تک پہنچی تو انہوں نے آپ کے پاس جمع ہو کر پوچھا کس طرح آپ ملائک پر اور آپ کی

بکری علماء پر حجت ہو گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ساٹھ ساٹھ ستر ستر دن متواتر صوم طے اور صوم وصال رکھتا ہوں۔ اور یہ صفت ملائکہ کی ہے۔ میری بکری اس وجہ سے علماء پر حجت ہے کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ جانور حلال اور حرام کھانے میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔ ان کو حلال کا گھاس دو یا حرام کا فوراً کھا جاتے ہیں۔ اب آپ میری بکری کو گھاس کھلا کر دیکھو اگر کھا جاتی ہے تو حجت نہیں ہے اگر نہیں کھاتی تو علماء پر حجت ہے۔ چنانچہ علماء نے ہر قسم کا گھاس بکری کے آگے رکھا لیکن گھاس کا سونگھنا اور چکھنا تو بجائے خود اس نے اس کی طرف نظر بھی نہ کی۔ علماء نے پوچھا آخر کوئی چیز کھاتی ہوگی۔ حضرت سہلؒ نے خشک گھاس کی ایک زمبیل اٹھائی جو آپ ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے اور بکری کے آگے رکھتی۔ اس نے فوراً کھانا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا تمہارا گھاس مشتبہ تھا لیکن میرا گھاس حلال ہے اس وجہ سے کہ میں دُور جاتا ہوں دُور پہاڑوں سے وہ گھاس کاٹ کر لے آتا ہوں جو کسی کی ملکیت نہیں ہے لہذا میری بکری علماء و فقہاء پر حجت ہے کیونکہ وہ حلال حرام کی پہچان نہیں رکھتے۔

## امام اعظم کی نماز اور ہاتف کا جواب

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن امام اعظمؒ بیت اللہ شریف میں

نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ہر کونے میں جا کر نماز پڑھتے تھے اور ہر نماز کے بعد یہ نجات پڑھتے تھے مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

صوم طے اور صوم وصال دو روزے ہیں جو کئی دن متواتر رکھے جائیں اور درمیان میں نہ افطار کیا جائے نہ سحری بلکہ ان ایام میں رات دن نہ کچھ کھایا جاتا ہے نہ پیا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادھم ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر سحری کر لیتے تھے اور شوال کا چاند دیکھ کر افطار کرتے تھے اور دن کے وقت گرمی میں سارا دن مزدوری پر گندم کاٹتے تھے اور جو کچھ حاصل ہوتا روٹی پکا کر دوستوں کو کھلاتے تھے۔ یاد رہے کہ آپ نے بادشاہی چھوڑ کر فقری اختیار کی تھی۔ گندم کاٹنا اور دھوپ میں پھرنا آپ کی عادت نہ تھی۔ (ماخوذ از کشف المحجوب، مصنفہ شید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری)۔



(اے اللہ ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا اور نہ تیری معرفت کا حق ادا کیا) غیب سے آواز آئی کہ تو نے ہماری عبادت کا حق ادا کر دیا ہے اور ہماری معرفت کا حق بھی ادا کر دیا ہے ہم نے تجھے بخش دیا اور تمہارے تابعین کو بھی بخش دیا (تابعین مبنی وہ لوگ جو امام صاحب کے طریقے پر ہیں)۔ اس کے بعد فرمایا کہ امام اعظمؒ کو اس لیے امام اعظم کہتے ہیں کہ آپ چاروں ائمہ کرام سے بڑے اور سب کے استاد تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار اصحاب کرام کی زیارت کی ہے اور ان کی صحبت میں بیٹھے ہیں۔

**امام مالکؒ کی شہرت کی وجہ** | اس کے بعد فرمایا کہ امام مالکؒ کی اس وجہ سے شہرت ہوئی کہ ایک دن مدینہ طیبہ میں ایک عورت کا انتقال

ہو گیا اور اس کو غسل دینے لگے۔ غسل دینے والی عورت اس کو غسل دے رہی تھی جب اس کا ہاتھ میت کے عضو مخصوص پر پڑا تو مذاق کے طور پر کہنے لگی کہ معلوم نہیں اس نے کیا کام کیے ہوں گے۔ یہ کہنا تھا اس کا ہاتھ اسی جگہ چپٹ گیا۔ اور وہ آہ و زاری کرنے لگی۔ سب لوگ حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ کیونکہ جب تک اس کا ہاتھ نہ چھوٹتا غسل اور دفن ناممکن تھا۔ یہ ایک عظیم حادثہ تھا اور مدینہ منورہ کے تمام علماء کو جمع کر کے پوچھا گیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ کسی نے کہا کہ غسل دینے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ کسی نے کہا کہ زندہ عورت کا ہاتھ کاٹنا باعث عذاب ہے مردہ عورت کا عضو کاٹ دیا جائے۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ امام مالک اس وقت نوجوان تھے اور ابھی علمائے مدینہ سے سبق لیتے تھے۔ انہوں نے علماء سے عرض کر کیا کہ میرے نزدیک اس مشکل کا ایک حل ہے۔ آپ حضرات میرے استاد ہیں اگر قبول کر لیں تو بہتر ورنہ آپ مالک ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا حل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مردہ عورت محض ہستی یہ عورت قدح محضہ کی مرتب ہوئی ہے اس لیے اس پر حد لازم ہے۔ حد لگائی جائے تو مجھے یقین ہے کہ اس کا ہاتھ چھوٹ جائے گا۔ چنانچہ اس کے اسی دڑے لگائے گئے اور اس سے اس کا ہاتھ آزاد ہو گیا اور سب لوگوں نے امام موصوف کی فراست کی داد دی۔ اس روز سے آپ کی شہرت ہو گئی۔

ع ۱ اصحاب سے مراد چار یا یعنی حضرت ابو بکرؓ نہیں بلکہ اور چار اصحاب نبیؐ۔

## امام مالک اور حبیب رسولؐ

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت امام مالکؒ کے دل میں حضور  
سردار کائنات کی محبت اس قدر تھی کہ ساری عمر مدینہ میں

گزار دی اور ایک دن بھی باہر نہ گئے اس خیال سے کہ شاید وہاں اُن کی موت واقع ہو جائے  
اور اسی جگہ دفن ہو کر مدینہ منورہ سے محروم ہو جائیں۔ انہوں نے ساری عمریں صرف ایک حج کیا تھا  
اور باقی ساری عمر مدینہ منورہ میں گزاری جب آپ کا وصال ہوا تو جنت البقیع میں دفن ہوئے  
آپ جب مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں پھرتے تھے تو لنگے پاؤں ہوتے تھے اس خیال سے  
کہ ان گلیوں میں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پھرے تھے آل حضرت کے قدموں کی جگہ  
پر جو تاپہن کر جانا بے ادبی ہے۔

## امام شافعیؒ

اس کے بعد فرمایا کہ امام شافعیؒ قدس سرہ بھی بڑے بزرگ تھے۔ آپ  
قریشی مطلبی تھے۔ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں جس چیز میں غور کرتا  
ہوں اس کی حقیقت مجھے معلوم ہو جاتی ہے لیکن جب حقیقت صوفیا میں غور کرتا ہوں تو اس  
کا ادراک نہیں ہوتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ امام شافعیؒ اکثر بشر حافیؒ کی خدمت میں جایا کرتے  
تھے اور فیض صحبت سے مستفیض ہوتے تھے۔ لوگوں نے کہا آپ امام وقت ہیں اور بشر حافیؒ  
اتنے عالم نہیں ہیں آپ کو اُن کے پاس جانے سے کیا فائدہ۔ فرمایا کہ میں نے ساری عمر اجتہاد  
کے فکر اور احکام الہی میں گزاری ہے اور انہوں نے ساری عمر استفراق اور فکر معرفت  
الہی میں گزاری ہے پس یہ بڑا فرق ہے اصل کجا، اور فرع کجا۔ (یعنی معرفت حق اصل  
جہاں ہے اور احکام شریعت فرع (شاخ)۔)

## چار پیر

اس کے بعد فرمایا کہ پیر چار اقسام پر ہیں۔ اول پیران شریعت یعنی  
ائمہ اربعہ حضرت امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ  
بن حنبلؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ دوم پیران طریقت۔ اور وہ ہیں حضرت امام حسنؒ، حضرت  
امام حسینؒ، حضرت کبیل ابن زیادؒ اور امام حسن بصریؒ سوم پیران معرفت۔ یعنی آل حضرت

امام احمدؒ بھی حضرت بشر حافیؒ کے فیض یافتہ ہیں۔ پناہیچ جب حضرت بشر حافیؒ کی سواری لکھتی تھی تو  
امام احمدؒ رُکاب تمام کر چلتے تھے۔ حضرت بشر حافیؒ تو بے پہلے (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)



صلی اللہ علیہ وسلم کے چار خلفائے راشدین۔ چہارم۔ پیران حقیقت یعنی حضرت جبریلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت عزرائیلؑ اور حضرت اسرافیلؑ علیہم السلام۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی شخص حقیقت سے چھل جائے تو معرفت کا سہارا لے گا، معرفت سے گر جائے تو طریقت کا سہارا لے سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص شریعت سے گر جائے تو نعوذ باللہ اس کا کہیں ٹھکانا نہیں اور کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

## شریعت و طریقت

اس کے بعد فرمایا کہ طریقت شریعت سے زیادہ مشکل ہے۔ اس وجہ سے کبھی بعض امور جو شریعت میں حلال ہیں طریقت میں حرام ہو جاتے ہیں۔ مثلاً مباح چیز جو شریعت میں جائز ہے لیکن طریقت

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ :

بڑے شریف تھے ایک دن راستے میں ایک کاغذ پڑا دیکھا۔ اٹھایا تو اس پر بسم اللہ شریف لکھی ہوئی تھی آپ نے اس کو پاک و صاف کر کے آنکھوں سے لگایا اور عزت سے اونچی نگہ پر رکھ کر یہ رات کو بغداد کے ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بشر سے کہہ دو کہ تم نے ہمارے نام کی عزت کیا ہے۔ ہم تمہارے نام کی عزت کیسے گے۔ یہ پیغام سن کر وہ ثابت ہوئے اور بڑے کمال حاصل کئے۔ آپ نگے پاؤں رہتے تھے اور جب تک آپ زندہ رہے بغداد کی گایوں میں کسی جانور نے پائنا نہ پیشاب کیا۔ ایک دن ایک بزرگ نے ایک گائے کو پیشاب کرتے دیکھا تو ہائے کر کے رونے لگے کہ ان بشرانی کا انتقال ہو گیا ہوگا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی ان کا انتقال ہو گیا ہے۔

یہ پڑھ کر نام نہاد صوفی جو وحدت الوجود کی آڑ میں صوم و صلوٰۃ و احکام شریعت ترک کر دیتے ہیں بلکہ دھج جہاں بھی اسی آڑ میں کرتے ہیں خود نہا کر لیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ بھی دلت الوجود کے قائل تھے لیکن سختی سے صوم و صلوٰۃ و احکام شریعت کے پابند تھے۔ آپ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ ہر وقت بحر فانی اللہ میں غوطے لگاتے پھرتے تھے لیکن پھر بھی صوم و صلوٰۃ ترک نہ فرمایا۔ لیکن افسوس ہے ان نام نہاد صوفیوں پر جو وحدت الوجود کی باتیں صرف کتابوں میں پڑھ لیتے ہیں اور فانی اللہ کی ہوا تک نہیں سمجھتے لیکن انا الحق کے نعرے لگانا شروع کر دیتے ہیں اور شریعت کی پابندی سے گریز کرتے ہیں۔

میں ناجائز ہے! اس کے بعد فرمایا کہ شریعت پوست کی مانند ہے اور طریقت مغز ہے۔ جب تک پھل پختہ نہیں ہوتا چھلکا مغز سے جدا نہیں ہوتا بلکہ کھجان ہوتے ہیں۔ جب پھل پک جاتا ہے تو چھلکا جدا ہو جاتا ہے۔ پس جو شخص احکام طریقت میں پختہ نہیں ہوا، مگر خام کی طرح ہے۔ اگر ذرہ بھر شریعت کے احکام سے تجاوز کرے گا تو گمراہ ہو جائے گا اور جو شخص طریقت میں کامل ہو گیا ہے وہ مگر پختہ کی مانند ہے اور گھٹلی کی طرح پوست سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اُسے کسی کام کی احتیاج نہ ہوگی۔ (لیکن اس کے باوجود بھی مشائخ عظام ہمیشہ پابند شریعت رہتے ہیں۔ اگر دائمی استغراق میں رہ جائیں تو ہدایت خلق کس طرح انجام دیں؟)

اس کے بعد حضرت قطب الموحدين خواجہ محمد بخش نے حضرت اقدس ارواح اولیاء سفید پیور کی شکل میں سے مشکوٰۃ شریف کا سبق پڑھنا شروع کیا۔ اس باب میں رُوح کی جسم سے مفارقت اور اس کے آسمان پر عروج کا ذکر آیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ شہداء کے ارواح سبز پرندوں کی شکل اور اولیاء کرام کے ارواح سفید پرندوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک دن شیخ علی رامینی (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ ہیں) اپنے خلفا کو توجہ دے رہے تھے کہ اوپر سے ایک سفید پرندے نے بلند آواز سے کہا کہ ”شاباش اللہ کے بندوں

۱۔ مثلاً دھانی فیصدی زکوٰۃ شریعت کا حکم ہے لیکن طریقت میں ناجائز ہے۔ شریعت کی زکوٰۃ دھانی فیصد ہے اور طریقت کی زکوٰۃ دھانی فیصد لکھنوی راہِ خدا میں دینا ہے۔ لیکن یہ خواص و اخص حضرات کی زکوٰۃ ہے۔ اس لیے فرمایا گیا ہے کہ حسنات الا برار سیئات مقربین (عام نیک لوگوں کے لیے جو امور نیکی میں شمار ہوتے ہیں خواص مقربین کے نزدیک ان کا شمار گناہوں میں ہوتا ہے) طریقت کی بنیاد اس حدیث پر ہے لا یومن احدکم حتی یحب لا ٰخیه ما یحب لنفسه (تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔)



کی تفتین اور تربیت میں جان لگا دو یہ آواز حلقہ کے تمام لوگوں نے سنی۔ جس سے سب پر غمزدگی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا کہ یہ آواز دینے والا کون تھا۔ شیخ علیؒ نے فرمایا کہ مشائخ ترک میں سے ایک بزرگ کا آخری وقت تھا چنانچہ انہوں نے حق سبحانہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا اللہ العالمین اپنے دوستوں میں سے کسی کو میرے پاس صبح دیں تاکہ میری جان آسانی اور خوشی سے نکل جائے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کے لیے دو بزرگ مامور فرمائے جن میں سے ایک میرے پیر حضرت شیخ محمود فضویؒ تھے۔ چنانچہ وہ بزرگ اب فوت ہو گئے ہیں اور میرے شیخ علیہ الرحمہ وہاں سے فارغ ہو کر میری ملاقات کے لیے یہاں تشریف لائے ہیں اور تم لوگوں کی سفارش فرمائی ہے۔

### حضرت ذوالنون مصریؒ پر طیور کا سایہ کرنا

شیخ ذوالنون مصریؒ کا وصال ہوا اور آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو بمشمار سفید رنگ کے پرندوں نے جمع ہو کر جنازہ پر اور جنازہ اٹھانے والوں پر سایہ کر دیا۔ حتیٰ کہ مدفن تک یہی حال رہا یہ کرامت دیکھ کر بے شمار یہودی مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سفید پرندے اولیاء اللہ کی رُوحیں تھیں۔ اس قسم کے پرندوں نے دو حضرات پر سایہ کیا ہے۔ ایک حضرت ذوالنون مصریؒ دو سرے شیخ مزنیؒ جو امام شافعیؒ کے شاگرد تھے۔

### ایک بزرگ کی موت

شیخ ابن الفارضؒ کو بلا کر فرمایا کہ میرے پاس آ جاؤ اور یہ کچھ رقم ہے اس سے میری تجمیز سکھین کرنا اور جنازہ اٹھانے والوں کو اجرت دینا۔ میرا جنازہ اٹھا کر فلاں جگہ پر رکھنا وہاں پہاڑوں سے نکل کر ایک بزرگ آئیں گے اس کے ساتھ میرا جنازہ پڑھ کر منتظر رہنا کہ خدا تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیخ ابن الفارضؒ نے تجمیز و تکفین کے بعد جنازہ مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ اور انتظار کرنے لگے۔ ناگاہ ایک برقعہ پوش بزرگ پہاڑ سے نکل کر آئے اور امام بن کر نماز جنازہ پڑھائی اور پھر پہاڑ کی جانب روانہ ہو گئے۔ شیخ

ابن الفارض نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے آپ وہی مجذوب ہیں کہ جسے مصر کے بازار میں بچے پتھر مارتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں۔ اس کے بعد شیخ ابن الفارض اس بزرگ کی وصیت کے مطابق بیچ کر انتظار کرنے لگے۔ ناگاہ آسمان کی طرف ایک ہیبت ناک آواز سنائی جس کو سن کر شیخ ابن الفارض نے سر جھکا لیا۔ اس کے بعد ایک سفید رنگ کا بہت بڑا پرندہ جس کی جسامت ہاتھی کے برابر ہوگی نمودار ہوا اور وہ آواز اس کے پروں کی آواز تھی۔ اس نے جنازہ کو اپنی چونک سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے حلق سے نیچے اتارا اور پھر آسمان کی طرف اڑ گیا۔ اس کے بعد ہوا سے یہ آواز آئی کہ چونکہ اس بزرگ

شیخ ابن الفارض مصر کے بہت بڑے بزرگ ہیں۔ آپ عارف باللہ اور ملین پادشاہ بھی تھے۔ قصائد ابن الفارض دلیا بزم میں مشہور اور کئی یورپی زبانوں میں ان کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ لیکن یہ قصائد جیسا کہ عام دستور ہے کسی بادشاہ کی تعریف میں نہیں لکھے گئے بلکہ خائف و عارف اللہ کا سرچشمہ ہیں۔ آپ کے بلند مقام کا اس حکایت سے پتہ چلتا ہے۔ کتاب مراۃ الاسرار میں لکھا اور مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی کتاب علوم و عمل میں یہ واقعہ درج کیا کہ سب ابن الفارض کا آخری وقت آیا تو ایک بزرگ کہتے ہیں کہ مجھے انہوں نے اپنے پاس بلایا۔ اسی طرح طرح اور اولیاء اللہ بھی جمع ہونے لگے۔ نزع کی حالت میں ابن الفارض کو حق تعالیٰ کی طرف سے سات بہشت دکھائے گئے اور زمان ہوا کہ یہ قہار مقام ہے لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا اور یہ شعر پڑھا۔

إِنْ كَانَ مِنْ لِقَائِ الْحُبِّ عِنْدَ كُمْ

مَا قَدْ رَأَيْتُ فَصَحَيْتُ أَيَا هُمْ

(اے محبوب اگر میرے عشق کی بھی قدر و منزلت ہے جو میں دیکھ رہا ہوں یعنی سات بہشت تو میں نے اپنی عمر برباد کی۔ مطلب یہ کہ میں نے اس لیے تیرے ساتھ عشق نہیں لگایا تھا کہ اس کا بدلہ بہشت کی سات میں لوں گا۔ یہ عشق نہیں بھارت اور مزدوری ہے) اس کے بعد اُن پر تجلی نازل ہوئی اور اسی میں جاں بحق ہو گئے۔



نے ستر سال ہماری رضا جوئی کی خاطر زمین سے پہلو نہیں لگایا اور وہ آرام کیا پس ہم بھی اُس کے جنازہ کو زمین پر نہیں رکھتے۔

## مقبول ۴: بوقت چاشت بروز پنجشنبہ ۲۶ شوال ۱۴۱۶ھ

حضرت قطب الموعودین مشکوٰۃ شریف کا سبق پڑھ رہے تھے۔ ایک حدیث میں یہ ذکر آیا کہ جب حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری وقت آیا تو اُمّ البشر بنتِ برادر اُن کے پاس گئیں اور کہا کہ اے کعب اگر میرے بیٹے بشر کے ساتھ تیری ملاقات ہو تو اسے میرا سلام کہنا۔ حضرت کعبؓ نے ہواب دیا کہ اے اُمّ البشر میں تو اُس وقت اپنے اعمال و جزا میں مشغول ہوں گا تیرا سلام کس طرح پہنچاؤں گا۔ اس وقت حاضرین مجلس میں سے کسی نے عرض کیا کہ کیا عالم ارواح میں رد و حمل کی ملاقات اسی دنیا کی طرح ہے۔ آپ نے فرمایا جب حضرت قید ہوئے محب النبیؐ کا انتقال ہوا تو حضرت قبلہ عالم ہماروی کو مجید مدہ ہوا پھر جب حضرت قید ہوئے کا وہ سال ہوا تو غم دگما ہو گیا چنانچہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس غم نے بوڑھا کر ڈالتا ہے حضرت اقدسؑ فرمایا کہ جیسا کہ اس غم سے آپ کے جسم پر جھریاں خود دار ہو گئی تھیں اور ان خدمات کے بعد آپ اس دنیا میں ایک ڈیڑھ سال زندہ رہے۔

دنیا اور عالم برزخ کی ملاقات میں فرق | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم سے ایک خادم محرم راز نے عرض کیا کہ حضورؐ آپ کی تو ہر وقت ان سے ملاقات ہوگی یہ غم کس لیے ہے۔ حضرت قبلہ عالم ہمارویؑ نے فرمایا کہ اس حسی رنجوی ملاقات کا لکھن کجا اور عالم برزخ کی روحانی ملاقات کجا۔

غوثیت متفقہ کا مطلب | اس کے بعد حضرت احمدؑ نے فرمایا کہ اسے ارض خدا تعالیٰ میں مشتمل نہیں ہوتے۔ بجز قطب مدار یعنی غوثِ زمان کی صورت میں جو سارے جہاں میں ایک ہوتا ہے اور کوئی وقت غوث سے خالی

نہیں تھا لیکن غوثیت غوث جو متفق علیہ ہو سوائے غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی  
 قدس سرہ کے سوا کسی اور ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوئی۔ (یعنی جس غوث کی غوثیت پر  
 وقت کے تمام اولیاء اللہ متفق ہوں آپ کے سوا کسی کو نصیب نہ ہوئی۔) اچھا بچہ بعض  
 اولیاء اللہ ایک ولی اللہ پر متفق ہو جاتے ہیں کہ غوثِ زمان ہے اور کوئی دوسرا ولی اللہ  
 (اُسی شان کا) آئے تو کہتے ہیں کہ یہ قطبِ ولایت ہے نہ کہ قطبِ مدار اس لیے اس کی  
 غوثیت متفق علیہ نہ ہوئی۔ (لیکن حضرت غوث اعظم کی غوثیت پر کسی ولی اللہ کو اختلاف  
 نہ ہوا تھا)۔

## مقبوس ۴۲: بوقت چاشت بروز جمعہ ۲۷ شوال ۱۳۱۶ھ

اس وقت حضرت اقدس کتاب شریفی اور شرح وقایہ  
 دیکھ رہے تھے۔ مطالعہ سے فارغ ہو کر فرمایا کہ غلام کا  
 نان نفقہ آقا پر واجب ہوتا ہے۔ اگر آقا نفقہ دینے سے انکار کرے تو غلام بذریعہ کسب بڑی  
 کماسکتا ہے لیکن اس میں آقا کا کوئی حصہ نہیں۔ اگر غلام کسب کے قابل نہ ہو تو قاضی کے  
 حکم سے غلام جبراً آزاد کرایا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد احقر کے ہاتھ میں کتاب دیکھ کر فرمایا یہ کونسی کتاب ہے احقر نے دست بستہ  
 عرض کیا کہ یہ اشاراتِ فریدی کی تیسری جلد ہے تصحیح کے لیے لایا ہوں۔ آپ نے تبسم سے  
 فرمایا کہ اچھا پڑھو۔ احقر نے شروع سے آٹھویں مقبوس تک کتاب پڑھ کر سنائی۔ آپ کمال  
 لطف و عنایت سے سنتے رہے دو جگہ اصلاح بھی فرمائی۔ آخر میں فرمایا کہ خوب دیکھا ہے۔

## مقبوس ۴۳: بوقت چاشت بروز شنبہ ۲۸ شوال ۱۳۱۶ھ

آپ نے فرمایا کہ مقابیس المباحس پڑھو۔ احقر نے نانوں میں مقبوس سے تیرھویں تک



بڑھ کر سنایا۔ آپ نے توجہ سے سنا اور ایک مقام پر تصحیح فرمائی۔ اس کے بعد ایک طالب علم کو آپ نے کتاب شرح عقائد و ہدایہ کا فرقہ میں اور سراجی کامیبرداشت میں درس دیا۔

## مقبوس ۴۴: بوقت چاشت بروز یکشنبہ ۲۹ شوال ۱۲۱۶ھ

اس مقبوس میں چند گہرے باتیں مذکور ہیں جو سبق آموز نہ ہونے کی وجہ سے ترک کی گئی ہے اس خیال سے کہ کتاب کی ضخامت اور قیمت زیادہ نہ ہو تاکہ ہر شخص خرید سکے۔

## مقبوس ۴۵: بوقت ظہر بروز یکشنبہ ۲۹ شوال سال مذکور

**ترکِ عشقِ مجازی** مجلس میں عشقِ مجازی پر گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ عشقِ مجازی کو سوک و فقر میں کوئی دخل نہیں ہاں اگر اس سے درد اور جذب پیدا ہو تو اس وقت مفید ہے اگر عشقِ مجازی اس کو چے میں مفید ہوتا تو اسے ترک کرنے کا حکم نہ ہوتا۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمن جامی فرماتے ہیں:   
 دے باید کہ در صورت مغانی و زین پل زود خود را بگذرانی

۱) انسان کو چاہیے کہ صورت میں نہ پھنسا رہے بلکہ بے صورتی اور بے رنگی ذات کی طرف کوشاں رہے۔ اگر عشقِ مجازی ناگزیر نہ ہو تو اس پل سے فوراً گذر جائے یعنی قیام نہ کرے۔   
 چو خواہی زحمت در منزل نہادون نباید بر سر پل ایستادون   
 (اگر تو منزل پر پہنچ کر آرام کرنا چاہتا ہے تو درمیانی پل پر قیام پذیر مت ہو جا)۔

۲) عرفاء کے نزدیک طالبِ صفات سے طالبِ ذات کا مرتبہ زیادہ بلند ہے اور عشقِ مجازی تو طلبِ صفات سے بھی کم درجہ کا ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ فرید الدین عطار نے فرمایا ہے کہ جب انسان کے حسن کا انحصار خون اور رطوبت پر ہے تو لازماً عشق کی بنیاد خون اور گوشت ہے اس وجہ سے کہ جب چہرے کی تازگی اور لطافت اور جوانی کے خون کا جوش ختم ہو جاتا ہے تو حسن میں بھی زوال آ جاتا ہے جیسی کہ ختم ہو جاتا ہے جس طرح حالت بیماری اور پیری میں۔ چنانچہ وہ عشق جو چہرے کی لطافت اور تازگی کی وجہ سے ہوتا ہے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے اس لیے سالک کو چاہیے کہ اس قسم کے عشق میں نہ پھنس جائے بلکہ اس سے فوراً گذر جائے۔

عشق مجازی مطلق کو مقید ہن تلاش کرنا، اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ اودالدین کرمانی نے سے حضرت

شیخ شمس تبریزی نے دریافت کیا کہ آپ کس کام میں مشغول ہیں۔ شیخ اودالدین نے جواب دیا کہ چاند کو پانی کی پشت میں دیکھتا ہوں۔ شیخ شمس الدین نے فرمایا اگر تمہاری گردن پر دہل (چھوڑا) نہیں ہے تو چاند کو براہ راست آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ اودالدین مطلق کو مقید میں تلاش کر رہے تھے۔ اس لیے شیخ شمس الدین تبریزی نے فرمایا کہ عشق مجازی میں کیوں پھنس گئے ہو اور مقید پر کس لیے فریفتہ ہو مقید کو چھوڑ کر مطلق کو تلاش کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی معشوق پر عاشق ہوتا ہے تو اسے چھوڑ کر دوسرے پر عاشق ہوتا ہے پھر تیسرے پر اسی طرح اس کو قرار نہیں ہوتا۔ اس قسم کا آدمی ہر گز ولایت و فقر کو نہیں پہنچ سکتا۔ تاریخ میں صرف بہن ایسے بزرگان ہوئے ہیں جو شروع سے آخر تک عشق مجازی میں رہے۔ ایک شیخ فخر الدین عراقی دوسرے شیخ اودالدین کرمانی، تیسرے شیخ احمد غزالی۔ اس کے باوجود وہ فقر و ولایت میں بھی کامل تھے۔ البتہ مشائخ طریقت کے نزدیک مطعون (زہر طعنہ) منور ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ تینوں مشائخ سچے عاشق تھے اور ان سے ہرگز خطا سزا نہیں ہوئی۔ شادمان وقت نے ان کو آزمائے کی بہت کوشش کی کہ آیا وہ اپنے محبوب و معشوق کے ساتھ خلوت و تنہائی میں بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔ لیکن ہمیشہ سی ثابت ہوا کہ وہ خلوت میں نہیں بلکہ بر ملا لوگوں کے سامنے نظارہ حسن کرتے تھے۔ جب حضرت شیخ اودالدین کرمانی پر مجلس شام



میں وجد طاری ہوتا تھا تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور سینے سے پیراہن چاک کر کے امارہ (جمع اُمر یعنی بے ریش) کے سینے سے بھی پیراہن چاک کر دیتے تھے اور سینے سے سینہ لگاتے تھے۔

خلیفہ بغداد کے حکم کی خلاف ورزی | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ اوحید الدین کرمانی رحمہ اللہ بغداد تشریف

لے گئے۔ جب خلیفہ بغداد کو اطلاع ہوئی تو اس نے کہا کہ اگر میرے سامنے اس نے سماع میں یہ حرکت کی یعنی حسینوں کے سینے سے سینہ لگایا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ جب مجلس سماع گرم ہوئی تو خلیفہ بھی پہنچ گیا۔ حضرت شیخ کو نورِ باطن سے خلیفہ کے دل کی بات معلوم ہو گئی۔ جب آپ پر وجد و حال طاری ہوا تو آپ یہ رباعی فی البیت تصنیف کے پڑھ رہے تھے اور رقص کر رہے تھے اور سینہ حسینوں کے سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ رباعی :

سہل است مرا بر سرِ خنجر بودن در پائے مرا و دوست بے سر بودن  
تو آدم کہ کافرے را بخشی | غازی چو توئی رواست کافر بودن  
(میرے لیے سر کٹانا اور برضاے دوست میں بے سر ہونا آسان ہے۔ تو  
اس لیے آیا ہے کہ کافر کو قتل کرے۔ جب تو غازی بن رہا ہے تو میرے لیے  
کافر ہونا جائز ہے)۔

یہ دیکھ کر خلیفہ کے دل میں اس قدر ہدیت پیدا ہوئی کہ حضرت شیخ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔

اولیاء کرام کی رواداری | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمہ اللہ قدس سرہ کی مجلس میں شیخ اوحید الدین

کا ذکر آیا تو آپ نے برہم ہو کر فرمایا کہ میرے سامنے اس بدعتی کا نام مت لو۔ جب اس بات کی اطلاع شیخ اوحید الدین کو ہوئی تو فرمایا کہ حضرت شیخ نے مجھے بدعتی کہا ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میرا نام تو آپ کی زبان پر آیا ہے۔ میرے لیے یہی فخر کی بات ہے۔

شیخ روز بہان نقلی اور عشق مجازی

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ روز بہان نقلی رحمہ اللہ تفسیر

عرائس البیان) جو شیخ حرم تھے مکہ معظمہ میں ایک مغنیہ (کانے والی عورت) پر عاشق ہو گئے۔ چونکہ آپ ہمیشہ حالت جذب میں رہتے تھے کسی شخص کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ مغنیہ پر عاشق ہیں۔ ایک دن آپ نے خرقہ اور لباس فقر اتار کر صوفیان حرم کے آگے پھینک دیا اور فرمایا کہ اس سے پہلے میرا جد حق تعالیٰ کے لیے تھا اب اس مغنیہ کے لئے ہے۔ چونکہ قوم لوگ یہ سمجھتے رہے کہ یہ وجد و حال حق تعالیٰ کے لئے ہے میں صدق و راستی کو کذب و دروغ کے ساتھ مخلوط نہیں کرنا چاہتا۔ یہ لو خرقہ اور لباس فقر یہ کہہ کر آپ چلے گئے اور کئی مدت تک مغنیہ کے عشق میں رہے۔ جب اس مغنیہ کو معلوم ہوا کہ آپ شیخ کامل ہیں تو وہ ادب و نیاز سے پیش آنے لگی۔ کچھ عرصے کے بعد مغنیہ کا عشق آپ کے دل سے زائل ہو گیا اور حرم شریف میں واپس آ گئے اور صوفیان حرم سے اپنا خرقہ واپس لے لیا۔

شیخ جلال الدین تھانیسری کا عشق

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمہ اللہ کا جو

مشائخ صابریہ میں سے ہیں، ایک فرزند تھا جو نہایت ہی حسین و غور و خفا۔ حضرت شیخ کو اس سے بہت محبت تھی۔ تقدیر الہی سے وہ لڑکا فوت ہو گیا اس سے آپ کو بے حد صدمہ ہوا بیٹے کی وفات کے دن سے ایک سال تک آپ مجلس سماع میں شامل نہ ہوئے اس خوف سے کہ بیٹے کا غم وجد و حال میں مخلوط نہ ہو جائے۔

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم کی بیٹے سے محبت موت کا سبب بنی

فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم بن ادہم نے سلطنت ترک کر کے راہ فقر اختیار کی اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی تو جھکی سے ایندھن جمع کر کے شہر میں فروخت کرتے تھے اور خود بھی کھاتے تھے اور احباب کو بھی کھلاتے تھے۔ ایک دن آپ کے اراکین سلطنت آپ کے



سفیرِ سن بیٹے کو مہم نظر لے آئے اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے شفقت پروری سے اُسے لے کر گود میں بٹھایا۔ اُس وقت کعبہ شریف کی طرف سے آواز آئی کہ دعوتِ ہمارے محبت کرتے ہو اور مشغول اپنے بیٹے سے ہوتے ہو۔ آپ نے اُسی وقت مناجات کی کہ یا الہی اس لڑکے کو مجھ سے لے لو۔ چنانچہ وہ بچہ فوراً مر گیا۔ اب مکہ معظمہ میں اس بچے کا روضہ تعمیر ہو گیا ہے۔

**اونٹ کا اپنی مالکہ سے عشق** | اس کے بعد فرمایا کہ علاقہ حکیب آباد سندھ میں گھنٹیہ قوم سے ایک عورت تھی جس کا نام لالاں تھا۔ اس لالاں پر اس کا اونٹ عاشق ہو گیا اور عشق میں اس قدر مست ہو گیا تھا کہ بیس بیس من وزن اٹھاتا تھا وہ جس جگہ چاہتے تھے لے جاتا تھا اور ہرگز نہیں تھکتا تھا۔ لیکن جب اس کا بوجھ اتار دیتے تھے تو جس قدر دور ہوتا تھا بھاگ کر اپنی معشوقہ کے پاس پہنچ جاتا تھا اور اس کے سامنے بیٹھ کر دیکھتا رہتا تھا۔ کافی عرصہ تک یہ معاملہ جاری رہا۔ جب اس بات کی شہرت ہوئی تو لالاں کے شوہر کو غیرت آئی اور اسے ذبح کر کے پھینک دیا۔ لیکن اس کا ڈھانچہ جسے پنجابی زبان میں کرنگ کہتے ہیں چلنے لگا اور جہاں لالاں ہوتی تھی وہاں جا پہنچتا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ واقعہ حاجی نصرت کے زمانے میں ہوا۔ جو حضرت سلطان الاولیاء کے مُرید تھے اور حاجی نصرت نے حج پر جاتے وقت اپنی آنکھوں سے سماءِ لالاں کو اور اونٹ کے کرنگ کو دیکھا ہے۔ فرمایا کہ یہ قدرتِ الہی کا مظہر ہے اس کے بعد فرمایا کہ تسکینِ دل کے لیے بغیر شہوتِ حسیں آدمی کو خواہ اُمردہ ہو خواہ عورت دیکھنا جائز اور روا ہے۔

**حضرت اقدس کے ہندو مُرید** | اس کے بعد قوم کھتری ساکن بارکھان سے تہن آدمی آئے اور زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے ازراہِ خلقِ محمدی اُن سے خیر و عافیت دریافت فرمائی اُن میں سے ایک نے جو آپ کا مُرید تھا عرض کیا کہ یہ صاحبِ میں نے ابھی قرآن شریف پڑھنا شروع کیا ہے لیکن الفاظِ زبان پر نہیں چڑھتے۔ دعا کریں۔ حضرت اقدس اس کی سادگی سے مسرور ہوئے

اور فرمایا کہ تم پڑھتے رہو خدا کے فضل سے پڑھنا آجائے گا۔ اس کے بعد اس آدمی نے کہا کہ پیر صاحب وہ رومال جو آپ نے مجھے دیا تھا کیا اس کو ہاتھ لگانے سے لوگوں کی بیعت درست ہوگی یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کی بیعت صحیح ہوگی بشرطیکہ کہ اس کی اطلاع مجھے ہو جایا کرے۔ پس تم یہ کام کرو کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کا ارادہ ظاہر کرے تو پہلے اس کے نام سے مجھے آگاہ کر دیا کرو۔ اس کے بعد اس کے ہاتھ میں رومال دے کر شمس کرا لینا چاہیے۔

## مقبول ۴ بوقت نیم روز سہ شنبہ یکم ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ

حضرت اقدس کی تاریخ ولادت آپ کی زبانی  
نور احمد ابن مولوی

غلام رسول کو درس سراجی دے رہے تھے۔ کسی نے آپ کی تاریخ ولادت دریافت کی۔ تو فرمایا کہ میری ولادت روز سہ شنبہ ماہ ذی الحجہ کے آخری عشرہ اور ماہ ربیعہ کے پہلے عشرہ میں ساعت مشتری میں قبل طلوع آفتاب ہوئی۔ اگرچہ طلوع آفتاب سے پہلے ساعت مشتری تھا اور میری ولادت بھی اسی ساعت میں ہوئی لیکن اس یوم کا حاکم مریخ تھا اس وجہ سے کہ طلوع آفتاب کے بعد ساعت مریخ تھی۔ جب تاریخ ولادت کے بارے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ لفظ خورشید عالم سے میری تاریخ ولادت نکلتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میاں اللہ بخش صاحب تونسوی رحمہ کی تاریخ ولادت لفظ زہے بیدار بخت سے نکلتی ہے۔ جب حضرت قبلہ عالم ہماروی رحمہ کی عرس کے موقعہ پر ان سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو ہم نے ایک دوسرے کی عمر کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے اپنی تاریخ ولادت زہے بیدار بخت بتائی۔ آپ ماہ صفر کے پہلے عشرہ میں متولد ہوئے۔ اور میں ان سے اکیس برس چھوٹا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب میں پیدا ہوا تو حضرت محبوب الہی رحمہ نے مشورہ کیا کہ اس بچے کا نام کیا رکھنا چاہیے اس پر میاں



جند و خادموں نے دست بستہ عرض کی کہ حضور حضرت شیوخ العالم گنج شکر بھی سب شنبہ کے دن پیدا ہوئے تھے پس اگر ان کا نام غلام فرید رکھا جائے تو بہتر ہوگا۔ اس سے حضرت محبوب الہی بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ اچھا نام ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی سب شنبہ کے دن پیدا ہوئے تھے۔

## چار بج

اس کے بعد پُرانے زمانے کے لوگوں کی عمروں کا ذکر ہونے لگا۔ کسی شخص نے کہا کہ اگلے زمانے میں لوگوں کی عمریں بہت دراز ہوتی تھیں۔ لیکن اب عمریں کم ہو گئی ہیں۔ حضرت اقدس خاموش رہے۔ مخدوم میاں غلام شاہ صاحب ساکن اویچ شریف نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ اگلے زمانے میں لوگوں کے اعمال اچھے تھے اس وجہ سے ان کی عمریں بھی طویل تھیں۔ ہمارے زمانے میں چونکہ اعمال خراب ہو گئے ہیں اس لیے عمریں بھی کوتاہ ہو گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اہل شاستر نے اس جہان کی مدت کو چار دوروں پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے دور کا نام ست بج ہے۔ دوسرے کا نام تریا بج ہے۔ تیسرے کا نام زوا پر بج ہے۔ اور چوتھے کا نام کھبج ہے۔ پہلے دور یعنی ست بج کے تمام لوگ مارتے تھے اور ان کی عمریں بھی طویل تھیں۔ چنانچہ چھتر بھوج کی متعارف عمر ایک لاکھ چند ہزار سال تھی۔ اور کھبج ست بج کے مقابل و برعکس ہے۔ یعنی کھبج میں ست یعنی صدق و راستی ہرگز نہیں ہے۔ اس وجہ سے لوگوں کی عمریں بھی چھوٹی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب کھبج کا دور ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ تورات میں لکھا ہے کہ اس جہان کے پہلے دو ادوار تک لوگ خدا تعالیٰ سے براہ راست سوال و جواب کرتے تھے۔ سب لوگوں کو خدا تعالیٰ کے ساتھ اس قدر قرب تھا۔

مقبوس: بوقت زوال بزرگ چار شنبہ ۲ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

حضرت اقدس ایک طالب علم کو کتاب ہدایہ اور سراجی کا سبق دے رہے تھے۔

## قرب نوافل و قرب فرائض

اس کے بعد قرب نوافل اور قرب فرائض کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا قرب نوافل یہ ہے کہ عبد فاعل اور حق اللہ ہو، چنانچہ اس حدیث شریف کا مطلب یہی ہے لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتُهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَلِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا۔ (جب میرا بندہ نوافل یعنی رائد عبادت کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے، آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے...) اور وہ جو کچھ مجھ سے طلب کرتا ہے دیتا ہوں قرب فرائض یہ ہے کہ حق فاعل اور عبد اللہ ہو۔ چنانچہ اس آیت کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (اے پیغمبر اسلام جب تُو نے دشمنوں پر مٹی پھینکی وہ تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی)۔ اس حدیث شریف کا بھی یہی مطلب ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يَنْطِقُ عَلَىٰ لِسَانِ عِمْرَانَ (اللہ عمرؑ کی زبان پر کلام فرماتا ہے) نیز فرمایا کہ قرب نوافل میں فنا فی الصفات ہوتی ہے نہ کہ ذات میں۔ یعنی عبد کی ذات صفات حق سے منصف ہو جاتی ہے قرب فرائض میں فنا فی الذات ہوتی ہے۔

عابد فاعل یعنی اس حالت میں جو کام کرے گا عبد یعنی بندہ سے منسوب ہوگا اور ذات حق تعالیٰ سے دوئی ہوگی۔

عابد "حق فاعل اور عبد اللہ" سے مراد یہ ہے کہ بندہ ذات حق میں پوری طرح گم ہو جائے گا اور اللہ ہی اللہ رہ جائے گا۔ اس لیے جو فعل سسرزد ہوگا اس کا فاعل حق تعالیٰ ہوگا اور عبد درمیان سے اٹھ جائے گا۔ عبد خدا نہیں بن جائے گا بلکہ عبد مرٹ جائے گا اور اللہ رہ جائے گا۔



## شیخ محمد پناہ کی ایک ہندو پر نظرِ کرم

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ محمد پناہ نے کافی عرصہ حضرت شیخ الشیوخ العالم فرید الدین گنج شکر کے آستانہ شریف پر زندگی بسر کی۔ کہتے ہیں کہ چالیس سال تک آپ پانی کے ٹکے سر پر اٹھا کر آستانہ شریف پر لاتے رہے اور پانی مٹا کرتے رہے۔ اس سے اُن کے سر کے بال اُڑ گئے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں گنج بخش صاحب نے جو حضرت گنج شکرؒ کی اولاد میں سے تھے، شیخ محمد پناہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حضرت گنج شکرؒ کی اولاد ہوں مجھ پر نگاہِ کرم ہو۔ شیخ محمد پناہ نے فرمایا کہ شیخ جی حضرت شیوخ العالم کی اصلی اور حقیقی اولاد میں ہوں آپ تو صرف برائے نام اولاد ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ چونکہ میاں گنج بخش نے ازراہ تفاخرِ نعمت طلب کی تھی شیخ محمد پناہ نے اُسی کے مطابق جواب دیا۔ اس کے بعد میاں گنج بخش نے نرمی اور انکسار سے کہا کہ آپ جو کچھ ہیں، میں مجھ پر ضرور عنایت فرمادیں۔ شیخ محمد پناہؒ نے فرمایا کہ جب آستانہ عالیہ پر مجلس سماع منعقد ہو تو میرے سامنے بیٹھ جانا۔ چنانچہ ایک دن جب مجلس سماع شروع ہوئی میاں گنج بخش اُن کے سامنے بیٹھ گئے۔ میاں گنج بخش کے ساتھ ایک ہندو بیٹھا تھا۔ جب شیخ محمد پناہؒ پر حالتِ وجد طاری ہوئی تو انہوں نے میاں گنج بخش کی بجائے اُس ہندو پر نظر ڈالی جس سے اُس پر بھی حالت طاری ہو گئی اور اُٹھ کر مجلس میں کودنا اور گرتا مارا آخر وہ اس باختم ہو کر مجذوب ہو گیا۔ مجلس کے اختتام پر میاں گنج بخش نے عرض کیا کہ حضور میں آپ کے سامنے بیٹھا رہا لیکن کوئی کرم نہ ہوا۔ انہوں نے فرمایا اُس وقت فاعل حق تعالیٰ تھا جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اُس نے بہت منت سماجت کی لیکن شیخ محمد پناہؒ نے صاف جواب دے دیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ حال جو شیخ محمد پناہؒ پر وارد ہوا تھا، قربِ فرائض سے تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ پاکستان شریف میں یہ قدیمی رسم ہے کہ مجلس سماع میں شامل ہونے سے کسی شخص کو منع نہیں کیا جاتا خواہ وہ ہندو ہو، عورت ہو یا بچہ ہو۔ سب مجلس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضور سوال تو میاں گنج بخش نے کیا تھا لیکن نعمتِ ہندو لے گیا۔ آپ نے فرمایا ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ سب کچھ منجانب اللہ ہوتا ہے یعنی عدم سے وجود میں لے آنا خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔

## مقبول ۴۸: بوقت زوال بروز جمعہ ۴ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

خادمہ نے اندرون خانہ سے پھولوں کا گلدستہ لاکر پیش کیا۔ حضرت اقدس بہت مسرور ہوئے اور پھول سونگھ کر یہ شعر پڑھا۔  
دلیل خواہش یاراں ہمیں عشق بارال را کہ گل یکسالہ را از بہرِ بیل بار پس گردو

## مقبول ۴۹: بوقت زوال بروز شنبہ ۵ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے نسب کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ صمیم نسب حسنی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں جمال شاہ ملتان کے پاس انساب پر ایک کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم حسنی نہیں ہیں۔ میں نے وہ کتاب تھوڑی دیر تک دیکھ کر واپس کر دی۔ اس کے بعد انہوں نے وہ کتاب مخدوم ولایت شاہ صاحب کو دکھائی۔ مخدوم صاحب نے کتاب لے کر زور سے دیوار پر ماری اور غصہ ہو کر کہا کہ غوث الاعظم اس قدر رفیع الشان بزرگ ہیں کہ اس زمانے کے تمام ادیبائے کرام نے آپ کے سامنے گردنیں جھکالیں تاکہ آپ اُن پر قدم رکھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مخدوم میاں ولایت شاہ نے میرے پاس کتاب لطائف السیرہ دیکھی اور دیکھتے دیکھتے اُسے آگ میں ڈال دیا۔ لیکن میں نے جلدی سے اُسے آگ سے نکال لیا۔ احقر نے عرض کیا کہ آگ میں کس لیے ڈالی فرمایا کہ اس کتاب کا مصنف میاں علی مردان ملتان ہے جس نے حضرت صاحب السیرہ کے متعلق

۱۔ حالانکہ مخدوم ولایت شاہ صاحب بخاری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا حضرت غوث الاعظم سے اظہارِ عقیدت موجودہ زمانے کے گیلانی اور بخاری حضرات کے لیے قابلِ تقلید ہے۔



غلط اور خود ساختہ روایات اس کے اندر درج کی ہیں۔

**حضرت صاحب السیر**ؒ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ صاحب السیر قدس سرہ کوٹ مٹھن شریف تشریف لائے۔ یہاں آپ کا ایک مرید

رہتا تھا اس کے ہاں ٹھہرے۔ آپ کے ہمراہ دو تین آدمی تھے۔ اتفاقاً ان دنوں حضرت قبلہ عالم ہاروی بھی کوٹ مٹھن میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ بے شمار لوگ تھے علاوہ انہیں آپ کی زیارت کے لیے اس علاقے کے لوگ بھی اس کثرت سے جمع ہو گئے تھے کہ سواری کے گھوڑوں کی آواز سے لوگوں کو رات بھر نیند نہیں آتی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت صاحب السیر کے ایک مرید کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ آیا حضرت شیخ قبلہ عالم ہاروی کا رتبہ زیادہ بلند ہے یا اس کے پیچھے حضرت شیخ محکم الدین صاحب السیر کا۔ اس فکر میں وہ مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک برقعہ پوش نے آکر کہا کہ تم اپنے دل میں یہ کیا باتیں بنا رہے محبوبان اور مقبولان حق کے مراتب میں فرق نہیں کرنا چاہیے۔ اگر فرق کیا جائے تو ایک بزرگ دو سکے بزرگ کی خاک پا کے برابر ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس برقعہ پوش کے کلام میں بھی تناقص پایا جاتا ہے کیونکہ پہلے تو اس نے یہ کہا مقبولان الہی میں فرق نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ بے ادبی کی بات بھی کر دی۔ جس سے فرق لازم آتا ہے۔

**آنحضرت کی زیارت** اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت صاحب السیر قدس سرہ شہر فرید تشریف لے گئے جو قصبہ ہمار شریف کے نواح میں

ہے۔ وہاں آپ کے دل میں یہ خیال غالب آیا ہوا تھا کہ جو شخص آپ کے پاس آتا تھا اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرق کر دیتے تھے۔ چنانچہ یہ خبر سارے علاقے میں پھیل گئی اور دور دور سے لوگ آ رہے تھے۔ یہ سن کر حضرت قبلہ عالم ہاروی نے ایک مرید نے جو قصبہ راوی کا باشندہ تھا بھی شہر فرید کا قصد کیا۔ راستے میں حضرت

حضرت صاحب السیر قدس سرہ کا اجم گرامی حضرت شیخ محکم الدین سیلانیؒ ہے اور صاحب السیر لقب ہے۔ آپ صاحب السیر اس لیے کہلاتے ہیں کہ آپ اکثر سیر و سیاست میں رہتے تھے۔ آپ کا مزار پُراوار قصبہ خانقاہ شریف میں ہے جو ریوے جکشن سمرٹھ سے ایک میل مشرق کی جانب واقع

قبلہ عالم کا ایک اور مرید رہتا تھا جس کا نام میاں محمد حسین تھا۔ جب اس کا گزر وہاں سے ہوا تو میاں محمد حسین اپنے کنویں کی پٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے پیر بھائی کو پہچان لیا اور پوچھا کہ بھائی کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا شہر فرید میں ایک بزرگ آیا ہوا ہے۔ جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر دیتا ہے۔ میں اپنے شیخ حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں تو ادب کی وجہ سے عرض نہیں کر سکتا۔ اس بزرگ کے پاس جا رہا ہوں تاکہ زیارت سے مشرف ہو جاؤں۔ میاں محمد حسین نے کہا کہ میں جانتا ہوں وہ میاں محکم الدین صاحب السیر ہیں لیکن تم اُن کے پاس ہرگز نہ جاؤ۔ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی خواہش ہے تو اس پٹ پر بیٹھ جاؤ زیارت ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ شخص پٹ پر بیٹھ گیا اور جب تک پٹ پر بیٹھا رہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کترار۔ اس کے بعد وہ آدمی اپنے اپنے گھر چلا گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم مہاروی حضرت صاحب السیر کو برادر (بھائی) کہہ کر بلاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب السیر مہار شریف گئے۔ حضرت قبلہ عالم نے اپنے فرزند شہید صاحب سے فرمایا کہ بیٹے جاؤ اپنے چچا جان سے ملو اور بیعت بھی اُن سے کرو۔ چنانچہ شہید صاحب نے صاحب السیر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت صاحب السیر نے فرمایا کہ بیٹے حقیقت حال یہ ہے کہ بادشاہ کو بنین اور سلطان دارین آپ کے والد ماجد ہیں۔ اس فقیر کے پاس آگ کی انگلیٹی ہے۔ اگر آگ سر پہ اٹھانا منظور ہے تو فقیر حاضر ہے۔ یہ سن کر حضرت شہید صاحب واپس آئے اور ساری سرفرازی حضرت قبلہ عالم کو سنائی۔ آپ نے فرمایا بیٹے جب مقصود عشق و محبت حق تعالیٰ سے تو مرید ہونا بہتر ہے۔ حضرت شہید صاحب نے عرض کیا اب اُن کے پاس واپس جاؤں۔ آپ نے فرمایا اب بالکل نہ جاؤ۔

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضرت صاحب السیر کو نعمت فقر کس طرح حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا حافظ عارف اور حافظ طاہر دو بھائی تھے۔ حضرت محکم الدین صاحب السیر حافظ عارف کے فرزند اور پیر عبدالحق حافظ طاہر کے فرزند ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق



حضرت بلیشاہ قصوری اور ایک اور شخص حضرت شیخ عبدالحکیم گافرد مسکن راوی جو قادریہ سلسلہ کے بڑے بزرگ اور قطب وقت تھے، کی خدمت میں طلب راہ خدا کے لیے حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضرت عبدالخالق سے کہا کہ تم جاؤ اور اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ۔ کوئی شخص خود بخود تجھے تلاش کر کے نعمت عطا کرے گا۔ بلیشاہ صاحب سے فرمایا کہ تم شاہ عنایت اللہ قادری رحمہ کی خدمت میں قصور جاؤ۔ تمہارا کام وہ کر دیں گے۔ اور تیسرے شخص کو آپ نے خود ہیٹ کر لیا۔ جب پیر عبدالخالق گھر پہنچے تو ایک دن اپنے کنویں کے قریب کھڑے زمین سیراب کر رہے تھے کہ کسی کامل بزرگ کی روح نے ان کو فیضان دیا جس سے وہ گر کر بیہوش ہو گئے۔ وارثوں نے ان کو اٹھا کر گھر پہنچایا۔ جہاں ان کو ہوش آ گیا۔ یہ ہے ان کو نعمت ملنے کا قصہ۔ اس کے بعد فرمایا کہ انہوں نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت محکم الدین صاحب السیر کو اپنا مرید کیا اور نعمت عطا کی۔

اولیاء کرام کے مزارات پر جانے کا طریقہ | اس کے بعد حضرت قبدہ محبوب الہی

قدس سرہ (حضرت اقدس کے والد بزرگوار) کے احوال اور روش کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت قبدہ محبوب الہی لوگوں کی دعوت پر کم جایا کرتے تھے بلکہ نہیں جایا کرتے تھے۔ حضرت قبدہ عالم صاحب نارووالہ کے عرس پر جاتے تھے تو اگر کوئی شخص راستے میں دعوت دیتا تو احیاً ناقبول کر لیتے تھے۔ اسی دعوت نہ قبول کرنے کی وجہ سے آپ اکثر کشتی میں سوار ہو کر حضرت قبدہ عالم کے عرس پر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت محبوب الہی رحمہ حضرت صاحب السیر کی مبارک پر خانقاہ شریف تشریف لے گئے۔ آپ نے مزار پر نہیں بلکہ دروازہ پر بوسہ دیا۔ میرے شیخ حضرت نذر الاولیاء رحمہ بھی قولاً و فعلاً اپنے شیخ حضرت محبوب الہی کے نقش قدم پر چلتے تھے اور جس مزار پر جس طریقے سے حضرت محبوب الہی زیارت کرتے تھے اسی طرح آپ بھی کرتے تھے۔ میں بھی ان کے نقوش پر پر چل کر اسی طرح آداب بجالاتا ہوں جس طرح میرے پیہ بجالاتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ علیہ الرحمہ نے ہاتھ ناف پر باندھ کر مزارات کا کبھی طواف نہیں کیا۔ ایک دفعہ میرے شیخ حضرت صاحب نارووالہ

کے عرس پر گئے جس بھی ساتھ تھا۔ مجلس سماع ہمارے جانے سے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ میرے شیخ نے مزار کے صف میں داخل ہو کر آستان کے دروازہ پر بوسہ دیا اور آنکھیں لگائیں اس وقت میاں احمد قوال یہ نعت شریف گارہا تھا۔

وَصَلِّ عَلَى نَوْرٍ كَزَوْشِدْ نَوْرٍ مَا پَسِدا      زمین ادھب اوساکن فلک از عشق اوشیدا  
(دروہوں اس نور پاک پر کہ جس سے تمام نور پیدا ہوئے۔ جس کی محبت میں  
زمین ساکن اور آسمان شیدا ہے)

یہ سنتے ہی میرے شیخ رج پر اُسی آستانہ بوسی کی حالت میں وجد طاری ہو گیا۔ چنانچہ اندر جانے کی بجائے آپ واپس آئے اور قوال کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر رقص کرنے لگے۔ جب مجلس سماع ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ احمد قوال آج تم نے مجھے طواف بھی نہیں کرنے دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف سے آپ کی مراد صرف پائنتی کی طرف سے اندر جانا اور مزار کے سڑنے کی طرف آنا ہے لیکن عام طور پر طواف یہ نہیں کہلاتا۔ طواف یہ ہے کہ ہیئت مخصوصہ میں پوسے ادب کے ساتھ مزار کے گرد پھر لگائے جائیں۔ میرے شیخ جب اپنے مشائخ کی مزارات پر جاتے تھے تو پہلے آستانہ پر ضرور بوسہ دیتے تھے۔ اس کے بعد آستانہ سے آنکھیں لگا کر اندر جاتے تھے اور حضرت محبوب الہی رحمہ کے مزار پر قدموں کی طرف بوسہ دیتے تھے اور بعض اوقات صرف ہاتھ مزار شریف سے لگا کر منہ پر پھیر لیتے تھے۔ اور حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ کے مزار پر آپ اکثر ہاتھ لگا کر منہ پر پھیر لیتے تھے۔ اور بعض اوقات بوسہ بھی دیتے تھے۔ حضرت خواجہ تاج محمود کے مزار کی اس طرح زیارت کرتے تھے کہ نہ کبھی بوسہ دیتے تھے نہ ہاتھ لگا کر منہ پر پھیرتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ علیہ الرحمہ مشائخ عظام کے مزارات پر اس مخصوص ہیئت سے کبھی طواف نہیں کرتے تھے بلکہ اسی طرح بغیر ہیئت مخصوصہ کے طواف کرتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شروع میں اگر میں نے معروف طریق پر طواف کیا ہو تو کوئی عجب نہیں لیکن جب مدینہ طیبہ میں پہنچے تو طواف کرنا تو درکنار آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر بوسہ تک بھی نہیں دیتا تھا اس خوف سے کہ مبادا حضور اقدس پسند نہ فرماویں۔ ایک دن



میں نے روضہ اقدس کے سامنے جالی پر بوسہ دیا اتنے میں ایک سفید ریش بزرگ آئے اور میری گردن پکڑ کر نیچے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا قتلوا قتلوا یعنی زمین پر بوسہ دو بوسہ دو بوسہ دو۔

## مقبوس ۵: بوقت ظہر روز یکشنبہ چھ ماہ ذیقعد ۱۲۱۶ھ

حضرت اقدس نے احقر کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم بائیس مقبوس تک پڑھا۔ آپ لفظ بلفظ سن کر جلد سوم کے بیسویں مقبوس سے لے کر بائیسویں مقبوس تک پڑھا۔ آپ لفظ بلفظ سن کر خوش ہوئے اور دو مقامات پر اصلاح بھی فرمائی۔

### حکماء یونان

اس کے بعد حکماء یونان کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا مخدوم عبدالکریم جلی زبیدی مصنف کتاب "الانسان کامل" نے فرمایا ہے کہ میں نے کشف میں حکیم افلاطون کو خواب میں دیکھا کہ عالی رتبہ رکھتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قطب مدار کا رتبہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ملاں حسین بن معین الدین نے اپنی کتاب "فوائح" میں لکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین مقتول رح نے کہا ہے کہ میں نے عالم فاضل میں حکیم ارسطو کو دیکھا بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ حکیم افلاطون کا کیا مرتبہ ہے۔ انہوں نے کہا ان کا مقام بہت بلند ہے۔ میں نے طبقہ سوم کے چند مشائخ کا نام لے کر پوچھا کہ آیا افلاطون کا مرتبہ ان کے برابر ہے ارسطو نے جواب دیا کہ ان سے زیادہ بلند ہے۔ اس کے بعد میں نے طبقہ دوم کے بعض مشائخ کا نام لے کر وہی سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سے بھی بلند ہے۔ پھر میں نے طبقہ اول کے مشائخ مثل شیخ جنید رح، شیخ بایزید رح، شیخ ابو سعید رح، شیخ ذوالنون رح، شیخ ابو جعفر صدوق وغیرہ کا نام لے کر پوچھا تو ارسطو کے چہرہ پر لبثاشت کے آثار نمودار ہوئے اور جس شیخ کا نام میں لیتا تھا، اُن کا چہرہ زیادہ بشارت ہوتا تھا۔ اس کے بعد ارسطو نے کہا کہ افلاطون کا مقام ان کے مقام کے برابر ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ارسطو امام مشائخین ہے۔

حکماء یونان کے دیگر وہ ہیں۔ ایک کو اشراقین اور دوسرے کو شائین کے نام سے موسوم کیا جاتا

## تعویذ مرگی

اس کے بعد مرض مرگی کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ مرگی کی بیماری جنات کے اثر سے ہوتی ہے اور ہم جو تعویذ لکھتے ہیں وہ بھی دفعِ جن کے لیے ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک مادہ جن کا حضرت خواجہ علی احمد رحمہ اللہ سے تعلق ہو گیا تھا جو آپ کی اولاد کو زندہ نہیں رہنے دیتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم ہمساروی کوٹ شریف میں تشریف فرما تھے۔ حضرت سلطان الاولیاء نے اس کے متعلق حضرت اقدس سے گزارش کی۔ چنانچہ آپ نے اُسی وقت تعویذ لکھنا شروع کر دیا۔ تعویذ شروع ہوتے ہی وہاں گریہ وزاری کی آواز سنائی دی۔ یہ گریہ وزاری اس مادہ جن کی تھی۔ پس وہ بہت روئی اور عرض کیا کہ یا حضرت میں توبہ کرتی ہوں کہ اُندرہ ان کے نزدیک نہیں آؤں گی بلکہ اس ملک کو چھوڑ کر دوسری جگہ جاؤں گی مجھے آگ میں جلانے سے امان دی جائے اور یہ لکھا جائے۔ لیکن حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے ایک رُسنی اور تبسم کرتے ہوئے تعویذ لکھتے رہے۔ وہاں ہر شخص کے ناک میں جلنے کی بو آئی جیسا کہ کسی چیز کے آگ میں جلنے سے آتی ہے۔ اسی روز حضرت قبلہ عالم نے یہ تعویذ حضرت سلطان الاولیاء کو عطا فرمایا اور اجازت دی۔ لیکن آپ نے باقی کسی خلیفہ کو اس تعویذ کی اجازت نہ دی تھی خواہ حضرت صاحب نار و والہ ہوں، حافظ صاحب ملتان ہوں یا حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی ہوں۔ لیکن بعد میں حضرت سلطان الاولیاء کی طرف سے ان حضرات کو اس تعویذ کی اجازت مل گئی۔

## مقبوس ۵: بوقت چاشت بروز دوشنبہ، ۱۶/۳/۱۴۱۶ھ

مقبوس بائیس سے لے کر اٹھائیس تک حضرت اقدس کو پڑھ کر سنایا۔ حضرت اقدس نے رغبت تمام کے ساتھ سنا اور دو تین مقامات کی تیسیم فرمائی۔ یہ چار چٹاں شریف کا واقعہ ہے۔

ہے۔ اشراقین تزکیہ نفس اور صفائے باطن کے ذریعے حقائق معلوم کرتے تھے اس کے برعکس مشائین منطقی استدلال کے ذریعے حقائق اشیاء معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اشراقین اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے بذریعہ کشف ایک دوسرے سے نقل رکھتے تھے مگر مشائین کو جبکہ ایک دوسرے سے تعلیمات



# مقبول ۵۔ بوقت ظہر بروز مذکور ماہ مذکور

حضرت اقدس رسالہ حق الیقین سے پڑھ کر حاضرین کو سنا ہے

تھے۔ عبارت یہ تھی:

## ہستی و نیستی

”ہستی کا نیستی میں ظہور مقتضی ہے۔ مظہر کی بقا کا حکم ظاہریت جو ذاتی ہے ہستی کے لیے اور نیستی کا ہستی میں ظہور مقتضی ہے مظہر کی فنا کا حکم باطنیت جو ذاتی ہے نیستی کے لیے۔ اور یہ دونوں صورتیں حکمائے مشائین کے لیے مخصوص ہیں وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (نہیں ہے دنیا کی زندگی بھیر کھیل کوڑکے اور آخرت کی زندگی حقیقی زندگی ہے)۔

یہ زندگی حقیقی نہیں ہے۔ نیستی نسبت نہیں ہو جاتی ورنہ قلب حقائق (حقیقت کا اُلٹ) لازم آتا ہے اور فنا اور بقا دو امور اعتباری ہیں جو مختلف و موافق تعینات کے متحدہ سے نظر آتے ہیں نیستی کی سمت۔ رائمًا فانی ہے اور ہستی کی سمت رائمًا باقی ہے بمصادق کلّ شئی مَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (ہر چیز فانی ہے سوائے ذاتِ حق کے)۔ بقا کی حقیقت اسم موجود ہے رتبہ مظاہر میں لیکن حقیقی لازم وجود (وجود حق) ہے۔ مجاز کا تعلق تعینات سے ہے۔ اُن کے موجود ہونے کی حد تک۔ اور فنا نے اسم کے بعد تعین مٹ جاتا ہے جب کہ قرآن کتاب ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ (جو کچھ تمہارا ہے فانی ہے اور جو کچھ اللہ کا ہے باقی ہے)۔ انا خزنی کے مٹ جانے سے تعین ختم ہو جاتا ہے اس پر فنا یا عدم کا اطلاق ہوتا ہے۔ پس اسم کا بقا وہی وجود ہے جو انا کے تعین سے قائم تھا۔ جس طرح مٹی کا برتن جب تک موجود ہے مجازی طور پر باقی ہے۔ جب مٹی میں مل جاتا ہے فنا ہو جاتا ہے اور مٹی باقی رہتی ہے۔ اس وجہ سے اُسے حادث کہتے ہیں (حادث وہ وجود ہے جو شروع سے موجود نہ ہو اور آخر تک موجود نہ رہے بلکہ پیدا ہو کر فنا ہو جائے)۔

حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ افلاطون، بقراط وغیرہ کا تعلق اشتراقین سے تھا اور اسطو مشائین کا انا تھا۔

نہ کہ باقی۔ جب تک مظاہر کی صورت میں موجود تھا باقی تھا اور عالم کثرت کی رونق بنا رہا۔  
 جب مٹ گیا تو ملکِ عدم میں چلا گیا۔ کلّ من علیہا فان ویبقی وجہ ربّک  
 ذوالجلال والاکرام (جو کچھ ظاہر ہے فانی ہے اور صرف ذاتِ حق باقی ہے)۔  
 ظاہر کا ادراک حسِ ظاہری سے دنیا کی صورت میں ہوتا ہے اور باطن کا ادراک حسِ باطن سے  
 ہوتا ہے۔ طور و لطون کے درمیان بزرخِ حدوث ہے۔ اس کا بیان اسحٰم ظاہر و باطن کی شرح  
 میں ہو چکا ہے۔ وین وراحم برزخ الی معید یبعثون (اور اُن کے پیچھے بزرخ  
 ہے قیامت کے دن تک) کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ دنیا و آخرت کا درمیان  
 فاصلہ کیفی ہے جبکہ حدیث شریف میں آیا ہے وَمَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَةُ  
 (جو مر گیا اُس کے لیے قیامت قائم ہو گئی) اور اس کی کیفیت بُعِثْنَا اَنَا وَاسْتَاعَةُ  
 کما تین یوم یرونہ بُعِیْدٌ وَتَرَاکَ قَرِیْبٌ (

کے تابع ہے۔ پہلے بیان میں کہا گیا ہے کہ تعین ہر لحظہ ختم ہو جاتا ہے اور پھر زندہ ہوتا ہے  
 (اسے تجدّد امثال یا کمون بروز کہتے ہیں) چنانچہ یہ جہاں طرفۃ العین میں معدوم ہو جاتا ہے  
 اور طرفۃ العین میں پھر موجود ہو جاتا ہے اِنَّمَا تَوَعَّدُونَ لِصَادِقٍ وَاِنَّ الدِّیْنَ  
 لَوَ رَاجِعٌ (بروز عدہ کیا گیا ہے سچ ثابت ہو گا اور قیامت ضرور وقوع پذیر ہوگی)۔ چونکہ  
 حقیقت وجودِ حق کے بغیر غیر متصور ہے اس لیے جو کچھ غیر حق ہے یہی عالم فانی ہے، جو  
 تعیناتہ مجموعہ ہے لیکن جو محبوب (جس سے پرہ ہو) ہے اُسے اشیاء کے فانی ہونے  
 کا علم نہیں ہوتا اور وہ تیریزانِ دمرگان میں چھٹا ہوا ہے۔ جب اس قید سے آزاد ہوگا،  
 اسے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ (کَلَّا سَيَعْلَمُونَ ثُمَّ کَلَّا سَيَعْلَمُونَ) (اُسے  
 جلد ہی معلوم ہو جائے گا)۔

سابقہ بحث سے معلوم ہوا کہ قیامت کبریٰ تین امثال پر ہے۔ اول وہ جو طرفۃ العین  
 میں ہر شخص کے لیے اور پورے جہان کے لیے وقوع پذیر ہوگی۔ دوم وہ جو عارف  
 کے لیے مخصوص ہے اختیاری موت کے بعد تجدّد امثال اور کشف اسرار کی صورت



میں۔ سووم وہ جو مشترک ہے تمام انسانوں میں اور طبعی موت کے بعد واقع ہوتی ہے۔ یہاں زمان کی قید ختم ہو جاتی ہے بمصداق آئینہ کریمہ وَمَا أَمَدُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ (وہاں ساعت آنکھ جھپکنے کے برابر ہوتا ہے) اور مکان کی قید اس آیت کے مطابق ختم ہو جاتی ہے يَوْمَ تَبْدِلُ الْأَرْضَ غَيْرَ الْأَرْضِ (اس دن یہ زمین دوسری زمین سے تبدیل ہو جائے گی)

## مقبوس ۵: بوقت چاشت بروز چہار شنبہ ۹ ذیقعد سال مذکور

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کا سماع سنا حضرت شیخ شہاب الدین عمر

سہروردی قدس سرہ کی مشغولی کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ سماع کم سنتے تھے۔ چونکہ سماع سے عرض مشغولی بحق ہے اس لیے جو شخص ہر وقت سماع کے بغیر ذات حق میں مشغول ہے اسے سماع کی کیا ضرورت ہے۔ ایک دفع آپ کی خدمت میں چند صوفی اور فقرا حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ قوالوں کو بلاؤ تاکہ سماع سنیں۔ جب مجلس سماع شروع ہوئی حضرت شیخ شہاب الدین رحمہ اللہ مجلس سے باہر ہو کر قریب بیٹھ گئے اور تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔ جب صوفی لوگ وجد و مستی سے سیر ہوئے تو مجلس ختم ہو گئی۔ آپ نے قوالوں کو جو کچھ دیا تھا، دے کر رخصت کیا اور صوفیوں سے پوچھا کہ سماع میں سرود قاعدہ کے مطابق تھے یا نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ قاعدہ کے مطابق تھے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھو حضرت شیخ کی مشغولی کس قدر مکمل تھی کہ قریب ہونے کے باوجود آپ کو نہ سرود کا علم ہو سکا۔ نہ صوفیوں کے ہاں ہو کا پتہ لگا۔

## مقبوس ۵: بوقت ظہر بروز جمعہ ۱۱ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مقابلیں پڑھ کر سناؤ۔ چنانچہ احقر نے مقبوس اور حقیقتیں

سے لے کر مقبوس پنتیا لیس جلد سوم تک سنائے آپ نے کمال رغبت سے سنا اور کوئی غلطی نہ لکائی۔

## مقبوس ۵۵: بوقت ظہر بروز شنبہ ۱۲ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

**پختگی عقیدہ** | عقیدہ کی پختگی کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت سلطان المشائخ رحمہ اللہ (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمہ اللہ) سے پاک پتن شریف جا رہے تھے کہ راستے میں سانپ نے کاٹ لیا۔ پہلے تو آپ کے دل میں ٹکر ہوئی کہ کوئی دوا استعمال کی جائے لیکن بعد میں خیال آیا کہ اگر حضرت شیخ کے ساتھ میرا عقیدہ پختہ ہے تو سانپ کی زہر مجھے نہیں مار سکتی۔ چنانچہ آپ نے کوئی علاج نہ کیا اور صحیح سلامت پاک پتن شریف پہنچ گئے۔ اس کے بعد آپ کو یقین ہو گیا کہ میرا اعتقاد پختہ ہے۔

**سرمنڈوانا** | اس کے بعد سرمنڈوانے کے متعلق بات ہونے لگی۔ فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے سر پر بال تھے۔ کوئی نبی مخلوق الہی نہیں تھا۔ (یعنی کسی نے سر نہ منڈوایا اور نہ گنبد تھا)

## مقبوس ۵۶: بوقت چاشت بروز یکشنبہ ۱۳ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

**چاند بُرج عقرب میں ہو تو سفر منع ہے** | جلد سوم کے مقبوس پنتیا لیس سے مقبوس ترین تک سماعت کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم ہاروی کے سرس پر اگلے جمعہ جانے کا ارادہ تھا لیکن دو دن کے لیے سفر ملتوی کر دیا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ کس وجہ سے سفر ملتوی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ غشی محکم الدین نے آکر بتایا کہ اگلے جمعہ چاند بُرج عقرب میں ہو گا اور جب چاند بُرج عقرب



میں ہو تو سفر منع ہے۔ اور یہ مسئلہ ہماری کتابوں میں بھی لکھا ہے۔ چنانچہ تحفہ نصائح میں ہے کہ  
 عقرب چوبینی ماہ را از خانه بیرون در فرو  
 (جب چاند کو بُرج عقرب میں دیکھو تو گھر کے دروازے سے باہر قدم نہ رکھو)

## مقبول ۵ بوقت نیم روز شنبہ ۱۳۱۶ھ

کھم خوردن | سماعت مقامیں از پنجاہ و سوم تا پنجاہ و نہم کے بعد کم کھانے کے متعلق  
 گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ میں آنکھوں پر (چوبیس گھنٹہ) کے  
 بعد ایک چھٹانک گندم کے آٹا کی روٹی کھا کر کھانا ہوں اور دوسرے دو دھ سے کچھ کم پتیا ہوں۔  
 اگر گوشت کی بوٹی کھانا ہوں تو اسی قدر روٹی میں کمی کر دیتا ہوں۔

## مقبول ۵ بوقت ظہر بروز چار شنبہ ۱۴ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

شیخ نجیب الدین برقی | حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ قبلہ شیخ  
 بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ کی طرح  
 حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی طرح ہیں۔ شیخ نجیب الدین رحمہ  
 آپ نے فرمایا ہاں شیخ نجیب الدین علی برقی شیرازی ان کی طرح ہیں۔ شیخ نجیب الدین رحمہ  
 کے والد ایک دولت مند تاجر تھے اور انکے بیٹے نجیب الدین صغیر سی میں اہل سلوک تھے،  
 وہ نفیس کپڑوں سے نفرت کرتے تھے اور اونی کپڑے مثل دھستہ وغیرہ استعمال کرتے  
 تھے اور عام ٹھیک کھانا کھاتے تھے۔ اس سے ان کے والد اور دوسرے لوگ حیران  
 ہوتے تھے۔ جب آپ بڑے ہوئے تو حضرت شیخ شہاب الدین قدس سرہ سے بیعت  
 بیعت حاصل کیا اور بلند مراتب کو پہنچے۔ اُس علاقے کے اکثر لوگ حضرت شیخ نجیب الدین  
 کے مرید ہیں۔ میں شروع میں شیخ نجیب الدین کو حضرت غوث العالم شیخ بہاؤ الدین

زکریا ملتانی رحمہ سے زیادہ افضل سمجھتا تھا۔ لیکن ایک دن میاں بدھن شاہ صاحب نے جو حضرت قبلہ محبوب الہی کے مرید اور موصوف ہیں مجھے یہ حکایت سنائی کہ ایک دن حضرت محبوب الہی نے فرمایا شیخ بہاؤ الدین زکریا کی طرح حضرت شیخ شہاب الدین کے ہزاروں مرید و خلفاء ہیں لیکن سب سے زیادہ برگزیدہ اور خلیفہ جانشین حضرت شیخ بہاؤ الدین ہیں اسی روز سے شیخ نجیب الدین کی افضلیت کا خیال میرے دل سے جاتا رہا۔

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ قبلہ سلسلہ چشتیہ میں نسبت سہروردیہ اس سلسلہ سہروردیہ کی نسبت

بھی ہمارے مشائخ عظام تک پہنچتی ہے یا نہیں۔ فرمایا ہاں سلسلہ سہروردیہ کی نسبت حضرت خواجہ علم الدین رحمہ کو ملی ہے اور ان کو حضرت فاران الدین رحمہ سے اور ان کو حضرت قاضی علم الدین رحمہ سے، ان کو حضرت شیخ صدر الدین راجن قتال اوچی رحمہ سے ان کو حضرت سید بلال الدین مخدوم جہانیاں رحمہ سے، ان کو حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین ملتانی رحمہ سے، اور ان کو حضرت غوث بہاؤ الدین رحمہ سے ملی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مکہ معظمہ کس قدر مبارک مقام ہے وہاں جو شخص بیمار ہوتا ہے حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہ اور شیخ صدر الدین عارف کے لنگر سے خشک روٹی کے ٹکڑے اس کو کھلاتے ہیں تو شفایاب ہو جاتا ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں سہروردی ہوں لیکن چشتی بھی ہوں۔ چنانچہ سلسلہ مینائیہ چشتیہ جس کے اندر سہروردی سلسلہ کی ٹونک نہیں ہے خالص چشتی ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں اوچی رحمہ سے جاری ہوا ہے۔ اس طریقہ سے کہ شیخ مینارہ کو خلافت شیخ سارنگ رحمہ سے ہے، ان کو شیخ قوام الدین رحمہ سے، ان کو حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ سے اور ان کو حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے پہنچی ہے۔ نیز فرمایا کہ اس سلسلہ مینائیہ میں زیادہ تر چشتیت اس وجہ سے غالب ہے کہ شیخ قوام الدین قدس سرہ کو حضرت شیخ نصیر الدین قدس سرہ کے علاوہ خرقہ خلافت حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ سے بھی نسبت چشتیہ نصیریہ میں ملا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ سے خرقہ خلافت حاصل کر کے میں مکہ معظمہ پہنچا اور خرقہ خلافت کا ذکر کیا تو مشائخ حرم نے اس خرقہ کے ٹکڑے ٹکڑے



کر لیے اور ایک ایک ٹکڑہ اپنے پاس بطور تبرک رکھ لیا۔

**مُرشد کے ساتھ کمال عقیدت مندی** | اس کے بعد پیرہ رستی کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ

حضرت محبوب الہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا انتقال فرید فرید کہتے ہو گا۔ آپ کا یہ قول دل کو تسلی اور تسکین دینے کی خاطر تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ابتداءً سلوک میں ایک دن میں نے حضرت شیخ الشیوخ العالم گنجشکر قدس سرہ سے رخصت حاصل کر کے دہلی جانے کا ارادہ کیا۔ حضرت خواجہ قطب جمال دہلوی نے بھی جو حضرت شیخ کے خلیفہ ہیں سفر کے لیے رخصت حاصل کی چنانچہ حضرت شیخ نے مجھے ان کے ہمراہ کر دیا۔ ہم وہاں سے پیادہ روانہ ہو کر ایک مقام پر پہنچے جہاں ایک امیر رہتا تھا۔ اس نے ہماری دعوت کی۔ دعوت کے بعد اس نے کہا کہ خشک سالی کا زمانہ ہے دعا فرمادیں کہ بارش ہو جائے۔ ہم نے دعا کی اور بہت بارش ہوئی۔ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو اس امیر نے ہمیں سواری کے لیے ایک ایک گھوڑا دیا لیکن جو گھوڑا مجھے ملا، بہت کمرش تھا اور راستے میں تنگ کرتا رہا جس کی وجہ سے میں دوسرے ساتھیوں سے پیچھے رہ گیا۔ سخت گرمی کا موسم تھا پانیس سے حلق خشک ہو رہا تھا گرمی کی شدت سے مجھے بخار ہو گیا میں نے گھوڑے کو ایک درخت سے باندھا اور سو گیا۔ اُس وقت مجھ پر غشی اور بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب قدرے افاقہ ہوا تو زبان پر ”فرید فرید“ جاری ہو گیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھو ابھی ابتداءً سلوک تھا لیکن اپنے پیروستگیر کی محبت اس قدر غالب تھی کہ بے ہوشی کی حالت میں بھی زبان سے ”فرید فرید“ نکل رہا تھا۔ پس سکون قلب کیوں حاصل نہ ہو۔ اور جب منتہی ہو چکے ہوں گے تو پھر سکون قلب تو بدرجہ اولیٰ حاصل ہو گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت سلطان المشائخ اور شیخ بدر الدین اسحاق جو آپ کے پیر بھائی تھے، دونوں حضرت گنجشکر قدس سرہ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ اس اثنا میں حضرت شیخ کا ایک مُرید فوت ہو گیا۔ جب حضرت اقدس کی خدمت میں اطلاع دی گئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ نماز پڑھتا تھا یا نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آخر وقت کی تین نمازیں اس سے فوت ہو گئی ہیں۔ اس پر آپ نے تو کچھ نہ فرمایا لیکن حضرت شیخ بدر الدین نے فرمایا کہ

افسوس یہ اچھا نہیں ہوا۔ جس روز حضرت شیخ بدر الدین رحمہ اللہ کا وصال ہوا آپ نے فجر کی نماز ادا کی اور فطائف پڑھے، اشراق کی نماز ادا کی، چاشت پڑھی اور نہایت سکون قلب کے ساتھ دعا مانگی اور سجدہ میں جا کر یحییٰ یا قیوم کہتے ہوئے جاں بحق ہو گئے۔

حضرت خواجہ گنج شکر رحمہ اللہ کا وصال بھی اسی طرح ہوا۔ چنانچہ جس رات آپ کا وصال

### حضرت خواجہ گنج شکر رحمہ اللہ کی آخری نماز

ہوا، آپ نے نماز عشا باجماعت پڑھی اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو دریافت کیا کہ میں نے عشا کی نماز پڑھی ہے یا نہیں۔ لوگوں نے کہا پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا ایک بار اور پڑھتا ہوں ممکن ہے دوسری نماز ملے یا نہ ملے۔ آپ دوبارہ نماز عشا ادا کر کے دوبارہ بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو دریافت کیا کہ میں نے عشا کی نماز پڑھی ہے یا نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ رو دفعہ پڑھ لی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک بار پھر پڑھتا ہوں شاید دوسری نماز میسر نہ ہو۔ پس آپ نے تیسری بار نماز پڑھی اور سجدہ میں یحییٰ یا قیوم کہتے ہوئے جاں بحق ہو گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت خواجہ گنج شکر قدس سرہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اتفاق سے شیخ محمد کرمانی رحمہ اللہ سے آگئے۔ جب قدم بوسی سے فارغ ہوئے تو حضرت شیخ نے دریافت فرمایا کہ یارانِ دہلی خوش ہیں۔ یہ سن کر خواجہ محمد کرمانی کے دل میں خیال آیا کہ اگر پہلے سلطان المشائخ کا نام لیتا ہوں تو آپ کی پوری توجہ ان کی طرف مبذول ہو جائے گی جس سے صاحبزادگان رنجیدہ خاطر ہوں گے۔ اس لیے انہوں نے پہلے دو سب لوگوں کی طرف سے سلام و نیاز عرض کیے اور سب سے آخر میں عرض کیا کہ حضرت سلطان المشائخ بہت نیاز اور بندگی عرض کرتے تھے۔ اس سے آپ بہت خوش ہوئے اور پوری توجہ کے ساتھ دریافت کیا کہ مولانا نظام الدین خوش تھے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ گنج شکر نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کے وصال کے وقت حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین قدس سرہ موجود نہیں تھے اور حضرت خواجہ قطب الدین اوشی قدس سرہ بھی اپنے شیخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے



وصال کے وقت موجود نہ تھے۔ اسی طرح میں بھی اپنے شیخ کے وصال کے وقت موجود نہ تھا۔ اور مولانا نظام الدین بھی میرے انتقال کے وقت موجود نہ ہوں گے۔ پس یہ مصلیٰ، نسبیج، عصا اور کاسہ چوہی اور دو سکر تبرکات جو مجھے مشائخ عظام سے ملے ہیں مولانا نظام الدین کے حوالہ کر دینا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو سلطان المشائخ موجود نہ تھے۔ جب وصال کے بعد آپ وہاں پہنچے تو تبرکات ان کے حوالہ کئے گئے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک شخص نے میاں غلام حسن صاحب چیلہ ہٹی سے پوچھا کہ پیر کی محبت حقیقی ہوتی ہے یا مجازی۔ بیٹن کر غصہ آیا اور لکڑی اٹھا کر مارنے لگے لیکن وہ بھاگ گیا۔ انہوں نے کہا کہ چالیس سال ہوئے کہ ہم نے یہ عقیدہ نہجتہ کیا ہے۔ اب تو شیطان ہو کر پوچھ رہا ہے کہ محبت پیر حقیقی ہے یا مجازی۔

اس کے بعد فرمایا کہ | **حق تعالیٰ کی محبت ہر چیز کی محبت پر غالب ہونی چاہیئے** | امام محمد غزالی رحمہ اللہ

جو امام شریعت و طریقت ہیں فرماتے ہیں کہ محبت حقیقی یعنی حق تعالیٰ کی محبت اگر دنیا و مافیہا پر غالب ہے تو موت کے بعد بھی یہی غالب رہے گی۔ اگر محبت حقیقی، دنیا و مافیہا کی محبت کے برابر ہے تو پھر بھی مرنے کے بعد حقیقی محبت غالب رہے گی۔ اگر محبت حقیقی قدرے مغلوب اور دنیا و مافیہا کی محبت قدرے غالب ہے تو پھر بھی محبت حقیقی کا غلبہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر محبت حقیقی بالکل مغلوب ہے یا محبت حقیقی کسی کے دل میں بالکل نہیں ہے اور محبت دنیا کی محبت ہے تو اُس وقت مرنے کے بعد دنیا کی محبت حقیقی محبت پر غالب آجائے گی۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک | **پیر کی محبت بیوی بچوں کی محبت پر غالب ہے** | دن درویش کھوکھرا کن

میران پور نے جو حضرت قبلہ مولانا صاحب الوصال کا مُرید ہے مجھ سے کہا کہ میرے دل میں بیوی بچوں کی محبت پیر کی محبت پر غالب ہے کیونکہ جب حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو ایک دو دن ٹھیرنے کے بعد بیوی بچوں کی محبت غلبہ کرتی ہے اور واپس چلا جاتا ہوں۔ شاید محبت حقیقی اور غیر حقیقی میں یہی فرق ہے کہ بیوی بچوں کے

اتصال کے بعد دو تین دن غم ہوتا ہے اس کے بعد بھول جاتے ہیں لیکن پیر کے غم میں ساری عمر رونا ہوں۔ فرمایا مجھے درویش کی یہ بات بہت پسند آئی۔ کیونکہ یہ امام غزالی کے قول کے مطابق ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس کا بھائی بھی جس کا نام فتح تھا حضرت مولانا صاحب لوصال کا مرید تھا۔ اس کے دل میں پیر کی محبت بہت پختہ تھی۔ چنانچہ وہ اپنے شیخ کو عام مجلس میں سجدہ کرتا تھا۔ شروع میں حضرت مولانا صاحب اس کو زبردستی منع کرتے تھے لیکن وہ سجدہ کرنے سے ہرگز باز نہیں آتا تھا۔ جب وہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو ہر بار سجدہ کرتا تھا۔ آخر میں آپ مجبور ہو کر تسمیہ فرماتے تھے اور ملامت نہیں کرتے تھے۔ ایک دن میں نے بھی یہ حال دیکھا تھا۔

**پیر کی محبت حقیقی ہے** | اس کے بعد فرمایا کہ یہی پیر کی محبت حقیقی محبت ہے کیونکہ پیر اور مرید کے درمیان نہ کوئی قرابت داری ہوتی ہے نہ کوئی رشتہ داری۔ محض یہی رشتہ ہے کہ پیر حق تعالیٰ کا راستہ دکھاتا ہے اور حق تعالیٰ اس کو پہنچا دیتا ہے اس لیے مرید کے لیے محبت پیر و محبت خدا ہے۔ اس کے بعد احقر ارقام الحروف نے عرض کیا کہ آیت فاتبعونی یحببکم اللہ (پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرو حق تعالیٰ تجھے محبوب رکھیں گے) کا مطلب بھی یہی ہے۔ فرمایا ہاں اور پھر یہ اشعار پڑھے۔

نراں کُنتم تَحِبُّونَ یابدا و راہ      بخلوت خانہ یحببکم اللہ !  
 دراں خلوت سراںے محبوب گردو      بحق یکبارگی مجذوب گردو  
 (سائل آیت کُنتم تَحِبُّونَ اللہ پر عمل کر کے خلوت خانہ محبوبیت میں پہنچ جاتا ہے  
 اس وقت وہ محبوب حق بن جاتا ہے اور حق تعالیٰ کی ذات میں اُسے جذبگی  
 حاصل ہوتا ہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں۔ اے پیغمبر تم لوگوں کو کہہ دو کہ اگر  
 تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری یعنی پیغمبر کی اطاعت کرو اللہ تم سے محبت  
 کرے گا۔ یعنی تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے)

اس کے بعد فرمایا کہ محبت پیر پورے طور پر محبت حقیقی نہیں ہے بلکہ اس کے اندر



بھی مراتب میں۔ پیر کی محبت کا حق مراعات اور آداب سے ادا کیا جاتا ہے۔ اگر پیر کی محبت، مطلقاً حقیقی محبت ہوتی تو انا بَشَرٌ قَشَقُکُمْ (میں تمہاری طرح بشر ہوں) وارد نہ ہوتا۔  
**رقص و جنبش کیا چیز ہے** | اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضور یہ وجد و رقص اور جنبش کیا چیز ہے۔ اور کس چیز سے پیدا ہوتی

ہے۔ فرمایا پہلے جنبش دل کو ہوتی ہے اس کے بعد بدن کو ہوتی ہے۔ اگر دل کی جنبش کم ہے تو اس کا ضبط کرنا آسان ہوتا ہے اس وقت رقص کی نوبت نہیں آتی۔ جب جنبش کا دل پر غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کا روکنا ناممکن ہو جاتا ہے اس سے رقص وجود میں آتا ہے چنانچہ ابتدا میں میرے ساتھ بھی یہی معاملہ رہتا تھا۔ بہت دفعہ جب میں اپنے حضرت شیخ مولانا خضر الدین قدس کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور بیٹھ جاتا تھا اور حضرت اقدس تمکیر لگا کر بیٹھے ہوتے تھے یا سو پہے ہوتے تھے تو جوش محبت کی وجہ سے میرا جی چاہتا تھا کہ حضرت اقدس کے پاؤں پر ماتھے لگاؤں اس خیال سے دل میں اس قدر جنبش پیدا ہوتی تھی کہ جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور بے اختیار جست لگاتا تھا اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتا تھا۔ کبھی اس جنبش پر میں غالب آ جاتا تھا۔ لیکن ضبط کرتے ہی میری آنکھوں کے سامنے سیاہی آ جاتی تھی اور بینائی گم ہو جاتی تھی۔ بعض اوقات یہ حالت غیظ و غضب کے وقت بھی مجھ پر طاری ہوتی تھی۔ چنانچہ مدینہ طیبہ میں ایک کمبخت نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی اور بے ہودہ بکواس کی تو مجھے جوش آ گیا اور سارا جسم کانپنے لگا۔ آنکھوں کے سامنے تاریکی آ گئی اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے بعد تبسم دلربا میں آ کر فرمایا کہ جو شخص عقل سے کام لیتا ہے زیادہ کوشش کرتا ہے۔ میں بھی اوائل حال میں جنبش کے وقت دل پر ہاتھ رکھتا تھا تاکہ معلوم ہو سکے کہ جنبش کی مقدار کس قدر ہے۔ پس جس قدر جنبش زیادہ ہوتی تھی ہاتھ کو زیادہ صدمہ ہوتا تھا اور یہ بات اس وقت حتی جب جنبش پر ضبط کر لیتا تھا اور عقل و ہوش بجاں ہوتا تھا لیکن جب ضبط کی طاقت نہ رہتی تو بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس وقت دل کی جنبش اور لرزش کی مقدار کیا ہوگی۔ ایک دن یہی حالت رونما ہوئی تو اس نابہو فقیر کا ہاتھ پکڑا کہ میں نے دل پر رکھا تو فوراً میں جست لگا کر دوسری طرف جا پڑا۔ بس یہی یاد تھا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر دل پر

رکھا تھا۔

## سرمنڈانا

اس کے بعد سرمنڈانے کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی تک ہندوستان میں یہ رسم موجود ہے کہ جب کوئی شخص سلوک میں داخل ہوتا ہے تو سر کے بال چھوڑ کر لمبے کر لیتا ہے۔ لیکن پُرانے زمانے میں جب کوئی شخص سلوک میں قدم رکھتا تھا تو اس کا سر منڈوا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ مبارک میں سرمنڈے ہوئے سالک کو بالوں والے سالک پر فضیلت حاصل تھی اور وہ مجلس میں آگے بیٹھتے تھے۔ اور یہ قاعدہ کلیہ ہو چکا تھا کہ سرمنڈے صوفی آگے بیٹھتے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت خواجہ بخشش کے ایک فرزند جن کے سر پر بال تھے حضرت محبوب الہی رحمہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضرت خواجہ حسام الدین عتانی جو حضرت محبوب الہی رحمہ کے مرید و خلیفہ برگزیدہ تھے آئے اور پیڑا دہ سے مقدم بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت محبوب الہی رحمہ نے فرمایا کہ حسام الدین تم میرے مخدوم سے مقدم بیٹھ گئے ہو۔ یہ سنتے ہی وہ نیاز بجالائے اور اٹھ کر پیچھے جا بیٹھے۔

## مولوی محمد حسن صاحب راجن پوری رحمہ

اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت خواجہ نور محمد نارووالہ کا وصال ہوا تو حضرت قبلہ عالم ہاروی رحمہ نے اُن کے مرید مولوی نور محمد بڑا اکا بانڈ پکڑ کر حضرت سلطان الاولیاء (حضرت قاضی محمد عاقل رحمہ) کے سپرد فرمایا اور اُن کے دو سکے مرید مولوی محمد حسن راجن پوری رحمہ کو حضرت حافظ محمد جمال عتانی کے سپرد کیا۔ پس مولوی محمد حسن رحمہ اکثر ملتان آیا جایا کرتے تھے اور خوش الحان قوالوں کو بھی حضرت حافظ صاحب کو خوش کرنے کے لیے ساتھ لے جایا کرتے تھے ایک دفعہ ایک غیر مخلوق (جس کا سر منڈا ہوا نہ تھا) قوال کو ساتھ لے گئے۔ اور سارا راستہ ڈرتے رہے۔ جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ اس دفعہ ایک بے ادبی ہو گئی ہے بالوں والے قوال کو ساتھ لایا ہوں۔ حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ قوال اسی طرح ہوتے ہیں۔ زیب و زینت ان کا شیوہ ہے۔



## میاں اشرف محمد اور میاں خیر شاہ ساکن کھائی کا اتقی | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء

صاحب الروضہ کا دستور تھا کہ اکثر شرفاء مثل علماء و فقراء کے لیے لنگر سے وظیفہ و روزینہ مقرر تھا۔ چنانچہ میاں اشرف محمد اور میاں خیر شاہ ساکن کھائی جو بہت ہی پرہیزگار تھے، آپ کے لنگر سے روزینہ حاصل کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے چند گھوڑے غلہ سے لے کر لے ہوئے ان کی طرف ارسال فرمائے تو انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ حضرت شیخ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء فرماتے ہیں کہ میں یہ بات بھول گیا تھا کہ جو لوگ غلہ لے گئے تھے، سر پر بال رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک سرمندے درویش کو ان کے ہمراہ روانہ کیا تو شاہ صاحبان نے بلا غلہ لے لیا۔

اس کے بعد رموز اولیاء کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ ہرات میں رموز اولیاء مجذوب رہتا تھا اور مولانا جامی رحمہ اللہ کبھی ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ ایک دن ہرات کا قاضی اور مولانا جامی اس مجذوب کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ مجذوب نے کہا اٹھو تاکہ ہم سب نماز پڑھیں۔ پس مجذوب نے امامت کرائی اور مولانا جامی رحمہ اللہ نے اقتدا کی۔ لیکن قاضی صاحب نماز میں شریک نہ ہوئے بلکہ گھر چلے گئے۔ مجذوب نے نماز کی نیت یوں کی کہ: ”اے پرری گری پرری برہام قصرے آں پرری۔ اللہ اکبر“ (یعنی اسے پرری جب تو اس پرری کے محل کی چھت پر پرواز کرے تو.... اللہ اکبر) مولانا جامی رحمہ اللہ نے اس مجذوب کے پیچھے پوری نماز پڑھی اور اعادہ نہ کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ احمد غزالی رحمہ اللہ نے ایک دن نماز کی نیت میں یہ کہا کہ: ”کافر شدم و زنا کر بستم اللہ اکبر“ (میں کافر ہوا اور زنا کر باندھا۔ اللہ اکبر)

علا کافر ہونے سے یہ ادا ہے کہ چونکہ وجود ایک ہے اور وہ وجود حق ہے اور نماز میں دعویٰ کا اقرار کرنا پڑتا ہے یہ حقیقت کا انکار ہے اور اس حقیقت کا انکار کفر ہے۔ اسے اہل اللہ کی اصطلاح میں کفر حقیقی کہتے ہیں لیکن یہ کفر مذہب و موم نہیں ہے مستحسن ہے اور اس کفر کا (باقی ملاحظہ صفحہ ۷۲۸)

حضرت ملا شاہ لاہوری کی نماز  
 اس کے بعد فرمایا کہ حضرت ملا شاہ لاہوری نے  
 جو حضرت میاں میر بالا پیر لاہوری کے مُرید  
 خلیفہ تھے بھی شیخ احمد غزالی کی طرح کہا کہ "میں عرش پر تھا نماز کی آذان سُنی تو اپنے آپ کو  
 تختِ السریٰ میں دیکھا۔ لہذا میں اٹھا اور نماز ادا کی"

## مقبول ۵۹: بوقت چاشت روزِ شنبہ ۱۹ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

مقامیں کی اصلاح کے بعد ہدایتِ عالم کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے یہ اشعار پڑھے

دیکھو چالِ انوکھی پٹری کئی دنج پہنوتی کئی دمر پٹری  
 نماز تیبہ سے دی راند نہ کھڑی گزریئے وہ آدم دوسے یار

اس کے بعد فرمایا کہ میری کافی کے اس مصرعہ میں اگرچہ محبتِ الہی کا بیان ہے لیکن اس بات کا  
 اشارہ بھی ہے کہ بہت سے آدم ہو گزرے ہیں چنانچہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رم  
 نے بھی فرمایا ہے

قصہ ہائے یار و ادبِ مقام صد قیامت بگذر دویں ناتمام  
 (دوست کے اوصاف کا بیان بہت طویل ہے بیان کرنے کے لئے سو قیامت  
 گزر جائے لیکن پھر بھی ناتمام رہ جائے گا)

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ:

قرآن و حدیث میں حکم آیا ہے۔ چونکہ ایک لحاظ سے بندہ عین ہے اور ایک لحاظ سے غیر اس لیے غیر  
 کے اعتبار سے صوم و صلوٰۃ واجب اور فرض ہے۔ عین کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب آدمی  
 حقیقی معنوں میں اپنے آپ کو فنا کر کے ذاتِ حق میں گم ہو جاتا ہے اور خود کا احساس نہیں رہتا  
 جب تک احساسِ خودی باقی ہے نماز فرض ہے جب احساسِ مٹ گیا معذور ہے۔



## چنگیزی مذہب

اس کے بعد چنگیزیوں کے مذہب کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ چنگیزی لوگ چنگیز خان کو وقت کا نبی کہتے ہیں۔ کیونکہ چنگیز خان نے اپنا ایک نیا مذہب نکالا ہے اور اس مذہب کو چنگیزیہ کہتے ہیں۔ اسحق نے عرض کیا کہ اس مذہب کے عقائد کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دراصل معاملہ توحید باری تعالیٰ میں کسی شخص کو امتثال نہیں ہے چنگیزی ہوں یا کوئی اور۔ نیکی اور بدی کو بھی ہر شخص جانتا ہے۔ باقی فروعات مثل حلال و حرام اس میں اختلاف ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ چنگیزی مذہب میں یہ رسم بھی ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کی بیوی زندہ اس کے ساتھ قبر میں جا بیٹھے تو جائز ہے چنانچہ چنگیز خاں کے خاندان میں جو بادشاہ ہوئے ہیں ان میں سے جو کوئی مر گیا ساٹھ ستر عورتیں اس کی محبت میں اس کے ساتھ قبر میں مدفون ہوئیں۔ اس وجہ سے قبر میں وہ لوگ ایک فراخ ترخانہ بناتے تھے اور مردہ کو اس کے اندر رکھ کر ان عورتوں کو ان کے ساتھ بٹھا دیتے تھے اور قبر کو بند کر دیتے تھے۔ وہ عورتیں خود بخود مر جاتی تھیں۔

## کٹواں پاک کرنے کا مسئلہ

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ ملاں کو یوں سے ایک پُرانا جُوتا لکھلا ہے۔ تمام حاضرین نے کہا کہ حضور ہم نے بھی اس کو میں سے وضو کیا ہے اب کیا کرنا چاہیے۔ مولوی غوث بخش ولد حافظ اللہ جوایا ساکن چاچڑال جو بڑے عالم تھے اور حضرت اقدس کے خادمان میں سے تھے مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ فتویٰ کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ تین دن رات کی غاروں کا اعادہ کیا جائے۔ بدن کیڑے اور برتن پاک کیے جائیں اور کوئیں کا سارا پانی نکالا جائے۔ آپ نے تبسم سے فرمایا کہ کوئی شخص جائے اور وہ جُوتا لے آئے۔ جب جُوتا لایا گیا تو آپ نے ملاحظہ فرمایا اور کہا کہ یہ جُوتا بہت پُرانا اور بیکار ہے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں پُرا ہو گا اور کسی بچے نے اٹھا کر کوئیں میں پھینک دیا ہو گا۔ نیز یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ نجاست سے آلودہ تھا۔ جُوتا اس قدر کھنہ ہے کہ ممکن ہے پہلے ناپاک ہو لیکن کئی بار بارش اس پر پڑی ہوگی۔ نیز چونکہ چڑھ یا جُوتا خواہ نیا ہو یا پُرانا نذات خود ناپاک نہیں ہے اس لیے میں کہتا ہوں احتیاطاً یہ فتویٰ ہے کہ نماز وغیرہ کا اعادہ ضروری نہیں ہے اب کوئیں

کو پاک کر دینا چاہیے۔ یہ سن کر مولوی صاحب مذکور ذرا برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ امام اعظم کا فتویٰ یہ ہے کہ تین دن رات کی نماز کا اعادہ کیا جائے آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ مولوی غلام رسول کو جاؤ۔ جب وہ آئے تو آپ نے ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب نجاست کا علم یقینی نہیں ہے تو فتویٰ وقوعہ کے علم کے وقت سے دیا جائے گا۔ یہ سن کر مولوی غوث بخش نے غصہ سے کہا کہ آپ نے یہ فتویٰ اپنی مرضی کے مطابق دیا ہے یہ صحیح نہیں ہے مولوی غلام رسول نے کہا جو فتویٰ آپ نے دیا ہے یہ کومیں میں کسی جانور کے گرنے پر دیا جاتا ہے یعنی اگر کوئی جانور کومیں میں گر کر مر جائے تو ایک دن رات کی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے جو تے کا فتویٰ علیحدہ ہے۔ اس اثنا میں مولوی تاج محمود جو حضرت اقدس کے متعلقین میں سے تھے آگئے۔ جب اُن سے مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی مولوی غلام رسول سے اتفاق رائے کیا۔ آپ نے فرمایا زبانی بحث کس لیے کر رہے ہو فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لو۔ چنانچہ انہوں نے کتاب شریعہ و فایہ اور ذخیر المختار کا مطالعہ کیا تو فتویٰ اُسی طرح نکلا۔ جس طرح مولوی غلام رسول نے بتایا تھا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے خود شرح و فایہ کھول کر کچھ عبارت پڑھی تو فرمایا کہ تم لوگ صرف امام محمد کا نام لے رہے تھے لفظ قالا (معنی دو آدمیوں نے کہا) سے تو یہ ظاہر ہے کہ امام محمد کے ساتھ امام یوسف رح ایک طرف ہیں اور امام اعظم ایک طرف۔ پس اسی صورت میں قاعدہ یہ ہے کہ مفتی کو اختیار ہے کہ امام اعظم کا قول اتنا سمجھ کرے یا اُن کے شاگرد کا۔ ایک دن رات یا تین دن رات کی نمازوں کے اعادہ کا سوال تو کسی جانور کے کومیں میں گرنے سے لازم آتا ہے۔ جو تاگر نے کی صورت میں تو صرف تین سو برو کا (بالٹی) نکالنے کی ضرورت ہے اور یہ وضو جو ہم نے اس پانی سے کیا ہے جائز ہے کیونکہ نجاست کے علم سے پہلے یہ وضو کیا گیا تھا۔ اس سے مولوی غوث بخش صاحب خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت محبوب الہی کے زمانے میں بھی اس قسم کا واقعہ پیش آیا تھا انہوں نے احتیاط کے طور پر برو کے نکالنے کا حکم دیا تھا لیکن نمازوں کا اعادہ نہیں کرایا تھا۔



# مقبوس ۶: بوقت زوال روز یکشنبہ ۲۰ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور واپس آنا  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے  
 جانے کا ذکر ہو رہا تھا ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جسم کے ساتھ  
 آسمان پر اٹھائے گئے تھے یا معروف موت کے بعد آپ کی روح مرفوع ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ  
 باقی اشیاء اور اولیاء کی طرح مرفوع ہوئے ہیں لیکن عیسائی لوگ ان کے دوبارہ دنیا میں تشریف  
 لانے کے ہرگز قائل نہیں ہیں اور ملکہ ہیں۔ میں نے نصرانی اکابر سے دریافت کیا ہے وہ کہتے  
 ہیں کہ ہم اس دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے  
 ہیں کہ جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام نے اس بارے میں فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ قیامت  
 کے دن واپس آئیں گے۔ چنانچہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دودفعہ غیب ہونے  
 کے قائل ہیں۔ ایک غیبت صغریٰ دوسری غیبت کبریٰ۔ غیبت صغریٰ سے وہ عرصہ مراد لیتے  
 ہیں کہ جب سولی چڑھانے کے بعد آپ قبر میں دفن ہوئے اور تین دن اور تین رات قبر میں  
 رہنے کے بعد آپ کی روح اُپر چلی گئی۔ قبر سے خروج کے چالیس دن بعد تک آپ ہر روز  
 حواریں کے سامنے ظاہر ہوتے تھے اور نصیحت متیقن و تربیت حواریں کے بعد گم ہو جاتے  
 تھے۔ چالیس دن کے بعد آپ آسمان پر چلے گئے اور پھر واپس نہ آئے۔ یہ ہے غیبت صغریٰ  
 (یعنی کم عرصہ کے لیے غیب ہونا)۔ جب چالیس دن کے بعد آپ نے حواریں کو الوداع کہا تو  
 فرمایا کہ اب میں آسمان پر جا رہا ہوں اور پھر تمہارے پاس واپس نہیں آؤں گا۔ لیکن جب  
 ساری خلقت میرے باپ (خدا تعالیٰ) کے سامنے جمع ہوگی اور سب کا حساب کتاب ہوگا تو  
 میں باپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہوں گا۔ اس دن سے قیامت تک کے عرصہ کو عیسائی  
 لوگ غیبت کبریٰ (طویل غیر حاضری) کہتے ہیں۔ عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 کا دنیا میں دوبارہ واپس آنا صحیح نہیں ہے۔

## تعوذ برائے دفع تپ غب

اس کے بعد فرمایا کہ دفع تپ غب کے لیے ایک  
تعوذ لکھا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے :

وُلِدَ عَلِيٌّ اَرِيَا كَرِيَا خُرُجَ عَلِيٍّ اَرِيَا كَرِيَا رُفِعَ عَلِيٌّ اَرِيَا كَرِيَا

اس تعوذ خُرُجِ عَلِيٍّ اَرِيَا كَرِيَا کہ وُلِدَ عَلِيٌّ سے مراد حضرت عَلِيٌّ عَلِيہِ السَّلَام کا حضرت  
بی بی مریم کے بطن سے پیدا ہونا مراد ہے اور خُرُجِ عَلِيٍّ سے مراد آپ کا دفن ہونے کے  
بعد قبر سے باہر آنا ہے اور رُفِعَ عَلِيٌّ سے آپ کا آسمان پر جانا مراد ہے۔

## مقبوس ۶: بوقت نیم روز بروز دوشنبہ ۲۱ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

چند مقابیس کی تصحیح کے بعد مسئلہ قضا و قدر کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔

مجلس میں ایک عالم میٹھے ہوئے تھے حضرت اقدس

## مسئلہ قضا و قدر کا صحیح حل

لے ان سے دریافت کیا کہ الایمان بن القدر والجبیر  
ایمان قدر اور جبیر کے درمیان ہے اے کیا معنی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور جو کچھ کتب عقائد  
اور اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والے متکلمین حضرات کی تخریرات میں لکھا ہے یہ  
ہے کہ ایمان جبیر اور قدر کے درمیان ہے یعنی ایک تیسرا امر ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں  
نہیں آتی۔ عرصہ سے میں اس مسئلہ میں حیران ہوں لیکن اب تک تحقیق نہیں ہوئی۔ آپ  
نے فرمایا کہ اگر اس عبارت کے معنی صوفیاء کرام کی طرح کئے جائیں تو متکلمین کے بیانات  
سے ہرگز کوئی بات نہیں نکلتی۔ صوفیاء کرام یہ معنی لیتے ہیں کہ یکبارگی نہ صرف جبیر ہے اور نہ  
یکبارگی محض قدر ہے بلکہ ایک لحاظ سے جبیر ہے اور ایک لحاظ سے قدر ہے یعنی ایک لحاظ  
سے آدمی مجبور اور بے اختیار ہے اور ایک لحاظ سے قادر اور مختار ہے۔ اس کے بعد  
فرمایا کہ الایمان بین الخوف والرجاء کے بھی یہی معنی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ جو متکلمین نے کہا ہے کہ

## صفات عین حق ہیں یا غیر

صِفَاتُ اللّٰهِ هِيَ لَا عَيْنُهُ وَلَا غَيْرُهُ



(اللہ تعالیٰ کے صفات نہ اس کے عین ہیں نہ غیر) اس کے اگر صوفیاء کرام کے موافق معنی نہ کیے جائیں تو معنی صحیح نہیں آتے۔ صوفیاء کرام یہ معنی لیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے صفات از روئے مفہوم اس کا عین نہیں ہیں بلکہ غیر ہیں اس وجہ سے کہ ہر صفت کا مفہوم دوسری صفت کے مفہوم کے خلاف ہے جیسا کہ ہدایت اور خلافت (مگر لمبی)۔ ضلالت کا مفہوم یہ تقاضا کرتا ہے کہ میں مُضِلّ (مگر راہ کرنے والا کی) ذات سے قائم ہوں اور ہدایت کا مفہوم اس بات کا مقتضی ہے کہ میرا موصوف ذات ہادی ہے۔ لیکن از روئے صدق و تحقیق صفات موصوف کا عین ہیں نہ کہ غیر اس وجہ سے کہ ان کا مُصَدِّق علیہ اور مُتَحَقِّق فیہ لیک ہی ہے۔ یہاں تعدّد کی بُنّیہ نہیں ہے۔

حکماء اور فلاسفہ کا مسلک | اس کے بعد حضرت اقدس نے اس عالم سے دریافت فرمایا کہ حکماء اور فلاسفہ نے صفات باری تعالیٰ کے متعلق کیا کہا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ حکماء نے صفات کی نفی کی ہے صرف توحید ذات کو بیان کیا ہے۔

ع مطلب یہ ہوا کہ صفت ضلالت اسم پاک مُضِلّ کی عین ہے اور اسم پاک ہادی کی غیر ہے۔ اسی طرح صفت ہدایت اسم پاک ہادی کی عین اور اسم پاک مُضِلّ کی غیر ہے۔ لیکن چونکہ ہادی اور مُضِلّ ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں اور دو کا وجود تک نہیں۔ اس لحاظ سے دونوں صفات حق تعالیٰ کا عین ہیں۔ اسی طرح مسئلہ وحدت الوجود حل کیا جاسکتا ہے۔ اگر صفات کو موصوف کا عین مانا جائے تو وحدت الوجود قائم اور صحیح ہے۔ اگر دو کے لحاظ سے صفات حق کو ذات حق کا غیر مانا جائے تو بھی صحیح ہے۔ اس لحاظ سے وحدت الوجود صحیح نہیں ہوگا۔ احقر مترجم نے سابقہ صفات میں اور نیز اپنی کتاب مشاہدہ حق میں یہی موقف اختیار کیا ہے جو صوفیاء کرام کے عقائد کے مطابق ہے کیونکہ صوفیاء کرام ایک لحاظ سے کائنات کو عین مانتے ہیں اور ایک لحاظ سے غیر۔

## ذات و صفات کا تعلق

آپ نے فرمایا کہ ذات من حیث الذات نے جہاں سلب اور ثبوت دونوں سلب ہیں۔ نازل میں سب سے پہلے تعین اول یعنی حقیقت محمدی میں نمود کیا۔ صفات کا مرتبہ اس کے بعد کا ہے اس وجہ سے کہ صفات کا مرتبہ تعین ثانی کا ہے جو تعین اول کی تفصیل ہے اور یہی ہے رتبہ الوہیت و ربوبیت (یعنی تعین اول سے قبل رتبہ الوہیت ہے اور اس کے بعد رتبہ ربوبیت جو صفات کا عالم ہے)۔ پس غور کرنا چاہیے کہ باوجودیکہ یہ دونوں مراتب الہی ہیں مگر از حیثیت تعین جہاں امکان (مکن اور حادث ہونا) لازم آتا ہے دوئی وجود میں آتی ہے اور وجوب و غنا جو ذات بحت کا خاصہ ہیں۔ یہاں ختم ہو جاتے ہیں۔ (یعنی مختلف تعینات اور اشیا کے کثرت کے حق میں واجب الوجود نہیں بلکہ ممکن اور حادث کہا جاسکتا ہے) اس جگہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مسئلہ نہایت نازک اور اذوق ہے اور ہر شخص کی عقل میں نہیں آسکتا۔ یہ سن کر احقر کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہاں حاصل عجز و حیرت ہے۔ اس خیال سے مطلع ہو کر آپ نے فرمایا کہ اس مسئلہ قدر و جبر اور تو حید (وحدت الوجود) کی اچھی طرح وضاحت اور انکشاف نہ ہونے کا سبب یہ ہے حقیقت اسرار اللہ کی کہ تک کوئی شخص نہیں پہنچ سکا۔ نہ حکماء کی عقل کی وہاں رسائی ہے نہ اولیاء کے کشف کی۔ سب عاجز ہیں!

اس کے بعد فرمایا کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ تمام منتہیوں (انتہا کو پہنچے ہوئے) کے منتہی ہیں لیکن ذات پاک حق سبحانہ تعالیٰ کی نسبت میں آپ بھی مبتدی ہیں۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

## حیرت آخری مقام ہے

امام غزالی رحمہ اللہ کی سعادۃ میں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات میں حیران و ششدر رہ جانا انبیاء اور اولیاء کا آخری مقام ہے لیکن حیرت و وقسم کی ہے۔ ایک حیرت محمودہ، دوسری حیرت مذمومہ۔ حیرت محمودہ جہاں کی حیرت ہے جو حقیقت سے ذرا بھر آگاہ نہیں۔ حیرت مذمومہ عارفین کی حیرت ہے جو حقیقت سے حتیٰ الوسع آگاہ ہیں لیکن کما حقہ آگاہ نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رحمہ فرماتے ہیں کہ العجز عن درک الادراک ادراک (حقیقت کے ادراک سے عجز کا نام ادراک یعنی معرفت ہے اور یہی حیرت محمودہ ہے)



یہ فرما کر قصہ کوتاہ کر دیا ہے کہ لَا أُحْصِي شَأْنًا عَلَيْكَ كَمَا أَنْتَ اثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِيكَ  
(مجھے تیری ثنا کا مقدور نہیں جیسا کہ تُو نے اپنی ثنا آپ کی ہے)۔

اس کے بعد فرمایا کہ روح جو مخلوقات میں سے ہے اس کی حقیقت و ماہیت اس طرح  
بلے مثل، بلے چوں، و بلے چگوں ہے کہ اس کی کنہ و کیفیت کے متعلق کسی کو علم نہیں۔ اور نہ کوئی  
کچھ بتا سکتا ہے۔ جب یہ معلوم تھا کہ حقیقتِ روح کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے  
شرع شریف میں اس کے متعلق علم کی نہی اور ممانعت آئی ہے۔ فرمان ہوتا ہے کہ قُلُ الرُّوحُ  
مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ (کہہ دو کہ روح عالم امر سے ہے) وجہ یہ ہے کہ حقیقتِ روح کا ادراک جس کشفی  
سے ہوتا ہے۔ لہذا اگر چہ اصل کشف کو حقیقتِ روح کے متعلق علم ہو جاتا ہے لیکن اس کی کیفیت  
اس ظاہری جس سے بیان نہیں کی جاسکتی جس طرح ایک مادر زاد اندھا مختلف رنگ یعنی سفید  
سرخ، سیاہ، سبز، زرد وغیرہ کے متعلق کچھ بیان نہیں کر سکتا اسی طرح روح کی کیفیت بھی  
عقل کے ادراک سے باہر ہے۔ جب روح کی کیفیت کا یہ حال ہے تو ذاتِ بحت اور اس کے  
اسرار و رموز، جو روح سے کئی درجے بلند و برتر ہیں کس طرح عقل میں آسکتے ہیں۔

امام غزالی کا نام تمام سلوک | اس کے بعد فرمایا کہ "نغات الانس" میں لکھا ہے کہ شیخ  
مُرکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں  
نے علم کشف میں امام محمد غزالی رحمہ اللہ کو دیکھا کہ قلم منہ میں لیے مختبر بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ  
اے امام اس قدر حیران کیوں بیٹھے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دنیا میں سب سے بہت  
صفات لکھی ہیں اب دیکھتا ہوں کہ سب غلط لکھی ہیں۔ شیخ مرکن الدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میں  
نے یہ قصہ حضرت شیخ نور الدین اسفرالی رحمہ اللہ کے سامنے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے معرفت  
میں کلام کرنے کا بے حد شوق تھا۔ ایک دن میں نے عالم واقعہ (کشف) میں دیکھا کہ مجھے  
حق سبحانہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ تجھے معلوم نہیں کہ امام غزالی ہمارے پاس کیا حسرت لائے  
ہیں۔ وہ حسرت یہ ہے کہ سلوک تمام کئے بغیر ہمارے حضور میں آئے ہیں۔

علہ امام غزالی کے سلوک نامقام ہونے کی تائید ایک اور واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔ ایک دن حضرت  
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

## قرب و نسبت میں فرق

اس کے بعد اس موضوع پر گفتگو ہونے لگی کہ کشف یا واقعہ میں ہر شخص کو اس کے پیر کی افضلیت نظر آتی ہے

اس اثنا میں راقم الحروف نے عرض کیا کہ قبلہ ہم لوگ بھی یہ سمجھنے میں سختی بجانب ہیں کہ ہمارے پیر کے برابر دنیا میں کوئی بزرگ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بعض کہتے ہیں کہ

بنتبہا شایہ از صفحہ سابقہ :

مترجم امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم دہلی سے خرید کر اپنے شیخ حضرت مولانا سید محمد ذوقی قدس مصنف سیردہراں کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ امام غزالی کا کمال ہے کہ ایسی بلند پایہ تصانیف اُن سے وجود میں آئی ہے۔ آپ نے فرمایا "ہاں تصنیف کی دنیا میں" یہ سن کر بات تو قدرے سمجھ میں آگئی لیکن مزید دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس واقعہ کے پچیس سال بعد احقر نے کتاب مرآۃ الاسرار کا فارسی سے اردو ترجمہ کرتے وقت یہ قصہ پڑھا جو حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے اوپر بیان فرمایا ہے اس سے احقر کے شیخ علیہ الرحمہ کے اُس قول کی تصدیق ہو گئی جو پچیس سال قبل سنا تھا۔ اب احقر کے دل میں یہ غصہ پیدا ہوا کہ ایک طرف تو کسی بزرگ کا کشف یہ کہتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم ارواح میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ حضور کی حدیث علماء امتی کا انبیا بنی اسرائیل (میری امت کے اولیاد بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں) کا اشارہ کن بزرگوں کی طرف سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالیؒ کی روح کی جانب اشارہ فرمایا۔ حضرت موسیٰ نے امام غزالیؒ سے نام دریافت کیا تو انہوں نے نام کے ساتھ اپنے باپ دادا پر داد کا نام اور پیشہ بھی بتا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو صرف نام پوچھا تھا تم نے سب کچھ بتا دیا۔ امام غزالیؒ نے جواب دیا کہ آپ سے بھی اللہ تعالیٰ نے صرف پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ صرف یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ عصا ہے لیکن آپ نے یہ بھی کہا کہ اس عصا سے فلاں کام لیتا ہوں فلاں کام لیتا ہوں۔ امام غزالیؒ کا مطلب یہ تھا کہ بڑی ہستی کے سامنے ہر شخص کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ سلسلہ کلام زیادہ دراز ہو۔ لیکن یہ الزامی جواب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آیا اور آپ نے امام غزالیؒ کا کندھا تھپ کر فرمایا کہ عن غزالی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)



سلوک میں شرک بھی کام دے جاتا ہے۔ یعنی سلوک میں اپنے شیخ کے خاص تعین کے ساتھ تعلق قائم کرنا اور محبت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے بغیر سلوک طے نہیں ہوتا۔ اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے۔ فنا فی الشیخ کے بعد فنا فی الرسول حاصل کیے بغیر نسبت کا حصول ناممکن ہے۔ فرمایا اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ اپنے پیر کے سوا کوئی اور بزرگ اس کو خدا سے ملا دے گا تو ایسا شخص نعمت فقر اور ولایت سے محروم ہے۔ اُسے ہرگز نسبت حاصل نہ ہوگی نسبت سے مراد ایک خاص تعلق ہے جو بندہ کو اللہ سے ہوتا ہے۔ قرب اور نسبت میں یہ فرق ہے کہ بادشاہ کے دربار میں حضوری اور قرب تو متعدد افراد کو حاصل ہوتا ہے لیکن خاص تعلق مخصوص افراد مثل بیوی، بچے، وزیر، اعظم اور خادم خاص سے ہوتا ہے۔ اس خاص تعلق کا نام نسبت ہے) اس کے بعد فرمایا کہ شیخ احمد محمد والف ثانی بڑے متشرع تھے۔ یہاں تک کہ وحدۃ الوجود

لقبہ حاشیہ از صفحہ سابقہ :

ادب ادب (یعنی ادب کرو) کہتے ہیں کہ جب امام غزالی پیدا ہوئے تو کاندھے پر آنحضرتؐ کے ہاتھ کا نشان تھا۔ اب احقر مترجم کے دل میں یہ غصہ پیدا ہوا کہ امام غزالی جیسے نبی کی شان والے ولی اللہ کا سلوک ناتمام رہ جانا کیسی بات ہے۔ غور کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی بات یاد آئی۔ آپ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں کہ مجھے آں حضرت کی زیارت ہوئی تو عرض کیا کہ حضورؐ صحابہ کرام میں کون افضل ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ شیخین یعنی حضرت البرکۃ اور حضرت عکرمؓ اس کے ساتھ حضورؐ اقدس نے وجہ بھی بتائی کہ شیخین حامل احکام نبوت ہیں اور علی رضی عنہ حامل احکام ولایت ہیں۔ اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اس سے احقر کو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ امام غزالی اگرچہ کم عمری کی وجہ سے ولایت کے تمام مقامات طے نہ کر سکے ہوں گے لیکن نبوت کے احکام کی نشر و اشاعت میں انہوں نے کمال کیا ہے اس لیے انبیاء بنی اسرائیل کے ہم مرتبہ ٹھہرے۔ اس سے دونوں روایات کی تطبیق ہو جاتی ہے۔

کے بھی بظاہر قائل نہیں تھے۔ اس کے باوجود آپ نے ایک کتاب میں لکھا ہے کہ مجھے  
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال اتحاد اور ربط تمام اُس وقت حاصل ہوا جب  
میں نے حق تعالیٰ سے اس لیے محبت کی کہ خاتمی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

## مقبول ۶۲: بوقت ظہر بروز پچشنبہ ۲۲ ذیقعد ۱۳۱۶ھ

گئے کا گوشت

گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی کہ امام مالک کے نزدیک گتے کا  
گوشت حلال ہے۔ حضرت اقدس نے ایک عالم سے دریافت کیا  
کہ یہ معاملہ کس طرح ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قبل میں نے یہ بات کسی فقہ کی کتاب میں  
نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا کہ لغات الانس میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ شیخ ابو عبد اللہ خضیف  
سفر کے دوران حضرت شیخ ابو ذر عمار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کچھ گوشت  
پکا کر شیخ ابو عبد اللہ کے سامنے رکھا لیکن انہوں نے نہ کھایا۔ جب اُن کو وداع کر کے سفر  
پر روانہ ہوئے تو راستہ میں چھوٹے اور صحرا میں چار دن تک کھانے کو کچھ نہ ملا۔ شیخ  
ابو عبد اللہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ آؤ دعا مانگیں کہ خدا تعالیٰ کوئی شکار عطا کرے۔

۱ اکثر یہی مشہور ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی وحدت الوجود کے قائل نہیں بلکہ وحدت الشہود  
کے قائل تھے۔ لیکن حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ نے اپنی کتاب مضامین ذوقی میں  
حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات کے حوالہ جات دے کر ثابت کیا ہے کہ شروع میں آپ کا  
مسک وحدت الشہود تھا لیکن بعد ازاں مراتب بلند ہونے پر آپ پر وحدت الوجود کی تہمت ہوئی  
اور یہی آپ کا مسک ہو گیا۔ وحدت الوجود سے مراد ہمہ ادست ہے اور وحدت الشہود سے  
مراد ہمہ از دست ہے۔ لیکن درحقیقت ہمہ ادست اور ہمہ از دست میں کوئی فرق نہیں۔  
صرف احتیاطاً ہمہ از دست یا وحدت الشہود کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ویسے مختار  
امام ربانی مجدد الف ثانی سے وحدت الوجود بھی ثابت ہے۔ شاہ ولی اللہ اور شاہ اسماعیل  
نے بھی ثابت کیا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں نزاع لفظی ہے



یہ کہنا تھا کہ وہاں ایک گستاخوار ہوا۔ چونکہ چٹوک سے سب کی حالت خراب تھی۔ انہوں نے گتے کو پکڑ کر ذبح کیا اور امام مالک کے مذہب کے مطابق اس کے ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ لئے، گتے کا سر حضرت ابو عبد اللہ کے حصے میں آیا سب لوگوں نے بخوبی ہو کر کتے کا گوشت کھا لیکن شیخ ابو عبد اللہ نے نہ کھایا اور سوچنے رہے حتیٰ کہ ساری رات گزر گئی۔ جب صبح تہجد کے لیے اٹھے تو گتے کے سر سے آواز آئی کہ اے شیخ یہ سزا اس شخص کے لیے ہے جس نے شیخ ابو ذرؓ کا دیا ہوا گوشت نہیں کھایا۔ شیخ ابو عبد اللہ اُسی وقت اٹھے اور اپنے اصحاب کو بیدار کیا اور کہا کہ آؤ تاکہ شیخ ابو ذرؓ کی خدمت میں جا کر معافی مانگیں۔ چنانچہ سب نے جا کر ان سے معافی مانگی اور دوبارہ سفر پر روانہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ اگر امام مالک کے مذہب میں یہ اجازت نہ ہوتی تو مشائخ یہ باتیں کیوں کرتے اور کیوں بکھتے۔ مجبوری کی حالت میں حرام چیز کا گوشت کھانا تمام ائمہ کرام نے جائز قرار دیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ عام مشہور ہے کہ آخری عمر میں شیخ ابو ذرؓ صوفیاء کے مخالف ہو گئے تھے۔ یہ بات صحیح نہیں بلکہ آپ ایک ایسے صوفی کے خلاف ہو گئے تھے جو بظاہر صوفی تھا لیکن باطن میں کذب و ریاسے خالی نہ تھا۔

## مقبوس ۶۳: بوقت ظہر بروز پختنبہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

حکماء اور صفاتِ الہی | صفاتِ الہی کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حکماء فلاسفہ صفاتِ الہیہ کے قائل نہیں ہیں۔ یعنی وہ صفات کی نفی کرتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ انبات صفات سے تعدد ذات واجب الوجود لازم آتا ہے یعنی واجب بہت ہو جاتے ہیں لیکن ان کا مقصد ذات وحدت وجود کو ایک ثابت کرنا ہے نہ کہ ایک سے زیادہ وجود۔ اس اثنا میں حاضرین مجلس میں سے کسی نے حکماء پر طنز کیا۔ اس پر حضرت اقدس نے منقسم ہو کر

فرمایا کہ صوفیاء کرام نے بھی بعض مسائل میں حکماء کے مذہب کی طرف رجوع کیا ہے۔ چنانچہ اسی مسئلہ صفات میں انہوں نے ذات سازج و ذات بحت (سادہ اور خالص ذات) کے لیے صفات اور عدم صفات کا اعتبار نہیں کیا۔ صوفیاء نے مراتب تنزلات میں صفات کا اثبات کیا ہے اور یہاں تعدد وجود کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ حکماء کا قول ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ عالم میں بغیر علم کے، مرید (صاحب ارادہ) میں بغیر ارادہ کے، قادر میں بغیر قدرت کے، سمیع میں بغیر سمیع کے، بصیر میں بغیر بصارت کے، کلیم میں بغیر کلام کے، یعنی حکماء کا خیال تمام صفات سبعہ جن کو اجماع صفات کہتے ہیں یعنی حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمیع، بصیر، کلام، ان کے متعلق وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔

**جبر و قدر** | اس کے بعد جبر و قدر کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ معتزلہ بھی قدری ہیں (قدر کے قائل ہیں)۔ کسی نے عرض کیا کہ قبلہ قدری کسے کہتے ہیں۔ فرمایا کہ فرقہ معتزلہ یعنی قدریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ لوگ اپنے افعال کے آپ خالق ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ یعنی لوگ اپنے اعمال و افعال پیدا کرنے میں خود قادر ہیں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر خالق افعال خدا تعالیٰ ہے تو عذاب و عقاب کے کیا معنی۔ اس سے تو خدا تعالیٰ کا ظالم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ ہرگز ظالم نہیں ہے یہ کہہ کر انہوں نے قرآن کی تمام آیات مثل **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ** — (اللہ تعالیٰ نے تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق ہے) وغیرہ تمام آیات و احادیث کی تاویل کی ہے (یعنی اور مطلب نکالے ہیں) نیز فرمایا کہ معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتا لیکن اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہ معاف کئے جاسکتے ہیں سوائے شرک اور عقیدہ دوئی کے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیں گے سوائے شرک کے جس کے لیے چاہیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ عبد الستار اور حضرت شیخ حبیب الرحمن

شیخ عبد الستار و شیخ حبیب الرحمن

بزرگی کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ کسی نے عرض کیا کہ شیخ عبد الستار سہروردی ہیں



اور حضرت شیخ غوث بہاؤ الحق زکریا مقامی قدس سرہ کے مرید ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خاص ان کے مرید نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے ایک خلیفہ کے مرید ہیں اور شیخ جیٹیا بھٹہ اور شیخ غلام محی الدین تینوں بھائی قادر ہی ہیں۔ اور حضرت غوث بہاؤ الحق کے زمانے سے بھی پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان تینوں بھائیوں کی اولاد نہیں تھی۔ اُن کے بعد جتنے لوگ متولی خانقاہ ہوئے ہیں مثل میاں رکن الدین وغیرہ ان میں سے پانچ شخص فقیر تھے اور سب سرور ہی تھے جن کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت غوث بہاؤ الحق سے جاملتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے ملک کے لوگوں کا رجوع زیادہ تر چار مقامات کی طرف ہے ایک سخی سرور، دو کے حضرت غوث بہاؤ الحق، تیسرے حضرت بندگی محمد غوث اوچی، چوتھے حضرت شیخ جیٹیا بھٹہ۔

ظہور کرامت کس سے زیادہ ہوتا ہے | اس کے بعد میاں نبی بخش مرید اللہ نے عرض کیا یہ حضرات

فقر ہیں اسی لیے ان سے زیادہ تصرف ظاہر ہوتا ہے اور زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں عالی مرتبہ مشائخ عظام کی طرف لوگوں کا رجوع کم ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ دُور بیٹھتے ہیں چنانچہ حضور حضرت سرور کائنات، صاحبِ لولاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے لیے کم لوگ جاتے ہیں لیکن ان فقر اور درویشوں کے ہاں جن کا مرتبہ کم ہے بہت لوگ جاتے ہیں اس لیے کہ ان کا مرتبہ درویشوں سے لوگوں کے کام اور حاجات بہت اور جلدی پورے ہوتے ہیں۔

اعجازِ قرآن | اس کے بعد اعجازِ قرآن کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن چند کفار نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہمیں کہتے ہیں کہ جس کی تم لوگ پرستش کرتے ہو وہ دوزخ کا ایندھن ہے اور یہی کہتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر آتش دوزخ حرام ہے۔ آج ایک دلیل ہمارے ہاتھ آئی ہے وہ یہ کہ ہم جلیں اور ان کو کہیں نصرانی لوگ حضرت عیسیٰ کی اور یہودی حضرت عزیرؑ کی پرستش کرتے ہیں اس لیے یہ دونوں پیغمبر آپ کے قول کے مطابقت دوزخ کا ایندھن ہیں۔ حالانکہ آپ کہتے ہیں انبیاء پر آتش دوزخ حرام ہے۔ ان کی تردید کے لیے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَطَبٌ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَاِرْدُوفٌ (بلاشبہ اسے مشرکین تم اور جو کچھ تم خدا کے سوا پوجتے ہو بتوں، اور درختوں میں سے دوزخ کا ایندھن ہو تم اپنے بتوں سمیت دوزخ میں داخل ہو گے)۔ کافروں کی تردید اس بات سے ہو گئی کہ یہ کلمات غیر ذی عقول کے لیے ہیں یعنی مشرکین کے تمام بت اور درخت جن کی وہ پرستش کرتے تھے سب غیر ذی عقول ہیں۔ اس سے آدمی اور ملائکہ جو ذی عقول ہیں خارج ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ قریش اور دیگر عرب شریف کے لوگوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی قسم کے مقابلے کئے۔ جب وہ لوگ شعرو سخن اور فصاحت و بلاغت کے میدان میں مقابلہ کرتے تھے تو ان کی فصاحت و بلاغت کو قرآن عظیم توڑ کر رکھ دیتا تھا عرب کے فصحاء اور بلغاء (جمع فصیح و بلیغ) میں سے کوئی شخص قرآن شریف کی طرح کلام نہیں لاسکتا تھا۔ اگر وہ لوگ میدان جنگ میں مقابلہ کرتے تھے تو پھر بھی شکست کھاتے تھے۔ اور ذلیل و خوار ہوتے تھے۔ چنانچہ جنگ بدر میں قریش کے اکثر سردار مارے گئے۔ آخر تمام مقابلوں میں عاجز آکر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب جنگ بدر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے حضرت خدیفہؓ کا باپ مارا گیا تو ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آں حضرت نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ابی خدیفہ مرتد ہوتے ہو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتد ہونے کا خیال ہرگز میرے دل میں نہیں آیا۔



لیکن مجھے یہ افسوس ہوا ہے کہ میرا والد سلیم الطبع اور صاحب انصاف تھا اور حق کو باطل سے جدا کرتا تھا۔ میں اس انتظار میں تھا کہ ابھی اس پر آں حضرت کی نبوت آشکارا ہوتی ہے اور ایمان لانے والا ہے۔ لیکن اب جبکہ وہ مارا گیا ہے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس دانا مئی کے باوجود کفر پر مڑا ہے۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہر مئی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر ہو چکا تھا اس لیے کیا خوب جواب دیا۔

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت  
**حضرت بھٹی صاحب چیلان مٹی رم**

ہماروی کے خلیفہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم حضرت قبلہ عالم کے تمام خلفاء کو اصحاب رسول اللہ صلعم کے ساتھ نسبت دے کر ان کے ناموں سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت قاضی صاحب یعنی سلطان الاولیاء کو ابی بکر صدیق، اور کسی کو کسی صحابی کے نام پر اور کسی کو کسی صحابی کے نام پر یاد کرتے تھے۔ حضرت بھٹی صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس صحابی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا خیر ہمیں کوئی نہیں پوچھتا کہ کون ہے جب سوال کرنے والوں نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ مجھے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر صحابہ کرام کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کو کم صحبت ملی ہے۔ لیکن آپ سے اس کثرت سے احادیث کی روایت ہوئی ہے کہ کسی صحابی سے نہیں۔ ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور مجھے احادیث یاد نہیں رہتیں اور جلد ہی سے بھول جاتی ہیں۔ دعا کیوں کہ یاد رہ جائیں۔ آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور توجہ کی۔ اس کے بعد جو کچھ آں حضرت سے سنتے تھے حفظ ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بکثرت احادیث مروی ہیں اسی طرح حضرت قبلہ عالم ہماروی کے متعلق جتنے حالات حضرت بھٹی صاحب نے بیان کیے ہیں کسی اور خلیفہ نے بیان نہیں کئے۔ چنانچہ حضرت بھٹی صاحب نے اپنے قضاے حاجت اور سونے کے لیے وہی اوقات مقرر کر رکھے تھے جو حضرت قبلہ عالم رحمہ کے

اوقات تھے تاکہ باقی تمام وقت آپ کے عادات، احوال و افعال پر نظر رکھ سکیں نیز  
 جس طرح حضرت ابی ہریرہؓ کو آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا کم وقت نصیب  
 ہوا۔ حضرت بھٹی صاحب بھی سب خلفاء کے بعد بیعت سے مشرف ہوئے اور آپ  
 کو حضرت قبلہ عالمؒ کی صحبت بہت کم نصیب ہوئی ہے۔ چنانچہ جہاں دوسرے  
 خلفاء کو حضرت شیخؒ کی صحبت کے پچیس تیس سال تھے حضرت بھٹی صاحب کو دس  
 سال سے بھی کم عرصہ نصیب ہوا لیکن جو مریہ ہوئے چند سال متواتر حضرت قبلہ عالمؒ  
 کی صحبت میں گزار دیئے اور ان کے وصال کے بعد ساری عمر آستانہ شریف پر سہری  
 کسی نے عرض کیا کہ حضور حافظ محمد اکمل و حافظ محمد افضلؒ ان کے فرزند ہیں یا نہیں  
 آپ نے فرمایا نہیں۔ وہ ان کے برادر زادگان ہیں۔ ان کے والد میاں غلام نضی  
 تھے جو بھٹی صاحب کے برادر حقیقی تھے۔ لیکن حضرت بھٹی صاحب لا ولد تھے۔ اس لیے  
 سے کہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔ ساری عمر عزیز عالم تجرد میں گزار دی۔ اس  
 کے بعد فرمایا کہ اچھے آدمیوں کو ہر شخص اپنی طرف کھینچتا ہے۔ چنانچہ حضرت بھٹی صاحب  
 کے مریہ ہونے کا قصہ یوں ہے کہ ایک رات خواب میں بھٹی صاحب کو حضرت  
 غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے مریہ کیا۔ چونکہ خواب کی بیعت معتبر نہیں ہوتی  
 وہ ظاہری پیر کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔ ایک درویش تھے جو نابینا تھے۔  
 بھٹی صاحب نے ان کے ساتھ بیعت کا ارادہ کر لیا۔ رات کو خواب میں پھر حضرت  
 غوث الاعظم کی زیارت ہوئی۔ آپ کے ہاتھ میں چند عدد نئے (کانا) تھے بھٹی صاحب  
 کو نئے مار کر فرمایا کہ نابینا درویش سے بیعت کرتے ہو۔ نیز وہ نابینا درویش بھی خواب  
 میں ظاہر ہو کر کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے کہ میں تم کو بیعت نہیں کروں گا۔ اس کے  
 بعد حضرت محکم الدین صاحب السیرہؒ کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی انہوں  
 نے فرمایا کہ جب میں حضرت شیخ الشیوخ گنجشکر کے عرس پر پاکپتن شریف  
 جاؤں تم بھی آجانا۔ حضرت صاحب السیرہؒ ہمیشہ پاکپتن جا کر عرس میں شریک ہوتے  
 تھے۔ اور ہشتی دروازہ سے گذرتے تھے۔ جب وہاں پہنچے تو بھٹی صاحب نے



ان کو وعدہ یاد دلایا۔ حضرت صاحب السیر نے فرمایا کہ میں تجھے ایک وظیفہ ہوں۔ رات کو یہ وظیفہ کرو جو کچھ پھوٹا ہے معلوم ہو جائے گا۔ پس وظیفہ لے کر انہوں نے رات کو پڑھا۔ خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم ہاروی آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر کھڑے ہیں اور چنپوری ہمارے ہیں اور حضرت صاحب السیر دور کھڑے ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد حضرت صاحب السیر نے بھٹی صاحب سے فرمایا کہ تم لے حضرت قبلہ عالم کا مریض بھی دیکھا اور میرا بھی۔ پس جاؤ اور ان کے مریض ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ لیکن حضرت قبلہ عالم نے بھٹی صاحب کو سلسلہ قادریہ میں مرید کیا اور نسبت قادریہ ان کو عطا فرمائی۔ چنانچہ آج تک وہی نسبت قادریہ ان کے خلفاء و مریدین میں جاری ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت بھٹی صاحب کے دو جید خلفاء ہوئے ہیں۔ ایک حافظ محمد اکرم صاحب جن کا مزار کراچی میں ہے۔ دوسرے حافظ غلام مرتضیٰ جو حضرت بھٹی صاحب کے برادر حقیقی ہیں۔ اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ بھٹی صاحب کا نام کیا ہے۔ آپ نے اپنا نظم کروہ شجرہ اٹھایا اور یہ ابیات پڑھ کر سنائے :۔

اے کروہ بعالم قدس وطن وارستہ ز قید نفس و بدن  
اے ہادی خلق عسلام حسن اے ہر سدرہ نشین مدے

مقبوس ۶ : بوقت ظہر بروز شنبہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

آنحضرت کی رستار مبارک  
تصحیح اشارات کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا حضور سرور عالم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلوات اللہ علیہ کی ایک مستند بلکہ نہایت ہی مستند رستار مبارک مجھے حاصل ہوئی ہے۔ راقم نے

مرض کیا کہ قید کس طرح حاصل ہوئی ہے۔ فرمایا کہ منگوٹ کے علاقے میں ایک مولوی صاحب رہتے تھے۔ وہ ہمارے مشائخ کرام کے مریدین میں سے تھے۔ اس علاقے میں فساد کی وجہ سے وہ ہندوستان چلے گئے۔ اور مشائخ چٹھیہ کے ہاں سکونت اختیار کر لی۔ چٹھیہ ایک قوم ہے جس کے بزرگوں کے پاس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات ہیں۔ ان کے پاس ان تبرکات کی سندات بادشاہوں کی دستخطی موجود ہیں۔ یہ دستار مبارک بھی ان کے پاس تھی۔ اس مولوی صاحب کا عقد نکاح چٹھیہ خاندان کے ایک بزرگ کی لڑکی سے ہو گیا۔ اتفاقاً اس خاندان کے تمام مرد فوت ہو گئے اور صرف ایک عورت بچی گئی جو اس کی منکوحہ تھی۔ چنانچہ یہ دستار مبارک بھی اس عورت کو وراثت میں ملی۔ کافی عرصے کے بعد مولوی صاحب اپنی بیوی کو اپنے وطن لے آئے اور وہ دستار شریف بھی ساتھ لائے۔ کچھ عرصے کے بعد وہ مولوی صاحب فوت ہو گئے اور ان کا بیٹا عبدالغنی نامی متولی ہوا۔ اس نے بھی بہاولپور میں سکونت اختیار کر لی۔ لیکن وہ نہایت اتر اور بدکردار تھا۔ اس کی والدہ حضرت محبوب الہی کی مُریدہ تھی ایک دن اس عورت نے مولوی غلام احمد اختر سے کہا کہ میرا لڑکا عبدالغنی اتر ہو گیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کسی دن اس دستار مبارک کو باقی سامان کے ساتھ فروخت نہ کر دے۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ یہ دستار اپنے پیر کو دے دو۔ اور میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ مجھے اس کا کوئی معاوضہ ملے۔ مولوی نے کہا میں اس کے عوض تجھے چالیس روپے دلاؤں گا۔ مولوی مذکور میرے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے اسے چالیس روپے پر راضی کر لیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس متاع بے بہا کے لیے چالیس روپیہ کیا چیز ہے اس کے عوض تو سارا مال و دولت اور جائیں قربان اور فدا کرنی چاہئیں۔ حضرت اقدس نے تبسم سے فرمایا کہ اُس وقت ہم بھی مفلس تھے۔ ایک سو روپیہ ہر یہ پیش کر کے دستار مبارک حاصل کر لی۔ جب ہم ناپور واپس آئے تو اس لڑکے عبدالغنی نے اگر شور برپا کیا میں نے سوچا کہ وارث شرعی بیٹا ہوتا ہے اس لیے دستار شریف اسے واپس دے دینی چاہی۔ چنانچہ میں نے کہا کہ دستار شریف واپس لینا چاہتے ہو تو لے سکتے ہو اور اگر



رقم لینا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔ صادق محمد خان غوری نے اُسے دس روپے سالانہ  
نذرانہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے راضی کر لیا۔ لیکن میں نے بیس روپے سالانہ مقرر کر کے  
اس سے کہا کہ جب میں نواب صاحب کی دعوت پر بہاولپور یا صادق گڑھ آؤں تو  
بیس روپے لے لیا کرو بلکہ حقیقی مرتبہ نواب صاحب آئیں تو تم ہر مرتبہ بیس روپے لے لیا  
کرو۔ چنانچہ آج تک وہ یہ نذرانہ لے رہا ہے۔ اب جبکہ نواب صاحب فوت  
ہو گئے ہیں وہ شرط بھی ختم ہو گئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب میاں عبدالغنی میرے  
پاس آیا تھا میں نے اس سے کہا کہ اگر یہ وہ شرط ختم ہو گئی ہے لیکن میں تجھے بیس روپے  
ششما ہی دیا کروں گا۔ ہر چہ میرے بعد آکر بیس روپے وصول کر لیا کرو۔ اس کے بعد  
فرمایا کہ یاد کرنا اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس مبارک کے موقع پر دستار شریف  
کی زیارت کرائی جائے گی۔

## مقبوس ۶۵: بوقت ظہر بروز جمعہ دس ماہ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

اسرار توحید حضرت خواجہ اجمیری کی زبان سے | ان ایام میں قاضی محمد اکرم  
ساکن داجل جو حضرت قدس  
کے مدبرِ راسخ الاعتقاد ہیں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اگر کتاب مشاہدات یعنی جس میں  
حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ کے مشاہدات درج ہیں۔  
حضرت اقدس کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ بیشک یہ حضور حضرت قبلہ  
اجمیری کے حالات میں اور حضرت قطب الاقطاب کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد کتاب  
سے آپ نے یہ عبارت پڑھی:

حضرت خواجہ بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ اے شیخ قطب الدین میں ستر ہزار بار  
آیا اور گیدا اگر تو پوچھتا ہے تو وہ لطف تجھ کو بھی دکھلاؤں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر حجرہ  
خاص میں لے گئے اور وہ کچھ دکھلایا کہنے اور سننے میں نہیں آتا۔ پھر فرمایا کہ:

”اے قطب الدین توحید وجودی کیا چیز ہے وہ کیفیت ہے کہ عارف کو توحید کے نشہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود عارف اور کل عالم عین ذات حق ہے۔ یہ امر ان فرضی تصورات کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو بزرگوں نے فنا و بقا کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کیے ہیں مگر فی الحقیقت آپ کو اور کائنات کو عین ذات حق جاننا کفر ہے کیونکہ یہ صفت منزہیہ کے خلاف ہے اسی طرح توحیدِ ظلی، یعنی جو صوفی کائنات کو اللہ تعالیٰ کا سایہ جانتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم لطیف کا سایہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا سایہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں عالم اسماء و صفات الہی کا منظر (جائے ظہور) ہے اور اسماء و صفات منظر ذات ہیں۔ منظر بمعنی ظاہر کرنے والا ایسی مناسبت کے سبب سے عارف لوگ عالمِ سکر میں توحید وجودی اور ظلی کے قائل ہو جاتے ہیں ورنہ وہ ذات پاک ہر شے سے منزہ ہے۔“

یہ فرما کر حضرت خواجہ مستغرق ہو گئے۔ اور یہ فقیر رخصت ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

کیا مرید کا رتبہ پیر کے رتبے سے بلند ہو سکتا ہے | اس کے بعد قاضی صاحب نے فرمایا ایک

مقام پر کتاب کھول کر عرض کیا کہ قبلہ یہ کتاب دکھانے کا میرا مقصد یہ دکھانا تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے شاید تمہیں یہ حدیث ہو ہے کہ مرید کا رتبہ پیر کے رتبے سے بلند ہو سکتا ہے۔ اُس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ بلند مرتبہ بھی پیر نے بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد مولوی غلام رسول صاحب کی طرف متوجہ ہو کر اس کتاب کی روایت بیان فرمائی۔ روایت یہ ہے کہ:

حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ (حضرت خواجہ خواجہ اجمیری کا مقام) | اجمیری رحمہ اللہ کے پیر نے فرمایا ہے کہ میں آسمانوں، حجابوں اور منزلوں سے گذر کر رب العزت کی جناب میں پہنچا اور سجدہ کیا۔



حکم ہوا کہ اے عثمان سرسجدہ سے اٹھا۔ میں نے سرسجدہ سے اٹھایا اور سوال کیا کہ اے پروردگار جب کوئی چیز نہ تھی تو کہاں تھا۔ بارگاہ رب العزت سے خطاب ہوا کہ اے عثمان یہ جو تم نے سوال کیا ہے قابل گرفت ہے لیکن ہم نے بحق معین الدین اجمیری رحمہ تعالیٰ معاف کیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ عثمان ہارونی نے عرض کیا کہ یا پروردگار شیخ معین الدین کا تیری بارگاہ میں کیا مرتبہ ہے۔ پروردگار نے فرمایا شیخ معین الدین کا میری بارگاہ میں وہ مقام ہے کہ اگر تمام اولیاء قیامت تک پر واز کر میں تو اس کے پہلے قدم تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مخدوم علی ہجویری لاہوری رحمہ تعالیٰ جو محققین و مجتہدین مشائخ کبار میں سے ہیں حتیٰ کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ تعالیٰ نے ان کی کتاب کشف المحجوب کو دیکھ کر فرمایا اگر شیخ علی ہجویری زندہ ہوتے تو میں ان سے بیعت کرتا۔ انہوں نے کشف المحجوب میں اس بات پر بحث کی ہے کہ آیا مرید کا رتبہ پیر کے رتبے سے زیادہ بلند ہو سکتا ہے۔ اس بارے میں آپ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے حضرت سری سقطی رحمہ تعالیٰ سے پوچھا کہ کیا مرید کا رتبہ پیر کے مرتبے سے زیادہ ہو سکتا ہے تو آپ نے فرمایا بینا ظاہر ہے کہ مرید کا مرتبہ پیر کے مرتبے سے زیادہ ہو سکتا جیسا کہ جنید کامرتبہ میرے مرتبے سے بلند ہے۔ اس پر شیخ علی ہجویری لکھتے ہیں کہ شاید حضرت جنید بغدادی رحمہ تعالیٰ کے حق میں حضرت سری سقطی رحمہ تعالیٰ کا یہ بیان شفقت کی وجہ سے ہو اور حقیقت پر مبنی نہ ہو۔ چنانچہ اس روایت کے بعد حضرت شیخ علی ہجویری نے مرید کے پیر سے زیادہ بلند مرتبہ نہ ہونے کے ثبوت میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سری سقطی رحمہ تعالیٰ نے حضرت جنید بغدادی رحمہ تعالیٰ سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے عہد میں ایک خاص اثر رکھا ہے پس چاہیے کہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرو لیکن شیخ جنید رحمہ تعالیٰ اس خیال سے کہ پیر بھی موجود ہوں اور میں واعظ بنوں، وعظ کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے اور خلاف ادب سمجھتے تھے۔ آخر ایک رات خواب میں ان کو حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ کی زیارت ہوئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جنید رحمہ تعالیٰ تم وعظ کیوں نہیں کرتے۔ وعظ و نصیحت کیا کرو۔ صبح اٹھ کر شیخ جنید

نے ارادہ کیا کہ اپنے شیخ سری سقطیؒ کی خدمت میں جا کر خواب بیان کروں۔ اُدھر حضرت سری سقطیؒ نے ایک آدمی بھیج کر حضرت جنیدؒ کو کھلا بھیجا کہ آؤ اور اپنے خواب کا حال بیان کرو۔ چنانچہ جب ان کی خدمت میں پہنچے تو حضرت سری سقطیؒ نے قبل اس کے کہ شیخ جنیدؒ کچھ کہیں فرمایا کہ تم میرے کہنے پر وعظ نہیں کہتے تھے۔ آخر تجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے۔ شیخ جنیدؒ نے عرض کیا کہ کیا اس خواب کے متعلق آپ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں نہیں مجھے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے سرور کائنات کو جنیدؒ کے پاس وعظ کا حکم دینے کے لیے بھیجا ہے۔ اس روز سے حضرت جنیدؒ بعد ازیں وعظ و نصیحت میں مشغول ہو گئے۔

**اقسام مراتب** | اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ مراتب کے دو اقسام ہیں۔  
 وباطنی۔ چنانچہ مرید کے مرتبہ کا پیر سے زیادہ ہونا  
 ظاہری مراتب کے اعتبار سے ممکن و جائز ہے۔ باعتبار مراتب باطنی جائز نہیں ہے چنانچہ یہ جائز ہے کہ پیر ابدال ہوں اور مرید غوث ہو جائے یا پیر قطب اقلیم (ایک علاقے کا قطب) ہو اور مرید قطب مدار (سارے زمانے کا قطب) ہو جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولے علیہ السلام کے پیر حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ اس وجہ سے کہ جب حضرت مولے حضرت شعیبؑ کی خدمت میں پہنچے تو اُن سے بیعت کی۔ حالانکہ شعیب علیہ السلام صرف نبی ہیں اور حضرت مولےؑ نبی اور مرسلؑ اولوالعزم

صلیٰ نبی اور رسول میں فرق کتاب سر دلبر الہ مستفہ حضرت مولانا سید ذوقِ قدس سرہ میں مفصل درج ہے۔ خلاصہ یہ ہے:۔ انبیاء علیہم السلام کے دو اقسام ہیں ایک وہ جدید شریعت لے کر آتے تھے۔ دوسرے وہ جو جدید شریعت لے کر نہیں آتے تھے بلکہ کسی اولوالعزم پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت کی مطابقت میں لوگوں کو ہدایت کرتے تھے۔ جو نبی جدید شریعت لے کر آتے تھے اور اپنی لائی ہوئی شریعت کی تبلیغ دنیا میں کرتے تھے رسول کے لقب سے ملقب ہوتے تھے لہذا رسول کا درجہ نبی کے درجہ سے زیادہ بلند ہے۔



ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بیعت حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بھی لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ اُن کا رتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر بلند ہے کہ میرے پھرے کا چمڑا حضرت عیسیٰ کے پاؤں کا جوتا بننے کے قابل ہے۔

## حضرت خواجہ اجمیریؒ اور خواجہ قطب صاحب کی دہلی میں ملاقات

اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار مذہبی قدس سرہ نے دہلی میں سکونت اختیار کی تو آپ کی ولایت کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ ساری خلقت آپ پر ٹوٹ پڑی۔ اور شاہان وقت آپ کے حلقہ ارادت (مُریدی) میں داخل ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے ملاقات کی خاطر دہلی تشریف لائے ہوئے تھے۔

ایک دن آپ شیخ نجم الدین صغریٰ کو ملنے گئے جو اس وقت شیخ الاسلام کے عہدہ پر تعینات تھے اور حضرت خواجہ غریب نواز کے صغیر سنی کے دوست تھے لیکن وہ حضرت خواجہ غریب نواز کے سامنے بے رُخی سے پیش آئے اور بی نزاکت کہنے لگے کہ اگر قطب الدین کی طرح آپ نے دوسرا مدد دہلی میں بٹھایا تو ہماری شیخ الاسلامی کا فائدہ ہو جائے گا اور بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔ یہ دیکھ کر حضرت خواجہ غریب نواز نے حضرت خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ بااقتب الدین

دہلی کے لوگوں کے دل تجھ سے رنجیدہ اور آرزوہ ہیں تم ہمارے ساتھ اجمیر واپس چلو اور وہاں رہو میں تمہاری خدمت گزاری کروں گا جیسا کہ خادم مخدوم کی کرتا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ جو کچھ حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنے مُرید کے حق میں فرمایا ازراہ شفقت تھا نہ کہ بلند مرتبہ کی وجہ سے۔ چنانچہ جب حضرت خواجہ غریب نوازؒ خواجہ قطب الدینؒ کو لے کر اجمیر کی طرف روانہ ہوئے تو دہلی کے سارے شہر میں کھرام مچ گیا اور سب چھوٹے بڑے، مرد، عورت، یہاں تک کہ

پروردہ و راستورات نے بھی برقعے اٹھا کر پھینک دیئے اور سب لوگ اپنے محبوب خواجہ قطب الاقطاب کے فراق میں زار و قطار رونے لگے۔ جب حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے یہ ماجرا دیکھا کہ آپ کے دہلی میں رہنے سے صرف ایک دل رنجیدہ ہے اور نہ ہنسنے سے سارا شہر غم و غصہ میں مبتلا ہو گیا ہے تو فرمایا کہ بابا قطب الدین مجھے دہلی مبارک ہو یعنی یہاں رہ جاؤ۔

### خاتم الانبیاء اور خاتم الولايت

اس کے بعد فرمایا کہ توحید کے مقام میں زیادتی خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ شیخ ابی یزید بسطامیؒ نے فرمایا ہے کہ ہوائی اعظمہ من لواء محمد (میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔) اس وجہ سے وہ لوائے حق (حق تعالیٰ کے جھنڈے) کا ذکر کر رہے تھے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کا جھنڈا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے زیادہ بلند تھا۔ لیکن مراتب کی زیادتی مراتب عبدیت میں ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الولايت ہوں۔ جس طرح تمام انبیاء کو خاتم الانبیاء کی احتیاج ہے اسی طرح خاتم النبوت کو خاتم الولايت کی ضرورت ہوتی ہے۔

### حضرت خواجہ نقشبند کا مقام

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ ابو یزید بسطامیؒ مشتبہ بہ جہان ہیں (یعنی ایسی ہستی کہ جس کی مثال دی جائے) یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے شیخ کامل مکمل کے حق میں کہا جاتا ہے کہ اپنے وقت کا ابو یزید ہے۔ وہی شیخ ابو یزیدؒ فرماتے ہیں کہ اس راستے (راہ حق) پر چلنے والے تمام بزرگان کی آخری منزل بایزید کی پہلی منزل میں گم ہو جاتی ہے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ نے بھی فرمایا ہے کہ تمام راہ حق پر چلنے والوں کے سفر کی آخری منزل حضرت ابو یزید بسطامیؒ کے سفر کی پہلی منزل میں گم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اسی وجہ سے مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے ع  
”اول وآخر ہر منتہی“ (ہر انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے کی ابتدا و انتہا خواجہ بہاؤ الدین



لقشبند ہیں)۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے آپ کے اندر کبر (کتبہادیکھتا ہوں) حضرت امام نے فرمایا یہ کبر جو تم میرے اندر دیکھ رہے ہو میرا نہیں ہے بلکہ کبر خدا کے کبر ہے۔ اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ کی کبریائی کا مجھ میں ظہور ہوا ہے۔

اس کے بعد اولیائے ممکنہ (چھپے ہوئے اولیاء) کا ذکر ہونے لگا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ لوگوں کے جوتوں پر نعل لگاتا تھا اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی، اس سے خود بھی کھانا تھا اور فقر کو بھی کھلاتا تھا اور رات کے وقت گم ہو جاتا تھا لوگ کہتے تھے کہ یہ غوثِ زمان ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیرہ (میرے اولیاء میری قبائے صدری) کے نیچے ہوتے ہیں اور میرے سوا ان کو کوئی نہیں پہچانتا)۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کا ایک مرید ہمیشہ آپ کی خدمت میں عرض کرتا رہتا تھا کہ مجھے غوثِ زمان کی زیارت کی تمنا ہے اور آپ بھی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن دیکھ لو گے۔ آخر ایک دن اس مرید نے اصرار کیا کہ مجھے ضرور غوثِ زمان کی زیارت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لگام جو ملک شام میں ہے اور جہاں تمام اولیاء اللہ جمع ہوتے ہیں میں جاؤں گا تم کو غوثِ زمان کی زیارت ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ مرید کو لگام کی طرف گیا اور دیکھا کہ بہت اولیاء اللہ جمع ہیں جب نماز کا وقت آیا ایک برقعہ پوش ظاہر ہوا۔ لوگوں نے کہا یہی ہیں غوثِ زمان۔ پس وہی غوثِ زمان امام ہوئے اور باقی اولیاء کرام نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آدمی اس برقعہ پوش غوثِ وقت کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مہربانی فرما کر نقابِ پیر سے ہٹائیں تاکہ اچھی زیارت کر لوں۔ انہوں نے انکار کیا لیکن بہت عجز و نیاز کے بعد جب انہوں نے برقعہ اٹھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی اس کے پیرِ حسنہ

ابو الحسن فرقانی ہیں۔

جبل عرفات میں اولیائے مستورین کا اجتماع

اس کے بعد فرمایا کہ تمام اہل مکہ معظمہ کو معلوم ہے

عرفات کے میدان میں جبل عرفات کے نیچے ایک مقام ہے جہاں تمام اولیائے مستورین (پوشیدہ اولیاء) حج کے دن جمع ہوتے ہیں لیکن اس علاقے میں کوئی شخص دیرانے اور بدوؤں کے خوف سے نہیں جاتا۔ عرفات کے لوگوں کو ان کی آواز غوغا اور ہنگام سنائی دیتا ہے اگر کوئی شخص وہاں جاتا ہے تو اسے سایہ کی طرح صرف ان کا ہیہ تو نظر آتا ہے ان کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ ابن الفارض کے پیر بی بی ان اولیائے مستورین میں سے تھے۔ ان کا ذکر مقبوس جہلم میں آچکا ہے۔ اس کے بعد ایک آدمی نے عرس کیا میری بیانی بہت کمزور ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا ہر رات سترہ لگایا کرو۔ ہر آنکھ میں ڈیڑھ سلائی مکلی تین سلائی روزانہ کے حساب سے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا فخر الدین کو شرف بصیرت لائق ہو گیا۔ دل میں خیال آیا کہ سترہ لگانا سنت رسول خدا صلعم ہے اس کی پابندی کرنی چاہیے۔ چپ پنجہ متواتر سترہ کرنے سے بصارت تیز ہو گئی۔

مقبوس ۶۶: قوت پاشت روز شنبہ از دی الحجہ ۳۱۶ھ

مجلس سماع | حضرت محبوب الہی کے عرس کا موقعہ تھا۔ آج سماع کی دوسری مجلس تھی۔ اجمیری قوالوں نے یہ اشعار گائے

صبا تینت شوقم ہاں جناب رساں      حدیث درۂ بیدل باقاب رساں  
دراں مقام کد آرم گاہ حضرت دست      زمین جوس و سلام من خراب رساں  
اس رباعی کے بعد یہ غزل گائی۔

میرا ریت منگین دل تم کو سست پیانے      قیامت فاختے زنا رو اسے نامہ سلیمانے  
میرا جو محبوب ہے بڑا سخت دل، ظالم اور بے وفا ہے جس کا قدر عونا



قیامت غیر ہے۔ زائر گانے والا کافر ہے یعنی شوخ بے پروا ہے جو کسی کے تابع فرمان نہیں۔

نگارے، شوخ چٹھے، تند خوئے، عرب بونگے، نیایش خاطر آشوب و غمش ناخواندہ مہمانے  
(ایسا محبوب بخوش چشم، تند نوا اور فتنہ گر ہے جس کا فراق جانکاہ اور درد آفت جال ہے)

بتے دارم، پریرجے انیس مشفق اے سدی بغیرہ آفت جانے، بعشرہ ظلم سامانے  
(اے سدی میرا محبوب وہ ہے جو بڑی پہرہ، انیس و مشفق مہربان) ہے اس کے باوجود وہ آفتِ جال اور ظالم بھی ہے۔  
ان اشعار میں محبوب حقیقی کی شان لا ابالی دکھائی گئی ہے۔ کبھی وہ مددِ مہربان اور کبھی بے حد نامہربان۔

ان اشعار پر حضرت اقدس پر گریہ طاری رہا اور باقی صوفیان اہل ذوق بھی نالہ و فریاد میں غلطاں و سیحان تھے۔

## مقبوس ۶: بوقت ظہر بروز شنبہ اردی الحج سال مذکور

حضرت اقدس نے کتاب فخر الطالبین مؤلف نور الدین حسین خان خلیفہ حضرت مولانا

حضرت قبلہ عالم مہاروی

محب البقی فخر الدین دہلوی رہیں سے یہ عبارت پڑھی :-

در ذکر میاں نور محمد صاحب فقیر (حضرت قبلہ عالم مہاروی) میاں نور محمد صاحب جو زبدہ یارانِ اکمال، (زبدہ معنی مکمل) قد وہ اجلال ذی الحال، (ذی حال صوفیاء کے لیے قابلِ مثال)۔ افتخار درویشیاں (درویشوں کے فخر) مرہم دل ریشناں، (رنجی دلوں کے لیے مرہم)۔ در آمد القیام (متقی لوگوں کے محب)۔ مسند نشین مسکن (درویشی کے مسند نشین)۔ دانائے سر حلقہ دردمند دال الہی،

(عائشانِ الہی کے سردار)۔ اور حضرت شیخ کے بے مثال خلیفہ میں اُن کے متعلق اور اُن کے احباب کے متعلق حضرت مولانا (فخر الدین رحمہ) کی زبان سے کلماتِ بشارت بار بار سُنے میں آئے۔ حضرت شیخ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء سے آج تک کسی وقت بھی نور محمد سے میری مرضی کے خلاف کوئی حرکت سر نہ نہیں ہوئی۔ اور کسی وجہ سے وہ غبارِ خاطر نہیں ہوا۔ یہ اُن کی ذات کی خصوصیت ہے ورنہ اکثر مریدین سے غلطیاں سر نہ ہو کر کئی شخصیں عبارتِ ختم۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ جو اس کتاب میں سید نور الدین حسین خان نے حضرت قبلہ عالم ہاروی کے حق میں "میاں نور محمد" لکھا ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ اُن کے پیر بھائی اور ہم عصر ہیں۔ یعنی ایک پیر بھائی دوسرے پیر بھائی کو اپنے مساوی سمجھتا ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ جو بشارت نامہ میں آپ کے اصحاب کا ذکر آیا ہے اس سے مراد ایک حضرت سلطان الاولیاء دوسرے حضرت صاحب نار و والدہ تیسرے صاحب حافظ صاحب ملانی ہیں۔ اس وجہ سے کہ اس وقت تک حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ اور باقی حضرات حضرت قبلہ عالم کی صحبت سے مشرف نہیں ہوئے تھے۔

## مقبوس ۶: بوقتِ ظہر بروز یکشنبہ ۱۲ ذی الحجہ سال مذکور

اس کے اقدس اور حضرت قطب الواحدین خواجہ محمد بخش رحمہ باہم ایک سماعِ باجم | ہی برتن سے کھیرا جسے سرایگی زبان میں کھیرنی کہتے ہیں اتنا دل فرما رہے تھے اور نہایت خوشدل ہو کر بے حجابانہ گفتگو فرما رہے تھے۔ فراغت کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ سماع وہ ہے جو باجم ہو۔ باجم کا مطلب یہ ہے کہ آواز سُنتے ہی سُنے والے کے دل پر کیفیات کا غلبہ ہو جائے یعنی سُنے والا مغلوب ہو جائے اور اس سماع کا معمول (دل میں سماع کے وقت جس محبوب کا خیال ہو) نہ حق سبحانہ تعالیٰ ہو نہ رسول اللہؐ نہ پیر یعنی



سماع مجہول المعلوم ہونا چاہیے۔ حضرت قبلہ مولانا (دہلوی رحمہ) ہمیشہ اپنے اصحاب کو اس قسم کے باجم سماع کی ترغیب دیتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ فتوحات مکی میں بھی لکھا ہے کہ اعلیٰ قسم کا سماع وہ ہے جو بے جاذب ہو یعنی نہ حق تعالیٰ کی طرف سے جاذب ہو نہ رسول اللہ کی طرف سے نہ پیر کی طرف سے۔

صا سماع باجم کی جو تعریف اوپر کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اشعار کو نہ حق تعالیٰ کی طرف نہ رسول اللہ کی طرف نہ اپنے شیخ کی طرف محمول کرنا ہوتا ہے بلکہ اس میں لاتعین کا غلبہ ہوتا ہے۔ چونکہ جو کو مقام لاتعین یا ذاتِ بحت سب سے اونچا مقام ہے اس لیے جس سماع میں ذاتِ بحت کا غلبہ ہو گا وہی سماع سب سے اعلیٰ و ارفع ہو گا۔ لاتعین یا ذاتِ بحت کے غلبہ سے مراد فانی الذات ہے یعنی سالک سماع میں تمام تعینات سے گزر کر ذاتِ لاتعین کے مراقبہ میں چلا جاتا ہے۔ یہ کیفیت لانے والے اس قسم کے اشعار ہوتے ہیں۔

نہ از کفرے خبر دارم نہ دافم حال ایمانم تخم شد جان، و جان شد جانِ جاناغم  
ہر شو کہ دویدیم ہمہ روئے تو دیدیم ہر جا کہ رسیدیم سر کوئے تو دیدیم  
من خرقہ گردم عربان خراباتم خوردم ہمہ رختِ خود مہمانِ خراباتم  
جب سماع ارفع و اعلیٰ کا ذکر ہوا تو ترتیب سماع کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بتدییہ شاخ اور ماہرین فن قوالوں کا دستور ہے کہ مصل سماع میں ترتیب سماع کو ہمیشہ مد نظر رکھتے ہیں جس طرح سلوک الہی میں پہلے مقامِ دوئی سے شروع کر کے سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر فی اللہ، سیر مع اللہ، سیر باللہ، سیر من اللہ سے ترتیب وار گزارنا ہوتا ہے۔ چونکہ سماع بھی سلوک الی اللہ کا مختصر نمونہ ہے اس میں بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ یعنی پہلے ادباعتِ رسول سے شروع کر کے مناقب اولیاء اور مناقب کے بعد عشق، در و محبت اور ہجر و فراق کا کلام آنا چاہیے تاکہ سالک کے دل میں آتشِ عشق بھڑک اٹھے۔ ہجر کے بعد وصال ہے۔ اس لیے ہجر یہ کلام کے بعد وصال کا کلام ہونا چاہیے۔ یعنی فانی اللہ، محویت و استغراق فی الذات، انکسار مستی لانے والا کلام آنا چاہیے تاکہ سالک مراقبہ ذات میں باکذاتِ بحت میں غوطہ کھاتا

## مقبول بوقت ظہر روزِ دو شنبہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

ایک عورت نے عرض کیا کہ قبلہ مجھے اولاد کا تعویذ عطا فرمائیں۔ حضرت اقدس نے یہ تعویذ لکھ کر اُسے دیا: **تعوذ اولاد** بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کَلِّیْعَص

اے عسق! یا حی یا قیوم! الہی مجرمۃ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ و الناطقۃ الزہراء و الحسن و الحسین ان ترزقنا ولدًا صالحًا طویل العمر و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ۸۶، مَا یے ح یہ دو تعویذ ہیں لیکن حضرت اقدس نے ایک تعویذ بآز بند کیا۔

اس کے بعد ایک عید صاحب الن کو ہستان بارکھان نے عرض کیا کہ قبلہ مجھے برکت ہوئی، بیاری لاجت ہے، کرم فرما کہ مجھے بھی تعویذ عطا فرمائیں۔ آپ نے اُن کو دو تعویذ عطا فرمائے۔ ایک تعویذ یہ تھا: **تعوذ شفاء امراض**

الحمد لله رب العالمین تا ولا الضالین آمین۔ و یشف صدور قوم مومنین ط یا ایہا الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم و شفاء لما فی الصدور ط شفاء للناس ان فی ذلك لآیات لقوم یتفکرون ط و نزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمومنین و اذا مرضت فهو یشفین ط قل هو اللذین امنوا هدی و شفاء۔ فرمایا اس تعویذ کو چاندی میں ڈال کر گردن میں ڈالو۔ دوسرا تعویذ بعینہ پہلے تعویذ کی طرح لکھ کر اُسے دیا اور فرمایا کہ اس تعویذ کو ہر روز چینی کی رکابی پر لکھ کر زبان سے چاٹ لیا اور اتالیس دن تک یہی کرتے رہو۔

اس کے بعد ایک اور شخص نے عرض کیا کہ اس بندہ کو بھی ایک تعویذ برائے اولاد عطا فرمائیں۔ ایک برائے برکت لکھ کر دیں چنانچہ حضور نے اولاد کے لئے یہ تعویذ لکھ کر اُسے دیا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا غفور یا غفور یا غفور یے ح ح اور برکت کے لئے یہ تعویذ دیا: **دیگر تعویذ برائے اولاد**



## تعویذ برائے برکت

بسم الله الرحمن الرحيم کہ عی ع ص ط س ق ال ر

ح م ن ☆ لا اھو۔ سبق کے وقت جب حضرت اقدس

نے اس تعویذ کو دیکھا تو فرمایا کہ ان اشکال کی صورت میں لوگوں کو اختلاف ہے۔ اگر قلم و دوات ہو تو میں تجھے لکھ کر دکھاؤں اور سکھاؤں۔ احقر نے قلم پیش کیا۔ پس حضرت اقدس نے بندہ کو سکھانے کی خاطر اپنے ہاتھ سے اشکال کو اس صورت میں لکھا ☒ آم II III اھ کی آپ نے فرمایا کہ مروج و معمول صورت اشکال یہی ہے جو میں نے لکھی ہے یعنی محض یعنی پانچ کونوں والی جہاں چاہیے۔ اس کے بعد تین الف پڑے۔ اس کے بعد میم مطبوعہ ابتر یعنی دم کٹی ہوئی چاہیے۔ اس کے بعد سلم (مستطیل) جس کے چاروں کونوں پر خط دراز ہوا۔ اس کے بعد چار الف بغیر مد اس کے بعد ہائے جوف (دھ)۔ اس کے بعد دواؤ جوف مع اس ہوا چلیے۔ اس کے بعد ایک شخص نے عرض کیا کہ قبلہ میرا ایک رشتہ دار عرصہ دراز سے تپ میں مبتلا ہے۔ حضرت اقدس نے یہ تعویذ لکھ کر لے دیا :

## تعویذ برائے شفا

بسم الله الرحمن الرحيم ولد عیسیٰ اریا کریا بسم الله

الرحمن الرحيم خج عیسیٰ اریا کریا بسم الله الرحمن

الرحيم رفع عیسیٰ اریا کریا اس کے بعد فرمایا کہ یہ تین تعویذ ہیں تین کاغذ کے پرچوں پر۔ ایک پرچ کاغذ پہلے دن بخار کے غلبے سے پہلے نہار منہ کھائے۔ دوسرے دن دوسرا اور تیسرا تعویذ کھانے اس کے بعد اور آدمی نے عرض کیا کہ قبلہ یہ بندہ بے حد مفلس ہے مہربانی و طیفہ دفع افلاس فرما کر کوئی و طیفہ عطا فرمائیں کہ میری غربت دور ہو جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سورہ مؤمنین بسم الله الرحمن الرحيم کے ساتھ ہر نماز کے ساتھ ایک دفعہ پڑھا کر۔

## مقبول بوقت ظہر روز شنبہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے اٹھ کر باواز بلند کمال عجز و انکسار کے ساتھ عرض کیا کہ قبلہ یہ غلام مرض مرگ میں مبتلا ہے۔ کافی مدت گزر چکی ہے جس سے

تعویذ مرگی

بندہ بہت تنگ آگیا ہے کرم فرما کر اس عاجز کو اس مرض سے نجات دلائے۔ حضور اقدس نے جبراً پاؤں دھت جہاں ہیں، فوراً یہ تعویذ لکھا شروع کر یا :

بسم الله الرحمن الرحيم هذا كتاب من محمد رسول رب العالمين طاف  
من طرق الدار من العمار والزوار الاطراق يتطرق بخير اما بعد فان لنا  
ولكم سقته في الخلق فان يكن عاشفا مزلعا او ناجدا مقتحا فهذا كتاب الله  
ينطق علينا وعليكم بالحق انا كنا فتنسح ما كنتم تعلمون ط ورسلا يكتبون  
ما كنتم من اتركوا صاحب كتابي هذا وانطلقوا الى عبدة الاصنام والى من يزعم  
ان مع الله الهة اخرى لا اله الا هو ط كل شيء هالك الا وجهه له الحكم و  
اليه ترجعون حم لا ينصرون عسق تفرقت اعداء الله وبلغت حجة الله  
ولا حول ولا قوة الا بالله فيسكنيكم الله وهو السميع العليم۔

تعویذ لکھ لینے کے بعد فرمایا کہ جو شخص با وضو ہو مجھ سے ملے اور دوسرا با وضو شخص بازار  
جا کر گزرتے آئے تاکہ اس تعویذ کو اس میں بند کیا جائے۔ اس کے بعد تعویذ اس شخص کو دیکھ  
فرمایا کہ اگر اس تعویذ کو چاندی میں رکھ کر پہنتا ہے تو سارے مسلمان ہونا چاہیے اور با وضو ہو کر تعویذ  
تیار کرے۔ تجھے بھی چاہیے کہ کامل وضو کر کے یہ تعویذ پہنے اور جو شخص تیرے بازو پر تعویذ لگا  
میں تمہاری مدد کرے تو وہ بھی با وضو ہونا چاہیے۔

اس کے بعد آدمی نے عرض کیا کہ قبلہ اس بندہ کو درویش کی بیماری رہتی ہے۔  
**تعویذ درویش** | تعویذ عطا فرمایا جائے۔ آپ نے یہ تعویذ لکھ کر اس کو عنایت فرمایا : بسم الله  
الرحمن الرحيم يسعي حين لاسي في ديمومة ملكه وبقائه يا حي

اس کے بعد ایک آدمی نے کیا کہ قبلہ بندہ کو فراخی رزق اور فتوحات کے لئے  
**وظیفہ فراخی رزق** | تعویذ عطا فرمادیں اور وظیفہ تعلیم فرمادیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعد  
نماز فجر اکیس بار سورہ فاتحہ پڑھا کر اور نماز ظہر کے بعد بائیس بار اور نماز عصر کے بعد تیس بار،  
نماز مغرب کے بعد چوبیس بار اور نماز عشاء کے بعد دس بار۔ نیز اسم اعظم یا با سبط کو بہتر مرتبہ  
پڑھا کر



اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ اس غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے ذلیفہ تسلیم فرمایا جاوے۔ حضرت اقدس نے یہ وظیفہ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ اسے بعد نماز عشاء ایک سو بار پڑھا کر دو:

اللهم رب البيت الحرام والمسجد الحرام والروكن والمقام  
اقبل روح محمد عنى السلام۔

## مقبول بوقت عصر روز پنجشنبہ ۱۲۱۶ھ

پیر کی غیبی امداد | حضرت اقدس مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے۔ لوگوں کا ہجوم تھا اور ہر شخص اپنے مقاصد پیش کر رہا تھا۔ علاقہ بابرکھاں (بلوچستان) کے ایک ہندو نے جو آپ کا مرید تھا عرض کیا کہ پیر ہمارے ملک میں یہ رسم ہے جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہم پیر کو آواز دیتے ہیں اور عصا بھی زمین پر مارتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے کہ اسے پیر آؤ اور ہماری مشکل آسان کرو۔ اور ہماری امداد کرو۔ کیا پیر وہاں پہنچ کر امداد کرتا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں پیر وہاں پہنچ کر مدد کرتا ہے اور مصیبت دور کرتا ہے۔ اس کے بعد اسی ہندو نے عرض کیا کہ پیر! مشکل پیش آئے میں کیا کروں۔ آیا عصا زمین پر ماروں یا چادر کا دامن زمین پر ماروں۔ آپ نے فرمایا جس طرح تمہاری مرضی

رہے۔ متوسطین یعنی درمیانی حالت کے سائیکین کے لیے فنا اور وصال کے بعد کوئی کلام نہیں ہونا چاہیے اور محض بند کردینی چاہیے ورنہ ان کو نقصان ہوگا۔ لیکن منہق حضرات کے لیے فنا کے بعد فناء الفناء اور اس کے بعد بقا باللہ کا کلام آنا چاہیے۔ احقر مقامات سماح پر ایک کتاب لکھ رہا ہے انشاء اللہ ترتیب سماح اور ہر قسم کا کلام مع شرح کلام تفصیل کے ساتھ اس میں رزق ہوں گے اور عربی، فارسی، اردو، ہندی، سرائیکی کلام کے مختلف مقامات کے مختلف بیٹ علیحدہ علیحدہ ترتیب وار دیئے جائیں گے مع شرح۔

از کرتے رہو عصار میں پر مارو۔ یا پاور۔ اس نے کہا یہ! ہم لوگوں کی عیبیں یہ ہے کہ عصار  
 کا سبب پیر کے بدن پر لگتی ہے کیا یہ درست ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں بیشک وہ سبب پیر  
 کے بدن پر لگتی ہے۔ اس نے کہا پیر تم تو خسرتی! اب بھی نہیں مانگتے مجھے عصار مارنے کی  
 اجازت نہ دے۔ صرف چادر کا رامن ماروں۔ نکا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔

## مقبول ۲ بوقت عصر بروز شنبہ ۲۵ محرم ۱۳۱۷ھ

حضرت اقدس سفر ہندوستان کا ذکر فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن ہم شہر  
 دیس والہ پہنچے بہت سخت بارش ہو رہی تھی اور سر پھپھانے کی بجائے تھیں۔ آخر ایک منہ  
 نظر کیا ہم جلدی سے اس کے اندر گھس گئے اور اندر سے دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ پندر  
 کے لوگ مطالبہ کر رہے تھے کہ باہر نکلو ورنہ شہر عظیم برپا ہو جائے گا۔ دراصل وہ ہم سے  
 ڈر رہے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم چٹان میں۔ اس لیے ہم جی ان کو یہ جواب دے  
 رہے تھے کہ ہم بھی سر پاشہ ہیں آؤ اور شہر کرو۔ چونکہ ہمارے پاس اسلحہ از قسم تلوار اور  
 بندوق تھا وہ ڈر گئے اور مجز و نیاز سے پیش آنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تم کو دوسری  
 جگہ دیتے ہیں ہمارا یہ عبادت خانہ نالی کر دو۔ چنانچہ انہوں نے دوسرا مکان دکھایا جو  
 ہمیں پسند نہ آیا۔ اس کے بعد انہوں نے دوسرا مکان دکھایا جو اچھا تھا۔ ہم وہاں جا کر  
 بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ماضی مجلس میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضور کے دوران  
 غریب اخراج اور سامان خورد و نوش بھی ساتھ لے گئے تھے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ  
 میں بہت دفعہ اجمیر شریف جا چکا ہوں لیکن اس چولستان اور مار کے راستے حج سے  
 پہلے پانچ بار گیا ہوں۔ پہلی بار البتہ زاد راہ اور خرچ ساتھ لے گئے تھے لیکن دوسری  
 بار صرف ایک روپیہ یا ایک روپیہ چار آنے پاس تھے۔ اس کے بعد بڑے دریاؤں  
 کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ چار دریا ہیں کہ جن کا منبع بہشت ہے۔ ایک



دریائے نیل، دوسرا دریائے فرات، تیسرا دریائے جیحون (جو افغانستان اور روس کی سرحد پر ہے) چوتھا دریائے گنگا اہل ہندو کے نزدیک دریائے گنگا کا منبع جٹا یعنی مادھو کی چوٹی ہے۔

## مقبوس ۳: بوقت عصر بروز شنبہ ۲۶ محرم ۱۳۱۶ھ

لفظ نقشبندی کی وجہ تسمیہ | حاضرین میں سے عرض کی کہ قبلہ سلسلہ نقشبندیہ کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نقشبندی منسوب ہے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند سے آپ کو نقشبند اس لیے کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کے اہل خانہ ریشمی قالین بنایا کرتے تھے اور ان کو خوبصورت نقش و نگار سے آراستہ کرتے تھے۔ بعض لوگ ایک اور وجہ بھی بتاتے ہیں۔ لیکن وہ مذکور سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اس کے بعد فرمایا یہ نسبت جو ہر سلسلہ میں واقع ہے یا کسی شہر اور قصبہ کی وجہ سے ہے یا کسی بزرگ کے نام سے والبتہ ہے۔ چنانچہ ہمارا سلسلہ پشتیہ یا ایہ چشت سے منسوب ہے جو خراسان کے ایک قصبے کا نام ہے اور پتے بزرگ بولقب چشتی سے ملقب ہوئے ہیں شیخ اشرف حضرت ابراہیم قاسمی قدس سرہ میں۔ ایسی طرح سلسلہ سہروردیہ سہرورد سے منسوب ہے۔ جو حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رح کا سوارہ سکن ہے اور عراقی عجم میں واقع ہے۔ سلسلہ نالیہ قادریہ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے اہم گرامی سے منسوب ہے۔ سلسلہ عزیزیہ کبردیہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے منسوب ہے جن کا لقب امامۃ الکبریٰ تھا۔ آپ کو یہ لقب اس وجہ سے ملا کہ طالب علمی کے زمانے میں آپ جس ہم درس کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتے تھے غالب آجاتے تھے۔ امامۃ کے معنی میں غلبہ کے اور کبریٰ بمعنی کمال (بڑا)۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ منصور ملاج اس وجہ سے نہیں کہتے کہ آپ کا پیشہ ملاج (روٹی دھننے والا) تھا۔ بلکہ

علاج کی وجہ تسمیہ

بلکہ قسریوں ہے کہ آپ کا ایک دوست تھا جو علاج تھا۔ ایک دن آپ اسکی دکان پر تشریف لے گئے۔ وہ روٹی دھون رہا تھا۔ آپ نے اسے کسی کام کے لیے باہر بھیج دیا۔ اور انگلی سے اشارہ کیا تو روٹی خود بخود دھن گئی۔ جب آپ کا دوست واپس آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ تمام روٹی دھنی پڑی ہے۔ اسی روز سے آپ کا لقب علاج ہو گیا۔

### حضرت خواجہ نقشبند رح کی عظمت

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ

بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ اس قدر

عظیم الشان ولایت پر مبعوث ہوئے تھے کہ مشائخ عظام کا خیال تھا کہ ولایت کا ظہور جس شان و شوکت سے حضرت شیخ جنید قدس سرہ میں ہوا۔ اس کے بعد وہ تمام کسی ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوا۔ مگر مدت دراز کے بعد حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اسی شان و شوکت سے جلوہ گر ہوئے۔ اس اثنا میں راقم الحروف پر کمال ذوق و گریہ طاری تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے سلسلہ میں حضرت خواجہ معین الدین جمیریؒ کو خواجہ بزرگ کہتے ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کو۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رح جن کا شمار اکابر اولیاء اللہ اور مشائخ بزرگ عالم میں ہوتا ہے اپنی کتاب فقرات میں لکھتے ہیں کہ خاتم الخلفاء کے توسط کے بغیر حق سبحانہ تعالیٰ تک رسائی ناممکن ہے اور آپ خاتم الخلفاء خواجہ نقشبند کو سمجھتے ہیں اس کے بعد حاجی عمر خان شاہد نے جو حضرت اقدس کے مقررین میں سے ہیں عرض کیا کہ آیا یہ صحیح ہے کہ خاتم الخلفاء حضرت خواجہ نقشبند رح کے توسط کے بغیر حق تعالیٰ تک رسائی ناممکن ہے۔ آپ نے فرمایا بلات یہ ہے کہ ہر شخص جس طرح اپنے سلسلہ کے مشائخ کے متعلق خیال کرتا ہے اسی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت خاتم الانبیاء صلعم نے حضرت اویس قرنی کے حق میں فرمایا ہے کہ اِنِّیْ وَجَدْتُ نَفْسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قَبْلِ اٰیْمِنِ (مجھے مین کی طرف ٹھنڈی ہوا محسوس ہوئی)۔ چنانچہ ایک دن حضرت شیخ ابو یزید بسطامیؒ خرقان سے گذرے اور فرمایا کہ مجھے یہاں سے دوست کی بو آتی ہے۔ دوست سے ان کی مراد شیخ ابوالحسن خرقانیؒ ہے۔ اسی طرح ایک دن حضرت خواجہ محمد بابا بکماکیؒ



قصر ہندوان سے جو بخارا کے پاس ایک گاؤں ہے گزر رہے تھے تو فرمایا کہ مجھے اس جگہ سے خدا کی بڑائی ہے۔ حضورؐ سے عرصے بعد قصر ہندوان قصر عارفان بن جائے گا۔  
لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس جگہ ایک بزرگ پیدا ہوں گے جو مقتدا تھے جہاں ہوں گے اور انکا نام بہاؤ الدین ہوگا۔ چنانچہ جس طرح آپؐ کی زبان سے نکلا قصر ہندوان جہاں ہندو لوگ رہتے تھے قصر عارفان کہلائے لگا۔ نئی کہ آن تک اسی نام سے مشہور ہے۔ جب حضرت خواجہ نقشبند پیدا ہوئے تو والد صاحب ان کو حضرت خواجہ بابا اسماعیلی کی خدمت لے آئے۔ آپ نہایت خوش ہوئے اور اپنے نوکر میں لے کر فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس وجہ سے کہ میں نے اسے قبول کیا ہے اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی مرد ہے جس کی منشا ہو مجھے آئی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت محمدؐ بابا اسماعیلی نے اپنے خلیفہ جانشین خواجہ سید امیر کلال سے فرمایا کہ میں ان کی تربیت کے وقت تک زندہ نہیں رہوں گا تم اپنی ساری ہمت میرے فرزند بہاؤ الدین کی تربیت میں صرف کرنا۔ اور اس میں کوئی کمی نہ کرنا۔ چنانچہ سید امیر کلال نے اپنے پیروں کی وصیت کے مطابق خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی تعلیم و تربیت و مجاہدت کے لیے کما حقہ کوشش کی۔ لیکن جب انہوں نے خواجہ نقشبند میں عظیم استعداد دیکھی تو فرمایا کہ جو کچھ مجھے حضرت محمدؐ بابا اسماعیلی سے ملا ہے سب تجھے دے دیا ہے۔ پیروں کی وصیت کو پورا کیا ہے اور زرہ بھر تجھ سے دریغ نہیں رکھا۔ چنانچہ میں نے اب اپنے پستان کو تمہاری خاطر بالکل خشک کر دیا ہے لیکن اسے فرزند بہاؤ الدین تمہاری ہمت کا طائر بلند پرواز ہے اب تجھے نصرت ہے دنیا کی سیر کرو اور ہر جگہ کی خوشبو سونگھو۔ اس سے اشارہ یہ تھا کہ مشائخ روزگار سے فیض حاصل کرو۔ چنانچہ آپؐ نے شیخ قسّم اور حضرت شیخ خلیل آلمسوی سے فیض صحبت حاصل کیا اور دوسرے مشائخ زمانہ کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر استفادہ کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ حضرت خواجہ نقشبند کو ذکرِ جہری سے مناسبت نہیں تھی۔ آپ ہمیشہ ذکرِ حق میں مشغول رہتے تھے۔ یہاں تک کہ جب سید امیر کلالؒ اپنے پیروں کو چاکر خلعہ ذکر کرتے تھے اور ذکرِ حق کے ذریعے مراقب ہو کر توجہ دیتے تھے اور

۱۱۱: ایلیم، از کربنہ رخا کی فوت آتی تو سترتہ خواجہ نقشبندؒ اُٹھ کر دوسرے مقام پر شغول ہو جاتے تھے۔ ایک دن لوگوں نے ازراہ طنز کہا کہ یہ عجیب رویہ اختیار کیا ہے جو مشائخ عظام کے طریق سے مختلف ہے۔ اس پر سید امیر کلالؒ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو اختیار دیا ہے کہ جو طریق امتزاع کر سکتے ہیں اور ایسے مشائخ کو نبوت سے حصہ ملتا ہے۔

**خلفائے حضرت خواجہ نقشبندؒ** | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ قدس سرہ کے خلفاء بہت ہیں لیکن خلیفہ اکبر اور بانشین حضرت خواجہ علاؤ الدینؒ ہیں۔ حضرت خواجہ محمد یار سارؒ بھی آپ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ آپ کے حق میں حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا ہے کہ محمد یار سائیرے اصحاب میں سے بڑخ ہیں۔ یہ اس لیے فرمایا کہ بڑخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں بڑے ولی اللہ تھے۔ اُن کا درجہ اس قدر بلند تھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی مشکل پیش آتی تھی تو اُن کے پاس جا کر دعا کرتے تھے۔ اسی طرح حضور حضرت سرور کائنات بھی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑخ کہا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا بُدخ اویس قرنیؓ ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا سبحان اللہ! خواجہ نقشبندؒ اور خواجہ محمد یار سارؒ کی کیا شان ہے کہ یا حضور حضرت نبی کریمؐ اپنی امت سے بڑخ مقرر کر رہے ہیں یا خواجہ نقشبندؒ اپنے خلیفہ کو بڑخ کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ یہ لقب یا خواجہ اویس قرنیؓ پر اس آریا یا خواجہ محمد یار سارؒ پر۔ اولیاء اللہ میں سے دوسرا کوئی بڑخ نہیں ہوا۔ اس کے بعد حضرت اقدس اور حاضرین نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

**مقبول:** بوقت عصر بروز پنجشنبہ ۲۸ محرم ۱۳۱۶ھ



## حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ

حضرت۔ اقدس نے فرمایا کہ شیخ ابوسعید  
ابوالخیرؒ بڑے عظیم الشان اور اکابر

اویار زمانہ میں سے تھے اور ولایت متفقہ کے مالک تھے چنانچہ آپ کے زمانے میں  
جتنے اقارب ابدال یا اقوام تھے سب نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ ایک دن مجلس  
سماع گرم تھی تمام فقرا جمع تھے اور شیخ ابوسعیدؒ درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔  
لیکن معاملہ سرد تھا کسی شخص پر اثر نہیں ہو رہا تھا۔ شیخ نے فرمایا مجلس بند کر دو اور  
خاصوش ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد انہوں نے اولیائے سلف کی حکایات شروع کر دیں  
جس سے ہر شخص کے دل میں ذوق و شوق کی آگ جھڑک اٹھی۔ یہ حالت دیکھ کر فرمایا  
کہ اب سماع شروع کرو۔ سماع شروع ہوا تو حضرت شیخ اور تمام اصحاب پر  
وجد طاری ہو گیا اور اسی وجہ کی حالت میں اپنے شیخ حضرت ابوالفضل قدس سرہ  
کے مزار پر گئے۔ ان اوقات تقریباً پانچ سو برس پیش و بعد میں تھے اور حضرت شیخ کے  
مزار کا طواف کر رہے تھے۔ سب لوگوں پر اس قدر ذوق اور بے خودی کا غلبہ تھا کہ  
ان کو اپنی بھی خبر نہیں تھی۔ سب حالت و بد فرو ہوئی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ آج  
کی تاریخ کھ لو۔ اس سے پہلے یہ حالت وجد و غلبہ کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ اس کے بعد  
جب آپ کا کوئی مرید بڑے بڑے رخصت طلب کرتا تو آپؒ فرماتے تھے کہ جاؤ میرے شیخ  
ابوالفضل کے مزار کے گرد سات سات بار دو طواف کرو حج پر جانے کی ضرورت  
نہیں ہے۔ اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کا سلسلہ کیا تھا۔  
آپؒ نے فرمایا کہ آپ سلاسل کے مختلف ناموں سے مشہور ہونے سے پہلے تھے۔  
اس وقت آپ کے سلسلہ کو جنید یہ کہتے تھے۔ اس وجہ سے کہ شیخ ابوسعیدؒ حضرت  
شیخ ابوالفضل ابن الحسن سرخسیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ وہ شیخ ابونصر سراج کے  
وہ حضرت شیخ ابو محمد ترعش کے اور وہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے  
کے مرید و خلیفہ تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ ہم میانوالی میں تھے جہاں حافظ گوٹل نے

قوالی سنائی۔ قوالی میں مجھ پر اس قدر جوش و وجد طاری ہوا کہ میں بے خود ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے مجھے عطر سنگھایا اور عرق گلاب سینے پر چھڑکا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مردانِ خدا نے تو اس راہ میں سر دے دیئے ہیں۔ اس کے بعد میرے دماغ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ رات کو خواب میں بھی وجد کرتا تھا۔ اور ہولناک خواب دیکھتا تھا۔ چنانچہ ایک رات ہم حضرت شیخ عبدالستار کے مزار پر تھے (آپ کا مزار خانپور کے مضافات میں ہے) ہم مسجد میں جو کھوہی کے قریب ہے اور جس کے در پر قمر ہندی (الی) کا درخت ہے چار پائیاں ڈال کر سو گئے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ اس درخت کے ہر پتے اور ہر شاخ سے خون بہہ رہا ہے۔ اس کے بعد دیکھا کہ کسی شخص نے نواب صادق محمد خان کے والد نواب بہاول خان کو گولی ماری ہے۔ اس کے بعد بیدار ہو گیا اور دو تین ماہ کے بعد بہاول خان کے فوت ہونے کی خبر موصول ہوئی۔

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور ایک شخص مسجد میں آیا ہے۔ برقعہ پہنتا ہے اور غیر محرم لوگوں سے منہ چھپاتا ہے۔ وہ بڑا پارسا ہے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی درخواست کرتا ہے اگر اجازت ہو تو اسے لے آؤں تاکہ قدم ہی حاصل کر سکے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا ظاہر و باطن یکساں ہے تو لے آؤ ورنہ نہیں اس کے بعد آپ نے عراقی کے یہ اشعار پڑھے۔

۱۔ ہمنامہ قلندر سزا در من سنائی کہ دراز و دور بنم رہ و رسم پار سائی  
۲۔ بہ زمین چو سجدہ کر دم ز زمین ندا برآمد کہ مرا خراب کر دی تو بس سجدہ کر یا ز ادا  
۳۔ بطواف کعبہ رفتم بہ حرم اہم نداند کہ بدون در پہ کر وہ کہ درون خانہ آئی  
۴۔ بقمار خانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدم چو بصومعہ رسیدم ہمہ یا فتم و غنی  
۵۔ در دیہ راز دم من ز درود ندا برآمد کہ یا بیای عراقی تو ز خاصگان مائی !  
ترجمہ ذرا سے دوست مجھے تو قلندروں کا سارا سنتہ دکھا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ کہ صوم صلوٰۃ کا راستہ بت طویل ہے۔

۶۔ جب میں نے زمین پر سجدہ کیا تو زمین سے یہ آواز آئی کہ تُو نے



مجھے ریا (دکھلاو) آلودہ سجدوں سے خراب کیا ہے۔  
 ۳۔ جب میں نے کعبہ کا طواف کیا تو اندر سے یہ آواز آئی کہ تُو نے دروازے  
 سے باہر کیا کیا ہے کہ اندر آتا ہے۔  
 ۴۔ جو اُمّ خانہ گیا تو سب کو پاکباز پایا۔ جب عبادت خانہ میں گیا تو سب کو  
 دغا باز دیکھا۔

۵۔ میں نے بُت خانہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی کہ آؤ آدمِ عراقی  
 تم ہمارے خاص آدمی ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ عراقی نے یہ جو جواہروں کو پاکباز کہا ہے۔ یہ اس وجہ  
 سے کہا ہے کہ ان لوگوں کا جو ظاہر ہے وہی اُن کا باطن ہے۔ ان کا اندر اور باہر  
 یکساں ہے۔

## مقبوس: بوقتِ ظہر روزِ یکشنبہ ۱۳۱۷ھ

حضرت اقدس نمازِ ظہر سے فارغ ہو کر وظیفہ پڑھ رہے تھے اور شہادت کی انگلی سے  
 قلب پر کچھ لکھ رہے تھے۔ یہ بات بارہا دیکھنے میں آئی ہے۔ اس کے بعد تلاوتِ کلام  
 پاک کی اور دعا مانگی۔ اور دو آدمیوں کو بیعت فرمایا۔ بیعت کے بعد آپ نے اپنا  
 وایاں ہاتھ پہلی بار مرید کے قلب پر اوپر سے نیچے کی طرف تین بار پھیرا۔ چوتھی بار  
 اُسی ہاتھ کے انگلیوں کے سروں کو اپنی زبان مبارک سے تر کر کے دوبارہ اس کے  
 قلب پر پھیرا۔ اس کے بعد دوسرے مرید کے بائیں کندھے پر ہاتھ پھیر کر چوتھی  
 بار انگلیوں کے سروں کو زبان سے تر کر کے اس کے قلب پر پھیرا۔ اس کے بعد  
 مجلس پرخواست ہوئی۔ آپ اپنے حجرہ خاص میں تشریف لے گئے اور باری باری مریدین  
 کو خلوت میں وظائف وغیرہ تلقین فرماتے رہے۔

## مقبول ۶: بوقت ظہر بروز شنبہ ۳ صفر ۱۳۱۷ھ

حضرت محبوب الہیؒ کا سماع | سماع و سرود کا ذکر ہونے لگا۔ نواب قیصر خان  
ملکی ساکن جھل نے جو آپ کے مرید تھے عرض

کیا کہ قبلہ حضرت سلطان الاولیاء نے زیادہ سماع سنا ہے یا حضرت قبلہ محبوب الہیؒ  
نے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت محبوب الہی نے حضرت سلطان الاولیاء سے زیادہ سماع سنا  
ہے۔ حضرت محبوب الہی مشائخ عظام کے عرسوں کے علاوہ ہر نوافل و سببوں دن مجلس  
سماع قائم کرتے تھے۔ اس کے علاوہ زبان مبارک سے کچھ نہیں کہتے تھے لیکن آپ کے  
اصحاب اور قوال مقتضائے مزاج مقدس کے مطابق دن رات قوالی کا اہتمام کرتے تھے۔  
کبھی دروازے پر دیوار سے باہر کسی نقارہ اور شہنائی نواز کو بٹھا کر تمام لوگ حضرت  
شیخ کے لیے سرود کا بندوبست کرتے تھے۔ غرضیکہ اکثر اوقات آپ سماع میں  
مشغول رہتے۔

اس کے بعد خانہ مذکور نے عرض کیا کہ قبلہ حضرت محبوب الہیؒ نے کبھی عورتوں  
سے بھی گانا سنا تھا یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ساری زندگی میں انہوں نے دو بار سماع سنا۔  
اور دونوں دفعہ آپ پر وجد طاری ہوا۔ ایک دفعہ حضرت سلطان الاولیاء کے عرس کے  
موقعہ پر حرم شریف کے حجروں میں آپ قیام پذیر تھے۔ یہ بات ہمیں بھی یاد ہے کہ ایک  
دن حضرت محبوب الہیؒ اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک گانے والی عورت  
آئی اور خالقہ شریف کے آستانہ پر پختہ سے نیچے ساز و سرود کے ساتھ ناچنا شروع  
کیا۔ وہ ایک ہندی شعر گار ہی تھی۔ جو نہی اس کی آواز حضرت محبوب الہیؒ کے کانوں  
میں پہنچی آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ لوگوں نے چپکے سے جا کر اس عورت کو کہا کہ  
شبابضیہ شعر بار بار کہو کیونکہ حضرت اقدس پر حالت طاری ہے۔ دوسری دفعہ  
ایک عورت اندرون حویلی گار ہی تھی اور یہ شعر پڑھ رہی تھی۔



لنگن بن رہا نہ جاگی کوئی

یہ شعر سن کر حضرت اقدس پر ذوق طاری ہوا اور وجد میں آ گئے۔

حضرت مولانا فخر الدین کا سماع

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ فخر الادبیاء میرے شیخ علیہ الرحمہ سماع کے اس قدر

فنا نق تھے کہ زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ آپ حضرت قبلہ محبوب الہی کی طرح ہر وقت سماع سنتے تھے اور ہر وقت ہر غزل، ہر شعر، ہر دوہڑہ پر آپ کو ذوق آ جاتا تھا۔ بسا اوقات حجرہ کے دروازہ پر قوال گایا کرتے تھے آپ اندر بیٹھے سنا کرتے تھے۔ جب ذوق بڑھ جاتا تھا تو آپ اٹھ کر رقص کرتے تھے۔ اس وقت قوال بھی حجرہ کے اندر داخل ہو جاتے تھے اور باقاعدہ مجلس سماع منعقد ہو جاتی تھی۔ آل حضرت پہلے مراقبہ کرتے تھے اور اس کے بعد ذکر جہری میں مشغول ہوتے تھے۔

آداب سماع

اس کے بعد فرمایا کہ آج کل اکثر درویشوں کے خاندانوں سے آداب سماع مفقود ہو چکے ہیں۔ چونکہ آداب نہیں بجالاتے لذت اور

ذوق سے بھی بے بہرہ رہتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے اجمیر شریف جانے کا اتفاق ہوا وہاں آج کل یہ دستور ہو گیا ہے کہ مجلس سماع میں غریب و مساکین ایک فرش پر بٹھائے جاتے ہیں اور سجادہ نشینوں، امیروں اور دولت مندوں کے لیے دوسری طرف معزز طریق پر قالینوں پر بٹھانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ایک دن حضرت خواجہ بزرگ رحمہ کے عرس کے موقع پر سماع خانہ میں مجلس سماع منعقد ہوئی۔ ایک طرف سجادہ نشین امیر اور دولت مند لوگ تھے۔ مجھے بھی اسی صف میں جگہ دی گئی اور دوسری طرف باقی لوگ تھے۔

جب قوالی شروع ہوئی تو میں نے دیکھا کہ امیروں کی صف میں سلسلہ گفتگو اور چائے نوشی جاری رہا۔ یہ لوگ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے اور وہی غریب لوگ باقی رہ گئے۔ چنانچہ میں بھی اٹھ کر عوام کے ساتھ جا بیٹھا۔ میرا وہاں بیٹھنا تھا کہ ذوق و شوق اور جوش و خروش پیدا ہوا۔ بعض صوفی لوگ میرے پاؤں پر سر رکھ رہے تھے اور بعض میرے گرد طواف کر رہے تھے اور ذوق و شوق کے عالم میں مست تھے۔ اور اشعار پڑھ رہے تھے۔

## مقبول: بوقت عصر بڑ ز چہار شنبہ ۱۳۱۶ھ

مُرید کی مشرکانہ بات پر حضرت اقدس کا غصہ | آپ کی خدمت میں ایک آدمی دست بستہ رو کر یہ گزارش کر رہا تھا کہ قبلہ اس غلام کو دو چیزیں عطا کی جائیں۔ ایک اپنی عقیدت مندی دوسرے میری روزی نہایت تنگ ہے میری روزی فراخ ہو جائے۔ میں خدا اور رزاق حضور کو سمجھتا ہوں۔ یہ بات سُن کر آپ بہت غصے ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں ان باتوں سے تنگ آ گیا ہوں اور تعلق قطع کرنا چاہتا ہوں۔ ہم اپنے پیروں کو خدا کا بندہ سمجھتے ہیں۔

## مقبول: بوقت ظہر بڑ ز یکشنبہ ۸ صفر ۱۳۱۶ھ

حاضرین مجلس میں سے کسی نے عرض کیا کہ قبلہ حضرت سلطان الاولیاء اپنے شیخ حضرت قبلہ عالم ہاروی کا عرس اسی جگہ پر کرتے تھے یا ہمارا شریف میں۔ آپ نے فرمایا کہ اس جگہ آپ صرف حضرت قبلہ محب النبی مولانا دہلوی رحمہ کا عرس کیا کرتے تھے لیکن اپنے شیخ کا عرس ہمیشہ ہمارا شریف جا کر کرتے تھے۔ اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ عالم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ تمام حلقاء راشدین موجود تھے لیکن انہوں نے تجنیز و تکفین کا کام حضرت مولوی خدا بخش صاحب خیر پوری کے سپرد کیا تھا۔ چنانچہ غسل بھی انہوں نے دیا اور نماز جنازہ بھی انہوں نے پڑھائی۔ نیز جنازہ اٹھانے میں بھی آپ شریک تھے۔

استغراق کی وجہ سے نماز میں دوسروں کی امداد | اس کے بعد فرمایا کہ مولوی خدا بخش صاحب



عجب مشغولی رکھتے تھے۔ چنانچہ سن پیری میں نماز آپ کو دوسرے لوگ پڑھاتے تھے۔  
 اور آخر عمر میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کو بھی نماز دوسرے لوگ پڑھاتے تھے۔  
 لیکن حضرت خواجہ تونسوی اور مولوی صاحب کی نماز میں یہ فرق تھا کہ حضرت خواجہ  
 تونسوی رح کے ساتھ ایک خادم ہو جاتا تھا اور کہتا تھا کہ دو رکعت یا چار رکعت فرض یا  
 سنت پڑھیں۔ اگر تکبیرات یا نماز کا کوئی رکن قبول جاتے تھے تو خادم یا دولہا تھا لیکن  
 حضرت مولوی صاحب کو پوری نماز یعنی تکبیرات، قرأت اور ارکان نماز دوسرا شخص ادا  
 کرتا تھا اور کبھی حالت یہ ہوتی تھی کہ نماز پڑھانے والے سے کہتے تھے کہ بابا کیا کہتے ہو یا  
 اگر نماز کے دوران کوئی نواز و السلام علیکم کہتا تو آپ اس کا جواب دے دیتے تھے جب  
 ایسا واقع ہوتا تو آپ بڑی مشکل سے نماز دہراتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ حالت بڑھانے  
 کی وجہ سے تھی یا استغراق سے۔ آپ نے فرمایا دونوں وجوہات کی بنا پر۔ اس وجہ سے کہ  
 شیخ فانی کے مقام پر پہنچ چکے تھے اور شیخ فانی بھی تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب  
 حافظ غلام مرتضیٰ اچیل دہنی چیلادہنی اگرچہ اپنے بھائی کے مرید و خلیفہ  
 تھے لیکن فیض کشیاور تکمیل ان کو حضرت مولوی صاحب کے ذریعے ہوئی۔ چنانچہ  
 مولوی صاحب مکان سے ترک سکونت کر کے پہلے چیلادہن سکونت پذیر ہوئے۔ اس  
 کے بعد خیر پور جاکر بقیہ زندگی وہاں گزاری۔ جن آیام میں چیلادہن میں قیام پذیر

شاہ شیخ فانی کا مطلب یہ نہیں کہ مقام فانی اللہ میں پہنچتے ہی مغلوب الحال ہو جاتے ہیں اور  
 صوم و صلوٰۃ بمشکل ادا کرتے ہیں۔ شیخ فانی سے مراد یہ ہے جب ادیب کرام آخر عمر میں  
 اپنے تمام فرائض منصبی سے فارغ ہو کر رشد و ہدایت خلق کا کام اپنے خلفاء کے سپرد کر دیتے  
 ہیں تو دصال سے کچھ عرصہ پہلے وہ ذاتِ بحت میں پوری طرح مستغرق ہو جاتے ہیں ان  
 کو فرد یا صیفہ جمع میں افراد کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ  
 اس استغراق نامہ کے باوجود بھی وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

تھے۔ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پر کمال لطف و مہربانی فرماتے تھے اور ہر وقت ان کی تربیت سلوک اور نگاہداشت میں رہتے تھے۔ حافظ صاحب تدریس علم میں بہت مشغول رہتے تھے۔ بعض اوقات جب تدریس کے وقت ان کا دل غافل ہو جاتا تو حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے کہ حافظ جی معاملہ کم کر بیٹھے ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ آپ جتنا عرصہ چیلادہن میں رہے آپ کا سارا خرچ حافظ صاحب برداشت کرتے تھے اور حضرت مولوی صاحب کو جو نذر نذرانے پیش ہوتے تھے اس میں نقد آپ خود رکھ لیتے تھے اور اجناس وغیرہ حافظ صاحب کو دے کر فرماتے تھے کہ ان کو فروخت کر کے رقم مجھے دے دو۔ حافظ صاحب اس پر عمل کرتے تھے۔ جب مولوی صاحب کے پاس کافی رقم جمع ہو گئی تو اس سے آپ نے حضرت قبلہ عالم ہماروی رحمہ کا صف تیار کرایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولوی صاحب کی نماز بخارہ بھی حافظ صاحب نے پڑھائی تھی۔ واقعہ یوں ہوا کہ جب حضرت مولوی صاحب کا انتقال ہوا تو حافظ صاحب بغیر اطلاع کسی کام سے وہاں پہنچ چکے تھے۔

حضرت خواجہ خدابخش رحمہ کی مشغولی کا کمال | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولوی خدابخش صاحب ہمارا شریف میں ایک ہی مکان میں قیام پذیر ہوئے حجرے کے اندر حضرت محبوب الہی کو جگہ ملی۔ اور صف میں مولوی صاحب کا قیام تھا۔ آخر شب حضرت محبوب الہی رجا آئے۔ نوکروں نے وضو کرایا۔ آپ نے نماز تہجد پڑھی اور قبلہ رو ہو کر مشغول ہو گئے آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مولوی صاحب پُرانے آدمی ہیں ان کو مجھ سے پہلے اٹھنا چاہیے تھا۔ آخر جب میں مراقبہ اور ذکر جبر سے فارغ ہوا تو مولوی صاحب اسی طرح چارپائی پر لحاف اوڑھے سو رہے تھے جب صبح صادق ہو گئی اور نماز فجر کا وقت ہوا تو میں نے مولوی صاحب کے متعلقین سے کہا کہ نماز کا وقت آگیا ان کو جگا دو۔ مولوی صاحب نے اٹھ کر فجر کی سنت پڑھنی شروع کر دی اور آپ کا وضو ہی عشا کی نماز کا وضو تھا۔ یہ دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔



اس کے بعد فرمایا کہ یہ نہایت مشکل کام ہے کہنے کو تو آسان ہے کہنا بے حد مشکل ہے کہ  
بستر راحت میں سویا رہے اور با وضو اور شامغل رہے۔

## مقبوس: بوقت ظہر روز چہار شنبہ ۱۳۱۶ھ

حضرت اقدس نماز ظہر باجماعت سے فارغ ہو کر تلاوتِ کلام پاک میں مشغول ہو گئے  
جب اس آیت پر پہنچے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلَاقُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ**  
**بِالْبَاطِلِ**... ال آخرہ سر عالم غیب میں نگوں فرما کر کلمہ تجید سبحان اللہ والحمد  
للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم  
ایک بار پڑھا اور لفظ لا الہ الا اللہ دوبارہ تکرار فرمایا۔ پھر پورا کلمہ از اول تا آخر دہری  
بار پڑھا اس کے بعد تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ تلاوت ختم کر کے دعا مانگی۔

اس کے بعد تجربہ اور تامل کے متعلق گفتگو  
حضرت خواجہ اجمیری کی اولاد

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے نکاح نہیں کیا تھا اور ساری  
عمر تہجد میں گزاری۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ نے بھی اپنے شیخ  
کی مطابقت میں شادی نہ کی۔ صرف ان دو حضرات نے تہجد کی زندگی بسر کی۔ ہمدرد  
باقی تمام مشائخ عظام نے نکاح کیا اور بال بچے ہوئے۔ حضرت خواجہ بزرگ  
خواجہ معین الدین اجمیری نے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کے مطابق ساٹھ  
سال کے بعد ہندوستان میں دو نکاح کیے۔ چنانچہ آپ کی ایک اہلیہ بی بی عصمت  
سید وجہ الدین کی دختر تھیں اور دوسری بی بی امۃ اللہ ہندوستان کے ایک راجہ کی  
بیٹی تھیں۔ دوسرا نکاح اس طرح ہوا کہ بادشاہان اسلام میں سے ایک بادشاہ کی  
کسی ہندو راجہ سے جنگ ہو گئی۔ بادشاہ نے فتح کے بعد راجہ کی لڑکی کو قید کر لیا  
اور حضرت خواجہ بزرگ رحم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے قبول فرما کر نکاح

کر لیا حضرت شیخ کی اولاد تین بیٹوں اور ایک بیٹی پر مشتمل تھی۔ دو بیٹے ایک بیوی سے تھے۔ اور ایک بیٹا بیٹی دوسری سے۔ آپ کے ایک فرزند کا اسم گرامی خواجہ ابوسعیدؒ دوسرے کا نام خواجہ فخر الدین رحمہ اور تیسرے کا نام خواجہ حسام الدین رحمہ تھا حضرت اقدس کی بیٹی کا اسم مبارک بی بی حافظہ جمال تھا۔ خواجہ فخر الدین کا مزار سردارہن ہے جو اجمیر شریف کے نواح میں واقع ہے۔ خواجہ ابوسعید رحمہ کا مزار معلوم نہیں کس جگہ ہے۔ خواجہ حسام الدین رحمہ غیب ہو کر زمرہ ابدال میں شامل ہو گئے تھے۔ حضرت خواجہ بزرگ کے فرزند ان کی کثرت سے اولاد تھی۔

## مقبوس: بوقت ظہر روز یکشنبہ ۵ صفر ۱۳۱۷ھ

ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت اقدس نے تلاوت کلام پاک کی۔ اس کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا کر کے دعا مانگی۔ یہ نماز نفل اور دعائے مغفرت ایک عورت کے لیے تھی جو اس روز شہر کے ایک محلے میں فوت ہو گئی تھی۔ سبحان اللہ کس قدر رحمت ہے کہ جس میں ہر کس و نا کس شامل ہے۔

اس کے بعد متقدمین کے کلام کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولانا جامیؒ

متقدمین کا بلند پایہ کلام

کا کلام سب سے زیادہ مجالس اعراس میں پڑھا جاتا ہے اور آپ کا کلام ہے

بھی نہایت عمدہ۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے ان کے یہ اشعار پڑھے

حدیث مشکل و ستر نیست متعلق کہ در کون و مکان کس نیست جز حق

چو بندی از تصاریف شیون چشم ترا مصدر نماید عین مشتق

(۱) یہ ایک نہایت ہی مشکل اور سربستہ راز ہے کہ کائنات میں سوائے

حق تعالیٰ کے کسی کا وجود نہیں ہے۔

(۲) جب تعینات کثرت کو تم مبادو گے تو ہر مشتق تمہارے لیے مصدر



بن جائے گا یعنی مخلوق خالق کا عین نظر آئے گا یا وہ ہے کہ مسئلہ عینیت اور غیریت پر پہلے متعدد دیا بحث ہو چکی ہے۔

صوفی چہ فغان است کہ من این الایین این مکتہ عیانت من العلم الی العین  
ما الحاصل فی البحر چہ گوئی سفرے کن چو خضر بجوئے گمراہ مجمع البحرین  
(۱- اے صوفی تو من این الی اللہ بن کے جھگڑے میں کیوں پھنسا ہوا ہے  
ہے یہ نکتہ تو مقولہ من العلم الی العین سے واضح ہے۔ اس کی وضاحت  
آگے آ رہی ہے)

(۲- ما الحاصل فی البحر یعنی سمندر کے سفر سے کیا فائدہ حاصل ہوگا  
یہ کہنا بند کر دے اور خضرؑ کی طرح مجمع البحرین سے گوہر مفقود حاصل  
کرنے کی کوشش کر۔)

ان اشعار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ شرف الدین قونوی رح نے  
شیخ صدر الدین قونوی رح کی خدمت میں خط لکھ کر دریافت کیا کہ اس عبارت کے  
کیا معنی ہیں؟ من این الی العین و ما الحاصل فی البین۔ شیخ صدر الدین نے  
جواب میں لکھا کہ من العلم الی العین و الحاصل الی البین تجدد نسبتہ بامقہ بین الطرفين  
ظاہرہ بالحقین (من العلم الی العین اور ما الحاصل الی البین سے اس نسبت جامعہ  
کا قائم کرنا ہے جو طرفین یعنی حقیقت انسانیہ اور حقیقت الہیہ کے مجتمع ہونے سے  
وجود میں آتی ہے۔)

ترجمہ اشعار:

(۱) صوفی چہ فغان است کہ من این الی این این مکتہ عیانت من العلم الی العین  
(۲) ما الحاصل فی البحر چہ گوئی سفرے کن چو خضر بجوئے گمراہ مجمع بحرین  
(۱- اے صوفی یہ جو تو شور مچا رہا ہے کہ من این الی این یعنی ہم کہاں  
سے کہاں جا رہے ہیں۔ یعنی جب خدا ہر جگہ ہے تو پھر سفر کہاں کا۔  
شاعر کہتا ہے کہ یہ نکتہ اس وقت حل ہوگا جب تم علم ایقین سے گذر

عین الیقین کے مقام پر پہنچو گے۔ یعنی جب تمہارا ایمان صرف تقلیدی اور سنی سنائی باتوں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

(۲) یہ تم کیا کہہ رہے ہو کہ سفر کرو ہمیں سمندر کے سفر سے کیا حاصل۔ اگر گوہر مقصود حاصل کرنا ہے تو خطر کی طرح مجمع البحرین سے گوہر حاصل کرو۔ مجمع البحرین سے مراد وہی دو دریاؤں کا یکجا ہونا ہے۔ ایک بحر حقیقت الانبیاء اور ایک بحر حقیقت الہیہ یعنی مقام فنا کے نام ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے یہ اشعار پڑھے۔

- ۱۔ اے جاوداں بصورتِ اعیان برآمدہ گاہے نمودہ ظاہر و گہے منظر۔ آمدہ
  - ۲۔ گاہش کشیدہ جاوید عاشقی غمال باداغ عاشقانِ بلا پرور آمدہ
  - ۳۔ گاہش گرفتہ جلوہ معشوق آسینیں بر شکلِ دلبرانِ پری پیکر آمدہ
  - ۴۔ بحر لیسیت متفق کہ تراوصاف مختلف بارانِ قطرہ و صدف و گوہر آمدہ
- (۱) اے محبوب تو ہمیشہ جلوہ دے گوناگوں میں ظاہر ہوتا ہے کبھی تو عاشق بن کر جذب و اشتیاق میں آتا ہے اور کبھی منظر یعنی ظاہر کرنے والا کہلاتا ہے۔

۲۔ کبھی تو عاشق بن کر جذب و اشتیاق میں مارا مارا پھرتا ہے اور عاشق بلا نوش بن کر مصائب جھیلتا ہے۔

۳۔ کبھی معشوق کی شکل میں ظاہر ہو کر نگارِ پری پیکر بن جاتا ہے۔

۴۔ دراصل تو ایک بحر ہے کنارے جو مختلف اوصاف یعنی کبھی بارش، کبھی قطرہ، کبھی صدف (سیپ) اور کبھی گوہر کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

(۱) اے زہمہ صورتِ خوب تو بہ

صورک اللہ علی صورتہ



۱) اے انسان تیری صورت تمام صورتوں سے بہتر ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے تجھے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

(۲) روئے تو آئینہ حق بیٹی است

در نظر مردم خود بین منہ

(تیرا چہرہ ایک آئینہ ہے جس میں حق تعالیٰ اپنے حسن و جمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس لیے اسے خود غرض اور خود بین لوگوں کے سامنے مت رکھ۔)

(۳) بلکہ حق آئینہ و تو صورتی

دہم دوئی راہ میان راہ مدہ

(بلکہ حق تعالیٰ آئینہ اور تو صورت ہے دوئی کے گمان کو ترک کر)

(۴) صورت از آئینہ نباشد جدا

انت بہ متحد فانتبہ

(صورت آئینہ سے کب جدا ہو سکتی ہے یعنی دونوں ایک ہیں۔ پس

دوست سے متحد ہو کر ایک ہو جا۔)

اے فسون چشم منت مایہ دیوانگی آشنا یاں ترا از خویش ہم بیگانگی !

شیوہ عاشق چہ و انداز خلوت نشین جلوہ طاؤس کے تابد ز مرغ خانگی

(اے محبوب تیری آنکھ کا جادو میری دیوانگی کا سرمایہ ہے۔ یعنی میری

مستی تیری نگاہ مست کا ماحاصل ہے۔ عاشقی کا راز ازاد خلوت نشین

کیا جانے، طاؤس یعنی مور کی جلوہ گری گھریلو مرغی سے کیسے عیاں

ہو سکتی ہے۔)

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ سلطان الاولیاء رحمہ پر شیخ نور بخش اسیری کے کلام پر جو جد طاری ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اکثر آپ کے سامنے اس قسم کا کلام گایا جاتا تھا۔

در مقام لی مع اللہ سیر نیست و حدتے محض است ایں جا غیر نیست  
 (مقام لی مع اللہ میں سیر نہیں ہے یہاں اس حدیث پاک کی طرف اشارہ  
 ہے کہ لی مع اللہ وقت لا یسعی نبی المرسل و ملک المقرب آل حضرت صلعم  
 فرماتے ہیں کہ مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت یعنی مقام حاصل  
 ہوتا ہے کہ جہاں نہ کسی نبی مرسل کا گذر ہو سکتا ہے نہ فرشتہ مقرب کا اور  
 یہ مقام فنائے ذاتِ بخت ہے جسے فنا انصاف یا ذاتِ لا تعین کے نام  
 سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہاں نام کا بھی گذر نہیں۔ لہذا شعر کے یہ  
 معنی ہوتے کہ مقام لی مع اللہ میں سیر نہیں ہے۔ یعنی ناظر و منظور یا  
 دوقی کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے وہاں وحدت مطلقہ کا دور دورہ ہے۔  
 اور غیر کا نام نہیں۔)

حضرت سلطان الاولیاء کو یہ اشعار اس لیے پسند تھے کہ آپ پر محویت غالب تھی۔  
 (یعنی آپ پر اکثر ذات کا غلبہ رہتا تھا)۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ مجلس سماع  
 میں آپ پر اسیری کے اس شعر پر وجد طاری ہو گیا اور رقص کرنے لگے۔  
 دلبرادریاں جانِ ماست جاں ز غفلت ہر طرف در جستجوئے  
 (دوست میرے دل کے اندر ہے اور ہم غفلت سے چار سو تلاش  
 کر رہے ہیں)۔

آپ رقص کر رہے تھے اور کمال ذوق و شوق میں یہ مصرعہ پڑھ رہے تھے۔  
 دلبر ماغود یقین ایں جانِ ماست  
 (میرا دلبر بالیقین یہی میری جان ہے)۔

جب اہل مجلس نے جو علمائے فضلاء و مریدین پر مشتق تھے۔ اس قسم کا کلام آپ کی  
 زبان مبارک سے سنا تو آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ حضرت اقدس جیسے بلند  
 ظرف شیخ نے یہ انا الحق کے مترادف کلمات کس طرح کہہ دیئے۔ چنانچہ آپ نے  
 روشن ضمیری سے اُن کی باتوں سے مطلع ہو کر فرمایا۔



من نھے گویم انا الحق یا رمے گوید بگو۔ چون گویم چون مراد لدا میگوید بگو  
(انا الحق میں نہیں کہہ رہا بلکہ دوست کہتا ہے کہ کہو۔ جب دوست کا یہ  
حکم ہے تو پھر کیوں خاموش رہوں)۔

اس کے بعد فرمایا کہ ساری عمر میں یہی کلمہ شطح حضرت اقدس کی زبان سے صادر ہوا  
تھا۔ (شطح جمع شطحات سے مراد وہ کلمات ہیں جو بظاہر غیر شرع نظر آئیں لیکن  
درحقیقت صحیح ہوں مثل منصور الحاج رحمہ کا کلمہ انا الحق اور حضرت بایزید لیسطامیؒ  
کا نعرہ سبحانی ما اعظم شانی)۔

## مقبول: بوقت ظہر بروز چہار شنبہ ۸ صفر ۱۳۱۷ھ

حضرت اقدس نے نماز ظہر باجماعت ادا فرمائی اور سنتیں بھی امام کے پیچھے ادا کیں۔  
یاد رہے کہ ان ایام میں آپ نے تمام فرائض و سنن باجماعت پڑھنا شروع کیا تھا۔ نماز سے  
فارغ ہو کر تلاوت کی۔ جب اس آیت پر پہنچے فتنین اضطّر غیر باغ ولا عادی  
فان ربک رؤف رحیم پس جو شخص اضطرابی حالت میں ہو نہ باغی نہ بے فرمان  
تو اس کے لیے حرام چیز کھا کر جان بچا لینا جائز ہے بشیخ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان ہیں)

۱۔ سنت امام کے پیچھے ادا کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان ایام میں آپ پر محویت کا غلبہ تھا اور  
حضرت خواجہ خدابخش صاحبؒ اور خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کی طرح کمال استغراق فی الذات کی وجہ  
سے خود بخود نماز ادا نہیں کر سکتے تھے بلکہ امام کا سہارا لینے کی ضرورت تھی۔ یاد رہے کہ اس واقعہ  
سے تقریباً دو سال بعد حضرت اقدس کا وصال ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اکثر اولیاء  
کرام اپنے منصب خلافت کے فرائض پورے کر کے اور مہایت خلق کے لیے خلفاء مقرر کرنے  
کے بعد وصال سے کچھ عرصہ پہلے استغراق میں چلے جاتے ہیں تصوف کی اصطلاح میں ان  
کو شیخ فانی، فرد یا افراد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ فرد کا مطلب یہ ہے کہ ذاتِ حق  
میں ایک ہو جاتے ہیں اور غیر کی گنجائش نہیں رہتی۔

تو آپ پر کمالِ ذوق و شوق کی حالت طاری ہوئی اور عالمِ غیب میں سرنگوں ہو کر کلمہ تعجید چار بار پڑھا اور آگے پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے تو پھر دوبار کلمہ تعجید پڑھا قَالِ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (اللہ تعالیٰ نے شیطان کو فرمایا کہ بیشک تجھے ڈھیل دی گئی ہے۔ یعنی قیامت تک جو چاہے کرنا رہ۔ اس سے پہلے شیطان نے قسم کھا کر کہا تھا کہ ہن بنی نوع انسان کو گمراہ کروں گا۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ بیشک گمراہ کرنے کی کوشش کرو۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے شیطان کا چیلنج قبول فرمایا اور یہ فرمایا کہ جو جی میں آئے کرو لیکن تم میرے خاص بندوں کو ہرگز گمراہ نہیں کر سکو گے۔ بلکہ چیلنج کا ترکی بہ ترکی جواب دینے میں بھی اشارہ ہے کہ اگر تم نے بعض عوام کو گمراہ بھی کر لیا تو کیا ہوا میں ان کو مجبور اور معذور سمجھ کر بخش دوں گا (تلاوت قرآن سے فارغ ہو کر آپ نے قرآن مجید کو بوسہ دیا اور دعا مانگی۔

اس کے بعد مزامیر (جمع مزامیر یعنی آلات موسیقی) کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ احقر مزامیر یعنی آلاتِ سماع کا جواز

نے عرض کیا کہ قبلہ مزامیر میں کون کون سے آلات سرود و ساز شامل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ وہ سرود جس میں تاریکی ہوئی ہو مثل سارنگی، طنبور، ستار وغیرہ اور وہ ساز جو سانس دے کر بجائے جاتے ہیں جیسے مُرلی، شہنائی، بانسری، نئے وغیرہ۔ یہ سب مزامیر کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ باقی چیزیں مثلاً دوت، ڈھولک، نقارہ وغیرہ یہ مزامیر میں داخل نہیں ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مزامیر کا حرام ہونا قرآن مجید کی کسی آیت سے ہرگز قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ اور احادیث شریف میں جو مزامیر کی حرمت آئی ہے وہ بھی بالعرض ہے بالاصالۃ نہیں ہے (یعنی حقیقتاً حرام نہیں بلکہ کسی خاص شکل میں منع کیا گیا تھا) وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مجالس عیش و عشرت گرم کی جاتی تھیں یہ مجالس فقراء کی مجالسِ سماع کی طرح نہیں بلکہ دولت مند اور رعایش لوگوں کی محفلیں ہوتی تھیں کہ جن میں گانے بجانے کے ساتھ شراب اور دوسری نشہ آور اشیاء استعمال کی جاتی تھیں اور لوگ لہو لعب یعنی بے حیائی کی باتوں میں مشغول ہوتے تھے۔ جب



حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسند نبوت پر بیٹھے اور قرآن میں شراب نوشی کی ممانعت ہو گئی تو آپ نے مزامیر کو بھی ممنوع قرار دے دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شراب نوشی جو قرآن میں ممنوع تھی اس کے ساتھ مزامیر سنانا حرام قرار دیا گیا۔ علاوہ ازیں شراب نوشی کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی اس لیے مزامیر سے منع فرمایا کہ مبادا اس سے شراب کی یاد تازہ ہو اور لوگ بے بس ہو کر بھڑکنا شروع کر دیں کیونکہ لوگوں کی یہ عادت ہو چکی تھی کہ مزامیر کے ساتھ شراب نوشی کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مزامیر کو اس لیے ممنوع قرار دیا گیا کہ اس سے شراب خوری کی عادت از سر نو نہ عود کرے۔ لیکن جب لوگوں سے شراب نوشی کی عادت بالکل چھوٹ گئی اور شراب کا خیال تک دل سے مٹ گیا تو مزامیر کے حرام ہونے اور سرود و مزامیر سننے کی ممانعت کا حکم کسی جگہ نہیں آیا۔

حضرت قاضی محمد عاقل رح کا ڈھولک پر اعتراض | اس کے بعد فرمایا کہ

جس زمانے میں شہزادی شریف میں قیام فرما تھے تو ایک دن ماہ رمضان میں کسی شخص نے شادی کے موقع پر ڈھولک کھائی اور اس کی تھوڑی سی آواز جب آں حضرت کو سنائی دی تو آپ نے کان لگا کر ایک دو دفعہ سننے کی کوشش کی جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ ڈھولک کی آواز ہے تو حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم ان لوگوں کو منع نہیں کرنے کہ علانیہ میدان میں ڈھولک بجا رہے ہیں۔ خصوصاً ماہ رمضان شریف میں۔ اندریں اثناء حضرت قبلہ محبوب الہی نے جو مجلس میں موجود تھے عرض کیا کہ حضور ہم کس طرح ان کو ڈھولک بجانے سے منع کر سکتے ہیں جبکہ ہم خود عرس کی مجالس میں ڈھولک

۱۔ جواز مزامیر و سماج پر مفصل و مکمل بحث کتاب سرور لہران مصنفہ حضرت مولانا سید محمد ذوقی رح میں ملاحظہ ہو ملنے کا پتہ المعارف۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور۔

نیز ملاحظہ ہو ہماری کتاب "آثار و مقامات خواجہ غلام فرید"

روا رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بابا یہ ڈھولک کجا اور وہ ڈھولک کجا۔ ان مجالس میں لمو و لعب اور غیر شرع باتیں ہوتی ہیں اور ہماری مجالس ان امور سے خالی اور پاک ہوتی ہیں۔ اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ حضور

**حضرت داؤد علیہ السلام اور مزامیر**

کے ساتھ ساز بجاتے تھے یا نہیں۔ فرمایا ہمارے علماء تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی لجن و آواز بغیر ساز و سرود میں اس قدر کشش تھی کہ اس وقت پانی چلنے سے ٹک جاتا تھا اور اڑتے ہوئے پردے زمین پر گر جاتے تھے۔ لیکن علمائے سیود کو ہمارے علماء سے اپنے انبیاء علیہم السلام کے متعلق زیادہ علم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نعمات کے ساتھ سرنگی بھی بجاتے تھے۔

**مقبول ۸۲: بوقت ظہر بروز پچھشنبہ ۱۹ صفر سال مذکور**

حضرت اقدس نے خادم سے فرمایا کہ پانی لاؤ۔ اس نے برف کا ٹکڑہ پانی میں ڈال کر پیش کیا۔ آپ نے کچھ پانی نوش کیا اور فرمایا کہ ابھی اچھی طرح ٹھنڈا نہیں ہوا کچھ زیادہ ٹھنڈا کرو۔ خادم نے برف کا ایک اور ٹکڑہ پانی میں ڈالا اور آپ نے نوش فرمایا اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ سری سقطی رحم نے ساری عمر ٹھنڈا پانی نہیں پیا تھا۔ بلکہ آگ پر گرم کر کے پیتے تھے۔ شیخ سری سقطی رحم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے پانی کا گوزہ ہوا میں لٹکایا تاکہ پانی ٹھنڈا ہو جائے۔ ایک حور نے آکر گوزہ توڑ دیا اور کہا کہ اگر تجھے بہشت میں میری تمنا ہے تو دنیا میں ٹھنڈا پانی مت پیو۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت فخرالادبیاء میرے شیخ آب القبری نوش فرماتے تھے۔ یعنی پہلے القبر یعنی برف کسی بڑے فراخ پانی کے برتن میں حل کراتے تھے۔ اس کے بعد پانی کا ایک چھوٹا برتن میٹھے پانی



سے جبر لاس بڑے بڑا واسے آب البقری میں رکھتے تھے۔ ہلانے کے بعد وہ پانی ٹھنڈا اور پیٹھا ہو جاتا تھا۔ اور آپ نوش فرماتے تھے۔ لیکن حضرت سلطان الادویاء اور حضرت محبوب الہی صرف ازہ پانی پیتے تھے کیونکہ اس زمانے میں برف ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت محبوب الہی رگرمی کے موسم میں کوئیں سے تازہ پانی کی لوٹی منگو کر اُسی لوٹی سے پانی پیتے تھے۔ میرے شیخ بھی بعض اوقات پانی کی لوٹی منگو کر پیتے تھے۔ لیکن اکثر اوقات آپ آب البقری نوش فرماتے تھے۔ آپ وضو بھی مٹی کے کوزے سے کرتے تھے اور سردی کے موسم میں پانی گرم کر کے وضو کرتے تھے۔ وہ بھی مٹی کے کوزہ میں ڈال کر وضو کرتے تھے۔ تانے کے برتن سے پر ہنیر فرماتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں غلام رسول بھی تانے، پینل، اور کٹ کے برتنوں سے اجنباب کرتے تھے۔ چنانچہ آپ وضو بھی مٹی کے برتن سے کرتے تھے۔ روٹی بھی مٹی کی تھالی میں رکھ کر کھاتے تھے اور سالن وغیرہ بھی مٹی کے پیالے میں لکال کر کھاتے تھے۔ آپ چابی یا تانے کے سگوں کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ سگوں کو ہاتھ کیوں نہیں لگاتے۔ آپ نے فرمایا جب میں سگوں کو ہاتھ لگاتا ہوں تو ہاتھ سے آدمی کے براز اور غلاطت کی بو آتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میاں (میاں غلام رسول صاحب) کی بیعت حضرت سلطان الادویاء سے ہے لیکن انہوں نے تربیت سلوک مولوی صاحب، مولوی سلطان محمود صاحب، خاں بیوی رحم سے پائی تھی فرمایا میاں صاحب بڑے صاحب روح و حال درویش تھے۔ اور سماع سے بہت انس تھا۔ آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں آپ دائیں بائیں دیکھتے رہتے تھے اور بعض اوقات ایک دو قدم آگے پیچھے اور دائیں بائیں چلے جاتے تھے۔ لیکن ان کی خبر نہیں ہوتی تھی کیا کر رہا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں غلام رسول صاحب کے بھائی میاں غلام محمد بھی فقیر تھے لیکن میاں غلام رسول صاحب کی طرح نہیں تھے۔

## مولوی عثمان صاحب کا رقص

اس کے بعد صوفیوں کے ویدور قس کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان <sup>الای</sup> کے عرس کے موقع پر حضرت قبلہ محبوب الہی رحمہ کو تھیں شریف میں عصر کے وقت مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک گانے بجانے والی عورت نے چبوترہ سے نیچے ہانپنا شروع کیا۔ اور مازوسہ و زنجے شروع ہوئے۔ اس پر مولوی عثمان ساکن بھنجران کو وجد آگیا اور اس رفاصہ کی انگلی میں انگلی ڈال کر اس کے ساتھ رقص کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر میاں اعلیٰ خان نے جو حضرت شیخ کا خادم خاص تھا جا کر عرض کیا کہ حضور میاں عثمان رفاصہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر رقص کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ بات سن کر کوئی جواب نہ دیا۔ چونکہ میاں اعلیٰ خان کے دل میں میاں عثمان کے خلاف غم و غصہ کی لہر موجزن تھی کچھ دیر کے بعد پھر عرض کیا کہ میاں عثمان رفاصہ کے ساتھ رقص کر رہا ہے۔ ان کا بار بار عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت شیخ کو میاں عثمان سے رنجیدہ خاطر کرائیں۔ لیکن آپ نے دوسری بار بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے کچھ دیر کے بعد تیسری بار عرض کیا کہ میاں عثمان رفاصہ کے ساتھ رقص کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ نے ماضون مجلس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ان لوگوں نے دھمال، رقص، مانج اور جھمر کی مختلف اقسام صوفیائے کرام کے وجد و قس سے نقل و اخذ کی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ مولوی عثمان حضرت سلطان الاولیاء رحمہ کے مرید تھے لیکن سلوک حضرت محبوب الہی کے ہاں طے کیا تھا اور حضرت محبوب الہی ان سے کمال محبت سے پیش آتے تھے۔ ایک دفعہ وہ پاچڑان شریف آئے حضرت محبوب الہی ۱۲ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے اور دیگر لوگ بھی موجود تھے مولوی صاحب نے ذوق و شوق کی حالت میں آکر سب لوگوں کے جوتوں کو اٹھا کر دُور پھینک دیا اور یہ آیت پڑھی فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ يَا ثَوَادُ الْمُقَدَّسِ طَرِحَی (سنتہ مونس علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جوتا اُتار دو۔ کیونکہ تم پاک و مقدس مقام پر آئے ہوئے تھے۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے حضرت شیخ کے گھر کا طواف شروع کر دیا۔ اس کے بعد اندر آ کر حضرت محبوب الہی رحمہ کے گرد طواف کیا اور



قدم بوسی کر کے بیٹھ گئے۔

## مولوی قادر بخش صاحب

اس کے بعد فرمایا کہ مولوی قادر بخش اسی مولوی عثمان صاحب کے بھائی تھے۔ وہ بھی سرفراز سلطان الاولیاء رحمہ اللہ کے مرید تھے اور اکثر سلوک آپ ہی کے بارے میں کیا تھا لیکن کچھ تربیت حضرت محبوب الہی رحمہ اللہ سے بھی حاصل کی تھی۔ مولوی قادر بخش کو تمام لوگ فقیر کہتے تھے۔ لیکن مولوی عثمان کو سب لوگ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ بعض ان کو فقیر سمجھتے تھے اور بعض نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن میں نے چند وارا میں جو حضرت قبلہ محبوب الہی رحمہ اللہ کے خاص خدام میں سے تھا۔ سنا ہے کہ ایک دن میں نے حضرت قبلہ محبوب الہی رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی قادر بخش صدق و راستی کے ساتھ فقیر ہے لیکن مولوی عثمان خواہ مخواہ اپنے آپ کو فقیر ظاہر کرتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مولوی قادر بخش روکو مولوی عثمان سے کیا نسبت۔ اس دن کے بعد میاں جند و مند کو میاں عثمان سے اس طرح عجز و نیاز سے پیش آتا تھا کہ جیسے کوئی اپنے پیر کے سامنے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب مولوی عثمان کی موت کا وقت قریب آیا تو اٹھ کر بیٹھ گئے۔ وہ سرفراز سلطان میں ڈال رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میرے تمام رشتہ داروں کو بلاؤ تاکہ سب سے رخصت ہو کر باؤں۔ لوگوں نے کہا خیر تو ہے ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں یہ سن کر انہوں نے کہا

در کوئے تو عاشقان چناں جاں بدہند  
(تیرے کوپے میں عاشق اس طرح جان دیتے ہیں کہ موت کے فرشتے کی وہاں رسائی نہیں ہوتی)

یہ کہتے ہوئے بیٹھے بیٹھے جان بحق ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب دونوں بھائیوں کی قبروں پر لوگ نذر نیاز پیش کرتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔

حضرت محبوب الہی رحمہ اللہ کے تین شدید وجد  
اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ محبوب الہی پر ساری

عمر میں تین دفعہ کمال جوش کے ساتھ وجد طاری ہوا۔ اگرچہ آپ پر سودفعہ عام و وجد طاری ہوا لیکن ان تین موقعوں کے برابر کبھی نہیں ہوا۔ ایک دفعہ کوٹ مٹھن شریف میں حضرت سلطان الاولیاء کے عرس کے موقع پر آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ اور اس شدت سے طاری ہوا کہ آپ کی زبان باہر نکل آئی اور بالکل بے خود اور مدہوش ہو گئے۔ حضرت فخر الاولیاء نے قوالوں کو خاموش کرایا۔ یہ دیکھ کر آپ (حضرت خواجہ فخر جہان رحمہ) زار زار رو رہے تھے اور حضرت شیخ کا علاج بھی کر رہے تھے۔ کافی دیر کے بعد آپ عالم صحوفہ ہوشیاری میں آئے۔ دوسری بار پاکستان شریف میں آپ پر اس شعر پر وجد طاری ہوا۔

بمرا توں کون ہیں رے جس نے جگت بریایا

(اے دولہا تو کون ہے کہ جس نے سارے جہاں کو مبتلا کر رکھا ہے)

آپ پر اس شدت سے وجد طاری ہوا کہ کثرت آہ و نالہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ریش مبارک کے ہر بال سے بارش برس رہی ہے۔ رطف یہ کہ عین گریہ و زاری کی حالت میں آپ کا چہرہ مبارک اس قدر خنداں اور لبشاش تھا کہ دہن مبارک سے دانت ظاہر ہو رہے تھے۔ یہ وجد چار گھنٹے تک جاری رہا۔ تیسری بار کوٹ مٹھن شریف میں حضرت سلطان الاولیاء کے عرس پر اس شعر پر آپ نے رقص شروع کیا ہے

سبل بتاب لالہ سیاہ مست گل نیاز یک جلوہ ال جمال بگزار آئدہ !

آپ کا حال اس قدر تیز تھا کہ چاشت سے لے کر ظہر تک آپ متواتر رقص کرتے رہے۔ حضرت محبوب الہی رحمہ کے عہد میں یہ دستور تھا کہ چاشت کے وقت سے دوپہر تک سماع سنتے تھے۔ اس کے بعد ختم شریف ہوتا تھا۔ اور پھر مجلس برخواست ہوتی تھی۔ جب آپ ظہر تک رقص کرتے رہے تو جند و خادم نے عرض کیا کہ حضور ظہر کی نماز کا وقت آ گیا ہے لیکن آپ نے کچھ نہ سنا۔ اور رقص کرتے رہے۔ بہت دیر کے بعد خادم نے پھر عرض کیا کہ قبلہ نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ لیکن پھر بھی شنوائی نہ ہوئی۔ خادم نے میسری بار عرض کی کہ قبلہ نماز کا وقت فوت ہونے والا ہے۔ یہ سن کر آپ نے قبلہ کی



طرف منہ کر کے نماز شروع کر دی۔ نماز پڑھ کر آپ دوبارہ مجلس سماع میں بیٹھ گئے اور ختم شریف کے بعد مجلس برخواست ہوئی۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ محبوب الہی رحم ساری عمر میں ایک دفعہ کمال خوش و جد میں آکر مجلس سے باہر نکل گئے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ آپ چاچڑاں شریف میں مشائخ عظام میں سے ایک بزرگ کا عرس منارہے تھے۔ ایک شعر پر آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ کچھ عرصہ مجلس میں رقص کرنے کے بعد آپ پا برہنہ مجلس سے باہر چلے گئے اور عرم محترم کی طرف روانہ ہوئے۔ پہلے میرے شیخ کی والدہ ماجدہ کے گھر جا کر پلنگ پر بیٹھ گئے۔ والدہ صاحبہ بہت نیاز و انکسار سے پیش آکر سامنے بیٹھ گئیں لیکن آپ نے ان سے یا کسی اور سے کوئی بات نہ کی۔ اس کے بعد آپ اٹھ کر میری والدہ ماجدہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں بھی اسی طرح بیٹھے رہے۔ میری والدہ صاحبہ عجز و نیاز سے سامنے بیٹھ گئیں لیکن ان سے بھی آپ نے کوئی بات نہ کی۔ کچھ دیر وہاں بیٹھ کر آپ دوبارہ مجلس سماع میں داخل ہوئے اور اسی طرح وجد و رقص میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ سالک کے لیے لازم اور واجب ہے کہ ایک قوال ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے۔ اگر استطاعت ہے تو اسے ملازم رکھ لے۔ استطاعت نہیں تو جس طرح ہو سکے ضرور قوال کو اپنے ساتھ رکھے۔ کیونکہ سماع سننے سے بہت جلدی مراتب طے ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحم میاں احمد قوال کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ جب سفر پر جانے کا اتفاق ہوتا تھا تو آپ قوال کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھاتے تھے۔

**مقبوس ۸۳: بوقت ظہر بروز یکشنبہ ۲۲ صفر سال مذکور**

آپ کے مریدین میں سے ایک شخص نے عرض کیا  
 کہ حضور یہ کمترین غلام کافی زراعت کرتے رہے اور  
 وظیفہ برائے برکت رزق

محنت بھی خوب کرتا ہے لیکن غربت اور افلاس دور نہیں ہوتی۔ جس قدر ہاتھ پاؤں اڑتا ہے روزی پوری نہیں ہوتی۔ آپ نے اس کے حال زار پر رحم فرماتے ہوئے کہا کہ صبح کی نماز کے بعد سورت فاتحہ بسم اللہ سمیت اکیس بار نماز طہر کے بعد بائیس بار نماز عصر کے بعد تیس بار نماز مغرب کے بعد چوبیس بار اور نماز عشاء کے بعد دس بار پڑھا کر صا اور ہر نماز کے بعد یہ دعا بھی پانچ یا سچ بار پڑھا کر دے۔  
 اللَّهُمَّ اقْذِفْ فِي قَلْبِي رَجَاءَكَ وَاقْطَعْ رَجَائِي لِمَنْ سِوَاكَ حَتَّى لَا أَرْجُو أَحَدًا غَيْرَكَ اور ہر نماز کے بعد  
 یعنی فرضوں کے بعد اسم یا اسلاو، ہفتار و دو (بہتر) بار پڑھا کر دے۔

## مقبول وقت اشراق بروز چہار شنبہ ۲۵ صفر سال شکوہ

کہیں سے کچھ نہیں آئے ہوئے تھے حضرت اقدس نے چند دانے اٹھا کر باقی حاضرین میں تقسیم کرا دیئے۔

اس کے بعد حضرت صاحب  
 حضرت صاحب نارووالہ؟ کا وصال

ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا جب حضرت صاحب نارووالہ رحمہ اللہ بیمار ہوئے (مرض الموت) میں مبتلا ہوئے اپنے آپ کو اٹھا کر مہاراج کی طرف روانہ ہوئے جب دریا کے کنارے پہنچے تو وہاں ایک عورت رہتی تھی اور آپ کی سریرہ تھی۔ اس نے عرض کیا کہ سنو اور آپ حضرت قبور عالم رحم کے برگزیدہ خلیفہ ہیں آپ کو اسی جگہ سے اپنے گھر واپس جانا چاہیے یہ سن کر آپ غصے ہوئے اور فرمایا کہ خلیفہ کیا میرے لیے تو یہی غنیمت ہے کہ ایمان سلامت لے جاؤں۔ اس اثناء میں حکیم عمر نے جو حکیم حاذق حکیم تھے۔ اُن حضرت کی بض و کچھ کر کہا کہ اُن کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے چنانچہ لوگ آپ کو گھر واپس لے گئے۔ جب نو شہر پہنچے تو آپ کا وصال ہو گیا۔



اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام حیات و ممات میں خود مختار ہیں۔ اسی طرح اولیاء کرام بھی خود مختار ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ستر صاحب نار و والہ رحمن نے اپنے وصال کے وقت تین امور کے لیے وصیت فرمائی تھی۔ اول یہ کہ مبادا خوف کی وجہ سے مجھ سے نوکر جبری ترک ہو جائے اس لیے تم لوگوں پر واجب ہے کہ میرے گرو بیٹھ کر نوکر جبری کرنا۔ دوم یہ کہ میری موت کے وقت ایک بکرانذبح کرنا۔ سوم آنکہ جب میرا جنازہ اٹھایا جائے تو جنازے کے آگے قوال عشقیہ غزلیں گاتے چلیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت صاحب نار و والہ رحمن نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ اپنا وعدہ وفا کرنا۔ وہ وعدہ یہ تھا کہ جب مجھے دفن کیا جائے تو ایک کڑا ہی حلوہ پکا کر میرے لیے فاتحہ دینا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ عظام یعنی حضرت محبوب الہی رحم اور حضرت فخر الدیوب بھی نہایت تاکید کر کے فرمایا کرتے تھے کہ میت کو دفن کرتے وقت طعام مرغن مثل حلوہ پکا کر ضرور اس کی روح کو ایہ الٹو کرنا چاہیے۔ اس کی یہ دلیل دیتے تھے کہ نزع اور جان کنی کی وجہ سے گھر دن اور سینہ کی رگیں خشک ہو جاتی ہیں اور حلوہ کا فاتحہ دینے سے رگ پٹھتے تر ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میت کے بعد بھی روح کو جسم عنقریب کے ساتھ اٹھنا رہتا ہے اور قبر میں بھی دنیاوی زندگی کی طرح غذا ملتی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔

سکرات موت کی شدت | یہ حال سن کر تمام حاضرین مجلس پر جان کنی کی وجہ سے خوف کے آثار نمودار

ہوئے آپ نے فرمایا مزار پر مشکل ہے۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کا کتا بڑا تہہ ہے کہ آپ سے بلند کسی ولی اللہ ہر تہہ نہیں چنانچہ آپ کے وصال کے وقت فرشتے جماعت و جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تسبیح دیتے تھے لیکن اس کے باوجود وصال کے

وقت آپ کا حال یہ تھا کہ فتح الغیب میں آپ کے ایک فرزند سے منقول ہے کہ سکرات موت کی شدت اور صعوبت کی وجہ سے لفظ تغزرا آپ کی زبان سے صحیح نہیں نکل سکتا تھا یہاں دوسروں کی کیا مجال ہے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ سید الاولین و آخرین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی وصال کے وقت سکرات کی شدت کی وجہ سے رخ النور پر ٹھنڈا پانی ڈال رہے تھے اور عرض کر رہے تھے کہ اے پروردگار مجھ پر سکرات آسان فرما اس سے بڑھ کر سکرات کی شدت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ صحابہ کرام کے زمانے میں طاعون عموماً ایک عظیم عہد تک تھا حضرت معاذ بن جبلؓ اور دیگر صحابہ کرام اس مرض کا شکار ہوئے۔ اس مرض میں پیٹ پر ایک ذیل نکل آتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی نے آگ کا شعلہ پیٹ پر رکھ دیا ہے۔ ایک صحابی سے کسی نے پوچھا کہ کیا حال ہے اس نے کہا اگرچہ ذیل کا درد بہت تیز ہے لیکن محبت کا درد اس سے زیادہ تیز ہے۔

اس کے بعد نواب قیصر خان گمسی نے عرض کیا کہ حضور شیخ منصورؒ کو جان کنی اور سکرات کا کوئی خوف نہیں تھا۔ اگرچہ لوگوں نے ان کو بے حد تکلیف دی اور ہاتھ پاؤں بھی کاٹ ڈالے لیکن سکرات کی شدت کی کوئی بات ان سے سننے میں نہیں آئی۔ آپ نے فرمایا کہ جب منصورؒ کو دار پر لٹکایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ خیال مت کرو کہ میں عشق کو مکمل کر کے جا رہا ہوں بلکہ ابھی میں نے عشق کے پہلے زمین پر قدم رکھا ہے۔ بیشک عشق کا لگانا اور طے کرنا مشکل کام ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اکثر مشائخ عظام نے شیخ منصورؒ کو قبول نہیں کیا اور بعض نے ان سے

حلاج متعلق مشائخ کی ارا

الحمد للہ میں کہتے ہیں کہ پچیس ہزار مسلمان فوجی اس وبا کا شکار ہوئے اور یہ فوج اس قدر بہادر تھی اور اس قدر فتوحات حاصل کر چکی تھی کہ اگر وبا کا شکار نہ ہوتی تو آدھی دنیا کو فتح کر سکتی تھی لیکن خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ نیز چونکہ سب مسلمان شہادت کی موت کے منتظر تھے اس لئے جنگ سے باہر اللہ تعالیٰ نے ان کو طاعون میں مبتلا کر کے شہادت کی موت عطا فرمائی۔



انکار کیا ہے۔ فرمایا کہ اولیائے کرام کی بددعا بھی دعائے خیر ہوتی ہے۔ شیخ عمر بن عثمان  
 مکی شیخ منصور کے پیرومند تھے۔ ان کو لوگوں نے اس قدر تکلیف دی تھی کہ کئی بار شہر بدر کر  
 دیا۔ جب شیخ منصور ان کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا میرے حال و مشرب سے کسی کو آگاہ نہ کرنا۔  
 لیکن جب لوگوں کا شیخ منصور کے ساتھ رابطہ قائم ہوا اور ان سے اس قسم کی باتیں سنیں تو ملامت  
 کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ کھرا درندہ فاجر ہے۔ شیخ منصور نے کہا کہ یہ تمام اولیائے کرام کا مشرب  
 ہے خصوصاً میرے شیخ عمر بن عثمان مکی بھی اسی توحید و جود پر ایمان رکھتے ہیں۔ لوگوں نے کہا  
 کہ اگر تمہارے پیروں کا یہی مذہب ہے تو اس کا ثبوت پیش کرو۔ چند پنچہ شیخ منصور نے شیخ عمر  
 بن عثمان کی تصنیف میں سے توحید و جود کے بارے میں چند اوراق ان کو دکھائے جب  
 شیخ عمر کو اس کی خبر ہوئی تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو نے میرا راز فاش کیا ہے  
 خدا تجھے دار پر لٹکائے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ الشیوخ عالم حضرت خواجہ گنج شکر قدس سرہ نے شیخ منصور  
 کو ناقص قرار دیا ہے اور سلطان المشائخ نے ان کو مردود الطریقت کہا ہے۔ مولانا محب الدینی  
 حضرت فخر الدین دہلوی سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت گنج شکر اور سلطان المشائخ نے  
 شیخ منصور کے حق میں یہ فرمایا ہے آپ ان کے حق کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سید الطائفہ  
 حضرت شیخ جلیل الدینی نے منصور سے فرمایا تھا کہ جب تک تجھے ہزار صدیق زندیق دکھ کر  
 نہیں کہیں گے تم صدیق نہ بن سکو گے۔ فرمایا سبحان اللہ! حضرت مولانا نے کیا ہی اچھا جواب  
 دیا اور کیا ہی اچھی توجیہ فرمائی کہ مشائخ عظام کے قول کی صداقت اور ان کا بلند مقام بھی ظاہر کر  
 دیا ہے اور شیخ منصور کے حال کی تصدیق کر کے ان کو صدیق بھی قرار دیا ہے۔

شیخ منصور کی ہمشیر کی پیش گوئی

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ گنج شکر نے  
 فرمایا ہے کہ شیخ منصور کی ایک بہن تھی جو دیہ

کامل تھی اور ہر رات ان کو اسرار الہی سے ایک پیالہ پلایا جاتا تھا۔ ایک رات شیخ منصور چپکے  
 سے ان کے دیہے چلے گئے جب ان کو پیالہ دیا گیا تو شیخ منصور نے کہا بہن مجھے بھی پلاؤ انہوں  
 نے ایک گھونٹ شیخ منصور کو دے کر کہا کہ اے بھائی تم اس ایک گھونٹ کی بھین تاب نہیں لاسکو

گئے۔ آخر وہی ہوا جو ان کی بہن نے کہا تھا۔ خواجہ گنج شکرؒ نے یہ بھی فرمایا ہے بعض حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ حقائق و معارف کے دریا نوش کر جاتے ہیں اور دم نہیں مارتے۔ یہ گویا آپ کا اپنی طرف اشارہ تھا چنانچہ حاضرین مجلس ہی سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور اقدسؐ نے بھی اپنی اس کافی میں اسی مقام کا ذکر فرمایا ہے۔

توڑیں جو دریا نوشش ہیں پُر جو شش قحی خاموشش ہیں

اسرار دے سر پوشش ہیں حامت رہن مارن نہ بک

(اگرچہ اسرار و رموز الہی کے دریا نوش کر جاتے ہیں اور ان کے قلوب جو شش و خاموشش سے لبریز ہیں لیکن ان کا ظرف اس قدر بلند ہوتا ہے کہ حال پر غلبہ پا کر خاموشش اور پُر سکون رہتے ہیں اور ذرا بھر رموز و اسرار زبان پر نہیں لاتے۔)

جب حضرت اقدسؐ نے یہ بات سنی تو سر مبارک نیچے کر کے فرمایا کہ شیخ مسطور کی توجہ دینا کہ وہ در نہ میں گرنے لگے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ مسطور بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپ حقائق و معارف میں امام طریقت اور اسرار و معانی میں مادی خلق ہیں۔ آپ نے بڑے شدید ریاضات و مجاہدات کئے ہیں۔ اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ کتاب اقتباس الانوار کے مصنف بڑے صاحب عدل و انصاف معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ہر شخص اپنے مشائخ سلسلہ کو دوسروں پر ترجیح دیتا لیکن صاحب اقتباس الانوار نے تمام مشائخ کے حالات انصاف سے لکھے ہیں خواہ ان کے مشائخ سلسلہ ہوں یا نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ مصنف مزاج ہیں اور جو کچھ لکھا ہے بلا تعصب لکھا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ الفیوخ العالم خواجہ گنج شکرؒ کے کلمات ویسے تو بہت ہیں لیکن آپ کے کلمات کیلئے ایک دلیل کافی ہے کہ حضرت سلطان المشائخ آپ کے مرید و خلیفہ ہیں اور حضرت سلطان المشائخ کی عظمت کیلئے یہ دلیل کافی ہے کہ مخدوم عالم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ آپ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص صاحب روحانیت

۱۔ کاغذ آج کل کے نام ہندوستانی ہوا دست اور مالک الحق کے لئے لکھنے سے پہلے حضرت مسطورؒ

کی طرح شدید مجاہدات اور ریاضات کرتے۔



ہوگا وہ ضرور صاحبِ انصاف ہوگا البتہ جو بزرگ مغلوبِ احوال ہوتے ہیں ان سے انصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

## مقبول: بوقتِ اشتراق بروز جمعرات ۲۶ صفر ۱۳۱۷ھ

### سر سید احمد خاں سے ملاقات

آپ تیسرا خان گنسی نے عرض کیا کہ قبلا سید احمد خان بخاری کس قسم کا آدمی تھا۔ آپ نے فرمایا نہایت ہی اچھے آدمی تھے اور ان کے چہرے سے برکت ٹپکتی تھی۔ ان کا اسلام کے کسی فرقے سے اختلاف نہیں تھا۔ اور ہر فرقے کو اچھا کہتے تھے۔ ان کے والد شاہ ابوسعید دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ شاہ ابوسعید شاہ غلام علی دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے وہ مرزا مظہر جانجانا کے مرید و خلیفہ تھے میں نے سید احمد خان سے پوچھا کہ آپ نے بھی کسی بزرگ کے ساتھ بیعت کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کسی شخص کے ساتھ بیعت نہیں کی اگر کسی سے بیعت کی ہے تو ان کے ساتھ کی ہے (یعنی شاہ ابوسعید کے ساتھ) جن کی شکل و صورت فراموش نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب میں نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے کرسی پر بٹھایا اور خود بھی کرسی پر بیٹھ گئے اس اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اور اصحاب کرام کی محبت کا ذکر ہوا تو بات کرتے ہوئے وہ رو رہے تھے اور آنکھوں سے اس قدر آنسو جاری تھے کہ ریش تر ہو گئی تھی اور قطرے نیچے ٹپک رہے تھے۔ اور کمال شوق اور جوش سے پاؤں زمین پر اس طرح مارتے تھے کہ جیسے کوئی رقص کے وقت مارتا

۱۔ حضرت مرزا جانجانا نقشبندی بزرگ تھے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولانا غفر الدین دہلوی کے ہم عصر تھے۔ آپ مولانا غفر الدین پانی پتی کے پیر تھے چنانچہ غفری صاحب نے ایک تفسیر لکھی ہے جس کا نام حضرت شیخ کے نام پر یعنی تفسیر مظہری رکھا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو بادشاہ کے ایک شیعوں نے قتل کر دیا تھا مگر اس وقت آپ نے یہ شعر پڑھتے پڑھتے جان دے دی۔ زخم دل مظہر بادا پنویدہ شاد باش۔ کہیں جرات نہ دے گا رنگ نازک مرزا خان اوسنت (اے مظہر خوار زخم دل اچھا نہ ہونے پائے کیونکہ یہ زخم دوست کے تیر مرزا خان کی یادگار ہے۔ م)

ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کی رگ رگ میں سرایت کر چکی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ  
میتا حد کا ۱۵ سالہ ہی میں انتقال ہوا۔ تاریخ انتقال یہ ہے۔ ۱۰ اَنِّ مَتَوَفَّيْلَع۔ وارفع  
اَنِّ وَمَطْمُورَك۔

مولوی نذیر حسین محدث دہلویؒ اس کے بعد مولوی نذیر حسین محدث دہلوی کا ذکر  
ہونے لگا۔ قطب المودین حضرت خواجہ مخدومؒ

نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مفقود رو دہا بی کہتے ہیں۔ وہ کیسے آدمی تھے۔ آپ  
نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت  
کیلئے یہی کافی دلیل ہے کہ دنیا میں اس کی ماتہ کوئی نہ ہو۔ چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں  
ان کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی مرتے کو برا نہیں کہتے۔  
اگرچہ لوگ ان کو نہ پر مبرا بھلا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے۔ یہ بات کس میں ہے۔ اب اگرچہ وہ  
بہت ضعیف ہو چکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں حتیٰ کہ جہان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں  
وہ کسی شخص سے یہ نہیں پرچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو۔

دہا بی اور شیعہ مذہبؒ اس کے بعد دہا بیوں اور شیعوں کا ذکر ہونے لگا  
حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ شیعہ دہا بیوں  
سے بدتر ہیں کیونکہ دہا بی لوگ صحابہ کرام کو برا نہیں کہتے بلکہ تعظیم کرتے ہیں لیکن شیعہ لوگ صحابہ کرام کو  
دشنام دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک اسی طرح ہے دہا بی نہ صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں نہ ولایت  
سے انکار کرتے ہیں۔ اس کے برعکس شیعہ لوگ ولایت کے بھی منکر ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ توحید  
کے بارے میں دہا بیوں کے عقائد صوفیاء کرام سے ملتے جلتے ہیں۔ دہا بی کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء  
سے مدد مانگنا شرک ہے بیشک غیر خدا سے امداد مانگنا شرک ہے۔ توحید یہ ہے کہ خاص حق

۱۰ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کا مشرب و مسلک کس قدر فخر اہلانا اور  
غیر متعصبانہ تھا۔ سعدی غیر از می نے خوب کہا ہے۔ ہند شاخ پر سیوہ سر ہندی (سید بھری شاخ ہی سہی ہندو کہتی ہے  
جو شاخ میرے سے خالی ہوتی ہے اگر کوئی میری ہوتی ہے) صوفی فرد علی اختلافات پر رٹنا جگہ امت محمدیہ کے خاص حق  
باقی اگلے صفحہ پر



تعالیٰ سے مدد طلب کرے چنانچہ اِیَّالَ نَعْبُدُ وَاِیَّالَ کَسْتَعِیْنُ [ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں] کا مطلب یہی ہے۔

## غوث علی شاہ صاحب کا مسلک

اس کے بعد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میاں غوث علی شاہ صاحب بعض حکایات اس طرح

بیان کرتے ہیں کہ اس سے وہابیت کی بو آتی ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب تذکرہ غوثیہ میں ایک مقام پر عذاب قبر کے بیان میں لکھا ہے کہ اگرچہ حضرت سعد بن معاذ کا شمار اکابر صحابہ میں ہوتا ہے اور آپ کی عظمت کی دلیل یہ ہے کہ آپ کی وفات کے وقت عرضِ عظیم کا منہ گیا۔ آسمان کے دروازے کھل گئے اور ستر ہزار فرشتوں نے آپ کی نمازِ جماعت میں شرکت کی لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و عنایت بہ ان کو ناز تھا اور اپنے تمام دینی و دنیاوی امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر تکیہ کرتے تھے اور یہ بھات و فدیہ مغفرت سمجھتے تھے۔ لیکن چونکہ یہ بات شرک تھی اور توحید کے خلاف تھی اس لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عذابِ قبر میں مبتلا کیا گیا۔ اس اثناء میں میاں حسن علی شاہ ساکن احمد پور شرقیہ نے جو علوم ظاہری میں کافی دسترس رکھتے تھے عرض کیا کہ قبلہ حضرت سعد بن معاذ پر عذابِ قبر اس لئے نازل ہوا کہ ایک دن وہ پیشاب کے وقت احتیاط نہ کر سکے اور چند قطرے آپ کے جسم پر لگ گئے تھے۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا استغفر اللہ یہ غلط بات ہے اس وجہ سے کہ آپ دیارِ حیط اور بحرِ بے کنار ہو چکے تھے پیشاب سے چند قطرہ کی بھر بیکر اں کے سامنے کیا وقعت ہے چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب حق تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۱۷ مکڑے کرنا اور اسلام کو کمزور کرنا اور دشمنانِ اسلام کو مدد کرنا ہے۔

۱۸ فرقہ صوفیہ ہے کہ وہابی لوگ اولیاءِ کرام کی قوت کو خدا کی قوت سے علیحدہ سمجھتے ہیں حالانکہ قبلہ و اہلِ ایمان

۱۹ اولیاءِ راستِ قدرتِ ازلہ، اولیاء کی قدرت اللہ کی قدرت ہے۔

## مقبول ۸۶: بوقت اشراق روز یکشنبہ ۲۹ صفر سال مذکور

### آفرینش حوا

حضرت بنی بنی حوا کی پیدائش کا ذکر ہو رہا تھا حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ران میں ایک دہل تھا اور اسی دہل سے بنی بنی حوا پیدا ہوئیں۔ بنی بنی حوا حسن و جمال میں بے مثل و مثال تھیں۔ کہتے ہیں کہ حسن و جمال کے دس حصے کئے گئے۔ نو حصے بنی بنی حوا کو عطا ہوئے۔ باقی ایک حصے کو پھر دس حصوں میں تقسیم کیا گیا اس میں سے نو حصے حضرت یوسف علیہ السلام کو ملے اور باقی نو حصے تمام انسانوں کو عطا ہوئے۔ جب بنی بنی حوا اس دہل سے اس حسن و جمال کے ساتھ باہر آئیں کہ حضرت آدم علیہ السلام دیکھتے ہی ان پر فریفتہ ہو گئے اور کمال عشق و محبت کی وجہ سے قرب حاصل کرنے کے ور پے ہوئے۔ لیکن آپ جوں جوں قریب ہوئے کی کوشش کرتے تھے بنی بنی حوا ان سے اجتناب کرتی تھیں اور دودھ ہونے کی کوشش کرتی تھیں۔ نیز حق تعالیٰ کی طرف سے بھی حکم ہو گیا کہ لَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ (اس درخت کے نزدیک نہ جانا) ورنہ گناہگار ہو گئے۔

### شجر ممنوعہ سے کیا مراد ہے

اس کے بعد فرمایا علما نے ظاہر کا خیال ہے کہ شجر سے اور گندم یا انگور ہے حالانکہ اس سے مراد حضرت بنی بنی حوا کا جسم ہے۔ جس طرح درخت سے پھل پیدا ہوتا ہے عورت کے جسم سے بھی اولاد پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ نے بنی بنی حوا کو درخت اور اس کی اولاد کو نر سے تشبیہ دی ہے۔ نیز قرآن مجید میں بھی عورتوں کو کھیتی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ لَسَاءَ لَكُمْ هَذِهِ النَّسَاءُ (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں) شجر ممنوعہ سے

۱۔ لفظ ”شجرہ نسب“ کا مفہوم بھی یہی ہے اس میں آدمی کو شجر اور اس کی اولاد

کو برگ یا برقرار دیا گیا ہے۔



پرہیز کا مطلب مباشرت سے پرہیز تھا نہ کہ گندم، دانہ یا انگور کھانے سے پرہیز تھا جیسا کہ عوام الناس میں مشہور ہے۔ بہر حال قرآن خداوندی کے موصول ہونے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام بھی بی بی حوا کے قریب جانے سے منظر ہو گئے۔ لیکن چونکہ مشیت ایزدی اسی طرح تھی شیطان نے دیاں پہنچ کر بی بی حوا کو ترغیب دینا شروع کیا اور یہ دلیل دی کہ جنت ہوتے میں ایسا راز پنہاں ہے کہ جس کا مشاہدہ تم خود کر لو گے۔ شیطان کے کرد و فریب میں آکر بی بی حوا نے بعد نماز کرشمہ حضرت آدم کے پاس جا کر مقاربت کی درخواست کی۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور منہ مایا کہ حق تعالیٰ نے ہمیں اس کام سے منع فرمایا ہے۔ اگر ہم نے یہ کام کیا تو ہمارا شمار ظالموں (عکم عددی کرنے والوں) میں ہوگا لیکن منشاء الہی اس طرح تھی چنانچہ بی بی حوا کے سخت اصرار پر یہ کام مل میں آگیا جس کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام پر حق تعالیٰ کا عتاب ہوا اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا گیا۔ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت آدم اور بی بی حوا کو بہشت سے نکالا گیا اور یہ کہا جاتا ہے کہ آسمان سے زمین پر پھینک دیئے گئے یہ بالکل صحیح نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ملکین کے قریب ایک باغ تھا جو بہشت کی طرح نہایت ہی دل آویز اور دلکش تھا حضرت آدم اور بی بی حوا اس باغ میں رہتے تھے اور یہی ان کی بہشت اور جنت تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ بہشت اور دوزخ میں اس جہان میں موجود ہیں۔ جب حضرت آدم

صلی اللہ علیہ وسلم اگر الفاظ کے ظاہری معنی بھی لئے جائیں تو عہدِ دامن سے پرہیز کا حکم اس وجہ سے وارد ہوا کہ جہانِ خدا سے شہرت پیدا ہوتی ہے نیز کام پاک میں بھی شجرِ منور کا پھل کھانے کے بعد حضرت آدم اور حوا کا برہنہ ہونا اور برہنگی کو درختوں کے پتوں سے چھپانا پایا جاتا ہے۔

۱۔ اس بات کی اس سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ عدن ملک میں ہی واقع ہے اور عدن کے معنی باغ کے ہیں نیز انگریزی علم ادب میں بھی عدن کا باغ [ADEN GARDENS] مشہور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اصلیت ضرور تھی۔ بہر حال اگر حق تعالیٰ کی طرف کوئی خشکی تھی تو اس وجہ سے تھی کہ حضرت آدم طالبِ نرت رہنے کی بجائے طالبِ صفات ہو گئے یعنی بی بی حوا کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوئے اور حقیقت کی بجائے مجاز کے عاشق ہوئے حالانکہ ذاتِ کاسرہ صفات سے زیادہ بلند ہے اور طالبِ نرت کاسرہ طالبِ ذات سے زیادہ بلند ہے حسن مجازی کا مقام صفاتِ حق ہے اولیٰ و انبیاء طالبِ نرت ہوتے ہیں نہ کہ طالبِ صفات۔

اور بی بی حمّٰ سے اس باغ میں نافرمانی ہو گئی تو باغ خشک ہو کر ویران ہو گیا اور دونوں کو اس باغ سے نکال کر علیحدہ کر دیا گیا۔

## مقبول: بوقتِ ظہر روزِ شنبہ ۲ مارچ ۱۳۱۷ھ

مُردین میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور مجھے قابوس یعنی اتھار کی بیماری لاحق ہے۔ چنانچہ آج رات بھی اس کا دورہ ہوا اور بے ہوشی طاری ہو گئی۔ ہوش میں آکر میں نے اٹھ کر صبا گنے کی کوشش کی لیکن گر گیا اور باؤ اور ٹانگ پر سخت چوٹ آئی ہے۔ اس غلام لاچار کے حال پر رحم فرمادیں اور کوئی تعویذ عطا فرمادیں تاکہ بیماری رفع ہو۔

آپ نے کافذ پر بسم اللہ کے نسخے  
سورۃ فاتحہ لکھی اور سورۃ فاتحہ کے

### تعویذ برائے اتھار (قابوس)

بعد یہ الفاظ تحریر فرمائے :

يَا حَيُّ حَيُّ لَا حَيَّ فِي دُمُومَةٍ مُلْكِهِ وَبَقَائِهِ

فرمایا اس کو چینی کی طشتری پر لکھ کر زبان سے چائٹ چاہیے یا اگر چینی کی طشتری نہ ملے تو کاغذ پر لکھ کر پانی سے دھونا چاہیے اور پھر وہ پانی پینا چاہیے۔ یہ عمل چالیس دن تک کیا جائے علاوہ ازیں سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ اور آیاتِ شفا رسات بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے۔ اس کے بعد آپ نے تلاوتِ کلام مجید شروع کی۔ جب اسی آیت پر پہنچے تو

وَكَلِّ بِرَبِّكَ بِذُنُوبٍ عِمَادٍ خَيْرٌ أَبْصِرْ

توسرے لوگوں ہو کر کلمہ تمجید کا ورد کیا



## مقبول ۸۸: بوقت ظہر بزرگوار شنبہ اربعہ الاول ۱۴۱۸ھ

حضرت اقدس تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے اِسَّا  
تَخَافُ مِنْ رَبِّكَ يَوْمَ أَصْبَأُ عَصَاكَ فَمَطَرًا۔ تو سُرنگوں ہو کر لفظ سُبْحَانَ اللّٰہ کا  
سات مرتبہ ورد کیا اور پھر تلاوت شروع کی۔ تلاوت سے فارغ ہو کر آپ نے قرآن مجید  
پر بوسہ دیا اور دعا مانگی۔ دُعا کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی  
 حاجت برآری میں مصروف ہو گئے۔ کسی کو بیعت کیا۔ کسی کو وظیفہ بتایا۔ کسی کو تعویذ دیا  
اور کسی کے لیے دُعا نے خیر کی۔ غرضیکہ عصر تک اس کام میں مصروف رہے۔ اس کے  
بعد نماز عصر جماعت کے ساتھ ادا کر کے حضرت اقدس خلوت میں مشغول ہو گئے اور تمام  
غلامان اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔ آپ کا دستور یہی تھا کہ نماز ظہر سے عصر تک  
مجلس میں بیٹھتے تھے، جہاں سب عوام و خواص موجود ہوتے تھے۔ عصر کے بعد  
آپ خلوت میں بیٹھتے تھے اور اکثر اوقات خواص بھی باہر چلے جاتے تھے۔

## مقبول ۸۹: بوقت اشراق بزرگوار شنبہ اربعہ الاول ۱۴۱۸ھ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی زیارت کا ذکر ہو  
تبرکات نبوی رہا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ دستار مبارک جو ہمارے  
پاس ہے نہایت صحیح ہے۔ اور وہ پیر بہن مبارک جو قصبہ شیخ فاہن میں ہے اور وہ نعلین  
(جوتا) مبارک جو قصبہ شام دین میں ہے۔ یہ دونوں تبرکات نہایت صحیح ہیں۔ اس وجہ سے  
کہ ہمارے اکابر اولیاء اور مشائخ عظام نے ان کی زیارت کی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص  
نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ نعلین شریف اور پیر بہن کے صحیح ہونے کی کیا دلیل ہے۔ انہوں  
نے فرمایا کہ ہمارے لیے اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضور قبلہ صاحب الروضہ

سلطان الاولیاء (حضرت قاضی محمد عاقلؒ) نے ان کی زیارت کی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت سلطان الاولیاء تبرکات کی زیارت کرتے تھے تو نعلین مبارک کو اپنے سر پر رکھتے تھے اور کمال ذوق میں آکر فرماتے تھے کہ واہ تمہارا نصیب اسے جانو جس کی کمال سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتا تیار ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ محبوب الہی بھی زیارت کے وقت نعلین مبارک سر پر رکھ کر جوش میں آجاتے تھے اور گریہ و زاری کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اس قدر روئے کہ آنسو بارش کی طرح آنکھوں سے ٹپک رہے تھے۔

**بیت اللہ پر پہلی نظر پڑنے وقت جو دعائیں مانگی جائے پوری ہو جاتی ہے** | اس کے بعد

زیارت بیت اللہ شریف کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ جب ہم مکہ معظمہ پہنچے ہمیں طواف کرنے کے لیے حرم شریف لے گئے۔ پہلے ہم باب السلام سے بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ میں اپنے منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے داخل ہوا۔ اس خیال سے کہ پہلے کعبۃ اللہ پر آنکھ کھدلوں گا یعنی سب اشیاء سے پہلے کعبہ شریف پر نظر ڈالوں گا۔ بیت اللہ کے قریب پہنچ کر میں نے کپڑا منہ سے ہٹایا اور پہلی نظر بیت اللہ پر ڈالی اور معاذ دعائے سلامتی ایمان مانگی۔ اس وجہ سے کہ پہلی بار کعبۃ اللہ کو دیکھ کر جو دعائیں مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ میرے لیے سب سے بڑی دعا سلامتی ایمان تھی اور وہی دعائیں نے مانگی۔ اس کے بعد راقم الحروف نے عرض کیا کہ قبلہ میں نے پہلی بار بیت اللہ شریف کو دیکھ کر یہ دعائیں مانگی تھیں۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مُسْتَجَابَ  
الدَّعَوَاتِ (یا اللہ مجھے مستجاب الدعوات بنا یعنی جو دعائیں مانگوں پوری ہو)

یہ سن کر آپ خوش ہوئے اور فرمایا ہاں یہ دعا بھی بزرگوں نے لکھی ہے کیونکہ جو شخص مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ قبلہ بیت اللہ شریف میں کیا تاثیر ہے کہ پہلی بار نظر ڈالنے کے بعد



ہر شخص خواہ وہ پتھر کی طرح سخت کیوں نہ ہو نرم ہو کر گریہ کرنے لگتا ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک بیت اللہ میں اس قدر اثر ہے کہ میں نے جب پہلی بار دیکھا تو سخت گریہ طاری ہو گیا۔ نیز وداع کے وقت مجھ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ گلہ بیٹھ گیا۔ اگرچہ بیت اللہ پتھر سے بنا ہوا ہے۔ لیکن اس قدر حسین و جمیل محبوب ہے کہ کوئی محبوب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج کل بیت اللہ شریف کا غلاف ریشتی اور اس پر طائی کام ہوا ہے لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں غلاف درختوں کے پتوں سے بنا ہوا بوریا ہوتا تھا۔

اس کے بعد بیت اللہ شریف میں داخلہ کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضور اقدس نے فرمایا کہ جب میں بیت اللہ شریف میں داخل ہوا تو مجھے یہ یاد ہے کہ چند رکعت نماز نفل ادا کی اور بس۔ باقی تمام وقت بے خودی اور محویت کی حالت طاری تھی۔ اس کے بعد احقر اقامت الحروف نے عرض کیا کہ حضور اس غلام پر بھی داخلہ کے وقت گریہ اور بے خودی کی حالت طاری رہی۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رح | اس کے بعد فرمایا کہ جب مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حج کے لیے مکہ معظمہ پہنچے تو اس زمانے میں مرد اور عورت اکٹھے بیت اللہ شریف میں داخل ہوا کرتے تھے۔ لیکن مخدوم صاحب نے دلائل جیدہ عقلیہ و نقلیہ سے اس رسم کو غلط ثابت کر کے بند کرایا اور اہل مکہ خواہ وہ عام لوگ تھے یا حکام سب نے یہ بات تسلیم کی اور عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ علیحدہ بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا انتظام ہو گیا اور یہ دستور آج تک جاری ہے۔ یعنی عورتیں الگ داخل ہوتی ہیں اور مرد الگ۔

اس کے بعد فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں عورتوں کا بیت اللہ شریف میں داخلہ کسی خاص وجہ سے بند تھا یا شاید دروازہ بند ہونے کی وجہ سے عورتوں کے لیے اندر جانا مشکل تھا اور شاید اس وقت دروازے تک پہنچنے کے لیے سیڑھی نہیں بنائی گئی یا کوئی اور سبب تھا کیونکہ حج الوداع

کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ کو اندر جانے سے منع فرمایا تھا چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ نے سنت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کو آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں فتح کرادے تو میں بیت اللہ شریف کے اندر دو رکعت نفل ادا کروں گی لیکن جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اس حضرت ان کا ہاتھ پکڑ کر حطیم لے گئے اور فرمایا کہ یہاں نفل پڑھ لو کیونکہ حطیم بھی بیت اللہ میں شامل ہے لیکن چونکہ اب قریش کے پاس سرمایہ کی کمی ہے اس لیے انہوں نے حطیم کے علاقہ پر چھت نہیں بنائی اور علیحدہ احاطہ بنا دیا ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر پاس عہد کا خیال نہ ہوتا اور زمانہ جاہلیت بھی قریب نہ ہوتا تو ہم موجودہ کعبہ کی عمارت کو گرہ لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے مطابق حطیم کو بیت اللہ میں شامل کر لیتے اور کعبہ کا دروازہ توڑ کر زمین کی سطح پر بنا لیتے نیز ہم دروازے بھی دو نکالتے۔ ایک شرقی دوسرا غربی۔

**بلی کے پس خوردہ کا حکم** | اس کے بعد بلی کے پس خوردہ کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ

مدینہ منورہ کی ایک عورت نے درخواست کی کہ مجھ کی بنا پر کچھ ہر لسیہ پکا کر حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں ایک خادمہ کے ہاتھ ارسال کیا۔ اس وقت حضرت بی بی حاجہ نماز میں مشغول تھیں اس لیے آپ نے اشارتاً فرمایا کہ رکھ دو۔ اس اثنا میں ایک بلی آئی اور کچھ ہر لسیہ کھا لیا۔ جب حضرت بی بی عائشہؓ نماز سے فارغ ہوئیں۔ انہوں نے بلی کے پس خوردہ کو جائز ثابت کرنے کی خاطر اسی جگہ سے ہر لسیہ کھانا شروع کر دیا۔ اور فرمایا ہے کہ یہ نجس (پلید) نہیں ہے کیونکہ بلی طواف کرنے والوں میں سے ہے اور

۱۔ حطیم بیت اللہ شریف میں ایک احاطہ کا نام ہے جو شمال کی جانب بیت اللہ سے متصل ہے۔ پہلے اس احاطہ پر بھی چھت تھی لیکن اب خالی احاطہ ہے اور پانچ فٹ اونچی دیوار گولائی کی شکل میں تعمیر کی گئی ہے۔



متہارے رفیقوں اور اہل خانہ میں سے ہے۔

## نمازِ جمعہ کی رکعتیں

اس کے بعد کسی نے دریافت کیا کہ قبلہ نمازِ جمعہ کس طرح اور کیسے ادا کرنی چاہیے اور کتنی رکعت ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے چار رکعت نماز سنت اول جمعہ کی نیت سے ادا کرے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز فرض جمعہ امام کے پیچھے ادا کرے۔ پھر چار رکعت نماز سنت بعد از جمعہ کی نیت سے ادا کرے۔ اس کے بعد چار رکعت عبادۃ اللہ کی نیت سے احتیاط کے طور پر پڑھے۔ ان چار رکعتوں کو چار رکعت احتیاط الجمعہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن نہ فرض کی نیت باندھے نہ سنت کی، نہ نفل۔ اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک اور سورۃ پڑھے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز سنت ظہر کے وقت کی نیت سے پڑھے۔ یہ ہے نماز جمعہ پڑھنے کا طریقہ۔ اس کے بعد اسی شخص نے کہا کہ قبلہ ہمیں مولوی لوگ کہتے ہیں کہ دو رکعت نماز فرض کے بعد جو امام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ صرف چھ رکعت نماز سنت پڑھو نہ کہ چار رکعت احتیاطی۔ لیکن حضرت اقدس نے فرمایا کہ چار رکعت نماز احتیاط ضرور پڑھے کیونکہ ہمارے تمام مشائخ نے چار رکعت احتیاط پڑھی ہیں۔ نیز فرمایا کہ اس زمانے میں بہت سی ایسی باتیں رونما ہو گئی ہیں جو ہمارے مشائخ کے معمولات میں شامل نہ تھیں چنانچہ التحیات میں شہادت کی انگلی اٹھانا ہمارے مشائخ عظام کے معمولات میں شامل نہیں ہے۔

۱۔ بعض علماء کا فتوے یہ ہے کہ دو رکعت فرض کے بعد چار رکعت احتیاط الجمعہ صرف انگریزوں کے زمانے میں پڑھی جاتی تھیں کیونکہ اس وقت یہ ملک دارالحرب تھا جس میں جمعہ جائز نہیں ہوتا۔ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد اب یہ ملک دارالسلام بن گیا ہے اس لیے جمعہ جائز ہے اور احتیاط الجمعہ کی ضرورت نہیں واللہ اعلم بالصواب۔

## محبوس وقت پر چہار شنبہ اربع الاول ۱۳۱۵ھ

تقین ذکر اور وظیف

اس اثنا میں مولوی نور محمد ساکن موضع و سال ضلع جہلم نے جو حضرت اقدس کے مرید ہیں عرض کیا کہ حضور بیعت کے وقت مجھے کوئی وظیفہ تعلیم نہیں فرمایا تھا اب ضرور فرمائیں۔ اس پر آپ نے اپنے ہاتھ سے یہ اُردو تحریر فرمائے۔ سورہ عمہ یتساع لون پانچ بار بعد نماز عصر، بارہ سو دفعہ ذکر تہی یعنی دو سو دفعہ لا الہ الا اللہ، چار سو دفعہ اے اللہ، چھ سو دفعہ اللہ اللہ کل بارہ سو۔ خلوص دل کے ساتھ پڑھے۔ علاوہ ازیں ایک سو بار کلمہ طیبہ بعد از نماز عشر۔ نیز اگر عشر کے بعد تین سو بار درود شریف اور تین سو بار سورہ اخلاص پڑھے تو زیادہ بہتر ہوگا اور وظیفہ پاس انفاس اس طریقے سے کرے زبان تالو کے ساتھ لگی رہے اور سانس باہر جاتے وقت لا الہ اور اندر جاتے وقت اے اللہ دل میں خلوص کے ساتھ پڑھے اور یہ تصور کرے کہ نہیں ہے کوئی معبود اور مطلوب سوائے اللہ کے۔ یہ وظیفہ (پاس انفاس) ہر وقت اور ہر حال میں اگر دل چاہے تو پڑھتا رہے خواہ وضو ہو یا نہ ہو۔ نیز کیمائے سعادت مصنفہ امام غزالی کا مطالعہ کرتا رہے اور اس پر حتی الوسع عمل کرتا رہے۔

وظیفہ ذوق الہی و کشش رزق | اس کے بعد ایک اور مرید نے عرض کیا کہ قبلہ اس غلام کو بھی ذوق و محبت الہی،

اور فراخی رزق کے لیے کوئی وظیفہ عطا فرمایا جاوے۔ آپ نے اُسے

یہ وظیفہ ارشاد فرمایا

”اللہ الکافی، قَصَدْتُ الْکَافِی، وَجَدْتُ الْکَافِی، کَفَافِ الْکَافِی  
وَنَعْمَا الْکَافِی وَاللّٰهُمَّ الْحَمْدُ۔“

اول آخر درود شریف گیارہ بار۔ یہ وظیفہ ایک سو گیارہ بار پڑھا کرو۔



## مقبول ۹ بوقت ایشراق بروز شنبہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

حاضرین میں تحفہ تقسیم کرنا | حضور اقدس نے فرمایا کہ وہ کھجور جو کل نذر ہوئے تھے لاؤ۔ حسب فرمان تین نوکرے کھجور پیش کیے گئے۔ ہر نوکرے میں دو قسم کے کھجور تھے۔ آپ نے ان کو غلط کر کے اپنے ہاتھ سے تمام حاضرین میں تقسیم کر دیا اور فقراء اور بھانوں کے لیے جو بھان برائے میں مقیم تھے۔ آپ نے حصہ نکال کر خادموں کے ذریعے بھجوا دیا۔ اس کے بعد حرم کے لیے بھی حصہ نکال کر بھیج دیا۔ تقسیم سے فارغ ہو کر چند عدد خرما اپنے لیے بھی اٹھا لیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ”آنچہ برائے نفس خود خواہید برائے برادر مسلمان نیز بھائی خواہید“ (جو کچھ اپنے نفس کے لیے پسند کرتے ہو اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرو)۔ بلکہ اس سے بہتر یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو مقدم رکھے اور اپنے آپ کو مؤخر۔ نیز جو کچھ اپنے لیے پسند نہیں کرتا وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی

ع۔ یہ فرمان اس حدیث نبوی کے عین مطابق ہے۔ لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتَّىٰ یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہِ (تم میں سے کوئی شخص ایماندار ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے) اس عدل و انصاف اور مساوات محمدی کی مثال ساری دنیا میں کہیں نہیں ملتی خواہ نام نہاد سوشلسٹ ممالک ہوں یا کوئی اور۔ آنحضرتؐ اور آپ کی اتباع میں اولیائے کرام نے امت کے ادنیٰ ترین اور مسکین ترین فرد کی طرح زندگی بسر کر کے عملاً دکھا دیا کہ قول و فعل میں یکسانیت یوں ہوا کرتی ہے۔ اس کے برعکس ساری دنیا میں مساوات کے ڈھونگ رچائے جا رہے ہیں لیکن مساوات مفقود ہے۔

پسند نہ کرے۔

حضرت سلطان الاولیاء کی فاقہ کشی | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء کی عادت شریف کھانے پینے

کے بارے میں یہ تھی کہ آپ نے یہ کبھی نہ فرمایا تھا کہ ”مجھے پانی دو“۔ بلکہ یہ مبہم کلمہ فرماتے تھے کہ ”پایس لگی ہے“۔ ایک دفعہ علاقہ پچا دھ کے مریدین نے آپ کو دعوت دی جب آپ حاجی پور شریف پہنچے تو چند یوم وہاں قیام فرمایا۔ لوگ صبح و شام آپ کو اپنے گھر پر قدم دینے کی خاطر لے جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ اپنی قیام گاہ پر واپس آ جاتے تھے۔ خادم لوگ آپ کی واپسی سے پہلے کھانا کھا لیتے تھے۔ اس خیال سے کہ آپ مریدین کے ہاں کھانا کھا چکے ہوں گے اور مریدین بھی اس خیال سے آپ کو کھانا نہیں کھلاتے تھے کہ حضور اقدس کے اپنے مزاج کے مطابق محرم راز خادم کھانا تیار کرتے ہوں گے۔ اس حالت میں چند دن گزر گئے اور آپ کے جسم میں ضعف کے آثار نمودار ہونے لگے یہاں تک کہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ اس وقت مولوی ابوبکر کو جو حضرت صاحب نارودالہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ کسی طرح معلوم ہو گیا کہ آپ کے جسم میں کمزوری فاقوں کی وجہ سے آگئی ہے۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب کو یہ اطلاع حق تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ القا ہوئی تھی چنانچہ مولوی صاحب حضرت اقدس کو اپنے گھر پر لے گئے اور کھانا کھلایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے مولوی ابوبکر صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کو میرے روزہ کے متعلق کیسے خبر ہوئی۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ قبلہ مجھے آثار و قرائن کے ذریعہ حق تعالیٰ نے آگاہ فرمایا۔

اس کے بعد اکثر حاضرین نے عرض کیا کہ قبلہ اس سال دریا اور نہروں میں پانی کی بہت کمی ہے اور بارش بھی نہیں ہوئی، فصل خراب ہو رہی ہے میں اور ساری خلقت بے حد پریشان ہے۔ دُعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ بارش دیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ تو بہت چاہتا ہوں لیکن سب چیز خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔



انہوں نے دوبارہ عرض کیا کہ حضور دل سے توجہ فرمادیں، ضرور بارش ہوگی لیکن جب دل سے توجہ نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک یہ درست ہے کہ مجھے بارش سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور بارش کے نہ ہونے میں مجھے نہ کوئی رنج ہے نہ ملال۔ اس کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ قبلہ بارش کے لیے نماز استسقاء کا پڑھا جانا مروی ہے آپ حکم فرمادیں تاکہ اس پر عمل ہو۔ آپ نے فرمایا تمہیں یاد نہیں کہ فلاں سال ہم نے ویرانے میں جا کر نمازیں پڑھیں اور دعائیں مانگیں لیکن پھر بھی بارش نہ ہوئی۔ لہذا اب کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر دعائے استسقاء منگوائی تھی اور عرض کیا کہ خداوند پہلے ہم تیرے محبوب اور مطلوب حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعا کراتے تھے۔ اب تیرے حبیب کے چچا سے دُعا کراتے ہیں۔ اس پر اس قدر بارش ہوئی کہ آپ کی ریش مبارک سے بھی پانی بہنے لگا تھا اس کے بعد فرمایا کہ میاں

### میاں صندل صاحب راز فاش ہونا

صندل صاحب کا

ہندوستان کے اکابر اولیاء میں شمار ہوتا ہے لیکن آپ اولیائے مکتومان (چُپے ہوئے اولیاء اللہ) سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے آپ کو مُخْتِث ظاہر کرتے تھے۔ اس وجہ سے آپ کی ولایت یا فقری کی طرف کسی کا وہم و گمان بھی نہیں تھا لیکن اولیائے کرام اُن کو خوب جانتے تھے۔ ایک سال دہلی شریف میں خشک سال ہوئی اور بارش بالکل بند تھی۔ بادشاہ وقت نے تمام اولیاء اللہ اور فقراء سے دُعا کرائی لیکن کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اس علاقے کے تمام اولیاء کرام بالاتفاق کہہ رہے تھے کہ اس سال جلال کا غلبہ ہے۔ آخر ایک دن ایک بزرگ نے بادشاہ سے کہا کہ میں آپ کو ایک ولی اللہ کی نشان دہی کرتا ہوں۔ وہ کامل و مکمل بزرگ ہیں اگر وہ دعائیں تو امید ہے کہ بارش ہو جائے گی۔ بادشاہ نے کہا وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا وہ میاں صندل صاحب ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو بیٹھڑوں کے

لباس میں چھپا رکھا ہے۔ بادشاہ نے میاں صندل صاحب کے پاس جا کر دُعا کی درخواست کی۔ میاں صندل نے کمال عجز و انکسار سے ادنیٰ غلاموں کی طرح بادشاہ سے کہا کہ سارا جہان جانتا ہے کہ میں مخنث ہوں مجھ سے کیا ہو سکتا ہے۔ مجھے معاف کریں۔ بادشاہ نے کہا کہ اب تک آپ نے اپنے آپ کو بہت چھپایا ہے جب تک بارش نہیں ہوتی میں آپ کا دامن ہرگز نہیں چھوڑوں گا غرضیکہ کافی رد و کد اور اصرار کے بعد میاں صندل صاحب راضی ہو کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ خداوند اگر تو بارش نہیں دیتا تو میں یہ سہاگ کی چوڑیاں توڑ دوں گا۔ یاد رہے کہ انہوں نے بیچڑوں کی طرح دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں پہن رکھی تھیں۔ یہ کہنا تھا کہ دہلی میں اس قدر بارش ہوئی کہ قیامت برپا ہوگئی لیکن دوسرے دن میاں صندل فوت ہو گئے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ چونکہ ان کو پوشیدہ رہنا پسند تھا اس لیے راز فاش ہونے کے بعد زندہ رہنا پسند نہ آیا۔

ظہورِ کرامت پر موت کا واقعہ ہونا | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ لوگوں نے حضرت محب النبی دہلوی سے بارش کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ اور دعا کرو۔ وہ کالمین روزگار میں سے ہیں لیکن پوشیدہ رہتے ہیں۔ لوگوں نے ان کے پاس جا کر بارش کی درخواست کی۔ انہوں نے پہلے تو بہت معذرت کی لیکن آخر راضی ہو کر بارش کے لیے دعا کی۔ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ حضرت مولانا صاحب سے کہنا کہ کل میری نماز جنازہ پر حاضر ہونا۔ چنانچہ اس دن بہت بارش ہوئی لیکن دوسرے دن وہ فوت ہو گئے۔

مقبوس ۹۲: بوقت اشراق بروز چہار شنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

حضرت ابو حمزہ غرسانی | حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت ابو حمزہ غرسانی



قدس سرہ کو کسی نے ریشم سے بنی ہوئی ایک نہایت ہی گراں مایہ چادر پیش کی۔ آپ نے چادر کے کٹے کٹے کر ڈالے۔ لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم دنیا کو گم کرنے، معدوم کرنے اور فنا کرنے آئے ہیں۔

**آپ کا بکرمی کی آواز پر جد کرتا** | اس کے بعد فرمایا کہ ایک بادشاہ نے ایک ولی اللہ کے پاس بہت مال و دولت

بھیجا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ بادشاہ نے وہی چیز ایک اور ولی اللہ کے پاس بھیجی تو انہوں نے قبول کر لی۔ حضرت اقدس نے اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ جس بزرگ نے دولت قبول نہ کی اس نے توکل کو مضبوط کیا اور جس نے قبول کیا اس نے سمجھا کہ یہ حق تعالیٰ سے آئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت ابو حمزہؓ نے بکری کی آواز سنی تو آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ حضرت حارث محاسبیؓ جو اکابر اولیاء میں سے ہیں اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا وجد اور کیا حال ہے مجھے اس راز سے آگاہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے بیچارہ تو جا اور کئی سال خاکستر کھا اس کے بعد یہ وجد وصال تجھے معلوم ہوگا۔

**شکر بخفی** | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت یارنید بسطامیؒ کے ہاتھ میں ایک سیب تھا۔ آپ نے فرمایا کیا ہی

لطیف سیب ہے ہاتھ نے آواز دی کہ لطیف ہمارا نام ہے۔ کیا تم میرے نام کا اطلاق غیر پر کر رہے ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک بزرگ کسی طرح ایک کنوئیں میں گر گئے لیکن انہوں نے کسی کو آواز نہ دی کہ مجھے باہر نکالو۔ اس کے بعد ایک آدمی آیا اور اس نے برتن کنوئیں میں ڈالا تاکہ پانی نکالے۔ وہ بزرگ ایک طرف ہو گئے اور آرام سے بکھڑے رہے۔ بلکہ سانس بھی آہستہ سے لینا شروع کیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ سانس کی آواز سن کر انہیں باہر نکال لے۔ اس وجہ سے کہ یہ بھی غیر اللہ کی استعانت ہوگی۔ آخر ایک اژدہا پہاڑ سے نکل آیا اور اس نے اپنی دم کنوئیں میں ڈالی۔ اُسی وقت ہاتھ نے آواز دی کہ یہ ہماری طرف سے ہے چنانچہ انہوں نے سانپ کی دم پکڑ لی اور

سانپ نے ان کو باہر نکال لیا۔ (کیا خوب ہے موت نے موت سے بچایا۔  
اس کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوالحسن لوریؒ نے حضرت ابو حمزہؒ کے ایک مرید سے  
دریافت کیا کہ تجھے پیر نے کیا سکھایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ قرب سکھایا ہے۔  
حضرت ابوالحسن نے فرمایا کہ جہاں ہم ہیں وہاں قرب بھی بعد اے۔

اس کے بعد حضرت  
سلطان الاولیاء قاضی

### حضرت مخدوم محمد شریفؒ کی بیعت کا واقعہ

محمد عاقل قدس سرہ کے والد ماجد حضرت مخدوم محمد شریفؒ کی حضرت قبلہ عالم مہاروی  
قدس سرہ سے بیعت کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت مخدوم صاحب  
کو حضرت سلطان الاولیاء نے حضرت قبلہ عالم مہاروی سے بیعت کرایا تھا۔ چونکہ  
مخدوم صاحب بیعت سے پہلے سندھ کے بہت سے مشائخ کی صحبت حاصل  
کر چکے تھے۔ اس لیے حضرت قبلہ عالمؒ نے بیعت کے وقت مخدوم صاحب سے  
فرمایا کہ خبردار محکم اور استوار رہنا۔ یہ نسبت جو میں تمہیں دے رہا ہوں اسے مشائخ  
سندھ کی نسبتوں کی طرح نہ سمجھنا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن ایک آدمی حضرت سلطان الاولیاءؒ کے سامنے  
مخدوم محمد شریفؒ کی یوں تعریف کرنے لگا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ بیعت کرنے  
سے پہلے مخدوم صاحب دوسرے مشائخ وقت سے فیوض حاصل کر کے فقر و ولایت  
میں اُن کے ہم پلہ ہو چکے تھے۔ یہ سُن کر حضرت سلطان الاولیاءؒ خستہ ناک ہوئے اور

۱۔ ”وہاں قرب بھی بعد ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ذات کی کوئی انتہا نہیں اس لیے

قرب کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ ہم جس منزل پر پہنچ جاتے ہیں اس

سے اوپر اور منزل ہے۔ جب وہاں پہنچتے ہیں تو اس سے اوپر اور منزل ہے غرضیکہ منزل

قرب کا کوئی شمار نہیں۔ اس لیے کسی قرب کی منزل پر اکتفا نہیں کرتے اور ہمیشہ اہل من مزید

کا لغو لگاتے ہیں۔ یہ انتہائے شرق اور طندی مراتب کی علامت ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)



فرمایا کہ میرے والد بزرگوار مخدوم صاحب کو فقر و ولایت میں جو کچھ حاصل تھا انہوں نے سب میرے پر حضور حضرت قبلہ عالم مہارویؒ سے حاصل کیا تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ  
**حضرت خواجہ احمد علی کی بیعت**

کو بھی حضرت سلطان الاولیاء نے اپنے ہاتھ سے حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ سے بیعت کرایا تھا لیکن حضرت مخدوم صاحبؒ اور خواجہ احمد علیؒ کو حضرت قبلہ عالم نے قادریہ سلسلہ میں بیعت کیا تھا اور خلعتِ خلافت اور نعمتِ ولایت بھی دونوں حضرات کو اسی سلسلہ عالیہ قادریہ سے عطا کی تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ ہمارا سلسلہ چشتیہ اس طرح مسلسل ہے کہ میری بیعت حضرت مولانا غلام فخر الدینؒ سے ہے اور آپ حضرت سید الاولیاء محبوب الہی خواجہ خدا بخشؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ حضرت سلطان الاولیاء شیخ محمد عاقلؒ کے اور آپ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کے اور آپ حضرت محبوب النبی مولانا فخر الدین دہلویؒ کے اسی طرح سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سید الاصحاب تھے اسی طرح حضرت سلطان الاولیاء حضرت

حاشیہ صفحہ گزشتہ سے پیوستہ

اس لیے سعدی شیرازیؒ نے نعرہ لگایا کہ

نہ خوش فایستہ دارد سعدی ما سخن پیاں    میرِ تشنہ مستقی و دریا پیمناں باقی  
 (محبوب کے حسن و جمال کی کوئی انتہا ہے نہ سعدی تعریف کرنے کو تے تھکتا ہے لیکن آخر ہوتا  
 یہ ہے کہ استقار کا مرین دریا کے کنارے پانی پیتے پیتے مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح  
 رواں دواں رہتا ہے)۔ اسی وجہ سے بعض اولیاء کرام نے فرمایا ہے کہ  
 قلندر آنکہ فوق الوصل جوید (قلندر وہ ہے جو وصل سے بھی اوپر کا مقام تلاش کرتا ہے)

قبلہ عالم کے خلفاء میں سید الکفار ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دوسری خصوصیت یہ تھی جو کسی اور صحابی میں نہیں تھی کہ آپ، آپ کے والد، آپ کے فرزند اور فرزند کے فرزند یعنی چار پشت تک تمام حضرات اصحاب رسول اللہ صلم تھے۔ اسی طرح حضرت قبلہ عالم کے مریدین میں سے صرف حضرت سلطان الاولیاء کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ، آپ کے والد حضرت مخدوم محمد شریف صاحب اور آپ کے فرزند حضرت خواجہ اسماعیل صاحب یعنی تین پشت تک تمام حضرات قبلہ عالم کے مرید تھے۔ اگرچہ حضرت صاحب نارودالہ بھی تین پشت تک حضرت قبلہ عالم مہاروی کے مرید تھے لیکن خلافت صرف حضرت صاحب نارودالہ کو ملی تھی باقی دو حضرات کو نہیں ملی تھی۔

## مقبوس ۹۳: بوقت اشراق بزرگ نشینہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

حضرت اقدس تازہ کھجور اہل مجلس میں اپنے ہاتھ سے تقسیم فرما رہے

شیخ منصور کو ہلانے سے خرما کی بارش

تھے۔ اس وقت ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور وہ کون سے بزرگ تھے جن کو ہلانے سے تروتازہ کھجور گرنے لگے تھے۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ منصور تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ جب شیخ منصور حج کو گئے تو پانچ سو صوفیان و فقراء ساتھ تھے۔ جب صحرا میں پہنچے تو سامان ختم ہو گیا اور کئی وقت کھانا نہ ملا۔ تمام لوگ بھوک سے پریشان تھے چنانچہ انہوں نے حضرت شیخ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے پکڑ کر ہلاؤ۔ جب لوگوں نے ہلایا تو تروتازہ کھجور آپ کے جسم سے گرنے لگے اور تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھائے۔ اسی دن کے بعد جب بھی حضرت شیخ کا پاؤں پھسلتا تھا یا پاؤں میں کانٹا چھنے سے یا کسی اور طرح سے آپ کا جسم ہلتا تھا تو تروتازہ کھجور گرنے لگتے تھے۔ یہ حالت چند یوم رہی اور لوگ دیکھ کر سخت تعجب کرتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ منصور عارف تھے اور عارف کی شان یہ ہے کہ جس چیز



کا خیال دل میں آئے وہی ہو جائے۔ کسی نے خوب کہا ہے سے  
 گر در دل تو گل گزر دو گل باشی      در ببل بے فستار ببل باشی  
 (جب دل میں گلاب کا خیال آئے تو گلاب بن جائے اور ببل بے قرار کا  
 خیال آئے تو ببل ہو جائے)

چوں کردی خوشتن را پنہ کاری      تو ہم علاج وار ایس دم بر آری  
 (جب تو اپنے آپ کو دھنی ہوئی روئی کی طرح پامال کر دے گا یعنی اپنی ہستی کو  
 فنا کر دے گا تو علاج کی طرح نعرۂ انا کھتی بند کرے گا)

شیخ منصور کا مجاہدہ

اس کے بعد فرمایا کہ جب شیخ منصور حضرت  
 جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

انہوں نے فرمایا کہ اے ابن منصور مجھے تیری باتوں میں فضول نظر آتی ہے مجھے فضول گوئی  
 صحبت کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ منصور بڑے مجاہد اور متواضع (رضیت  
 کش) تھے چنانچہ ایک دفعہ کعبہ شریف کے سامنے ناف پر ماتھ باندھ کر ایک سال تک  
 کھڑے رہے۔ جس زمانے میں شیخ منصور ریاضت میں مشغول تھے۔ آپ نے بیس سال  
 ایک پیر میں گزار دیئے۔ جب کپڑا پھٹ جاتا تھا تو گلی کو چھ سے پرانا کپڑا اٹھا کر  
 پیوند لگا لیتے تھے۔ جب بیس سال کے بعد وہ کرتہ اتارا تو اندر سے کپڑا نظر نہیں آتا  
 تھا بلکہ سب ٹکڑے ایک دوسرے پر تہ در تہ رسلے ہوئے تھے۔ شیخ منصورؒ کے سر کا  
 یہ حال تھا کہ بالوں میں بھٹو نے آشیانہ بنا رکھا تھا اور بارہ سال تک وہاں رہا۔

شیخ شبلیؒ

اس کے بعد شیخ شبلیؒ کے بلند مراتب کا ذکر ہونے لگا۔  
 حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دن شیخ شبلیؒ نے شیخ جنیدؒ

کی کسی بات کے جواب میں کہا کہ :-

”سخن مشرکان را بگذار“

(مشرکوں کی باتوں کو جانے دیں۔ یعنی مجھ جیسے مشرکوں کی باتوں کو  
 بُرا نہ منائیں)

لیکن یہ بات ان کے مُنہ سے اس وقت نکلی جب وہ وحدتِ صرفہ (توحید مطلق) یا ذاتِ بحث میں مستغرق تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن شیخ ابن القائد نے عالم کشف میں دیکھا کہ کوئی دوسرا بزرگ اُن سے ایک قدم آگے ہے۔ غیرت میں آکر کہا کہ وہ کون ہے کہ جس کا قدم مجھ سے آگے ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف القا ہوا کہ یہ تمہارے بنی اور پیغمبر کا قدم ہے۔ یہ سن کر انہوں نے عجز و انکسار سے اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ اس پر حضرت اقدس نے یہ مصرعہ پڑھا:

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

(خدا تعالیٰ کے ساتھ دیوانہ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوشیار ہو کر رہو اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ بشریت سے پاک و منزہ ہیں اور آلِ حضرت کے ساتھ بشریت منسوب ہے)

اس کے بعد فرمایا کہ یہ القائد شیخ شبلیؒ کا استغراق میں پابندِ نماز ہونا

مرشد کا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر شخص لازماً عجز و انکسار سے پیش آتا ہے۔ اس کے بعد عمر خان شاہدؒ نے عرض کیا کہ قبلہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ شبلیؒ حضرت جنید بغدادیؒ کے خلیفہ و جانشین ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں بعض مشائخ نے یہی کہا ہے۔ عمر خان نے کہا کہ اب معلوم ہوا ہے کہ شیخ شبلیؒ ایک جلیل القدر بزرگ ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی عظمت کی اس سے زیادہ علامت کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت غوث الاعظم عبد القادر جیلانی قدس سرہ شیخ شبلیؒ کے سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ شبلیؒ چھ جیسے متواتر عالم بے خودی و فنا میں رہے ہیں لیکن نماز کے وقت آپ عالم شعور میں آکر نماز ادا کرتے تھے اور پھر ملک بے خودی میں چلے جاتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ اکبر محمد الدین عربیؒ پر بھی مکہ معظمہ میں کافی عرصہ تک یہی حالتِ فنا و بے خودی طاری رہی لیکن اس کے باوجود آپ بچکانہ



نماز اور دیگر معمولات کے باقاعدگی سے پابند رہے لیکن آپ کو کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی عظمت

اس کے بعد حضرت شیخ جنیدؒ کی رفعت شان کا ذکر ہونے

لگا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ جنید امام طریقت ہیں اور تمام علمائے اہل ظاہر و اہل باطن نے آپ کو قبول کیا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ بھی امام تصوف ہیں لیکن ان کو اہل باطن نے قبول کیا ہے۔ اہل ظاہر نے ان کا انکار کیا ہے۔ صرف دو بزرگ ایسے ہیں کہ جن کو دونوں فرقوں (اہل ظاہر و اہل باطن) نے قبول کیا ہے۔ مشائخ متقدمین میں سے شیخ جنیدؒ اور متاخرین میں سے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ۔

آپ کے خلفاء

اس کے بعد آپ نے حضرت شیخ جنیدؒ کے چند خلفاء کے نام بتاتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخ رویمؒ، حضرت

شیخ حمزہ دینوریؒ، حضرت علی ردوباریؒ، حضرت ابو محمد حریریؒ، حضرت عمر بن عثمان سہمیؒ، حضرت ابن عطاءؒ، حضرت ابو محمد مرتضیٰؒ، حضرت ابوبکر واسطیؒ وغیرہم حضرت جنیدؒ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ جس وقت حضرت شیخ جنید توحید کے حقائق و معارف بیان فرماتے تھے تو آپ کا کلام اسماء قدر بلند اور باریک ہوتا تھا کہ تمام سامعین اور حاضرین مجلس پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

مرض برص

اس کے بعد مرض برص کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت

اقدس نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے۔ ایک برص میں مبتلا تھا، دوسرا سر سے گنجا تھا، تیسرا نابینا تھا۔

کمال ہے ان حضرات کی پابندی شریعت کا چھ ماہ ذات میں مستغرق رہنے کے باوجود بھی نماز ترک نہیں کرتے تھے لیکن آج کل جن لوگوں کو حال کی ہوا تک نہیں لگی۔ رات دن قال کے نعرے لگا کر نماز سے محروم رہتے ہیں۔ کس قدر جہالت اور کم نصیبی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانا چاہا - چنانچہ ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا گیا - فرشتے نے سب سے پہلے برص کے مریض کے پاس جا کر پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے - اس نے جواب دیا کہ رنگ خوب و چرم خوب مطلب یہ تھا کہ برص سے نجات ملے - فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری رفع دفع ہو گئی اور خوبصورت رنگ نکل آیا - فرشتے نے پوچھا کہ مال میں سے تجھے کونسا مال محبوب ہے - اس نے کہا اونٹ - چنانچہ اُسے ایک حاملہ سانڈنی دی گئی - فرشتے نے دعا کی کہ خدا تعالیٰ تجھے اس سانڈنی میں برکت دے - اس کے بعد اس نے گنچے کے پاس جا کر پوچھا کہ تجھے کون سی چیز اچھی لگتی ہے - اس نے کہا خوبصورت بال نیز وہ چیز مجھ سے دُور ہو جائے جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں - فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بال نکل آئے اور بد صورتی رفع ہو گئی - اس کے بعد فرشتے نے پوچھا کہ مال میں سے کون سی چیز پسند کرتے ہو - اس نے جواب دیا کہ مادہ گائے - چنانچہ اُسے ایک حاملہ گائے عطا ہوئی - فرشتے نے دعا کی کہ خدا تجھے اس مال میں برکت دے - اس کے بعد فرشتے نے تابینا کے پاس جا کر پوچھا کہ تجھے کیا چیز پسند ہے - اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میری بنیائی واپس آ جائے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں - فرشتے نے اپنا ہاتھ اس کے مُسنہ پر ہاتھ پھیرا تو اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں - اس کے بعد فرشتے نے پوچھا کہ مال میں سے کیا پسند ہے - اس نے جواب دیا کہ مجھے بکری پسند ہے چنانچہ اسے ایک حاملہ بکری مل گئی - کچھ عرصے کے بعد برص کے مریض کے پاس اونٹوں کا گلہ، گنچے کے پاس گایوں کا گلہ اور تابینا کے پاس بکریوں کا گلہ بن گیا - چنانچہ وہ فرشتہ اسی پہلی شکل و صورت میں ان کے پاس گیا - پہلے اس نے برص کے مریض کے پاس جا کر سوال کیا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں - سفر میں میرا ذرا درہ ختم ہو گیا ہے - افلاس کی وجہ سے میرا گھر واپس جانا ناممکن ہو گیا سوائے اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے - اس لیے آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ مہربانی فرما کر مجھے اُس ذات پاک کے صدقے جس نے آپ کو یہ مال عطا فرمایا ہے اور خوبصورتی عطا فرمائی ہے - ایک اونٹ عطا فرمادیں - اس نے جواب دیا کہ



حق دار بہت ہیں کس کو دوں۔ غرضیکہ اس قسم کی باتیں کر کے اُسے ٹال دیا۔ فرشتے نے کہا میں نے تجھے پہچان لیا ہے کیا تم وہی نہیں ہو جو برص کی بیماری میں مبتلا تھے اور بد صورتی کی وجہ سے لوگ تم سے نفرت کرتے تھے اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے تمہیں اونٹ عطا فرمائے ہیں اور بیماری سے نجات دی ہے۔ اس نے کہا یہ اونٹ مجھے اپنے باپ دادا سے ورثہ میں ملے ہیں۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو خدا تعالیٰ تجھے سابقہ حالت پر پہنچا دے گا۔

اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اسی طرح سوال کیا۔ اس نے بھی برص والے مریض کی طرح باتیں کیں اور فرشتے نے اس کو بھی بددعا دی۔ اس کے بعد وہ نابینا کے پاس گیا اور اُسی طرح سوال کیا۔ اس نے جواب دیا کہ بیشک میں اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بینائی دی ہے۔ اب جو بکری پسند آئے پکڑ لو فرشتے نے کہا مجھے بکری کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو حق تعالیٰ نے تیری آزمائش کے لیے بھیجا تھا۔

۱۔ اے غافل انسان اب بھی جتنے فقیر، غریب اور مسکین تیرے پاس آکر بھیک مانگتے ہیں۔ یاد رکھ یہ تیری آزمائش کے لیے آتے ہیں۔ تجھے بھی حق تعالیٰ نے بیدار و بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں لیکن نفس و شیطان کے فریب میں آکر اب تو ذرا بھر راہِ خدا میں نہیں دے سکتا اور اپنے آباؤ اجداد کا ورثہ یا اپنے دست و بازو کی کمائی سمجھتا ہے۔ حدیث شریفین میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں بھوکا تھا میں تیرے پاس روٹی مانگنے آیا تو نے انکار کیا..... الی آخر

## مقبوس ۹۲: بوقت اشراق بزرگ شنبہ بیامع الاول ۱۳۱۴ھ

شیخ کی غیبی امداد | مریدوں کو پیروں کی امداد کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دفعہ میاں بٹکا خواجہ ساکن کوٹ

شریف پر جو حضرت فخر الاولیا کا مرید تھا انگریزی سرکار کی طرف سے ایک سنگین مقدمہ دائر ہو گیا اور نوبت اس حد تک پہنچی کہ حاکم وقت اُسے گرفتار کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ حاکم نے کہا اگر اس آدمی پر تین روپے مطالبہ سرکاری بھی ثابت ہو گیا تو اُسے قید کر دوں گا۔ میاں بٹکا مقرر میعاد پر پیشی پر حاضری کے لیے راجن پور کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں وہ بے حد ٹھہرایا ہوا تھا اور دل میں فکر مند تھا کہ اب کیا ہو گا۔ راستے میں کیا دیکھتا ہے کہ اس کے پیر حضرت مولانا فخر الاولیا اس کے سامنے زمین سے اُپر ہوا میں کھڑے ہیں۔ اس سے اس کے دل کو تقویت ہوئی اور راجن پور جا کر دفتر میں حاضر ہو گیا۔ گواہوں نے اس کے خلاف گواہی دی اور ستر روپے اس کے خلاف قائم ہو گئے لیکن حیرت کی بات ہے کہ حاکم نے اُسے کوئی سزا نہ دی بلکہ اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم بری الذمہ ہو۔

## مقبوس ۹۵: بوقت اشراق بزرگ چہار شنبہ یکم ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ

حضرت اقدس میاں نور الصمد کو مشکوٰۃ کا درس باب الاتفاق و کراہیۃ الامساک سے دے رہے تھے۔ جب اس حدیث پر پہنچے۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ اسْتَاذَنَ عَلَى عِثْمَانَ فَاذْنُ لَهُ وَ  
بِيَدِهِ عَصَاهُ فَنُتِلَ عِثْمَانُ يَا كَعْبُ اِنْ عَبْدَ الرَّحْمَنِ  
تَوَفَّنِي وَتَرَكَ مَالًا ..... اِلَى الْاٰخِرِ



یعنی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اندرانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو اجازت دے دی حضرت ابوذرؓ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ وہاں حضرت کعبؓ بھی پہلے سے موجود تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت کعبؓ سے کہا کہ اے کعب عبدالرحمن فوت ہو گیا ہے اور مجھے بہت سامان چھوڑ گیا ہے۔ تمہارے نزدیک مال کا جمع کرنا اور اُسے پیچھے چھوڑ جانا کیسا ہے۔

حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ اگر عبدالرحمن اس مال سے حقوق اللہ ادا کرتا رہا ہے تو وہ بری الذمہ ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوذرؓ نے ان کے سر پر ڈنڈا مارا اور مشربایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا آپ نے کہ اگر یہ پہاڑ سونابن جائے اور میری ملکیت ہو جائے اور میں اسے راہِ حق میں دوں اور حق تعالیٰ مجھ سے قبول کر لے تو میں چھ ماہ سونا بھی اپنے پاس رکھنا پسند نہ کروں بلکہ تمام راہِ حق میں دے ڈالوں۔ اے عثمانؓ تجھے قسم ہے خدا کی تو ہا کہ آیا تو نے یہ بات سنی ہے۔ یہ بات حضرت ابوذرؓ نے تین بار دہرائی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہاں میں نے سنی ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوذرؓ نے حضرت کعبؓ کو اس لیے ڈنڈا مارا کہ حضرت ابوذرؓ بڑے درویش، عابد، زاہد اور صوفی منش تھے اور مال اور مالدار سے آپ کو نفرت تھی۔ آپ کا مشرب یہ تھا کہ حقوق اللہ ادا کرنے کے بعد بھی مال جمع نہیں کرنا چاہیے بلکہ راہِ خدا میں دے دینا چاہیے، لیکن حضرت کعبؓ اور جہوڑ صاحب کرام کا مسلک یہ ہے کہ حق اللہ ادا کرنے کے بعد جس قدر بچ رہے اس کا جمع کرنا جائز ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لیے جب حضرت ابوذرؓ نے حضرت کعبؓ سے اپنے مسلک کے خلاف بات سنی تو انہیں ڈنڈا مارا اور حضرت عثمانؓ سے بھی اقرار کرایا کہ مال جمع نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ حضرت کعبؓ صحابی نہیں تھے بلکہ تابعی تھے، لیکن اس قدر عالم، فقیہ اور ثقہ تھے کہ صحابہ کرام ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ آپ حضرت کعبؓ اصحاب کہلاتے ہیں۔ اصحاب

جمع ہے جس کے معنی ہیں عالم اور دانشمند کے۔ چونکہ آپ کا علم کئی عالموں کے برابر تھا اس لیے آپ پر جمع کا صیغہ استعمال ہوتا تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ تین حضرات  
تین مشائخ کے القاب صغیر جمع ہیں

میں آتا ہے۔ ایک حضرت کعب احبار، دوسرے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء۔ اس وجہ سے کہ آپ کی ولایت کئی اولیاء کرام کی ولایت کے برابر ہے۔ تیسرے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار۔ احرار جمع ہے جس کے معنی ہیں آزاد یعنی غیر کی قید و بندگی سے آزادی۔ چونکہ آپ کی حریت بہت سے احرار کی حریت کے برابر تھی اس لیے آپ کو احرار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، لیکن جب بات حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے کانوں تک پہنچی تو آپ کو اس لفظ (احرار) پر جوش آگیا اور فرمایا کہ لوگوں نے مجھے کیا سمجھا ہے۔ میرے قدموں کے نیچے اس قدر اولیاء پامال اور بے بس ہوئے ہیں کہ اتنی بیوٹیاں بھی لوگوں کے پاؤں کے نیچے پامال نہیں ہوئی ہوں گی۔ دوسرے اوقات میں آپ سے جوش کی حالت میں یہ

۱۔ اس قسم کے کلام کو تصوف کی اصطلاح میں شطیحات کے نام سے موسوم کیا ہے جس کے معنی ہیں وہ کلمات جو بظاہر غیر شرع نظر آئیں لیکن درحقیقت خلاف شرع نہ ہوں مثلاً حضرت شیخ منصور کا نعرہ انا حق، حضرت بازید بطنی کا دعوے ”سبحانی ما اعظم شأنی“ اور حضرت غوث الاعظم کا فرمان ”قدمی ہذہ علی عقیق اولیاء اللہ“۔ یہ کلمات اولیاء کرام سے اس وقت صادر ہوتے ہیں جب وہ عروج اور فنا فی اللہ کے مقام پر ہوتے ہیں لیکن جب نزول میں آتے ہیں جو خاصہ ہے اولیاء امت محمدیہ کا اور جو بلند ترین مقام ہے راہ حق میں، تو ان نعروں پر نادم ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ کامل اکمل عارفین کے نزدیک عروج نہیں بلکہ نزول، فنا نہیں بلکہ بقا، الوہیت نہیں بلکہ عبدیت بلند ترین مقام ہے۔ فنا



الفاظ صادر ہوتے تھے کہ مجھے تالیفِ قلوب کے لیے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ مشیخت کے لیے۔ اس وجہ سے کہ اگر مجھے مشیخت کے لیے پیدا کیا جاتا تو روئے زمین کے ہم عصر اور ہم زمان اولیاء اللہ کے لیے لوگوں کو بیعت کرنا حرام اور ناجائز ہو جاتا۔<sup>۱</sup> اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے دوبارہ درس حدیث شروع کیا۔ جب یہ حدیث شریف پڑھی ”عن عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا ثَلَاثَ كَافٍ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَرَضَ سِتَّةَ وَاَسْبَعَةِ فَاَمْرًا بِرَسُولِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم . . . . . اِلٰی اٰخِرِہٖ (روایت ہے حضرت بی بی عائشہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں میرے پاس چھ یا سات دینار تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ انہیں تقسیم کر دو غریب و مساکین میں۔ چنانچہ میں نے تقسیم شروع کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درد سے کراہنے کی وجہ سے میں واپس آگئی تو آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے وہ دینار تقسیم کر دیے ہیں یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابھی باقی ہیں۔ خدا کی قسم مجھے آپ کے درد نے تقسیم کرنے سے باز رکھا۔ آپ نے وہ دینار طلب کیے اور ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ کس قدر بُری بات

درمیانِ منزل ہے۔ اور متوسلین کا مقام ہے۔ منہوں کا مقام بقا باللہ اور نزول ہے۔<sup>۲</sup> یعنی میرے سامنے کوئی شخص صاحبِ بیعت نہ بن سکتا۔ یہ بھی شلیات میں شامل ہے۔ جب مقام الوہیت اور فانی اللہ میں عارفین خود گم ہو جاتے ہیں اور حق باقی رہ جاتا ہے اس لیے حق تعالیٰ کی زبان سے کلام کرتے ہیں اور الوہیت ہی کا کلام ان کی زبان سے سرزد ہوتا ہے چنانچہ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں سے نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم چو غلامِ اقام ہمہ زانقاب گویم ترجمہ۔ نہ میں رات ہوں (یعنی تاریک الذہن) نہ رات کی پرستش کرتا ہوں۔ چونکہ میں آفتاب (حق تعالیٰ) کا غلام ہوں۔ سب کچھ اسی کی زبان سے بیان کرتا ہوں۔

ہے کہ جب خدا کا پیغمبر خدا تعالیٰ سے ملاقات کرے اور دینار اس کے پاس ہوں (۱) اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ وصال کے وقت دونوں جہانوں کے بادشاہ کے گھر میں صرف پندرہ یا سترہ روپے تھے اور وہ بھی فقرا و مساکین میں تقسیم کر کے اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

**بیت المال کی ملکیت** | اس کے بعد چند حاضرین نے عرض کیا کہ قبلہ وہ مال جو بیت المال میں تھا کیا وہ

اُس حضرت صلعم کی ملکیت نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اُن حضرت صلعم بیت المال سے غریبا و مساکین کی پرورش فرماتے تھے یا فوج پر خرچ کرتے تھے۔ اپنی ذات پر ہرگز خرچ نہیں فرماتے تھے۔ نیز فرمایا کہ خلفائے راشدین کا بھی یہی دستور تھا۔

**حضرت ابو بکرؓ اور بیت المال** | چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ جب منہ خلافت پر بیٹھے تو اہل و عیال

کی روزی کے خیال سے آپ تجارت کی غرض سے بازار جارہے تھے کہ صحابہ کرام نے جمع ہو کر عرض کیا کہ اب آپ خلیفہ رسول اللہ صلعم ہو گئے ہیں۔ یہ مناسب نہیں کہ بازار میں جا کر آپ بال بچوں کے لیے روزی کمائیں۔ آپ کو اہل و عیال کے نان نفقہ کے لیے بیت المال سے رقم لینی چاہیے، لیکن آپ نے یہ بات قبول نہ فرمائی۔ جب صحابہ کرام نے بہت اصرار کیا تو آپ نے نصف بکری بیت المال سے قبول کر لی۔

**حضرت عمرؓ اور بیت المال** | اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت عمرؓ منہ خلافت پر بیٹھے تو

مشرق و مغرب سے مال و دولت سمٹ کر بیت المال میں جمع ہونے لگی، لیکن آپ نے بیت المال سے کچھ قبول نہ فرمایا اور بال بچوں کی روزی کے لیے آپ اینٹ بنایا کرتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے مرغی کا انڈا پکا کر زردی اور سفیدی علیحدہ علیحدہ روٹی پر رکھ دی۔ اتفاق سے حضرت حذیفہؓ



کا دباؤ سے گزر ہوا۔ ان کی نظر روٹی پر پڑی تو بے تحاشا حسرت عمر پر برس پڑے کہ دو قسم کے کھانے تیار کرنے کی بدعت آپ کے عہد خلافت میں شروع ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا نزدیک آؤ۔ جب وہ نزدیک آئے تو دیکھا کہ ایک ہی انڈے کے دو حصے (یعنی زردی اور سفیدی) الگ الگ رکھے ہوئے ہیں۔ اس سے ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

زکوٰۃ شریعت طریقت و حقیقت

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن کسی نے شیخ شبلیؒ سے

زکوٰۃ کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ تین قسم کی ہوتی ہے۔ تم کو نئی زکوٰۃ کے متعلق دریافت کر رہے ہو۔ پہلے تو وہ آدمی حیران ہوا کہ یہ کیا بات کر رہے ہیں پھر کہا کہ اچھا تینوں قسم کی زکوٰۃ بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلی قسم کی زکوٰۃ زکوٰۃ شریعت ہے جو چالیس روپے میں ایک روپیہ چار آنے ہے۔ دوسری زکوٰۃ طریقت کی ہے وہ یہ ہے کہ چالیس روپے میں سے ایک روپیہ چار آنے اپنے

۱۔ یاد رہے کہ آل حضرت صلعم کی تعلیمات کے مطابق کسی مسلمان کو بیک وقت دو کھانے تناول کرنے کی اجازت نہ تھی اور نہ آٹا چھان کر روٹی بنانے کی اجازت تھی۔ حکماء کا کہنا ہے کہ کفایت شعاری، ایثار اور نفس کشی کے علاوہ جسمانی صحت کے لیے بھی یہ اصول بے حد مفید ہیں۔ ایک دفعہ کسی بادشاہ نے مسلمانوں کی خدمت کے لیے ایک طبیب مدینہ منورہ میں بھیجا۔ ایک سال تک کوئی بیمار اس کے پاس نہ گیا تو اس نے دریافت کیا کہ مسلمان لوگ مجھ سے کیوں نفرت کرتے ہیں کہ علاج کرائے کوئی آتا۔ ایک صہبائی نے اُسے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ صلعم نے چند اصول تعلیم فرمائے ہیں جن پر ہم عمل کر کے کبھی بیمار نہیں ہوتے۔ ایک اصول یہ ہے کہ جب تک شدید بھوک نہیں لگتی ہم کھانا نہیں کھاتے۔ دوم یہ کہ کچھ بھوک باقی رہتی ہے کہ ہم کھانا بند کر دیتے ہیں۔ سوم یہ کہ ایک سے زائد

پس رکھے باقی خیرات کر دے۔ قیسری زکوٰۃ حقیقت کی ہے وہ یہ ہے کہ چالیس کے چالیس روپے فی سبیل اللہ دے دے۔

**شدت سکرات** | اس کے بعد شدت سکرات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک

ولی اللہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ میں قطب وقت ہوں۔ مجھ پر سکرات سخت ہوگی۔ تم لوگ اپنا اعتقاد مضبوط رکھنا ایسا نہ ہو کہ بے عقیدہ ہو جاؤ۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ سکرات کے وقت میری عجیب حالت ہوگی۔ میرا سارا جسم بے حس و حرکت ہوگا لیکن پاؤں کی صرف ایک انگلی متحرک ہوگی اور زندگی کی کوئی علامت نظر نہیں آئے گی۔ جب وہ انگلی رک جائے گی تو یقین جانو کہ موت واقع ہو گئی ہے

## مقبول ۹۶۔ بوقت اشراق رُجْمَعہ رُبع الثانی ۱۳۸۵ھ

**حقیقت افلاک و کواکب** | راقم الحروف نے عرض کیا کہ قبلہ قرآن مجید سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام سیارگان اور کواکب

اسی آسمان دنیا (پہلے آسمان) پر ہیں اور شاطیئن کو روکنے کے لیے بھی ستاروں کے ذرات سے کام لیا جاتا ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ سوائے سات سیارگان کے باقی تمام ستارے اور کواکب ساکن ہیں اور کہ سی ان کام کر رہے ہیں اور یہ جو آگ کے شعلے اور شہاب ثاقب فضا میں نظر آتے ہیں۔ کہہ ناری کے اجزاء ہی جو باہمی تصادم اور رگڑ کی وجہ سے مشتعل ہوتے ہیں۔ اب ان دونوں نظریوں میں تطبیق کس طرح کی جاسکتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آیت **ذینا السماء الدنیا بمصابیح**

چیز نہیں کھاتے۔ چہازم یہ کہ چھنا ہوا آٹا نہیں کھاتے۔ طبیب نے یہ سن کر کہا کہ اچھا مجھے رخصت کرو یہاں تو اب تک کوئی بیمار نہ ہوگا۔



ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے چراغوں سے زینت دی ہے) آسمان دنیا کی زیب و زینت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ یہ پہلے آسمان میں ہیں اور آسمان دنیا کی زینت سے مراد اہل شرع کے نزدیک ان کی چمک دکھ روشنی اور رونق ہے اور ستاروں کا حجم بن کر شیطان کو روکنا ان کی تاثیر کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ تائے کا اثر کرہ نار میں ہوتا ہے اور کرہ نار سے آتش کا شعلہ نکل کر شیطان کی طرف جاتا ہے ظاہر ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ افلاک و کواکب کی تاثیرات سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ دوسری توجہ یہ ہے کہ حکیم فیثا غورث کے نزدیک افلاک کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے۔ فرض کر دو کہ افلاک موجود ہیں تو پھر بھی وہ تمام ستارگان اور کواکب سے بالاتر ہیں اور کواکب، افلاک کے نیچے ہیں اور ہر سیارہ و کواکب کے لیے فضا میں ایک مدار (ORBIT - راستہ) ہے پس اس لحاظ سے بھی آسمان دنیا کی زینت ان سیارگان اور کواکب سے ہوگی۔ اس وجہ سے کہ آسمان سے قریب ہیں اور اس سے اگر رجوم شیطین کا کام بھی لیا جائے تو کیا عجیب اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ قبلہ جس چیز کی مابینت اور کنہہ کے متعلق غور کیا جاتا ہے۔ نتیجہ آخر حیرت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ تمام افلاک و کواکب کے حالات سے واقف ہوتے ہیں حالانکہ ان کو بالکل خبر نہیں ہوتی۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ حضور لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ جہان اولیاء اللہ کے سامنے ایک ناخن کی طرح ہے اور ہر چیز کو وہ اچھی طرح دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں لیکن حضور فرماتے ہیں کہ ان کو ہرگز خبر نہیں ہوتی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

اولیاء اللہ کا علم غیب | آپ نے فرمایا کہ ہاں جو کچھ تم کہتے ہو درست ہے لیکن اس کے باوجود وہ کسی چیز کی کنہہ

کو نہیں جانتے۔ وجہ یہ ہے کہ جب عبدیت، اور عبودیت ان سے رفع ہو جاتی ہے اور ربوبیت ان پر ظاہر ہو جاتی ہے اُس وقت وہ خود نہیں ہوتے لہذا اگرچہ اس مقام پر تمام جہانوں کا مکمل علم و ادراک ان کو حاصل ہوتا ہے لیکن یہ علم اور ادراک

دوسرے حواس سے ہوتا ہے۔ جب وہ مرتبہ ربوبیت سے تنزل کر کے مرتبہ عبودیت  
 (مقام دونی و کثرت) میں واپس آتے ہیں تو کوائف و ماہیت و کنبہ و تبار  
 ان عبودیت کے حواس سے (جسمانی حواس سے) کس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ  
 ہوتا ہے کہ ان مقامات کی لذت اور حط ان کے قلب میں باقی ہوتی ہے۔ اس  
 بات کو سمجھنے کے لیے ایک مثال پر غور کرو۔ مثلاً جو کچھ خواب میں دیکھا جاتا ہے اس  
 کا ادراک حواس باطنیہ سے ہوتا ہے اور جو کچھ بیداری میں دیکھا جاتا ہے اس کا تعلق  
 حواس ظاہری سے ہے چنانچہ بہت سے خواب ایسے ہوتے ہیں کہ بیداری کے  
 وقت ان کا بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بعض خوابوں میں سے کچھ بیان کیا  
 جاسکتا ہے لیکن وہ بھی پوری طرح بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں نے میاں غلام محمد  
 دیکچہ کو زرد بھڑکی شکل میں دیکھا تھا اور خواب کی حالت میں مجھے یقین تھا کہ یہ میاں  
 غلام محمد دیکچہ ہے لیکن زنبور (بھڑ) کے جتنے اور شکل میں نظر آ رہا ہے۔ پس اس  
 معاملہ کی ماہیت کس طرح بیان کی جاسکتی ہے۔ کہاں میاں غلام محمد کی شکل و صورت  
 اور کہاں بھڑ کا وجود۔ اس کے بعد فرمایا کہ وجود متعین (انسان) وجود مطلق (حق تعالیٰ)  
 کی کیفیت کیا بیان کر سکتا ہے۔ ذات باری تعالیٰ بے چوں اور بے نہایت ہے  
 بلکہ اس سے بھی مبرا ہے۔ اس کے برعکس وجود متعین محدود ہے۔ محدود (انسان)  
 کو ذات لامحدود کا جس قدر علم ہو سکتا ہے اس کی لامتناہیات میں سے ایک  
 تجلی ہوتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب بی بی عائشہ صدیقہ نے  
 رویتِ حق | اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آیا آپ  
 کو شبِ معراج کو حق تعالیٰ کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا **نُورٌ اُلمِ اِلهِ**  
 (یعنی وہ نور ہے اُسے کیس طرح دیکھا جاسکتا ہے) حضرت بی بی عائشہ اس بات  
 کو **اَیُّہُ لَکُمُ الدِّکْرُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ الَّذِیْ لَا اَبْصَارَ لَہٗ** (اُنہیں حق تعالیٰ  
 علیٰ اکثر اس آیت سے نفی رویت مراد لی جاتی ہے لیکن یہ نفی ادراک ہے نہ کہ نفی رویت۔  
 (باقی اگلے صفحہ پر)



تک نہیں پہنچ سکتیں وہ آنکھوں تک پہنچتا ہے) پر محمول قرآن کے رویت کی نفی کی قائل ہوئیں لیکن حضرت عباسؓ رویت حق کے اثبات کے قائل ہیں لیکن رویت مثالی کے قائل ہیں اس وجہ سے کہ رویت ذات ناممکن ہے بوجہ منزه ہونے کے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت بی بی عائشہؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان نزاع لفظی ہے کیونکہ بی بی عائشہؓ کا انکار رویت ذات منزه سے ہے جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا نُوْرًا لِّ اَدَاہُ اور کلام پاک میں ہے کہ لَا تُدْرِكُہُ الْاَبْصَارُ۔ نیز

اور ادراک و رویت میں بڑا فرق ہے۔ ادراک کا مطلب ہے ماہیت اور کنہ تک پہنچنا۔ جو ناممکن ہے لیکن رویت سے مراد تجلیات کا حق الوسع مشاہدہ کرنا ہے اور یہ ناممکن ہے عارفین نے اس آیت میں چند اور نکات بھی نکالے ہیں۔ لَا تُدْرِكُہُ الْاَبْصَارُ کا مطلب یہ ہے کہ آنکھیں کنہ ذات تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن حق تعالیٰ آنکھوں تک پہنچ سکتا ہے۔ بات تو ویسی ہوئی۔ اگر آنکھوں کی رسائی وہاں تک نہیں تو دوست کی رسائی تو آنکھوں تک ہے۔ اگر آپ دوست کے گھر نہیں پہنچ سکتے اور دوست آپ کے گھر پہنچ سکتا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ مقصود تو مشاہدہ اور ملاقات ہے خواہ دوست آپ کے پاس آئے یا آپ دوست کے پاس جائیں۔ نیز لفظ ابصار سے ظاہر ہے۔ آنکھوں کا کام تجلی سے دوچار ہونا ہے۔ کنہ تک رسائی عقل یا وجدان سے ہوتی ہے لہذا آنکھوں سے دیکھنے کی نفی آئی ہے۔ یعنی جسمانی آنکھوں سے دیکھنے کی نفی ہے۔ باطنی آنکھوں سے دیکھنے کی نفی نہیں آئی۔ اس لیے اگرچہ علمائے نہور قیامت میں رویت حق کے قائل ہیں۔ اولیاء کرام اس دنیا میں بھی ممکن سمجھتے ہیں لیکن صرف روحانی آنکھوں سے نہ کہ جسمانی آنکھوں سے۔ حدیث میں آتا ہے۔ لَا یَسْفِی اَرْضِی وَلَا سَمَآئِی وَلٰکِنْ یَسْفِی قَلْبَ عَبْدِ الْمَوْمِنِ (نہ میں آسمانوں میں سما سکتا ہوں نہ زمین میں لیکن اپنے عرض بند سے کے قلب میں سما سکتا ہوں)

اس سے رویت مطلق کی نفی ہے نہ کہ رویت مثالی کی اور یہی قول حضرت عباسؓ کا ہے۔ اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مطلق کو مقید کیسے بیان کر سکتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا  
**شیخ عبد الرزاق جھنجھانوی و شیخ امان پانی پتی** کہ شیخ عبد الرزاق جھنجھانوی

اور شیخ امان پانی پتی کے درمیان مسئلہ وحدت الوجود اور غیبت پر خط و کتابت ہوئی ہے اسی طرح شیخ عبد الرزاق کاشیؒ اور شیخ رکن الدین سمبانیؒ کے درمیان بھی یہی بحث رہی ہے۔ شیخ عبد الرزاق جھنجھانوی اور شیخ امان پیر بھائی ہیں اور شیخ محمد حسن طہرؒ کے مرید ہیں۔ شیخ عبد الرزاق کے نزدیک ذات حق اور وجود مطلق عین عالم ہے (کائنات کا عین ہے غیر نہیں)۔ لیکن امان کا کہنا ہے کہ ذات حق اور ہستی مطلق کا جو محیط ہے تمام حقائق الہیہ اور کونیہ پر ایک مرتبہ ہے جو ان تمام تعینات سے بالاتر اور وراء الوجود ہے کائنات سے اور اُسے لا تعینتی کہتے ہیں اس وجہ سے کہ جو کچھ اس عالم میں ہے، متعین اور مقید ہے۔ ظاہر ہے کہ مطلق مقید میں نہیں سما سکتا۔ اگرچہ مطلق بغیر مقید کے اور مقید بغیر مطلق کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ شیخ امان کو لوگ ورانیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ذات حق کے لیے اطلاق اور تجتیت کا ایک مرتبہ مقرر کیا ہے اور شیخ عبد الرزاق نے اس رتبہ کی نفی اور انکار کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ امان علوم ظاہریہ عقلیہ نقلیہ میں مبتحر تھے اور حقائق و معارف کے علم میں وہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے متبع ہیں اور فقر و ولایت میں بھی کمال ہیں مگر شیخ عبد الرزاق فقر و ولایت میں شیخ امان سے زیادہ بلند مرتبہ رکھتے تھے اگرچہ شیخ عبد الرزاق سراجی، نظامی جشتی ہیں لیکن سلسلہ قادریہ ان پر زیادہ غالب ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ عبد الرزاق کو ان کے پیر شیخ محمد بن حسن بن طاہر نے خرقہ خلافت و نعمت عطا کر کے جھنجھانہ کی طرف روانہ کیا تو بند پاکی میں سوار کیا اور شیخ محمد بن حسنؒ نے پاکی کا ایک ہرا اپنے کاغذ پر اٹھایا۔ شیخ عبد الرزاق فرماتے ہیں کہ جب میرے



پیر نے میری پاکی اٹھائی تو میرا سر سرش معلیٰ سے لگ رہا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ امان پانی پتی اگرچہ سراجی نظامی جیستی ہیں لیکن ان پر قادری نسبت بھی غالب تھی۔ ان کو یہ قادری نسبت شیخ محمد مودود دلائی پہنچی ہے۔ یہ شیخ مودود علم توحید اور حقائق و

### شیخ محمد مودود

معارف میں بے نظیر اور تفرید و تجرید میں یکتا تھے۔ آپ باہر سے آکر ہندوستان میں مقیم ہوئے اور شیخ امان کے ساتھ ان کے تعلقات قائم ہوئے۔ شیخ امان نے علم توحید میں شیخ مودود سے کافی فوائد حاصل کیے۔ اگرچہ شیخ امان تمام علوم میں کمال رکھتے تھے پھر بھی شیخ مودود کا رتبہ ان سے کہیں زیادہ تھا چنانچہ شیخ مودود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے آدمی تو قابل ملا ہے لیکن افسوس ہے کہ یک چشم ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ مودود علم غریب مثل کیمائے سے بھی واقف تھے چنانچہ آپ نے کئی بار شیخ امان سے فرمایا کہ میں پھلدار درخت ہوں، مجھے ہلاؤ اور پھل حاصل کرو۔ شیخ امان نے عرض کیا کہ یا شیخ مجھے علم توحید کے سوا کسی اور علم کی ضرورت نہیں۔ مجھے علم توحید سکھائیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ مودود اور شیخ امان کی قبریں ایک ہی جگہ پر ہیں۔

اس کے بعد فرمایا ج جلال الدین قریشی

### شیخ جلال الدین قریشی

صاحب حال اور اہل کمال تھے۔ آپ بڑے محنت کش اور متواضع تھے۔ مجنوبوں کی طرح ننگے سر اور ننگے پاؤں پھرتے تھے اور صرف ستر عورت پر اکتفا کرتے تھے۔ آپ اجمیر شریف کے نواح میں پہاڑوں اور سیلابوں میں پھرتے رہتے تھے اور درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ غلیہ حال کے باوجود آپ پابند شریعت تھے اور علوم فقہ، اصول، تفسیر، حدیث، صرف و نحو، بدیع و بیان، میں ہمارت تامہ رکھتے تھے۔ خصوصاً علم توحید حقائق و معارف میں لسان الغیب تھے۔ کبھی کبھی شہر میں آکر توحید بیان کرتے تھے۔ جب زیادہ باتیں کرتے تھے تو ذوق و شوق میں مست ہو کر صحرا میں چلے جاتے تھے۔

شیخ جلال الدین فرماتے ہیں کہ میرے پیر رجال الغیب میں سے تھے اور سید حسین و جمیل تھے۔ آپ حُسنِ یوسف اور بحنِ داؤد رکھتے تھے۔ میں اجمیر شریف کے پہاڑوں میں پھر رہا تھا کہ ایک جوان روحانی صفت اور نورانی طلعت سامنے آیا اور مجھے مرید بنا کر چلا گیا۔ میں ان کے پیچھے چلا گیا تھے کہ ہم ایک ایسے بیابان میں پہنچے کہ جہاں آدم زاد کی بونک نہ تھی۔ میں وہاں پانچ سال رہا اور پیر کے سوا کسی کا چہرہ نظر نہ آیا۔ میرے شیخ سات سو پچیس علوم میں کامل تھے اور یاد رکھتے تھے۔ ان پانچ سالوں میں انہوں نے مجھے سات سو پچیس علم سکھائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ باقی علوم سیکھنے کے لیے تمہارے اندر حوصلہ اور قابلیت نہیں ہے۔ اس کے بعد میرے پیر غیب ہو گئے اور جس قدر تلاش کیا نہ ملے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ جلال الدین اپنے پیر کے فراق میں یہ شعر پڑھتے رہتے۔

دَایفا مونسِ تنہائی ما دَایفا دولتِ رفت از سرا  
ہمائے بر پرید از کشور ما  
شیخ جلال الدین کی عمر پچیس سال تھی۔

## مقبوس ۹۔ بوقتِ اشراق بروزِ شنبہ ۴ ربیع الثانی ۱۱۱۵ھ

درسِ حدیث | حضرت اقدس نے درسِ مشکوٰۃ شریف بابِ صدقہ سے شروع کیا۔ جب یہ حدیث پڑھی گئی۔

عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ مَنَعَ مَنَعَهُ بَيِّنَاتُ أَوْ رِقَ أَوْ هَدَى زُفَاتَا  
كَانَ لَهُ عِتْقُ رَقَبَةٍ رَوَاهُ تَرْمِذِي۔

حضرت برار سے روایت ہے کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسکین کو دودھ پینے کے لیے دودھ دار جانور



عطا کیا یا سونا چاندی دیا یا کسی گمراہ کو راستہ دکھایا اس کے لیے ثواب ہے غلام آزاد کرنے کا۔)

اس پر کسی نے عرض کیا کہ قبلہ راہ دکھانے سے مراد یہی زمین پر راستہ دکھانا ہے یا راہ خدا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی زمین پر راستہ بتانا مراد ہے۔ اس وجہ سے کہ راہ حق دکھانے کا ثواب اس قدر زیادہ ہے کہ اگر سارے جہان کو بھی آزاد کر دے تو اس کا ثواب راہ حق دکھانے کے ثواب کے سامنے ہیچ ہے۔

**بُت پرستی اور وحدت الوجود** | اس کے بعد دو برہمن ہندوستان کے علاقہ ممتر سے آئے اور

قدم بوسی کے بعد بیٹھ گئے۔ انہوں نے اپنے منبرک مقامات کے چند تحائف بھی پیش کیے۔ یہ برہمن ہر سال آتے تھے اور حضرت اقدس سے کچھ رقومات لے کر چلے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی پنڈت تھا جس نے حق تعالیٰ کی صفت میں کچھ کلمات کہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اہل ہنود اور اہل شاستر سب موصد ہیں۔ ایک آدمی نے عرض کیا یہی ایک بت پرستی کا معاملہ ان میں شروع ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ بت پرستی کرتے ہیں لیکن بت کو خدا نہیں مانتے اور وحدت وجود کے قائل ہیں۔

علا وحدت الوجود سے بت پرستی لازم نہیں آتی۔ یہ علمائے ظاہر کا الزام صحیح نہیں۔ ہندو مذہب میں جو بت پرستی رائج ہے وہ وحدت وجود سے نہیں بلکہ وحدت وجود کی بگڑی ہوئی صورت سے پیدا ہو گئی ہے۔ ہندوانہ وحدت وجود میں ہر چیز خدا ہے۔ حقیقی اسلامی وحدت وجود میں ہر چیز غیر خدا لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مثال کے طور پر زید کا ہاتھ زید نہیں لیکن زید سے جدا بھی نہیں۔ اگر زید کا ہاتھ زید ہوتا تو زید کی بجائے زید کے ہاتھ سے چیز طلب کی جاتی لہذا ہندوؤں کا بتوں سے مرادیں مانگنا زید کی بجائے ہاتھ سے طلب (باقی اگلے صفحہ پر)

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ یہ بُت پرستی شروع میں نہیں تھی بلکہ بعد میں ان کے مذہب میں داخل ہو گئی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا نہیں۔ شروع میں خدا اور خلق کے درمیان رابطہ ملائک کے ذریعے تھا یعنی حق تعالیٰ سے فیضان ملائک کے ذریعے حاصل کیا جاتا تھا مثل لُشَن، بِرہما، مہیش وغیرہ۔ اس کے بعد انسانوں کے ذریعے یعنی مسلمانوں میں انبیاءؑ، اولیاءؑ کے ذریعے اور ہندوؤں میں اوتاروں کے ذریعے ہوئے لگا۔ ظاہر ہے کہ درمیانی واسطہ یا وسیلہ کا تصور حصول فیضان حق کے لیے ضروری ہے لیکن ہماری شریعت میں بغیر صورت کا حکم ہے۔ قدیم زمانے میں تصاویر اور احصام بھی جائز تھے۔ لہذا لوگوں نے ملائک یعنی ان درمیانی وسیلوں اور رابطوں کی تصاویر اور بت بنالیے تھے اور ان کے ذریعے وہ حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ صوفیاء کرام کے ہاں خاص کر سلسلہ نقشبندیہ میں پیر کی صورت کا دل میں تصور جمانا واجبات میں سے ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہندو لوگ سری کرشن جی کو بھگوان بھی مانتے ہیں اور بتدہ بھی مانتے ہیں جس طرح مسلمان حضرت رسول خدا صلعم کے متعلق کہتے ہیں۔ نیز فرمایا

کرنے کے برابر ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے سابقہ ملفوظات میں اس مضمون کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ادھر رجوع کیا جائے۔

۱۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ تو پہلے نبی ہیں لہذا شاید ستر میں خدا سے فیضان حضرت آدمؑ کے ذریعے ہونا چاہیے۔ فرشتوں کے ذریعے کیوں ہو۔ جواب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کا فیضان بہت ہی ابتدائی فیضان تھا اور وہ بھی فیضان تخلیق تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ کے ذمے صرف فیضان تخلیق تھا۔ باقی فیوض ہدایت و قرب شاید ملائک کے ذریعے تھا اس لیے ان لوگوں نے ملائک کو وسیلہ بنایا اور بُت بنائے۔

۲۔ رسول اللہ صلعم کو شریعت میں خدا کا درجہ نہیں دیا گیا۔ شاید حضرت خواجہ صاحب



کہ یہ جو شاستر یعنی چار ویدوں میں ہے۔ یہ حضرت آدمؑ کا مذہب اور شریعت ہے پس یہ مذہب بہت قدیم اور ابتدائی ہے اس کی قدامت پر میرے پاس ایک قوی دلیل ہے وہ یہ ہے کہ ہر مذہب و شریعت کے لوگ دوسرے مذہب میں داخل ہوتے ہیں چنانچہ یہودی، یہودی مذہب میں، یہودی عیسائی میں اور عیسائی یہودی میں داخل ہوتے ہیں اور یہ تینوں مذاہب ملت محمدی میں داخل ہو سکے ہیں اور محمدی، یہودی اور عیسائی میں داخل ہوتے ہیں بخلاف مذہب شاستر کے کہ اس میں کسی مذہب کا آدمی داخل نہیں ہوتا۔

## مقبوس ۹۔ بوقت اشراق برز و شنبہ بیع الاول

بزرگوں کے حال پوشیدہ رکھنے کا ذکر ہو رہا تھا۔  
**سترِ حال درویشان**  
 حضرت قبلہ سلطان الادلیار، حضرت قبلہ محبوب الہی اور میرے شیخ حضرت قبلہ

کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عروج اور فنا یا توحیدِ تامہ کے مقام پر فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کے مدارج میں دوئی کے مٹ جانے سے بندہ، شیخ، رسول کے تعینات ختم ہو جاتے ہیں اور فنا ہی خدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہندو لوگ بھی مرتبہ عروج، فنا اور توحیدِ تامہ میں کرشن کو جھگوان کتے ہوں گے لیکن مرتبہ دوئی اور کثرت میں اُسے بندہ خدا سمجھتے تھے۔

۳ شاید حضرت خواجہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ سابقہ مذہب والے لوگ بعد اے مذہب میں اس لیے شامل ہوتے ہیں کہ بعد میں آنے والا مذہب زیادہ جامع ہوتا ہے لیکن بعد میں آنے والے مذہب کا کوئی آدمی سابقہ مذہب میں شامل نہیں ہوتا چونکہ شاستر سب سے پہلا مذہب ہے اس لیے کوئی اس میں داخل نہیں ہوتا۔

فخر الاولیاء اور ان کے مریدین اپنے احوال نہایت پوشیدہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک حال میرے شیخ حضرت فخر الاولیاءؒ پر وارد ہوا تھا۔ آپ نے اُسے اس قدر چھپایا کہ مجھے آٹھ سال کی مسلسل کوشش کے بعد معلوم ہوا۔ ان آٹھ سالوں میں کبھی کبھی کچھ بتا دیا جاتا تھا لیکن آٹھ سال کے بعد پوری کیفیت معلوم ہوئی۔

اس حال کی تفصیل یہ ہے کہ میاں  
**ایک عجیب و غریب مشاہدہ**  
 حامد رنگریز ساکن گڑھی اختیار خان

نیک آدمی تھا، حُسن پرست تھا اور حضرت قبلہ سلطان الاولیاء کا مرید تھا لیکن اس نے حضرت قبلہ محبوبِ الہی کا فیضانِ صحبت بھی پایا تھا۔ ایک دن اس نے یہاں آنکر حضرت محبوبِ الہی کی خدمت میں اپنا ایک مشاہدہ بیان کیا جس سے حضرت اقدس پر بہت گم بہ طاری ہوا۔ میاں حامد کے چلے جانے کے بعد حضرت محبوبِ الہیؒ نے فرمایا کہ اس سے پہلے میرے فرزند غلام فخر الدین نے مجھے رُلایا تھا کیونکہ اُن پر بھی یہی حال وارد ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے فرمایا کہ چونکہ حضرت محبوبِ الہی کی زبان مبارک سے میرے شیخ حضرت مولانا فخر الاولیاء کے متعلق یہ لفظ نکلا تھا۔ میں اس بات کی جستجو میں تھا کہ کسی طرح اس حال (مشاہدہ) کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ میں آٹھ سال اسی جستجو میں رہا۔ آخر ایک دن میاں احمد یار شاعر ساکن گڑھی اختیار خان نے جو حضرت قبلہ محبوبِ الہیؒ کا مرید تھا مجھے میاں حامد رنگریز کے مشاہدہ کی تمام کیفیت اس طرح بتائی کہ ایک رات میاں حامد گڑھی اختیار کی ایک مسجد میں مراقب تھے۔ جب آنکھ کھولی تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے مسجد کے محراب میں ایک نورانی پیکرِ حسن و جمال نہایت زرق برق لباس زیب تن کیے عورت کی شکل میں زمین سے ایک گز اوپر ہوا میں موجود ہے۔ اس قدر خوبصورت کہ کبھی ایسی صورت نہیں دیکھی تھی۔ یہ دیکھ کر میاں حامد پر حالتِ وجد پڑی ہو گئی اور ماہی بے آب کی طرح ساری مسجد میں تڑپ تڑپ کر گر رہے تھے اور وجد کر رہے تھے۔ اس سے ان کا سارا جسم مجروح ہو گیا اور اعضا سے خون جاری ہو گیا۔



اس کے بعد وہ صورت اسی طرح ہوا میں معلق ہوئی۔ خراباں خراباں مسجد سے باہر چلی گئی۔ جس سے مسجد کے ایک مینار کی کلس ٹوٹ کر گر گئی۔ اُس صورت نے اُسی طرح ہوا میں مربع بیٹھتے ہوئے ہاتھ دراز کیے اور کلس کو اٹھا کر مینار میں گاڑ دیا اور باہر چلی گئی۔ میاں حامد بھی اس کے پیچھے روانہ ہوئے حتیٰ کہ شہر گڑھی سے نکل کر قبرستان میں داخل ہوئے اور سارے قبرستان میں پھرتے رہے۔ میاں حامد اُسی طرح پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ قبرستان میں اس قدر گھنے درخت اور خاردار جھاڑیاں تھیں کہ گزرنا مشکل تھا۔ اس سے میاں حامد کے کپڑے پارہ پارہ ہو گئے اور جسم اور بھی زیادہ مجروح ہوا۔ آخر وہ پیکر حسن و جمال قبرستان سے شہر کی طرف روانہ ہوا اور اُسی مسجد میں جا کر محراب میں گم ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ اگرچہ میرے شیخ حضرت فخر الاولیاء اپنے مشاہدات پوشیدہ رکھتے تھے اور کسی کے سامنے بیان نہیں کرتے تھے تاہم ایک دن فرمایا کہ ایک دفعہ وہ طیف پڑھتے وقت کوئی چیز نظر آئی۔ جب میں نے اپنے شیخ حضرت قبلہ محبوب الہی کے سامنے بیان کی تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اگرچہ انہوں نے اس سے زیادہ کچھ نہ بتایا لیکن چونکہ حضرت محبوب الہی نے فرمایا تھا کہ ایک دفعہ مجھے غلام فخر الدین نے رُلا یا تھا۔ اب میاں حامد نے وہی بات بیان کر کے رُلا یا ہے۔ اس سے مجھے حضرت فخر الاولیاء کے مشاہدہ کے متعلق تھوڑا سا اشارہ مل گیا جو اس کے بعد میاں احمدیار نے مفصل بیان کر دیا۔ اس کے بعد میرے شیخ حضرت فخر الاولیاء نے بھی اشارہ فرمایا تھا۔ چونکہ قرآن طے تھے اس لیے اشارات تفصیل میں مبدل ہو گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میاں غوث بخش  
**میاں غوث بخش حشتی کا مشاہدہ**

تھے۔ نیک آدمی تھے اور بہت وظائف پڑھا کرتے تھے۔ ان کی ایک جگہ محبت حق اور واقعات میرے سامنے بیان کیا کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آسمان کے نیچے ہوا میں ایک تخت معلق ہو جاتا ہے اور میں اس کے ساتھ

اس تخت پر گشتگو کرتا ہوں۔ اس بات کا علم حضرت فخر الاولیا کو ہو گیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ آیا غوث بخش اپنے تمام حالات نہیں بتاتا ہے۔ چونکہ آپ پوچھ بیٹھے تھے۔ میں ناچار عرض کیا کہ جی ہاں اس نے فلاں فلاں بات بتائی ہے۔ یہ سن کر آپ نہایت خفا ہوئے اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے حضرت محبوب الہی نے فرمایا ہے۔ عرصہ سے اس پر عمل کرتا ہوں لیکن مجھے تو کچھ نظر نہیں آیا۔ یہ کہنے دو دن وظیفہ کرتے ہیں اور شور مچاتے ہیں کہ آج فلاں تجلی ظاہر ہوئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ آپ راز فاش کرنے کی وجہ سے میاں غوث بخش سے ناراض ہوئے تھے لیکن آپ اُن سے اس قدر راضی اور خوش بھی تھے کہ ایک دن جب میاں غوث بخش نے میاں نصیر بخش منگھیری سے کوئی وظیفہ پوچھا اور یہ خبر حضرت فخر الاولیا تک پہنچی تو آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ وہ کسی اور سے وظیفہ طلب کرتے اس لیے اظہار ناراضگی فرمایا اور یہ ناراضگی عین شفقت تھی۔ اگرچہ میرے شیخ اور میاں نصیر بخش صاحب کے درمیان بھائیوں جیسی محبت تھی پھر بھی اُن سے وظیفہ پوچھنا آپ کو پسند نہ آیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت فخر الاولیا فرماتے تھے کہ جب میں سیہوان شریف جا کر حضرت لعل شہباز قلندر کی زیارت سے مشرف ہوا تو جو عقدہ کہ میرے دل میں تھا حل ہو گیا۔ فرمایا کہ جب جہاز (دریائی جہاز جس میں حضرت اقدس چاچران شریف سے دریائے سندھ میں روانہ ہوئے) سیہوان کے قریب پہنچا تو رات کا وقت تھا۔ سواری کے لیے کوشش کی گئی لیکن دستیاب نہ ہوئی۔ اس وقت ایک گھوڑا بغیر زین مل گیا۔ حضرت اقدس نے زین کی انتظار نہ کی اور شبشب اس بے زین گھوڑے پر سوار ہو کر مزار پر پہنچے اور خادم کو جگایا تاکہ دروازہ کھلوا جائے۔ لیکن خادم نے کہا کہ رات کا وقت ہے۔ میرا دستور یہ ہے کہ صبح اٹھ کر دریا پر جاتا ہوں اور وضو کر کے دروازہ کھولتا ہوں۔ حضرت اقدس میرے شیخ نے فرمایا کہ دلی صاحب حیات کی بغیر وضو زیارت کرتے ہو اور دلی صاحب مزار کے لیے وضو کرتے ہو۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ یہ سن کر خادم نے اسی جگہ وضو کیا اور دروازہ کھول دیا۔ حضرت اقدس



نے اندر جا کر زیارت کی اور مزار شریف کے سر ہانے کی طرف بیٹھ کر صبح کے تمام وظائف پڑھے۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ حضرت لعل شہباز صاحب نے بہت مہربانی فرمائی ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب حضرت فخر الاولیاء جدر آباد تشریف لے گئے تو میاں مل محمد و لغار والہ کی قبر پر بھی تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں وہ صحابی ہے حالانکہ فقیر بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد مشائخ عظام کی عادات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔

**عادات مشائخ عظام** | حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم ہارویؒ، حضرت قبلہ سلطان الاولیاءؒ، حضرت محبوب الہیؒ

اور حضرت فخر الاولیاءؒ کی عادت یہ تھی کہ جب سفر سے گھر واپس آتے تھے تو پہلے مسجد میں جا کر بیٹھتے تھے اس کے بعد گھر جاتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ سلطان الاولیاءؒ، حضرت محبوب الہیؒ اور حضرت فخر الاولیاءؒ کی دوسری عادت یہ تھی کہ جب حضرت قبلہ عالم ہارویؒ، حضرت سید جلال الدین بخاری اوچیؒ اور حضرت خواجہ نور محمد اردو الہؒ کے مزار پر جاتے تو مزارات پر حاضری دیتے۔ اس کے بعد ڈیرے پر جا کر قیام کرتے تھے، لیکن ایک دفعہ میرے شیخ نے حاجی پور جا کر پہلے قیام فرمایا اور اس کے بعد حضرت صاحب نارودالہؒ کے مزار پر حاضری دی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب نارودالہؒ ایک رنگین مسند پر بیٹھے ہیں اور مجھے بھی اپنے ساتھ مسند پر بٹھانے کے بعد فرمایا کہ آج تم نے خلاف عادت کام کیا ہے۔ اس کے بعد میرے شیخ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم ہارویؒ، حضرت سلطان الاولیاءؒ، حضرت محبوب الہیؒ اور حضرت صاحب نارودالہؒ کے بعد میں کسی شخص کے قول و فعل کو سند و حجت نہیں سمجھتا اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاءؒ، حضرت محبوب الہیؒ اور حضرت فخر الاولیاءؒ کا مقام وجود مسعود از سر تا پا شریعت سے پُر تھا۔ یہ حضرات نماز کا مضواہی طرف کرتے تھے کہ جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

## رسول خدا کی نماز

اس کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ گویا ابھی آسمان سے اترے ہیں اور ایسے بیگانہ معلوم ہوتے تھے کہ گویا کبھی آشنا نہیں تھے اور از سر نو الفت و انس پیدا کرنا پڑتا تھا۔ یہی حال ہمارے مشائخ کرام کا تھا۔ ایک دن حضرت سلطان الاولیاء بھاگ ناڑی تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگ یہ نہیں جانتے کہ یہ ولی اللہ ہیں اور ان کا اسم گرامی فلاں ہے۔ جب آپ نے نماز پڑھنا شروع کیا تو قاضی عبداللہ نے جو وہاں رہتے تھے، آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر لوگوں سے کہا کہ یہ شخص ولی اللہ ہے۔ میں نے ان کو نماز پڑھنے سے پہچانا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح پہچانا کہ ولی اللہ ہیں۔ اس نے کہا ایسی نماز سوائے ولی اللہ کے کوئی ادا نہیں کر سکتا، لیکن یہ کام ہر ولی اللہ کا بھی نہیں ہے بلکہ یہ نائب الرسول ہیں جو عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد قاضی مذکور صدق دل سے مرید ہو گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت فخر الاولیاء فرمایا کرتے تھے کہ حضرت محبوب الہی دعا کے وقت اس طرح ہاتھ اٹھاتے تھے کہ کوئی دوسرا آدمی اس طرح نہیں اٹھا سکتا۔ اب میں نے چھ ماہ کی مدت میں انگلیوں کو جوڑ جوڑ کر حضرت محبوب الہی کی طرح ہاتھ اٹھانا سیکھ لیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ حضرت محبوب الہی وضو اور سر اور گوش مبارک کا مسح اس طرح کرتے تھے کہ کسی دوسرے کے امکان میں نہیں آتا۔ بلکہ صرف کانوں میں انگلیاں ڈالنا اور ہاتھ کی تھیلی کو سر پر پھیرنا اس طرح تھا کہ اور کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ نیز پاؤں کی انگلیوں میں آپ اس طرح انگلی ڈال کر خال کرتے تھے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہندوستان سے لے کر عرب تک اور حرمین شریفین میں بھی میں نے دیکھا ہے۔ کوئی شخص اس طرح نماز نہیں پڑھتا جس طرح کہ میرے شیخ پڑھتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ نماز میں کافی وقت لگاتے ہیں اور اپنی طرف سے خوب اطمینان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں لیکن ایسی نماز کجا۔



## مقبول ۹۹۔ وقت اشراق روز شنبہ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ

### کفارہ روزہ

حضرت اقدس ایک طالب علم کو مشکوٰۃ شریف کا باب تنزیہ الصوم سے سبق پڑھ رہے تھے۔ ایک حدیث کا مضمون یہ تھا کہ ایک شخص نے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ کیا ہوا۔ اس نے عرض کیا میں روزہ رکھتا تھا اور اس حالت میں میں نے اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ مباشرت کی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک غلام آزاد کرو اگر طاقت نہیں رکھتے تو مسلسل دو ماہ روزہ رکھو۔ اگر یہ طاقت بھی نہیں تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلاؤ۔ اس نے عرض کیا کہ حضور ان میں کاموں کی طاقت نہیں۔ آپ نے اُسے ایک بھجور کی ٹوکری عنایت فرما کر کہا کہ اسے لے جاؤ اور مسکین فقرا میں خیرات کرو۔ اس سے تیرا کفارہ ہو جائے گا۔ اس نے خدا کی قسم کھا کر عرض کیا کہ حضور مجھ سے اور میرے اہل و عیال سے زیادہ مسکین کون ہے۔ اس لیے سب سے زیادہ ہم لوگ اس خیرات کے مستحق ہیں۔ یہ سُن کر آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ جاؤ اسے گھر لے جاؤ اور بال بچوں کو کھلاؤ۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ حکم اس خاص شخص کے لیے تھا دوسروں کے لیے ہرگز جائز نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ وہ لوگ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو براہِ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے تھے اس کے مطابق عمل کرتے تھے خواہ وہ امر ہو یا نہی۔ اور روزہ بھر تجاوز نہیں کرتے تھے۔

اس کے بعد اس بات کا ذکر شروع ہوا کہ آنحضرت کشف کیے ہوتا ہے | صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور پیچھے یکساں دیکھ سکتے تھے اور قریب و بعید سے بھی یکساں سُن سکتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ کلیم اللہ

جہاں آبادی نے بھی فرمایا ہے کہ میں نے اپنے شیخ علیہ رحمۃ سے سنا ہے کہ جب ولی اللہ پر وہی چیز وارد ہوتی ہے تو دو باتیں حاصل ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس کا سارا بدن حواس بن جاتا ہے اور ہر حس دوسری حس کا کام کرنے لگتی ہے۔ دوسرا یہ کہ قرب و بُعد کیساں ہو جاتا ہے اور حجاب اٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ جب ظاہری آنکھ اور باطنی آنکھ ایک ہو جاتی ہے تو نزدیک اور دُور سے خواہ سو کو کس کیوں نہ ہو برابر دیکھتے ہیں۔ نیز دیوار کے پار، زمین پر زمین کے نیچے، آسمان پر آسمان کے نیچے کیساں دیکھتے ہیں۔ جب ظاہری کان اور باطنی کان ایک ہو جاتے ہیں تو اگر سو کو کس یا ہزار کو کس کوئی چیز دُور ہو تو ایسا سنتے ہیں جیسا کہ قریب سے۔ خلاصہ یہ کہ قوت بصر، سامعہ، ناطقہ، لامعہ، ذائقہ یا شامہ ہر ایک دوسری قوت کا کام کرتی ہے۔ اسی طرح جسم کا ہر عضو ہر حس کا کام دیتا ہے۔

## مقبوس ابوقت عصر بروز چہار شنبہ ربيع الثانی ۱۳۱۷ھ

حضرت اقدس محی دیگر خلفار | اس وقت میاں بنی بخش مہر لوالہ، مولوی احمد بخش ساکن حبی، مولوی خان محمد میاں بنی

محمد بخش، میاں محمد یعقوب ساکن چاٹراں شریف، بلندخان ناگوری، میاں عبد الرحمن الہ آبادی و حکیم امام الدین کرانوی کو اجازت بیعت و خلافت عطا ہوئی اور ہر خلافت پر حضور اقدس نے اپنے ہاتھ سے دستخط فرما کر شہزادہ مرزا احمد اختر کے سپرد کیا تاکہ ہر خلیفہ کے حوالے کریں۔

## مقبوس ابوقت اشراق بروز پنجشنبہ ربيع الثانی ۱۳۱۷ھ

ایک یہودی اہلبکا مشرف سلام ہونا | حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت



امیر معاویہ کے مابین جب جنگ صفین شروع ہوئی تو حضرت علیؑ ایک پہاڑ پر تشریف لے گئے جہاں یہودیوں کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ وہاں آپ پانی کی تلاش میں تشریف لے گئے تھے۔ ایک مقام پر کھودنے سے وہاں ایک بڑا میٹھے پانی کا چشمہ برآمد ہوا۔ اس وقت حضرت علیؑ کا یہ لباس تھا۔ آپ کا پیرہن بھیڑ کی خام کھال سے بنا ہوا تھا اور سر پر عمامہ بکری کے بالوں سے بنا ہوا تھا۔ پہاڑ کے بالائی حصے سے ایک یہودی لڑکے نے جب آپ کو دیکھا تو فوراً نیچے آیا اور دریافت کیا کہ کیا آپ نبی خاتم الانبیاء ہیں۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ میں نبی خاتم الانبیاء نہیں ہوں بلکہ نبی خاتم الانبیاء کا وصی اور بھائی ہوں۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے اور اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ خاتم الانبیاء کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ اس جگہ تشریف لائیں گے اور اس زمین سے پانی کا چشمہ پیدا ہوگا۔ ان کا لباس ایسا ہوگا کہ بھیڑ کی کچی کھال کا پیرہن ہوگا اور بکری کے بالوں سے بنا ہوا عمامہ آپ کے سر پر ہوگا۔ اسی انتظار میں ہم لوگ مدت سے اس پہاڑ میں سکونت پذیر ہیں کہ شاید ہماری قسمت جاگ اٹھے۔ مجھ سے پہلے بھی بہت سے راہب اس انتظار میں رہ کر مر گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ دولت مجھے نصیب ہوئی ہے۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

**حضرت مصعب بن عمیرؓ کا کفن** | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مصعب

بن عمیرؓ بھی بھیڑ کی کچی کھال کا پیرہن پہنتے تھے۔ آپ جب جنگ اُحد میں شہید ہوئے تو کفن اس قدر تھوڑا تھا کہ پاؤں چھپاتے تھے تو سرنگا ہو جاتا تھا اور سر چھپاتے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ آخر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر ڈھانپ دیا جائے اور پاؤں گھاس سے چھپا کر دفن کیا جائے۔ اس کے بعد آں حضرتؑ نے فرمایا کہ مصعب بن عمیرؓ اس قدر نالوار تھے کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا تھا کہ اُن کے بیٹوں نے ان کے لیے دوسو درہم نقرئی کی چادر خریدی تھی۔ لیکن انہوں نے یہ سب دولت خدا اور رسولؐ کی محبت میں صرف کر دی تھی اور اس قدر مسکین ہو گئے کہ پیرہن بھی بھیڑ کی کچی کھال کا ہوتا تھا۔

## مقبول۔ بوقت اشتراق بروز جمعہ اربع ثانی ۱۳۱۵ھ

اولیاء اللہ کا ہیکل تبدیل کرنا اور دوسری شکل میں ظاہر کرنا  
تجزہ اولیاء کا ذکر پور ہوتا تھا

حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ احمد الدین کرمانی فرماتے ہیں کہ میرے پیر حضرت شیخ رکن الدین سجائی سفر میں تھے اور میں آپ کی خدمت گزاری کے لیے ساتھ تھا۔ آپ کو پیٹ کی بیماری کا عارضہ تھا۔ ہم ایک مقام پر پہنچے جہاں ایک شفا خانہ تھا۔ میں نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں اس شفا خانہ سے دوائی لے آؤں شاید آپ کو اس سے فائدہ ہو۔ جب شیخ نے میری طرف سے کافی اصرار دیکھا تو اجازت دے دی چنانچہ میں نے شفا خانہ میں جا کر دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ملازم و خدمت گار اس کے سامنے کھڑے ہیں اور قالوس روشن کیے ہوئے ہیں۔ نہ میں اسے جانتا تھا نہ وہ مجھے جانتا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو تعظیماً کھڑا ہو گیا اور آگے بڑھ کر عزت و اکرام سے پیش آیا اور دریافت کیا کہ فرمائیں کیا کام ہے۔ میں نے کہا کہ میرے شیخ کے پیٹ میں تکلیف ہے ان کے لیے دوائی درکار ہے۔ اس نے مجھے کمی قسم کی دوائی دی اور کافی دیر تک مجھے چھوڑنے کے لیے ساتھ آیا۔ آخر میں نے اصرار کر کے اسے واپس کیا۔ جب میں نے واپس آکر حضرت شیخ سے یہ ماجرا بیان کیا تو آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ اے فرزند من جب میں نے تمہارا اضطراب دیکھا تو مجھے دوائی لانے کی اجازت دے دی لیکن وہاں کا طبیب اس علاقے کا سردار ہے جو نہایت متکبر اور سخت آدمی ہے۔ مجھے یہ خوف تھا کہ ممکن ہے تمہارے ساتھ وہ شفقت نہ کرے اور تم شرمندہ ہو اس لیے ازراہ شفقت میں اپنا ہیکل ترک کر کے اس کی صورت میں تبدیل ہو گیا اور اس کی جگہ پر بیٹھ کر تیری عزت کی اور دوائی دی۔ اس کے بعد راتم الحروف نے عرض کیا کہ حضور اپنا ہیکل کس طرح ترک کیا جاتا ہے



آپ نے یہ شعر پڑھا ہے

چو پری غالب شود بر آدمی گم شود از مرد و صفت مردی  
(جب کسی آدمی پر مادہ جن کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کے آدمی کے سے اوصاف گم ہو جاتے ہیں) یعنی جس آدمی پر جنات کا قبضہ ہوتا ہے تو وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اور جو فعل یا قول اس سے سرزد ہوتا ہے وہ اُسی جن کا قول و فعل ہوتا ہے لیکن لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ آدمی سب کچھ کر رہا ہے حالانکہ وہ بے ہوش اور بے خبر ہوتا ہے۔ جب ایک جن یہ کام کر سکتا ہے تو ادبیا کرام بطریقِ اولیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ احقر نے پھر عرض کیا کہ قبیلہ اس غلام کا مطلب یہ ہے کہ یہ تبدیلی صورت کس طرح وقوع پذیر ہوتی ہے۔ مجھے ادبیا اللہ کی قدرت سے انکار نہیں ہے۔ آیا وہ ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے بدن کی صورت میں چلے جاتے ہیں یا وہ شخص بھی بجائے خود زندہ و قائم رہتا ہے اور دوسری جس صورت میں چاہتے ہیں آ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ ان کا روح جسم بن جاتا ہے اور جسم روح بن جاتا ہے۔ کبھی ایک جسم سے جدا ہو کر دوسرے جسم میں ظاہر ہوتے ہیں اور اپنا کام مکمل کر کے واپس اُسی جسم میں چلے جاتے ہیں۔ کبھی وہ بدن بھی اُسی طرح روح کے ساتھ قائم رہتا ہے اور دوسرے مطلوبہ بدن و شکل و صورت میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ  
عبد القادر جیلانی قدس سرہ

### حضرت غوث الاعظمؒ کی بزرگی عظمت

کی عظمت کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دن شیخ ابو محمد عبدالرحمن ظہریؒ نے طفہ نج میں بر سر منبر فرمایا۔ اَنَابَتِیْنَ الْاَوَّلِیَّاءِ کَالِکُوکی بَیِّنِ الطَّیُّوْر اَطْوَلْھَا عُنُقَا یعنی میں ادبیا اللہ کے درمیان اس طرح ہوں جیسے کہ پرندوں کے درمیان کلنگ ہے میری گردن سب کی گردن سے بلند ہے۔ یہ سن کر شیخ ابو الحسن علی بن احمد ساکن دہ جنت جو اس نواح میں ایک گاؤں ہے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی موجودگی میں اپنی شان بلند بتاتے ہو۔

یہ کہہ کر انہوں نے کپڑے اتارے اور فرمایا کہ آؤ میں تمہارے ساتھ کشتی کرتا ہوں لیکن شیخ عبدالرحمن خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ اس شخص کے جسم کا ایک بال بھی عنایتِ الہی سے خالی نہیں ہے چنانچہ انہوں نے شیخ ابوالحسن سے کہا کہ آپ کپڑے پہن لیں۔ انہوں نے کہا جس چیز سے یم ایک دفعہ باز آئے ہیں پھر اسے قبول نہیں کرتے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے گاؤں وہ جنت کی طرف منہ کر کے اپنی بیوی کو آواز دی کہ اے فاطمہ میرے کپڑے لاؤ۔ آپ کی بیوی نے وہ آواز سن لی اور کپڑے لا کر ان کو دئے۔ اس کے بعد شیخ عبدالرحمن نے شیخ ابوالحسن سے دریافت کیا کہ آپ کے شیخ کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میرے شیخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ شیخ عبدالرحمن نے فرمایا کہ میں نے ان کا نام کبھی نہیں سنا۔ نیز میں عرصہ چالیس سال سے درکاتِ بابِ قدرت میں ہوں ان کو میں نے وہاں کبھی نہیں دیکھا۔ اس وقت شیخ عبدالرحمن نے اپنے چند مریدوں کو بغداد روانہ کر کے فرمایا کہ میری طرف سے شیخ عبدالقادر کو سلام پہنچاؤ اور یہ کہو کہ عبدالرحمن چالیس سال سے درکاتِ قدرت میں بیٹھا ہے لیکن آپ کو انہوں نے وہاں نہیں دیکھا نہ اندر آتے ہوئے نہ باہر جاتے ہوئے اسی وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھی اپنے خادموں کو طغوج روانہ کر کے فرمایا کہ شیخ عبدالرحمن کے مرثیہ میں راستے میں ملیں گے۔ ان کو واپس لے جانا اور شیخ عبدالرحمن کے پاس جا کر کہنا کہ عبدالقادر سلام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ درکات میں ہیں اور جو شخص درکات میں ہوتا ہے وہ اس شخص کو نہیں دیکھ سکتا جو مقامِ حضرت (حضور) میں ہے اور جو شخص مقامِ حضرت میں ہے وہ اس شخص کو نہیں دیکھ سکتا جو مقامِ محمدؐ میں ہے اور میں مقامِ محمدؐ میں ہوں اور میں اس مقام میں براہِ سر دراز داخل ہوتا ہوں اور براہِ سر نکلتا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں ہوتا۔ اب میں آپ کو کچھ نشانیاں دیتا ہوں اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ پہلی نشانی یہ ہے کہ فلاں وقت آپ کو فلاں خلعت ملی تھی یہ خلعت میرے ہاتھ سے نکلی ہے۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ فلاں رات آپ کو فلاں نعمت ملی تھی وہ بھی میرے ہاتھ سے ملی تھی۔ تیسری نشانی یہ ہے



کہ باہ ہزار اولیاء اللہ کے سامنے آپ کو درکات میں خلعت ولایت پہنائی گئی تھی جس کا رنگ سبز تھا اور اس پر قتل ہوا اللہ احد کا نقش تھا وہ خلعت بھی میرے ہاتھ سے نکل تھی۔ جب دونوں بزرگوں کے بھیجے ہوئے آدمی آپس میں ملے تو سب شیخ عبدالرحمن کے پاس واپس چلے گئے اور شیخ عبدالقادر کے خادموں نے ان کو اپنے شیخ کا وہ پیغام دیا تو شیخ عبدالرحمن نے کہا صدق الشیخ عبدالقادر ہو سلطان الوقت وصاحب التصوف فیہ (شیخ عبدالقادر نے سچ کہا ہے وہ وقت کے بادشاہ ہیں اور اس میں صاحب تصرف ہیں)

**مقام محذع** | اس کے بعد راقم الحروف نے عرض کیا کہ قبلہ محذع کس مقام کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ محذع مقام عزت و غیرتِ محبوبیتِ حق ہے۔ اس مقام کو کوئی شخص نہ دیکھ سکتا ہے نہ جانتا ہے سوائے اس شخص کے جو اس مقام میں ہے اس وجہ سے کہ محذع کے معنی ہیں — ”جائے نذیدن“ (نہ دیکھنے کی جگہ)

**شیخ قاضی البیان** | اس کے بعد شیخ قاضی البیان کی وجہ تسمیہ کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا قاضی

کے معنی ہیں درخت کی شاخ اور اس نام کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں نہایت سیدھی ہوتی ہیں۔ معشوق کی قد و قامت کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جب شیخ قاضی البیان نماز پڑھتے تھے تو نماز میں اپنی کمر کو خم نہیں دے سکتے تھے اور سیدھا کھڑے رہتے تھے اس وجہ سے ان کا لقب قاضی البیان ہو گیا اور یہ لقب اس قدر مشہور ہوا کہ خود نام قاضی البیان ہو گیا۔

**کشف و کرامات سے پرہیز** | اس کے بعد مراتب اولیاء کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس

نے فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ وقتی نے سمندر کے کنارے سات اولیاء اللہ کو نماز پڑھائی۔ اس اثنا میں ایک جہاز دریا میں غرق ہونے لگا اور جہاز کے لوگ آہ و فریاد

کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر شیخ وقفیؒ کو رحم آیا اور نماز کی حالت میں انہوں نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یہ جہاز غرق ہونے سے بچ جائے چنانچہ جہاز بچ گیا اور اپنے سفر پر روانہ ہوا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان سات اولیاء اللہ نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ یہ حرکت کس سے سرزد ہوئی ہے۔ ہر ایک نے جواب دیا مجھ سے یہ حرکت صادر نہیں ہوئی۔ جب انہوں نے شیخ وقفیؒ سے پوچھا تو انہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی میں نے دعا مانگی ہے۔ اس پر اولیاء اللہ نے کہا کہ جاؤ ہم سے علیحدہ ہو جاؤ تم ہماری صحبت کے قابل نہیں ہو۔ یہ کہہ کر وہ شیخ وقفیؒ کی آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ شیخ وقفیؒ نے ان کو اپنے دائرہ ولایت میں جس قدر تلاش کیا نہ پایا۔ اس وجہ سے کہ وہ مقام عزت وغیرت میں پہنچ کر مسنور (پوشیدہ) ہو چکے تھے اور یہ مقام شیخ وقفیؒ کی رسائی سے بالاتر تھا۔

**شیخ روز بہان بقیؒ** | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن شیخ ابوالحسن کردوبیہؒ حضرت روز بہان بقیؒ کے پاس بیٹھے تھے اور دل میں یہ خیال تھا کہ میں علم اور معرفت میں شیخ روز بہان سے افضل ہوں۔ شیخ روز بہانؒ کو ان کے دل کی بات معلوم ہو گئی اور کہنے لگے کہ ابوالحسن یہ خیال دل سے نکال دو کیونکہ آج روز بہان کی کوئی برابری نہیں کر سکتا وہ اب یگانہ روزگار ہے اور پھر یہ رباعی پڑھی۔

روزگانِ معارف مرا کجا بیند      دریں زمانہ منعمت مد صراط اللہ  
ز حدِ خاور تا کثرہ اقصا      کہ بہت منزل جانم بادرائی وری  
(حقائق و معارف کے راستے پر چلنے والے مجھے کہاں دیکھ سکتے ہیں۔ اس زمانے میں ہی راہِ خدا کا قائد ہوں) سورج سے لے کر دنیا کے دوسرے کنارے تک میری منزل ماورائی سے بھی ویرانی ہے۔ (ورائی الوری سے مراد ذاتِ بکیت ہے جس کی کوئی انتہا نہیں)



## حسن و عشق

اس کے بعد حسن و عشق کے متعلق ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن شیخ روز بہان بعلیؒ کا گذر کسی سرائے کے قریب سے ہوا۔ اندر سے ایک بوڑھی عورت کی آواز آئی جو اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ بیٹی سرائے سے باہر نہ جانا اور اپنا حسن کسی کو نہ دکھانا۔ جتنا ہو سکے چھپ کر رہنا تاکہ تمہارے حسن کی بانار میں بے قدری نہ ہو۔ یہ بات سن کر شیخ روز بہانؒ کو جوش آگیا اور باہر سے آواز دی کہ اے بوڑھی عورت حسن کبھی چھپا نہیں رہتا بلکہ ظاہر ہو کر عاشق کے ساتھ آنکھیں لڑاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ حسن و عشق نے ازل سے عہد و پیمان کر رکھا ہے کہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ اس بات کا شیخ کے اصحاب پر اس قدر اثر ہوا کہ سب پر وجد وصال طاری ہو گیا اور ان میں سے بعض جان بحق ہو گئے۔

## عرب شاعری میں عاشق مرد ہوتا ہے اور معشوق عورت

اس کے بعد فرمایا کہ عرب شاعری

میں مرد عاشق ہوتے ہیں اور عورتیں معشوق۔ جیسے کہ مجنوں عاشق تھا اور اپنی معشوق۔ فلاں عاشق تھا اور سلمیٰ معشوق تھی۔ اس وجہ سے عرب کے شاعروں نے اپنے کلام میں مرد کی طرف سے بات کی ہے لیکن ایران میں مرد اور عورت دونوں عاشق و معشوق تھے۔ اس وجہ سے شاعرانے ایران کے کلام میں عورت اور مرد کا فرق نہیں۔ ملک ہندوستان میں، پنجاب اور سندھ میں عورتیں عاشق ہوتی ہیں اور مرد معشوق۔ چنانچہ سری کشن جی صاحب معشوق تھے اور ان کی عورتیں ان کی عاشق تھیں۔ اسی طرح میاں رانجھا معشوق تھا اور مائی پیر سیال اس کی عاشق تھی۔ مرزا معشوق تھا اور صاحبان عاشق۔ پنوں خاں معشوق اور مائی مستی عاشق تھی۔ اسی طرح اور بھی عاشق معشوق ہیں۔ اس لیے ان مالک کے شعرا اگرچہ مرد ہیں لیکن اپنے اشعار میں اس طرح کلام کرتے ہیں کہ گویا عورت بول رہی ہے اے

اے حقیقت میں عرب کا طریقہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ حقیقت روح صیفہ نمونہ ذاتی دوسری نظر

## مسنون طریقہ حجامت

اس کے بعد رمضان حجام نے اکر عرض کیا کہ حضور آج جمعہ ہے  
 حجامت کرا لیجئے۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ کہ کر آپ حجامت  
 کے لئے تیار ہو گئے۔ رجب سے پہلے ناخن کٹائے اس ترتیب سے کہ پہلے دائیں ہاتھ کی سبابہ  
 (پہلی انگلی جسے شہادت کی انگلی کہتے ہیں) سے ناخن کٹایا۔ اس کے بعد درمیانی انگلی سے پھر  
 بند (درمیانی انگلی کے بعد والی انگلی) سے پھر خنصر (چھوٹی انگلی) سے ناخن کٹائے۔ اس کے  
 بعد بائیں ہاتھ کی خنصر سے شروع کر کے ابهام (انگوٹھا) تک لے گئے اور پھر دائیں ہاتھ کے  
 انگوٹھے کا ناخن کٹوایا یہ ترتیب مسنون ہے) اس کے بعد حجام نے موحچوں پر کنگھی پھیری اور  
 قینچی سے لب کے بال برابر کیے۔ اس کے بعد سارے لب پر قینچی پھیر کر بال چھوٹے کیے اور  
 بقدر جو بال باقی رہ گئے۔ یہ بال بقدر تین چار انگشت لب مبارک پر رہ گئے تھے۔ اس طریق  
 کو سنت چار یاری کہتے ہیں اور موحچوں کے باقی بال لب کی دونوں طرف

(بقیہ حاشیہ)

ہے اور روح الارواح ہی محبوب حقیقی ہے۔  
 وہ جب عاشق طالب ذات بحث ہوتا ہے تو معشوق  
 بصیفہ مؤنث آتا ہے کیونکہ روح کی حقیقت مؤنث ہے۔  
 لیکن جب عاشق عالم جبروت یا صفات کا طالب ہوتا ہے  
 جو حقیقت محمدیہ ہے تو معشوق بصیفہ مذکر ہوتا ہے۔  
 پھر بھی عربی شاعری ارفع و اعلیٰ رہی۔ کیونکہ طالب ذات  
 کا مرتبہ طالب صفات سے زیادہ بلند ہوتا ہے۔



بدستور دراز رہتے دیئے۔ اس کے بعد چھوٹی تینچی سے ناک کے بال کٹوائے۔ یہ آپ کی عادت مبارک تھی کہ آپ لب اور ناک کے بال ہمیشہ تینچی سے کٹواتے تھے موجہ ہرگز استعمال نہ کرتے تھے (یہ خلاف شرع ہے) یہ بال آپ استرہ بھی نہیں کٹاتے تھے نیز رخسار مبارک پر نہ تینچی نہ استرہ نہ موجہ استعمال کرتے تھے بلکہ سالم رکھتے اور ہمیشہ سالم رکھے اس کے بعد ابطین (بغل) کے بال استرہ سے کٹائے اور حجامت ختم ہو گئی۔

## مقبول بوقت اشراق روز شنبہ اربع الثانی ۱۳۱۳ھ

**توجہ مشائخ** مجلس میں پیروں کی مریدوں پر توجہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ کا دار و مدار توجہ پر ہوتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا بات یہ نہیں جو تو نے کہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آٹھ پیر میں سے ایک پیر اپنے مریدوں کو حلقہ کی صورت میں سامنے بٹھا کر توجہ دیتے ہیں اور باقی سات پیر مریدین دوسرے اشغال و وظائف میں مشغول رہتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ آیا پیر کی توجہ کے لئے حلقہ ذکر ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مرید جس جگہ ہو پیر کی توجہ سے مستغنی ہوتا ہے خواہ سامنے حلقے میں بیٹھا ہو خواہ کسی اور جگہ ہو۔

**مصروف لنگر** اس کے بعد لنگر کے خرچ کا ذکر ہونے لگا۔ جس میں وکیلہ خوار اور لنگر خوار شامل ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس سے پہلے پانچ چھ ہزار روپے نقد لنگر پر خرچ ہوتے تھے۔ جس میں روٹی پکانے اور لوگوں کو کچی برات دینے کا غلہ شامل نہ تھا۔

# مقبول الوقت اشراق نور یک شنبه الیبع الثانی سال مذکور

بدی گانگی میں تبدیل ہونا

حضرت اقدس ایک طالب علم کو مشکوٰۃ شریف (باب لیلة القدر) کا درس دے رہے تھے۔ حضرت

اقدس نے فرمایا کہ لیلة القدر مقامات کشف میں سے ایک مقام ہے جو اہل کشف کو حاصل ہوتا ہے نہ کہ ہر شخص کو۔ اس کے بعد ایک حدیث میں ذکر آیا کہ جب بندگانِ خدا شبِ قدر میں عبادات اور طاعات بجالاتے ہیں اور دعائے مغفرت باوازِ بلند مانگتے ہیں تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آؤ میں نے تم کو بخش دیا ہے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے۔ مجلس میں ایک عالم موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کہا جائے کہ بدی گانگی ہو جاتی ہے تو یہ محال ہے۔ اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ گناہوں کی بجائے نیکی لکھی جاتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ نے یہ نہیں سنا کہ

سہر کہ در سایہ عنایت دوست گنہاش طاعت است و دشمن دوست

(جو شخص حق تعالیٰ کے سایہ عنایت میں ہے۔ اس کا گناہ عبادت بن جاتا ہے اور اس کا دشمن دوست ہو جاتا ہے) اس سے یہ بھی مطلب نکلتا ہے کہ عین گناہ عین نیکیاں بن جاتی ہے۔ اس کے بعد اس عالم نے یہ آیت پڑھی مَن تَابَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ (جس نے توبہ کی اور نیک عمل کئے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے) اس آیت میں یہ بات بتائی گئی ہے۔ جو شخص کفر میں مبتلا ہے۔ اس کی ہر نیکی گناہ شمار ہوتا ہے۔ جب وہ توبہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ پر ایمان لے آتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے تو اس کی تمام نیکیاں جو کفر کی حالت میں گناہ بن گئی تھیں پھر نیکیاں شمار ہوتی ہیں۔ حضرت اقدس نے متنبہ ہو کر فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اس آیت میں ایمان خاص ہے نہ کہ ایمان عام چنانچہ توبہ کا ذکر پہلے آنا اس بات کی دلیل ہے۔



حاصل کلام یہ ہے کہ ایک آدمی مسلمان ہے لیکن گنہگار ہے۔ جب وہ آدمی گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور ایمان کامل لاکر نماز پڑھتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے گناہ عین نیکیاں بن جاتی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ فرض کو دیکھو آدمی کسی کام میں مشغول ہے اور اس سے ناگہاں بے ارادہ طور پر وہ گناہ سرزد ہو جاتا ہے جو سب گناہوں سے زیادہ بڑا ہے یعنی زنا تو اس کو کوئی ضرر یا نقصان نہ پہنچائے گا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اُسے ندامت اور پشیمانی حاصل ہوگی اور اس کے قلب پر بوجھ اور گرانی ہوگی۔ اس وجہ سے کہ جو گناہ قصد اور ارادہ سے کیا جاتا ہے، اس میں ندامت و پشیمانی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد فرمایا کہ تشاخص عظام نے فرمایا ہے کہ جو شخص پہلی بار گناہ کرتا ہے اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ واقع ہو جاتا ہے۔ جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ اسی طرح ہر گناہ کے بعد دل پر سیاہی پڑھتی جاتی ہے۔ جب دل پوری طرح سیاہ ہو جاتا ہے تو اُسے گناہ کرنے سے ندامت نہیں ہوتی بلکہ گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے۔ پس اُسے چاہیے کہ توبہ کرے تاکہ اس کا دل پاک و صاف ہو جائے۔

کیا کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے | اس کے بعد کفار کے ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلنے کے متعلق گفتگو ہونے

لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض اکابر اولیائے کرام مثل شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کے نزدیک کفار دوزخ میں ہمیشہ کے لئے نہیں رہیں گے۔ کیونکہ رحمت حق اس کے غضب پر غالب ہے۔ اس کے بعد مقابیس کی تفسیح کرائی گئی اور حضرت اقدس نے چند مواقع پر صحت فرمائی۔

مقبول وقت عصر و جمعہ اربع الثانی ۱۳۱۶ھ

اس مجلس میں صاحبزادہ میاں نصیر الدین برادر خود میاں صاحب

میاں کرم الدین صاحب پراردی کو حضرت کی طرف سے اجازت بیعت اور خلافت حاصل ہوئی ہوئی اور خلافت نامہ پر حضرت اقدس نے خود دستخط فرمائے۔

## مقبول بوقت اشراق روز شنبہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

درس حدیث اس مجلس میں تصحیح مقابیس کے بعد ایک طاب علم کو حضرت

اقدس باب ثواب التبیح سے شکوۃ شریف کا درس دے

رہے تھے۔ جب اس حدیث شریف پر پہنچے۔ بہ فن قال لا حول ولا

قوة الا باللہ ولا منجا من اللہ الا اللہ کشف اللہ عنہ سبعین

باباً من انصرا وناھا الفقور جو شخص کہتا لا حول ولا قوة الا باللہ

حق تعالیٰ اس پر دس دروازے فقرے فراوانی کے کھول دیئے جاتے ہیں

حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں مشکل کے وقت اس طرح پڑھتا ہوں لا ملجأ

ولا منجا منہ الا اللہ چنانچہ ایک دفعہ مجھے درد فرس ہوا اور سخت

بے قراری تھی۔ کسی دوائی سے فائدہ نہ ہوتا تھا۔ جب یہ دعا پڑھی تو فوراً شفا

ہو گئی۔ اس کے بعد حدیث شریف کا یہ حصہ پڑھا اِنَّهٗ لَا يَحْدُو عَلٰى قَلْبِي وَاِنِّیْ

لَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ حَسْرَةٍ۔ حضرت اقدس نے فرمایا

کہ اس حدیث کو صوفیاء کرام عدم ادراک کہتے ذات حق سبحانہ تعالیٰ پر سند

وجہت لیتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ ذات حق سبحانہ بے نہایت اور

لامحدود ہے۔ اس کی ذات کی کہنہ انسان کے کشف و ادراک سے باہر ہے۔

۱۷ پر ارشاد شریف اللہ یاد (تحصیل بیاقت پور ضلع رحیم یار خان) سے تین میل غرب کی جانب

واقع ہے جہاں حضرت خواجہ حکیم الدین صاحب خواجہ کرم الدین خواجہ نصیر الدین اور خواجہ

احمد دین چشتی نظامی بزرگوں کے مزارات ہیں۔



اس کے بعد باب استغفار سے شداد بن ادیس کی یہ سید الاستغفار احادیث پڑھی  
 اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى  
 عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا  
 صَنَعْتَ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأُكْبِرُكَ بِنَبِيِّكَ فَاعْفُ عَنِّي  
 فَإِنَّكَ لَا تَعْفُو إِلَّا الذُّبَابُ الْإِنْتِ اور جو شخص پڑھتا ہے اس  
 سید الاستغفار کو یقین کی حالت میں اور اُسی دن شام سے پہلے مر جاتا ہے  
 اہل جنت سے ہوگا اور جو شخص رات کے وقت پڑھے اور اُسی رات صبح سے  
 پہلے مر جائے تو اہل جنت سے ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں اس سید الاستغفار  
 کو بہت پڑھتا ہوں۔

حضرت شیخ محمود احمد آبادی | اس کے بعد حضرت میاں صاحب شیخ  
 محمود میاں احمد آبادی کی بزرگی کے متعلق  
 گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت محمود میاں رحمت اللہ علیہ کو تو  
 مشائخ سے خلافت ملی تھی۔ ایک حضرت مخدوم نصیر الدین محمد چراغ دہلوی، دوسرے  
 حضرت شیخ کمال الدین، تیسرے حضرت شیخ سراج الدین، چوتھے حضرت  
 شیخ علم الدین، پانچویں شیخ محمود راجن، چھٹے جمال الدین جن، ساتویں شیخ  
 حسن محمد، آٹھویں شیخ محمد، نویں شیخ یحییٰ مدنی، اس کے بعد فرمایا کہ شیخ محمود میاں  
 نے بھی کئی لوگوں کو اجازت و خلافت عطا کی ہے۔ چنانچہ سلسلہ مشائخ عظام  
 بمع اوراد و وظائف ہمارے پاس محفوظ ہے۔

اس کے بعد راقم الحروف نے عرض کیا کہ قبلہ شیخ محمود میاں سے حضرت  
 یحییٰ مدنی تک کتنی پشت گذری ہیں۔ آپ نے فرمایا چھ پشت۔ چنانچہ حضرت  
 محمود میاں بن میاں حسام الدین ثانی فرخ صوفی خوب میاں بن شیخ رشید الدین  
 مورد لالہ بن شیخ رکن الدین ثانی بن شیخ حسام الدین اول محمد فرخ صوفی بن شیخ  
 رکن الدین اول ابی احمد بن شیخ الحرمین شریفین قطب مدینہ شیخ کی۔ لیکن سلسلہ

طریقت سات واسطوں پر مشتمل ہے یعنی حضرت شیخ محمود میاں کو خلافت شیخ  
 حسام الدین ثانی محمد فرخ صوفی خوب میاں سے تھی۔ ان کو حضرت شیخ رشید الدین  
 مودود لالہ سے، ان کو حضرت شیخ رکن الدین ثانی سے، ان کو شیخ حسام الدین  
 اول محمد فرخ صوفی سے، ان کو شیخ جمال الدین جمن ثانی سے ان کو شیخ رکن الدین  
 اول سے اور ان کو قطب مدینہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی سے تھی۔ کلیم اللہ تک۔  
 اس کے بعد فرمایا کہ اس طرح مجھے بھی حضرت فخر الاولیاء سے حضرت  
 شیخ تک سات واسطے درمیان میں آتے ہیں۔ ایک قبلہ فخر الاولیاء دوسرے  
 حضرت قبلہ محبوب الہی تیسرے حضرت قبلہ سلطان الاولیاء چوتھے حضرت قبلہ  
 عالم ہاروی، پانچویں حضرت قبلہ مولانا محب البنی دہلوی (مولانا فخر الدین  
 دہلوی) اچھے حضرت شیخ نظام الدین اور نگ آبادی، ساتویں حضرت شیخ  
 کلیم اللہ جہاں آبادی۔ اس کے بعد راقم الحروف نے عرض کیا کہ قبلہ حضرت  
 شیخ یحییٰ مدنی سے شیخ محمود میاں تک ولایت و فقر اسی طرح جاری رہا ہے  
 یا نہیں۔ فرمایا کہ شیخ رکن الدین اول ابی احمد سے شیخ رشید الدین مودود لالہ  
 تک پوری قوت سے فقر و ولایت رہی ہے۔ ان کے بعد اگرچہ میاں صاحب  
 خوب میاں حسام الدین ثانی بھی فقیر تھے لیکن سابقہ بزرگان کے برابر نہ تھے۔  
 حضرت محمود میاں اپنے والد بزرگوار سے زیادہ کامل تھے اور رشد و  
 ارشاد میں شیخ وقت تھے۔

## مقبول اس بوقت عنائیت شنبہ دوم جمادی اول ۱۳۸۵ھ

حضرت خواجہ صاحب کا ایک خواب

حضرت اقدس وظائف میں  
 مشغول تھے جب فارغ

ہوئے تو احقر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں آج دوپہر کے وقت سو یا ہوا تھا۔



خواب میں دیکھا کہ میں ایک کتاب پڑھ رہا ہوں۔ اس کتاب میں یہ لکھا تھا کہ جو شخص ریاضت شاقہ اور مجاہدات کرتا ہے "نَقْدَ نَقْدٍ" اور اس لفظ کے معنی اس کتاب میں یہ لکھے تھے کہ "وہ اپنی حقیقت کو پہنچا اور فائز ہوا" اور اس عبارت سے پہلے یہ لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ کو نہ کسی نے دیکھا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دیکھ سکا۔ یعنی حقیقت و کلمہ ذات حق سبحانہ انسان کے ادراک، شہود اور کشف سے بالاتر ہے۔ اس کے بعد دیکھا کہ خواجہ حافظ شیرازی کا دیوان سامنے رکھا گیا ہے۔ جب میں نے اُسے اٹھا کر پڑھنا چاہا تو یہ شعر سامنے آیا ہے

پئے زخاں وز غمہائے نہ دام - کہ عنقا را بلند ست آشیانہ  
 رکوے اور چیل کو جال میں پھنسا یا جا سکتا ہے۔ لیکن عنقا کا آشیانہ بلند ہوتا ہے کسی کے دام میں نہیں آتا۔ یہاں عنقا سے مراد وہی کلمہ ذات ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے

## مقبولش بوقت عشا شبِ جمادی اول سال مذکور

اسم و صفت میں فرق مجلس میں مولوی محمد علی صاحب راجن پوری حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قلم اس شعر کے کیا معنی ہیں

ہیں ے ما ئیم ظلالِ جملہ اسماء۔ یعنی کہ بصورتِ مسمیٰ۔

ترجمہ (ہم تمام اسمائے الہی کے ظلال (سایہ عکس) ہیں یعنی ہم مسمیٰ نام والے کے مثل ہیں حضرت اقدس نے فرمایا مثلاً ذات رحمان کی صفت رحمت سے متصف ہے اور وہی ذات قہار کی صفت قہر سے متصف ہے۔ چنانچہ رحمت صفت اور رحمان اسم ہے۔ اس طرح قہار اسم ہے اور قہر صفت ہے۔ صفت اور اسم کے درمیان یہ فرق ہے کہ صفت مشتق ہے اور اسم مشتق منہ ہے یعنی صفت کا مصدر ہے۔ چنانچہ علم و حیات، سمیع بصیر وغیرہ۔ اسم علیم، حی، سمیع و بصیر کے مشتق ہیں۔ پس اسم و مسمیٰ ایک ہیں یعنی ایک دوسرے کے علین ہیں۔ اس وجہ سے کہ مسمیٰ بھی وہی ہے جو صفت سے

متصف ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ظلالِ اشیاء کے عکوس (جمع عکس) کو کہتے ہیں اور کسی چیز کا ظل اور عکس اس چیز کا حکم و اثر ہے۔ ظاہر ہے کہ کائنات کے تمام افراد (اشیاء) اور اجزاء اسماء و صفات الہیہ کے آثار و احکام ہیں۔ اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ کے اسماء و صفات بدستور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات میں ہیں نہ خارج ہوئے ہیں نہ خارج ہوں گے۔ پس جو کچھ کائنات میں پیدا اور ظاہر ہوا ہے اور ہوگا سب اسماء و صفات کے ظلال و عکوس ہیں یعنی جو کچھ خارج میں موجود ہے۔ اسماء و صفات الہیہ کے آثار و انعکاس ہیں نہ کہ ذوات اسماء و صفات لے

**اسم اعظم** | اس کے بعد اسم اعظم کی تحقیق کے متعلق گفتگو ہونے لگی حضرت نے فرمایا کہ شیخ محمد بن علی حکیم ترمذی نے جن کا شمار اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔ علم حقائق و معارف میں ایک سو پچاس سوال لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک سوال یہ ہے کہ اسم اعظم کونسا اسم ہے۔ آپ یہ بھی لکھ کر چلے گئے ہیں کہ اس سوال کا جواب وہی شخص دے سکتا ہے جو خاتمِ ولایت محمدی ہے۔ چونکہ شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی نے کشف میں اپنے آپ کو خاتمِ ولایت محمدی دیکھا ہے۔ انہوں نے اس سوال کا جواب یوں دیا ہے کہ جو شخص ولیِ مثنوی کامل مکمل ہے۔ اسم اعظم ہے۔

لے ذوات جمع ہے ذات کی۔ مطلب یہ ہے کہ اشیائے عالم جن کو تصوف کی اصطلاح میں تعینات کہتے ہیں اسماء و صفات کے آثار و احکام ہیں ذات حق میں شامل نہیں یا عین ذات نہیں ہیں جس طرح ایک مکان معمار کے فن یا صفت تعمیر کا اثر یا نتیجہ ہے۔ معمار کا عین نہیں نہ معمار کی ذات ہے۔ اسی طرح اشیاء عالم بھی خالق کائنات کی صفت تخلیق کا اثر یا نتیجہ ہے عین ذات نہیں جو حضرات صفت و آثار صفت کو موصوف کا عین سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک کائنات حق تعالیٰ کا عین ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عین بھی ہے اور نتیجہ بھی۔ ایک لحاظ سے عین ہے اور ایک لحاظ سے غیر۔

لے مثنوی وہ ولی اللہ ہوتے ہیں جو سیرِ عروجی کے ذریعے مقامِ فنا فی اللہ میں پہنچ کر سیرِ ذولی کے ذریعے پھر نقطہ آغاز پر آتے ہیں جسے روحانیت کی اصطلاح میں عبدیت (باقی صفحہ پر)



اس کے بعد فرمایا کہ اسم اعظم حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص کل عبد اللہ ہوا اسم اعظم ہے اور کل عبد اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

## مقبول وقت نیم و چہار شنبہ اجادی اول سالہ

**حج مبرور** | حج مبرور کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ جب حج سے واپس آئے تو پہلے سے بہتر ہو کر واپس آئے لیکن آج کل یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب لوگ حج سے واپس آتے ہیں تو پہلے سے بدتر ہو کر واپس آتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک شیخ حج کو گئے۔ انہوں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ فرشتے مکہ معظمہ کے دروازے پر بیٹھے ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ اس سال کس کس کا حج قبول ہوا ہے۔ ایک فرشتے نے کہا کہ اس سال کسی شخص کا حج قبول نہیں ہوا۔ لیکن مصر میں ایک سوچی ہے جس کا حج مقبول و مبرور ہے (مبرور بمعنی یقینی)۔ جب وہ بزرگ بیدار ہوئے تو دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ حج سے فارغ ہو کر مصر جاؤں گا اور اس سوچی سے ملاقات کروں گا۔ چنانچہ حج سے فارغ ہو کر وہ مصر گئے اور بہت کوشش کے بعد اس سوچی کو ڈھونڈا۔ اس سے دریافت کیا کہ میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ اگرچہ تم حج پر نہیں گئے تمہارا حج مقبول ہے اور میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔

(یقینہ گذشتہ سفر سے پیوستہ) بقا باللہ عبودیت فرق بعد الجمع کے نام سے موسوم کرتے ہیں قنانی اللہ میں ہمیشہ کے لئے رہ جانا کمال و عروج انسانیت نہیں بلکہ خدائی محویت استغراق اور مستی سے نکل کر دول اور ہوشیاری کے مقام پر واپس آنا اور فرشتوں کی منصبی ادراک کمال ہے۔ مقام فنا کو تلویں اور عبدیت یا بقا کو تکوین بھی کہتے ہیں۔ مقام فنا میں صوفی کو ابن الحال اور مغلوب الحال کہتے ہیں مقام دول میں واپسی پر اُسے ابو الحال کہتے ہیں)

تم بھی میرے ساتھ نیکی کرو اور بتاؤ کہ تم نے کونسا اور کام کیا ہے کہ جس سے مجھ پر وہا کا  
 ثواب حاصل کیا ہے۔ اس نے کہا میں ایک موچی ہوں۔ عرصہ سے حج کی نیت سے  
 تھوڑی رقم جمع کرتا رہا ہوں۔ آخر اس سال حج کے لئے پوری رقم جمع ہو گئی اور گھر کے  
 خرچ کے لئے بھی رقم دے کر میں نے سفر کا سامان تیار کیا۔ جانے سے پہلے میں نے  
 کھانا طلب کیا تو بیوی نے کہا کہ ابھی سالن تیار نہیں ہوا۔ میں نے اُس سے کہا کہ ہمسایہ  
 کے گھر جا کر سالن لے آؤ تاکہ روٹی کھا کر جلدی جاؤں۔ میری بیوی ہمسایہ کے گھر گئی تو  
 انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں آج گوشت پکا ہے لیکن ہمارے لئے حلال ہے اور  
 تمہارے لئے حرام ہے۔ ہم نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا اس لئے حرام گوشت  
 پکا کر کھا رہے ہیں۔ جب میری بیوی نے واپس آکر ماجرا بیان کیا تو میں نے سارا روپیہ  
 ان کو دے دیا اور حج کا سفر ملوثی کر دیا اس خیال سے کہ جب پھر رقم جمع ہو جائے  
 گی تو حج کر لوں گا۔

## مقبول الس بوقت زوال فریضہ شنبہ اجمادی اول ۱۳۱۵ھ

آسمان پر ابر آیا ہوا تھا۔ حضرت اقدس نے دیکھ کر فرمایا کہ پچا اور چولستان کے  
 علاقے خشک ہو رہے ہیں۔ خدا کرے بارش ہو جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمیں کیا کہ  
 ملک آباد ہوں یا غیر آباد رہیں۔ جس کا ملک ہے وہ خود جانے۔ آباد رکھے یا غیر آباد رکھے۔  
 چھوٹے درویش زیادہ حاجت روائی کرتے ہیں | اس کے بعد فرمایا کہ مولوی  
 محمد باران صاحب حضرت  
 خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے بڑے خلیفہ تھے اور لوگوں کی حاجت براری میں شہور تھے  
 جب وہ تونسہ شہر میں تشریف لائے تھے تو لوگ خوش ہو جاتے تھے کہ اب حاجات پوری  
 کر آئیں گے۔ اس وجہ سے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی نے اُن سے درویشی سلب  
 کر لی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے مولوی باران خدا تعالیٰ بے پرواہ تر اور بے نیاز تر ہے۔



اس کی بے نیازی سے ڈرو۔ ایمانہ ہو کہ ہمیشہ کے لئے روتے رہو تم نے یکساں بارگی لوگوں کی حاجت روائی کے لئے کمر باندھ لی ہے تجھے کیا۔ خدا جانے اور اس کی خلعت۔ وہ جو چاہے کرتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کو مولوی محمد باران کے ساتھ کمال محبت تھی اور فقیری کا سلب کرنا بھی محبت کی وجہ سے تھا۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان کا اپنا حال یہ تھا کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تھا آپ دیکھتے رہتے تھے۔ اگرچہ لوگ بہت آہ و فغاں کرتے تھے۔ لیکن آپ کسی کام نہیں کرتے تھے۔ جب کوئی زیادہ مجبور کرتا تھا تو آپ دعا کر دیتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ چھوٹے فقیروں سے لوگوں کی حاجت براری کے کام بہت ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ کسی تقریب کے سلسلے میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کوٹ شریف میں حضرت سلطان الاولیاء کے مہمان تھے۔ اس وقت ماچھی قوم ساکن داخل جنگ کر رہے تھے۔ حضرت سلطان الاولیاء بھی اپنے تمام خلفاء و مریدین سمیت مقابلہ کے لئے نکلے۔ خواجہ محمد سلیمان صاحب بھی ساتھ تھے۔ ایک طرف ماچھی قوم تھی اور دوسری طرف حضرت قبلہ سلطان الاولیاء اور آپ کے مریدین تھے۔ جب دونوں گروہوں کے مابین لڑائی شروع ہوئی، ماچھی لوگوں نے حملہ کیا تو ہماری طرف سے ایک فقیر شہید ہو گیا۔ حضرت سلطان اولیاء گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت خواجہ محمد سلیمان تھیلہ ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔ خواجہ محمد سلیمان نے کہا کہ حضرت مخالفین حملہ کر رہے ہیں اور غلبہ حاصل کر رہے ہیں لیکن آنحضرت خوف کچھ بھی نہیں کر رہے بلکہ راضی برضا ہو کر خاموش کھڑے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے دیکھ رہے ہیں۔ ہم آپ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر اجازت ہو تو ہم ان کا کام تمام کر دیں۔ یہ سن کر حضرت سلطان الاولیاء نے فرمایا کہ اچھا اب اجازت ہے۔ اجازت پا کر حضرت خواجہ محمد سلیمان نے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور دشمنوں کی طرف پھینک دی جیسا کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس سے تمام مخالفین نے شکست کھائی۔ سب نے بھاگنا شروع کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب یہ کام حضرت خواجہ محمد سلیمان کے ہاتھ سے ہوا

تو شاید یہ آپ کا دواؤں کا زمانہ تھا۔ ورنہ نہایت (انتہائے) فقر کے زمانے کا تو یہ حال تھا کہ مولوی محمد یار ان لوگوں کے حاجات پورے کرتے تھے اور آپ اس کو ڈالتے رہتے تھے اور خود ہرگز یہ کام نہیں کرتے تھے۔

## مقبول وقت زوالِ فرشتہ ۶ ماہ سال مذکور

**مشاہدہ حسنِ مجازی** عورتوں اور بے ریش لڑکوں کے حسن کے مشاہدہ سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حج الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سانڈنی پر سوار تھے اور آپ کے پیچھے حضرت عباسؓ کے لڑکے فضل بن عباسؓ سوار تھے کہ ایک عورت بچہ گود میں لئے حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور کیا اس بچے کے لئے حج ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کے لئے حج ہے اور تمہارے لئے ثواب۔ چونکہ وہ عورت جمیلہ اور خوبصورت تھی۔ حضرت فضل بن عباسؓ نے جو خود بھی خوبصورت نوجوان تھے۔ اس عورت کو دیکھا اور عورت نے بھی ان کی طرف دیکھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ حضرت فضل بن عباسؓ کی آنکھوں کے سامنے کر دیا اور دوسرے ہاتھ سے ان کی گردن دوسری طرف موڑ دی۔ یہ دیکھ کر حضرت فضلؓ نے وجہ دریافت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے اندر اس طرح سرایت کر جاتا ہے کہ اس کے رنگ و ریشہ کے اندر گھس جاتا ہے اور نگاہ کے کام کرتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص مولانا جامیؒ کی زیارت کے لئے جا رہا تھا۔ راستے میں اُسے ایک خوبصورت جوان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے حسن و جمال سے اس قدر متاثر ہوا کہ کھڑا ہو کر اس کی طرف ٹٹولی لگا کر دیکھتا رہا۔ اس اثناء میں ایک کبیل پوش آدمی کا وہاں سے گذر ہوا۔ اس نے اپنے کبیل کا ایک گوشہ اس زور سے اس کی آنکھوں پر مارا کہ آنکھیں لال ہو گئیں اور پانی پہنے لگا۔ اس درد کی حالت میں جب مولانا جامیؒ



کی خدمت میں پہنچا تو ان کو روشن ضمیری سے اس کا حال معلوم ہو گیا اور انہوں نے اس کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ اس حالت میں اس کی نظر ایک بے ریش لڑکے پر جا پڑی جو طواف میں مصروف تھا۔ لڑکا بہت حسین و جمیل تھا۔ یہ شخص طواف بھی کر رہا تھا اور اس نوجوان لڑکے کو بھی دیکھ رہا تھا۔ اُس وقت غیب سے اس کے منہ پر اس زور سے طمانچہ لگا کہ آنکھیں لال ہو گئیں اور درد محسوس ہونے لگا۔ جب مولانا جامیؒ نے بات ختم کی تو شخص بہت تادم ہوا اور مجھ گیا کہ مولانا نے یہ حکایت میرے حال کے مطابق بیان کی ہے۔

**حضرت عثمانؓ کا کشف** | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے کہا کہ تمہاری

آنکھوں نے زنا کیا ہے۔ یہ سن کر اس آدمی نے اعتراف کیا کہ واقعی راستے میں میں نے ایک حسین عورت کو رغبتِ دل سے دیکھا ہے۔ یہ حکایت سن کر تمام حاضرین مجلس کو تعجب ہوا کہ حضرت کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ اس کی آنکھوں نے زنا کیا ہے۔ حضرت اقدسؓ نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کا یہ دیکھنا فراست (کشف) کی بنا پر تھا جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِقْتُوا اخِرَ اسْتِ الْمَوْنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ (مومن کی باطنی نگاہ سے بچ کر رہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔)

**امام ابو حنیفہ اور مجاز** | اس کے بعد فرمایا کہ جب امام اعظم کوئی امام محمدؒ کو جو اس وقت بچے تھے سبق پڑھاتے تو ان کو اپنی پٹیکہ کی طرف بٹھاتے تھے۔ ایک دن سبق کے دوران امام محمدؒ کی داڑھی کا سایہ دیکھا تو امام صاحبؒ نے پوچھا کہ اب تمہارے داڑھی موٹے ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے شاگرد رشید کو سامنے بیٹھے بائیں

اجازت دے دی۔

**خلقِ محمدی** | اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق گفتگو

ہونے لگی حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اُن حضرت کی خدمت میں عرض کرتا تھا تو آپ اُس وقت تک اس کی طرف سے توجہ نہیں دیتے تھے جب تک کہ وہ اپنی بات پوری نہیں کر لیتا تھا اور مصافحہ یا ہاتھ چومنے میں جب تک دوسرا آدمی آپ کے ہاتھ مبارک نہیں چھوڑتا تھا آپ ہاتھ نہیں کھینچتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر کس و نا کس کے لئے یہ رعایت فرماتے تھے لیکن اپنی ازواجِ مطہرات اور خصوصی طور پر بی بی عائشہ صدیقہؓ پر اس سے بھی زیادہ عنایت فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ کی خاطر اپنے لئے شہد کھانا حرام کر دیا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ قبلہ یہ واقعہ کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُن حضرت حلیم شہد کا شربت پسند فرماتے تھے اور اکثر بی بی زینبؓ کے گھر جا کر شہد کا شربت نوش جان فرماتے تھے۔ چونکہ اس کام میں یرگ بجائی تھی یہ بات حضرت بی بی عائشہؓ کو گراں گذری چنانچہ انہوں نے حضرت بی بی حفصہؓ سے مل کر یہ بات طے کر لی کہ جب اُن حضرت بی بی زینبؓ کے گھر سے شربت پی کر ہم میں سے کسی کے گھر آئیں تو ہم آپ سے یہ کہیں گے کہ آپ کے منہ سے بوا آتی ہے چنانچہ ایک دن جب آپ بی بی زینبؓ کے گھر شربت پی کر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے گھر تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے منہ اور جسم سے بوا آرہی ہے۔ چونکہ آپ خوشبو پسند فرماتے تھے۔ مرد بدبو سے نفرت فرماتے تھے۔ آپ کو خیال ہوا کہ شاید یہ بدبو شہد کی وجہ سے ہے۔ لہذا آپ نے شہد کھانا اپنے لئے حرام کر دیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَحْرُمُ مَا حَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتِ أَنْوَاحٍ رَأَىٰ نَبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ** جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے تم نے اپنے لئے کیوں حرام کر دیا ہے۔ تو اپنی ازواج کی رضا جوئی چاہتا ہے)

**مقبول بوقت زوالِ روزِ شنبہ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ**

حضرت اقدس کی کافیوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جس روز میں نے یہ کافی



کہی ہے اسل سو بدست قلندر ہوں - کڈی مسجد ہوں کڈی مندر ہوں  
 اور جب یہ مصرعہ جات مکمل ہو گئے  
 کتھاں مصر کتھاں کنعان بنوں کتھاں کیچ بھنبور داسان بنوں  
 کتھاں واسی شہر جلدھر ہوں

لفظ "شہر جلدھر" کا مطلب | عجب معاملہ اور واقعہ ظاہر ہوا ہے کہ مجھے

اس وقت اس قدر معلوم تھا کہ بائی سوہنی جو مہینول  
 پر عاشق تھی شہر جلدھر کی رہنے والی ہے۔ اسی وجہ سے شہر جلدھر سے سوہنی کی طرف  
 اشارہ کیا گیا اور کیچ اور بھنبور سے سستی و پیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح مصر  
 سے اشارہ زلیخا کی طرف اور کنعان سے حضرت یوسف کی طرف ہے۔ لیکن سولہ سال  
 گزر جانے کے بعد مجھے تحقیق سے معلوم ہوا کہ سوہنی شاہ دولہ کے شہر گجرات کی  
 رہنے والی تھی۔ اس لئے مجھے پریشانی ہوئی کہ غلطی سے اس مصرعہ میں جلدھر کا لفظ  
 درج ہو چکا ہے اور اطراف و اکناف عالم میں یہ کافی مشہور بھی ہو گئی ہے اور ہم عصر شعراء  
 مثل مخدوم شمس الدین اوجھی وغیرہم نے تتبع بھی کیا ہے اور میری غلطی پر نکتہ چینی بھی کی  
 ہے۔ میں اس نکتہ میں پٹھا تھا کہ مجھے القا ہوا کہ لفظ جلدھر صحیح ہے۔ اس میں کوئی  
 غلطی نہیں ہوئی۔ بلکہ حقیقت میں اصل معنی بیان کئے گئے ہیں۔ اس وجہ سے کہ ہندی  
 زبان میں جل کے معنی پانی کے ہیں اور اندر کے معنی ہیں "میں"۔ پس جل اندر کے  
 معنی ہیں پانی کے اندر، اور یہ واقعہ ہے اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ سوہنی دریا میں  
 غرق ہوئی تھی اور دریا کو شہر کہنا یا اعتبار مجا و ماویٰ ہے یعنی اب سوہنی کا مقام دریا  
 ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ دیکھو لفظ جلدھر کی شرح اور وضاحت معلوم ہونے میں کتنا  
 عرصہ لگ گیا ہے۔ اس اثنا میں مولوی غلام رسول نے عرض کیا کہ قبلہ جب وحی کی وحشت  
 و شرح میں علم اصول کے مطابق تاخیر جائز ہے تو اہام میں بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔  
 چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی کہ کلا واد شریوا حتی یتلبی لکم الخیط الابیق  
 من الخیط الاسود ط (کھاؤ پیو حتیٰ کہ سفید اور سیاہ دھاگے میں تمیز ہو جائے)

چونکہ اس آیت کے بعد لفظ من الفجر (صبح صادق میں) ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ صحابہ کرام نے اس آیت کے یہ معنی لئے کہ جب تک سیاہ اور سفید دھاگے میں تمیز نہ ہو سحر کے وقت کھانا پینا جائز ہے۔ اس لئے وہ اپنے پاس سفید اور سیاہ دھاگے رکھتے تھے۔ جب تک اتنی روشنی نہیں ہوتی تھی سفید اور سیاہ دھاگے میں تمیز ہو جائے وہ کھاتے پیتے رہتے تھے۔ جب کچھ عرصے کے بعد لفظ من الفجر نازل تو ان کو معلوم ہو گیا کہ خیط ابیض اور خیط اسود سے مراد صبح کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہے۔ حضرت اقدس نے مولوی صاحب کی یہ تقریر قبول فرمائی۔

## مقبول سال بوقت زوال و رستہ شنبہ ۱۹ ماہ سال مذکور

**مخرب کعبہ کے علامات** حضرت اقدس نے ایک طالب علم کو درس حدیث شکوۃ شریف دینا شروع کیا۔ جب یہ حدیث پڑھی گئی وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعلم یخرب الکعبۃ ذوالسویقتین الحجۃ (یعنی کعبہ شریف کو صاحب دوساق) (یعنی پنڈلی) تباہ کرے گا اور اہل جشہ ہوگا) حضرت اقدس نے فرمایا کہ کعبہ کو تباہ کرنے والے شخص کی چار علامتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کج رفتار ہوگا۔ جسے پنجابی زبان میں چھڈا کہتے ہیں کیونکہ اس کی دونوں پنڈلیاں چھوٹی پتلی اور خمدار (ٹیرھی) ہوں گی۔ دوم یہ کہ اس کا رنگ سیاہ ہوگا۔ سوم یہ کہ اہل جشہ میں سے ہوگا۔ چہارم یہ کہ نصرانی ہوگا اس کے بعد فرمایا کہ اصحاب فیل جنہوں نے کعبہ شریف کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ بھی علاقہ جشہ کے نصرانی تھے۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا حضور سورجین کہتے ہیں کہ اصحاب فیل یمن کے رہنے والے تھے۔ آپ نے فرمایا یمن اور جشہ ایک دوسرے سے متصل ہیں اور دونوں مقامات پر نصاریٰ آباد تھے۔ درحقیقت عام الفیل (سال فیل یعنی جس سال کعبہ پر حملہ ہوا) میں کعبہ پر حملہ کرنے والے جشہ کے باشندے



نصرانی تھے اور یمن کے نصاریٰ نے بھی ان کی امداد کی۔ ہمارے زمانے میں بھی وہاں نصرانی کثرت سے آباد تھے اور ان کی آبادی میں روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا۔

## مقبولہ بوقتِ اولِ ذیہوارِ شنبہ ۱۲ ماہ سالِ مذکور

اُس وقت میاں عبداللہ عربی حبشی شیخ جو حضرت اقدس کا مرید تھا اور کافی عرصہ سے اس جگہ مقیم اور متاعل تھا آیا اور دست بستہ عرض کیا کہ قبلہ میرا زراعت کاری کا ارادہ ہے لیکن میرے بیل نہیں ہیں۔ دو تین نوازش نامے لکھ کر دیں۔ ایک تگہ خان لغاری ساکن چوٹی کے نام، دوسرا دوسرے مریدوں کے نام لکھ کر دیں تاکہ میں اُن سے بیل لے آؤں۔ حضرت اقدس نے تھوڑی دیر متاعل کر کے فرمایا کہ منشی سے خطوط لکھوا لو میں دستخط کر دوں گا۔ اس نے عرض کیا کہ قبلہ تمام خط حضور اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیں اس سے حضرت اقدس خضر ہوئے اور فرمایا کہ گد لگڑی اور بھال کی خاطر تمام خطوط اپنے ہاتھ سے لکھوں۔ کچھ خدا تعالیٰ سے شرم دیا کرو۔ اگہ فاقہ اور بھوک سے مر بھی جاؤ پھر بھی سوال نہ کرو۔

در کس حدیث | اس کے بعد بابِ حرمِ مدینہ طیبہ سے مشکوٰۃ شریف کا درس ہوا۔ جب یہ حدیث پڑھی گئی **وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ الْخَطَّابِ عَنْ ابْنِ صُلَاحٍ قَالَ سَمِعْتُ زَيْنَبَ بْنَ جَوَّامٍ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ (جو شخص قصداً یعنی خالصتہً زیارت کی نیت سے میرے پاس آیا تھا۔ وہ شخص قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث شریف اُن وہابیوں کے عقائد کی صاف طور پر تردید کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کی قبور کی زیارت جائز نہیں۔**

# مقبول اس بوقت ظہر و جمعہ رجب سال مذکور

سود کھانا کھلانا دینا دلانا حرام ہے | حضرت اقدس نے بندہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس زمانے میں ہر شخص سود خوار

اور حرام خوار ہے۔ کوئی حلال خوار کوئی نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ میں نے احادیث صحیحہ میں لکھا دیکھا ہے کہ رہا (سود) لینے والا، کھانے والا، کھلانے والا دینے والا، سود کا اقرار نامہ لکھنے والا اور گواہ سب شریک جرم ہیں۔ میں نے صحیح حدیث میں یہ بھی دیکھا ہے کہ سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور، نمک کے بدلے نمک برابر مقدار میں لینا درست ہے۔ لیکن کمی بیشی ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ یہ سود ہے۔ اگر جنس مختلف ہے جیسا کہ سونے کے بدلے چاندی اور گندم کے بدلے جو وغیرہ تو اس میں منافع اور نقصان کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے لیکن بیع نسئہ دونوں مذکور صورتوں میں جائز نہیں۔

بیع نسئہ | اس کے بعد فرمایا کہ یہ جو لوگ گندم کا بیج دیتے ہیں یہ قطعاً حرام ہے کیونکہ اس وجہ سے جنس موجود اور ماضی دیتے ہیں اور جنس معدوم (جو اس وقت موجود نہیں) لینے کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ بیع نسئہ ہے اور بیع نسئہ حرام ہے۔

گوشت کے عوض جانور | اس کے بعد فرمایا کہ میں نے احادیث صحیحہ میں یہ بھی دیکھا ہے کہ گوشت کا کسی جانور کے

بدلے فروخت کرنا بھی حرام ہے۔ خواہ وہ گوشت اسی جانور کی جنس سے کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس میں بھی سود کا عنصر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گوشت موزوں ہے اور حیوان موزوں نہیں۔ پس موزوں کی ناموزوں کے عوض بیع جائز نہیں بسبب تحقیق فاضلہ۔



## نا جائز بیع

اس کے بعد فرمایا کہ میں نے احادیث صحیحہ میں یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک صحابی نے بڑی اور عمدہ کھجور خیبر سے لاکر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور نذر پیش کئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آیا خیبر کی تمام کھجور اسی طرح عمدہ اور موٹی ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ حضور خیبر کی تمام کھجور اسی طرح موٹی اور عمدہ نہیں ہیں بلکہ میں اس عمدہ کھجور کا ایک صاع عام کھجور کے دو صاع کے عوض خرید کر لایا ہوں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بیع ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس میں بھی سود کا عنصر پایا جاتا ہے۔ اس معاملے میں یہ کرنا چاہیے کہ خراب کھجور کی قیمت مقرر کر کے اس رشتہ سے عمدہ کھجور خریدنی چاہیے۔

## سود کی مذمت

اس کے بعد فرمایا کہ میں نے احادیث صحیحہ میں یہ بھی دیکھا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق ایک زمانہ آئے گا جب ہر شخص سود کھانے والا ہوگا۔ اگرچہ وہ سود خوار نہیں ہوگا تاہم سود کا اثر اور دھواں اس کو ضرور پہنچے گا اور سود کا اثر اور دھواں یہ ہے کہ سود کھانے والا ہوگا یا کتب ہوگا یا شاہد یعنی گواہ ہوگا یا فریقین کے درمیان کوشش کرنے والا ہوگا یا سود خوار کے ساتھ معاملہ (سودا) کرنے والا ہوگا۔ جس سے اس کا مال سود خوار کے مال کے ساتھ مخلوط ہو جائے، یا سود خوار کو ضیافت یا مہمانی دے یا سود خوار کا ہدیہ یا تحفہ قبول کرے۔ چنانچہ جس زمانے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے۔ اب آگیا ہے اور آج کوئی ایسا شخص نہیں جو سود خوار نہ ہو کیونکہ سود کے جتنے اقسام اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اس زمانے میں سب مروج ہیں۔ اگر فرض کرو کہ وہ سود خوار نہیں ہے۔ لیکن سود کے اثر اور بخار (دھواں) سے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے خالی اور سلامت نہ ہوگا۔ وہ کسی نہ کسی قسم میں ضرور ملوث اور آلودہ ہوگا۔ پس یہ امر یقینی ہے کہ اس زمانے میں ہر شخص سود خوار اور حرام خوار ہے، کوئی حلال خوار نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے

زمانے میں یہ حالت تھی کہ لوگ بھوک سے مرنا اور جان دینا گوارا کرتے تھے لیکن سود لینا دینا، دلانا، لکھنا، گواہی دینا ہر گز پسند نہیں کرتے تھے اور سخت اضطراب کی حالت (جان نکلنے کی حالت) میں افطار کرتے تھے (تھوڑا سا کھا لیتے تھے) لیکن ہمارے زمانے میں یہ بات کہاں ہے۔

شیخ حسام الدین متقی کا جان دیدینا | اس کے بعد فرمایا کہ شیخ حسام الدین متقی اس قدر متقی و پرہیزگار تھے کہ ان کا

لقب ہی متقی ہو گیا ہے اور اسی پر ہیزکاری کی وجہ سے بھوکوں مر کر جان دی تھی۔ مخمض (یعنی شدید بھوک) کی حالت میں اگرچہ حرام چیز کھا کر جان بچانا جائز ہے لیکن انہوں نے اس وجہ سے کچھ نہ کھایا کہ شاید ابھی مخمضہ کے اس درجے تک نہیں پہنچے جہاں پہنچ کر ناجائز کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔ پس بھوک کی شدت کی وجہ سے فوت ہو گئے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ قبلہ شیخ الدین کی بیعت کہاں تھی۔ آپ نے فرمایا کہ نسبت چشتیہ میں آپ کی بیعت مخدوم ناصر الدین ثانی کے ساتھ تھی۔ مخدوم ناصر الدین ثانی مخدوم علم الدین کے فرزند اور مرید تھے۔ وہ مخدوم ناصر الدین اول کے فرزند و مرید تھے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت جلال الدین ادچی قدس سرہ کے فرزند و مرید تھے اور یہ سب حضرات چشتیہ نصیریہ تھے۔ اس وجہ سے کہ حضرت مخدوم جہانیاں کو حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی سے نسبت چشتیہ نظامیہ عطا ہوئی تھی شیخ حسام الدین متقی کو نسبت سپروردیہ مخدوم شاہ عالم سے بن مخدوم علم الدین بن مخدوم ناصر الدین اول سے تھی اور آپ پر غلبہ بھی اسی نسبت مہروردیہ کا تھا۔ اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ قبلہ شیخ حسام الدین متقی کا مزار کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان مزار منگولٹ شریف کے نواح میں جنگل و بیابان میں ہے اور منگولٹ شہر شیر لوہہ راٹیاں کے قریب ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان شیخ حسام الدین متقی کے ایک فرزند تھے جن کا نام بایزید تھا۔ وہ بھی دنیا سے آزاد تھے۔ ایک دن ان کو کسی نے روپیہ بطور نذر



پیش کیا۔ آپ نے روپیہ لے کر منہ میں ڈالا اور چانا شروع کیا۔ نذر دینے والے نے کہا یہ کھانے کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ سے غلہ یا کپڑا خرید کر ضرورت پوری کی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم میرے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھو یہ حضرت دنیا سے اس قدر بے خبر تھے کہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ روپیہ کس کام آتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب شیخ حسام الدین متقی حضرت غوث العالم شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مزار پر حاضری کے لئے جاتے تھے تو ہمیشہ گنبد کے سایہ کی مخالف سمت سے جاتے تھے اور زیارت کر کے واپس آتے تھے۔ اس وجہ سے کہ شاید سایہ میں پہنچ کر آرام اور سکون حاصل ہو۔ بات یہ ہے کہ حضرت شیخ کار و منہ اقدس سرکاری بیت المال سے بنایا گیا تھا (اس وجہ سے آپ اس کے سائے میں آرام کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے) یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ قبہ بیت المال کا مال حلال ہوتا ہے اور جب مال حلال سے روضہ تعمیر ہوا تھا تو شیخ حسام الدین اس کے سائے میں آرام کرنے سے کیوں اجتناب کرتے تھے حضرت اقدس نے فرمایا کیا بیت المال کا مال اسی واسطے ہے کہ اس سے مقبرے تعمیر کئے جائیں؟ بیت المال کے مصارف اور ہیں۔

حضرت صاحب نارووالہ کا تقی | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت نارووالہؒ بھی کمال درجے کے متقی تھے۔ اسی وجہ سے حضرت مولانا دہلوی (مولانا فخر الدین دہلوی) جو خط آپ کو لکھتے تھے اس میں میاں نور محمد متقی تحریر فرماتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم مہاروٹی نے ان کو ایک گلے عنایت فرمائی۔ چونکہ حضرت شیخ کو ان کی پرہیزگاری کا علم تھا۔ گائے دیتے وقت فرمایا کہ میاں صاحب یہ گلے مال حلال ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے آبا و اجداد کے جانور ملک کی نسل میں سے ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت قبلہ عالم مہاروٹی کا اتفاق | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم مہاروٹی

بھی اتفاق میں یگانہ روزگار تھے۔ جس طرح ایک نبی مرسل صاحب مذہب ہوتا ہے۔ آپ بھی نبی مرسل کی طرح مبعوث کئے گئے تھے۔ آپ اس قدر صاحب مذہب تھے کہ جتنی نسبتیں آپ سے پہلے اطراف عالم میں موجود تھیں آپ سب کو توڑ کر اپنے مذہب پر لائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آپ پر ہیزگاری کی وجہ سے سماع بھی نہیں سنتے تھے لیکن اپنے شاخِ عظام کی سنت کے اتباع کی وجہ سے آپ اپنے اصحاب و احباب کو تاکید فرماتے تھے کہ جاؤ جاؤ مجلسِ سماع میں حاضری دو۔ آپ بھی حاضر ہوتے تھے لیکن صرف مولود شریف کے وقت بیٹھتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حبِ حضرت قبلہ عالم ہماروئی نے حضرت سلطان الاولیاء کو خلافت عطا فرمائی اور نعمت سپرد کی تو آپ نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی۔ ان میں سے ایک وصیت یہ تھی کہ غصہ نورِ باطن کو اس طرح جلاتا ہے کہ جن طرح آگ خشک لکڑی یا روئی کو جلاتی ہے حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ رازیؒ اس کے بعد حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ رازیؒ قدس سرہ کا ذکر خیر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ شاخِ عظام نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے دو بھیجے ہیں۔ ایک یحییٰ بن زکریا جو پیغمبر تھے۔ دوسرے یحییٰ بن معاذ رازیؒ۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ بہت بڑی بات ہے، چھوٹی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آلِ حضرت

۱۔ سلوک الی اللہ میں صاحبِ مذہب ہونے کا مطلب وہی ہے جو فقہ میں ائمہ اربعہ کے صاحبِ مذہب ہونے کا ہے۔ یعنی شریعتِ اسلامیہ کے دائرہ کے اندر ایک غالب مسلک اختیار کرنا جو دوسرے شاخ کے مسلک سے ممیز و ممتاز ہو۔  
۲۔ ہم چشتیوں کی یہ بات عجیب تو معلوم ہوتی ہے کہ چشتیوں کے سردار حضرت قبلہ عالم سماع نہیں سنتے تھے لیکن ہم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ آپ کا مسلک کس قدر محتاط اور اعتدال پسندانہ تھا۔ کاش ہم بھی اُن کے اتباع میں تارکیں سماع سے جنگ و جدل ترک کر دیتے۔



صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر آنحضرت صلعم کے بعد یا خلفاء اربعہ بیٹھے ہیں یا شیخ یحییٰ بن معاذ نے بیٹھ کر وعظ کیا ہے۔ حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ اکثر سابقہ مشائخ کی طرح وعظ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے وعظ میں اس قدر اثر تھا کہ کم سے کم دس آدمی ضرور آپ کی مجلس وعظ میں جاں بحق ہو جایا کرتے تھے بعض اوقات اس سے بھی زیادہ آدمی آپ کی مجلس وعظ میں جان دے دیتے تھے۔

ایک شہزادی نے ایک لاکھ دینار کی نذر پیش کی اس کے بعد فرمایا کہ ان ہی یحییٰ بن معاذ پر ایک

لاکھ دینار قرض ہو گیا تھا۔ رات کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے یحییٰ اس جگہ سے چلے جاؤ اور ولایت خراسان میں جا کر وعظ کرو۔ ایک شخص تجھے ایک لاکھ دینار کیجا دے دے گا۔ چنانچہ آپ نے خراسان میں جا کر وعظ شروع کیا جو شخص ایک سو دینار یا اس سے کم و بیش پیش کرتا تھا آپ قبول نہیں کرتے تھے آپ فرماتے تھے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک شخص تجھے یکبارگی ایک لاکھ دینار دے گا۔ پس میں وہی لوں گا۔ آخر وہاں کی ایک شہزادی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ یحییٰ بن معاذ رازی اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اُسے ایک لاکھ دینار کیجا رگی دے دو کیونکہ اس نے قرض ادا کرنا ہے۔ شہزادی نے حضرت یحییٰ بن معاذ کی خدمت میں عرض کر ا بھیجا کہ حضرت یہاں تشریف لائیں اور وعظ فرماویں کیونکہ میں آپ کا وعظ سنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اس کے ہاں جا کر واعظ کیا تو شہزادی نے آداب بجالا کر ایک لاکھ دینار کیجا پیش کیا۔ حضرت شیخ یہ رقم لے کر وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کا بیٹا ساتھ تھا اس نے خیال کیا کہ میرا باپ سارا روپیہ غریبوں میں تقسیم کر دے گا یا قرض خواہوں کو دے دیگا۔ اگر یہ مال میرے تصرف میں آجائے تو بہتر ہو گا۔ چنانچہ اُس بیٹے نے اُس عالی قدر باپ کو راستے میں قتل کر کے شہادت پہلائی۔ اگرچہ یہ ایک لاکھ دینار قرض خواہوں تک نہ پہنچ سکے تاہم آپ کی گردن سے قرض کا بوجھ اتر گیا کیونکہ

آپ ادائیگی قرض کی نیت سے واپس جا رہے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مشائخ میں سے پہلے شخص جنہوں نے غنا کو فقر پر ترجیح دی وہ شیخ یحییٰ بن معاذ رازی تھے۔ اس کے بعد استغراق اور مشغولی کے استغراق میں اپنا نام بھی یاد نہ تھا | متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس

نے فرمایا کہ ایک بزرگ تھے جن کا نام شیخ محمد تھا۔ ان پر استغراق کا اس قدر غلبہ تھا کہ جو شخص ان سے نام دریافت کرتا تھا آپ جواب دیتے تھے کہ ٹھہرو میں یاد کر لوں کہ میرا نام کیا ہے۔ چنانچہ گھنٹہ بھر رنگوں ہو کہ سوچتے رہتے تھے اور سر اٹھا کر کہتے تھے کہ میرا نام محمد ہے۔ فرمایا دیکھو کس قدر مشغول تھے کہ اپنا نام بھی بھول جاتے تھے۔ حالانکہ کوئی شخص اپنا نام نہیں بھول سکتا بالخصوص اسم محمد جو دنیا میں سب سے زیادہ مشہور نام ہے اور ہر چھوٹے بڑے کو یہ نام یاد ہے

## مقبول ۱۱۶ بوقت نیم روز یک شنبہ رجب سال مذکور

محفل سماع | حضرت سلطان الاولیاء کے عرس کا موقع تھا حضرت اقدس مع جملہ خلفاء اصحاب اور خدام اور حضرت قلب الاولادین صاحبزادہ محمد بخش صاحب اپنے دوستوں اور خادموں سمیت مجلس سماع میں شریک ہوئے۔ ایک قوال نے یہ شعر پڑھا ہے

عین مسجد بے ست کر بہر تاشا ساختہ - مسجد و دیر و کشت او خود اندر سجود

(وہ خود ساجد و مسجد ہے لیکن تاشا کی خاطر اس نے مسجد، بت خانہ اور مندر پیدا کر رکھے ہیں) اس شعر پر حضرت اقدس کو بہت گریہ ہوا۔ اس کے بعد ختم پڑھا گیا اور مجلس ختم ہوئی۔ مجلس کے اختتام پر حضرت اقدس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے سامنے گلم (دری) پر رکھ کر اپنے رُخ انور پر پھیرا۔ یہ عمل آپ نے تین دفعہ دہرایا۔



## مقبول ۱۱ بوقت عشاء و رشتہ جرب سال مذکور

حضرت اقدس روضہ مطہرہ کی زیارت کے بعد واپس آئے اور حویلی کے سائے میں زمین پر بیٹھ کر فرمایا کہ مرید ہونے والوں کو بلاؤ۔ بچارے کئی دن سے آرزو مند ہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور پشیمتہ کو تہہ کر کے بیٹھ گئے اور کچھ دیر کے لئے مراقب ہو گئے۔ آپ نے آہستہ سے کچھ پڑھ رہے تھے۔ کافی دیر کے بعد آپ نے سر اٹھایا اس وقت کافی لوگ جمع ہو چکے تھے۔ آپ نے پشیمتہ پوری طرح کھولا اور مرید ہونے والوں سے کہا کہ اسے ہاتھ میں پکڑ کر خاموش بیٹھے رہو۔ دامن کی دوسری طرف حضرت اقدس نے پکڑ رکھی تھی۔ آپ کافی دیر مراقبہ کرتے رہے اور کچھ تلاوت بھی فرماتے رہے لیکن اچھی طرح سمجھ میں نہ آسکا کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ بعض مرید بچے پشیمتہ کے نیچے سر دے رکھے تھے اور مرید ہونے والوں نے پشیمتہ ہاتھوں میں لے رکھا تھا۔ آخر حضرت اقدس نے سر اٹھا کر فرمایا کہ کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس کے بعد فرمایا کہ نماز ہمیشہ پڑھا کرو اور روزانہ دس بار درود شریف اور دس بار سورہ اخلاص پڑھا کرو۔ اس وقت ایک ہندو سوجانام ساکن آدم گڑھ علاقہ جام پور بھی پشیمتہ کا دامن تھام کر مرید ہوا۔ بیعت ہونے والوں میں ایک شخص قاضی قمر الدین نام تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو علیحدہ مرید کیا جائے گا۔

## مقبول ۱۲ بوقت مغرب رشتہ جرب سال مذکور

زیارت قبور کے آداب | حضرت اقدس نماز مغرب ادا کر کے روضہ المطہر کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ نے رومال کا ایک دامن بائیں کندھے سے سینہ مبارک پر پھیلا یا ہوا تھا اور

دوسرا دامن گردن کے گرد لپیٹ کر چہرہ اُٹھائیں کندھے پر ڈالا ہوا تھا نماز کے وقت بھی جب رومال ساتھ ہوتا تھا تو آپ اسی انداز سے دوش و گردن پر دیکھتے تھے آستانہ مبارک پر پہنچ کر آپ کھڑے ہو گئے اور دونوں ہاتھ پیشانی پر رکھ کر سر اور بدن جھکا کر تین بار سلام کیا۔ اس کے بعد بیٹھ کر چوکھٹ کو چوما اور زمین تسبیح پڑھنے کی دیر تک بیٹھے رہے۔ اس کے بعد چوکھٹ پر آنکھیں ادرخار مبارک رکھے اور کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد اندر تشریف لے گئے اور حضرت سلطان الاولیاءؒ کے مزار کی پائنتی کی طرف کٹہرہ پر بوسہ اور زمین تسبیح پڑھنے کی دیر تک لب مبارک کٹہرہ سے لگائے رکھے۔ اسی طرح آپ نے حضرت محبوب الہی اور حضرت مولانا فخر الاولیاءؒ کے کٹہرہ پر بوسہ دیئے اور مغرب کی طرف سے ہوتے ہوئے مزارات مبارک کے سرہانے کی طرف پہنچ گئے اور حضرت فخر الاولیاءؒ کے مزار کے کمال ادب سے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں مشغول ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد دعا سے فارغ ہوئے اور دایاں ہاتھ زمیں پر اور بایاں ہاتھ ران پر تکیہ کر کے سر مبارک مراقبہ عالم غیب میں نگوں کر لیا۔ کافی دیر مراقبہ کرنے کے بعد آپ نے اٹھ کر حضرت فخر الاولیاءؒ کے کٹہرہ پر بوسہ دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت محبوب الہیؒ اور حضرت سلطان الاولیاءؒ کے مزارات کے کٹہروں پر بوسہ دیئے حضرت فخر الاولیاءؒ اور حضرت محبوب الہیؒ کے کٹہرہ پر آپ بقدر گیارہ تسبیح اور حضرت سلطان الاولیاءؒ کے کٹہرہ پر بقدر تیس تسبیح لب مبارک کٹہرہ سے لگائے رکھے آخر آٹھ پاؤں چل کر آپ روضہ اقدس سے باہر آئے اور دوبارہ چوکھٹ چومی لیکن سلام نہ کیا۔

## مقبول ۱۱۹ بوقت عشاء شب ۱۳ جب سال مذکور

ان دنوں گل محمد خان ولد امام بخش خان بزدار مجذوب و مجنون ہو گیا تھا۔ لوگ



اُسے شفا کی خاطر حضرت اقدس کی خدمت میں لائے تھے۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ قبلہ اپنے کسی درویش کو حکم دیں کہ گل محمدؐ پر توجہ کر کے سب مرض کریں۔ آپ نے فرمایا میں مجھے یہ بات یاد ہے۔ چنانچہ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ جس جگہ گل محمدؐ کی اقامت پذیر ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ جگہ منحوس ہے اور جنوں اور پرہیزوں کا مسکن ہے تم وہاں جاؤ اور وہاں چادر بچھا کر قبلہ رو بیٹھ جاؤ اور یہ دعا اس ترکیب سے پڑھو۔ دس بار پڑھ کر اپنے سامنے مغرب کی جانب دم کرو۔ دس بار پڑھ کر پس پشت یعنی شرق کی جانب دم کرو۔ دس بار آسمان کی طرف اور دس بار جنوب کی طرف دم کرنا۔ دعا یہ ہے: **ثَنَّا اَيُّوْهُنَا نَزْدَ شَاْءٍ مِّنْ عَالَمِا طَيُّوْثُنَا**  
**ثَلِيْخًا مَّيْخًا - مَخُوْ مَا وَا يَاقِيُوْ مَا يَحِقُّ كَهَيْعَتِيْ وَ يَحِقُّ طَحِيَّ بَعْسَقِيْ**  
**و يَحِقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**

## مقبول ۱۲ بوقت ظہر و زینبہ یکم شعبان ۱۳۱۷ھ

حضرت اقدس نماز طہریا جماعت ادا کرنے کے بعد تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو گئے۔ تلاوت کے بعد آپ نے اس ہئیت سے دعا مانگی کہ آگے جھک کر دونوں ساعد مبارک (کلائی) زمین پر ٹیک کر اس طرح دعا مانگی کہ ہاتھوں کی پشت زمین سے لگی ہوئی تھی۔

## مقبول ۱۲ بوقت ظہر و چہار شنبہ ۲ شعبان سال مذکور

حضرت اقدس ایک طالب علم کو درس مشکوٰۃ شریف باب الشرک والوکالہ سے دے رہے تھے۔ جب اس حدیث پر پہنچے عن ابی ہریرۃؓ قال قالت الانصار للنبی صلعم قسم بیننا و بین اخواننا النخیل (حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

کہ انصار نے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے اور ہمارے  
 بھائیوں کے درمیان جو مہاجرین ہیں۔ ہمارے کھجور کے درخت تقسیم فرمائیں (آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قوم انصار درخت تمہاری ملکیت میں رہ جائیں  
 مگر تمہارے اور مہاجرین کے درمیان مشترک ہے۔ اس سے ہر شخص کو حصہ ملنا  
 چاہیئے۔ اس سے انصار راضی ہو گئے اور عرض کیا کہ تعمیل ارشاد ہوگی۔ اس کے بعد  
 حضرت قطب الموحدین خواجہ محمد بخشؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب مہاجرینؓ کو  
 سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو انصار نے اپنی ملکیت ہر چیز میں سے مہاجرین کا حصہ  
 نکالا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بیویوں کو طلاق دے کر مہاجرین کے عقد میں دیدیا۔  
 اس میں شک نہیں کہ بعض مہاجرین اپنی بیویاں ساتھ لائے تھے۔ لیکن جو مہاجرین  
 خرد تھے اُن کے لئے انصار میں سے اُن لوگوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے کر  
 مہاجرین کے حوالے کیا جن کی ایک سے زائد بیویاں تھیں اس کے بعد یہ حدیث  
 شریف باب الغضب والعاریتہ سے پڑھی گئی۔ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ ثَمَرًا مِنْ الْأَرْضِ  
 ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ (حضرت سعید بن  
 زید نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے  
 ظلم سے ایک شہر (شاید گنہ) زمین لی۔ وہ زمین سات زمینوں کے ساتھ اس کی  
 گردن میں طوق کی طرح ڈالی جائے گی)

اس کے بعد فرمایا کہ یہ سعید بن زید اصحاب شہرہ  
 حضرت عمرؓ کا ایمان لانا

مبشرہ سے ہیں اور قدیم الاسلام ہیں اور حضرت

اے عشرہ مبشرہ سے مراد وہ دس صحابہ کرام ہیں جن کو آنحضرت صلعم نے بیعت رضوان کے  
 وقت فتح مکہ سے ایک سال قبل صلح حدیبیہ کے وقت خم غدیر کے مقام پر بہشت  
 کی بشارت دی تھی۔



فاطمہ بنت امیر المومنین حضرت عمرؓ آپ کے عقد نکاح میں تھیں۔ وہ بھی قدیم الاسلام ہیں۔ بلکہ حضرت عمرؓ ان کی بدولت دولت ایمان سے مشرف ہوئے تھے۔ حضرت سعید اور ان کی بیوی اس وقت ایمان لائے تھے جب اسلام کی ابتدا تھی۔ صرف چند شخص ایمان لائے تھے۔ قرآن مجید تازہ نازل ہو رہا تھا اور جو جو سورت نازل ہوتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو تعلیم فرماتے تھے چنانچہ ایک صحابی کو آنحضرت صلعم نے حضرت سعید اور ان کی بیوی کو قرآن کی تعلیم سکھانے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ وہ آتے تھے اور خفیہ طور پر ان کو قرآن پڑھاتے تھے۔ ایک دن وہ صحابی بی بی فاطمہ کو قرآن پڑھا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ پہنچ گئے۔ بی بی فاطمہ نے خوف زدہ ہو کر قرآن پڑھنا بند کر دیا اور اس صحابی کو چھپا دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بہن سے پوچھا کہ کیا پڑھ رہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں کچھ نہیں پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمرؓ کو شک ہوا کہ شاید وہ ایمان لا چکی ہیں اور مجھ سے چھپا رہی ہیں۔ چنانچہ اس روز آپ واپس چلے گئے اور دوسرے دن اس نیت سے واپس آئے کہ فاطمہؓ سے کہوں گا کہ میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا ہے تم کھاؤ۔ اگر اس نے کھالیا تو ایمان نہیں لائی اگر نہ کھالیا تو میں سمجھ جاؤں گا کہ ایمان لا چکی ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کو معلوم تھا کہ مسلمان غیر مسلموں کا مذہب توہم نہیں کھاتے۔ چنانچہ اس روز آپ نے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے اور پکا کر بی بی فاطمہؓ کے پاس لے گئے۔ لیکن انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت عمرؓ نے اصرار کیا اور سختی سے کہا کہ کھاؤ تو بی بی فاطمہؓ نے سخت غصے میں اکر فرمایا تو کافر ہے، ہم مسلمان ہیں۔ تیرا ذبیحہ ہمارے لئے حرام ہے۔ ہم کس طرح کھا سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تو کس طرح ایمان لائی ہے بیان کرو۔ بی بی فاطمہؓ نے قصہ بیان کیا اور قرآن شریف بھی پڑھ کر سنایا۔ جب حضرت عمرؓ نے قرآن سنا تو کفر کی زنجیر آپ کے قلب سے صاف ہو گئی اور اسی وقت ایمان لا کر دولت اسلام مشرف ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان ہی سعید بن زید پر ایک عورت نے دعویٰ کیا ہوا تھا کہ اس نے میری زین غصب کر لی ہے۔

اس پر حضرت سعیدؓ نے اس عورت کے حق میں بدعا کی اور کہا کہ یہ عورت اندھی ہو کر مرے گی۔ اس وجہ سے کہ اس نے مجھ پر جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور بہتان لگایا ہے پس تھوڑے عرصے کے بعد وہ عورت نابینا ہو کر کنوئیں میں گری اور مر گئی۔

## مقبول ۱۲۳ بوقت ظہر پور پختہ شعبان سال مذکور

اختلاف کے باوجود دین محکم | حضرت اقدس مشکوٰۃ شریف اور شرح وقایہ کا درس دے رہے تھے، درس سے فارغ

ہو کر آپ نے فرمایا کہ حضرات! ائمہ مجتہدین (چار امام) تابعین اور تبع تابعین میں سے ہیں۔ اس وقت کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا قرب تھا۔ ان حضرات نے دقائق اور معقولیت میں کس قدر موقی پروئے ہیں اور اصول فروغ میں کس قدر فقی مسائل نکالے ہیں۔ اگرچہ ان حضرات کے مابین قدرے اختلاف رائے ہے لیکن دین محمدی کی اساس و بنیاد اس قدر محکم اور مضبوط ہے کہ اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا نہ پڑ سکتا ہے۔ بلکہ دین محکم تر ہوا اور ہوتا جائے گا۔ بخلاف ادیان سابقہ (اسلام سے پہلے کے مذاہب) کہ جن کے دین اختلاف کی وجہ سے بالکل بدل گئے۔ اس وقت حضرت اقدس نے یہ شعر پڑھا ہے

یتیم کہ ناکردہ ابجد درست کتب خانہ چند ملت پشت

(ایک یتیم (رسول خدا) کہ جو احمی اور ان پڑھ تھا۔ اُس نے کئی مذہبوں کے کتب خانے دھو ڈالے)

اختلاف صحابہ کی حقیقت | اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ صحابہ کرام کے درمیان مجاہدات اور مخالفت و قیوع پذیر ہوئے

لیکن دونوں فریقین نے دین کو اس قدر مضبوط اور محکم کیا کہ دین کے بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کے اختلاف کے باوجود دین نے بہت



ترقی کی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ بنی امیہ کی نوے سال حکومت رہی اور ان کے عہد حکومت میں دین کے اندر ہزاروں فتنے رونما ہوئے چنانچہ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کفر کا زمانہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس زمانے میں بے شمار شہر فتح ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی **وَاللّٰهُ مُتِمِّمٌ لِّنُورِهِ** (اللہ اپنا نور مکمل کرتا ہے۔)

## مقبول ۱۲۴ بوقت ظہر روز جمعہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۵ھ

ان دنوں میاں محمد کوریجہ ساکن منگلوٹ شریف جو حضرت اقدس کے شہسوار تھے کی شادی کا موقعہ تھا۔ ان کی شادی قاضی ابوالخیر کی ہمشیرہ سے ہو رہی تھی۔ وہ بھی کوریجہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور قاضی نور محمد صاحب کی اولاد میں سے تھے۔ چنانچہ میاں صاحب موصوف نے اکر عرض کیا کہ حضور قاضی ابوالخیر کے مکان پر تشریف لے چلیں تاکہ ترویج کا معاملہ طے ہو جائے۔ حضرت اقدس اپنے خلفاء اور خدام کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے اور شادی کی رسومات پوری ہوئیں۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لائے۔ تھوڑی دیر کے بعد دو لہا میاں محمد سلام کی خاطر آئے اور سر حضرت اقدس کے قدموں پر رکھ دیا اور پاؤں پر بوسہ دیا۔ حضرت اقدس بھی دو لہا کے لئے تعظیماً کھڑے ہو گئے اور فرمایا مبارک باد۔ اس کے بعد خادم سے دس روپے لے کر آپ نے دو لہا کو بطور سلام دیئے۔

## مقبول ۱۲۵ بوقت نوال روز شنبہ ۱۲ شعبان سال مذکور

حالت جنب میں مقدس کتابوں کو ہاتھ لگانا منع ہے | مجلس میں کسی نے جنب کی حالت میں کتابوں

کو ہاتھ لگانے کا مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مقدس کتابوں مثلاً قرآن شریف اور حدیث شریف کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔ لیکن اگر عبارت یاد ہو تو زبان پر پڑھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جنابت کی حالت میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ساتھ لے گئے۔ جب آپ اپنے مقام پر پہنچ کر بیٹھ گئے تو میں چپکے سے اٹھ کر چلا گیا اور جا کر غسل کیا۔ جب واپس آیا تو اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کہاں گئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ میں جنابت کی حالت میں تھا مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ اس حالت میں حضور کی خدمت میں بیٹھا رہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ مومن نجس اور پلید نہیں ہوتا۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولانا شہاب الدین حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے دس خلفاء میں سے تھے۔ جن کو عشرہ مبشرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کو وضو بھی کراتے تھے اور پیش امام بھی تھے۔ جب حضرت سلطان المشائخ گرم پانی سے وضو کر لیتے تھے تو مولانا شہاب الدین باقی ماندہ پانی سے خود وضو نہیں کرتے تھے۔ اس خیال سے کہ سارا پانی حضرت شیخ کے لئے گرم ہوا تھا اور آپ کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا بے ادبی ہوتی۔ جب اس بات کی خبر حضرت سلطان المشائخ کوئی تو آپ نے فرمایا کہ ان کا ادب کمال کو پہنچ گیا ہے۔ اس لئے اب وہ خلافت کے مستحق ہیں۔ پس آپ نے ان کو خلافت عطا فرمائی۔

## مقبول ۱۲۶ بوقت زوال و زینبہ شعیان سال مذکور

آپ درس مشکوٰۃ شریف دے رہے تھے۔ ایک حدیث یہ تھی۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا کہ جس سے کیریاں چرانے کا کام نہ بیگی ہو۔



صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آیا آپ نے بھی یکریاں چرائی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے بھی چرائی ہیں۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ احادیث میں شبانی یعنی بکریوں کی تربیت کا ذکر ہے لیکن اسے مراد مطلق شبانی ہے (خلقت کی تربیت و ہدایت)۔ اسی طرح سری کہ شن جی نے بھی گائیں چرائی ہیں۔

## مقبول ۱۲ بوقت ظہر روز دوشنبہ شعبان ۱۳۱۷ھ

صاحبزادہ صاحب کی تقریب شادی | حضرت اقدس کے ہاتھ میں گھڑی تھی اور لحظہ بلحظ اُسے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی ساعت مرتخ کا عمل ہے۔ یہ گزر جائے تو پھر کام شروع کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ آج قطب الموحدين صاحبزادہ محمد بخش صاحب آپ کے فرزند اور خلیفہ اکبر کی شادی کا دن تھا۔ ان کی شادی میاں نبی بخش صاحب کی دختر نیک اختر سے ہو رہی تھی جو حضرت صاحبزادہ صاحب کے حقیقی ماموں تھے کچھ دیر کے بعد گھڑی دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اب ساعت شمس کا عمل ہے۔ اس کے بعد زہرہ کا عمل ہو گا اور یہ دونوں تارے سعد اکبر ہیں (یعنی شمس اور زہرہ) اُس وقت آپ اُٹھے اور حضرت قطب الموحدين، خدام اور اصحاب و احباب کے ساتھ آہستہ آہستہ میاں نبی بخش صاحب کے گھر کا طرف روانہ ہوئے۔ برات کے آگے قوال چلتے چلتے قوالی کر رہے تھے جب برات میاں نبی بخش صاحب کے مکان پر پہنچی تو وہاں درلیوں کا فرش لگا ہوا تھا اور ایک طرف دہرہ (دکھا کھیس) بچھا ہوا تھا۔ حضرت اقدس اس مسند پر بیٹھ گئے اور صاحبزادہ صاحب ننہ دیکھ درمی پر بیٹھے تھے۔ خلقت کا کافی، بحوم تھا پہلی دعائے خیر مانگی گئی۔ اس کے بعد تمام رسوم کتنی ادا کی گئیں۔ چنانچہ رمضان حجام نے دوہا کے لئے پوشاک کا جوڑہ پیش کیا۔ حضرت اقدس نے دوہا کے دائیں ہاتھ پر گانا باندھا۔ دائیں پاؤں

میں گانہ حجام نے باندھا۔ اس کے بعد حجام نے عامہ (پگڑی) جو نفیس ملل کی تھی حضرت اقدس کو پیش کی۔ حضرت اقدس نے کچھ آہستہ آہستہ پڑھ کر دستار پر دم کیا۔ مافرن مجلس نے بھی درود شریف پڑھ کر دستار کی طرف اشارہ کر کے دم کیا۔ اس کے بعد دولہا نے اٹھ کر ٹوپی سر سے اتاری اور فرش پر رکھ دی اور دستار حجام سے لے کر سر پہ باندھا۔ شملہ قلب کی جانب تھا اور اس کے کنارے سے سہرہ لٹک رہا تھا۔ دستار کے دوسرے سرے پر ایک ہرے رنگ کا چھوٹا سا خریطہ (ٹوپی) آویزاں تھا۔ اس کے بعد انہوں نے کپتہ زیب تن کیا وہ نفیس ملل سے بنا تھا اور کمر پہ شکن بنائے گئے تھے۔ اس کے بعد تبدیلی کیا اور ریٹہ (لال رنگ کا بڑا رومال) کندھے پر رکھا۔ جو ٹوپی صاحبزادہ صاحب نے اتار کر رکھ دیا تھی۔ حضرت اقدس نے اُسے اٹھا کر محفوظ کر لیا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور دولہا کا سابقہ جوڑا اور ٹوپی حجام یقیناً آپ نے ٹوپی کیوں اٹھالی ہے۔ فرمایا کہ لوگوں کا، بجم ہو رہا ہے میں نے اس لئے اٹھالی ہے کہ مبادا کوئی اس پر پاؤں رکھ دے۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب نے یہ بات سنی تو آپ نے حجام کو پانچ روپے دے کر ٹوپی خرید لی۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے دو انگلیاں تیلی میں تر کر کے دولہا کی ریش اور زلفوں کو لگائیں۔ قاضی عبداللہ نے نکاح پڑھ کر ایجاب و قبول ادا کر لیا۔ اس وقت ہر طرف سے مبارکباد کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت اقدس نے قاضی کو پانچ روپے بطور نکاح خونا عنایت فرمائے۔ غرضیکہ رسومات اور نذر نذرانوں کے بعد صاحبزادہ صاحب کو کو خسر صاحب کے گھر لے جایا گیا اور حضرت اقدس اپنے گھر واپس تشریف لے گئے۔

## مقبول بوقت ظہر روز شنبہ شعبان سال مذکور

حضرت اقدس وضو کر رہے تھے اور ہر عضو دھوتے وقت آیت شریف  
وَاللّٰهُمَّ اِلٰہِ وَاٰہِدٍ - پڑھ رہے تھے۔ حتیٰ کہ وضو کے بعد بھی کئی بار آپ نے



یہ آیت پڑھی۔ وضو کی باقی کیفیت مقبوس تیسرے جلد اول میں بیان ہو چکی ہے۔ اس وقت صرف اسی آیت کا اضافہ تھا جو بیان کر دیا گیا ہے۔

## مقبوس ۱۲۹ بوقت ظہر اور چہار شنبہ شعبان سال مذکور

اختلاف مذاہب روا ہے | حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ قبلہ آج کل جو لوگ علم حدیث شریف پڑھتے ہیں اور مشائخ طریقت کی صحبت اختیار نہیں کرتے بعض وہابی ہو جاتے ہیں حضرت اقدس نے فرمایا کہ ملتان شریف میں بعض علماء نے مجھ سے کہا کہ اس زمانے میں جو لوگ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ ان اہل باطن سے بہتر ہیں جو تاویل کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اس دعوے کی یہ دلیل دی کہ جب آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس آئے تو ابھی صحابہ کرام نے ہتھیار نہیں اتارے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ حکم ہوا کہ فوراً بنی قریظہ (یہودیوں کے قبیلے کا نام ہے) کے خلاف لشکر کشی کی جائے۔ چنانچہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ہتھیار نہ اتارو بلکہ اسی حالت میں کوئٹہ کے نماز عصر بھی وہاں ادا کرو۔ جب صحابہ کرام مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو ان کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے راستے میں نماز عصر پڑھی اور دوسرے گروہ نے منزل مقصود پہنچ کر مغرب کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی کیونکہ عصر کا وقت گزر چکا تھا۔ جب آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنی قریظہ پہنچے تو صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ کس کی نماز درست ہے تو آپ نے فرمایا کہ دونوں گروہوں کی نماز درست ہے۔ پس وہ لوگ کہ جنہوں نے راستے میں نماز پڑھی اہل باطن ہیں۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تاویل کی ہے اور وہ لوگ کہ جن کی نماز عرفوت ہو گئی اہل ظاہر ہیں حضرت اقدس نے فرمایا کہ ملتان کے لوگوں کو اس دلیل سے انکار نہیں بلکہ ہمارا دعویٰ

ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ انہوں نے غیر منطقی طریق پر دلیل پیش کی ہے۔ اس لئے غلط نتیجے پر پہنچے ہیں۔ درحقیقت جن لوگوں نے نماز عصر راستے میں ادا کی اصحاب ظاہر وہی ہیں کیونکہ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری الفاظ ظاہری اعمال اور ظاہری افعال کا لحاظ رکھا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ تھا کہ نماز عصر قریہ بنو قریظہ میں ادا کرنا۔ لیکن جب نماز عصر کا وقت راستے میں ہو گیا بلکہ راستے ہی میں عصر کا وقت گزر بھی گیا تو انہوں نے آں حضرت صلعم کے حکم کی تاویل کر کے قریہ بنو قریظہ کی بجائے نماز راستے میں ادا کی۔ اس کے برعکس دوسرے فریق نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعبیل کی اور اگرچہ راستے میں عصر کا وقت فوت ہو گیا۔ انہوں نے نماز راستے میں نہ پڑھی اور حسب فرمان منزل مقصود پر پہنچ کر ادا کی۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا نماز روزہ، دین اسلام محض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا نام ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اصحاب باطن فریق ثانی ہے اور فریق اول اصحاب ظاہر ہیں۔

حضرت غوث الاعظم کے قول قدمی ہذا کا مطلب | اس کے بعد راقم الحروف

نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ اس سال ماہ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ میں جب حضرت عثمان شریف نے گئے تو دیوان صدر الدین سجادہ نشین خانقاہ حضرت بندگی موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ اور وہاں کے دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت غوث الاعظم کے قول قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ پر حضور کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی۔ وہ کس طرح ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا وہ اس طرح ہے کہ جب میں عثمان شریف پہنچا تو دیوان صدر الدین صاحب اپنے دوستوں بھائیوں اور چند مولویوں کے ساتھ ملے آئے۔ ان کے ساتھ مختلف مضامین پر گفتگو ہوتی رہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپس میں یہ مشورہ کر کے آئے تھے کہ مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کریں۔ آخر چند متفرق باتوں کے بعد انہوں نے پوچھا کہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ



نے فرمایا ہے کہ قدحی ہلندہ علی سرقۃ کل دلی اللہ (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) کیا اس میں تمام مشائخ متقدمین اور متاخرین اور اس زمانے کے تمام اولیاء کرام شامل ہیں؟۔ میں نے کہا کہ مشائخ متقدمین اور متاخرین (یعنی جو اولیاء کرام حضرت غوث الاعظمؒ سے پہلے اور بعد تھے) اس قول میں شامل نہیں ہیں اور مشائخ ہم عصر خواہ وہ حاضر ہوں یا غیب سب شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ دیکھا ہے کہ اس میں تمام اولیاء کرام شامل ہیں خواہ متقدمین ہوں، متاخرین ہوں یا ہم عصر ہوں۔ میں نے کہا مشائخ متقدمین میں تو حضرت غوث الاعظمؒ کے پیران عظام، بارہ امام اور صحابہ کرام بھی اولیاء اللہ تھے۔ انبیاء نہیں تھے۔ لہذا یہ کہنا کہ اس قول میں تمام اولیاء متقدمین شامل کمالی بے ادبی، ترجیح بلا مرجح اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ چونکہ حضرت غوث الاعظمؒ کے پیران عظام اور مشائخ طریقت اُس وقت آپ کے ساتھ موجود اور ہم زمان تھے۔ اس لئے ان کی گردنوں پر آپ کا قدم مبارک بالذات وباللاصالۃ آیا ہے اور متاخرین پر بالفتح اور بالمعنی نہ کہ اصالتہ یا حقیقتہً۔ اکثر کتب ملفوظات صحیح نہیں ہیں اور بلا تحقیق لکھی گئی ہیں۔ میرے نزدیک ان کی سند قابل اعتبار نہیں ہے۔ بل اگر یہ بات معتبر اور مستند کتابوں مثل نفحات الانس، اخبار الانبیاء اور مکتوبات امام ربانی میں درج ہے تو میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔

## مقبول اس بوقت عصر روزِ دوشنبہ اشعبان ۱۳۱۷ھ

ایک آدمی سیاہ مہل کی ٹوپی تیار کر کے لایا اور حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ حضور یہ ٹوپی زیب تن فرمادیں اور سابقہ ٹوپی مجھے عنایت فرمادیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آج کیا دن ہے۔ عرض کیا کہ دوشنبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں آج یہ ٹوپی نہیں پہنتا، کیونکہ دوشنبہ کے دن نیا کپڑا پہننا منع ہے۔

فی الحال اسے رکھ دو۔ چہار شنبہ کے دن پہنوں گا۔

## مقبول ۱۳۲ بوقت عصر و رشتہ شعیان سال مذکور

حضرت اقدس کا حافظ، جذب سے کمی  
اس بات کا ذکر ہو رہا تھا کہ  
حضرت اقدس کا خاں مرید

مجنوب ہو گیا ہے اور فلاں فلاں مجنوب ہو گیا ہے۔ حضرت اقدس نے  
تبسم دلربا کے ساتھ احقر سے دریافت فرمایا اس نے مجنوب کا کیا حال ہے  
جو تمہارے کمرے میں رہتا ہے۔ مجھے جو کچھ معلوم تھا عرض کر دیا۔ حضرت اقدس  
نے پوچھا کہ آیا وہ مجنوب و خلیفہ پڑھتا ہے یا نہیں۔ بندہ نے ہاتھ باندھ کر عرض  
کیا کہ و خلیفہ ضرور پڑھتا ہے۔ آپ نے تبسم ہو کر فرمایا کہ و خلیفہ پڑھنے سے زیادہ  
دیوانہ اور مجنوں ہو جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اوائل حال میں میری عمر بیس  
سال کی ہوگی کہ مجھ پر بھی جذب اور دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے میرا  
نصف حافظ ختم ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے میرا حافظ اس قدر تیز تھا کہ قرآن  
شریف کے چار چار وقوع حفظ کر لیتا تھا۔ ایک دن اپنے حافظ کے امتحان کی  
خاطر میں نے ایک سپارہ یاد کر لیا اور دوسرے آدمی سے کہا کہ تم قرآن کھول  
کر دیکھو۔ میں یاد پڑھوں گا۔ لیکن مجھے ایک لفظ بھی نہ بتانا۔ چنانچہ جب  
میں نے قرآن پڑھا تو ایک لفظ کی غلطی بھی نہ ہوئی۔ ایک سپارہ یاد کرنے میں  
مجھے دو یا ڈھائی گھنٹے لگے۔

مولوی عبد العزیز پر ہاروی کا حافظ  
اس کے بعد فرمایا کہ مولوی  
عبد العزیز پر ہاروی کا جو حضرت

صاحب حافظ محمد جمال تلمانی کے مرید و خلیفہ تھے، حافظ بھی بہت قوی  
تھا۔ ایک دفعہ وہ حافظ جو آپ کو رمضان شریف میں قرآن مجید سناتا تھا۔



بیمار ہو گیا اور ماہ رمضان سر پر آگیا۔ مولوی صاحب نے علم نجوم کے ذریعے پہلے رمضان شریف کے دن معلوم کئے۔ ان کو معلوم ہوا تیس دن کا مہینہ ہے۔ تیس وہ ہر روز ایک سپارہ یاد کرتے تھے اور رات کو تراویح میں پڑھتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ شروع میں اس کو بچے (کو چھ مثنیٰ) کے طالعین کے لئے سوائے سیفل کے کلام کے جو لطف علی شاعر کی تصنیف ہے اور کوئی کلام نہیں تھا۔ چنانچہ میں سیفل کی ایک ایک جزو دو دو گھنٹے میں یاد کر لیا تھا۔

### درسِ حدیث

اس کے بعد مشکوٰۃ شریف کا درس شروع ہوا۔ جب باب الصدق کی یہ حدیث پڑھی گئی کہ حضرت بی بی ام حبیبہ کا حق المہر چار ہزار درہم یعنی ایک ہزار روپیہ مقرر ہوا تھا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہمارے خاندان میں بھی ایک ہزار روپیہ المہر مقرر ہے۔ پہلے میرے دل میں یہ خیال تھا کہ ایک ہزار روپیہ زیادہ ہے لیکن الحمد للہ کہ یہ حدیث کے مطابق نکلا ہے۔ اس کے بعد باب الولیہ میں ایک حدیث اس مضمون کی پڑھی گئی کہ ایک دن حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کے چہرے پر

### شادی بیاہ پر رنگ ڈالنے کی رسم

زر درنگ لگا ہوا تھا۔ آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے انہوں نے عرض کیا کہ آج میں نے دو عورتوں کا نکاح کرایا ہے۔ عوض معاوضہ کے ساتھ۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوگا کہ شادی بیاہ کے موقع پر جسم یا کپڑوں پر زر درنگ بے شک جائز ہے۔ (اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل کی رسم و رٹ احادیث سے ثابت ہے) اس کے بعد اس مضمون کی حدیث آئی کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے گھر جائے تو کھانا وغیرہ کھائے پیئے لیکن یہ پوچھے کہ آیا یہ مال حلال ہے یا حرام۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء فرمایا کرتے تھے

کہ جو کچھ نذر یا فتوحات کے طور پر ملے قبول کرنا چاہیے اور یہ نہ پوچھے کہ آیا حلال ہے یا نہیں۔

## مقبول ۱۳۳۳ بوقت عصر و یکشنبہ شعبان سال مذکور

تعویذ پر اے قوت مردی | ایک آدمی نے نامردی کا تعویذ طلب کیا۔  
حضرت اقدس نے تبسم فرمایا، کسی نے

اس سے پوچھا کہ آیا یہ حالت شروع سے ہے یا بعد میں پیدا ہوئی۔ اس نے  
جواب دیا کہ قدیم سے ہے۔ چنانچہ آپ نے یہ تعویذ لکھ کر اُسے دیا کہ دائیں  
بازو پر باندھو۔

اللہ	لنور	السموات	والارض
والارض	السموات	لنور	اللہ
لنور	اللہ	والارض	السموات
السموات	والارض	اللہ	لنور

یا در ہے کہ  
داؤ اور میم اور ضاد  
اور ہائے اللہ کی چشم کشادہ  
لکھی گئی اور الرحمن کا نور  
طول لکھا گیا یعنی  
اس طرح الرحمن

## مقبول ۱۳۳۳ بوقت عصر و دو شنبہ شعبان سال مذکور

ان دنوں میان محمد صدیق جو محو صدیقی سپہرٹی اولاد میں سے ہیں،  
اُسے ہوئے تھے اور نرا سخی رزق کے لئے دعا کی درخواست کی تھی۔ ان کے لئے  
آپ نے دعائے نور لکھی اور دعائے نور کے نیچے یہ عبارت لکھی:-  
اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَکَ وَاَقْطَعْ مَرْجَئِیْ عَمَّکَ



سَوَاءُ لَكَ حَتَّى لَا اسرجو احداً غيرك - یہ ہر نماز کے بعد ایک دفعہ پڑھنا ہے۔ اس کے بعد یہ وظیفہ مکھا جو ہر نماز کے بعد پانچ دفعہ پڑھا ہے۔ یا سبط النور الذی وضع المذلة علی مرتئی الس الجبارۃ فلا یستطیعون مرفع رؤی سہم من خوف سطوتہم یا سبط یا سبط یا سبط ایک سو بار۔  
اس کے بعد یہ وظیفہ مکھا ہے۔

احب یا ہمارون السعابی انت فی اعوانک و خدامک و افعل ما امرتک بہ العجل العجل الوحا الوحا الساعة الساعة۔ یہ وظیفہ نماز ظہر اور نماز عشا کے بعد ایک ایک بار پڑھنا ہے۔  
اس کے بعد آپ نے تلاوت قرآن شروع کی۔ جب اس آیت پر پہنچے  
وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ فَإِنْ أَهَابَتْ  
خَيْرٌ مِّنْ طَمَآنٍ بِهِ قَاتِلَاتُ مَا بَتَهُ فَتَنَتِ الْقُلُوبَ۔ تو  
آپ نے سر نیچے کر کے یہ کلمات پڑھے سبحان اللہ چار بار۔ الحمد للہ  
ایک بار۔ لا الہ الا اللہ تین بار۔ اللہ اکبر دو بار۔ لا حول ولا قوۃ  
الا باللہ العلی العظیم ایک بار

## مقبول وقت ظہر و شمس فی رمضان المبارک سال ۱۳۵۷ھ

فتنۃ عبد اللہ بن سبا | حضرت اقدس نے میاں نور احمد کو درس حدیث  
از باب قتل اہل الردۃ والسعادة بالفساد دینا  
شروع کیا۔ ایک سیرت شریف میں یہ مضمون آیا کہ  
بد عقیدہ سبائی زندہ جلائے گئے | حضرت علی رضی کی خدمت میں ملائیگی

حضرت علیؓ نے ان کو اہل میں جلوایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ زندیق عبد اللہ بن سبا یہودی کے ہاتھی تھے۔ عبد اللہ بن سبا اور اس کے ساتھی اس لئے اسلام لائے تھے کہ مسلمانوں میں فساد پیدا کریں اور امت کو گمراہ کریں۔ عبد اللہ بن سبا اور اس کے لوگ حضرت علیؓ کی الوہیت اور ربوبیت کے قائل تھے۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ رب اور خدا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ان کو توبہ کرائی اور فرمایا کہ اس عقیدے سے باز آ جاؤ۔ لیکن انہوں نے توبہ قبول نہ کی چنانچہ حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شیعہ قوم کو جن کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی آگ میں جلوادیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ رافضی اور شیعہ مذہب کی بنیاد اسی عبد اللہ بن سبا نے ڈالی۔ اس سے پہلے یہ مذہب بالکل نہ تھا۔ جب انہوں نے غلو سے کام لیا (حد سے بڑھ گئے) تو آگ میں جلا گئے۔ اس عبد اللہ بن سبا نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ رافضی لوگ خارجیوں سے بھی بدتر ہیں۔ چنانچہ شیعوں اور رافضیوں کے نزدیک صحابہ کرام کو کالی دینا جزو ایمان ہے لیکن خارجیوں کے نزدیک جزو ایمان نہیں ہے۔ شیعوں کے نزدیک سنی کو قتل کرنا اور اس کا گوشت کھانا حلال و ثواب ہے لیکن خارجیوں کے نزدیک حلال نہیں ہے۔

اس کے بعد دوسری حدیث میں اس بات کا ذکر آیا کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں دو فرقے ہوں گے اور ان دو فرقوں کے درمیان مارتہ خارج ہوگا اور فرقہ مارتہ کو وہ شخص قتل کرے گا جو اہل حق ہوگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ حدیث خارجیوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ اس وجہ سے کہ دو فرقوں سے مراد ایک فرقہ حضرت علیؓ کا اور دوسرا حضرت معاویہؓ کا ہے اور مارتہ سے مراد خارجیوں کا فرقہ ہے جو ان دونوں فرقوں میں سے نکلا ہے اور خوارج کے نام سے موسوم ہوا ہے اور اہل حق



سے مراد حضرت علیؓ نہیں۔ جنہوں نے خارجیوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ خارجی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اپنے اصحاب سمیت اور حضرت معاویہؓ اپنے تابعین سمیت یہ دونوں فرتے جاؤ شریعت سے برگشتہ اور منحرف ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کفار کے ساتھ جہاد ترک کر کے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا شروع کر دیا ہے۔ اس لئے ہم نہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں نہ اس کے۔ بلکہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ لوگ ان کو دونوں کو چھوڑ کر چلے گئے اور خوارج کہلائے۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ تین شخصوں نے اسلام میں فتنہ ڈالا ہے۔ ایک حضرت معاویہؓ دوسرے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ تیسرے حضرت علیؓ۔ لہذا اگر ان تینوں کو قتل کر دیا جائے تو پھر اسلام میں فتنہ و فساد پیدا نہیں ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے تین آدمی مقرر کئے۔ ایک کو کہا کہ تم ولایت شام میں جا کر حضرت معاویہؓ کو قتل کر دو۔ دوسرے کو مصر بھیج کر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو جہاں وہ حاکم تھے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور تیسرے کو حضرت علیؓ کے قتل پر آمادہ کیا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ۱۸ رمضان المبارک یکم تینوں آدمی اپنا اپنا کام انجام دے دیں۔ جب امیر المومنین حضرت علیؓ ذوالندبہ اور اس کی قوم کو جو خارجی تھے قتل کر کے کوفہ واپس آئے تو عبد الرحمن بن ملجم نے خارجیوں کا فرستادہ تھا۔ نماز میں حضرت علیؓ کے سر پر تلوار ماری۔ اسی زخم کی وجہ سے حضرت علیؓ اکیس رمضان المبارک کو جاں بحق ہو گئے اور عالم بقا کی طرف کوچ فرمایا۔ دوسرے آدمی نے مصر جا کر ۱۸ رمضان کو عظمیٰ سے خار جہ بن خدافہ کو نماز کی حالت میں شہید کر دیا اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سلامت رہ گئے۔ اس وقت دستور یہ تھا کہ پنجگانہ نماز کی امامت امیر و خلیفہ خود کراتے تھے۔ اس خارجی کا خیال یہ تھا کہ عبد اللہ بن عمرؓ یہی امام ہوں گے۔ حالانکہ وہ بخارا میں مبتلا تھے اور خار جہ بن خدافہ کو اپنا نائب مقرر کر کے امامت کا کام ان کے سپرد کیا تھا۔ تیسرے آدمی نے تاریخ مقررہ پر شام جا کر

حضرت معاویہؓ پر تلوار چلائی اور زخمی کر دیا۔ لیکن ان کا زخم اچھا ہو گیا اور وہ بچ گئے۔

## مقبول سلسل بوقت ظہر روز پینچشنبہ ۹ ماہ رمضان سال مذکور

حجامت کیلئے کوئی دن ممنوع نہیں | بوقت ظہر روز پینچشنبہ ۹ ماہ رمضان سال مذکور زیارت نصیب ہوئی

اس وقت حجام نے اکر عرض کیا کہ قبلہ حجامت بڑی ہو گئی اجازت ہو تو دوست کروں۔ آپ نے فرمایا کہ کل حجامت بنواؤں گا۔ حجام نے کہا کل ماہ مانگھ کی یکم تاریخ ہے۔ آپ نے فرمایا حجامت بنوانے کے لئے کوئی دن ممنوع و منحوس نہیں ہے۔ خاص کر کل جمعہ ہے اور جمعہ اس قدر متبرک سعد اکبر ہے کہ تمام ایام کی نحوسات کو دفع کر دیتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء ہفتے کے تمام ایام میں حجامت بنواتے تھے۔ لیکن ہفتہ (سینچر) کے روز حجامت بنوانے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ چنانچہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ سینچر کے دن حجامت بنوانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے سینچر کے دن کبھی حجامت نہیں بنوائی۔ حضرت سلطان الاولیاء نے فرمایا کہ احادیث میں ہفتے کے دن حجامت بنوانے کا کوئی ممانعت نہیں آئی۔ آدمی جس روز چاہے حجامت بنوا سکتا ہے۔

اس کے بعد میاں امراؤ علی مجاور درگاہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجیری قدس سرہ آئے اور آتے ہی دونوں ہاتھ حضرت اقدس کے پاؤں پر رکھ دیئے۔ حضرت اقدس کھڑے ہو گئے اور ان کے ہاتھوں کو پکڑ کر معانقہ کیا۔ معانقہ کے بعد انہوں نے درگاہ شریف سے لائی ہوئی دستار حضرت اقدس کے سر پر باندھی، یعنی آپ ٹوپی کے اوپر۔ اس کے بعد آپ بیٹھ گئے۔ دستار کلبائی بارہ گز تھی اور عرض ایک گز۔ دستار



کے دونوں سروں پر طلائی کام ہوا تھا۔ دستار کا شملہ (طرہ) ایک ہاتھ کی لمبائی تک آپ کے دائیں کندھے سے ہوتا ہوا سینہ بے کینہ تک پہنچ رہا تھا اس کے بعد مجاور مذکور نے ایک صندل کی تسبیح، ایک صندل کی کنگھی ایک پڑیا برادہ صندل (جو مقد مبارک پر لگا کر دوسرے دن اتار لیا جاتا ہے) اور غرما خشک یعنی چھوہارے بھی پیش کئے۔ حضرت اقدس نے تمام تبرکات اپنے کرتے کے دامن میں لے کر خادم کے سپرد کیا کہ حفاظت سے رکھو۔

## مقبول ۳۱ بوقت عصر روز پنجشنبہ ماہ و سال مذکور

حضرت اقدس ولیفہ پڑھ رہے تھے۔ دو خادم موجود تھے۔ حضرت اقدس کے سامنے گھڑی رکھی تھی۔ آپ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گھڑی دیکھتے تھے۔ کیونکہ افطار کا وقت قریب تھا۔ جب افطار کا وقت ہوا تو آپ نے نقارچی کو حکم دیا کہ نقارہ بجاؤ۔ چنانچہ اس نے نقارہ بجایا اور اس کے فوراً بعد اذان ہونے لگی۔ آپ نے حکم دیا کہ کھجوریں تقسیم کر دی جائیں۔ جب سب لوگ روزہ افطار کر چکے تو مغرب کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ یاد رہے کہ رمضان کے شروع ہوتے ہی حضرت اقدس نے حکم دیدیا تھا کہ افطار و سحر کے وقت نقارہ بجایا جائے تاکہ سب لوگوں کے لئے آسانی ہو۔ چنانچہ نقارہ محل کے اندر رکھ دیا گیا تھا۔

## مقبول ۳۱ بوقت ظہر روز شنبہ رمضان سال مذکور

تلاوت قرآن کا طریق خاص اُس وقت حضرت اقدس نے بندہ رکن الدین کو قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی اور قرأت

میں طریقہ تصور بھی تعلیم فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ روزانہ پاؤ سپارہ اس طرح پڑھو کہ قرأت کے وقت قرآن شریف درمیان میں نہ رہے اور احدیت اور جمع کے کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور یہی خیال کر دو کہ یہ حق کی آواز ہے اور حق پڑھ رہا ہے اور حق سن رہا ہے۔ اپنے آپ کو درمیان میں سے نکال دینا چاہیے اور دوئی کو رفع کرنا چاہیے۔ بس یہی خیال رہ جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ قرآن بار پڑھنا ہوں کہ اُسے اپنا کلام اور وصف جانتا ہوں۔

اس کے بعد بندہ احقر نے حائل شریف کھول کر حضرت اقدس کے سامنے رکھی اور عرض کیا کہ بندہ کو قرآن شریف کا آغاز فرمادیں۔ چنانچہ حضرت اقدس نے پہلے پڑھتے گئے اور احقر نے بعد میں وہی الفاظ دہرائے۔ پہلے آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی۔ اس کے بعد سورت فاتحہ پڑھی لیکن لفظ الرحمن جو الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم میں ہے اس کی مشدد کہ کے آپ نے رب العالمین کے نون کے ساتھ منم نہ کیا بلکہ الرحمن کی س کو فتح (زبر) کے ساتھ پڑھا اور دلا الضائت کے بعد آمین بھی پڑھا۔ بعد ازاں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد سورہ بقرہ شروع کر کے مَسَارِرَ قَنَہُمْ یَنْفَقُونَ تک پڑھا۔

## مقبول ۱۳۹ بوقت طہر روزِ دوشنبہ رمضان المبارک سالِ ۱۴۳۰ھ

۱۔ احدیت و جمع سے مراد مراقبات ہے جس سے مقام فنا تک رسائی ہوتی ہے۔ احدیت سے مراد ذاتِ بکت ہے اور جمع سے مراد فنا فی اللہ ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک ذاتِ احدیت میں محو مستغرق ہو جاتا ہے، لیکن غارِ بنیٰ بند مقام کے نزدیک یہ درجہ وسط ہے اس مقام کے سالکین کو متوسطین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مقامِ جمع کے بعد جب مقامِ دوئی یا عبودیت پر عود کرتا ہے تو کمال کو پہنچتا ہے اور منتہی کہلاتا ہے۔ یہی مقام بقا باللہ ہے جو فنا اور فنا الفنا کا نتیجہ ہے۔



**ذکرِ حدادی** | اوضاع و اقسام ذکرِ جہر کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دن قبلہ محبوب الہیؑ اپنے حجرے میں تنہا بیٹھے وظیفہ مذکرِ جہری میں مشغول تھے۔ اس اثنا میں مولوی حافظ خواجہ جو اُن حضرت کے شاگرد تھے کسی کام سے حجرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے اور دیکھا کہ حضرت خواجہ ذکرِ جہری شاعِل ہیں۔ جب آپ نفی کرتے تھے (یعنی اِکالا اللہ کہتے تھے) تو کھڑے ہو جاتے اور جب اثبات کرتے تھے (یعنی اِکالا اللہ کہتے تھے) تو بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ ذکرِ حدادی تھا (جسے ذکرِ آہ بھی کہتے ہیں) نیز فرمایا کہ جب مولوی حافظ خواجہ اندر داخل ہوئے۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر حضرت اقدس نے پیچھے دیکھ کر فرمایا کون ہے؟ انہوں نے کہا خواجہ ہے۔ اُن حضرت نے پوچھا کون خواجہ؟ عرض کیا کہ آپ کا شاگرد خواجہ۔ فرمایا کون شاگرد؟ جب مولوی صاحب نے یہ حال دیکھا تو ڈر کے مارے باہر آگئے۔ اسی دن سے وہ تپِ دق میں مبتلا ہو گئے۔ ایک دن انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں آکر وہی واقعہ بیان کیا اور بہت عجز و نیاز سے معافی کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ اُسندہ خیال رکھنا چاہیے۔ ایسے وقت میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ اس وقت آپ نے دعا کی اور ان کو تپِ دق سے شفا کامل نصیب ہوئی۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا کہ قبلہ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی حافظ خواجہ کو میاں جی غلام رسول نے بددعا کی تھی۔ اسی وجہ سے مولوی صاحب تپِ دق میں مبتلا ہوئے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ پہلی بار اسی سبب سے ان کو تپِ دق ہوا تھا اور شفا یاب ہوئے۔ دوسری دفعہ میانجی غلام رسول کی بددعا سے دق میں مبتلا ہوئے لیکن شفا یاب نہ ہو سکے۔

**مناخ کی خلوت خاص میں جانا بے ادبی ہے** | اس کے بعد فرمایا کہ میانجی غلام محمد پشاور می کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت فخرالاولیاء وظیفہ فخر میں مشغول تھے۔ میں کسی کام کی خاطر دروازہ کھول کر اندر گیا۔ آپ شاعِل تھے۔ میں نے آواز دی۔ آپ نے جواب نہ دیا۔

میں نے دوبارہ عرض کیا۔ آپ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ آپ کسی قدر بہرے ہیں اس لئے آواز نہیں سن رہے، اس لئے میں نے جرات کر کے اس حضرت کے کندھوں کو پکڑ کر ہلایا۔ جونہی میں نے یہ کام کیا آپ زمین پر گر پڑے اور جسم میں کوئی حس و حرکت نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روح پرواز کر چکی ہے۔ یہ دیکھ کر میں بہت پریشان ہوا اور دوبارہ آپ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر پہلے کی طرح بٹھا دیا اور ڈر کے مارے حجرے سے باہر چلا آیا۔ جب میں اپنے مقام پر پہنچا تو میں بے حد غائف اور پشیمان تھا اور بچوں کو پڑھانے کو جی نہیں چاہتا تھا نہ کسی اور کام میں دل لگتا تھا۔ مجھے اس بات کا انتظار تھا کہ اب کیا ہوگا۔ جو شخص آتا تھا میں اس سے دریافت کرتا تھا کہ آیا حضرت اقدس ذلیفہ سے فارغ ہو چکے ہیں یا نہیں۔ آخر چاشت کے وقت کسی نے خبر دی کہ اب حضرت اقدس باہر تشریف رکھتے ہیں۔ یہ سن کر مجھے تسلی ہوئی۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے شیخ حضرت فخر الاولیاء، ذلیفہ فخر میں کافی وقت لگاتے تھے۔ طلوع آفتاب سے لے کر چاشت تک تقریباً سواپہر آپ و ظائف میں مشغول رہتے تھے۔ جب آپ نے اپنی دختر نیک خرم کا عقد نکاح میاں عبدالغفور کے ساتھ کر رہے تھے تو آپ نے اپنے خادم خاص میاں خجیے کو میرے پاس بھیجا کہ اُسے بلا لاؤ۔ جب ہم نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ اپنے ذلیفہ میں مشغول تھے۔ ہم دونوں جا کر حجرے کے اندر بیٹھ گئے اس وقت یہاں خجیے نے عرض کیا کہ حضور صاحبزادہ صاحب اُٹے ہیں۔ لیکن کمال استغراق کی وجہ سے آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ میاں خجیے نے دوبارہ عرض کیا۔ اس پر حضرت اقدس نے بہت کوشش کے بعد رخ مبارک ہماری طرف کیا اور گوشہ چشم سے دیکھ کر قدرے لب کشائی بھی فرمائی لیکن کوئی لفظ منہ سے نہ نکل سکا اور آپ پھر بحر شہود اور وحدت میں مستغرق ہو گئے۔ میاں خجیے نے پھر عرض کیا تو پھر بھی آپ کی وہی حالت ہوئی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کی



آنکھیں بالکل سرخ تھیں۔ سیری بار معلوم نہیں خود متوجہ ہوئے یا میاں جیسے نے آواز دی تھی۔ بحر حال آپ نے فرمایا کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح میاں عبدالغفور کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے دوسرے کسی شخص کو نہیں بلایا اور نہ کسی کے ساتھ میں نے مشورہ کیا ہے کیونکہ مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف تجھے بلایا ہے میں نے دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ حضور کی جو اپنی مرضی ہو مجھے منظور ہے اور میں بالکل خوش ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ باہر جاؤ اور کام کرو۔ مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور برادری میں جا بیٹھو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے یہ تو نہیں پوچھا کہ برادری میں جا بیٹھوں یا کیا کروں۔ آپ نے فرمایا بحر حال جاؤ۔ آخر میں برادری میں جا بیٹھا اور شادی کی تمام رسومات میں حصہ لیا۔ لیکن آنحضرت کافی دیر تک مشغول رہے۔ چنانچہ میں نے واپس جا کر دیکھا تو آپ ابھی تک مشغول تھے۔ جب آپ فارغ ہو کر باہر تشریف لائے تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تو یہاں بیٹھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ اگر آپ جمع کا صیغہ استعمال کرتے تو بیشک میں جھوٹ بولتا۔ لیکن آپ نے واحد حاضر کا صیغہ استعمال کیا تو میرا جواب جھوٹ نہ تھا۔

## مقبول بوقت ظہر روز پنجشنبہ ۱۶ رمضان المبارک سال مذکور

اس بات پر گفتگو ہو رہی تھی کہ بعض سادات مخدوم زادگان ادھر ادھر پیر کرتے رہتے ہیں اور یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہم فلاں سید فلاں مخدوم اور فلاں شیخ کی اولاد ہیں اور بڑی جاہ و حشمت سے اپنے فقرو درویش کا اہلکار کر کے لوگوں کو مرید کرتے ہیں اور روپیہ پیسہ بناتے ہیں، آیا ان کی بیعت صحیح ہے یا نہیں حضرت خواجہ صاحب علیہ رحمۃ نے فرمایا کہ میں نے داؤد خان سے سنا ہے کہ ایک دن میں حضرت قبلہ محبوب الہیؒ سے عرض کیا کہ قبلہ بعض سادات اور پیر زادگان اگرچہ فقرو ولایت سے خالی ہوتے ہیں لوگوں کو بیعت کرتے رہتے ہیں، آیا ان کی بیعت

صحیح ہے یا غلط۔ حضرت محبوب الہیؑ نے فرمایا کہ اگر آخر کار ان کا سلسلہ کسی ولی کامل مکمل سے چلے جائے جیسے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ، حضرت سید جلال الدین اوجھیؒ اور حضرت غوث الاعظمؒ سے تو میرا خیال ہے کہ بیعت صحیح ہے اس کے بعد فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنے قعیدہ میں فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی بیعت و ارادت میرے ساتھ منسوب کرتا ہے تو وہ میری بیعت اور ذمہ داری میں آجاتا ہے۔

**بیعت کے وقت بال کاٹنا** | اس کے بعد احقر نے دریافت کہ یہ جو بعض لوگ بیعت کرتے وقت تیغی سے سر کے کچھ بال کاٹتے ہیں۔ لیکن ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیتے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا بال یہ بھی بیعت کی ایک قسم ہے۔ بیعت کے دو اقسام ہیں ایک ہاتھ سے بیعت کی جاتی ہے اور یہ مشائخ عظام کا طریقہ ہے۔ دوسری بال کاٹنے کی جاتی ہے۔ یہ بھی بعض مشائخ کا دستور رہا ہے لیکن اکثر مشائخ ہاتھ سے بیعت کرتے ہیں۔ اس پر احقر نے عرض کیا کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بال کاٹنے کا طریق ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صحابہ کرام کی روایت سے ہاتھ سے بیعت کا طریقہ احادیث سے ثابت ہے لیکن صحابہ کی روایت سے بال کاٹنے کا طریقہ ثابت نہیں ہے۔ لیکن مشائخ مشام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، ہمارے نزدیک ہاتھ سے بیعت کرنا صحیح تر ہے۔

## مقبول اس بوقت ظہر و زوال ۲۵ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ مبارک سال کو

اُس وقت قوال عمر حیات اور اس کی پارٹی کے لوگ جمع ہوئے و سامان حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور لبنت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی میں مشکوٰۃ شریف کا درس دیتا ہوں تم لوگ باہر جا کر ڈیوڑھی پر گاؤ، میں یہاں سے سنتا



رہوں گا اور یہ جو پانچ روپے تمہارا معمول ہے ابھی لے لو۔ یہ پانچ روپے  
حضرت فخرالادلیاءؒ نے تمہارے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ اُن کے زمانے میں چھوٹے  
تھے اور اب بڑے روپے آگئے ہیں۔ قوالوں نے نذر بردار خادم سے پانچ روپے  
لئے اور ڈیوڑھی معاً پر جا کر کانے لگے۔ اس کے بعد ایک خادمہ نے آکر  
عرض کی کہ قبلہ حضرت بی بی صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں قوالوں کو ہر سال کچھ رقم  
دیتی ہوں۔ لیکن یہ یاد نہیں رہا۔ مجھے یاد دلائیں۔ آپ نے فرمایا مین چار روپے ہیں  
بے ادبانہ کلام پر غصہ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت فخرالادلیاءؒ کے زمانے  
میں سنت کے روزہ محل میں محفل سماع قائم ہوتی  
تھی۔ یہ سن کر میاں محمد یعقوب نے تعجب سے کہا کہ عجیب چرچہ ہوتا ہو گا۔  
اس بات سے حضرت اقدس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور غصے میں آکر فرمایا کہ  
چرچہ کہنا کمال ہے ادبی ہے۔ آپ نے یہ الفاظ دو دفعہ دہرائے اور خاموش  
ہو کر بیٹھ گئے۔ اس سے ساری مجلس پر خوف طاری ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد  
در محمد خان بزدار نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبلہ اب حضور کے کرم سے گل محمد  
خان کو شفا کامل حاصل ہو گئی ہے۔ ہم غلام اجازت طلب کرتے ہیں اور یہ  
بھی عرض ہے کہ کب رخصت ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر عید الفطر جمعرات  
کے دن ہوگی تو تمہیں ہفتہ کے دن جانا چاہیے۔ اگر عید جمعہ کے دن ہے  
تو تب بھی تمہیں ہفتہ کے دن جانا چاہیے۔ اس لئے کہ بکرة السبت مبارک  
رہفتہ کی صبح مبارک ہے۔

## مقبول اس بوقت ظہر و چہرہ چشتیہ رمضان سال مذکور

احقر نے تصحیح کے لئے مقابیس پیش کئے۔ آپ نے حرف بحرف سننے  
اور خوش ہوئے۔ بعض مقامات پر ہنس بھی دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم نے

تمام لائحہ جامی کی شرح لکھ لی ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ حضور کا کرم ہے  
بندہ کیا چیز ہے۔

## مقبولہ سلسلہ بوقت ظہر و چہار شنبہ شوال سال مذکور

شاخ کی خدمت میں بیٹھے وظیفہ پڑھنا | احقر نے مقابیس المجالس  
برائے تصحیح پیش کئے، اس  
کئے۔ اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ جب کوئی مرید اپنے پیر کی خدمت میں بیٹھا  
ہو اور وہ وقت مرید کے وظیفہ پڑھنے کا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے آیا وہ  
صرف زیارت کر کے وظیفہ میں مشغول ہو جائے یا وظیفہ ترک کر دے یا زیارت  
بھی کرے اور وظیفہ بھی پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مرید جسے پیر کی زیارت مشکل  
ہے اور کبھی کبھی میسر آئے تو اُسے چاہئے کہ وظیفہ ترک کر کے کسی دوسرے  
وقت میں پڑھے اور سارا وقت پیر کی صحبت میں بسر کرے کیونکہ اس دولت کی  
قضا ہرگز نہیں ہے اور وہ مرید جو ہر وقت پیر کے حضور میں رہتا ہے یا اکثر  
اوقات بغیر مشکل اُسے پیر کی زیارت نصیب ہوتی رہتی ہے اس کے لئے لازم  
ہے کہ وظیفہ بھی پڑھے اور زیارت میں بھی مشغول رہے۔

## مقبولہ سلسلہ بوقت ظہر و چہار شنبہ شوال سال مذکور

حضرت اقدس کے متعلق قصیدہ | حاجی عمر خان شاد نے مولوی کرم بخش  
شاعر ساکن ضلع مظفر گڑھ کے یہ اشعار  
پڑھے جو انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کی مدحت میں لکھے ہیں حضرت اقدس  
سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا شاعر ہے خوب کہا ہے۔ اشعار یہ ہیں



بنام شایسته پادشاه پرستان  
 شهید حالت غمزه شهیدان  
 فسوں آموز چشم فتنه جویان  
 نمک پاش جراح فتنه جانان  
 سیاهی بخش لیلی زلف لیلی  
 لب شیریں را شیریں داد  
 غمزه غمزه را لوک سنان کرد  
 بحال خسته گان رحمت چو انداخت  
 فدیہ منفرد از ماسوی اللہ  
 طبیب درد دہائے شکستہ  
 لب گل برگ او با و نسیم است  
 تبسم ابتسام غنچہ دل  
 اگر بہ سنگ نظرش جلوہ گر شد  
 ز بہر گم رہاں خضر زمان است  
 گلستان حقائق را نہالے  
 زمین زریں گین نقش نامش  
 بہ بخش گوئے از عالم ربودہ  
 گفت دستش محاب فضل باری  
 از روشن دلال نزدیک دم دور  
 ازاں جملہ درج طریقت  
 عمر خاں آنکہ شاید شاہد اوست  
 زبان در وصف خواجہ چو کشاید  
 بہ یمن نعمہ فرخندہ بیل  
 عنایت کن کریم بے نور را

نشاط نشہ دیدار مستان  
 مراد خاطر دلبر میدان  
 چراغ افروز حسن ماہریان  
 ز شیرین خندہ شکر دہانان  
 کز دوش در روز مجنوں ہچو بیل  
 ز شورش جان شیریں داد فریاد  
 ہزاراں زخم در دہایاں کرد  
 مسح وقت را رایت بر فراخت  
 سراسر سر حق را سرش آگاہ  
 شکست رنگہا زورنگ بستہ  
 کف صد برگ او ابر کریم بخش  
 تکلم انفتاح عفتہ مشکل  
 گہر شد لعل شد یاقوت تر شد  
 چہ گویم خضر کہ قطب جہان است  
 وجودش یا مگر طوبی مثالے  
 بدین گردندگی افلاک رامش  
 بچودش نام حاتم طے نمودہ  
 وز و صد چشمہ امید جاری  
 شدہ پُر نور چون کوئوئے منشور  
 ہمایوں اختر برج حقیقت  
 چو شاہد خلق و خلقش جلہ نیکوست  
 چو بیل بر گل تازہ سر دید  
 ز فیض التفات لطف ای گل  
 گرامی نعمت وصل دل آراء

## مقبول کس بوقت وال وزیرک شنبہ اشوال سال مذکور

زمین گول ہے | احقر نے تصحیح کے لئے مقابیس پیش کئے۔ حضرت اقدس لفظ بلفظ سن کر مطمئن ہوئے۔ اس کے بعد کسی نے

دریافت کیا کہ اس جگہ سے جہاں ہم بیٹھے ہیں زمین مشرق کی طرف زیادہ ہے یا مغرب کی طرف۔ حضرت اقدس نے جہنم کرتے ہوئے فرمایا کہ زمین کو جس طرح تم جانتے ہو میں نہیں جانتا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ جس جگہ انگلی رکھو وہی اس کا وسط ہے۔ اس وجہ سے کہ زمین ایک کرۂ کی شکل ہے (یعنی گول ہے) اگر بالفرض ایک آدمی یہاں سے مغرب کی طرف روانہ ہو جائے اور دوسرا مشرق کی طرف جائے تو رفتہ رفتہ دونوں کی ملاقات ہو جائے گی لیکن تم زمین کو مسطح (ہموار) جانتے ہو۔ لہذا تمہارے جاننے میں اور میرے جاننے میں بہت فرق ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ملک امریکہ ہمارے نیچے ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس وقت امریکہ میں غروب ہوتا ہے اور ہمارا غروب ان کا طلوع ہے۔ ہمارے ہاں جب دن میں دوپہر کا وقت ہوتا ہے امریکہ میں آدھی رات کا وقت ہوتا ہے اور ہماری آدھی کے ان کا نصف النہار ہوتا ہے۔

زمین کا قطر اور محیط | اس کے بعد فرمایا کہ زمین کا قطر آٹھ ہزار میل ہے اور محیط پچیس ہزار میل اس کے بعد فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا معاملہ

کوئی نہیں جانتا۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ اس کمرے میں کہ جس میں ہم بیٹھے ہیں کئی ہزار جہاں آباد ہیں

لے آپ کا یہ فرمان کہ اس کمرے میں کئی ہزار جہاں ہیں۔ بالکل صحیح ہے۔ عرقلہ کا قول ہے کہ مقام توحید میں مکان و زمان کی قید ختم ہو جاتی ہے اور ہر جگہ ہر چیز ہوتی ہے۔ لہذا بہشت بھی (باقی اگلے صفحے کے نیچے)



اس کے بعد حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ قبلہ یہ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گزرے ہیں اور ان کی امتیں کون کونسی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کے انوار موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کی امتیں موجود ہیں۔ چنانچہ مسلمان حضرت محمد مصطفیٰ صلعم، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مجوسی (آتش پرست) زرتشت کی امت میں سے ہیں۔ ہندو کرشن جی صاحب کی امت ہیں۔ اور چین ماچین کے لوگ بدھ جی کی امت ہیں۔

## مقبول بوقت والے در پختہ سوال و جواب

تہایت مقام فقراء [ اولیاء کرام کے آخری مقام کا ذکر ہو رہا تھا حضرت اقدس نے فرمایا کہ تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ مقام فقر و ولایت کی انتہا حیرت ہے۔ بعض کے نزدیک توحید آخری مقام ہے۔

(گوتہ سے پیوستہ) یہ ہے، دوزخ بھی یہی ہے۔ عالم ملکوت بھی یہی ہے۔ عالم جبر اور عالم لاہوت بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے اور تمام ارجاع بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ سارا جگہ اسکان و زمان ہے۔ لامکان میں ہر چیز ہر جگہ ہے۔ لہ ولایت کے انتہائی مقام کے متعلق اختلاف صرف نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں ہے۔ زیادہ تر یہ اختلاف طائفہ جنیدیہ اور طیفوریہ یعنی حضرت بایزید بسطامی کے گروہ کے درمیان رہا ہے۔ طیفوری کہتے ہیں کہ فنا آخری مقام ہے جس میں حیرت ہی حیرت ہے۔ جنیدی کہتے ہیں کہ بقا باللہ آخری مقام ہے جہاں ساکب فنا کی محویت اور استغراق۔ نکلی کر دوئی میں آتا ہے اور صوم و صلوات کے علاوہ دیگر فرائض منصبی ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے اور یہی (باقی اگلے صفحہ پر)

مقام ذات میں کرامات کا ظہور کم ہوتا ہے | اس کے بعد فرمایا کہ جو ولی اللہ آخری مقام (یعنی فنا فی اللہ) پر پہنچ جاتے ہیں اُن سے تصرفات ترک ہو جاتے ہیں

اگلا شتہ سے پیوستہ امتیازی شان ہے۔ امت محمدیہ کی کیونکہ دوسرے مذاہب میں مقام فنا میں ہمیشہ کے لئے رہ جانا بشریت کا آخری مقام ہے۔ لیکن امت محمدیہ میں بشریت کا عروج فنا کی مستی سے نکل کر عبدیت اور دوئی کے مقام ہو کر رہا ہے۔ اس مقام کے متعلق حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کے کلام (توڑیں جو دریا نوش ہیں۔ پُر جوش تھی خاموشی ہیں۔ اسرار دے سر پوش ہیں۔ حامت رہن مارین شبک) کا اشارہ ہے۔ یعنی فنایت کی سرستوں کے باوجود وہ مقام تکوین میں نہیں ہوتے بلکہ ان کا مقام تکوین ہوتا ہے اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ رہ کر تمام فرائض منصبی ادا کرتے ہیں۔ جو حضرات فنایت کے استغراق میں مست رہتے ہیں۔ ان کو تصوف کی اصطلاح میں ابن الحمال کہا جاتا ہے لیکن جو استغراق اور محویت سے نکل کر دوئی اور کثرت میں واپس آجانے کی قوت رکھتے ہیں ان کو ابو الحمال کہتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حامت رہن مارن نہ یک یعنی انا الحق اور سبحانی ما اعظم شأنی کفرے نہیں لگاتے۔ یاد رہے کہ جو گروہ صوفیا تو حید اور فنا کو آخری مقام قرار دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ بقا باللہ اور عبدیت یعنی دوئی کے مقام سے محروم نہیں ہوتے بلکہ ضرور ہوتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ علمی بحث میں گروہ جنیدی نزول کو بلند ترین مقام قرار دیتے ہیں اور طیفوری حضرات اگرچہ بقا باللہ سے پہرہ درپوش ہیں لیکن علمی مباحث میں فنا کو آخری مقام قرار دیتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ نزول اور بقا باللہ یا فرق بعد میں جمع تو نیچے اتر آئے گا نام ہے۔ بلند مقام تو وہی عروجی کیفیت ہی رہا۔ غرضیکہ یہ نزاع لفظی ہے۔ حقیقی نزاع نہیں ہے۔



اور کرامات ظاہر نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین سے کرامات کا بہت کم ظہور ہوا ہے۔ لیکن چونکہ حضرت فاروق اعظمؓ کے مزاج میں قدرے جلال تھا۔ ایک دفعہ آپ سے یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ قیصر روم کو آپ نے بے وقوف بنایا۔ دوسری کرامت آپ نے ظاہر ہوئی کہ مسجد نبویؐ میں منبر پر کھڑے ہوئے دور دراز ممالک میں اسلامی فوج کی نقل و حرکت دیکھ کر "یا ساریتہ الجبل الجبل" (اے ساریہ پہاڑ کو لازم پکڑو) کا حکم صادر فرمایا۔ یہ کرامت کتب حدیث میں بھی اچکی ہے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ وہاں بہت تھے اور طعام قلیل تھا۔ لیکن انہوں نے کھانا شروع کیا تو سب سیر ہو گئے اور اُسی طرح باقی تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تیرے طعام میں برکت دی،

**کشف کرامات مقام صفات ہے** | اس کے بعد فرمایا کہ جب ولی اللہ ولایت کے انتہائی

مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو تجلی ذات میں متفرق ہو جاتے ہیں۔ وہاں تصرفات اور کشف و کرامات بند ہو جاتے ہیں۔ تصرفات اور کرامات کا ظہور یعنی غیب کی چیزوں سے مطلع ہونا وغیرہ تجلی صفات کی وجہ سے ہوتا ہے اور مقام صفات، مقام ذات سے نیچے ہے۔ چنانچہ واقعہ مشہور ہے کہ فیروز شاہ (تغلق) بادشاہ دہلی اولیاء اور فقراء کا معتقد تھا خاص کر وہ محدوم العالم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کا بے حد عقیدت مند تھا۔ ایک دفعہ وہ حضرت شیخ کو اپنے ہمراہ لایا۔ ہانسی پہنچ حضرت خواجہ نصیر الدینؒ، حضرت مولانا قطب الدین منوّرؒ سے ملاقات کی خاطر ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ دونوں بزرگ یکجا بیٹھے تھے کہ قاصد نے آکر بتایا کہ بادشاہ ملاقات کے لئے آ رہا ہے۔ حضرت خواجہ نصیر الدینؒ نے اس خیال سے کہ بادشاہ کے آنے سے مخلوقات کا ہجوم ہو جائے گا۔ حضرت خواجہ قطب الدین منوّرؒ

سے اجازت چاہی لیکن انہوں نے اجازت نہ دی۔ لیکن پھر بھی آپ اٹھ کر روانہ ہو گئے۔ راستے میں بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں اس نیت سے آیا ہوں کہ دونوں بزرگان یکجا بیٹھے ہیں۔ دونوں کی یکجہاز یارت سے دگنی برکت ہو گئی۔ آپ واپس چلیں۔ چنانچہ بادشاہ کے مجبور کرنے پر آپ واپس آ گئے اور دونوں بزرگان ایک ہی سجادہ پر بیٹھ گئے۔ بادشاہ بھی شریک رہا جب مجلس برخواست ہوئی تو مولانا قطب الدین منور نے فرمایا کہ مخدوم عالم اب الوداع۔ بادشاہ کے عرض کیا کہ "اب" کے کیا معنی؟ حضرت خواجہ نصیر الدین نے فرمایا کہ آپ کے آنے سے پہلے میں نے ان کو الوداع کہا تھا لیکن انہوں نے مجھے الوداع نہیں کہا تھا۔ کیونکہ آپ کو روشن ضمیری سے معلوم ہو گیا تھا کہ میں نے واپس آ جانا ہے۔ اس لئے دوسری ملاقات کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب الوداع۔ بادشاہ نے عرض کیا کہ اُن کو دوسری ملاقات کا کسے علم ہو گیا اور آپ کو یہ علم کیوں نہ ہوا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ یہ ان کی ولایت ہے اور ہر شخص اپنی ولایت کو خوب جانتا ہے۔ چونکہ بادشاہ کے معیار کے مطابق یہ جواب کافی تھا وہ سن کر خوش ہوا۔ لیکن جب سید محمد جعفر کی لے جو حضرت مخدوم کے مریدان خاص میں سے تھے خلوت میں وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ تجلی ذات میں تھا۔ مجھے عالم غیب کے واقعات کا کوئی علم نہ تھا اور مولانا قطب الدین تجلی صفات تھے۔ ان کو اخبار و واقعات جہاں کا پورا علم تھا۔

لے اسی طرح حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ ہے۔ مفسرین قرآن حیران ہیں کہ ایک نبی وقت کس طرح ایک ولی کے زیر ہدایت کام کر سکتا ہے جیسا کہ سورۃ کہف میں درج ہے۔ لیکن اولیائے کلام یہی جواب دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مقام ذات میں تھے اور حضرت خضرؑ مقام صفات میں۔ اس لئے ان سے کشف و کرامات صادر ہو رہے تھے۔ لیکن حضرت موسیٰؑ اُن سے جھڑکیاں کھا رہے تھے۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر (باقہ اگلے صفحے کے ساتھ)



## سیرت خلفاء حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ کے خلفاء

کی سیرت کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ خلیفہ میاں احمد یار نے کہا ہے کہ حضرت محبوب الہی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سلطان الاولیاء کے خلفاء میں سے خلیفہ شرف الدین صاحب پرارویؒ کی طرح کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت محبوب الہیؒ کا خان بیلہ سے گذر ہوا۔ عصر کا وقت تھا۔ آپ نے نماز مولوی سلطان محمود صاحب کے مکان پر ادا کی اور مولوی صاحب سے رخصت ہو کر چاچڑاں کی طرف روانہ ہوئے مولوی صاحب نے ہرگز رات ٹھہرنے کی دعوت نہ دی۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ اب شام ہو گئی ہے، جانے کا وقت نہیں ہے۔ رات یہاں بسر کر کے صبح سویرے جا سکتے ہیں۔ بعض لوگوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ حیرت کی بات ہے کہ اس قدر شہنشاہ آپ کے گھر پر تشریف لائے ہیں اور آپ نے ٹھہرنے کی دعوت نہیں دی۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ تو گھر کے مالک تھے۔ کوئی گھر کے مالک کو بھی دعوت دیتا ہے کہ اپنے گھر میں ٹھہرو۔ گھر کے مالک کو اختیار ہے کہ جو چاہے کرے (کیا ہی اچھا اور صحیح جواب ہے سبحان اللہ اولیاء اللہ کا نقطہ نظر کس قدر بلند ہوتا ہے۔)

(گذشتہ سے پیوستہ) جب حضرت موسیٰؑ نے بادشاہ رب العزت میں عرض کیا کہ میری بجائے میرے بھائی ہارونؑ کو فرعون کے پاس بھیجا جائے تو علمائے ظاہر کے نزدیک یہ ایک قسم کی پہلو تھی نظر آتی ہے لیکن عارفین یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام مقام ذات میں تھے اور حضرت ہارونؑ مقام صفات میں تجلی ذات کے استغراق و محویت کی وجہ سے انہوں نے حضرت ہارونؑ کو زیادہ موزوں سمجھا۔ لیکن آج کل جس بزرگ سے کثرت و کمالات زیادہ ظاہر ہوں لوگ انہی کو زیادہ کامل سمجھتے ہیں۔ یہ غلط فہم ہے۔

اپنے بیٹے کو پیر کے بیٹے پر قربان کر دیا

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ

حضرت قبلہ فخر الاولیاء کے ایک

آبہ (پھوپھا) جدری پورے جوش سے نکل آیا اور تھوڑا سا ظاہر ہو کر سیاہ ہو گیا اور اندر کی طرف گوشت کھانے لگا۔ اس سے سب کو مایوسی ہوئی کیونکہ یہ بڑی مہنگ چیز تھی۔ حضرت قبلہ محبوب الہیؒ بھی مغموم ہوئے۔ اس آئینہ انہوں نے ایک مراسلہ خلیفہ شرف الدین یراروی کے نام لکھ کر خادم کو ان کے پاس بھیجا۔ خلیفہ صاحب مراسلہ پڑھتے ہی ٹھوڑے پر سوار ہو پڑے اور یہاں پہنچ گئے۔ حضرت محبوب الہیؒ نے فوراً پردہ کرایا اور ان کو حویلی کے اندر روانہ فرمایا اور خود بدولت باہر آکر بیٹھ گئے۔ جب خلیفہ صاحب حضرت فخر الاولیاء کے سامنے بیٹھے تو ان کو معلوم ہو گیا کہ زندگی سے مایوسی ہے اور عوض دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہاں بیٹھے ہوئے اپنے فرزند میاں نشر الدین کو جو ایک صالح عالم تھے حضرت فخر الاولیاء کے عوض دے دیا اور اٹھ کر واپس آگئے۔ چونکہ حضرت محبوب الہیؒ باہر سخت منتظر بیٹھے تھے۔ آپ نے ان کو دیکھتے ہی پوچھا کہ کیا حال ہے۔ خلیفہ صاحب نے کہا کہ اگرچہ زندگی سے مایوسی تھی لیکن اب تسلی کر رہی سب خیریت ہے۔ اس کے بعد حضرت فخر الاولیاء کو شفا کامل ہو گئی اور میاں نشر الدین تپ دق میں مبتلا ہو گئے۔ وہ روزانہ اپنے والد بزرگوار سے عرض کرتے تھے کہ علاج کرائیں۔ شفقتِ پدری کی وجہ سے آپ کوئی نہ کوئی علاج کرتے تھے اور گاہے بگاہے کوئی تعوید اور دعا بھی دے دیتے تھے۔ آخر ایک رات حضرت خواجہ بزرگ خواجہ اجیری قدس سرہ نے خواب میں فرمایا کہ بابا نشر الدین تمہارے والد نے یہ معاملہ کیا ہے۔ تمہارے والد کیسے شخ زائے ہیں اور تمہاری زندگی ان کے عوض دے دی ہے۔ میاں نشر الدین نے بیدار ہو کر اپنے والد کو خواب کا حال بتایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے پسر نیک اختر شکر بجا لاؤ کہ تم اپنے مامک کے کام آگئے ہو۔ اس سے وہ بھی راضی ہو گئے اور جان دینا



منظور کر لیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ بعض اوقات کامل اولیاء کرام کے ساتھ یہ اتفاق ہو جاتا ہے کہ عوض دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔ اپنی عبادت اور اعمال پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ محض فضل ربی اور اس کی رحمت کام آتی ہے۔ اگر ہم عوام الناس ایمان سلامت لے جائیں تو بڑی غنیمت ہے

حضرت جنیدؒ دو رکعت تہجد کی وجہ سے بخشتے گئے | اس کے بعد فرمایا کہ شیخ جنید کتنے بڑے

بزرگ ہیں لیکن وصال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے تو فرمایا کہ تصوف کی باتیں میرے کوڑی بھر کام نہ آئیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جنید ہم نے دو رکعت تہجد کی وجہ سے جو تم پڑھتے تھے تجھے بخش دیا ہے۔

حضرت بایزیدؒ بسطامی کو تنبیہ | اس کے بعد فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ بسطامی کس قدر ضرب النمل شیخ ہیں۔ جب آپ کا

وصال ہوا تو حق تعالیٰ نے پوچھا کہ بایزیدؒ ہماری جناب میں کیا لائے ہو۔ انہوں نے عرض کیا تو حق تعالیٰ سبحانہ کی توحید لایا ہوں۔ فرمایا کہ "اذا کبر لیلة اللیلین" (دودھ کی رات یاد کر) انہوں نے عرض کیا کہ خداوند میں نے چالیس سال روزہ رکھا ہے۔ آواز آئی کہ تم نے فلاں کام کیا تھا تمہارے روزے اُدھر گئے۔ عرض کیا خداوند میں نے چالیس سال عبادت کی ہے۔ آواز آئی کہ تم نے فلاں کام کیا تھا ساری

لے دودھ کی کا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات آپ نے دودھ پیا تو پیٹ میں درد پیدا ہوا کسی نے وجہ پوچھی تو آپ نے کہا کہ دودھ پینے سے درد پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم توحید کا دعویٰ کرتے ہو کیا یہ شرک نہیں ہے کہ بیماری میں دوا اور تم یہ کہو کہ دودھ پینے کی وجہ سے بیمار ہوا ہوں۔

عبادت اس کے عوض گئی۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شمس العارفین خواجہ  
**حضرت خواجہ بزرگ کا وصال** معین الدین اجمیری قدس سرہ نے وصال

سے پہلے اپنے صاحبزادگان کو حکم دیا تھا کہ جب میں اس دارِ فانی سے چلا جاؤں تو جب  
 تک خواجہ قطب الدین ہاشمی نہ آئیں میری تجہیز و تکفین نہ کرنا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو حضرت  
 خواجہ قطب الدین قدس سرہ کو دہلی میں علم ہو گیا۔ آپ اس وقت روانہ ہو پڑے اور  
 پانچویں دن اجمیر شریف پہنچے ہی پہلے یہ پوچھا کہ میرے شیخ کا خاتمہ کس طرح ہوا ہے  
 لوگوں نے عرض کیا کہ اندر چل کر دیکھیں۔ جب آپ اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت  
 اقدس کی پیشانی مبارک پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے ”حبیب اللہ مات فی حب اللہ“  
 (یہ اللہ کا دوست ہے جس نے اللہ کی محبت میں جان دی ہے) اس سے حضرت  
 خواجہ قطب الدین قدس سرہ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ کا جسم مبارک فریہ ہو گیا۔  
 اور اس قدر فریہ ہوا کہ جس دروازے سے آپ اندر گئے تھے۔ اس سے اب نکلنا  
 دشوار ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کی موجودگی میں تجہیز و تکفین ہوئی اور نماز جنازہ  
 آپ نے پڑھائی۔

اس کے بعد عیب پوشی کے متعلق گفتگو  
**عیب جوئی سے پرہیز لازمی ہے** ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آدمی

کو چاہیے کہ کسی کی عیب جوئی نہ کرے اور ہر شخص کے ساتھ نیک گمان رکھے اور  
 آئیہ پاک ظن المؤمنین خیراً (مومنوں کا گمان نیک ہونا چاہیے) پر عمل کرے۔ چنانچہ  
 اگر کسی کو گناہ کا کام کرتا دیکھے تو غور سے نہ دیکھے اور تحقیق نہ کرے بلکہ سرسری

لے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلعم کی خدمت میں کسی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں  
 شخص مسجد میں زنا کر رہا ہے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ کو دریافت حال کے لئے بھیجا۔ انہوں  
 نے مسجد میں جا کر آنکھیں بند کر دیں اور واپس چلے آئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت  
 فرمایا کہ علیؓ! ماجر کیا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور میری آنکھوں نے کچھ نہیں دیکھا۔



ڈال کر نکل جائے تاکہ تحقیق نہ ہو سکے۔ اگر کسی شخص کو کسی عورت کے ساتھ دیکھے تو یہ خیال کرے کہ اس کی اپنی بیوی ہوگی۔ لیکن تحقیقات نہ کرے۔ اگر تحقیق مٹا ہوا ہو اور تاویل کی گنجائش نہ ہو تو معاملہ خدائے ستار و غفار کے سپرد کر دے اور کسی شخص کو در سو اور خوار نہ کرے اور لوگوں کے سامنے اس کا راز ناش نہ کرے۔ بلکہ پردہ پوشی سے کام لے۔ اگر کسی شخص کو بھنگ نوشی کرتا دیکھے تو یہ خیال کرے کہ شاید تخم خربوزہ یا کوئی اور چیز رگڑ کر پی رہا ہے۔ تحقیق کی کوشش نہ کرے۔

## مقبول بوقت زوال و رشتہ اشوال

**اہل نسبت** احقر نے عرض کیا کہ حضور اہل نسبت کے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تحقیق توحید علی کو جو توحید کا دوسرا مرتبہ ہے نسبت کہتے ہیں اور صاحب نسبت وہ شخص ہے جس پر یہ نسبت متحقق ہو چکی ہے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور اگر کوئی شخص کافی مدت تک اس نسبت کے ساتھ متحقق رہا ہے اور پھر کسی وجہ سے وہ نسبت ذائل ہو گئی ہو تو کیا اس کو اس سابقہ نسبت کی وجہ سے صاحب نسبت کہا جاسکتا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا بیشک تم درست کہتے ہو کہ بشریت کے سبب اس نسبت کا تحقق اور ذائل ہو سکتا ہے۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ تحقق کے بعد نسبت زائل نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے بزرگوں نے کہا کہ العارف یزنی فی کالبشری (عارف سے زنا ہو سکتا ہے لیکن یا دہی سے محروم نہیں ہو سکتا) اس پر حسن علی شاہ احمد پوری نے دست بستہ عرض کیا کہ قبلہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ زنا کا واقع ہونا عارف سے محال ہے۔ لیکن حق تعالیٰ سے بعد اور دوری اور یاد دہی سے نسیان عارف کے لئے نہ ناسے بھی محال تر ہے حتیٰ کہ اگر عارف کو زنا اور نسیان کے درمیان اختیار دیا جائے کہ ایک کو پسند کر دو تو عارف زنا کو اختیار کر لے گا اور

نیاں و غلفت کو رد و انہیں رکھے گا۔ پس جس طرح عارف سے زنا محال ہے۔  
نیاں از یاد حق محال تر ہے اور عارف سے کبھی واقع نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ  
عبارت العارف یزنی ولا یبسی جواب تعلیق محال ہے۔

## مقبول اس بوقت ابتدائے ہر پختہ سوال

حضرت اقدس کی فراخ دلی | اُس وقت حضرت اقدس نے دلاور خان  
غوری کو جو خادم توشہ دار تھے فرمایا کہ  
جو شکرے بیٹی سے آئے ہیں نیز سیب، پیوندی بیر اور کیلہ لاؤ۔ خادم مذکور  
نے تمام میوہ جات لا کر پیش کئے۔ حضرت اقدس نے ایک شکرہ اٹھا کر سوگھا  
اور اس کی خوشبو سے سرور ہو کر فرمایا کہ پھلوں کی خوشبو میں سے دو چیزوں کی خوشبو  
مجھے زیادہ پسند ہے۔ ایک خوبوزہ کی خوشبو سبحان اللہ سبحان اللہ! دوسری شکرہ کی۔  
اس کے بعد آپ نے ایک شکرہ اٹھایا۔ اس کا چھٹکا اٹک کر کے سوگھا اور حاضرین  
مجلس کو دیدیا۔ خود تناول فرمایا۔ ایک شکرہ آپ نے صرف زبان مبارک سے  
چکھا اور ایک کیلے سے کھجور کے برابر حصہ توڑ کر تناول فرمایا اور خام کو حکم دیا کہ ان  
تمام پھلوں کو چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے حاضرین مجالس میں تقسیم کر دو۔ جو لوگ دانٹوں  
سے محروم ہیں۔ ان کو سخت چیز نہ دینا بلکہ ان کو نرم چیزوں سے دو حصے ملنے چاہئیں  
اس کے بعد ایک طالب علم کو مشکوٰۃ شریف کا درس دیا۔ ایک حدیث شریف میں اس بات  
کا ذکر آیا کہ جو شخص یہ کہے کہ میں نے خواب دیکھا۔ لیکن خواب نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ بول رہا  
ہے تو اس پر عذاب ہوگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت قبلہ سلطان الاولیاء فرمایا کہ  
تھے کہ ”کاذب الرویا“ (جھوٹا خواب بیان کرنے والے) نے آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم پر جھوٹ اور بہتان باندھا ہے۔  
جلد چہارم تمام شد



## جلد پنجم

## مقبول بوقت اشراق بروز شنبہ ۲۲ مارچ ۱۳۱۸ھ

حضرت اقدس، میاں نور احمد بن مولیٰ غلام رسول کو باب مناقب علی رضی اللہ عنہ  
**آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں**  
 سے مشکوٰۃ شریف کا سبق مٹے رہے تھے، جب یہ حدیث پڑھی گئی: عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

حضرت اقدس نے یوں ترجمہ کیا: ”روایت ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے لئے بمنزلہ ہارونؑ ہو، حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح۔ لیکن تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ یعنی تمہارے اور میرے درمیان یہی ہے کہ میں نبی اللہ رسول ہوں، تم نبی نہیں ہو یعنی نبی تمہیں نہیں کہا جاسکتا کیونکہ دائرہ نبوت بجز ختم ہو چکا ہے ورنہ نبوت و رسالت کے علاوہ میرے تمام کمالات تمہارے اندر موجود ہیں۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی: عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن رواہ ترمذی۔ حضرت اقدس نے اس کا ترجمہ یوں فرمایا: ”فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے، یہ اشارہ ہے حضرت علیؑ کی فنا کا حضور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں ذاتا وفعلا ووصفاً اہل علیؑ ہر مومن کے دوست اور محبوب ہیں۔“

لے بعض علما نے اس حدیث کا یہ مطلب لیا ہے کہ حضرت علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ اسی قدر معاون و مددگار ہیں جتنے حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے لئے تھے۔ فرق یہ ہے کہ ہارونؑ نبی تھے اور حضرت علیؑ نبی نہیں۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی: عن حبشی ابن جنانہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی منی وانا من علی ولا یودی عنی الا انا وعلی۔ اس حدیث کا حضرت اقدس نے یوں ترجمہ کیا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور کوئی ادا نہیں کرتا ادا کرنے کی چیز میری طرف سے سوائے میرے یا علی کے۔ آپ نے فرمایا کہ اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین عرب کے ساتھ عہد و پیمان کر رکھا تھا لیکن مشرکین نے عہد شکنی کی، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ تم بھی مشرکین کے ساتھ دُہی سلوک کرو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ برأت میں سے چند آیتیں جو نقص عہد کے تحت ہیں، حضرت ابراہیم صدیق رضی اللہ عنہ کو دے کر حج کے لئے بھیجا اور امیر حج مقرر فرمایا، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دوبارہ وحی نازل ہوئی کہ اس حکم کی تعمیل سولنے آپ کے یا حضرت علی کے اور کوئی نہ کرے۔ اس پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ عربوں میں یہ دستور تھا کہ جب ان کے بائین عہد شکنی اور صلح کے متعلق کوئی اختلاف واقع ہوتا تھا تو تیرا، امیر یا رئیس کے سواے جھگڑا کوئی نہیں چکاتا تھا یا وہ شخص فیصلہ کر سکتا تھا جہاں کا قریبی رشتہ دار ہوتا تھا۔ دوسرے کسی آدمی کو قبول نہیں کیا جاتا تھا اور چونکہ حضرت ابراہیمؑ قرابت اور رشتہ داری میں حضرت علیؑ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بعید تھے اس وجہ سے کہ حضرت علیؑ آنحضرت کے عہد و پیمان تھے اور حضرت ابراہیم صدیقؑ کا سلسلہ چھٹی پشت پر آنحضرت کے عہد و پیمان تھا۔ یعنی حضرت ابراہیم بن عثمان ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تميم بن مرہؑ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی منی وانا من علی ولا یودی عنی الا انا وعلی اور یہ قول دو جہات کی بنا پر ہے۔ ایک حضرت علیؑ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فانی ہونے کی حیثیت سے دوسرے قرابت اور خویشی کے اعتبار سے۔ اس لئے آپ نے حضرت علیؑ کو کوٹھارے مشرکین کے نقص عہد و دیگر احکام سے مطلع فرمایا اور حضرت ابراہیمؑ کے پیچھے بھیجا جب حضرت علیؑ حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچے تو انہوں نے نقص عہد کا معاملہ اور دیگر احکام حضرت علیؑ کے سپرد کر دیے۔ حضرت علیؑ نے یوم نحر عقبہ کے نزدیک ان لوگوں کے سامنے سورۃ برأت



کی آیات تلاوت کیں اور جس کام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مامور تھے ،  
سرانجام دیا۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی : عن ابن عمر قال قال اخي رسول الله صلى الله عليه وسلم بين اصحابك ولم تواخ بيني وبين احد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انت اخي في الدنيا وفي الآخرة رواه ترمذي۔ حضرت اقدس نے اس حدیث کا یوں ترجمہ کیا : جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا تو حضرت علیؑ نے اس حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور عرض کیا یا رسول اللہ اپنے اپنے اصحاب میں اخوت کا رشتہ قائم کیلئے لیکن میرے لئے کوئی بھائی مقرر نہیں فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؑ تو میرا بھائی ہے دنیا و آخرت میں۔ یہ کیا مناسبت ہے کہ تجھے کسی اور کی برادری میں دوں ، تو میری برادری کے قابل ہے۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی : عن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اناد امر الحکمت

**مدینۃ العلم کا مطلب !**

وعلی بابہا۔ رواه ترمذي۔ اس حدیث کا حضرت اقدس نے یوں ترجمہ کیا کہ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حکمت کا عمل ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ انامدینۃ العلم وعلی بابہا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ دار اور مدینہ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہے اور حکمت و علم سے مراد نبوت اور ولایت محمدیؐ ہے کیونکہ تمام اسرار و رموز اور کمالات ولایت حضرت علیؑ کی طرف سے جو دروازہ کی مانند ہی ظہور پذیر ہوئے ہیں ، ظاہر ہے کہ کسی شہر یا سرزمین سے کوئی چیز باہر نہیں آتی سوائے دروازہ کے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت علیؑ تمام ادیان اللہ کے ولی اور پیر ہیں اس وجہ سے کہ تمام روحانی سلاسل کے منبع و مصدر اور منتہا آپ ہیں۔ اگرچہ دیگر صحابہ کرام مثل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ سے بھی سلسلے جاری ہوئے ہیں لیکن پھر وہی سلسلے حضرت علیؑ سے بھی جاری ہوئے ہیں۔

حضرت علیؓ کو دشنام دینے والا کافر ہے

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی: من سبب علیا فسد

مستی۔ حضرت اقدس نے اس کا یوں ترجمہ کیا: ”جو شخص حضرت علیؓ کو گالی دیتا ہے مجھے گالی دیتا ہے“ حضرت اقدس نے فرمایا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے، کافر ہو جاتا ہے۔ چونکہ خارجی لوگ حضرت علیؓ کو گالی دیتے ہیں اس لئے کافر ہیں۔

حدیث من کنت مولا کی تشریح

اس کے بعد ایک اہل حدیث پڑھی گئی جس کا عربی متن طویل ہونے کی وجہ سے بیان نہیں

دیا گیا۔ ترجمہ اردو جو حضرت خواجہ صاحبؒ نے کیا، یہ ہے: روایت ہے حضرت بار روضی اللہ عنہ بن عابد اور زید بن ارقم سے جن کا شمار اصحاب کبار میں ہوتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد مقام غدیر خم پر منزل فرمائی تو حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے میں مومنین کو ان کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں، انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کو اس کی جان سے زیادہ عزیز ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! اس کے بعد فرمایا کہ یا اللہ جس کسی کا میں مولا اور محبوب ہوں، علی بھی اس کا مولا اور دوست ہے۔ یا اللہ جو شخص علیؓ کو محبوب رکھے، تو بھی اسے محبوب رکھ۔ اُنید جو شخص علیؓ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ اور مدد کر اس کی جو مدد کرے علی کی، اور مدد نہ کرے اس کی جو مدد نہ کرے علی کی اور حق پہنچا علیؓ کو جہاں بھی وہ پہنچے۔ یہ حدیث سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مل کر کہا کہ اے ابن ابی طالب! مبارک ہو آپ کو کہ آپ نے صبح کی اور شام کی اور ہو گئے مولا اور محبوب ہر مسلم مرد اور مسلم عورت کے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ کے حق میں اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب یہ ہے کہ حجۃ الوداع سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بنی سوسار کے ساتھ ملک یمن میں تبلیغ دین اور قوانین اسلام نافذ کرنے کے لئے بھیجا تھا، اس وقت حضرت علیؓ کی عمر پچیس سال تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج پر تشریف لے گئے تو حضرت



علیؑ بھی اس وقت یمن سے واپس آکر سامراجرا کہہ سنایا اور عرض کیا کہ میں کے لوگوں نے اسلام قبل کے بیعت کر لی ہے۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ لیکن اس وقت ان کی جماعت کے چند آدمیوں میں یہ سلی نے حضرت علیؑ کی شکایت کی کہ وہ جان بوجہ کی وجہ سے انھوں نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آئی۔ جب حج سے فارغ ہو کر آپ دینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے تو راستے میں غدیر خم کے مقام پر صحابہ کرام کو جمع کر کے اُنہوں کے پاؤں سے ممبر بنا کر آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر یہ حدیث شریف بیان فرمائی اور حضرت علیؑ کی شان، مرتبہ اور اُن کے ساتھ درجہ محبت سے لوگوں کو آگاہ فرمایا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ شیعہ لوگ اس حدیث شریف سے حضرت علیؑ کی امامت ثابت کرتے ہیں اور یہ حدیث ان کے نزدیک حضرت علیؑ کی خلافت کے اثبات میں بھی سب سے زیادہ قوی دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں مولا کے معنی سید، سردار اور لائق امامت کے ہیں۔ مطابق آنحضرت کے قول الست اولیٰ بکم کے مولا کے معنی یہاں ناصر اور محبوب کے نہیں ہیں اور نہ حضرت علیؑ کے حق میں مرت دعاء کرنے کی خاطر صحابہ کرام کو جمع کرنے خلیہ دینے اور تاکید کرنے کی یہ ضرورت تھی۔ کیونکہ تمام صحابہ حضرت علیؑ کو اچھی طرح جانتے تھے۔ لہذا اس قسم کی دعاء دعوت اطاعت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ فرمایا، لیکن ہم شیعوں کے اس قول کو مندرجہ ذیل وجوہات سے رد کرتے ہیں:

وجہ اول، شیعہ حضرات حضرت علیؑ کی امامت ثابت کرنے کے لئے متواتر حدیث کی سند کے بلا اتفاق قائل ہیں۔ لیکن یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے، متواتر بالکل نہیں ہے۔ بخاری اور مسلم شریف اور دیگر کتب حدیث میں اس کا نہ ہونا اور بعض ائمہ حدیث کا اس حدیث پر ہمت نہ کرنا بھی اس کی صحت کی نفی نہیں کرتا۔ لیکن اس حدیث کے متعلق شیعہ حضرات کا متواتر ہونے کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے بلاشبہ امامت کے لئے قیادت کی شرط قائم کی ہے۔ واذافات شروط مشروط (جب شرط ہی نہ رہی تو مشروط یعنی جس کے لئے شرط لگائی جاتی ہے وہ بات بھی نہ رہی)۔

وجہ دوم، یہاں مولا کے معنی سید، سردار، حاکم اور لائق امامت کے نہیں بلکہ اس کے معنی نایم اور محبوب کے ہیں۔ اس وجہ سے کہ لفظ مولا کے کئی معنی ہیں یعنی معنی و متیقن و متصرف فی الامر و ناصر و محبوب و یار، پس ان معنوں میں سے بلا دلیل کوئی معنی منتخب کر لینا درجہ اعتبار سے ماقطع ہے۔ (یعنی غیر مستحکم ہے)۔ لہذا مولا بمعنی امام، محمود، سید، سردار اور لائق امامت خلاف لغت و شریعت ہے اور مولا بمعنی ناصر و محبوب لغت اور شرع دونوں میں ثابت ہے اور حدیث مذکور کے قرینے سے بھی یہی معنی نکلتے ہیں۔ چنانچہ لفظ مولا کا وہ لفظ والی از ولادہ میں موجود ہے۔ کیونکہ وال مشتق ہے ولادے۔ جس کے معنی ہیں دوستی اور محبت، نہ کہ امامت و سیادت۔ پس من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے یہ معنی ہیں کہ جس کا میں محبوب اور دوست ہوں، علی بھی اس کا محبوب اور دوست ہے۔

وجہ سوم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مومنین کے سردار ہیں۔ حتیٰ کہ آپ سید الانبیاء والمرسلین (نبیوں اور رسولوں کے سردار) ہیں۔ اگر حدیث کے معنی یہ رہے جائیں کہ جس کا میں سردار ہوں، اس کا علی بھی سردار ہے تو حضرت علی کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے اور یہ عقلاً و نقلاً صریحی بطلان ہے کیونکہ ولی ہرگز نبی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ چہ جائیکہ ولی نبی سے افضل ہو۔ یہ بات متفق علیہ ہے (سب کا اس پر اتفاق ہے)۔ کہ صحابہ کرام اگرچہ مکمل و اکمل میں بھر بھی ادیاء اللہ ہیں۔ اس لئے ادیاء کی انبیاء پر فضیلت تو صحیح ہے خود انبیاء کے ساتھ مساوات بھی صحیحاً باطل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہاں مولا کے معنی محبوب، دوست اور ناصر کے ہیں نہ کہ امام اور سردار کے، لہذا حدیث: من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے معنی یہ ہونے کہ جس شخص کا میں محبوب، ناصر اور دوست ہوں، علی بھی اس کا محبوب اور دوست ہے۔ نیز اس حدیث کے واو و برنے کی خاص وجہ اسی صحابی پر یہ اسلمی وغیرہ کا حضرت علی کے خلاف شکایت کرنا ہے۔ چنانچہ قرینہ حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ یعنی صحابہ کرام کا جمع کرنا اور حضرت علی کا اہل بیت پر کرنا وغیرہ۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اُمت کے ہر مومنین پر تمام صحابہ کرام کی دوستی اور محبت منصوص علیہ ہے۔ (یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے)۔ پس حضرت علی



کی یہ ایک کم فضیلت اور شرف ہے کہ تمام صحابہ کرام کے لئے ان کی محبت و دوستی مفردی و تدریجی ہے اور اس شرف و فضل کی وجہ سے آپ تمام صحابہ کرام میں ممتاز و منفرد ہو گئے۔ اس سے پہلے صحابہ کرام ایک دوسرے کو پیر نہائی سمجھتے تھے اور اپنے بائیں صرف اسلامی اخوت کے قائل تھے اس حدیث کے درود کے بعد تمام صحابہ حضرت علیؑ کو محبوب رکھنے پر مامور ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہ حدیث سننے ہی حضرت علیؑ سے ملاقات کی اور مبارکباد دی کہ اے ابن ابی طالب! آپ ہمیشہ ہر مومن اور مومنہ کے دوست اور محبوب ہیں۔ اس سے بڑی فضیلت اور شرافت کیا ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد مناقب المشرور میں سے سب سے بڑھا شریف  
**فضیلت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ** کیا جب یہ حدیث پڑھی گئی، عن قیس ابن

ابی حازم قال رأیت ید طلحة سلامتی بہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ الاصلہ رواہ البخاری۔ حضرت اقدس نے اس حدیث کے یوں معنی بیان فرمائے: روایت ہے قیس بن حازم رضی اللہ عنہ سے کہ اکابر تابعین میں سے میں اور بعض لوگ انہیں صحابہ کرام میں شمار کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت طلحہؓ کا ہاتھ دیکھا جو مثل تھا (یعنی بے کار تھا) اور اس ہاتھ سے وہ جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کی ممانعت کر رہے تھے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ چونکہ جنگ احد میں کفار آنحضرت پر حملے کر رہے تھے، حضرت طلحہؓ نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا رکھا تھا۔ حتیٰ کہ تیروں اور تلواروں کی ضربات سے آپ کا ہاتھ بیکار ہو چکا تھا۔ پھر بھی اس سے حملہ آوروں کے حملے روک رہے تھے اور حضرت سرکارِ دو عالم کی ممانعت کر رہے تھے۔ ان کا صرف ایک ہاتھ ہی زخمی نہیں ہوا تھا، سارا جسم زخموں سے چھوڑا تھا۔ چنانچہ آپ کے جسم پر ترائی زخم شامہ کئے گئے۔ لیکن اس کے باوجود آپ آنحضرتؐ کے گرد اگر وہ ڈھال بنے ہوئے تھے اور تیروں اور تلواروں کے زخم کھا رہے تھے۔ اسی نے حضورؐ نے فرمایا "الاحد لطلحة" (احد کا دن طلحہ کے لئے ہے)۔

اس کے بعد ایک حدیث پڑھی گئی جس کا  
**فضیلت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ** ترجمہ حضرت اقدس نے یوں کیا: روایت ہے

حضرت زبیرؓ سے، فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کون ہے جو یہودیوں کے قبیلہ بنی قریظہ (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برسرِ پیکار تھے) کی طرف جائے اور معلومات حاصل کر کے میرے پاس آئے، حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں روانہ ہو گیا اور معلومات حاصل کر کے واپس آگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کا اجر ابی حامی (میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں)۔ اسی پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا، سبحان اللہ کیا شفقت ہے حضرت زبیرؓ پر اور اُن کا مرتبہ کتنا بلند ہے کہ صرف دشمنوں کے پاس جانے اور معلومات لانے پر جناب خاتم النبیین، سیدہ الاولیٰین والاخرین فرما رہے ہیں: خدا کا اجر ابی حامی

فصیلت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ  
اس کے بعد ایک حدیث پر بھی گئی جس کا ترجمہ حضرت اقدس نے یوں فرمایا: روایت ہے حضرت انسؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر اُمت کے لئے ایک امانت دار ہوتا ہے جو حقوق اللہ اور حقوق خلق میں خیانت نہیں کرتا اور اس اُمت کا امانت دار ابو عبیدہ بن جراحؓ ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ یعنی بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کی ہے۔ فرمایا کہ ابو عبیدہؓ کے حق میں یہ الفاظ معمولی نہیں ہیں۔

کیونکہ امانت سے مراد وہی امانت ہے جو  
آیۃ اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ

منہا وحمّلہا الاناس انہ کان ظلوما جہولاً۔ (شرح) ہم نے پیش کی امانت یعنی مرتبہ جاہلیت کے اشارہ ہے صفات ربوبیت و مربوبیت و حقیقت و خلقیت کی طرف آسمانوں پر یعنی عالم علوی یا فرشتوں پر اور زمین پر یعنی عالم سفلی پر اور پہاڑوں پر جس سے مراد وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے۔ لیکن تمام عالم علوی و سفلی نے یہ امانت برداشت کرنے سے انکار کر دیا جو جو فتور و قصور و عدم قابلیت برداشت کے اُردو دگے تمام مظاہر سماوی و ارضی و حیال و غیر مم اس بارگراں سے اُردو اٹھایا اس امانت کو انسان نے جو اس قابلیت اور استعداد کے جو اس کی فطرت میں ہے۔ تحقیق وہ اپنے نفس پر عظم



کرنے والا ہے بلکہ مبادیات اور ریاضات شائق سے کھیلنے والا ہے نفس کا بذریعہ موت کے اور فنا کرنے والا ہے اپنی ذات و صفات کو ذات و صفات حق تعالیٰ میں اود فراموش کرنے والا ہے غیر حق اندر ماسوی اللہ کو۔

**فضیلت عشرہ مبشرہ** اس کے بعد اور حدیث پر بھی گئی، جس کا ترجمہ یہ ہے: روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابو بکرؓ جنتی ہے اور عمرؓ جنتی ہے اور عثمانؓ جنتی ہے اور علیؓ جنتی ہے اور طلحہؓ جنتی ہے اور زبیرؓ جنتی ہے اور عبدالرحمن بن عوفؓ جنتی ہے اور سعد بن ابی وقاصؓ جنتی ہے اور سعید بن زیدؓ جنتی ہے اور عبیدہ بن جراحؓ جنتی ہے۔ روایت کیا اسے ترمذی و ابن ماجہ نے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اسی حدیث سے عشرہ مبشرہ یعنی دس صحابہ کرام کا بہشتی ہونا ثابت ہے۔ عشرہ کے معنی ہیں دس اور مبشرہ کے معنی ہیں بشارت یافتہ، صیغہ مؤنث

لے اللہ کا ن ظلو ما جہلا، سے ملنا ظاہر انسان کا عالم اور جاہل ہونا مراد لیتے ہیں جس سے انسان کی بہت ظاہر ہوتی ہے لیکن مداخل حق سبحانہ تعالیٰ انسان کی تعریف فرما رہے ہیں کہ جو اخلاص انسان یعنی آسمان والے فرشتوں اور زمین اور پہاڑوں نے قبول نہ کی، وہ انسان نے قبول کر لی۔ یہ تفسیر ہے نہ کہ مذمت۔ ظلو ما جہلا کے معنی عالم اور جاہل نہیں ہیں بلکہ بات یہ ہے بعد ان حدیث کثرت کنز الخفایہ میں مخفی خزانہ تعالیٰ مجھے خواہش ہوئی کہ پہچانا جاؤں اس لیے میں نے خلقت کو پہچان لیا۔ حق تعالیٰ ایک ایسا آئینہ سپکا بنا چاہتے تھے کہ جس میں اپنے حسن و بابر کا مشاہدہ کریں۔ چونکہ فرشتے سراپا نور تھے ان میں ذات و صفات باری تعالیٰ کے عکس کی قبول کرنیکی صلاحیت نہ تھی۔ زمین اور پہاڑ سراپا غلٹ ہوئی کی وجہ سے آئینہ حق نہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔ انسان چونکہ مجرورہ روح اور جسم ہے اسکی ایک جہت نور تھی اور ایک جہت غلٹ، نور اور غلٹ یکجا ہونے کی وجہ سے حضرت انسان میں ذات و صفات باری تعالیٰ کے عکس قبول کرنے کی صلاحیت موجود تھی جسے قرآن نے ظلو ما جہلا سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے اس نے امانت قبول کی اور امانت فرمائی ذات و صفات اللہ سے متصف ہو کر انی جامع فی الارض خلیفہ کے بعد انی خلافت پر ماضی اور نبات حق کا منصب قبول کرنا قد حضرت خواجہ صاحبؒ نے اس حقیقت یعنی استعداد خلافت ارشی کا معنی فرمایا ہے اور نبات مناسب معنی ہے۔ ملکہ ظاہر نے جو معنی کئے اُس سے نہ تو شک نہیں ہوتی ہے اور یہ حقیقت سے انہیں کی امتاعت ہے۔

جمع کی وجہ سے ہے اور یہ دس اصحاب تمام قریشی ہیں لیکن اس کے باوجود جنت کی بشارت قریش کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اہل بیت نبویؐ آزاد و آزادانہ مطہرات اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام کو بھی بشارت ملی ہے۔ جیسا کہ صحاح ستہ کی ہیئت سی احادیث سے ظاہر ہے۔ لیکن عشرہ مبشرہ کی فضیلت مخصوص ہے اور دوسری کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ ان کے مراتب باقی تمام لوگوں سے زیادہ بلند ہیں۔

### فضیلت صحابہ علی الترتیب

اس کے بعد فرمایا کہ یہ نص تفصیل کے ساتھ صحابہ کرام کی خلافت اور مراتب پر دلالت کرتی ہے اور

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قدر کسی کو قرب منزلت تھی وہی اسی ترتیب ظاہر کرتی ہے۔ اگرچہ صحابہ کرام کے مراتب و مدارج دوسری بے شمار احادیث میں موجود ہیں لیکن اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام کے مدارج ترتیب وار بیان کئے گئے چنانچہ پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، دوسرے حضرت عمرؓ، تیسرے حضرت عثمانؓ، چوتھے حضرت علیؓ، علیٰ ہذا قیاس تمام صحابہ کرام بہشت میں بھی اسی ترتیب سے داخل ہوں گے۔

### خلافت نبوت و خلافت ولایت

اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ تمام صحابہ کرام میں خلافت کی صلاحیت اور رشد و ہدایت

کی قابلیت موجود تھی لیکن خلفائے اربعہ (پہلے چار خلفاء) کی خلافت، خلافت نبوت ہے باقی صحابہ کرام کی خلافت دوسری قسم کی ہے۔ نیز ان چار خلفاء میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو خلافت نبوت خالصہ حاصل تھی بغیر فتنہ و فساد اور اختلاف کے۔ اس وجہ سے کہ ان کا زمانہ، زمانہ نبوت کی طرح تھا جس میں کفار کے ساتھ جنگ و جدال و محنت اسلام کی خاطر تھا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت اگرچہ بلا فتنہ و شبہ خلافت نبوت ہے۔ لیکن ان کے عہد حکومت میں باہمی اختلاف اور فتنہ و فساد رونما ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ ان حضرات کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا، ہر ایک کے اجتہاد کی وجہ سے تھا اور حضرت عثمانؓ کا شروع کا زمانہ خالص خلافت نبوت کے قریب تھا لیکن ان کی خلافت کا آخری زمانہ غیر خالص تھا۔ اس وجہ سے کہ پہلا فتنہ جو اہل اسلام میں رونما ہوا، قبل حضرت عثمانؓ تھا۔ اس



کے بعد ہر طرف فتنہ کے دو دانے کھل گئے۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی: روایت ہے حضرت انس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت میں، میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ابو بکرؓ ہیں۔ سب سے زیادہ سخت عمرؓ، سب سے زیادہ شرم و حیا ولے عثمانؓ، سب سے زیادہ قاضی (فیصلہ کرنے والے) علیؓ، سب سے زیادہ فرائض اور عوارض کے عالم زید بن ثابتؓ تجوید قرآن میں سب سے زیادہ ماہر ابی بن کعبؓ، احکام حلال و حرام میں سب سے زیادہ عالم معنی بن جبلؓ اور ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اس اُمت کے امین ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

### فصلیت صحیح البخاری متفرق صفات

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی، روایت ہے حضرت قیس بن عازم سے، وہ فرماتے ہیں کہ

### فصلیت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں عرب میں پہلا آدمی ہوں جس نے راہِ خدا میں تیر چلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیا۔ ہمیں دخت کے پتوں کے سوا کوئی خود اک نہ ملتی تھی اور ہم میں سے جو شخص قصائے حاجت کے لئے جاتا تھا کجیوں کی میٹلیاں ظاہر ہوتی تھیں لیکن بنو اسد نامی قبیلہ سے نے میری شکایت کی ناز کے متعلق، اس مشقت اور حقوقِ صحبتِ نبوی اور علم کے باوجود بنو اسد مجھے ملامت کرتے ہیں اور احکامِ دین کی تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ اگر اب میں زیاں کار اور بے عمل ہو گیا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے میں نے کچھ نہیں سیکھا تو اب بنو اسد سے کیسے ہدایت حاصل کروں گا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ قصہ یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو حاکم کوڈ مقرر فرمایا تھا۔ وہاں کے رہنے والے قبیلہ بنو اسد نے حضرت عمرؓ کے ہاں شکایت کی کہ حضرت سعدؓ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ اس سے حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے پاس نماز کی کاغذکی، جس سے حضرت سعدؓ کو بہت افسوس ہوا کہ تم اسلام

ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یافتہ ہوں اور آنحضرت سے احکام دین کی تعلیم حاصل کی ہے اس کے باوجود بنو اسد میری مذمت کر رہے ہیں لیکن جب حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے یہ احتجاج کیا تو انھوں نے فرمایا اے سعد تم سچ کہتے ہو اور حق بجانب ہو۔ بنو اسد نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ تم خاطر جمع رکھو اور اپنے کام میں مستحکم رہو۔ اس کلمہ حضرت اقدسؓ نے فرمایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا شمار اکابر صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں ہو رہا ہے اور آپ کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہت بلند ہے۔ چنانچہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا یا اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما، جب تیری جناب سے دعا مانگے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع نہ کیا سوائے حضرت سعد کے لئے۔ جنگ جملہ کے دن جب آپ نے فرمایا: فداك امی والی (میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ ”تیرے چھینکو لئے طاقتور بچے“۔ اس وقت حضرت سعدؓ کی عمر سترہ سال تھی۔ آنحضرت نے حضرت سعدؓ کے حق میں یہ بھی فرمایا کہ ”یہ میرے مولیٰ یعنی والدہ ماجدہ کے بھائی ہیں۔ اور کوئی شخص مجھے اپنی جیسا اپنا خالو نہ کہے“۔ آنحضرت کا حضرت سعدؓ کو اپنا مولیٰ کہنا اسی وجہ سے تھا کہ حضرت سعدؓ قبیلہ بنی زہرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آپ کی ہمشیرہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ قبیلہ بنی زہرہ سے تھیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ جو حضرت علیؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ: ما سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع ابویہ لاحد الا لسعد بن مالک (میں نے نہیں سنا میں نے نہ ہی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کرتے ہوئے والدین کو سوائے سعد بن مالک کے لئے یم امہ میں)۔ یہ بات بطریق حرائی اس کا حضرت زبیرؓ والی حدیث سے تضاد لازم نہیں آتا۔ جس میں حضرت زبیرؓ کے متعلق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی الفاظ فرمائے ہیں اس وجہ سے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کے حق میں یہ الفاظ فرمائے تو شاید حضرت علیؓ اس وقت موجود نہ ہوں اور یہ بات انھوں نے دشمنی ہوگی۔



## ازواج مطہرات کی دلجوئی

اس کے بعد حضرت اقدس نے یہ حدیث پر مبنی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا، تم لوگوں کا معاملہ ایسا ہے کہ میں اس سے تشکر ہوں کہ میرے بعد تمہارا کیا حال ہوگا۔ لوگ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے اور ان و نفقہ کی ذمہ داری قبول کریں گے یا نہیں، سوائے ان لوگوں کے جو عابر و صدیق ہیں تحمل و شکیبائی، صدق و راستی اور ادائے حقوق اُن کا شیوہ ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ حدیث ازواج مطہرات کی دلجوئی اور غلکاری میں وارد ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی دلجوئی اور غلکاری و خبر گیری کے بارے میں اظہارِ فکر فرمایا اور ان کو اپنی ذات شریف سے راضی فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام عابر و صدیقوں، صدقہ دینے والوں اور خیرات کرنے والوں پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ابی سلمہ بن عبدالرحمن سے فرمایا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ازواج مطہرات کی خاطر اپنا ایک باغ وقف کر دیا تھا جو چالیس ہزار دینار میں فروخت ہوا تھا۔

## حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو دو کرم

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی سخاوت میں بلند مقام رکھتی تھیں۔ جو کچھ آتا تھا ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہ رکھتی تھیں، سب ماخذات میں دے دیتی تھیں۔ ایک دن کسی نے آپ کی خدمت میں ستر ہزار دھنم بطور نذر پیش کئے آپ نے فوراً یہ رقم غریبوں، مسکینوں اور یتیموں میں تقسیم کر دی۔ حالانکہ اس روز جو پیرچہ اپنے زیب تن فرمایا ہوا تھا، اُس پر کئی پوند لگے ہوئے تھے۔ ایک خادمہ نے عرض کیا کہ بی بی آپ نے سب کچھ خیرات کر دی ہے۔ اس قدم قدم باقی بھی نہ رکھی جس سے کہ ایک پیرچہ ہی خریداجا سکے۔ اُم المؤمنین نے فرمایا، تو نے اب یاد کیا، پہلے کیوں نہ کہا۔ دوسرے دن اتنی رقم کسی جگہ سے آئی، آپ نے وہ بھی خیرات کر دی۔ اس روز آپ کو روزہ تھا اب کچھ باقی نہ رہا تو کنیز نے عرض کیا کہ بی بی آپ نے افطار کے لئے بھی کچھ نہ رکھا، اُس دن کچھ

روزہ تھا۔ ام المومنین نے وہی جواب دیا کہ پہلے کیوں زیادہ دیا۔

اس کے بعد آپ نے یہ حدیث پڑھائی:

### فصیلت جمیع خلفائے راشدین

روایت ہے حضرت علیؑ نے فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا رحمت فرمائے ابو بکرؓ پر کہ جس نے مجھے اپنی بیٹی بکوع میں دی اور اپنی ساندی پر سوار کر لے مجھے ہجرت کر کے مدینہ لائے، غار ثور میں میرا ساتھ دیا۔ جانتانی سے میری خدمت کی اور جلال بن کو اپنے مال سے خرید کر میری خدمت گذاری کئے دیا۔ رحمت کرے خدا عز و جل جو کہ حق کہتا ہے خراہ وہ کلام تلخ کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔ رحمت کرے خدا عثمانؓ پر، جس سے فرشتے بھی یاد شرم کرتے ہیں اور رحمت کرے خدا تعالیٰ علیؓ پر۔ اے اللہ علیؓ کو اس کا حق عطا کر جہاں بھی ہو۔ اس کے بعد حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ شیعہ اور افسی تمام اصحاب کرام علیہم الرضوان سے بغض اور دشمنی رکھتے ہیں خاص کر عشرہ مبشرہ سے۔

اس کے بعد جنگ خیبر کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔

### جنگ خیبر اور شجاعت علیؑ

حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ چند ایام کے بعد آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔ شروع میں آپ نے چند قلعے فتح کر لئے۔ لیکن قلعہ قوس جو تمام قلعوں سے زیادہ مضبوط تھا، فتح نہیں ہو رہا تھا۔ چونکہ اس قلعہ کا سرکردہ شیت ایزدی میں حضرت علیؑ کی قوت اور ولایت سے منسوب تھا۔ حضرت علیؑ بحکم سرور کائنات محمدؐ اٹھا کر لشکر اسلام کے ساتھ قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ جب یہودیوں کے سردار اد ہارہ جرنیل حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہو گئے تو باقی لوگ بھاگ کر قلعہ قوس میں پناہ گزیں ہو گئے۔ حضرت علیؑ ان کا تعاقب کر رہے تھے اسو اشار میں ایک یہودی نے آپ کے ہاتھ پر ضرب لگائی جس سے آپ کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی۔ ایک اور یہودی وہ ڈھال لے کر بھاگ گیا۔ اس سے آپ کو جرحش آیا اور ایک جھٹ لگا کہ آپ نے خندق پار کر لی اور قلعہ کے دروازہ تک پہنچ گئے۔ اپنے ایک لہجے کے دروازے کو اٹھا کر ڈھال بایا اور حملہ شروع کر دیا۔ آخر اہل قلعہ نے فریاد کو کہے اور الامان الامان کے نعرے بلند کئے۔ قلعہ خیبر فتح ہو گیا اور یہودیوں کو امن دی گئی۔ امن کی شرائط کے مطابق وہ اپنے اموال، مکانات اور خزانے سے بے بہرہ ہو گئے۔ چنانچہ ان کا تمام مال



مبلغ مال غنیمت ہرگز مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جب فتح و نصرت کے بعد حضرت علیؓ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کمال خوشی کی حالت میں اپنے خیمہ سے باہر آئے۔ حضرت علیؓ سے بے تکلیف ہوئے اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ راضی ہو خدا تعالیٰ تجھ سے اور راضی ہو امیں تجھ سے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس آہنی دروازہ کا وزن اٹھو من تھا۔ جنگ کے بعد جب آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا تو ستر طاقتور جوانوں نے اُسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن نہ اٹھا سکے۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ خود دروازہ نہ اٹھا سکے بلکہ اُسے ہلا بھی نہ سکے اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ یہ علیؓ نہ تھا، جبریل تھا بلکہ یہ بھی فرمایا یہ دروازہ اٹھانے والا علیؓ نہ تھا خدا تھا۔ راقم الحروف بندہ رکن الدین کہتا ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ مرتبہ قرب فرائض تھا جو عبارت ہے فنا فی ذات اللہ سے)

## مقبول: بوقت اشراق بروز شنبہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ

آنحضرتؐ کی دعوتِ مباہلہ نصاریٰ کو  
 حضرت اقدس میاں نور احمد کو مشکوٰۃ شریف میں سے مناقب اہل بیت پر درس دے رہے تھے۔ یہ حدیث پڑھی گئی: روایت ہے سعد بن ابی وقاص سے، وہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا، الْخ (جب اس کے بعد کوئی شخص آپ سے محبت کرے اس کے متعلق جواب پر نازل ہوا ہے، شریعت، طریقت و حقائق اشیاء و معارف خاتمیت نبوت میں سے پس آپ مخالفین اسلام سے کہیں کہ آؤ ہم اور تم اپنے بال بچوں اور بیویوں کو جمع کر کے مباہلہ کریں اپنی ذاتوں پر اور اپنے عربوں پر اور خدا تعالیٰ کی لعنت طلب کریں جھوٹ بولنے والے پر)۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت ابی طالبؓ اور حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کو بلا کر کہا کہ خداوندِ ایزد میرے اہل بیت ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے یہ فرمایا کہ اس آیت کو آیتِ مباہلہ کہتے ہیں۔ لفظ اہل کے معنی میں لعنت کرنا اور بددعا کرنا ایک دوسرے کو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عرب کا دستور تھا کہ جب قبیلوں میں لڑائی ہوتی تو ایک دوسرے کو یہ کہتے تھے کہ لعنت ہو خدا کی اُس پر جو جو بنا ہو۔ چنانچہ جب نجران کے نصاریٰ اور آنحضرتؐ کے مابین مجادلہ ہوا اور بن حبکہ اڑھتا گیا تو یہ آیت مباہلہ نازل ہوئی اور نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کا حکم صادر ہوا۔ پس آپؐ نے نصاریٰ کو بلا کر دعوتِ مباہلہ دی تاکہ حق حق اور باطل باطل ہو جائے۔ نصاریٰ رضامند ہو گئے اور وقت اور جگہ مقرر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو گود میں اٹھایا۔ حضرت فاطمہؑ آپ کے پیچھے اور حضرت علیؑ ان کے پیچھے جا رہے تھے جب سفر پر مقام پر پہنچے تو آپ نے اپنے اہل بیت سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اور نصاریٰ بھی اپنے بال بچوں کو لے کر پہنچ گئے۔ اس وقت قوم نصاریٰ کے بڑے پادری نے ان حضرات کی طرف دیکھ کر فریاد بلند کی کہ اے میری قوم، ہرگز ہرگز ان لوگوں سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ تباہ ہو جاؤ گے اور تمہاری بنیاد نکل جائے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ان حضرات میں وہ طاقت ہے کہ اگر پہاڑ میں ہاتھ ڈالیں تو پہاڑ کو اکھاڑ پھینکیں گے۔ تمہاری کیا ہستی ہے کہ ان کا مقابلہ کرتے ہو۔ چنانچہ وہ مباہلہ سے عاجز اور اطاعت قبول کر کے جزیہ دینے پر رضامند ہو گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندر اور خنزیر بن جاتے اور ایسی آگ آتی کہ ان سب کو جلا کر راکھ کر دیتی تھی کہ ان کے دھتوں کے پرندے بھی جل جاتے۔

### حدیث آل عبا

اس کے بعد یہ حدیث شریف پڑھی گئی: روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے فرمایا کہ باہر آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح اس حالت میں کہ آپ نے منقش کبل اور مھر رکھی تھی۔ اس کے بعد حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ آئے اور اس کے اندر داخل ہوئے یعنی کھلی میں۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؑ آئیں اور داخل ہوئیں۔ اس کے بعد علیؑ آئے اور داخل ہوئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم لوگوں سے جس (نخواست) دور کر دے اور پاک کرے تم کو جو پاک کرنے کا حق ہے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اہل بیت میں عام طور پر یہی شمار ہوتے



ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اہل بیت میں یہ تین گروہ آتے ہیں۔ اول بیت نسب (خاندان) دوم بیت ولادت، سوم بیت نبوت لیکن بیت ولادت باقی در اقسام سے زیادہ مشہور ہے اور قرب میں زیادہ ممتاز ہے۔

حضرت امام حسنؑ اور امیر معاویہؓ کے مابین صلح کی پیشگوئی حدیث میں

اس کے بعد  
یہ حدیث پڑھائی

گئی: روایت ہے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ میں نے دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے اور حضرت امام حسنؑ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے کبھی آنحضرتؐ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی امام حسنؑ کی طرف۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سید (سر دار ہے) اور امید ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ دو گروہوں سے مراد ایک حضرت امام حسنؑ کا گروہ ہے اور ایک حضرت امیر معاویہؓ کا، جن کے درمیان حضرت علیؑ کے وصال کے بعد اختلاف رونما ہوا تھا۔ بعض لوگ امام حسنؑ کے ساتھ تھے اور بعض امیر معاویہؓ کے، لیکن سب سے زیادہ حقدار امام حسنؑ تھے۔ اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ: الخلافة بعدی ثلاثون سنة (میرے بعد خلافت تیس سال تک قائم رہے گی)۔ لیکن ابھی اس مدت میں سے پانچ سال باقی تھے کہ امام حسنؑ خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ آپ نے حضرت امیر معاویہؓ سے اس لئے صلح کر لی کہ آپ اپنے نانا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت پر نہایت شفیق تھے اور یہ نہیں چاہتے تھے کہ ملک دنیا کی خاطر اُمت کا خون بہا جائے پس آپ نے ملک دنیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں کو مسلمان کہا تو کسی مسلمان کے لئے یہ زیبا نہیں کہ امیر معاویہؓ کے متعلق بدگمانی کرے ان کی بے ادبی کرے اور ناسب کلام کرے۔ اس وجہ سے بھی کہ یہ صلح امام حسنؑ کی منشا پر تھی نہ کہ ظلم اور مجبور کی۔

اس کے بعد یہ حدیث

رسول خداؐ کے فوائے کو شہید کمنہواے حرم میں مکھی مارنے کی سزا پوچھ رہے تھے

پڑھی گئی : روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن نعم سے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے سنا حضرت عبداللہ بن عمر سے کہ ان سے عراق کے ایک آدمی نے حالتِ احرام میں مکھی مارنے کی سزا دریافت کی حالانکہ اہل عراق نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر دیا تھا، جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما میرے دو بچہ ہیں۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن جنت کی شان میں ایک حدیث یہ ہے : ”فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کے ساتھ سختی کی اس نے میرے ساتھ سختی کی۔“ فرمایا جب حال یہ ہے تو جن لوگوں نے امام حسینؑ کو شہید کیا ان کا کیا حشر ہوگا۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی : روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں عطا کی حکمت کی دعا  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں)، ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے راضی اور خوش ہو کر سینے سے لگایا اور دعا کی کہ اے اللہ اسے حکمت عطا کر۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ خداوند اعطا کر اس کو علم تفسیر کتاب (قرآن)۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے جو رموز اور حقائق، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائے ہیں، کسی نے کم کیا بیان کئے ہوں گے۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھائی : روایت ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے  
حضرت زیدؓ اور حضرت اسامہؓ کی شان  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسامہ بن زیدؓ اور امام حسنؓ کو اور دعا کی کہ اے اللہ ان دونوں کو محبوب رکھ۔ کیونکہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت اسامہؓ حضرت زیدؓ کے بیٹے ہیں اور حضرت زیدؓ عارث کے بیٹے ہیں۔ حضرت زیدؓ بن عارث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ آپ ان پر بے حد شفقت فرمایا کرتے تھے اور ان کو اپنا بیٹا بنا لیا ہوا تھا۔ اس وجہ سے لوگ ان کو حب رسول اللہ



کہا کرتے تھے۔ حبیب بمعنی محبوب۔ حضرت اسامہؓ اگرچہ سیاہ فام بچے تھے لیکن ان کے والد زیدؓ  
 آنحضرتؐ کے محبوب بیٹے بن چکے تھے۔ اس لئے ان کے ساتھ آپؐ کی اس طرح محبت تھی ہر ایک  
 کہ حضرت امام حسنؓ کے برابر کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت زیدؓ اور حضرت اسامہؓ کی شان  
 بہت بلند ہے۔ یہ بھی ان کی عظمت کی دلیل ہے کہ ان کا نام اہل بیت کے ساتھ کتبِ احادیث  
 میں آتا ہے۔ نیز قرآن مجید میں بھی حضرت زیدؓ کے سوا کسی صحابی کا نام نہیں آیا جیسا کہ آیہ قرآن  
 فلما قضا زیدؓ اس پشاد ہے

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی: روایت  
 ہے زید بن ارقم سے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ

کتاب اللہ اور اہل بیت تمک

صلی اللہ علیہ وسلم نے، تحقیق میں نے چھوڑی ہے تمہارے پاس وہ چیز کہ اگر تم اسے مضبوط کر دو گے  
 تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ میرے بعد ان میں سے ایک چیز دوسری چیز سے زیادہ مشرف ہے۔  
 ایک کتاب اللہ (قرآن مجید) جو آسمان سے دراز کی ہوئی ایک رسی کی مانند ہے جس کو پکڑ کر آسمان پر  
 پہنچ سکتے ہیں یعنی جو شخص کتاب اللہ پر عمل کرے گا، بلند مقامات پر فائز ہوگا۔ دوسری چیز میری  
 اولاد ہے جو میرے اہل بیت ہیں اور کتاب اللہ اور میری اولاد ہرگز جدا نہ ہوں گے تاوقتیکہ حرمین  
 کو زلزلہ سے پاس لایا جائے گا۔ پس تم فکر کرو کتاب اللہ کے احکام بجالانے کی اور میری اولاد  
 کی پیروی کرنے میں کوشاں رہو۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے  
 اہل بیت اور قرآن میں سے کون افضل ہے

مولوی غلام رسول سے، جو جید عالم  
 تھے، پوچھا کہ لفظ احدہما اعظم من الآخر (ایک دوسرے سے زیادہ افضل ہوگا)،  
 سے کیا مراد ہے۔ انھوں نے کہا قبلہ اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے  
 سے اعظم ہے۔ اولاد کتاب اللہ سے اور کتاب اللہ اولاد سے۔ یعنی دونوں کو عظیم الشان سمجھو  
 جس کے ساتھ تمک کرو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ حضرت اقدس نے متبسم ہو کر فرمایا کہ اس لفظ کے  
 معنی یہ ہیں کہ ان دونوں میں سے عمرت (اولاد) زیادہ اشرف ہیں۔ اس کی دلیل حضرت علیؓ کا  
 وہ قول ہے کہ: انا قرآن ناطق و هذا قرآن صامت (میں بولنے والا قرآن ہوں)

اور یہ خاموش قرآن ہے۔ ظاہر ہے کہ بولنے والا قرآن خاموش قرآن سے زیادہ افضل ہے جب حضرت علیؓ اہل بیت سے ہیں اور قرآن ناطق ہیں تو جو شخص ان کی مانند ہے اہل بیت سے ہے تو وہ بھی قرآن ناطق ہے اور اس قرآن صامت سے زیادہ افضل و اشرف ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کتاب اللہ سے زیادہ اشرف ہے۔ لہذا لفظ احد ہمارے مراد حضرت (اولاد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب مذکور نے عرض کیا کہ قبلہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام صفات اللہ میں سے صفت ہے لہذا حضرت علیؓ کا افضل ہونا قرآن مجید سے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، موزوں نظر نہیں آتا۔ حضرت اقدس نے دوبارہ متنبہ ہو کر فرمایا کہ قرآن شریف ایک صفت الہی ہے جملہ صفات میں سے۔ لیکن حضرت علیؓ میں تمام صفات الہی موجود ہیں۔ پس لازماً وہ جامع ہے تمام صفات الہی کا افضل و اعظم ہے ایک صفت سے خصوصاً جب صفت کلام بھی بدرجہ اولیٰ حضرت علیؓ کے وجود معنوی میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں قرآن ناطق ہوں اور یہ قرآن صامت ہے۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی: روایت ہے عبد اللہ بن ربیعہ سے جو آنحضرت کے چچا تھے، کہ ایک دن

### فضیلت حضرت عباسؓ

حضرت عباسؓ (آنحضرت کے چچا) غصہ سے بھرے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ آنحضرت نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا غصہ کس وجہ سے ہے۔ انھوں نے کہا قریش کا حال دیکھیں کہ جب آپس میں ملاقات کرتے ہیں تو خندہ پیشانی سے ایک دوسرے سے پیش آتے ہیں لیکن جب ہم بنی ہاشم کے ساتھ وہ لوگ ملاقات کرتے ہیں تو ان کا رخ بدل جاتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خشناک ہوئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ قسم ہے خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہر شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا اور قلیکہ تمہارے ساتھ محبت نہ کرے بسبب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کے۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو، یاد رکھو کہ جو شخص میرے چچا کو ایذا پہنچاتا ہے، وہ مجھے ایذا پہنچاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ چچا اور باپ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ اس کے بعد حضرت خواجه صاحبؒ نے فرمایا کہ جیسا کہ



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔ اسی طرح آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ: العباس منی وانا منه (عباس مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں)۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی :  
روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

### فضیلت حضرت جعفر طیار بن ابی طالب

سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کو ملائکہ کے ساتھ جنت میں دیکھا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت جعفر ابن ابی طالب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے جو جنگ موتہ میں دلایتِ شام میں شہید ہوئے تھے۔ آنحضرت نے دیکھا کہ وہ فرشتوں کے ساتھ بہشت میں پرواز کر رہے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال فرمایا کہ وہ تو زونہ میں اور جنگ پر گئے ہوئے ہیں، (سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بقضائے حکمت ان کی شہادت کی تشبیہ سے گریز فرمایا) حالانکہ وہ شہید ہو چکے تھے۔ چنانچہ بعد میں اطلاع آئی کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اُن کے فرزند حضرت عبداللہ بن جعفر سلام کرتے تو یہ فرماتے کہ: السلام علیکم یا ابن ذی الجناحین (سلام ہو تجھ پر اُسے دو پروں والے کے بیٹے)۔ اسی وجہ سے حضرت جعفر کا لقب جعفر طیار ہو گیا (یعنی اڑنے والا)

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی: روایت ہے

### فضیلت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں

نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لئے ساڑھے تین ہزار درہم اور اپنے بیٹے عبداللہ کے لئے تین ہزار درہم بیت المال سے مقرر کئے تھے۔ میرے بیٹے نے مجھے شکایت کی کہ اسامہ میں مجھ سے زیادہ کیا فضیلت ہے کہ ان کے لئے آپ نے ساڑھے تین ہزار اور میرے لئے تین ہزار درہم کا فرق ہے؟ میں نے کہا کہ اسامہ کو تجھ پر یہ فضیلت ہے کہ وہ زید بن حارثہ کا بیٹا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرے باپ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اس لئے میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب میرے محبوب

سے زیادہ افضل ہے۔ اس پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا، سبحان اللہ! حضرت عمرؓ کا انصاف دیکھ لیا کہ اپنے بیٹے کی رعایت نہ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو اپنے بیٹے اور خود اپنے آپ سے افضل قرار دیا۔ یہ کمال عدل و انصاف ہے کہ ظاہری بادشاہی کے باوجود جبکہ ان سے کوئی ٹپ چھنے والا نہ تھا، آپ نے دوسروں کی زیادہ قدر و منزلت فرمائی اور اپنے آپ کو کم مرتبہ سمجھا اور اس میں کوئی عار محسوس نہ کی

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ کا ناک صاف کرنے کا ارادہ فرمایا (جب وہ صغیر سن بچتے تھے) میں نے عرض کیا کہ یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے عائشہؓ دوست رکھ اسامہؓ کو کہ کہیں دوست رکھتا ہوں اس کو۔

اس کے بعد اس بات کے متعلق گفتگو ہوئی کہ فجر کی نماز اور عصر آخر وقت

### نماز فجر و عصر تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے

میں پڑھنا مستحب ہے۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ محبوب اعلیٰ نماز فجر و عصر ہمیشہ دیر سے پڑھتے تھے اور آخر وقت میں ادا فرماتے تھے۔ چنانچہ نماز فجر کے بعد سورج فوراً نکل آتا تھا۔ فرمایا کہ ایک شخص شمال کی طرف سے یہاں آیا ہوا تھا اور کچھ پٹھا لکھا بھی تھا۔ عام طور پر شمال کی طرف کے لوگ ظاہر پرست اور خشک مزاج ہوتے ہیں۔ جب اس نے چندایوم متواتر یہی دیکھا تو ایک دن حضرت خواجہ صاحبؒ سے کہا کہ آپ تو عالم ہیں، فجر کی نماز کیوں تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے دوبارہ کہا تو پھر بھی آپ خاموش رہے۔ جب اُس نے تیسری بار کہا تو آپ نے جوش میں اگھر فرمایا کہ میاں کا رخصا ہمیں یک نماز است۔ (کیا نیکی کا کام یہی ایک نماز ہے)۔ یہ جواب پُر عتاب سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ ایک دن ایک شخص بڑی مسجد میں ذکر جہری میں مشغول تھا۔ اس اشار میں نماز فجر کی اقامت ہوئی۔

### ذکر بھی نماز ہے

حضرت محبوب اعلیٰ موجود تھے۔ کسی نے اُس آدمی سے کہا کہ اُسے جہان اٹھ نماز باجماعت ہونے والی ہے۔ حضرت محبوب اعلیٰؒ نے فرمایا کہ کیا وہ نماز نہیں ہے؟ یعنی کیا وہ ذکر



نماز نہیں ہے)۔ اسے کچھ نہ کہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ مولوی غلام رسول ساکو، تڑپاؤ یہاں زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ محبوب الہیؒ حسب معمول فجر کی نماز میں دیر کر رہے تھے اور تمام نمازی منتظر تھے بعض دوست مشرق کی طرف بھی دیکھ رہے تھے کہ مبادا آفتاب تو نہیں نکل آیا۔ لیکن یہ بات طے نہ تھی کہ حضرت اقدس کے آنے سے قبل نماز نہیں ہوتی تھی۔ اس حالت میں ایک شخص نے اس مولوی صاحبؒ سے کہا کہ آؤ ہم نماز پڑھیں کیونکہ ہم نماز خدا تعالیٰ کی پڑھتے ہیں۔ مولوی صاحبؒ نے کہا کہ میں اس نماز کو سمجھتا ہوں جو شیخ کے ساتھ پڑھی جائے۔ اگر ایک نماز شیخ کے انتظار میں فوت ہوتی ہے تو میں اسے بھی نماز سمجھتا ہوں۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت شیخ تشریف لے آئے اور نماز پڑھی، اس کے بعد سو سو نکل آیا۔

## مقبول: بوقت اشراق بزرگوار شنبہ ۲۴ ربیع الثانی سال ۱۲۸۰

**فضیلت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا** | ایک طالب علم کو آپ مشکوٰۃ شریف کے باب مناقب ازواج مطہرات میں سے سبق دے رہے تھے، یہ حدیث پڑھی گئی: حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب انیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ، بی بی خدیجہ آنے والی ہیں ان کے ہاتھ میں تھیلہ ہے جس میں خوراک ہے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں آئیں، تو آپ ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچائیں اور یہ خوشخبری دیں کہ ان کے لئے بہت میں ایک محل تیار کیا گیا ہے۔ وہ محل ایسے ٹھوس جواہر مروارید سے بنا ہوا ہے جو اندر سے محفوظ (خالی) ہے مثل قبہ کے، اس کے اندر وہ آرام سے رہیں گی۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت بی بی عائشہؓ نے فرمایا کہ مجھے ازواج مطہرات میں سے کسی پر اپنی غیرت نہیں آئی جتنا کہ حضرت خدیجہؓ پر، اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت یاد کرتے تھے۔ حالانکہ میں نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی

ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہؓ کے گھر میں رہنے والی عورتوں کا حصہ بھی نکالتے تھے۔ اس سے مجھے غیر آتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتی تھی کہ گویا دنیا میں خدیجہؓ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ خدیجہؓ ایسی تھی یعنی آپؐ اُن کی تعریف کیا کرتے تھے۔ نیز آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ بی بی خدیجہؓ سے مجھے اولاد ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری (عائشہؓ) کوئی اولاد نہیں ہے۔

فصیلت حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا

اس کے بعد حضرت اقدسؓ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان بھی بلند ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ لوگ تحائف لے لیا کرتے تھے اس انتظار میں ہوتے تھے کہ آنحضرتؐ کب حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ کا دستور تھا کہ جہتھے کسی زوجہ مطہرہ کے گھر آتے تھے، اُن کے حوالے کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا تمام ازدواج مطہرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھیں۔ اس لیے آپؐ کی خوشنودی کے لئے لوگ تحائف اس وقت پیش کرتے تھے جب آپؐ اُن کے گھر پر ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ باقی ازدواج مطہرات کے گھر قیام کے دوران تحائف آنا بند ہو گئے۔ جب بعض ازدواج مطہرات نے اس بات کی شکایت حضرت ام سلمہؓ کے ذریعے کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے عائشہؓ کے معاملہ میں ایذا نہ پہنچاؤ کیونکہ مجھ پر رسولؐ عائشہ کے گھر کے کسی زوجہ کے گھر پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ یعنی بی بی عائشہ صدیقہؓ اس قدر محترم رہا ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کو ان سے حجاب نہیں ہے۔ دوسری ازدواج مطہرات کے گھر پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی یہ بات سُن کر حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں تو بہرتی ہوں کہ آئندہ یہ بات نہیں کہوں گی۔ اس کے بعد ازدواج مطہرات نے حضرت بی بی فاطمہؓ کے ذریعے یہی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹی کیا تم محبت نہیں کرتیں اُس سے جس سے میں محبت کروں۔ انھوں نے عرض کی کہ جی ہاں محبت کرتی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس دوست رکھو عائشہؓ کو جسے میں دوست رکھتا ہوں۔ یہ سُن کر حضرت بی بی فاطمہؓ بھی اس معاملہ سے میزار ہو گئیں۔



اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک دن جبرائیلؑ حضرت عائشہؓ کی صورت میں سبز رنگ کے ریشمی لباس میں ٹبوس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ کی زوجہ ہے اس دنیا اور آخرت میں (یعنی حضرت عائشہؓ آپ کی زوجہ ہیں دنیا و آخرت میں، جن کی صورت جبرائیل اختیار کر کے آئے تھے)۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جو اکابر صحابہ میں سے ہیں اور عالم، فقیہ اور صاحبِ ارادے ہیں، فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے متعلق جب ہم صحابہ کو کوئی مشکل پیش آتی تھی تو ہم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ان جلتے تھے اور آپ احسن طریق سے ہماری مشکل حل کر دیتی تھیں۔ فرمایا حضرت عائشہؓ کی کیا شان تھی کہ صحابہ کرام کی مشکل حل کرنے میں مرجع خلافت بنی ہوئی تھیں۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی: روایت ہے حضرت انسؓ سے کہ ایک دن حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا کہ اے یہودی کی بیٹی! اس سے وہ رونے لگیں پس اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حفصہؓ نے مجھے یہودی کی بیٹی کہا ہے۔ آپ نے فرمایا اے صفیہؓ تو پیغمبر کی بیٹی اور پیغمبر کی بھتیجی ہے۔ یاد رہے کہ حضرت ابی بنی صفیہؓ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔ نیز فرمایا کہ صفیہؓ پیغمبر کی بیوی اور اس کے ماتحت ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے مخاطب ہو کر نذر نش فرمائی اور فرمایا کہ آئندہ اس قسم کی باتوں سے پرہیز کرو۔

اس کے بعد باغبان نے، جو زمین کھود رہا تھا، آکر ایک برتن پیش کیا جو زمین میں

**جادو کا اثر**

دفن تھا اور برتن کے اندر ایک پتھر لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے دریا

میں پھینک دو۔ یہاں مخدوم ولایت شاہ کا حجرہ تھا شاید کسی نے اُن پر جادو کیا ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت شیخ المشائخ فرید الدین مہر گنج شکرؒ پر جادو کیا۔ جس سے آپ سخت بیمار ہو گئے۔ آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین محمد باب الہیؒ سے فرمایا، نظام! فلاں قبر کے پہلو میں ایک بُت دفن ہے جس میں سوئیاں لگی ہوئی ہیں، اُسے نکال

لاؤ۔ چنانچہ آپ دہلی گئے، وہ جگہ کھود دی لیکن کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ انہوں نے حضرت شیخ کے پاس جا کر ماجرا بیان کیا۔ اپنے تھوڑی دیر مراقب ہو کر فرمایا کہ اسے بیٹا پھر جاؤ اور زیادہ گہرا کھودو جب انہوں نے دوبارہ جا کر کھودا تو ثبت برآمد ہوا۔ اس سے ان کی بیماری بھی دور ہوئی۔

اس کے بعد فرمایا کہ اسی طرح مجھ پر بھی جادو ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میاں جی قائم الدین نے مجھے ایک تعویذ دیا لیکن وہ تعویذ مجھے گم ہو گیا۔ انہوں نے دوسرا تعویذ دیا۔ میں نے پوچھا کہ اس کا اثر کب ظاہر ہوگا۔ فرمایا سوموار کے دن۔ میں سوموار کی انتظار میں تھا جب سوموار کا دن آیا تو میں نے اس کے اثر کا مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں نے جادو کیا تھا تو دوسروں کی کیا مجال ہے۔ اسی وجہ سے معوذتین نازل ہوئیں (یعنی قرآن مجید کی دو آخری سورتیں)۔

## مقبول بوقت اشراق جمعہ ۲۶ ماہ و سال مذکور

۱۲، وقت ایک طالب علم کو آپ مشکوٰۃ شریف کا درس دے رہے تھے اور آپ یمن شام اور حضرت

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

اویس قرنیؓ کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت اویس قرنیؓ کے کمالات احادیث سے ثابت ہیں۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ”خیر التابعین“ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ خیر التابعین اُمت محمدیہ میں صرف تین حضرات ہیں۔ ایک حضرت اویس قرنیؓ، دوسرے حضرت ابن بصریؓ، جو تمام سلاسل روحانی کے پیر ہیں۔ تیسرے سعید بن مسیبؓ۔ جو بزرگ حلقہ کے دوران مسجد نبویہ میں چھپے تھے اور ہر نماز کے وقت روضہ اقدس میں اقامت اور نماز کی قرارت کی آواز سناتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ یہ آواز خفیہ تھی جو مفہوم نہیں ہوتی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ بزرگ اس واقعہ کو یوم الحجہ بھی کہتے ہیں۔ قرہ کے معنی ہیں سنگین یعنی پتھری زمین۔ یہ واقعہ اس طرح تھا کہ بزرگ اپنے مدینہ منورہ کو تاراج کرنے کے لئے لشکر بھیجا جس سے بہت لوگ ہلاک ہوئے اور متواتر تین آیات تک مسجد نبویہ میں نہ آؤں ہوئی نہ اقامت کیونکہ



خونہ جان، کہ دھبہ سے کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے نہیں جاسکتا تھا۔ صرف حضرت سعید بن مسیبؓ مسجد میں چھپے رہے۔

فتنہ چنگیز کا اشارہ احادیث میں | اس کے بعد ایک حدیث میں یہ لفظ آیا: اَلْاَسْ

جانب ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ محالاً الشرق سے مراد قوم ترکان تاتاریہ ہے جس کے سردار چنگیز خاں اور ہلاکو خان تھے۔ ترکوں کے یہ تمام قبائل کافر تھے جو ایچوچ ماجون کے نام سے موسوم تھے۔ یہ لوگ ملک تاتاریہ سے آئے تھے جو عرب شریف کے شرق میں ہے۔

(نیز کرہ ارض کا بھی انتہائی مشرقی حصہ ہے اس لئے حدیث میں محالاً الشرق فرمایا)۔ انھوں نے خراسان، ایران اور بغداد پر قبضہ کر لیا اور تباہ و برباد کر ڈالا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفر کا سر مشرق میں ہے۔

شام اور یمن کے حق میں آنحضرتؐ کی عمار اور نجد کے لئے وعید

اس کے بعد ایک حدیث میں یہ ذکر آیا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منشا: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا۔ (خداوند ابرکت دے ہمیں ہمارے شام میں، خدا ابرکت دے ہمیں ہمارے یمن میں)۔ اس وقت بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بھی فرمائیں کہ خداوند ابرکت دے ہمیں ہمارے نجد میں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَذَا يَطْلُعُ قَدَمُ الشَّيْطَانِ (یعنی اس جگہ نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں اور زمین نجد میں قرن الشیطان طلوع کرے گا)۔ شاید اس سے اشارہ ہے عبد الوہاب نجدی کی طرف۔ قرن کے معنی ہیں سینگ کے، جس سے بعض جانور حملہ کرتے ہیں اور مجروح کرتے ہیں۔ اسی طرح عبد الوہاب نے اپنے عقائد باطلہ سے مجروح کر رکھے۔ جس طرح شیطان نبوت و ولایت اور شان آدم کا منکر ہے، عبد الوہاب اور اسکے متبعین اویانے کرام کی پوری کے منکرین اس کے بعد فرمایا کہ ایک حدیث میں یہ لفظ آیا۔

فَانِ اللّٰهُ تَوَكَّلْ لِيْ بِالْاَشَامِ وَاهْلِهِ (پس

ملک شام کے متعلق مزید بشارت

اللہ تعالیٰ وکیل ہوئے ہیں میرے لیے شام اور اہل شام کے متعلق اور ان کے کفر و قبیضہ کے متعلق، حضرت اقدس نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض یہ تھی کہ جب دوسرے علاقوں میں فتنہ و فساد پیدا ہوا اور دین کا کاروبار بند اور دگرگوں ہو جائے تو تم لوگوں کو چاہیے کہ شام میں وطن اختیار کرنا۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے مجھے کہ شام اور اہل شام اور ان کے دین کے متعلق کہ دین اسلام پر ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک یعنی ایک ہزار تین سو سال تک وہاں مسلمان اہلسنت و جماعت رہے ہیں اور کفر سے مامون و محفوظ ہیں اور کوئی کافر بادشاہ آج تک وہاں حکمران نہیں ہوا۔ تمام بادشاہ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ پر تھے اور کوئی شخص بدعتیہ نہیں آیا۔

اس کے بعد یہ حدیث شریف پڑھی گئی: حضرت شریک بن

### اہل شام پر لعنت سے حضرت علیؑ کا اجتناب

عبید بن جراح روایت ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت علیؑ کے سامنے اہل شام یعنی امیر معاویہؓ کا ذکر ہوا تو حاضرین مجلس عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ ان پر لعنت کریں۔ آپ نے فرمایا میں لعنت نہیں کرتا۔ تحقیق میں نے سلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ابدال ملک شام میں ہوں گے اور ابدال چالیس ہوتے ہیں۔ جب ایک مر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا آدمی مقرر کرتا ہے۔ ان کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور ملک سیراب ہو جاتا ہے، سبزہ اگتے ہیں مسلمان ان کی امداد سے دشمنوں پر فتح پاتے ہیں اور ان کی برکت سے ملک شام میں عذاب و دُور ہوگا۔ ختم ہوئے حدیث پاک کے الفاظ۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا حضرت علیؑ کا لعنت سے اعراض (پرہیز) صرف اس وجہ سے نہ تھا کہ وہاں ابدال رہتے ہیں اور وہ بھی بد دعا کی زد میں آجائیں گے۔ بلکہ اس وجہ سے بھی تھا کہ لعنت مطلقاً ناجائز ہے۔ جب عام مسلمانوں پر لعنت ناجائز ہے تو ابدال تو خاص لوگ ہیں ان کے لئے بدرجہ اتم ناجائز ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ باغی آدمی مسلمان ہے اگرچہ گناہگار ہے لیکن کافر نہیں ہے۔

اس کے بعد بریت پر (یعنی ابدال کے مرتبہ کے متعلق) گفتگو ہونے لگی حضرت

اقدس نے فرمایا کہ بریت ولایت سے علیحدہ مرتبہ ہے۔ فرمایا ایک دن

مرتبہ ابدال



حضرت قبلہ سلطان الاولیاء قدس سرہ اپنے حجرے میں تشریف رکھتے تھے کہ آپ کا جسم مبارک جڑا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ پورا کرہ آپ کے وجود سے بھر گیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ اپنی اصل حالت پر آگئے۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے دریافت کیا کہ قبلہ اس کا کیا سبب تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ابدال میں ایک ابدال فوت ہو گیا تھا۔ حضرت شیخ کو اُمید تھی کہ ان کی جگہ پر آپ کو مقرر کیا جائے گا۔ پس اس فرحت سے آپ کا جسم مبارک عظیم ہو گیا لیکن آپ کو یہ مرتبہ نہ ملا بلکہ اور کسی کو ملا۔ اس کے بعد عثمان شاہ نے عرض کیا کہ اگر حضرت قبلہ سلطان الاولیاء ابدال مقرر ہو جاتے تو اپنے اصحاب اور خادموں سے مخفی ہو جاتے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ابدال مخفی بھی ہو جاتے ہیں اور ظاہر بھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا وحید الدین پالی جو حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء) کے خلیفہ تھے۔ حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی زیارت کے لئے پانی پت کے راستے سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ایک صوفی شکل جوان سے ملاقات ہوئی جو ان کے ہمراہ ہو گئے۔ یہ بات مولانا کو پسند نہ تھی۔ آپ نے خیال کیا کہ ان سے علیحدہ ہو جاؤں لیکن اس جوان نے کہا مولانا اگر آپ کوئی علمی اشکال (مشکل) درپیش ہو تو مجھ سے دریافت کر لیں۔ اگرچہ مولانا خود عالم متبحر تھے، تاہم آپ کے دل میں ابھی کافی اشکال موجود تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک ایک مسئلہ ان سے دریافت کیا اور جواب باصواب پایا۔ حتیٰ کہ مسئلہ جبر و قدر جو مشکل ترین مسئلہ ہے، کا بھی تسلی بخش جواب حاصل کیا۔ اس کے بعد مولانا کی اس جوان کی طرف رغبت و اُلفت زیادہ ہوئی اور ان کی جذباتی ناگوار معلوم ہونے لگی۔ سوال و جواب کے بعد اس جوان نے حضرت مولانا سے دریافت کیا کہ آپ کس کے مُريد ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حضرت محبوب الہی سلطان المشائخ کا مُريد ہوں۔ اس جوان نے تبسم فرما کر کہا ”شیخ نظام الدین پیر تو ما است“ (شیخ نظام الدین! تمہارا پیر میں ہوں)۔ یہ کہہ کر انہوں نے دوسرا راستہ لیا اور چلے گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں قطب مدار ایک ہوتا ہے اور تمام اولیاء ان کے ماتحت ہوتے ہیں اور سارا جہان ان کے تصرف میں ہوتا ہے۔ قطب مدار اگرچہ اپنی جگہ پر بیٹھا ہوتا ہے لیکن بیگانہ نماز حرم کعبہ میں ادا کرتا ہے اور امامت کرتا ہے۔

قطب مدار

یہ بات کہتے وقت حضرت اقدس نے اپنے سلسلے والی زمین کی طرف اشارہ کیا کہ اس جگہ بیٹھے ہوئے حرم کعبہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ (حضرت خواجہ صاحب کی عظمت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے آپ کتنی بڑی شان کے مالک ہیں۔ مترجم)۔

اس کے بعد یہ حدیث پڑھی گئی: حضرت عبدالرحمن بن سلیمان جو تابعی ہیں قننہ تاتاریاں اور مدنی الاصل ہیں، کو فرسے رہنے والے ہیں اور حضرت خطلہ بن خیصل

کی اولاد ہیں، فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ عجم سے ایک بادشاہ آئیگا اور تمام ممالک پر قبضہ کر کے مسلط ہو جائے گا مگر ایک شہر دمشق ان کے تصرف میں نہیں آئے گا اور اس پر وہ غالب نہیں ہو سکے گا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ حدیث صریحاً چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کے حق میں ہے جو کافر، جابر اور مسلمانوں کا دشمن تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ چنگیز خاں کی اولاد میں سے پہلا شخص جو مسلمان ہوا، ہلاکو خاں کا لڑکا تھا جو اسلام لانے کے بعد سلطان احمد کے لقب سے مشہور ہوا۔ یہ بادشاہ بہت عادل اور انصاف پسند تھا۔ سلطان محمد خاں بندہ جو سلطان احمد خاں کے بھائی کی اولاد تھا۔ وہ بھی عادل اور صاحب انصاف تھا۔ جب سلطان محمد خاں بندہ فوت ہوا تو اس کا بیٹا سلطان ابوسعید خاں تخت نشین ہوا۔ یہ بھی عادل بادشاہ تھا۔ اور اہل اسلام میں عظیم الشان بادشاہ شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ روم (موجودہ ترکی) سے لے کر دریائے جیحوں تک اس کی سلطنت تھی اور خطبہ اس کے نام پر پڑھا جاتا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ چنگیز خاں ترک تھا اور تاتاری قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ تاتاریچین پر قبضہ جاکر اُس نے ایران کا رخ کیا اور ایران فتح کر کے اپنے قوانین مسلط کئے۔ اس وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو پیغمبر کہتا تھا۔ بخود وہ اسلام کا دشمن تھا اُس نے بیشمار مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور ہزاروں اولیاء اللہ اور شاہین روزگار کو شہید کیا۔ چنانچہ اس نے شہر فیثا پر میں قتل عام کا حکم دے کر تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

اتفاقاً شیخ فرید الدین عطار ایک مغل شہادت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آگئے اُس نے چاہا کہ آپ کو

قتل کر دے کہ ایک شخص ظاہر ہوا اور کچھ لٹکا کہ اُسے جو ان اس بزرگ کا خون یا ایک ہزار دینار مجھ سے لے لے اور ان کو چھوڑ دے ۳۰ پر شیخ عطار نے فرمایا کہ مجھے اس قدر ستا فرختہ کر



تجھے اس سے زیادہ رقم مل جائے گی۔ وہ شخص چلا گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اُس نے کہا اس بزرگ کاغوں بہانیں گھاس کی ایک مٹھی دیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا، اسے جو ان جلدی کہ اور مجھے فروخت کر دے۔ میری قیمت اس سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہ دیکھ کر مغل بچہ غضبناک ہوا اور حضرت شیخ کو شہید کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ مغل بھی ترک ہیں اور چنگیز خاں کی اولاد ہیں۔ پھر فرمایا کہ چنگیز خاں اور ہلاکو خاں بڑے ظالم بادشاہ تھے انھوں نے ماوراء النہر، سمرقند، بخارا، غزنی، بغداد وغیرہ کو ظلم و ستم سے تاملج کیا اور لوگوں پر بڑے مظالم ڈھائے اس کے بعد سلطان احمد مسلمان ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ساری دنیا میں ترک سب سے زیادہ کثیر تعداد میں ہیں۔ مشرقی ممالک یعنی چین اور صحرائے قباقر اور حدود تاتار اور دیار طغاج میں سب یہی لوگ ہیں اور یہی مذہب رکھتے ہیں۔ یہ سب کافر ہیں۔ حلال و حرام میں تمیز نہیں رکھتے جو کچھ ہاتھ لگتا کھا جاتے ہیں۔ یا حُجج ما حُجج بھی ان میں سے ہیں۔ سلطان سکندر نے ان کے خلاف دیوار بنائی تھی۔ یہ ممالک عرب سے مشرق کی جانب ہیں دہلی سے نکل کر انھوں نے اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا۔

## مقبول بوقت اشراق شنبہ ۲۴ ربيع الثانی سال مذکور

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہندو مذہب میں

گوشت کھانے کے روحانی مضمرات

گوشت کھانا اور شراب پینا دونوں برابر

حرام ہیں۔ فرقہ سہیلیہ میں بھی گوشت کھانا ممنوع ہے اس وجہ سے کہ حضرت شیخ عبداللہ بن ہل تستری نے فرمایا ہے کہ چالیس دن متواتر گوشت کھانے سے مراتب کم ہوتے ہیں اور حالت میں تنزل واقع

لے حضرت خواجہ صاحب کی تاریخ دانی اور جزائی معلومات بھی قابل داد ہیں نیز حافظہ بھی قابل داد ہے جو کچھ بیان فرمایا ہے فی البدیہہ بیان فرمایا اور بالکل صحیح بیان فرمایا ہے تاریخ و جغرافیہ علم اُس نے کسے علماء و مشائخ تو دور کار آج کل کے علماء و مشائخ بھی کم رکھتے ہیں۔

ہوتا ہے چنانچہ میرے شیخ حضرت فخر الادبیار دن میں ایک وقت گوشت کھاتے تھے۔ بعض اوقات دو دفعہ گوشت کھاتے تھے اگر اتفاقات میں دفعہ متواتر گوشت کھا لیتے تو آپ فرماتے تھے کہ میرے سارے جسم سے گوشت کی بو آتی ہے۔ اس پر احقر نے عرض کیا کہ قلعہ عین العلم میں لکھا ہے کہ تیسرے دن گوشت کھانا چاہیے فرمایا میں یہ حکم تمام ادیبانے کرام کے طریق میں ہے۔

### حضرت خواجہ صاحب کا استغفار

اس کے بعد نصرت جنگ نواب مبارک خاں المعروف بہادر خاں خامس ابن بدک الدولہ نصرت جنگ نواب صادق محمد خاں رابع مرحوم کے مرید ہونے کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ اس سلسلے میں حاضرین مجلس نے متفقہ عرض کیا کہ قبلہ نواب صادق محمد خاں مرحوم کے فوت ہونے کے بعد ریاست کے محکام ہمارے ساتھ بے پرواہی کر رہے ہیں اور ہر معاملہ میں خواجہ خواہ رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ ہمیں نواب صاحب مرحوم کے عہد حکومت میں جس قدر سہولتیں ملی تھیں اب ہم اُسی قدر رنج و شقت جھیل رہے ہیں۔ لہذا اگر موجودہ نواب صاحب مرید ہو جاتے تو تمام دشواریاں ختم جاتیں۔ حضور کو تو اس میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے جو دولت استغفار حضور کو عطا فرمائی ہے، نواب صاحب خواہ مرید ہوں یا نہ حضور کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن ہم لوگ انسانی ہیں ہمارے ہزاروں معاملات سرکاری محکموں کے ساتھ وابستہ ہیں، ہماری ضروریات پوری ہو جائیں گی لہذا حضور ہم لوگوں کے حال پر رحم فرمائیں اور اس نواب کو تصرف باطنی سے اپنی طرف کھینچ کر اپنا مرید بنالیں۔ یہ بات ہر اکابر مجلس نے باری باری عرض کی۔ حضرت اقدس سُننے رہے لیکن آپ کا فرخ انور غصہ سے سُرخ ہوتا گیا آخر جوش میں آکر فرمایا یہ سب حضرت سلطان الادبیاء صاحب الروضہ کی شان ہے اگر نواب مرید ہو تب بھی ہمارے تمام معاملات حضرت سلطان الادبیاء کی شان سے انجام پاتے رہیں گے اور نواب مرید نہ ہو تب بھی ہمارے سب کام حضرت سلطان الادبیاء کے ذمہ ہیں اور جس قدر جاگیریں، پیداوار اور لنگر ہیں سب حضرت اقدس کی خانقاہ معلّٰی سے متعلق ہیں اور آپ کے مہمانوں، فقیروں اور درویشوں پر خرچہ ہوتے ہیں۔ شاید تم لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارے سب کام نواب صاحب کے طفیل سر انجام ہوتے ہیں یہ غلط ہے اور تم لوگوں کا دھم ہے۔ خاص کر بہادر پور کے نوابوں کا یہ دستور ہے کہ حضرت قبلہ عالم مہارویؒ کے بعد نواب اس طرف کوٹ ٹھن کا مرید ہوتا ہے اور دوسرا نواب



دوسری طرف سنگم والے حضرات کا مُردہ ہوتا ہے۔ چنانچہ نواب صادق محمد خاں ثانی حضرت سلطان الادب کا مُردہ تھا نواب صاحب کا لڑکا بہاول خاں ثالث حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کا مُردہ تھا۔ نواب بہاول خاں ثالث کے بیٹے نواب فتح یار خاں اور نواب سعادت خاں میرے قلم گاہ حضرت خواجہ محبوب الہی کے مُردہ تھے۔ نواب فتح یار خاں کا بڑا لڑکا نواب بہاول خاں رابع حضرت میاں اللہ بخش صاحب تونسوی کا مُردہ تھا اور اس نواب بہاول خاں رابع کا بیٹا نواب صادق محمد خاں رابع تھا جو ہماری طرف مُردہ تھا۔ لہذا اب اس خان مبارک خاں کی باری حضرات تونسہ شریف سے مُردہ ہونے کی ہے۔ یہ سُن کر سب خاموش ہو گئے۔

## مقبول بوقت اشراق یکشنبہ ماہ و سال مذکور

حضرت اقدس نے فرمایا کہ نعمات الانس مشکل کتاب ہے۔ سید الادب حضرت قلم محبوب الہی ساکن راہِ طریقت کو اسی کتاب کا درس دیتے تھے اور سمجھتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ اس کتاب میں جو مشکل مقام ہوا وہ تمہاری سمجھ میں نہ آتا ہو، پڑھو۔ چنانچہ احقر نے کتاب کھول کر یہ عبارت پڑھی:

ابوالعباس باوردیؒ بڑے بزرگ تھے

انھوں نے شیخ شبلیؒ کو دیکھا تھا۔ آپ

توحید کیا ہے، صاحب حال کون ہے

نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ شیخ ابوبکر طسانیؒ بھی نیشاپوری تھے۔ انھوں نے بھی شیخ شبلیؒ کو دیکھا تھا یہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ شیخ شبلیؒ صاحب حال تھے لیکن توحید کا ذرہ بھی نہیں جانتے تھے۔ شیخ الاسلام (حضرت پیر انصار ہمدانیؒ) فرماتے ہیں کہ معاملہ اس طرح ہے جیسے یہ دونوں کہتے ہیں: ”شبلیؒ توحید میں مدیانہ کلام کرتے ہیں نہ کہ متکبرانہ۔“ یہ سُن کر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ”توحید عبارت از دانستن یک ذات بحت است راہ ہر مرتبہ و دادن ہر مرتبہ را حق آن است۔“

یعنی صاحب تعویض تھے نہ کہ صاحب تمکین۔ صاحب تعویض مغلوب الحال ہوتے ہیں اور صاحب تمکین غالب الحال بہ الفاظ دیگر ان کو مقام خافی اللہ حاصل تھا، بقا باللہ حاصل نہ تھا جو عروج کے بعد نزول یا عیدیت میں حاصل ہوتا،

(توحید کا مطلب یہ ہے کہ ایک ذات بحت یعنی خالص ذات منزہ از صفات کا مرتبہ جلستے اور پھر ہر مرتبہ کا حق ادا کرے)۔ یعنی ایک ذات کو مرتبہ ربوبیت میں رب جاننا اور مرتبہ عبودیت میں عبد جاننا تو حید ہے۔ وحدت کا مطلب ہے واحد ہونا اور یگانہ ہونا ہے اور معرفت بھی مراتب عبودیت میں سے ہے اس وجہ سے کہ حق کو عارف نہیں کہا جاسکتا اور حق کو باعتبار علم عالم کہا جاسکتا ہے۔ پس وحدت صفت حق سبحانہ تعالیٰ ہے توحید اور معرفت صفت عبد ہے۔ پس حق سبحانہ کو واحد کہا جاسکتا ہے۔ مؤخر اور عارف نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن عبد کو موحد اور عارف نہیں کہا جاسکتا ہے نہ کہ واحد۔ پس توحید مقام محمّد (ہو شیری) اور تمکین (غالب الحال ہونا) ہے اور مرتبہ جامعیت ہے۔ اور وحدت مقام صاحب حال ہے۔ پس شیخ شبلی صاحب حال دیکر تھے اور مغلوب الحال تھے صاحب تمکین نہیں تھے اس وجہ سے کہ صاحب توحید صاحب تمکین ہوتا ہے اور دونوں مراتب کا حق ادا کرتا ہے (مرتبہ ربوبیت اور مرتبہ عبودیت)۔ یہ شیخ شبلی کے غلبہ حال کی وجہ سے تھا کہ ایک دن ممبر پر گھر سے ہو کر مسئلہ وحدت الوجود کے متعلق وعظ کر رہے تھے اور لوگوں کو سنا رہے تھے۔ اس اشار میں سید الطائفہ شیخ عبید رحمۃ اللہ علیہ آگئے اور فرمایا اے شبلی جو کچھ میں چھپاتا رہا تھا اشارات میں بیان کرتا رہا، تو برس ممبر فاش کر رہا ہے۔ شیخ شبلی نے فرمایا: ”انا قول وانا اسمع وهل فی الدارین غیری“ (میں کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں) میرے سوا دونوں چیزوں میں کون ہے کہ جس سے حجاب کروں اور پوشیدہ رکھوں)۔ ایک دن ایک آدمی نے ان کے دروازے پر آکر آواز دی کہ شبلی گھر پر ہیں؟ شیخ نے باہر آکر کہا کہ مات الشبلی کافرا لارحمۃ اللہ (شبلی کفر میں مرچکا ہے اُس پر خدا رحمت نہ کرے)۔ یعنی شبلی کا نفس مرچکا ہے بجا یکہ کافر تھا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ شبلی پر ساری عمر غلبہ حال رہا وہ بہت کوشش کرتے تھے۔ کہ اس حال سے نکل جائیں اور مقام محمود ہو شیری پر پہنچیں لیکن کامیاب نہ ہو سکے اس کے بعد فرمایا

لے مطلب یہ ہے کہ وہ ذات حق میں قابو ہو چکا ہے ذات حق باقی ہے شبلی گم ہے۔ جب گم ہے تو رحمت حق کس پر۔ اس لئے فرمایا لارحمۃ اللہ۔



شیخ شبلی کا شمار اکابر اور اعظم مشائخ میں ہوتا ہے ان کے بلند مرتبہ کی اس سے زیادہ کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضرت غوث الاعظم جیسے سید الاولیاء بزرگ ان کے مریدین میں سے تھے یعنی ان کے سلسلے سے تعلق رکھتے تھے اس کے بعد فرمایا اس معاملہ میں شیخ شبلی رحمہ کے حقیقی وارث شیخ ابوالحسن حسری ہیں جن کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ شیخ احمد نصر جو شیخ ابوالحسن حسری کے مرید ہیں ایک مرتبہ حج پر گئے ہوئے تھے۔ جب کہ معظمہ پہنچے تو حیدریم دہان قیام کیا وہاں مشائخ حرم کثرت سے موجود تھے وہ شیخ ابوالنصر سے کسی وجہ سے رنجیدہ خاطر ہوئے اور ان کو حرم سے نکال دیا۔ ادھر شیخ ابوالحسن نے اپنے خادم سے کہا کہ احمد تم سے واپس آ رہا ہے جب یہاں پہنچے تو میرے پاس نہ آنے دینا۔ جب شیخ احمد بغداد پہنچے اور اپنے شیخ کے دروازہ چاڑھ ہوئے تو دربان نے کہا ٹھہرو میں اندر سے حکم لے کر آتا ہوں۔ شیخ احمد نے بہت آہ و فریاد کی لیکن حضرت شیخ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی الغرض حیدریم کے بعد آپ نے شیخ احمد سے فرمایا تو نے مشائخ حرم کی بے ادبی کی ہے جب تک ایک کام نہیں کر کے معافی نہیں ملے گی۔ انھوں نے عرض کی حضور وہ کیا کام ہے۔ ارشاد ہوا کہ فلاں ملک جاؤ جو اسلام سے بالکل خالی اور کفرستان ہے، سبھی لوگ کفر میں مبتلا ہیں، وہاں جا کر خوبانی (سورچر یا) کرو اور اور سوڑوں کے پتے کندھوں پر اٹھاؤ پھر جسم اندکیرے پاک کر کے پانچ وقت باقاعدہ نماز پڑھو۔ رات دن یہی کام کرو ایک سال تک بالکل عینہ نہ کر دو تب تمہاری تقصیر معاف ہوگی شیخ احمد نے جواباً عرض کی کہ یہ آسان کام ہے، بھلاؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت کر لبتہ ہو کر دروازہ ہو گئے اور ملک روم میں پہنچ کر ایک نصرانی کے ہاں سوڑوں کی نگہداشت کرنے کی نوکری کر لی۔ اور سوڑوں کے بچوں کو اٹھا کر چرتے رہے۔ نماز کے وقت جسم اور کپڑوں کو پاک کر لیتے تھے اور رات دن جاگتے رہتے تھے جب اس ریاضت شاقہ میں ایک سال گزر گیا تو حضرت شیخ کی خدمت میں واپس آئے قریب پہنچے تو حضرت شیخ ابوالحسن ان کے استقبال کے لئے باہر تشریف لے گئے اور بٹلگیر کر کے فرمایا کہ اے احمد تومیرا ٹیبل ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کے بعد جب وہ حج پر گئے تو تمام مشائخ حرم نے باہر آکر ان کا استقبال کیا اور معاف کر کے فرمایا کہ اے احمد تمہارا فرزند اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ غرضیکہ ان کا بہت احترام ہوا۔ اس

بعد فرمایا کہ پہلے زمانے میں ان دو سلسلوں کو بہت شہرت ہوئی سلسلہ جنیدؒ اور سلسلہ طیفورؒ (یعنی حضرت شیخ بایزیدؒ بطامیؒ کا سلسلہ) مگر حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ صاحب صحو تھے اور حضرت بایزیدؒ بطامیؒ اہل سکر تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ادا دیار اللہ میں سے تین حضرات ایسے ہوئے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے زمانے میں مرنے کے بعد تمام سلاسل کا منتہا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ اور شیخ جنید بغدادیؒ۔

## مقبول بوقت چاشت برزنجستہ ماہ و سال مذکور

حضرت فخر الادبؒ کے عرس کے پہلے دن حضرت اقدس مع فرزند ارجند، دیگر فقرا، درویشان اور خدام موجود تھے۔ برکت علی ربانی ستار پر نغمہ راگنی بھیری الاپ رہا تھا۔ ابھی اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا کہ اسی نغمہ پر حضرت اقدس پر دج بطاری ہو گیا۔ آپ نے دو تین دفعہ سر دائیں بائیں اس زور سے ہلایا کہ کلاہ مبارک سر سے گر گیا اس کے بعد سجدہ کیا اور بیٹھ گئے اور توجہ سے ستار سنتے رہے۔ اس کے بعد آپ اپنی پیشہ کے کلیتہً گئے تھوڑی دیر کے بعد آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اس کے بعد خوال حضرات نے یہ شعر گایا ہے

کدام کس کہ ترا دید بے قرار نشد  
کدام دل کہ تو عشرہ زوی نگار نشد

(وہ کون آدمی ہے کہ جس نے تجھے دیکھا اور بے قرار نہ ہوا، وہ کون دل ہے جو تیرے غمزدہ کا

نشانہ بنا اور بازہ پارہ نہ ہوا)۔

اس شعر پر آپ کو قدر سے گریہ ہوا اس کے بعد یہ شعر پڑھا گیا ہے

سوئے دل از ترانہ ماموج سے زند بے خوابی از فائز ماموج سے زند  
اں آتش کہ نپتہ علاج را بربخت در خار آشیانہ ماموج سے زند



۱۶ دل کا سوز ہمارے ترانے میں موجیں مار رہا ہے اور ہمارے افسانے میں بے خوابی موجیں مار رہی ہے۔  
۲ وہ آگ جس نے منصوبہ حلق کی رد کی جلا دی، ہمارے آشیان کے کانٹوں میں موجیں مار رہی ہے۔

ان اشعار پر بھی حضرت اقدس کو قدرے گریہ ہوا۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھ گئے۔

آئینہ دار جلوہ آن نور مطلقہ  
ایں بحر در کراڑ ما موج سے زند

آن بادہ طہور کہ در آب کوثر است  
در ساحل شایہ ما موج سے زند

کہویم شرح حسن تو در ہر طرف و اں  
انوار در زمانہ ما موج سے زند

آن بادہ کہ در سر منصور در گرفت  
نیز از شراب خانہ ما موج سے زند

۱) آئینہ کی طرح اس نور مطلق کا عکس ہمارے اندر نمایا ہوا ہے اور یہ سمندر اب ہمارے جسم کے

اندروں میں مار رہا ہے،

۲ وہ پاک شراب جو آپ کوثر میں ہے ہمارے ساغر دل میں موجیں مار رہا ہے۔

۳ ہم نے چاروں طرف تیرے حسن جہاں سوز کا چکر رکھا ہے اور تیرے انوار جا بجا دل میں

موجیں مار رہیں۔

۴ وہ شراب جس نے منصور کے سر کو بٹا دیا اب ہمارے شراب خانے میں موجیں مار

رہی ہے۔

یہ اشعار سن کر آپ کا حزن و ملال اور گریہ فرحت و انبساط میں تبدیل ہو گیا اور آپ پر عروجی کیفیت طاری

۱۔ اس وجہ سے عروج و خروش فرحت و انبساط میں تبدیل ہو گیا کہ ان اشعار میں ذات مطلق اور ذات بحت کے ذکر سے حضرت

اقدس پر وہی کیفیت طاری ہو گئی درود سوز کی جگہ استغراق اور محبت نے لے لی۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس قسم کا کلام ہو تبھی قسمی

حال صاحب صلح پر طاری ہو تبھی بشرطیکہ صاحب صلح ہو۔ یہ عروجی کیفیت ہے۔

۲۔ عروجی و نفعی سلوک الی اللہ میں دو منازل ہیں۔ عروج سے مراد وقائیت فی الذات ہے جہاں غلبہ سکود استغراق ہو رہا ہے

اور نفعی مقام جدیت اور نفع کے استغراق سے نکل کر دوئی اور عبودیت کے مقام پر آنے کا نام ہے۔ عروج میں محبت

سکون غالب ہوتا ہے اور نزول میں صحو اور ہوشیاری اور حفظ مراتب۔ اس لئے حضرت جامی نے فرمایا: ”حفظ مراتب بخشی نذیر لقی“

ساکھاس وقت کمال کو پہنچتا ہے جب استغراق ذات سے نکل کر فرق اور دوئی میں آتا ہے اور بشور ہو کر فرائض ادا کرتا ہے

ہو گئی اور طبع مبارک میں وسعت و اطلاق کی کیفیت نمودار ہوئی۔ خصوصاً جب قوال نے آخری دو شعر پڑھے تو آپ کی صبیح مبارک پر انبساط کی کیفیت طاری ہوئی قوالی ختم ہونے پر آپ نے مثنوی بھر روپے قوال کو دیے۔ صاحبزادہ صاحب نے بھی کچھ روپے اٹھا کر حضرت اقدس کے سر مبارک پر خود شاہ کیلے اور قوال کو دینے جب حضرت اقدس پر حال طاری تھا تو سنی اور درویش حضرات پر بھی خوب کیفیت طاری تھی اور چاروں طرف سے ہاہو کے نعرے بلند تھے۔

## مقبوس: بوقت ظہر جمعہ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۱۸ھ

نماز ظہر سے فارغ ہو کر حضرت اقدس و خلائف میں مشغول تھے آج آپ نے کلمہ تجید دو سو بار اس ترتیب سے پڑھا پہلے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مکمل چھ بار پڑھا اس کے بعد اٹھاسی بار صرف سبحان اللہ پڑھا۔ پھر چھ دفعہ پُورا کلمہ یعنی سبحان اللہ سے لے کر عظیم تک پڑھا اس کے بعد چھ بار دوبارہ کلمہ تمجید اور ۸۸ بار فقط سبحان اللہ پڑھا اس کے بعد چھ بار کلمہ تجید مکمل پڑھا۔ یہ وظیفہ دو صد بار بہ ترتیب پڑھا پڑھ کر دُعا فرمائی۔

## مقبوس: ۹ بوقت عصر بروز دوشنبہ ۱۲ ماہ و سال مذکور

حضرت اقدس اپنے محل سے روانہ ہو کر اپنے جدِ امجد حضرت خواجہ احمد علیؒ اور اپنے چچا حضرت خواجہ تاج محمدؒ کی زیارت اور ادراج کے لئے تشریف لے گئے دروازہ پر جا کر آپ وہاں بیٹھ گئے اور آستانہ عالیہ پر دو بار بوسہ کیا اور رخسار اور آنکھیں چمکتے سے لگا اس کے بعد دو روپے خادم سے لے کر بطور نذر آستانہ پر رکھے اس کے بعد فاتحہ پڑھی اور دُعا مانگ کر کھڑے ہو گئے اور سر مبارک دونوں ہاتھوں سے سلام کیا اور واپس آ گئے۔ روضہ شریف کے اندر نہیں گئے۔ یاد رہے کہ حضرت اقدس کا یہ دستور



تھا کہ جب چاچڑال شریف سے کوٹ ٹھن شریف جاتے تو سب سے پہلے اپنے مشائخ کے دربار پر جاتے  
خواہ دن ہو یا رات۔ اس کے بعد اپنے مقام پر آکر استراحت کرتے کوٹ شریف میں جتنے  
معدنیام ہوتا تھا پہر میں ایک دفعہ مزارات پر حاضری دیتے تھے۔ یہ حاضری اکثر عصر اور مغرب کے  
درمیان ہوتی تھی باقی وقت مسجد کے صحن میں بیٹھ کر وظائف پڑھتے تھے یا لوگوں کی حاجت براری کرتے تھے  
آپ حضرت خواجہ احمد علی اور خواجہ تاج محمد کے مزارات پر صرف ایک دفعہ حاضری دیتے تھے جس کا  
ذکر اوپر آیا ہے اور خواجہ محمد شریف کے مزار پر حاضری کا طریقہ راقم الحروف کو معلوم نہیں کیونکہ  
۱۳۱۱ھ سے ۱۳۱۸ھ تک راقم الحروف نے آنحضرت کے مزار پر حضرت اقدس کو کبھی  
جاتے نہیں دیکھا اس سے پہلے کا علم راقم کو نہیں ہے۔

## مقبول بوقت اشراق بروز شنبہ ۱۹ ماہ و سال مذکور

دوزخ و بہشت کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی حضرت  
اقدس نے فرمایا کہ بہشت اس قدر وسیع ہے کہ  
بہشت و دوزخ کی وسعت  
ہر مومن کو ہماری اس زمین سے تین گنا زیادہ زمین و مکانات ملیں گے۔ بہشتیوں کے بہشت میں  
مقیم ہو جانے کے بعد بھی بہشت جگہ خالی ہوگی پس حق تعالیٰ اور خلقت پیدا کرے گا اور بہشت  
کو بڑ کرے گا۔ فرمایا کہ دوزخ بھی بہت وسیع ہے اور اہل دوزخ بھی بہت ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث  
میں آیا ہے کہ ایک مومن کے مقابلے میں نو سو نواسے دوزخی ہوں گے اور ہر دوزخی کا جسم اس قدر  
بڑا اور بد نما ہوگا کہ اس کا دانت اُحد پاؤں کے برابر ہوگا اور اس کا دونوں کندھوں کے درمیان کا فاصلہ  
تین روزہ سفر کا ہوگا، وہ بھی تیز دوسوار کے لئے۔ باقی جسم کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ لیکن اہل دوزخ  
کی اس کثرت اور جسم کے اس موٹاپے کے باوجود بھی دوزخ پر نہیں ہوگی بلکہ ابھی خالی رہ جائے گی۔  
اور ”ہل مون مزید“ کا نعرہ بلند کرے گی۔ ہائے ہائے کہ گئی کہ بجے اور آدمی چاہیں  
یہاں تک کہ حق تعالیٰ اپنا پاؤں مبارک دوزخ میں رکھیں گے اور دوزخ پکارے گی ”قط،  
قط“ یعنی بس بس، میں بھر گئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ آہ آہ! حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے

بیٹے حضرت صالحؑ ایک دن یہ حدیث پڑھ کر لوگوں کو معنی بتا رہے تھے کہ حق تعالیٰ نے آدمؑ کی مٹی کا خمیر اپنے ہاتھ سے بنایا اور یہ کہتے وقت اپنے اپنی آستین چڑھا کر ہاتھ سے اشارہ کیا یہ دیکھ کر امام احمد بن حنبلؒ نے پکار کر فرمایا کہ اے پسر! جب ید اللہ (اللہ کے ہاتھ) کی بات کرتے ہو تو اپنے ہاتھ سے اشارہ نہ کر۔ جب حاضرین مجلس میں سے کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہ انتہائی بے ادبی ہے۔

## مقبوس البوقت اشراق برزخیا شنبہ ماہ و سال مذکور

عقائد باطلہ سے صورت کا نسخ ہونا  
مجلس میں عقائد باطلہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ رشحات میں، جو مشائخ نقشبندیہ کے حالات میں معتبر کتاب ہے، لکھا ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ عبید احرار اقدس سرفہر مجلس میں مراقبہ کئے بیٹھے تھے باقی حاضرین مجلس بھی مراقبہ تھے۔ کچھ دیر کے بعد اپنے سر اٹھایا، حاضرین مجلس نے بھی سر اُپر اٹھا انہوں نے دیکھا کہ حضرت شیخ کے چہرے پر وحشت و نفرت کے آثار نمودار ہوئے ہیں۔ جب لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں عالم واقعہ (کشف) میں دیکھ رہا تھا کہ ایک بڑی گتیا جس کے تھن دو دھڑے پڑے ہیں اپنے نو بچوں سمیت میرے سامنے آئی ہے۔ اس کے فوراً بعد دس آدمی آپ کی خدمت میں آئے اُن میں سے ایک علی کو شجی تھا جو عالم علوم فلسفہ تھا اور باقی نو ہمراہی اُس کے شاگرد تھے۔ یہ لوگ آکر مجلس میں بیٹھ گئے۔ ان کی خاطر کھانا لانے کے بہانے حضرت شیخ اٹھ کر اندر دین خانہ چلے گئے لیکن کھانا بھیج دیا اور خود باہر نکلے علی کو شجی بعد ان کے شاگرد کھانا کھا کر چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ باہر تشریف لائے۔ چنانچہ وہ کتیا اور نو بچے وہی علی کو شجی اور اس کے نو شاگرد تھے جو عقائد باطلہ کی وجہ سے مسخ ہو کر حضرت شیخ کو کتوں کی صورت میں نظر آئے۔ یہ حکایت بیان کر کے خواجہ صاحبؒ نے سرائیگوں کو یہ کہہ کر مراقبہ کیا۔ اس اشائیں دو آدمیوں کے درمیان کچھ اختلاف رونما ہوا۔



## خلقت کی چار اقسام

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ حاتم الدین متقی اپنی کتاب  
نیک الرجال میں لکھتے ہیں کہ لوگوں کی چار اقسام ہیں: اول عوام،

دوم، خواص، سوم، عوام العوام، چارم، خواص الخواص، عوام العوام کی علامت یہ ہے کہ  
بہ زور اور بلا وجہ لوگوں کے ساتھ شرف و فساد کرتے ہیں۔ عوام کی عادت یہ ہے کہ جب تک ان کو کوئی  
نہیں چھیڑتا، فساد نہیں کرتے لیکن جب کوئی ان کو چھیڑتا ہے تو خوب لڑائی کرتے ہیں۔ خواص کا شیوہ ہے  
کہ جو شخص ان سے جھگڑا کرتا ہے، تحمل و صبر سے کام لیتے ہیں۔ نہ لڑائی کرتے ہیں نہ انتقام لیتے  
ہیں بلکہ معاف کر دیتے ہیں۔ خواص الخواص کی خصلت یہ ہے کہ جو شخص ان کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے  
برائی سے پیش آتا ہے اور تکلیف دیتا ہے وہ اس تکلیف میں لذت اور فرحت محسوس کرتے ہیں  
اپنی بے حرمتی میں عزت، خاکساری، ذلت اور خواری کو وہ اپنی برتری، فخر اور رفعت سمجھتے ہیں  
یہ لوگ لعنت و رحمت اور محنت و مذمت کو برابر سمجھتے ہیں اور دشمنوں کی بُرائی کو معاف کر کے  
اس کے بدلے نیکی اور احسان سے پیش آتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان کے منہ پر تھپڑ مارتا ہے  
تو وہ رنجیدہ خاطر نہیں ہوتے بلکہ اس کے سامنے معذرت کرتے ہیں کہ اس ضرب سے تمہارے ہاتھ  
کو صدمہ پہنچا ہے مجھے معاف کرو اور نقد یا زور سیم دے کر رخصت کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص  
خور کرے، انصاف کی نظر سے دیکھے اور اپنی عادات و خصائل کا موازنہ کرے تو اسے آسانی سے  
معلوم ہو جائے گا کہ میں فلاں قسم سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس کے بعد تبسم ہو کر فرمایا کہ محند  
ولایت شاہ کہتے تھے کہ میں اپنے آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس قسم سے تعلق رکھتا ہوں اس  
وجہ سے کہ میں بلا سبب اور بلا وجہ خود بخود فساد پر آمادہ ہوتا ہوں اور لوگوں کی گردن پکڑ لیتا ہوں۔  
راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ محند ولایت شاہ صاحب کا یہ کہنا تواضع اور انکسار کی وجہ سے تھا

لے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ پر کسی شخص نے خنجر سے چودہ وارے کئے اور لوگوں نے اسے گرفتار  
کر لیا تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ بلکہ جیب میں ہاتھ ڈال کر اُسے رقم دی اور یہ کہا کہ تیرے ہاتھ کو تکلیف  
ہوئی ہوگی، یہ اُس کا انعام ہے۔

ورنہ آپ کا شمار تو خاص میں ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ شیخ حسام الدینؒ بڑے عظیم الشان تھے اور علم حدیث میں بڑے بڑے مشائخ ان کے شاگرد ہیں اور ان سے حدیث کی سند ملتی ہے۔ چنانچہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلویؒ شارح مشکوٰۃ شریف بھی بالواسطہ ان کے شاگرد ہیں۔ یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ علم حدیث میں شیخ علی متقیؒ کے شاگرد ہیں۔ شیخ علی متقیؒ شیخ عبد الوہابؒ کے اور شیخ عبد الوہابؒ شیخ حسام الدین متقیؒ کے شاگرد ہیں۔ ان کی وجہ سے شیخ علیؒ اور شیخ عبد الوہابؒ کو بھی متقی کا لقب ملا ہے۔

اس کے بعد حضرت مخدوم جہانیاں اوجی قدس سرہ

### حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی عظمت

فرمایا کہ حضرت مخدوم جہانیاں کا شمار مشائخ عظام میں ہوتا ہے۔ آپ کے بھائی مخدوم صدر الدینؒ بھی مشائخ عظام میں سے تھے اور آپ کے بڑے بھائی حضرت مخدوم جہانیاںؒ آپ کے پیر ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے میرا منہ خلق کی طرف کر دیا ہے (یعنی خلوق کی ہدایت پر مقرر فرمایا ہے) اور میرے بھائی صدر الدینؒ کا منہ اپنی طرف کیا ہے اس کے بعد فرمایا کہ شیخ قوام الدینؒ حضرت خواجہ نصیر الدین چانچ دہلویؒ کے مرید اور مخدوم جہانیاںؒ کے پیر بھائی ہیں لیکن حضرت شیخؒ نے شیخ قوام الدینؒ کو حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے سپرد کر دیا تھا چنانچہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے ان کو تمام منازل سلوک طے کر اکر سلسلہ چشتیہ میں خلعت عطا کی۔ چچکہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے تمام خلفاء کامل و مکمل تھے اور ان میں سے ہر ایک حضرت شیخؒ کا جانشین ہونے کے قابل تھا۔ کسی نے خلوت میں آپ سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین خلیفہ کون ہوگا تو آپ نے حضرت شیخ قوام الدینؒ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ آپ کے فرزند مخدوم ناصر الدین محمدؒ بھی کامل ہیں لیکن میری رائے میں آپ کی جانشینی کے زیادہ لائق مخدوم صدر الدینؒ ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے فرمایا بے شک میرے بعد میرا بھائی مخدوم صدر الدینؒ

لے آپ کو قال اس لئے کہتے ہیں کہ مریدین سے آپ سخت مجاہدہ لیتے تھے۔



خلیفہ رجائین ہو گا نہ کہ میر امینا۔ جب یہ واقعہ مخدوم ناصر الدین کی والدہ ماجدہ کو معلوم ہوا جو ولیتہ کامل تھیں، انھوں نے شیخ قوام الدینؒ کو کہلا بھیجا کہ تم نے میرے بیٹے کو سجادگی اور جائینتی سے معزول کر دیا ہے تو میں نے تمہاری اولاد قطع کر دی ہے۔ شیخ قوام الدینؒ نے حضرت بی بی صاحبہ کے درودِ دولت پر جا کر عرض کیا کہ اے حضرت مخدومہ صاحبہ، آپ نے میری سببی اولاد قطع کی ہے یا اولادِ طریقت اور سلسلہ جاری ہونا۔ حضرت مخدومہ نے فرمایا کہ اولادِ نسبی تجھ سے قطع کی ہے نہ کہ اولادِ طریقت۔ اس پر شیخ قوام الدینؒ نے کہا، الحمد للہ! میرا روحانی سلسلہ جاری رہے گا۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ شیخ قوام الدینؒ بے ادبی کی سزا کا ایک بیٹا تھا جسے انھوں نے تیغِ نظر اور قبر سے مار ڈالا تھا اس کا قلعہ یوں ہے کہ آپ کا وہ بیٹا سرکاری نوکر تھا لیکن قوام الدینؒ کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ فقیر کا بیٹا نوکر شاہی ہو۔ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ جب حضرت شیخ قوام الدینؒ کی جائے رہائش سے ان کا گزر ہوا تو لوگوں نے کہانیچے اُتر جاؤ اور باپ کا ادب کر دیں انھوں نے غرورِ جوانی میں اگر کچھ نہ سنا۔ جب والد ماجد کے قریب پہنچے تو آپ کو سخت غصہ لگا اور فرمایا ابھی تمہاری گردن نہیں ٹوٹی، یہ کہتے ہی وہ گھوڑے سے گر گئے اور گردن ٹوٹ گئی۔ اس طرح ان کا سلسلہ نسب منقطع ہو گیا لیکن سلسلہ طریقت باقی رہا جو سلسلہ مینا ثیہ کے نام سے موسوم ہے اور آج تک جاری ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن شیخ قوام الدینؒ کو فرمان ہوا کہ ہم نے تجھے ایک بیٹا دیا ہے جس کا نام مینا ہے۔ جب شیخ مینا پیدا ہوئے تو شیخ قوام الدینؒ نے اپنے خلیفہ شیخ سازنگؒ سے کہا کہ ”آؤ امیر امینا“ (ایا میر امینا) اپنے شیخ سازنگؒ کو یہ بھی وصیت کی کہ میں اس کے بلوغ کے وقت تک زندہ نہیں ہوں گا۔ تم اس کی تربیت و تلقین میں کما حقہ کوشش کرنا اور یہ نعمتِ ولایت جو تجھ کو مجھ سے ملی ہے اس کو

پہنچا دینا۔

اس کے بعد راقم الحروف نے عرض کیا کہ مخدوم صدر الدینؒ کو راجن قتال کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: آپ کا اسم گرامی راجا، راجو یا راجن ہے اور ہندوستان میں اکثر آپ کو راجو کہتے ہیں۔ آپ کا لقب صدر الدین ہے۔ قتال لقب اس لئے ہے کہ آپ بڑے صاحب جلال تھے یا ممکن ہے کہ کوئی اور وجہ ہو۔

اس کے بعد تاریخ نکالنے کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے تاریخ نکالنا فرمایا کہ بعض تواریخ مجھ سے بے فکر و تامل صادر ہو جاتی ہیں جنہیں لوگ مجھ جیسے غریب سے الہامی منسوب کرتے ہیں۔ حاضرین میں سے جو تمام خواص تھے کسی نے عرض کیا کہ حضور آپ نے جتنی تواریخ نکالیں، سب الہامی ہیں یا طبعی۔ آپ نے فرمایا کہ میری نکالی ہوئی تمام تواریخیں الہامی نہیں البتہ بعض الہامی ہیں جو بلا تامل صادر ہوئی ہیں اور بعض طبعی ہیں جو کوشش سے نکالی گئی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ چند الہامی تواریخیں یہ ہیں: مثلاً میری بہن کی تاریخ وصال یہ ہے: ”حافظ قاری“ (۳۱۳ھ) میاں نبی بخش قریشی کی تاریخ وفات یہ ہے: ”عاشق صادق دل خدا“ (۳۱۴ھ)، نواب صادق محمد خاں عباسی کی تاریخ وفات ان الفاظ سے نکلتی ہے: ”خورشید دین اسلام“ (۳۱۶ھ) ستھو ربالی کے بمبائی کی تاریخ وفات یہ ہے: ”غریب الوطن“ (۳۰۸ھ)، صادق محمد خاں غوری کی تاریخ وفات یہ ہے: ”صادق آمد بصدق و رقت بصدق“ (۳۱۲ھ) نظام قتال کے فوت ہونے کی تاریخ یہ ہے: ”نظام شاہ“ (۳۹۴ھ) نور محمد خاں بزدار کی تاریخ وفات ان الفاظ سے نکلتی ہے: ”نور محمد خاں صاحب بزدار“، ”ختم الامرار“ (۳۱۲ھ) بیار خادم کی تاریخ وفات یہ ہے: ”بہار باغ جناں“ (۳۱۲ھ) وغیرہ۔

اس کے بعد موت ارادی و موت اختیار کی موت اختیار و موت ارادی متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ موت ارادی سے مراد ہے دنیاوی مال و متاع سے اجتناب اور نفسانی لذات و خواہشات

۱۔ بعض کے قول کے مطابق قتال کا لقب اس لئے ہے کہ آپ مرمین سے سخت مجاہدہ کراتے تھے۔



اور ملک و تصرف کا کئی طور پر ترک کرنا جیسے کہ میت ترک کرتا ہے۔ ”موتوا قبل ان تموتوا“ (مرباؤ مرنے سے پہلے)۔ اس میں اسی موت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ”مرباؤ مرنے سے پہلے“ اور اس موت میں سالک پر وہی منکشف ہوتا ہے جو مرنے کے بعد ہوتا ہے لیکن طبعی اور اضطراری موت سے ارادی موت حاصل نہیں ہوتی سوائے سالکین کاملین کے اور اس موت کا حصول بہت مشکل ہے، آسان نہیں ہے۔ زبان سے کہنا آسان ہے لیکن اس کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے۔

## مقبول بوقت اشراق برز جمعۃ المبارک ۱۵ جمادی الاول ۱۳۱۸ھ

حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ کتاب ”رشحات القدس“ بھی ”نغمۃ الانس“ کی طرح معتبر اور مستند ہے۔ کتاب مذکور میں سے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ اہل آباد بہت کم ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ کو کہلا بھیجا کہ اگر کوئی مُرید صادق مل جائے تو میرے پاس بھیج دینا۔ اُن بزرگ نے جواب دیا کہ اس جگہ مُرید صادق کیا ہے البتہ شیخ بہت ہیں۔ اگر شیخ کی ضرورت ہو تو سمجھا دوں گا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ آج کل لوگ توحید یہ سمجھتے ہیں کہ بازار میں جا کر بے ریش لڑکوں کے حسن کا مشاہدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حق تعالیٰ کے حُسن و جمال کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اس مشاہدہ سے خدا پناہ دے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت قاسم تبریزیؒ قدس سرہ اس ملائے میں آئے ہوئے تھے ان کے چند مُرید بازار گھوم رہے تھے اور بے ریش لڑکوں کو تلاش کر کے اُن کے ساتھ میل ملاپ کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ان حسین مُردوں میں حق تعالیٰ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اس کا

لے بالغا وغیرہ موت ارادی معتم فانی اللہ کا حصول ہے، جہاں سالک اپنے آپ کو متاثر واصل بحق ہوتا ہے۔

سید قاسم تبریزی نے فرمایا کہ ہمارے سوز کہاں گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ حضرت شیخ کا چشم بصیرت میں سوز بن چکے تھے (یعنی مسخ ہو کر)۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص تیری مذمت کرے اور گال دے تو تو اسے

**کوئی تجھے بُرا کہے تو سچ سمجھ**

سمجھ کر واقعی ایسا ہوں۔ اگر کوئی تجھے سوز یا کنہ کہے تو یقین کر لو کہ واقعی میرے اندر ان کے مثلاً موجود ہیں اس وجہ سے کہ آدمی جامع ہے ملکوتیت اور بہمیت کا۔ جہاں اس کے اندر ملکوتی صفات موجود ہیں، یہی صفات بھی پائے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت شیخ جنید اہلسرہ کے پاس ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے کہ شبلی آگئے۔ ان بزرگ نے حضرت جنیدؒ کے سامنے شبلی کی تعریف کی۔ شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ آپ نے یہ سب اس سوز کی تعریف کی ہے۔ اس سے وہ بزرگ بہت شرمندہ ہوئے کہ میری وجہ سے حضرت شیخؒ نے شبلیؒ کو سوز کہا ہے لیکن شیخؒ شبلیؒ کی ظاہری اور باطنی حالت میں اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ (یعنی نہ آپ کے چہرے سے ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے نہ دل کے اندر ناراضگی پیدا ہوئی)۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں کہ درویش وہ ہے جیسا کہ حضرت پیر اصفؒ

**درویش کو مٹی بن جانا چاہیے**

نے فرمایا ہے یعنی: ”خاک بیختہ و آپ ریختہ“ (پسی گیلی مٹی اور گرے ہوئے پانی) کی طرح بن جائے۔ جس سے نہ کسی کے پاؤں کی پشت خاک آلودہ ہونے پاؤں کا تلمہ دیکھنے پائے۔

درویشی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص کا بار اٹھائے اور خود کسی بھی شخص کے لئے بار نہ بنے نہ حسب صورت نہ حسب معنی (یعنی ظاہری طور

**خلاصہ درویشی**

پر نہ دلی طور پر)۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ

**عالی ہمت اور پست ہمت آدمی**



فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں دو آدمی دیکھے۔ ایک نہایت بلند ہمت اور دوسرا نہایت پست تھا۔ پست ہمت شخص وہ تھا جو حرم کعبہ میں بھیک مانگ رہا تھا۔ یعنی خدا کے گھر میں غیر خدا سے رزق طلب کر رہا تھا۔ بلند اور عالی ہمت نوجوان ایسا تھا کہ مینا بازار میں کم و بیش پچاس دینار کی تجارت کر رہا تھا لیکن اس حالت میں بھی ایک لمحہ یاد خدا سے غافل نہ ہوا تھا۔ اس جوان کو دیکھ کر مجھے رشک آیا۔

**تصنع سے نفرت** | اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت خواجہ عبداللہ احرارؒ کی مجلس میں ایک آدمی سرنگوں بیٹھا تھا اور اپنے آپ کو گویا مراقبہ کرنے والوں میں شمار کر رہا تھا۔ حضرت شیخ اس سے ناراض ہوئے اور فرمایا کہ حضرت مولانا نظام الدینؒ کی مجلس میں ایک آدمی سرنگوں بیٹھا تھا، انھوں نے فرمایا کہ سر اُپر کرو، تجھ سے بُراڑھی ہے۔ تجھے مراقبہ سے کیا نسبت۔ تم تو اس قابل ہو کہ کئی سال تم سے استنجا کے ڈھیلے جمع کرائے جائیں اور بیت الخلاء صاف کرایا جائے تاکہ تو خشک ہو۔

**یادِ خدا کی مشق** | حضرت خواجہ احمدؒ ار فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت خواجہ ملاؤ الدینؒ غصہ دہاں پر پہنچنے تک یادِ خدا سے غافل نہیں ہوں گا۔ جب وہاں پہنچو تو دوسرا مقام مقرر کرو۔ اسی طرح جا بجا اور منزل بہ منزل پہنچ کر تے جاؤ۔ یہاں تک کہ گھر پہنچ جاؤ نیز فرمایا کہ ایک دن مولانا نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چند لوگوں کے ساتھ علمی مباحثہ کر رہے تھے۔ میں خاموشی سے سنتا رہا۔ حضرت مولانا نے فارغ ہو کر اس فقیر کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اطمینان سے بیٹھو اور کوئی بات کرو۔ میں نے ادب کی وجہ سے کوئی بات نہیں کہی اس پر آپ نے فرمایا اگر قید ہستی سے آزاد ہو گئے تو جو کچھ کہو گے کوئی نقصان نہ ہوگا اگر گرفتار ہو تو خواہ کچھ بھی کرو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

حضرت خواجہ احرارؒ فرماتے ہیں اپنی مُراد چھوڑ کر دوسروں کی مراد قبول کرنا بڑا کام ہے | کہ ہم نے مولانا نظام الدینؒ سے اس سے بہتر کوئی بات نہیں سنی کہ اپنے چند اصحاب سے ناراض ہو کر فرما رہے تھے کہ

تم سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ یہ کام نہایت مشکل ہے۔ اپنی مراد چھوڑ کر دوسرے کی مراد قبول کرنا ہیچ مشکل ہے۔ تم سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اگر میں یہ کہوں کہ اب جاؤ اور خوبانی کرو (سور چراو) اور بُت پرستی کرو تو تم میرے حق میں کفر کے فتوے جاری کر دو گے۔ یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے۔ تم کہاں اور یہ کام کہاں۔

حضرت خواجہ احمد رافر ملتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کے یہاں خانہ میں دو موال (غلام) رہتے تھے اور ہر وقت ایمان کے متعلق بحث کرتے تھے اور کافی دیر تک گفتگو رہتی تھی۔ آخر حضرت خواجہ نقشبندؒ نے اُن کے پاس جا کر فرمایا کہ اگر میری محبت و کار سے تو تمہیں اس ایمان سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ یہ سن کر وہ بہت پریشان ہوئے اور کافی عرصہ تک اس پریشانی میں مبتلا رہے۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ کی بات اُن کی سمجھ میں آگئی۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ احمدؒ نے ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر حضرت خواجہ بہاؤ الدینؒ کی خدمت میں ایک نسبت حاصل ہو جائے اور پھر وہی نسبت کسی دوسرے بزرگ سے حاصل ہو تو کیا کرو گے۔ کیا حضرت خواجہ بہاؤ الدینؒ کو ترک کر دو گے؟ نہیں! بلکہ جو کچھ جہاں سے حاصل کرو گے وہ حضرت خواجہ بہاؤ الدینؒ کی بدولت سمجھو۔

۱۔ یعنی علم ہر ہی قیل و قال اور تقلیدی ایمان کو چھوڑ کر بطون کی جانب قدم رکھنا پڑنے گا۔ اور تحقیق اور تصدیق ایمان حاصل کرنا پڑے گا۔ یعنی علم الیقین کی بجائے عینی الیقین اور حق الیقین کا معنی حاصل کرنا پڑے گا۔ یاد رہے کہ کسی بات کو سن کر ایمان لانا علم الیقین ہے۔ بحشم خود مشاہدہ کر کے ایمان لے آنا عینی الیقین ہے اور اپنے اندر

فَعُوْا اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ جَبَلِ الْوَرِيْدِ ط

کے مطابق ذات حق کا احساس کرنا حق الیقین ہے۔ یہی معنی فانی اللہ ہے اور یہی مرتبہ احدیت ہے اور یقین کامل ہے جو حقیقی ایمان ہے۔ اسی ایمان کے حصول کی طرف قرآن میں اشارہ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخْلَوْا فِي السَّلَامِ كَافَّةً (اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ)



فرمایا کہ حضرت قطب الدین حیدرؒ کا ایک مُرد حضرت شیخ شہاب الدین شہروردیؒ کی خانقاہ میں پہنچا تو اُسے بہت جھوٹ لگ رہی تھی۔ اپنے شیخ کی طرف منہ کر کے عرض کیا کہ: "شیخ اللہ" (یعنی کچھل جا)۔ حضرت شیخ شہاب الدینؒ کو اس کا علم ہو گیا۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ اُسے کھانا دو۔ جب وہ کھانا کھا چکا تو اپنے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: "شکراً اللہ یا قطب الدین حیدر، آپ نے ہمیں کسی جگہ ترک نہیں کیا۔" جب وہ خادم حضرت شیخ شہاب الدینؒ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ کیا آدمی ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ عجیب آدمی ہے۔ آپ کھاتا ہے اور قطب الدین حیدرؒ کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ مُردی اسی سے لیکن چاہیے کہ جہاں سے ملتا ہے اپنے شیخ کا فیض سمجھتا ہے خواہ وہ نعمت ظاہری ہو یا باطنی۔

حضرت خواجہ احمدؒ نے فرمایا

**نا اہل کے سامنے حقائق بیان کرنا درست نہیں**

کہ ایک دن حضرت جنیدؒ اپنے اصحاب کے سامنے کلام فرما رہے تھے کہ بے اختیار آپ نے بلند حقائق و معارف بیان کرنا شروع کئے لیکن فوراً آپ کو خیال آیا کہ کوئی نا اہل تو مجلس میں نہیں ہے۔ کافی کوشش کے بعد دیکھا کہ حین ابن منصورؒ سرنگوں ایک کونے میں بیٹھے ہیں۔ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ رافضی کر دیں گے اس لئے فرمایا کہ اسے مجلس سے نکال دیا جائے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ احمدؒ سادات کی

**احترام سادات**

اس قدر عزت کرتے تھے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ ایسی جگہ پر ہوں جہاں سادات نہ ہوں۔ اس وجہ سے کہ ان کی عظمت بہت زیادہ ہے اور میں ان کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

نیز فرمایا کہ ایک دن امام عظیمؒ مجلس درس میں چند بار کھڑے

**امام عظیمؒ اور احترام سادات**

ہو گئے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ساداتِ علوی میں سے ایک لڑکا بچوں کے ساتھ صحن میں کھیل رہا تھا، جو نہی وہ میرے سامنے

آتا تھا میں اُس کی تعظیم کی خاطر کھڑا ہو جاتا۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں مُردہ دیکھنا

اس کے بعد فرمایا کہ اکابرِ مہتمم میں سے ایک سے میں نے کہا کہ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ بزرگ کہتے ہیں کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کی شریعت میں (یعنی عملی شریعت میں) فتور آگیا ہے اور وہ وصالِ شریعت کے مردہ ہونے کی صورت ہے۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے اس شخص کو حضور مع اللہ (اللہ کے ساتھ حضوری) حاصل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی یا وصال سے یہی مراد ہو۔ یعنی اس کی نسبت ظہور و شہود و فوت ہو گئی ہو اور اس سے نیاں واقع ہو گیا ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ صاحبِ رِشحات لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا نور الدین عبدالرحمن جامیؒ اس کی اور تاویل کرتے ہیں کہ: اخذ ایت من اتخذ اللہ ہواہ (کیا آپ نے دیکھا اُس کو کہ جس نے اپنی خواہشاتِ نفس کو معبود بنایا ہے) کے مطابق ہو سکتا ہے کہ اُس نے اپنی خواہشات کو معبود بنایا ہو اور رسولِ خدا کا فوت ہونا اس خواہشِ نفس کا رفع ہونا مراد ہو۔ پس اس خواب کا دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا حضور مع اللہ زیادہ ہوا۔

اس کے بعد فرمایا کہ مصنفِ رِشحات کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہمارا ابو بکر اور شیعوں کا ابو بکر

ہوا، آپ نے فرمایا کہاں سے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا میرا وطن تو سبزوار ہے لیکن میری نشوونما ہری میں ہوئی ہے۔ آپ نے تبسم سے فرمایا کہ تم ایسے شہر سے آئے ہو جہاں رافضی رہتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک بزرگ رافضیوں کے ملاقاتے میں گئے، وہاں جاہل اور بد تہذیب لوگوں نے قافلے کے گرد جمع ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دینا شروع کر دیا۔ اُن بزرگ کے اصحاب نے چاہا کہ اُن کو اس کام سے باز رکھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کو گالی دینے سے نہ روکو، کیونکہ یہ ہمارے ابو بکر کو گالی نہیں دے رہے ہمارے ابو بکرؓ اور ہیں اور ان کا ابو بکرؓ اور ہے۔ یہ لوگ مہوم (وہمی، خیالی) ابو بکرؓ کو گالی



دے رہے ہیں کہ جس نے بلا استحقاق خلافت پر قبضہ کر لیا تھا اور پیغمبر اسلام اور اہل بیت کے ساتھ دشمنی رکھتا تھا۔ یہ لوگ اُس ابو بکر کو گالی دیتے اور برا کہتے ہیں۔ ہمارے ابو بکر نہیں تو یہ باتیں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں مشائخ ایسے ہو گذرے کہ جن کو کسی پیر کے بغیر نعمت ملی۔ ان میں سے ایک شیخ ابو بکر تائبادی ہیں۔

## اپنے شیخ سے زیادہ محبت کا سبب

نیز فرمایا کہ شیخ سید قاسم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مولانا زین الدین ابو بکر تائبادی کی خدمت میں بیٹھا تھا ایک اور بزرگ کامریہ بھی اس مجلس میں بیٹھا تھا مولانا نے اُس سے پوچھا کہ تم اپنے شیخ سے زیادہ محبت کرتے ہو یا امام اعظم ابو حنیفہ سے اس نے جواب دیا کہ اپنے شیخ سے۔ یہ سُن کر مولانا بہت غضبناک ہوئے، اسے کتا کہا اور اُٹھ کر اندر چلے گئے۔ میں اسی جگہ بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اس آدمی کو ہم نے برا سمجھا کہ ہے، آؤ اس کے گھر جا کر معافی مانگیں۔ چنانچہ میں مولانا کے ساتھ ہوا۔ راستے میں وہ آدمی مل گیا۔ اس نے کہا میں معافی مانگنے آرہا ہوں۔ میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کئی سال میں امام اعظم کے مذہب پر رہا لیکن مجھے میری کوئی غفلت دُور نہ ہوئی، جب سے اپنے شیخ کی خدمت میں چند یوم رہنے سے میری تمام بری عادتیں دور ہو گئیں۔ اگر ایسے شخص کو امام اعظم سے زیادہ عزیز رکھوں کیا امر مانع ہے۔ اس کے باوجود حضرت مولانا نے اس سے معافی مانگی اور حسن اخلاق سے پیش آئے۔

## جذب حقیقی و محبت ذاتی

حضرت خواجہ عبدالعزیز احمد رائے نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جذب حقیقی اور محبت ذاتی حق تعالیٰ کے ساتھ رابطہ اور عشق کا نام ہے بلا سبب اور بلا وجہ (یعنی عشق بلا سبب ہو، نعمت کے عطا کرنے کی وجہ سے عشق نہ ہو) بلکہ اس کی محبت اس قدر قوی ہو کہ اسے رفع کرنے کی قدرت نہ ہو اور یہ نسبت میں نے تاشقند کے نواح میں دو بچوں میں دیکھی، ایک ہمیشہ ہمارے حلقہ کے گرد گھومتا رہتا تھا اور دوسرا دور بیٹھا تھا اور ہمیشہ سر جھکائے رکھتا تھا۔ ایک دفعہ میں ملہارت کے لئے اٹھا تو وہ بھی میرے ساتھ وہاں تک گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس وجہ سے ہمارے حلقہ کے گرد

گھومتے رہتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ یہ بات مجھے خود بھی معلوم نہیں، صرف اتنا جانتا ہوں کہ جب یہاں حاضر ہوتا ہوں تو اپنے دل میں حق تعالیٰ کی کشش محسوس کرتا ہوں اور اپنے آپ کو تمام علاقے سے آزاد پاتا ہوں اس سے مجھے بے حد لذت حاصل ہوتی ہے لیکن جب یہاں سے چلا جاتا ہوں تو اس سے خالی ہو جاتا ہوں۔ دوسرا لڑکا اور قسم کا تھا وہ ہمارے اصحاب سے مل جاتا گیا تھا اور اس علاقے کے لوگ اُس سے محبت سے پیش آتے تھے اور ہمارے لوگوں کو اس وجہ سے بدنام بھی کرتے تھے۔ میں نے ایسے لوگوں سے کہا کہ اُس سے معافی مانگو اور اُسے یہاں سے چلے جانے کو کہو۔ لوگوں نے جب قدر کشش کی اور ملامت کی، وہ جلنے پر رضامند نہ ہوا۔ بالآخر وہ رونے لگا اور سخت پریشان ہو کر کہنے لگا کہ تم لوگوں کو میرے یہاں نہ آنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ جب میں یہاں نہیں آتا تو میرا دل بہت تنگ اور سخت پریشان ہو جاتا ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جمعیتی اس مجلس میں مجھے حاصل ہوتی ہے، اُس سے محروم ہو جاتا ہوں۔ یہ دیکھ کر میرے اصحاب نے اُسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ یہاں رہ کر اس کی حالت بلند ہو گئی اور اس پر اس قدر استغراق کا غلبہ ہو گیا کہ گھر جاتے ہوئے راستہ بھول جاتا تھا۔

اپنے آپ کو شیخ پرشربان کر دیا | اس کے بعد حضرت ادریس نے فرمایا کہ وہ لڑکا صاحب جمال جس کو حضرت خواجہ صاحب نے جذب حقیقی سے متصف کیا، بعد میں خواجہ نور الدین تاشقندی کے نام سے مشہور ہوئے جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے اعلیٰ علم خلفا میں سے ہو گزرے ہیں۔ چونکہ سلسلہ نقشبندیہ میں اولیٰ اور اعلیٰ مرتبہ اپنے شیخ کا تصور اور اس کے ساتھ کمال رغبت و رابطہ ہے ہر آن اور ہر وقت حضرت مولانا نور الدینؒ نے اس نسبت کو یہاں تک بڑھایا تھا کہ اس سے منظور آج گئے تھے۔ ایک دن اُن کے بیٹھنے سختی سے کہا کہ اگر آپ نماز میں اس قسم کا تصور جاری رکھا تو کافر ہو جائیں گے۔ یہ بات حضرت شیخ تک پہنچ گئی۔ آپ نے مولانا زادہ کو بلا کر فرمایا کہ

اے عارفین اولیائے کرام کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کی خدمت میں بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ کی جانب کشش زیادہ ہوتی ہے۔



تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر نمازیں کسی شخص کے دل میں کاروبار، مال مولیٰ اور لذت جیسی خبیث چیزوں کا خیال آجائے تو نمازی کا فربہ نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے کہ وہ کبیر تحریم کے وقت حضور قلب سے تھا لیکن اگر ایک مومن صاب کے دل میں دوسرے مومن کا خیال آجائے تو تم لوگ کفر کے فتوے لگا دیتے ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ مولانا نور الدین تاشقندؒ نے اپنے آپ کو حضرت شیخ پرقربان کر دیا۔ وہ یوں ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ مرض طاعون میں مبتلا ہو گئے اور آپ کے قلب کے اوپر نیلے رنگ کا پھوٹا نمودار ہو گیا۔ چونکہ یہ مرض مہلک تھا، حضرت خواجہ نور الدینؒ نے عرض کیا کہ آپ اجازت دیں تاکہ آپ کا یہ مرض میں سلب کر لوں کیونکہ دنیا میں میرے وجود کے ساتھ کوئی چیز وابستہ نہیں ہے اور حضور کے وجود مسعود میں صد ہزار حکمت و مصالحت ہے۔ حق تعالیٰ نے حضرت اقدس سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا تو حیران آدمی ہے ابھی تک تمہارے دل میں چوٹنائیں ہیں برہنیں آئیں۔ یہ سن کر وہ رونے لگے اور عرض کیا کہ میرے دل میں کوئی تمنا نہیں ہے سوائے اس بات کے کہ اپنے آپ کو حضور پرقربان کر دوں۔ یہ دیکھ کر انھوں نے اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ آپ کے پتنگ کے پاس زمین پر بیٹھ گئے اور اس مرض کو سلب کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ان کے قلب پر نیلے رنگ کا پھوٹا نمودار ہوا اور حضرت شیخ کا پھوٹا نمودار گم ہو گیا اس کے بعد حضرت شیخ صحت یاب ہو گئے اور مولانا نور الدینؒ بیمار ہو گئے۔ تین روز بیمار رہ کر آپ واصل بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

## مہقبوس ۱۳: بوقت اشراق بروز شنبہ ۲۶ ماہ و سال مذکور

ایک مصرعہ اور اس کے معنی | مجلس میں حضرت اقدس نے احقر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس مصرعہ کے کیا معنی ہیں۔ یہ مصرعہ دشعات

میں درج ہے ط

منہ گھر کہ چہ می گوید بسنگر کہ می گوید

(یہ مت دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے، یہ دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے۔)

احقر نے عرض کیا کہ حضور خود ہی اس کے معنی بیان فرمادیں۔ ایک شخص نے اس کے معنی بتانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ ایک اور شخص نے بھی ناقص تقریر کی اور خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس مصرعہ کے معنی یہ ہیں کہ نیک اور اچھی بات جہاں ملے اُسے قبول کر لو اور اس کے اندر عیب نہ نکال۔ کیونکہ متکلم حقیقی حق تعالیٰ ہے جو دوسروں کی زبان پر وہ بات کہتا ہے۔

اس کے بعد حقیقت عارف کے متعلق گفتگو ہونے لگی حضرت اقدس نے فرمایا کہ کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ، العارف

### حقیقت عارف

من لا ربه (عارف وہ ہے جس کا رب نہ ہو)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت عارف عدم محض ہے اور عدم محض کے لئے رب نہیں ہے۔ عارف کے سوا دیگر اشیاء کا وجود، وجود اضافی ہے۔

عدم اضافی کے معنی یہ ہیں کہ ایک چیز موجود ہے لیکن فلاں مان و مکان میں نہیں۔ عدم محض کا وجود بالکل نہیں ہے۔

### عدم اضافی اور عدم حقیقی

اس کے بعد فرمایا کہ عدم کی دو اقسام ہیں، ایک عدم اضافی وجود کی ایک قسم ہے۔ دوسری عدم حقیقی اور عدم محض جو وجود مطلق کے بالمقابل ہے۔ پس عدم اضافی وجود کی ایک قسم ہے اور عدم حقیقی و عدم محض رب کے بالمقابل اسم باطن ہے چنانچہ رب وجود اضافی اسم ظاہر ہے اور عدم محض کے لئے کوئی رب نہیں ہے اس وجہ سے بیشک عارف کے لئے بھی کوئی رب نہیں۔ پس اس کی حقیقت عدم محض ہے اور عارف عدم اور وجود کے تمام مراتب سے گذر کر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وجود مطلق کے سوا کچھ نہیں کیونکہ عدم محض اس وقت متحقق ہوتا ہے جب وجود مطلق موجود ہو۔ جس جگہ وجود مطلق ہے عدم محض متحقق ہے اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

خوش گفت دریاں رند دہن دریدہ

عارف خدا غار دکن نیست آفریدہ

(صحرا میں نہ چھٹ رند نے کیا خوب کہا کہ عارف خدا نہیں رکھتا کیونکہ وہ مخلوق نہیں ہے۔)

لے مطلب یہ ہے کہ جب عارف کا وجود ہی نہیں رہا بلکہ ذات حق میں گم ہو گیا ہے تو (باقی آئندہ صفحہ پر)



اس کے بعد فرمایا کہ وجود اضافی اور عدم اضافی جو ایک دوسرے کی ضد اور بالمقابل ہیں، ایک سے کاباس پہنچتے ہیں۔ پس وجود عدم کے مقام پہ پہنچ کر عدم کاباس پہنچتا ہے اور عدم وجود کے مقام پہ پہنچ کر وجود کا رنگ اختیار کرتا ہے۔ فرض کرو ہمارا نقطہ مشرق دہلی ہے۔ پس جب آفتاب دہلی سے نکلتا ہے تو ہمارے لئے اس کی نسبت طلوع ہے اور ان لوگوں کے لئے جو اس نقطہ سے مشرق میں ہیں اور ان کے اور آفتاب کے درمیان زمین حائل ہے۔ آفتاب کی نسبت غروب کی ہے پس طلوع وجود ہے اور غروب عدم چنانچہ یہ طلوع ہمارے لئے وجود ہے اور جن لوگوں سے پوشیدہ ہے اُن کے لئے غروب ہے، یعنی عدم۔ پس وجود جو ہمارے لئے طلوع ہے، اُن لوگوں کے لئے جو آفتاب سے پوشیدہ ہیں عدم کاباس پہنچتا ہے اور ظلمت شب جو طلوع آفتاب سے پہلے تھی، ہمارے لئے نسبت عدم ہے لوقت طلوع وجود کاباس اختیار کر لیتی ہے اسی طرح ہمارے نقطہ مغرب میں غروب وجود ہے ہمارے لئے نسبت وجود عدم ہوئی اور دوسروں کے لئے وہ عدم وجود ہوا۔ لیکن آفتاب جو بمنزلہ وجود مطلق ہے اپنی ذات سے ہر جگہ اور ہر وقت روشن ہے۔ طلوع و غروب جو امور اضافی متقابل ہیں، معرّٰا اور پاک ہے۔

اس کے بعد فرمایا، جس طرح وجود میں مراتب تنزلات متحقق ہیں، عدم میں بھی متحقق ہیں۔ چنانچہ عداوت کا سلسلہ اس عدم پر جا کر ختم ہوتا ہے جو سب کا مبداء ہے اور ان دونوں یعنی وجود اور عدم کا مبداء وجود مطلق اور ذات بحت ہے اور یہ وجود اضافی اور عدم اضافی جو تمام وجودات اور عداوت کا مبداء ہیں، وجود مطلق کے تحت ہیں اور وجود مطلق سب سے اوپر ہے پس جس جگہ سب سے اوپر وجود مطلق ہے اُسی جگہ عدم متحقق ہے چنانچہ آفتاب کی روشنی جو ذات ہر جگہ اور ہر وقت علوت سے وجود جو دیں اوپر ہے اور غروبات جو عدم ہیں ہر جگہ موجود ہے عدم متحقق ہے اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ حقیقت عارف عدم محض ہے اس لئے تمام موجودات اور عداوت سے

(بقیہ گذشتہ صفحہ) وہ کیسے مخلوق کہہ سکتا ہے لیکن یہ گم ہونا عارضی ہوتا ہے، دائمی نہیں ہوتا کیونکہ عارف کا تشخص اور تعین ہمیشہ باقی رہے گا۔ حادث اس لئے ہے کہ کبھی رہتا ہے، کبھی فنا ہو جاتا ہے۔

آنا دے کہ وہاں موجود مخلوق کے ہوا کوئی چیز جلوہ گر نہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ حقیقت اشیا را باب توحید کے نزدیک

## حقیقتِ اشیا کیلئے

شہود و مرتکب ہے۔ وجود اور عدم کے ساتھ۔ چنانچہ جس طرح

علم، حیات، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام وغیرہ صفات موجود ہیں اسی طرح جہل، موت، عجز، ناداری، بہرہ پن، اندھا پن اور گونگا پن صفاتِ عدم ہیں۔ جس طرح بسیط ہونا، کل ہونا، اطلاقِ علم و حیات وغیرہ آثار و احکام وجود ہیں اسی طرح محدودیت، جزویت، تقید وغیرہ احکامِ عدم ہیں۔ اصحابِ توحید و وحدی کے نزدیک ہر چیز کی حقیقتِ تعین وجود ہے۔ حضرت علم میں اعتبار اس شان کے کہ جس کی وہ مظہر ہیں اور یہ اشیا یعنی موجوداتِ ثانیہ حضرت وجود کے لئے بمنزلہ لباس ہے جو زیب تن کے مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہے اور تعینِ اعتباری کی کوئی حیثیت نہیں ہے جو کچھ ہے وجود ہے۔ پس دونوں فریقوں کا انجام ایک ہے اس لئے کہ تعینِ عدم ہے پس حقائقِ اشیا عدم اور وجود سے موجود ہیں۔ ان کے بائیں نزاعِ لفظی ہے اور ہر حال میں عدم اعتباری ہے جو وجود کے لئے عرض ہے اور جو کچھ ہے وجود ہے۔ ایک تعین کے گم ہونے اور دوسرے تعین کے پیدا ہونے سے وجود میں کوئی تغیر و تبدل و زیادتی اور کمی واقع نہیں ہوتی وہ اسی طرح اپنے عروج پر ہے کیونکہ تعینات وجود امور نسبتی ہیں عدم میں ایک تعین کم ہوا اور وجود میں دوسرے تعین پیدا ہوا لیکن وجود دونوں حالتوں میں اپنے عروج پر ہے۔ جیسے زید عمر کے دائیں طرف بیٹھتا ہے، یہ ایک نسبت ہے جو زید و عمر کے درمیان واقع ہوئی ہے جب زید وہاں سے اٹھ کر عمر کی بائیں جانب جا بیٹھتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ زید و عمر کے درمیان پہلی نسبت گم ہو گئی اور دوسری نسبت پیدا ہوئی اسی طرح زید کی تمام نسبتوں میں مثل قیام، قعود، رکوع، سجود وغیرہ ایک کے وجود سے اور دوسری کے عدم سے فیک کی ذات میں کوئی تغیر اور کمی بیشی واقع نہیں ہوئی اس کی تمام نسبتیں امور اعتباری ہیں جن کا خارج میں وجود نہیں۔ تمام حالتوں میں جو موجود ہے وہ زید کی ذات ہے۔

اس کے بعد شیخ منصورؒ کا ذکر خیر شروع

## عارف کون ہے؟ شیخ منصورؒ کا جواب

ہوا، حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ کسی نے

شیخ منصورؒ سے پوچھا کہ عارف کون ہے؟ فرمایا کہ عارف وہ ہے جسے کل تختہ دار پر لٹکایا جائے گا۔



اس کے ہاتھ پاؤں، کان، ناک کاٹے جائیں گے اور اس کی آنکھیں نکالی جائیں گی لیکن وہ آدھ تک نہیں نکالے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک سال تک شیخ منصورؒ کو قید میں رکھا گیا تاکہ "انا الحق" کہنے سے باز آجائیں لیکن وہ باز نہ آئے۔ بعض مشائخ وقت نے ان کو نصیحت کی کہ اپنے آپ پر رحم کرو اور ہمیں درد و غم میں مبتلا نہ کرو کیونکہ اگر تم قتل ہو گئے تو ہم ہمیشہ کے لئے روتے رہیں گے اس لئے اس قول کو ترک کر دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ جو شخص یہ بات کہتا ہے اُس سے کہو کہ باز آجائے اس پر ہر ہر راقم نے عرض کیا کہ حضور شیخ منصورؒ کو "انا الحق" کہنے کی وجہ سے تختہ دار پر لٹکایا گیا یا کسی اور وجہ۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ تختہ دار پر چڑھانے کا سبب یہی کلمہ "انا الحق" تھا۔ لیکن لفظ "انا الحق" اختلاف تھا اس وجہ سے کہ لفظ "حق" کے معنی ہیئت ہیں ایک معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اسمائے حسنہ میں سے ایک اسم۔ چنانچہ بعض لوگوں نے لفظ "حق" کے یہی معنی لئے ہیں اور الزام لگاتے ہیں کہ وہ الوہیت کا دعویٰ ہے اس لئے تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ لفظ "حق" کے دوسرے معنی "سچ" کے ہیں۔ اس لئے بعض کا خیال کیا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "انا اقول الحق" (جو کچھ میں کہتا ہوں، حق ہے)۔ پس اس سبب سے اس کے خلاف فتوے کفر دیا گیا اور انہیں تختہ دار پر لٹکایا گیا۔

لے بعض کا خیال ہے کہ اس کے علاوہ اور وجوہات بھی تھیں جو سیاسی نوعیت کی تھیں۔ مثلاً یورپ کے مسیحیوں کا خیال یہ ہے کہ چونکہ اس زلزلے میں "قرامط" کا زور تھا جو بادشاہ کے خلاف بغاوت میں کوشاں تھے چونکہ قرامط کے عقائد مثل حلول و اتحاد شیخ منصورؒ کے عقائد سے مغالطہ دیتے تھے اور بادشاہ نے شیخ منصورؒ کو قرامط "کا ہم خیال اور معاون تصور کیا۔ اُس زلزلے کی سیاسی جماعتوں اور سیاسی شخصیتوں کے ساتھ شیخ منصورؒ کا میل ملاپ بھی تاریخ سے ثابت ہے۔ چونکہ بعض سیاسی گروہوں سے وہ متفق تھے اور بعض سے متفقہ۔ اس لئے ان کا خیال ہے کہ اس وجہ سے ہی بادشاہ نے شیخ منصورؒ کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، فرانسیسی مصنف "مابینو" کی کتاب "لاپیشاں دی لاطالچ"۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں  
کہ ”حق“ یعنی ثابت ہے۔ جب شیخ منصورؒ

## حضرت مخدوم جہانیاں کی تشریح

پر یہ الہام وارد ہوا کہ کن ہے جو میری محبت میں جان قربان کرتا ہے۔ شیخ منصورؒ نے یہ الہام  
سننے ہی غلبہ عشق میں کہہ دیا کہ ”انا الحق“ یعنی میں ثابت یا قائم ہوں اپنی جان حق تعالیٰ کی محبت میں  
فدا کرنے کے لئے۔ لیکن علمائے وقت اس قول کے معنی نہ سمجھ سکے اور انہیں تختہ ردار پر چڑھوا دیا۔

اس کے فرمایا کہ تین حالتوں

کلماتِ شیطانی تین حالتوں میں معاف ہو سکتے ہیں | میں خلافِ شرع کام جو

دلِ کامل سے صادر ہو، معاف کئے جا سکتے ہیں۔ اول: ”شک“ (استغراق، بیتودی) کے عالم میں  
دوم: ”فساد“ (فانی اللہ) سوم: ”دلال“۔ اس لئے آپ نے شادی گلشنِ راز کا یہ شعر چلا دیا

کہ رخصتِ اہل دل را بہ یہ حال است

فنا و سکھ آں دیگر دلال است

(”دلال“ کے معنی ہیں شہرِ شش عشق)۔

اس کے بعد فرمایا کہ ”سبحانی ما اعظم شأنی“ حضرت شیخ بایزید بطنائیؒ سے

حالتِ فنا میں صادر ہوا اور کلمہ ”انا الحق“ شیخ منصورؒ سے حالتِ شک میں صادر ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں شبان (گلہریا) کے مناجات

(جو بلغا ہر کلماتِ کفر تھے) شورشِ عشق کی وجہ سے تھے۔ چنانچہ

## شبان کی محبت

وہ کہہ رہا تھا ہے

اے خدائے من فدایت جانِ من

جملہ منہ زندان و خان و بانِ من

تو کھبائی تا شوم من چاکرت

چارقت دوزم کنم شانہ سرت

جامہ ات دوزم شپایت کنم

شیرِ پیشیت آورم اے معشقم



در ترا بیماری آید به پیش  
من ترا غمخوار باشم همچو خویش

۱) اے میرے خدا، میری جان تجھ پر قربان ہو بلکہ میری اولاد اور سارا خاندان قربان ہو۔  
۲) تو کہاں ہے، تاکہ میں تیری خدمت کروں۔ تیرا جو نام ترست کروں اور تجھے گلگھی کروں۔ ۳) تیرے  
کپڑے دست کروں اور تیری جوئیں نکالوں۔ تجھے دودھ پلاؤں۔ ۴) جب تو بیمار پڑ جائے تو  
تیری تیمارداری کروں اپنے عزیزوں کی طرح۔

اس کے بعد راقشم عرض کیا کہ حضور بعض لوگ کہتے  
ہیں کہ شیخ منصور ناقص تھے یا کامل؟

میں کامل نہ تھے۔ آپ نے فرمایا، حقیقی اعتدال سوائے ذاتِ حق کے کسی کو حاصل نہیں۔ نہ انبیاء کو،  
نہ اولیاء کو، وہ اعتدال جو انبیاء اور اولیاء کو حاصل ہے غیر حقیقی ہے لیکن یہ بات ضرور ہے کہ  
انبیاء علیہم السلام کا اعتدال، اولیاء کرام کے اعتدال کی نسبت اعتدالِ حقیقی سے زیادہ قریب ہے۔  
نیز انبیاء و اولیاء کے اعتدال کے بھی بہت سے مراتب ہیں جو ہر نبی، ہر ولی کے اعتدال کے  
مطابق ہوتے ہیں۔ چنانچہ آیہ پاک: **بعض النبیین علی بعض ط** نیز **انظر**  
**کیف فضلنا بعضهم علی بعض ط** سے یہی فرق مراد ہے۔ یہی وجہ تھی کہ  
شیخ جنیدؒ نے حقائق و معارف بیان کرتے وقت شیخ منصورؒ کو اپنی مجلس سے  
نکال دیا تھا۔ اگرچہ شیخ منصورؒ کا ”انا الحق“ کہنا ان کے اپنے اعتدال کے مطابق تھا دوسرے  
مشائخ کے مرکز اعتدال سے بعید تھا چنانچہ انھوں نے اپنے اعتدال کے لحاظ سے شیخ منصورؒ کو  
نقص سے منسوب کیا ورنہ شیخ منصورؒ اپنے اعتدال کے اعتبار سے کامل و مکمل تھے نہ کہ نقصان  
اور امام طریقت تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ فرید الدین عطار  
جن کا شمار اکابر مشائخ میں ہوتا ہے، اپنی

شیخ منصورؒ کے کمال کے متعلق تین گراہ

کتاب ”تذکرۃ الاولیاء“ میں رقمطراز ہیں کہ شیخ عبداللہ خفیف شیرازیؒ نے شیخ منصورؒ کے  
حق میں کہا ہے کہ وہ عالم ربانی تھے اور شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ میں اور منصورؒ ایک چیز ہیں۔ مجھے

لوگوں نے دیوانگی سے منسوب کر کے چھوڑ دیا اور ان کو قتل کرنے ہلاک کر دیا۔  
حضرت اقدس نے فرمایا، اگر شیخ منصورؒ مطعون (معیوب) ہوتے تو یہ دہریہ  
ان کی تعریف نہ کرتے۔ پس ہمارے لئے قین گواہ کافی ہیں جنہوں نے شیخ منصورؒ کے فقر  
اور عرفان کے متعلق گواہی دی ہے ایک شیخ عبداللہ خفیفؒ، دوسرے شیخ شبلیؒ، تیسرے  
شیخ فرید الدین عطارؒ۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ منصورؒ باہوش تھے اور باقی لوگوں کی طرح ان کی حالت تھی۔ عام  
لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بے ہوش تھے اس لئے "انا الحق" کہتے تھے۔ یہ خیال غلط ہے شیخ  
منصورؒ نے سخت مجاہدات کئے اور یہ ان کے باہوش ہونے کا ثبوت ہے لیکن وہ انانیت  
سے بالکل خالی ہو چکے تھے انانیت حق باقی رہ گئی تھی اس لئے ان کا ہر قول و فعل حق کے ساتھ منسوب  
تھا چنانچہ "انا الحق" کہنے میں حق قائل تھا، منصورؒ درمیان میں نہیں تھے اس وجہ سے انہوں نے  
جو کچھ کیا اور کہا، اُس سے باز آئے کیونکہ وہ ان کا اپنا قول و فعل نہ تھا اگرچہ فرعون نے اسی قسم کے  
کلمات کہے یعنی: "اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا عَلٰی" لیکن وہ خلوت میں جا کر توبہ کرتا تھا اس لئے  
کہ از خود خیال نہ تھا بلکہ دعویٰ باقی تھی اس کے بعد فرمایا: وجود ذنب لا قیاس بلہ ذنب  
(تیرا وجود گناہ ہے کہ جس پر اور کوئی گناہ نہیں قیاس کیا جاسکتا)۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ ابوہریرہؓ  
نے خوب کہا ہے :-

بدکردم و اعتذار بدتر ز گناہ      ہست دریں عذر سہ و عہد تباہ  
دعوہ وجود، دعوہ قوت و فعل      لاحول و لا قوۃ الا باللہ

(میں نے بُرا کیا ہے اور اُس کا عذر یعنی وجہ بیان کرنا گناہ سے بھی بدتر ہے اس مذکا بیان کرنا گناہ  
سے بھی بدتر ہے اس عذر سے تین دعوے نکلتے ہیں۔ یعنی دعوہ وجود کہ میں ہوں، حالانکہ حق کے سوا کوئی  
وجود نہیں۔ دعوہ قوت اور دعوہ فعل، کہ یہ کام میں نے کیا، حقیقت یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے نہ کوئی قوت  
ہے نہ قوت۔

اس کے بعد اولیاء اللہ کے مجاہدات کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت  
اقدس نے فرمایا کہ صحابہ کرام کے زمانے میں اس قدر مجاہدات،

مجاہداتِ مشائخ



جواد لیائے کرام نے کئے تھے نہیں تھے۔ صحابہ کرام کا مجاہدہ کفار کے ساتھ جہاد تھا اور بس۔ البتہ صحابہ کرام شب بیداری اور نوافل میں بکثرت مشغول رہتے تھے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے صحابہ کرام کو مجاہدت کی ضرورت بھی محض صحبت اور دیدار اقدس سے ہی اُن کے مراتب بلند ہو جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان پر جو حقائق و معارف منکشف ہوتے تھے وہ ہزار قسم کے سخت مجاہدات سے بھی حاصل نہیں ہوتے تھے۔ اس قسم کے سخت مجاہدات جواد لیائے عظام نے کئے، تابعین کے زمانے سے شروع ہوئے، فرمایا کہ شیخ ابواسحاق ابراہیم شیبانیؒ نے چالیس سال تک خلق کے "ماکولات" اشیائے خوردنی سے کچھ نہ کھایا۔ اس عرصہ دراز میں ہمیشہ کعبۃ اللہ شریف کی حجت کے نیچے سو رہا کرتے تھے نیز اپنے اُسی سال اپنی خواہش سے کچھ نہ کھایا اور شیخ ابوعلی دقاقؒ نے ساری عمر پشت زمین سے نہیں لگائی۔ شیخ ابوبکر قانیؒ تیس سال تک میزاب رحمت (کعبۃ اللہ کے پرانے) کے نیچے دو زانو ہو کر بیٹھے رہے اور اس مدت کے دوران آپ اٹھ بھر میں ایک دفعہ وضو کرتے تھے اور اس عرصے میں آپ نے نیند نہ کی۔ حاجت بشری، وضو اور نماز کے سوا اس جگہ سے کبھی نہیں اُٹھتے تھے۔ شیخ منصور کامل ایک سال کعبۃ اللہ کے سامنے دھوپ میں برہنہ جسم کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کی چربی پگھل کر فرش پر ٹپک ہی

۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کا دیا ہوا کچھ نہ کھایا، یا یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ جو خوراک عام طور پر لوگ کھاتے ہیں، وہ تناول نہ فرمائی اور خیس چیزوں سے بھوک دور کر کے گزارہ کرتے رہے ۲۔ "اپنی خواہش سے نہ کھایا" کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ سامنے آگیا کھایا کسی چیز کو خواہش طلب کیا نہ خود خواہش کے مطابق تیار کرائی۔

۳۔ یعنی کبھی لیٹ کر نہ سوتے بلکہ غلبہ نیند نہ بیٹھے بیٹھے فرو گیا۔ ان حضرات کا پاؤں پھیل کر نہ سونا اس خیال سے کہ اللہ جل مجدہ کے سامنے مانگیں دراز کرنا بے ادبی ہے۔ اسی طرح ایک بزرگ تمام عمر پاؤں پھیل کر نہ بیٹھے تھے محض اس خیال سے کہ حق تعالیٰ جل مجدہ کے سامنے بے ادبی نہ ہو۔

تھی اور کمال اتر رہی تھی لیکن اپنے ذرۂ بحر حرکت نہ کی۔ آپ کے لئے روزانہ ایک روٹی لائی جاتی تھی آپ کنارے سے کھاتے تھے اور باقی کوزے پر رکھ دیتے تھے شیخ عبداللہ تیسری ساٹھ دن کا صومہ وصال رکھتے تھے، ساٹھ دن مسلسل روزے کے بعد افطار کرتے تھے اور وہ افطار بھی کنار (چار) کے درخت کے پتوں سے ہوتا تھا۔ درخت کے پتے آپ کوٹ کر کھایا کرتے تھے۔ ایک بزرگ نے حضرت بایزید بطنامیؒ سے کہا کہ اپنے مجاہدات سے مجھے مطلع کریں تاکہ میں بھی وہی بحال دوں۔ آپ نے فرمایا میرے مجاہدات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک رات مجھے غسل کی ضرورت ہوئی، وہ تہجد کا وقت تھا۔ سخت سردی کا موسم تھا برف پڑ چکی تھی۔ میرے نفس نے سردی کی وجہ سے غسل کرنے میں لحظہ بھر دیر کر دی۔ آخر میں نے اٹھ کر سرد پانی سے غسل کیا اور تہجد پڑھی لیکن نفس کی اس تاخیر کی وجہ سے میں نے اسے یہ سزا دی کہ سال بھر دن رات میں اپنے کپڑے تر رکھتا تھا جب کپڑے خشک ہو جاتے تو میں پانی کا ٹکڑا اٹھا کر سر پر ڈال دیتا تھا حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھو حضرت شیخ بایزید بطنامیؒ خراسان جیسے سرد ملک میں جہاں گرمی کا موسم ہمارے ہاں کے سردی کے موسم کے برابر ہوتا ہے، رہتے تھے۔ ایسی سڑی میں اپنے اپنے نفس کو ایک لمحہ کالہ کی یہ سزا دی کہ ایک سال تک تر کپڑے پہنتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ قطب الدین خجندیہؒ کا لکھا روایت کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگؒ حضرت نواز شیخ سلطان البند معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ نے چالیس سال تک عشاء کے وقت صبح کی نماز پڑھی۔ آپ کی غذا یہ تھی کہ سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے کوٹ کر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پانی سے تر کر لیتے اور تناول فرما لیتے تھے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ دو بزرگ ایسے ہوئے ہیں جو پیدائش سے لے کر وصال تک صائم الدھر رہے ہیں۔ ایک حضرت خواجہ مشاد علودینوریؒ، دوسرے حضرت شیخ سہل بن عبداللہ تیسریؒ۔



## سحر اور جادو وغیرہ

اس کے بعد سحر، جادو، ڈائن، بھوت وغیرہ کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا، سحر اور جادو حق ہے اور احادیث

صحیحہ سے اس کے موثر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے موثر ہونے کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جادو کیا گیا (اور آپ پر اس کا اثر ظاہر ہوا) پس جادو اور سحر کا جو دُنیا میں ہے۔ (پس اس کا وجہ ہونا حق ہے اور جادو کا عمل شرع میں ناجائز و گناہ کا موجب ہے)۔

## ڈائن

فرمایا، ڈائن بھی دنیا میں موجود ہے۔ ڈائن اُس عورت کو کہتے ہیں جو جادو، سحر اور منتر کے ذریعے عجیب و غریب شعبے دکھا سکتی ہے۔ چنانچہ ایک ساعت میں وہ سو سو کوس کا سفر کر لیتی ہے اور بہائم و طیور کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

## بھوت

بھوت کا دُوزخ بھی دنیا میں ہے۔ شریر اور خبیث آدمی کی روح ہوتی ہے جو مرنے کے بعد لوگوں کے کاموں میں تصرف کرتی ہے اور نقصان پہنچاتی ہے۔ فرمایا کہ دہلوی لوگ بحث و مباحثہ کرتے اور کہتے ہیں کہ ادویار صاحب مزار کو دنیا کے کاموں میں تصرف کی قدرت نہیں اور لوگوں کی حاجت براری نہیں کر سکتے لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ اکابر علماء نے اپنی تصانیف میں دہابیوں کے اس قول کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ تجربہ اور آزمودہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شریر لوگوں کی روحیں موت کے بعد بھوت کے نام سے موسوم ہو کر لوگوں کے کاموں میں تصرف کرتی اور نقصان پہنچاتی ہیں جب خبیث آدمی شریر روح کو موت کے بعد یہ قدرت حاصل ہے تو ارواحِ علیہ خصوصاً ادویار کرام بطریقِ اولیٰ اور صد درجہ زیادہ لوگوں کے معاملات میں تصرف کر سکتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ بھوت موجود ہیں۔

## مفتویٰ س ۱۴

کتاب ”رشتہ“ کھول کر حضرت اقدس نے ایک رباعی راقم کو دکھائی اور فرمایا کہ یہ حضرت شیخ

ایک مشکل رباعی کا مطلب!

علی رامیتنیؒ کی رباعی ہے، اس کا مطلب بیان کر دے

خواہی کہ بخت رسی بیارم لے تن      و اندر طلب دوست بیارامی لے تن  
خواہی مدد از رفیع عزیزاں یابی      پا از سر خود ساز بیارامی تن  
میں نے اور ایک دوسرے آدمی نے اس رباعی کا مطلب بیان کیا لیکن پوری طرح صحیح  
تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ پہلے مصرع میں لفظ ”بیارم اے تن“ کا تلب کی غلطی ہے  
در اصل ”بیارامی تن“ ہے۔ اور مصرع یوں ہے :

خواہی کہ بخت رسی بیارامی تن      و اندر طلب دوست بیارامی تن  
چنانچہ تمام مصرعوں میں یہی لفظ ”بیارامی تن“ آیا ہے پس سدا نقض (کھیل) لفظ ”رامی تن“ میں  
ہے جس کا ہر مصرع معنی میں جدا ہے چنانچہ پہلے مصرع میں اس کے معنی ہیں ”آرام کر تو“ دوسرے  
مصرع میں بیارم جدا ہے جس کے معنی ہیں ”قوت“ کے اور می تن جدا ہے جس کے معنی ہیں ”موجودہ“  
کر۔ ”یاباں تن“ کا مصدر تنیدن ہے یعنی کوشش کرنا چنانچہ سراسر یکجہ زبان میں بھی کہا جاتا ہے  
”تن مار“ (کوشش کر)۔ آخری مصرع میں ”بیارامی تن“ مرکب ہے لفظ بیارم سے جو امر کا  
صیغہ ہے جس کے معنی ہیں ”آؤ“ اور رامیتن سے حضرت علی رامیتنیؒ کا شہر مراد ہے۔ پس  
رباعی کے معنی یہ ہوتے کہ ”اگر حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کر کے تن کو سکون پہنچانا چاہتا ہے اور اگر  
طلب حق میں آرام و سکون حاصل کرنا چاہتا ہے اور حضرت شیخ عزیزان سے مدد حاصل کرنا  
چاہتا ہے تو اپنے سر کو پاؤں بنا، یعنی سراپا طلب بن کر رامیتن میں آ۔ اس کے بعد فرمایا کہ  
خواجہ علی رامیتنیؒ کا سلسلہ نقشبندیہ میں لقب عزیزان ہے۔ آپ بڑے مشائخ میں سے تھے اور  
(مختلف طریق نقشبندیہ) آپ ذکر جہری کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی اور شیخ رکن الدوڑؒ میں  
کی ذکر جہری اور ذکر خفی کے متعلق خط و کتابت بھی رہی ہے۔

### ذکر جہری کا جواز

اس کے بعد فرمایا کہ مولوی سیف الدین نامی ایک عالم نے حضرت خواجہ  
عزیزان کو خط لکھا کہ آپ ذکر جہری کیوں کرتے ہیں۔ آپنے جواب  
دیا کہ علماء و فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ آخری سانس (یعنی موت) کے وقت لا الہ الا اللہ  
بلند آواز سے کہنا برائے یقین نفس خود ضرور ہی ہے۔ پس حکم اپنے ہر سانس کو آخری سانس جان کر



ذکر جہری اختیار کر رکھا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خوارزم جانے کا حکم ہوا۔ جب آپ شہر خوارزم کے دروازے پر پہنچے تو اپنے اصحاب کو بھیجا کہ بادشاہ کے پاس جا کر اس شہر میں رہنے کی اجازت طلب کرو اور بادشاہ سے اجازت نامہ لکھو اگر اس کی مہر لگوالیہا چنانچہ انہوں نے بادشاہ کے دربار میں جا کر یہی معروضہ پیش کیا۔ معروضہ سن کر تمام اراکین دولت ہنسنے لگے کہ جولاہوں نے بات بھی جولاہوں جیسی کی ہے۔ خیر بادشاہ کے حکم سے اجازت نامہ لکھا گیا اور اس پر مہر ثبت کر دی گئی۔

چنانچہ حضرت شیخ نے شہر میں سکونت اختیار کر لی اور لوگوں کی ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ ایک

### ہدایت خلق کا نر الاطیع

دستور یہ تھا کہ چند مزدور بلا لیتے اور ان سے فرماتے تھے کہ سارا دن خلعت میں بیٹھو اور یہ ذکر کرتے رہو۔ شام کو اپنی مزدوری مجھ سے لیا کرو۔ یہ دیکھ کر لوگ خوشی خوشی ان کی بات قبول کر لیتے تھے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ شہر اور نواح کے بہت سے لوگ جمع ہو کر مزدوری پر ذکر کرنے لگے۔ جس سے ان کا تصفیۂ قلب ہو گیا اور حُب دنیا سے آزاد ہو کر مرید ہوتے گئے۔ جتنی کہ کثرت لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے اور آپ کی بڑی شہرت ہو گئی۔ بعض حاسدوں نے بادشاہ کے پاس جا کر شکایت کی کہ ان کے ہاں گاہ بگاہ خلق کا اثر دھام مچتا ہے۔ شاید بادشاہ سلامت کا مقابلہ کرنے کا خیال رکھتا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے شہر بدر کر دیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دے دیا کہ شہر سے باہر چلے جاؤ۔ آپ نے دو فقیروں کو اجازت دے کر بادشاہ کے پاس بھیجا کہ یہ شاہی سند ہے۔ اب اگر آپ عہد شکنی کو ناپاہت ہیں تو ہم چلے جاتے ہیں۔ جب فقیروں نے بادشاہ کے پاس جا کر آپ کا پیغام دیا اور اقامت کی سند پیش کی تو بادشاہ اور امراء شرمندہ ہوئے اور حضرت شیخ کی خدمت میں معافی مانگنے کے لئے حاضر ہوئے۔ انہیں معاف فرمایا اور بادشاہ مع اپنے جملہ اراکین، آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ عزیزان جولاہوں کا کام کرتے تھے۔ ایک دن آپ سے

کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا ہے۔ فرمایا ”توڑنا اور جوڑنا“ جس طرح جولاہا کرتا ہے۔ آپ بطاخصر ان پڑھتے لیکن اپنی تصانیف میں نہایت ہی بلند مضامین بیان فرمائے ہیں۔ آپ کی مندرجہ ربا عیال بلند پایہ مضامین سے لبریز ہیں۔

۱۔ باہر کہ نشینی و نشد جمع دلت      وز تو زرمید زحمت آب و گلست  
از صحبت وے اگر تبرا نمکینی      ہرگز نہ کند مدح عزیزاں کسبت  
(اگر کسی شخص کے پاس بیٹھنے سے تجھے تسکین قلب حاصل نہ ہوئی اور تجھے آب و گل کی قید سے رہائی نصیب نہ ہوئی، اگر تو اس کی صحبت ترک نہیں کرے گا تو غزلیاں کی مدح نہیں نکلے گی، یعنی سخت تکلیف ہوگی)۔

۲۔ بیچارہ دلم عاشقِ روئے تو بود      تا وقت صبح در کوئے تو بود  
چو گانِ سر زلف تو از حالِ جال      می بردش او بچنانِ یلے گئے تو بود  
(میرادل بیچارہ تیرے رخِ اندر کا عاشق تھا، صبح تک تیرے کپے میں رہا اور تیری زلف پریشان نے اسے بے حد پریشان کیا جس طرح چوگان گیند کو پریشان کرتا ہے)۔  
چوں ذکرِ بول رسد دلت درد کند      آن ذکر کند کہ مردِ راسخ درد کند  
۳۔ ہر چند کہ خاصیتِ آتش دارد      لیکن دو جہاں ہر دل تو سرد کند  
(جب ذکرِ اللہ دل میں جاگزیں ہوتا ہے تو دل منور ہو جاتا ہے۔ یہ ذکر ہے کہ مرد کو فرد (یگانہ روزگار) بناتا ہے۔ ذکر اگرچہ آگ کی تاثیر رکھتا ہے لیکن دونوں جہانوں سے تیرے دل کو سرد کر دیتا ہے۔ یعنی طلبِ مٹ جاتی ہے)۔

فرمایا، آخری رُباعی میں کس قدر بلند مضمون ادا فرمایا ہے۔ سچ ہے کہ جب علمِ لدنی عطا ہوتا ہے تو جہلِ علم سے مبدل ہو جاتا ہے اور علومِ رسمی و ظاہری کی ضرورت نہیں رہتی۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عظمتؑ اس کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عظمتؑ کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ شہاب الدین قدس سرہ امامِ طریقت و پیشوائے جہاں اور مقتدائے اہلِ وحدت ہیں۔ فرمایا، حضرت قطب المشرق خواجہ گنج شکر



قدس سرہ کافی مدت تک حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی صحبت میں رہے اپنے  
ان کی کتاب "عوارف المعارف" کا سبق بھی مریدین کو دیا ہے اسی وجہ سے عوارف المعارف  
کا درس ہمارے مشائخ عظام کے لئے بطور سند آیا ہے اور ہر شیخ نے اپنے  
شیخ سے اس کتاب کا درس لیا ہے۔

## مقبولہ ۱۵

میاں محمد بخش لاہوری، ایک ڈونگے میں پکا ہوا گوشت لایا۔ اُس نے کہا حضور یہ گوشت  
اس بکری کا ہے جو حضور کے فرمان کے مطابق شہر کے گرد گھومنا شروع کی گئی۔ آپ نے اُس  
میں سے ایک بوٹی تادل فرمائی اور دو گھونٹ شوربا بھی پیا۔ پھر فرمایا کہ باقی حاضرین عیسیٰ  
میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ سب لوگوں کو تھوڑا تھوڑا حصہ ملا۔ اس کے بعد ایک شخص نے  
عرض کیا کہ حضور مجھے دفع بلا کی تلقین فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا ہے کہ جس کے  
الفاظ تو مختصر ہیں لیکن فوائد بہت زیادہ ہیں :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط لِیْ خُسَّةٌ  
اُطْفِئْ بِهَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْفَاطِمَةُ

المُصْطَفٰی وَالْمُرْتَضٰی وَابْنَاهُمَا وَالْفَاطِمَةُ ط یہ دعا ہر نماز کے بعد  
پانچ مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر دی جائے اگر ایک جگہ بیٹھ کر بیک وقت چالیس مرتبہ پڑھی جائے  
تب بھی درست ہے نیز اگر اس کو نیکہ کرد ووازے پر چپاں کیا جائے تو بھی دُعا دفع  
ہو جاتی ہے اور گھر کے تمام لوگ دوبارے محفوظ رہتے ہیں۔

ایک دعا مبارک یہ ہے : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
اَللّٰهُمَّ يَا وَلِيَّ الْوَلَاءِ وَيَا سَامِعَ الدَّعَاءِ وَيَا  
كَاشِفَ الضَّرِّ وَالْبَلَاءِ اَصْرِفْ عَنَّا شَرَّ الطَّاعُونَ وَالْمُفْلَجَاتِ وَالْوَبَاءِ  
مُحَمَّدُ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی الْمُرْتَضٰی وَفَاطِمَةُ الزَّهْرَاءِ وَخَدِيجَةُ الْكُبْرٰی

وعائشہ الحمیری وصلى الله تعالى خير خلقه محمد وآله واصحابہ  
اجمعین ط یہ دعاء ہر نماز کے بعد پانچ مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے تو وہ اور  
طاعون، موت ناگہانی اور ہر آفت و بلا سے اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے گا۔ ایک اور دعا  
یہ ہے : **بسم الله الرحمن الرحيم ط لی خمسة اطفی بها حر الوباء**  
**المحاطة المصطفی والمرقنی وابناهما والفاطمة کوب در کوب**  
**در قاف در قاف در دریا بحق لا اله الا الله محمد رسول الله ط** کاغذ پر  
لکھ کر گھر کے دروازے پر چپاں کی جائے تو بلا دفع ہوگی اور اہل خانہ محفوظ رہیں گے۔ یہ دعاء  
لکھ کر حضرت اقدس کے محل کے دروازے پر چپاں کی گئی اس سال اس کے سینے میں کافی  
وبار پھیلی اور بہت سے لوگ مر گئے تمام خلقت پریشان تھی لیکن چار چٹان شریف اس دے سے  
محفوظ رہا۔ باقی سارا علاقہ متاثر تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک سیاہ رنگ کی کبری  
کے کہ بڑی دعاء سات مرتبہ پڑھ کر کبری کے سر پر دم کی جائے یعنی ہر بار پڑھ کر دم کی جائے  
ذکر مجموعی طور پر سات مرتبہ پڑھ کر ایک بار دم کریں۔ پھر کبری کو شہر کے گرد گھمایا جائے  
اور ذبح کر دیا جائے۔ گوشت کو پکا کر شہر کے تمام لوگوں کو گوشت اور شوربا کھلایا جائے  
کبری کو شہر میں گھاتے وقت سب لوگ شہر میں رہیں باہر کوئی نہ جائے اور نہ ہی کوئی شخص  
باہر سے شہر میں داخل ہو۔ چنانچہ یہ گوشت دھمی تھاجس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اس میں سے ہر  
شخص کو یہ گوشت کھلایا گیا۔

اس کے بعد ایک شخص غلام حسین نامی ساکن پنڈی تحصیل سنگھڑ نے جو حضرت خواجہ انور  
قاسمی کا مرید تھا، عرض کیا کہ حضور آپ نے خلوت کا وعدہ فرمایا تھا۔ یہ سن کر آپ  
اس کے ساتھ ایک جگہ کے اندر تشریف لے گئے اور فرمایا، کہو کیلکے ہو۔ اُس نے عرض  
کیا کہ حضور میں ایک خوبصورت عورت پر عاشق ہوں اور اس عشق میں میں نے سجد و نیت  
اور خوار و برداشت کی ہے اور لوگوں میں بے انتہا بدنام ہوں۔ اب اس غلام کا عرض یہ ہے  
کہ کسی طرح میرا دل اس کے عشق سے آزاد ہو جائے تاکہ مجھے آرام و سکون حاصل ہو۔ آپ نے  
اُسے یہ تعویذ لکھ کر دیے : **۴۸۶**  
**۵۴۶ ح م د** اور فرمایا کہ یہ تعویذ آپ صلا (سونے کے پانی) سے



ہر ن کی محال پر کلمہ کہ برقت عطا کرنے کے وقت اپنے قلب پر باندھ کر سوجانا اور ایک تہ ایک  
 علی اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھ کر اپنے دل پر دم کرنا اور چالیس بار یا حی یا قیوم  
 یا لا الہ الا انت سبحانک بعد نماز مغرب پڑھا کر دو دوسرا عمل یہ ہے کہ جب تم  
 اپنے دادا پیر کے مزار شریف پر جاؤ تو مزار کی غریب جانب بیٹھ کر یہ تصور کرنا کہ نور کی ایک  
 تار اُن کے قلب تہا سے میں آرہی ہے اور اپنے پیر کی مجلس میں بیٹھ کر یہ تصور کرنا اور  
 میں بھی اپنی طرف سے اس جگہ سے خیال رکھوں گا۔ اس کے بعد اُس نوجوان نے کہا کہ قبلہ شورش  
 عشق میں کافی جگہ مجھ سے نماز نہیں پڑھی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ابتدا میں مجھ پر بھی جذب غالب  
 ہو گیا تھا اور کامل ایک سال نماز نہ پڑھ سکتا تھا۔

کیا عشق مجازی تھے سالک کو فائدہ ہوتا ہے | اس کے بعد اُس نے پوچھا کہ  
 کہ کیا عشق مجازی جس فائدہ پہنچاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عشق مجازی بغیر جذب کے فائدہ نہیں پہنچاتا بلکہ سالک کے لئے سدِ راہ  
 اور مطلوب حقیقی کے رخ اور سے حجاب کا باعث ہوتا ہے اور عاشقانِ حقیقت نے اس سے  
 گذر کر اوپر جانے کی تاکید کی ہے اس وجہ سے عشق مجازی ٹپ ہے۔ ہر شخص ٹپ سے گذر کر منزلِ مقصود  
 پر پہنچتا اور آرام کرتا ہے۔ ٹپ پر ہی کوئی نہیں رک جاتا کرتا اور اگر جذب پیدا ہو جائے تو ایک ہی جست  
 میں دریا پار کر دیتا ہے۔ فی الجملہ یہ راہ (عشق مجازی) مشکل اور پُر خطائے ہر شخص کے بس کی بات  
 نہیں ہے اس کام میں بیحد پرہیز، تقویٰ اور راست بازی درکار ہے۔ حق تعالیٰ تک سائی  
 کے اہلِ حقیر بہت ہیں اُن میں سے کسی پر عمل کرنا چاہیے۔

اس کے بعد فرمایا کہ عشق مجازی کے تین درجے ہیں۔ ابتداء، انتہاء، انحطاط، جے  
 ابتدا میں کمالِ جوش و خروش تھا انتہا میں کم تھا اور اب درجہ انحطاط ہے۔ اب بھی میرے دل میں  
 مغابہ جلیہ کے لئے التفات باقی ہے لیکن سوم درجہ کی مقدار کے مطابق شیخ فخر الدین عراقي، شیخ اعلیٰ  
 کرانی اور شیخ احمد غزالی اول تا آخر کمال درجہ عشق مجازی میں سرگرم رہے۔

یہ اُن حضرات کی حجت ہے درجہ عشق مجازی دیکھ رہے تو جملہ کرنا کہ دیتے ہیں اور مجدد (باقی ائمہ صوفیہ)

## مقبول بوقت اشتراق بزر چار شنبہ ۳۱ ماہ و سال مذکور

ہر قسم بیماری اور بار سے امان کا آسان طریقہ

حضرت اللہ س نے فرمایا کہ جس مگر میں ایک لاکھ مرتباً اسم مبارک

”يَا حَنَّانُ“ پڑھا جائے، اہل غار ہر قسم کی بیماری اور بار سے اللہ تعالیٰ کی امان و حفاظت میں رہیں گے۔ اس اسم شریف کے پڑھنے والے تین یا چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ آدمی ہونے چاہئیں۔ پانچ سے زیادہ ہرگز نہ ہوں اور ابتداء سے انتہا تک تمام پڑھنے والے کامل وضو کے ساتھ رہیں بات کسی سے بھی نہ کریں بلکہ ”ہوں ہوں“ تک بھی نہ کریں اور پورا ایک لاکھ مجلس میں ختم کریں جب تک وہ ختم نہ ہو کوئی نہ اٹھے۔ کیونکہ اس کے لئے ایک مجلس کی شرط ہے یعنی ہر شخص جب بیٹھ جائے تو ہرگز نہ اٹھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ تمام وظائف ضروریہ میں مثل ختم خواجگان وغیرہ یہی حکم ہے۔ ابتداء سے لے کر انتہا تک وظیفہ کے دوران کلام نہ کرے کیونکہ بات کرنا ممنوع ہے۔

اس کے بعد آپ نے یہ دعا پڑھی :

دُعَا بَرَاءَةِ دَفْعِ وَبَارِ اور بیماری وغیرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط الحمد

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مَا لَكَ یَوْمَ الدِّیْنِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْی عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ اٰمِیْن۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ط اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ط یَسْمِ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ السُّلْطٰنُ الشَّدِیْدُ الْاَرْكَانُ كُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ مَا شَاءَ كَانَ لَا حَوْلَ

(بقیہ گذشتہ صفحہ) تکلیف دینا ہے عشق حقیقی میں بہت آرام و سکون ہے کیونکہ یہاں استغراق اور محویت ہے



ولا قوة الا بالله العلی العظيم ط اللهم انا نعوذ بك من سوء القضا ودرك  
الشتقاء وشماتة الاعداء ربنا کشف عنا العذاب انا مومنون ط  
بنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخسرين ط ونزل  
من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنین ط وصلى الله تعالى على خير خلق  
محمد وآله واصحابه اجمعين ط اس کے بعد فرمایا کہ اگر اس دمار کو تین بار  
پڑھ کر پانی پر دم کیا جائے تو جو شخص پانی پئے گا حق تعالیٰ اسے ہر قسم کی دہر، بیماری اور طاعون سے  
امان دے گا۔ شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا باد مغرب ہو، پانی کا برتن کورا ہو ہو۔ اس کے بعد دوسری  
غلام رسول سے فرمایا کہ آپ اس دمار کو پڑھ کر پانی کو دم کریں اور لوگوں کو پلائیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد یہ دمار پڑھے گا، وہا  
دیگر دو عابرائے دفع بلا

دعا یہ ہے : بسم الله الرحمن الرحيم ط یا منتہا طلبی یا غایت املی یا رب  
الیک ہوئی یا رب تجل فرجی ط

اس کے بعد ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور غلاں ہندوستان فی ذلیفہ سبعت عشر کئے عرض  
کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں کہہ داتا ہوں تم کہتے جاؤ : سورت فاتحہ مع بسم اللہ سات بار، سورت  
کافرون مع بسم اللہ سات بار، سورت ناس مع بسم اللہ سات بار، سورت فلق مع بسم اللہ  
سات بار، سورت اخلاص مع بسم اللہ سات بار، آیت الکرسی بغیر بسم اللہ سات بار، کلمہ تہجد :  
سبحان الله والحمد لله بغیر بسم اللہ سات بار اور یہ درود شریف : اللهم صل علی سیدنا  
محمد عبدک ونبیک ورسولک النبی الامی وعلی آلہ وبارک وسلم بغیر بسم اللہ  
سات بار۔ اللهم اغفر لی ولوالدی وللمن تولد وارحمہما کما ربیبانی صغیرا  
واغفر اللهم لجميع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات  
الاحیاء منهم والاموات انک مجیب الدعوات ورافع الدرجات  
وقاضی الحاجات برحمتک یا ارحم الراحمین بغیر بسم اللہ سات بار، اللهم  
یا رب افعل وبهم عاجلا واجلا فی الدنیا والاخرة ما انت لہ اهل ولا

فَقَعَلَ رِبَايَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ أَهْلُ ذَلِكَ غَفُودٌ حَيْدُو جَادِ كَرِيمٍ مَلِكِ دُبِ رَوْفٍ الْحَمِيمِ  
 بِغَيْرِ بَسْمِ اللَّهِ سَاتِ بَارِ أَوْ رَجَبِ تَابِ أَرْكَرَ تَجْدِ رُطْبَا يَابِ تَوَاسِرِ كَيْ بَعْدِ يَدِ عَارِ أَيْكِ بَارِ  
 رُطْبَا حَيْبِ : عدد ماعلم الله وزينه ماعلم الله وعلما علم الله - اس کے بعد فرمایا کہ متعابا  
 عشر کو غلغول آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب کے بعد پڑھا جائے ۔

اس کے بعد فرمایا ، بھور عمار کا مذہب یہ ہے کہ شیخین  
 یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دیگر  
 صحابہ سے افضل ہیں ۔ اثنین یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے بھی ۔ اگرچہ چار بار برابر  
 ہیں ، لیکن ان اور شیران جہان تین اس کے بعد فرمایا کہ احادیث میں بھی خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ کا ذکر ان کے  
 مراتب کے مطابق آیا ہے ۔ چنانچہ ثابث است جنت کی حدیث میں یہ ترتیب ہے : ابو بکرؓ ، عمرؓ ،  
 عثمانؓ ، علیؓ ، طلحہؓ ، زبیرؓ ، عبد الرحمن بن عوفؓ ، سعد بن ابی وقاصؓ ، سعید ابن زیدؓ ، ابو عبیدہؓ  
 بن جراحؓ ، لیکن ایک حدیث شریف میں حضرت علیؓ کا نام حضرت عثمانؓ سے پہلے آیا ہے وہ اس طرح  
 ہے کہ وصال کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ” اے میرے اصحاب ! جان لو اور  
 آگاہ رہو کہ میں راضی اور خوش خوش جا رہا ہوں ، ابو بکرؓ ، عمرؓ ، علیؓ ، عثمانؓ ، طلحہؓ ، زبیرؓ ،  
 عبد الرحمنؓ وغیرہ ۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہر ایک صحابی کی خصوصیت دیکھی جاتی ہیں تو ایک سے  
 سے افضل نظر آتا ہے ۔ یہ حضرت عثمانؓ کی یہ خصوصیت کہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے دن بیعت الرضوان  
 کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا کہ یہ عثمانؓ  
 کا ہاتھ ہے ۔

اس کے بعد مشائخ کرام کے القاب کے متعلق گفتگو کرنے  
 اَلْقَابُ مَشَائِخِ عَظَمَ | لگی ۔ فرمایا کہ کسان میں بعض مشائخ کا لقب آقا ہے ۔ بعض کو  
 کہ کالہ کہتے ہیں بعض کا لقب بابا اور باب ہے ان چاروں الفاظ کے معنی باپ کے ہیں چنانچہ حضرت  
 خواجہ گنج شکرؒ کا لقب بابا اور بابا ہے اس کے بعد فرمایا کہ گیانی کے معنی نسبت شاستر میں عالم کے  
 ہیں ۔ گیانی کے معنی چل ہیں ، گیان کے معنی علم ہیں اور گیانی کے معنی جاہل کے ہیں ۔ شاستری زبان  
 میں لفظ کے شروع میں الف ہوتو نفی کے معنی دیتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ شاستر کے بعض الفاظ عربی



الفاظ کے ہم معنی ہیں۔ مثلاً ہم کہتے ہیں عالم ادواج عالم اس ہے۔ شاستر میں بھی روح کو اس کہتے ہیں لفظ رصیفہ اس ہے۔ مصدر مرنے سے شروع میں الف لگانے سے نفی کا کام دیتا ہے یعنی نہ مرنے والا۔ شاستر میں حضرت آدم کو اودنا برہمن کہتے ہیں۔ "او" اس چیز کو کہتے ہیں جو سب سے پہلے پیدا کی گئی ہو۔ منا کے معنی ہیں چت یعنی شناخت اور معرفت، برہمن کے معنی ہیں عارف چونکہ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے پیدا کئے گئے اور سب سے پہلے عارف ہیں اس لئے آپ کو "اودنا برہمن" کیا گیا ہے۔ اسی طرح یزدان اور ایزد جو اسمائے الہی ہیں اگرچہ مجوسی (آتش پرست) لغت کے الفاظ ہیں اور چونکہ شروع اسلام سے مستقل ہیں اس لئے ان سے اتنی کراہت نہیں آتی جتنی کہ لفظ بھگوان اور پریشور سے آتی ہے۔ حالانکہ یہ سب سے ہم معنی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ شاستر میں بی بی حوا کو ست روپ کہتے ہیں۔ ست بمعنی راستی یا صدق اور روپ بمعنی صورت یعنی صدق یا صورت راستی اس وجہ سے پہلی شاستر پر "ست گر" کہتے ہیں یعنی سچا پر۔

## مقبوس: بوقت اشراق بروز جمعہ المبارک ۱۳۱۸ ہجری لائبریری

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولانا درویش احمد سمرقندی رضی اللہ عنہ حضرت شیخ زین الدین خواجہ رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں۔ مولانا درویش احمد کا مشرب توحید وجودی تھا اور اس مشرب میں ان کو ہیئت غلو تھا لیکن آپ کے پیر شیخ زین الدین کا مشرب شہودی تھا اور شیخ زین الدین نے درویش احمد

لے وحدت الوجود اور وحدت الشہود دو نظریات ہیں علم توحید میں۔ وحدت الوجود مشرب ولے ہے اور کے قائل ہیں اور وحدت الشہود میں ہمد از دست ہے۔ وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ وجود ایک ہے جو وجود حق ہے باقی تمام اشیاء کا وجود ظنی، اعتباری، اضافی اور وہی ہے۔ وحدت الشہود ولے کہتے ہیں وجود ایک نہیں لیکن نظر ایک آتا ہے درحقیقت یہ نزاع عقلی ہے۔ دونوں کی حقیقت ایک ہے۔

کو ایک مسجد میں وعظ کے لئے مقرر کیا ہوا تھا لوگ جمع ہو کر وعظ سنتے تھے اور خود شیخ زین الدین بھی مجلس وعظ میں موجود ہوتے تھے۔ ان کی مجلس میں ہزار ہا لوگ ہوتے تھے جن میں عوام بھی ہوتے تھے خواص بھی، علماء بھی ہوتے تھے مرفار بھی۔ آپ وعظ میں اس قدر بلند حقائق و معارف بیان کرتے تھے اور قرآن و حدیث کے ایسے معانی بیان کرتے تھے کہ عرفاء بھی دنگ رہ جاتے تھے شیخ دردیش احمد کا دستور تھا کہ وعظ سے پہلے اور بعد سید قاسمؒ کے اشعار پڑھتے تھے جو وحدت الوجود کے متعلق ہوتے تھے لیکن شیخ زین الدینؒ کو یہ بات پسند نہ تھی اور سید قاسمؒ کے اشعار پڑھنے سے ان کو منع کرتے تھے لیکن مولانا دردیش احمدؒ اشعار پڑھتے رہتے تھے بلکہ دوسرے آدمی کو بھی اپنے ساتھ شامل کر کے اشعار پڑھتے۔ ایک دن شیخ زین الدینؒ نے شیخ احمد کو بلا کر وحدت الوجود پر بحث کی دونوں بزرگوں نے اپنے اپنے دلائل پیش کئے آخر شیخ زین الدینؒ نے رنجیدہ خاطر ہو کر شیخ دردیش احمدؒ کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا اور لوگوں کے دلوں میں ان سے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جب پیر نے مرید کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا تو لوگ ان سے متنفر ہو گئے اور ہزار ہا لوگوں کی بجائے اب ان کی مجلس میں صرف دس بارہ آدمی آنے لگے۔ یہ دیکھ کر شیخ دردیش احمدؒ حضرت شیخ عبید اللہ احرارؒ کی خدمت میں گئے، روئے اور دوا لیا کیا۔ شیخ عبید اللہ احرارؒ نے ان کے حال پر شفقت فرمائی اور توجہ اور تعریف سے بھی کام لیا اور فرمایا کہ جاؤ وعظ کرو۔ جب وہ دوبارہ وعظ کرنے گئے تو ہزار ہا لوگ جمع ہوئے اور ان کا تمام سلب شدہ حال واپس آگیا۔

**جنات کی ماہیت اور طریق تسخیر** | اس کے بعد جنات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ جان "البرق"۔

ہے جیسا کہ آدمؑ ابوالبشر ہیں۔ شیطان جان کی اولاد ہے اور جنات میں سے ہے۔ جن بھی ابوجہا (آتش، آب، خاک، ہوا) سے مرکب ہیں لیکن ان کی ترکیب میں جُز و فُجی اور ہوائی غالب ہے۔ اس وجہ سے وہ مخفی ہیں۔ چونکہ عنصر نار (آتش) میں سرکشی اور سوزش حرکت و حرارت ہے اور عنصر باد (ہوا) میں لطافت و سرعت حرکت ہے۔ اس وجہ سے جنات کے وجود میں شرارت اور ایذا رسانی رکھی گئی ہے اور ان کو ایک شکل سے دوسری شکل میں فوراً تبدیل ہونے کی قدرت حاصل ہے۔



اس کے بلجود وہ اس قدر رکیک (کمزور) اور ضعیف البنیان (کمزور جسم) ہیں کہ تھوڑے سے صدمے سے ہلاک ہو جاتے ہیں جو شخص جن کو قید کرنا چاہے وہ اس طریقے سے اس کو گرفتار کر سکتا ہے کہ جب جن اس کے سامنے کسی شکل میں ظاہر ہو تو اپنی نظر اس پر چلے اور دوسری طرف نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اگر آنکھ بھی نہ جھپکے تو بہتر ہے اس سے جن کو طاقت نہیں کہ اس کی آنکھوں سے غائب ہو سکے بلکہ اُسی صورت میں ظاہر اور حاضر کھڑا رہے گا۔ اُس وقت اس شخص کو اختیار ہے کہ خواہ اُسے آزاد کرے یا قتل کر دے۔ جو نہی اس جن سے نظر ہٹائی جائے گی وہ فوراً دوسری شکل اختیار کر کے غائب ہو جائے گا اس وجہ سے جن جب کسی شخص پر ظاہر ہوتا ہے تو ایک شکل پر قائم نہیں رہتا اور اس کا یہ صورت بدلتا بڑی تیزی سے ہوتا ہے کیونکہ اُسے ڈر ہوتا ہے کہ شاید وہ شخص اس پر نظر جمائے جس کے بعد اُس کا بھاگنا محال ہو جاتا ہے۔

## مقبوس ۱۸: بوقت اشراق بروز شنبہ ۱۳ جمادی الآخر ۱۳۱۸ھ

بیویوں کو زود و کوٹ کرنا  
عورتوں یعنی بیویوں کو زود و کوٹ کرنے کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ شرعی عیب کے بغیر عورتوں کو مارنا جائز نہیں۔ البتہ شرعی عیب کی صورت میں مارنا آیہ ہے۔ شرعی عیب کے دو اقسام ہیں ایک محدود دوسرا غیر محدود۔ محدود عیب میں شریعت کی مقرر کردہ حد کے مطابق مارا جائے غیر محدود عیب میں جب عواہد بد مارنا جائز ہے یعنی مناسب حد تک لیکن منہ پر نہ مارنا چاہیے کیونکہ ضرب الجہم منہ پر مارنا حدیث میں منع ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ عورت پہلی سے پیدا کی گئی ہے اور پہلی کی ساخت ایسی ہے کہ کبھی سیدھی نہیں ہوتی۔ جب اس کی فطرت میں کجی رکھی گئی ہے تو کبھی اپنی ضد سے باز نہیں آتی اور جو چاہتی ہے کرتی ہے۔

## مقبوس ۱۹: بوقت اشراق بروز شنبہ ۴ ماہ و سال مذکور

## ہدایت ذاتی

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہدایت ذاتی محض انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے جہاں اولیاء اللہ کا تعلق ہے، سیکڑوں اولیاء اللہ میں سے ایک مرد خدا ایسا ہوا ہے جس کو ہدایت ذاتی نصیب ہو، باقی تمام لوگوں کو خواہ اولیاء رہوں یا غیر اولیاء، ہدایت، تعلیم اور صحبت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ (ہدایت ذاتی سے مراد ہدایت وہی ہے جو پیدا الہی طور پر میسر آتی ہے یعنی تمام انبیاء اور مخصوص اولیاء و مازاد نبی اور ولی ہوتے ہیں)۔

## مقبول بوقت اشراق بروز چار شنبہ، ماہ وصال مذکور

### جنارہ غیب

دوبارہ ذکر ہو رہا تھا جہاں دنوں چار چٹاں شریف اور داعی علاقوں میں پھیل ہوئی تھی ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور نہر کے اُس پار ایک عورت اس دوبارہ میں فوت ہوئی ہے لیکن اُس کا جنازہ کھانے نہیں پڑھا اور ٹالی بہادر شاہ کے قبرستان میں دفن کر دی گئی ہے۔ آپ نے بہت رنج و اندوس کا اظہار فرمایا اور مولوی غلام رسول اور راقم سے فرمایا کہ تم کو بہت ثواب ہو گا اگر اسی جگہ کھڑے ہو کر اس کے لئے امام شافعی کے مذہب پر نماز جنازہ پڑھاؤ چنانچہ مجلس سے اٹھ کر ہم مسجد میں گئے۔ مولوی غلام رسول نے اقامت کی، میں اور دو آدمی مقبرہ پہنچے اور نماز جنازہ غیبی ادا کی حالانکہ اس کی قبر یہاں سے ایک میل دور ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ دوبارہ ہمارے زمانے میں تین بار آئی ہے۔ ایک دفعہ اس وقت دوبارہ آئی جب حضرت فخر الاولیاء موجود تھے۔ یہ مرض کرٹ شریف میں عرس کے ایام میں آئی تھی چنانچہ ہم کوٹ شریف میں مقیم رہے دریا کے پار نہ گئے اس وقت چار چٹاں شریف میں نو آدمی فوت ہوئے تھے۔ تین شہر چار چٹاں شریف میں، چھ باہر دیہات میں۔ باقی تمام علاقوں میں تھکے چاہتا تھا اس وجہ سے کہ یہ دوبارہ عالمگیر تھی اور سارا ملک اس کی زد میں آ گیا تھا۔ دوسری بار ۱۲۰۸ھ میں دوبارہ آئی اگرچہ یہ مرض عالمگیر نہ تھی لیکن ہمارے علاقے میں کافی نقصان ہوا اور چار چٹاں میں چھ آدمی مر گئے اس وقت ہم چار چٹاں میں نہیں تھے بلکہ بہاول پور نواب صاحب کی دعوت پر گئے ہوئے تھے اور تیسری بار دوبارہ اب آئی ہے اگرچہ یہ مرض عالمگیر نہ تھا اور ساری دنیا میں پھیل چکی ہے اور چار چٹاں کے گرد و نواح میں کافی لوگ



مرکبے ہیں۔ شہر چاچڑاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب تک محفوظ ہے و یحییٰ اس آئندہ کیا ہوتا ہے۔ (۱۲)  
راقم کتاب ہے کہ پہلی دوبار حضرت اقدس چاچڑاں میں نہیں تھے اور نقصان ہوا۔ اب خود جلوہ افروز ہیں تو  
اس نے شہر بھی محفوظ ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان دوبار کے آیام میں ہر شخص کو چاہیے  
دوبار میں پرہیز لازمی ہے کہ کھانا کم کھائے۔ روٹی منگ کی دال کے ساتھ کھائے اور  
گوشت، دودھ اور لسی سے پرہیز کرنا چاہیے نیز میوہ جات بھی نہیں کھانے چاہئیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ مرض جذام کو ٹھہ سے پرہیز  
لازمی ہے۔ اس مرض کے مریض کے ساتھ کھانا پینا اور  
مرض جذام یعنی کوڑھ سے پرہیز  
اٹھنا بیٹھنا بھی ترک کرنا چاہیے۔

اس کے بعد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم کی غلط  
کایا ٹھکانے ہے۔ سبحان اللہ اگرچہ آپ اُمّی  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان  
(بظاہر آن پڑھ) ہیں لیکن ہزاروں علوم، حقائق و معارف، اسرار و رموز، امر و نواہی اُسی اُمّی لقب سے  
ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

کتب خانہ چند وقت بشت  
یتیمہ کہ ناکردہ اجمہ درست  
(وہ یتیم کہ جس نے قرآن بھی کسی سے نہیں پڑھا تھا اُس نے کئی امتوں کے کتب خانے دھو ڈالے)۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم ہارویؒ کا  
غور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی  
خصائل حضرت قبلہ عالم ہارویؒ

۱۔ حدیث شریف میں بھی ممانعت آئی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: **فَرَمَنَ الْمَجْدُومَ كَمَا تَفَرَّمَنَ الْأَمَدُ**  
(یعنی مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔ ایک جرمن ڈاکٹر نے جب اس مرض کے  
جراثیم کا فوٹو یا تصویر کے الفاظ کے مطابق جراثیم کی شکل شیر کی طرح تھی۔ بہت حیران ہوا کہ  
آج سے تیرہ سو سال پہلے پیغمبر اسلامؐ نے یہ لفظ استعمال فرمایا تھا حالانکہ اس وقت کوئی شخص  
جراثیم کے وجود کو جانتا تھا اور نہ چھوٹ چھات کو۔

طرح ایک نمود ہے۔ آپ بھی کم خواہہ تھے صرف کتاب قطبی تک آپ کی تعلیم تھی اور یہ ذرا سا علم علمائے متبحر کے سامنے، جو آپ کے زمانے میں تھے اُمتیت (ان پڑھ ہونے) سے زیادہ ہیں لیکن جب آپ کا ظہور ہوا تو تمام علماء، فضلاء، سادات، خادیم، اُمراء، رؤسار، نواب، حجب آپ کے حلقہ ارادت میں آئے تو غلاموں کی طرح آپ کے مطیع و فرمانبردار بن گئے اور آپ کے خواہن معرفت سے ریزہ چینی کرنے لگے۔

## مقبول بوقت اشراق بروز جمعرات ۱۷ ماہ و سال مذکور

نوٹ : اس مقبول میں کوئی تعلیمی مضمون نہیں ہے اس لئے بخوف طوالت ترک کر دیا گیا ہے۔

## مقبول بوقت اشراق بروز شنبہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ

مجلس میں ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضور کیا قابلیت اور استعداد کے

بغیر حصول ولایت ممکن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قابلیت ضروری شرط نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا

دارِ ادا قابلیت شرط نیست بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست

(حق تعالیٰ کی عنایت کے لئے قابلیت ضروری نہیں بلکہ خود قابلیت کا ہونا اُس کی عنایت ہے۔

یعنی جس کو ولایت عطا کرنا مقصود ہوتا ہے اُسے اُس کی قابلیت بھی عطا کر دی جاتی ہے)۔

اس کے بعد نظربد کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ ایک آدمی نے

کہا کہ نظربد ہر شخص سے نہیں لگتی۔ اس پر حضرت اقدس

نے فرمایا کہ نظربد کا لگ جانا حق ہے اور ہر شخص سے نظر لگ سکتی ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے

نظر لگنے سے مراد یہ ہے کہ کسی پسندیدہ چیز کی طرف ہمت، تصرف اور توجہ دل کا موڑنا۔ مثلاً



ایک شخص کسی کھانے یا دوسری اچھی چیز کی طرف دیکھتا ہے اور اس کا دل یہ کہتا ہے کہ یہ چیز لذیذ ہوگی گا  
اسے میں کھانا یا یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اچھی چیز ہے کاش میرے پاس ہوتی۔ پس اس کے اس خیال اور توجہ  
پر اثر ہوتا ہے اور اس چیز کے کھانے یا استعمال سے نقصان واقع ہوتا ہے یا خود وہی چیز خراب ہجاتی  
ہے چنانچہ بعض اوقات نظر گھٹنے سے پتھر بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ ہے نظریہ جسے چشم زخم بھی کہتے  
ہیں۔ چونکہ نظریہ میں آنکھ سے دیکھنا ضروری ہے اس لئے اسے چشم کے ساتھ منسوب کیا ہے کیونکہ  
آنکھ دل کی جاسوس اور خادمہ ہے۔ اس لئے اسے چشم زخم کیا گیا ہے ورنہ اصل کام دل کا ہے بعض  
اوقات جب کسی چیز پر نظر پڑتی ہے لیکن دل کی طرف سے توجہ نہیں ہوتی تو نظر نہیں لگتی یہی وجہ  
ہے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہر شخص سے نظر نہیں لگتی بلکہ مخصوص آدمیوں سے لگتی ہے جو دل سے  
اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اگر دل کی توجہ نہ ہو تو نظر نہیں لگتی البتہ لوگوں کی توجہ یا قوت توجہ میں فرق  
ہوتا ہے بعض لوگوں کی توجہ قلب قوی ہوتی ہے اور ان کی نظریہ کا نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے۔ بعض کی  
توجہ ضعیف ہوتی ہے لہذا اس کا اثر بھی کم ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب میری نظر کسی دیکش  
چیز پر پڑتی ہے اور میری ذرا سی توجہ اس کی طرف مبذول ہوتی ہے تو میں فوراً کوئی نہ کوئی چیز پڑھ کر اس  
پر دم کر دیتا ہوں۔

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور ایک بزرگ کے عرس کے لئے اگر کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
جلستے اور وہ عرس گزر جائے تو کیا وہی چیز کسی دوسرے بزرگ کے عرس پر صرف کی جاسکتی ہے۔  
آپ نے فرمایا نہیں، مگر نہ نہیں بلکہ اسی چیز کو محفوظ رکھے اور جب وہ عرس آئے تو اسے خراج کرے  
یا اگر یہ نہیں کر سکتا تو وہ چیز اسی وقت فقراء میں تقسیم کرے اس کا ثواب اس بزرگ کی روح کو پہنچا  
دے۔ یہ جانتے ہیں۔

اس کے بعد اس بات پر گفتگو ہونے لگی کہ بعض اولیاء  
اولیاء اللہ پر بعض شاہان کا ظلم [کرام پر شاہان وقت نے ظلم و ستم کیا۔ حضرت  
قدس نے فرمایا کہ میرے قبل محبوب الہی فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء کرام اور شاہان وقت و علماء غلو  
کے درمیان اکثر عداوت رہی ہے۔ چنانچہ بعض اولیاء کرام بادشاہوں کے ماعتوں شہید ہوئے اور  
بعض بادشاہ اولیاء کرام کی تیغ قبر و جلال سے ہلاک ہوئے ہیں۔ نیز بعض اولیاء اللہ علماء غلو کے

ہاتھوں شہید ہوئے ہیں اہل علم و خطابہ اور ادیب و کرام کی بددعا سے ذیل و خوار ہو کر ہلاک ہوئے ہیں مجاہدین میں سے کسی نے عرض کیا کہ آیا علماء خطابہ سے بھی ادیب و کرام شہید ہوئے ہیں۔ فرمایا ہاں شیخ منصورؒ کو کسی نے قتل کر لیا تھا اگر علماء فتویٰ نہ دیتے تو وہ کیوں قتل ہوتے۔ لیکن جب علماء نے فتویٰ دیا اور مہر گاہی تو بادشاہ نے مجبور ہو کر ان کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدینؒ

## سلطان المشائخ کی مخالفت

قدس سرہ کے وقت میں سات بادشاہ ہو گئے ہیں ان میں سے تین بادشاہ تہہ دل سے آپ کے معتقد تھے اور چار منکر اور دشمن تھے۔ سلطان محمد تغلق اگرچہ بظاہر عقیدت مند تھا لیکن باطن میں وہ مخالف تھا۔ اسی وجہ سے وہ حضرت شیخؒ کے خلفاء پر ظلم کیا کرتا تھا۔ خاص کر حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلویؒ جو حضرت شیخؒ کے خلیفہ و جانشین تھے اور جن کا سارا جہاں غلام و مطیع تھا۔ بادشاہ آپ سے حد درجہ دشمنی رکھتا تھا۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ بادشاہ نے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کو اس خدمت پر مامور کیا تھا کہ ہر جمعہ کے دن کہ بادشاہ کو پرشاک پہنائیں۔ اس خیال سے کہ آپ بہت قبول نہیں فرمائیں گے اور اس بہانے وہ آپ کو شہید کر دے گا چنانچہ آپ نے یہ خدمت قبول کر لی اور ہر جمعہ آپ محل میں جا کر بادشاہ کو پرشاک پہنتے تھے لیکن پھر بھی بادشاہ نے آپ کی گردن میں میچ جگاڑ کر اٹاٹکا دیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ روایت میں نے بھی چند کتابوں میں دیکھی ہے لیکن یہ کتابیں غیر معتبر ہیں اس وجہ سے کہ اکثر لوگوں نے بزرگوں کے حالات پر تحقیق کئے ہیں اہل بعض ایسی روایات و دج کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔ انہوں نے صحیح، مستقیم، صادق و کاذب میں کوئی فرق نہیں کیا بلکہ ہر خشک و تر لکھ دیا ہے۔ البتہ معتبر کتابوں میں یہ بغایت موجود ہے کہ سلطان محمد تغلق دوسری حرکات سے آپ سے بے ادبی کے ساتھ پیش آیا حتیٰ کہ اُس نے آپ کو ملک بدر بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت مخدوم دہلویؒ سے ہجرت کر کے جب نارول پہنچے تو حضرت شیخ محمد ترک نارول کے مزار پر حاضری دی وہاں ایک سفید پتھر تھا۔ حضرت شیخؒ نے کمرے ہو کر کافی دیر تک اس پتھر پر نظر جمائے رکھی۔ اور دوسری طرف متوجہ نہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین حیران تھے۔ جب آپ مزار پر فاتحہ پڑھ کر



ابراہیمؑ نے تو لوگوں نے پتھر پر نظریں جمائے کا سبب پر پچھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سفید پتھر پر آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور میں آپ کے دیدار میں مشغول تھا۔ جب آپ وہاں سے  
دوسری طرف چلے گئے اس وقت میں مزار پر گیا اور یہ مقام بہت مبترک اور قبولیت کی جگہ ہے  
جو شخص یہاں کھڑے ہو کر دعا مانگے گا، قبول ہوگی۔ اس پر کسی بزرگان نے جواب کا مخالفت تھا،  
بزرگانی کی کہ اگر یہ جائے مقبولیت ہے تو آپ نے ملک بدر ہونے کے بعد یہاں پر دعا کیوں نہیں  
کی تاکہ وطن جا کر آپ اپنے گھر میں رہتے۔ آپ نے فرمایا میری مراد حاصل ہو چکی ہے۔ چنانچہ  
آپ اُسی مقام پر تھے کہ سلطان محمد تغلق کا پر واز آگیا کہ حضرت مخدوم دہلی واپس آکر اپنے گھر میں  
سکونٹ اختیار کریں اور جو غلطی ہوئی ہے اسے معاف فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے  
فرمایا کہ یہ بھی ہوا کہ سلطان محمد تغلق بھی حضرت مخدوم کے قہر و جلال میں اگر ہلک ہوا۔

## مقبوس ۲۳: بوقت اشراق بروز یکشنبہ ۱۸ ماہ و سال مذکور

نوٹ: اس مقبوس میں کوئی تفسیری مضمون نہیں ہے اس لئے ترک کر دیا گیا ہے۔

## مقبوس بوقت اشراق بروز دو شنبہ ۱۹ ماہ و سال مذکور

**کدریبہ قوم کی اصل** مجلس میں کدریبہ قوم کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس  
نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ کدریبہ قوم ابراہیمؑ کی ایک شاخ ہے۔  
یعنی کدریبہ دراصل ابراہیمؑ ہے۔ اس پر حاضریں مجلس میں سے ایک شخص نے تعجب سے عرض کیا کہ قبذہ تاریخ اور  
سیرت کی کتابوں میں کدریبہ کو قریشی خاندانی کہا ہے اور حضور فرما رہے ہیں کہ کدریبہ قوم ابراہیمؑ سے ہے  
یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کدریبہ قوم کا قریشی ہونا بعض ملفوظات سے یا گیا ہے اور  
اکثر ملفوظات بغیر تحقیق لکھے گئے ہیں اس وجہ سے معتبر نہیں ہیں۔ وہ ملفوظات جو شیخ کے  
سامنے لکھے ہوئے ہوں اور شیخ نے دیکھ لئے ہوں یا ان کو پڑھ کر سنائے گئے ہوں وہ مستند

اور معتبر ہوتے ہیں بلکہ ان میں بھی بعض اوقات ضعیف اور غریب (غیر معتبر) ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ  
فرادی افراد اور اسرار اولیائے حضرت شیخ کے سامنے کھٹی گئی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ دم والد شریف کے مخدوم جگر محمد قیوم ہیں، ہمارے رشتہ دار ہیں۔ اس  
وقت دم شریف کے سجادہ نشین میاں محمد شفیع ہیں جو عالم بھی ہیں اور درویش بھی، ان کے پردادا  
جن سے اس خاندان کی ولایت شروع ہے، کا نام شیخ حاجی احمد ہے جو شیخ محمد زمانؒ کی داری والد  
کے مرید و خلیفہ ہیں۔ شیخ محمد زمانؒ کے بہت خلفائے اُن کے ایک خلیفہ شیخ عبدالرحیم  
گردیؒ تھے جو معتبر عالم اور درویش تھے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوڑی بھی شیخ محمد زمانؒ کے مرید  
تھے۔ ملک سندھ میں دو بڑے معتبر عالم تھے جن کے برابر ملک میں دوسرا کوئی نہ تھا، ایک عبدالرحیم  
گردیؒ، دوسرے مخدوم محمد ہاشمؒ۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے کے ہم پائے تھے لیکن مخدوم  
محمد ہاشم علی گاہری پر رہے اور شیخ عبدالرحیمؒ فقر و ولایت حاصل کر کے شیخ محمد زمانؒ کے اکابر  
خلفاء میں سے ہوئے ہیں۔ شیخ عبدالرحیمؒ قریب مگر ٹیکہ میں سے تھے اور حاجی احمد قریب سے  
تعلق رکھتے تھے اگرچہ وہ شیخ محمد زمانؒ کے آخری اور سب سے چھوٹے خلیفہ ہیں لیکن بعد میں وہ  
اکابر خلفاء میں سے ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ۔ جس قدر رشد و ارشاد حاجی  
احمد صاحب سے جاری ہوا ہے، شیخ محمد زمانؒ کے کسی خلیفہ سے جاری نہیں ہوا۔ شیخ احمدؒ کے  
ایک خلیفہ سید امام علیؒ شاہؒ اس علاقے میں آئے اور اس قدر شہرت حاصل کی کہ اس علاقے کے  
تمام لوگ ان کے مرید ہو گئے۔

اس کے بعد فرمایا، سید شاہ ابوالدین ساکنی قصبہ دلائی علاقہ حیدر آباد سندھ، عالم ہیں اور میاں  
میاں محمد شفیع دم والد کے مرید ہیں، ایک دفعہ وہ یہاں میرے پاس ایک مشکل حل کرانے کی خاطر آئے  
تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ میری طرف سے اپنے پیر میاں محمد شفیع صاحب سے دریافت  
کریں کہ کوہیجہ قوم کس قوم سے ہے۔ جب وہ دوسری بار میرے پاس آئے تو کہا کہ میں نے اپنے  
شیخ سے کوہیجہ قوم کے متعلق دریافت کیا تھا، انہوں نے جواب دیا کہ: اب ہم فقیر کوہیجہ ابراہیم قوم  
سے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ چونکہ میاں محمد شفیعؒ خدا کے سچے اور راست باز  
بندوں میں سے ہیں انہوں نے جو کہنے میں عادتنگ محسوس نہیں کیا۔ چنانچہ انہوں نے کہہ دیسے کہ



ہم فقیر اثرہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ بیچ نامہ ایک کتاب ہے جس میں سندھ کی قوم کے حالات درج ہیں  
سندھ کے لوگ اس کتاب کو نہایت معتبر سمجھتے ہیں۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ قوم اثرہ قریشی غلٹی  
ہیں جو حکمران بن ابوجہل کی اولاد میں سے ہیں اور بنی امیہ کے عہد میں سندھ میں پہنچ کر انہوں نے اثرہ کا  
لقب اختیار کیا۔ واللہ اعلم از حقیقت حال۔ اس کے بعد فرمایا کہ منگوڈ شریف، یار سے والد اود  
ہیرو کے کردہ بیچے بھی ہمارے خویش واقارب ہیں۔

## مقبوس ۲۵: بوقت اشراق روز پنجشنبہ ۲۲ ماہ و سال مذکور

مشائخ عظام کے عرس کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت اقدس نے  
فرمایا کہ حضرت قبلہ فخر الادویہؒ، حضرت قبلہ محبوب الہیؒ اور  
حضرت قبلہ سلطان الادویہؒ کے عرس میں تین مجلس مقرر ہیں یعنی ایک بزرگ کے عرس کے تین دن مقرر  
ہیں اور ہر روز ایک مجلس سامع کا معمول ہے اسی طرح دوسرے دو مشائخ عظام حضرت مولانا فخر الدین  
دہلویؒ اور حضرت قبلہ عالم ہارویؒ کے عرس کے لئے بھی تین دن مقرر ہیں اور ہر روز ایک مجلس سامع  
ہوتی ہے لیکن باقی مشائخ کے عرس کے لئے ایک ایک دن مقرر ہے اور صرف ایک مجلس سامع ہوتی  
ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ محبت النبیؒ مولانا دہلویؒ کے لئے تین دن کا معمول حضرت قبلہ  
سلطان الادویہؒ کے زلمے میں شروع ہوا ہے۔ چنانچہ تم لوگوں نے سنا ہو گا کہ حضرت سلطان الادویہؒ  
کوٹ شریف میں عرس کرتے تھے اور بہت خلقت جمع ہوتی تھی وہ عرس حضرت مولانا فخر  
دہلویؒ کا ہوتا تھا۔ حضرت سلطان الادویہؒ کا اپنا عرس بھی آپ کے دادا پیر (مولانا فخر دہلویؒ) کے  
عرس کے ذرا بعد ہوتا ہے چنانچہ ۲۴ جمادی الآخر کو حضرت مولانا فخر دہلویؒ کا عرس ختم ہوتا ہے اور  
۸ ربیع کو حضرت سلطان الادویہؒ کا عرس ختم ہوتا ہے یعنی ہفتہ عشرہ کے بعد۔ اسی طرح  
حضرت قبلہ محبوب الہیؒ کا عرس آپ کے دادا پیر یعنی حضرت قبلہ عالم ہارویؒ کے عرس کے  
چار پانچ دن بعد ہوتا ہے۔ چنانچہ ۳ ماہ ذوالحجہ کو حضرت قبلہ عالمؒ کا عرس ختم ہوتا ہے اور ۱۲ ماہ  
مذکور کو حضرت محبوب الہیؒ کا عرس ختم ہوتا ہے۔  
لے مکمل ریسرچ مقدمہ میں آچکی ہے۔

## مقبول ۲۶: بوقت اشراق روز یکشنبہ ۲۵ ماہ و سال مذکور

**مسئلہ فضلہ و قدر** فرقہ معتزلہ اور شیعہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا معتزلہ لوگ قدری ہیں (یعنی مسئلہ قدر و جبر میں سے قدر کے قائل ہیں) اور شیعہ

عقیدہ کے لوگ انزوائے ادب قدر کے قائل ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنے افعال کا خالق ہے تاکہ فعل بد یا گناہ کی نسبت خدا تعالیٰ کے ساتھ نہ ہو۔ وہ لوگ یہ بات ادب کی خاطر کہتے ہیں۔ لیکن اس ادب کے باوجود لوگوں نے ان کو طعن و مذمت کا نشانہ بنایا ہے اور فرقہ جبر کا کوئی نام نہیں دیتا اور حدیث کی کتابوں میں بھی فرقہ قدریہ کی مذمت درج ہے کہ جبر کی

اس کے بعد فرمایا کہ تمام ادبیہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ ایمان وحدت وجود کا تصدیق دل کے ساتھ قبول کرنے کا نام ہے۔ اس کے باوجود نقص ادب بھی ہے۔ اگر کوئی شخص ہر لحاظ سے اور ہر درجے سے اس علم کا عالم نہیں ہے تو ضرور بے ادبی کا مرتکب ہو گا اس درجے وحدت وجود کو ایمانی کہا گیا ہے کیونکہ مشوق کا بادشاہ مینور ہے۔ اس وجہ سے وہ ہر مرتبہ ہر طور اور ہر شان میں ایک ذات حق کو موجود فاعل اور متصرف جانتے ہیں۔ (شاید اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح فرقہ قدریہ کے لوگ ہر آدمی کو اپنے فعل میں خود مختار سمجھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو اگر گناہ کے کاموں کا خالق سمجھا جائے تو بے ادبی ہے اور اس ادب کے باوجود بھی وہ لوگوں کی طعن اور مذمت سے نہیں چھوٹتے۔ اسی طرح عقیدہ وحدت الوجود پر یقین رکھنے والے بھی اگرچہ ادب کی وجہ سے اور ہر وقت ہر لحاظ اور ہر آن ذات حق کو فاعل حقیقی اور متصرف حقیقی سمجھتے ہیں لیکن یہ بھی بے ادبی کے مرتکب ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر شخص اس قدر علم نہیں رکھتا کہ معاملہ کو ہر پہلو سے دیکھ کر عمل کر سکے۔ واللہ اعلم بالصواب)۔

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا حضور اس کے کیا معنی ہیں: الایمان بین الجبر والقدر (ایمان جبر و قدر کے درمیان ہے)۔ حضرت اقدس نے تبسم و لباب کے ساتھ فرمایا الایمان الجبر، الایمان الجبر۔ اس کے بعد مولوی غلام رسول صاحب نے



کہا کہ صحت تدبیر ہے اور حقیقت حیر ہے۔ (یعنی مقررۃ الایمان بین الجبر والقدر)۔  
 یہ معنی ہیں کہ بظاہر آدمی اپنے افعال پر خود مختار نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں مجبور ہے اور وہی کر قہ  
 جبراً اس سے کرنا ہے۔ لیکن فرقہ قدریہ کے لوگ صورت اور حقیقت دونوں کو قدر (اختیار)  
 سمجھتے ہیں اسی وجہ سے وہ کافر اور مڑو ہیں۔

اس کے بعد اقم الحرم نے عرض کیا کہ اگرچہ فرقہ حیر کے لوگ صحت و حقیقت دونوں  
 میں حیر کے قائل ہیں لیکن فرقہ قدریہ سے بہتر ہیں۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ فرقہ حیر کے لوگ  
 بے عقل دسبہ و قوت ہیں اس وجہ سے کہ حیر اس وقت کہا جاسکتا ہے جب آدمی کی خواہش اور  
 ارادہ کے بغیر کوئی فعل اس آدمی پر نمودار ہو جائے۔ مثلاً جب ایک آدمی زنا کرتا ہے مگر خدا کا مقرر  
 اس کو اس کام سے باز رکھتا ہے نہ حکومت کا ڈر، نہ لوگوں کی طاعت سے اُسے شرم آتی ہے  
 اس کام میں اس کا ارادہ اس قدر پختہ ہوتا ہے کہ سزا قبول کرتا ہے لیکن ذمہ سے باز نہیں آتا۔ یہ کوئی  
 جبر ہے۔ (یعنی ذمہ کے لئے اس کو کس نے مجبور کیا ہے)۔ پس اس معاملہ میں راہِ راست یہ ہے کہ حیر  
 در صورت قدر ہے۔

اس کے بعد ذوق کے متعلق گفتگو ہوئی  
**صاحبِ غلیف کے لئے دائمی ذوق ہے**  
 مگر آپ نے فرمایا کہ صاحبِ غلیف  
 کے لئے دائمی ذوق ہے اور جو صاحبِ غلیف نہیں اس کے لئے ذوق دائمی نہیں ہوتا۔ بلکہ کبھی ذوق  
 ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

**مقبول بوقت نیم روز شنبہ ۲۷ جمادی الآخر ۱۳۱۸ھ**

لے بعض علماء اور حکماء کا قول یہ ہے کہ مختار فی فعلہ و مجبور فی اختیارہ (یعنی اپنے کام میں آدمی مختار  
 ہے لیکن اختیار کے اختیار میں مجبور ہے۔ شاید حضرت خواجہ صاحب کا یہ فرمانا کہ مجبور و صحت قدر  
 راہِ راست ہے۔ یہی معنی رکھتا ہے۔ یعنی ظاہراً آدمی فعل مختار ہے لیکن ماحصل مجبور (باقی آئندہ صفحہ)

## عرس و سماع

آج حضرت مولانا غفر اللہ عنہ کے عرس کا قیام اور تمام خدام اور غلام  
موجود تھے۔ حضرت قطب الموحیدی خواجہ محمد بخش صاحب بھی مدفن افروز

تھے۔ امام بخش قوال نے یہ اشعار پڑھے۔

داریم جو کسے کہ بخوابش غمیدہ کس مدیدہ برگرفتہ نقابش ندیدہ کس  
چندیں مسند از خانہ دل را خراب کرد وز عاشقان خانہ خرابش ندیدہ کس

(ہم وہ بے سبب دیکھتے ہیں کہ چہ آج تک کسی نے خواب میں نہیں دیکھا۔ یعنی اس کا جس حال  
کسی کے خواب و خیال اور وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا ہر شخص کی نظر اس کی نقاب تک پہنچتی ہے  
لیکن فریخ افروز کسی نے نہیں دیکھا۔ محبوب نے ہزاروں گمانہ خراب کر دیا ہے لیکن عاشقانہ خراب  
کی حالت زار کو کوئی نہیں جانتا۔ انی اشعار پر حضرت اقدس کو بہت گریہ ہوا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب  
بھی بہت رورہے تھے اور باقی تمام صوفیوں اور درویشوں پر فوق و شوق اور جوش و غروش طاری  
تھا۔ اس کے بعد قوالوں نے یہ غزل گائی۔

اُن کاں جس نے بردن بود از جہاں نشان

اَلَا اُن عرفت علیٰ مطلبہ کاں

(وہ کان جس و جمال حق یعنی حق تبار نے موجود تھا لیکن کائنات کا نام و نشان نہ تھا۔ اب ہم نے  
پہچان لیا کہ کان کا کیا مطلب تھا۔ اس شعر میں حدیث پاک : کان اللہ ولو یسکن معہ  
شیئاً اور الان کما کان کی طرف اشارہ ہے یعنی ذات حق موجود تھی اور اس کے حق  
باقی کچھ نہ تھا اور اب بھی وہ اسی طرح ہے جیسے پہلے تھا یعنی اب بھی کسی غیر کا وجود نہیں سب  
اُسی کی ذات ہے)۔ اس شعر پر حضرت اقدس پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ بیان سے باہر رہے حضرت  
قطب الموحیدی اور دیگر صوفی اور درویش بھی فوق و شوق میں مبتلا تھے اور حضرت صاحبزادہ صاحب  
قوالوں کو کثرت سے غزل لے رہے تھے دوسرے لوگ بھی روپے اور پارچات حضرت

(بقیہ گوشت منہ) محض یہ کیونکہ لکھنے والے پر خدا کا قبضہ ہے وہی اعتبار کرتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ بعض کے نزدیک  
یہ بھی میر ہے۔ لے کان جس سے کنت کثر اغنیاء مراد ہے۔



اقدس پر شمار کر کے فالوں کو دے رہے تھے۔ حضرت اقدس کے حال کی کیفیت یہ تھی کہ پہلے گریہ طاری ہوا اس کے بعد آپ پر اس قدر حال طاری ہوا کہ سر و امیں بائیں جوتے رہے اور ٹوپی بھی سر سے گر گئی جو خادموں نے رکھ لی۔ آپ ساندوں کی آواز کے مطابق سر اور ہاتھ مار رہے تھے اور رقص کر رہے تھے۔ غرضیکہ نصف گھنٹہ اس کیفیت کے بعد آپ نے سجدہ کیا اور بیٹھ گئے۔ خادم نے ٹوپی آپ کے سر پر رکھی لیکن آپ پر دوبارہ غلبہ ہوا اور پہلے کی طرح رقص کرنے لگے اور نصف گھنٹہ رقص کے بعد پھر سجدہ کر کے بیٹھ گئے۔ خادم نے پھر ٹوپی سر پر رکھی لیکن آپ پر پھر حال طاری ہو گیا اور نصف گھنٹہ تک رقص کرتے رہے اس طرح کافی دیر ہو گئی۔ آپ رقص کے بعد کئی بار سجدہ کرتے رہے اس سے پہلے رقص میں اس قدر جوش و غروش کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ اگرچہ جس ختم ہو گئی لیکن آپ پر وہی کیفیت بہت دیر تک طاری رہی۔

## مقبول کس ۲۸

**سید کا احترام** | حضرت اقدس کی خدمت میں ایک آدمی نے آکر عرض کیا کہ قبہ میں سید ہوں میرا نام سب جان ہے اور اپنے اہل و عیال سمیت حضور کا غلام اور مرید ہوں میرے حال پر توجہ و عنایت فرمادیں۔ جب اُس نے کہا میں تیرے ہوں تو حضرت سر وقہ کھڑے ہو گئے اس کے بعد اس کے حق میں حضرت اقدس نے دعا کی اور وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب اُس نے کہا میرا نام سب جان ہے تو میں نے سمجھا کہ عثمان کہتا ہے۔ اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ اکثر سادات اپنے بچوں کا نام ابو بکر، عمر اور عثمان نہیں رکھتے اس پر ایک آدمی نے کہا قبہ خوں سید کہتا ہے کہ مجھے دعا دیں تو بہت ڈر لگتا ہے ایک وہ جو سیاہ تر بنڈ بانڈے ہوئے ہو یعنی جو شیدہ ہو) مدد سرا وہ جس کا نام عمر ہو۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ بیشک حضرت عمر کی شان ہے کہ یہ عباد و  
**ہدایت عمر** | زبان زد عام ہے کہ حضرت عمرؓ کے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا ہے

حضرت عمرؓ کی ذات مقدس میں اس قدر ہیبت اور ہشت تھی کہ شاہنشاہ عالم آپ سے خوف کھاتے تھے۔ فرمایا کہ ایک وفد ایک بادشاہ حضرت عمرؓ سے ملاقات کی خاطر آیا تو صحابہ کرام نے باہم مشورہ کیا کہ چونکہ بادشاہ شان و شوکت، فوج، گھوڑے اور احمیوں کے ساتھ آئے گا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ ہم مل کر ان سے کہیں کہ ادنیٰ لباس اتار کر مناسب لباس پہنیں چنانچہ تمام صحابہ کرام نے حضرت علیؓ کے ہاں جمع ہو کر کہا کہ حضرت عمرؓ آپ کی بات ہمیشہ ملتے ہیں آپ ان سے کہیں کہ قنیا یا لباس فرود زیب تن کریں کیونکہ آپ ادنیٰ فرقہ اور ادنیٰ عامہ زیب تن کئے جھٹکتے ہیں حضرت علیؓ نے مشورہ پسند کیا لیکن یہ کہا کہ ہمیں پہلے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس جانا چاہیے تاکہ انہیں بھی پناہ خیال بنالیا جائے اس طرح بات زیادہ موثر ہوگی۔ اسی پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا۔

ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

ہیبت حق است ایں جا خلق نیست

(یہ اس گدڑی پر شش مرد مجاہد کی ہیبت نہ تھی بلکہ حق تعالیٰ کی ہیبت تھی جو ان سے ظاہر ہو رہی تھی)۔ اس لئے حضرت علیؓ کو ہیبت نہ ہوئی کہ اکیلے جا کر ان کو مشورہ دیں بلکہ حضرت عائشہؓ کو بھی اپنے ساتھ دو جوہر کی بنا پر شامل کرنا چاہتے تھے۔ ایک یہ کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ معلومہ تھیں۔ دوسرے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی تھیں اور حضرت عمرؓ سیدنا صدیق اکبرؓ کو اپنے پیرو و مرشد کی طرح سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرام حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ مشورہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا جیکہ آپ دست بکتے ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو بلا کر تمام صحابہ کرام کے سامنے فرمایا کہ آپ ادنیٰ کپڑے اتار کر سفید روئی کے کپڑے زیب تن کر کے بادشاہ سے ملاقات کریں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ یاد نہیں کہ بعض صحابہ کرام کی وفات کے وقت پر انھیں بھی میسر نہیں آتا تھا۔ اگر سر ڈھلپٹے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور پاؤں ڈھلپٹے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا آخر (آنحضرت کے حکم سے) پاؤں پر گھاس ڈال کر



کھن پروا کیا گیا۔ چنانچہ یہ لباس جو میں نے پہن رکھا ہے میرا بہت پہن چھپانے کے لئے کافی ہے۔ تم لوگ مجھے تکلیف پر آمادہ کر رہے ہو لیکن میں اسی لباس میں بادشاہ سے ملاقات کروں گا۔ آخر جب بادشاہ نے اکر حضرت عمرؓ سے اُسی لباس میں ملاقات کی تو امیر المومنین کی بیعت اور محبت سے اس کے جسم پر لڑھکھاری ہو گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت  
عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں

### حضرت عمرؓ کی سادگی اور فتح بیت المقدس

فتح بیت المقدس کے لئے حضرت ابوسعیدہ بن جراحؓ کو لشکر اسلام کے ساتھ روانہ کیا تو انھوں نے بہت جلد وجہ کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ نصاریٰ کے ایک ہدیش نے کہا کہ بیت المقدس اور کوئی شخص فتح نہیں کرے گا سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ مدد کے اور اُس کے نام کے تین حروف ہوں گے، ہر حرف بے نقط ہوگا۔ شرط یہ ہے کہ دو ذرات خود یہاں آئیں حضرت ابوسعیدہؓ نے یہ بات حضرت عمرؓ کی خدمت میں تحریر فرمائی چنانچہ آپ مدداز ہو پڑے۔ اُس وقت بھی آپ اپنی لباس میں تھے۔ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ اچھے کپڑے پہن کر جائیں ایسا نہ ہو کہ سادہ لباس سے آپ بے رعب معلوم ہوں اور مخالفین کے دل سے بیعت و محبت دور ہو لیکن یہ مشورہ قبول نہ فرمایا اور اُسی صوفیہ لباس میں بلوس ہو کر خود حمیڈنٹ پر پاؤں ڈالا، پانی اور ستو سمراہ لیا اور دو آدمیوں کے ساتھ مدداز ہو گئے۔ چند یوم کے دن پہنچے اور اُسی بے فکاہ انداز سے اُدُنٹ پر سوار بیت المقدس کے آئندہ داخل ہوئے لیکن کچھ نے مخالفت یا مزاحمت کی جرات نہ کی بلکہ جو شخص آپ کو دیکھتا رعب و دہرہ کی دہشت سے دُور بھاگ جاتا۔ چنانچہ بیت المقدس فتح ہو گیا نہ جنگ ہوئی نہ لڑائی۔

اس کے بعد فرمایا کہ بوستان میں شیخ سعدیؒ نے کہا  
ہے کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ شیر

سوار، سانپ کو چابک بنائے چلے آ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر مجھ پر خوف طاری ہوا اور میں چلنے کے قابل نہ رہا اس بزرگ نے کہا کہ سعدیؒ قیامت کو دار و دہمت ہے۔

نوحہم گردن از حکم دادہ سپیدی کہ گردن نہ سپید ز حکم تو ہیچ

(تم بھی خدا کے حکم سے منہ نہ منو، تمہارے حکم سے کوئی چیز گردن نہ موڑے گی)۔  
 اس کے بعد فرمایا کہ حضرت رابعیؓ جو ان کے مرید و خلیفہ تھے شبانی (چرواہا) کا کام کرتے  
 تھے۔ ایک جب آپ بکریوں کو چراگا۔ میں چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہونے تو حبیبیہ طبع ہو کر کریں  
 کی تنگی بنی کر رہے تھے۔ جب لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جب سے میری  
 حق تعالیٰ سے صلح ہوئی ہے، بھیڑیوں نے میرے ساتھ صلح کر لی ہے۔

## مقبوس ۲۹: بوقت اشراق روز یکشنبہ ۳ رجب ۱۳۱۸ھ

حضرت اقدس دارالاشکوہ کی کتاب منہاج القرآن  
 کا مطالعہ فرما رہے تھے جو ہندوؤں کی کتاب  
 جوگ ششٹ کا ترجمہ ہے۔ اس قسم عرض کیا کہ حضور جوگ ششٹ کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ  
 جوگ کے معنی ہیں سلوک اور ششٹ ایک آدمی کا نام ہے جو رام چندر جی کا مرشد تھا۔  
 اس کے بعد فرمایا کہ شاستر وحدت الوجود کے قائل ہیں اور نبات حقیقی جس کے بعد محنت، دولت  
 عذاب واپس نہیں آتا۔ اس سے ان کی مراد فنا، عس حقیقی (لپنے آپ کو شادینا) اور محویت  
 فی الذات ہے جہاں پہنچ کر فائے نفس واقع ہوتی ہے اور احدیت کی بے رنگی میں ساکسے رنگے  
 بے نام اور گم ہو جاتا ہے۔ اُن کے ہاں بہشت اور دوزخ جسمانی حالت کا نام ہے۔ اس دنیا میں  
 رنج و غم، ذلت و مصیبت کو یہ لوگ دوزخ قرار دیتے ہیں اور خوشی و راحت اور کامیابی کو بہشت  
 سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ جب اس قسم کی دوزخ میں رہ کر آدمی اچھے کام کرے تو وہ سر  
 جہنم میں وہ اچھے گھرانے میں پیدا ہو کر ناز و نعمت میں رہتا ہے اُس کا نام انہوں نے بہشت  
 رکھا ہے۔ اسی طرح جو شخص بہشت میں یعنی نعمت کی زندگی میں بڑے کام کرے تو وہ سر  
 جہنم میں وہ دکھ درد میں مبتلا ہوتا ہے جسے وہ لوگ دوزخ کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ دوزخ اور  
 بہشت میں آتا جاتا رہتا ہے تا وقتیکہ نبات حقیقی حاصل نہیں کر لیا لیکن نبات حقیقی کے  
 حصول کے بعد وہ ابد الابد تک (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے) بہشت میں رہتا ہے اور



دعویٰ میں آنا بند ہو جاتا ہے۔ نجات حقیقی سے ان کی مراد تیرہ نعت تمام ہے۔

اس کے بعد احقر اقصیٰ قسم عرض کیا کہ حضور ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک مدت دنیا

فرمایا وہ لوگ اس صورت میں قائل ہیں کہ اُن کے نزدیک ایک دن ہوتا ہے ایک رات۔ دن سے مراد بطون۔ پس دن کو وہ لوگ دنیا کی مدت شمار کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک دن یعنی مدت دنیا کی مددائی اس جہان کے اشارہ ارب سال ہے۔ اس طرح وہ کہتے ہیں کہ رات یعنی بطون کی مددائی بھی ان کے نزدیک اشارہ ارب سال ہے اور رات دن کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اشارہ ارب سال ظہور کا زمانہ ہو گا اور اشارہ ارب سال بطون کا اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا ہے

قصہ ہائے یاردار دلس مقام صد قیامت بگذرد ویں نام تمام  
(دوست کی داستان بے حد طویل ہے، سو قیامت گزر جائے گی لیکن داستان ختم نہیں ہوگی)

چنانچہ اہل شاستر کے نزدیک دن رات بی شمار ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ذات بے منتہا اور بے حد ہے۔ اس کی صفات کی لا انتہا ہیں۔ لہذا اس کی صفات میں کبھی تعطل واقع نہیں ہوتا اور تجلیات میں ٹکرا ہوتا ہے وہ ہمیشہ اور ہر دم نئی تجلی میں ظہور فرماتا ہے اور

نہ فقر تام یا نجات حقیقی سے اُن لوگوں کی مراد قافی اللذات ہے یہ ان کا آخری اور بلند ترین مقام ہے لیکن اسلام میں قادر مافی منزل ہے۔ فنا کے بعد اسلامی تعلیمات کے ذریعے بقا اللہ تک رسائی ہوتی ہے جس کا مطلب ہے صفات باری تعالیٰ سے متصف ہو کر مقام ودئی یا عبدیت میں داخل ہونا اور فرائض زندگی ادا کرنا ہے کیونکہ معراج انسانیت خادوں میں شہر کر ذات میں کم ہو جاتا نہیں بلکہ صفات اللہ سے متصف ہو کر بمقدار اتی جاعلی فی الارض خلیفہ منصب خلافت الہیہ منجھان اور فرائض زندگی ادا کرنا ہے اور یہ مقام ہے جس کی طرف آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم اور وعرضا الامانة کا اشارہ ہے۔ یعنی امانت خلافت اللہ!

باس پس نہیں بلکہ جس پر کرتا ہے۔ پس وہی ذات ہستی ہے رنگ ہر زمانے میں تہجد و اشک  
کی صورت میں جلوہ گری کر رہی ہے۔

دنیا کی کل مدت قرآن کی رو سے | قرآن شریف سے بھی دنیا کی مدت اٹھارہ

ارب سال نکالی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ان دو آیات سے معیار آمد ہوتا ہے۔ پہلی آیت :  
يَذَرُ الْاَرْضَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَيْهِ فِيهِ يَوْمَ كَانَ مَقْدَارُهُ اَلْفَ  
سَنَةٍ مِّمَّا تَعْدُوْنَ ط دوسری آیت یہ ہے : تَقْوِجَ الْمُلْكُ وَالرُّوحُ اِلَيْهِ  
فِي يَوْمٍ كَانَ مَقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ط پس اگر پہلی آیت کے یوم سے ایک سال  
اور دوسری آیت کے یوم سے ایک دن مراد لیا جائے تو ایک سال کے تین سو ساٹھ دنوں کو ہزار  
یوم سے ضرب دینے سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار جواب آتا ہے اور جب اسے پچاس ہزار  
سال سے ضرب دی جائے تو اٹھارہ ارب جواب دیتا ہے۔

اس کے بعد اتم الحروف نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک جب دنیا کی عمر ختم ہو جائے گی  
اور ہمیشہی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو کیا یہ بہشت و دوزخ ابدی ہیں یا نہ  
فرمایا کہ ان کی ابدیت میں اختلاف ہے۔

ہر لحظہ شکل آن بیت میاں برآئد گہر پر و جوان شد

ہر دم بیاس دگر آن یاد برآمد دل برد و نہاں شد

۱۔

(ہر لحظہ اور ہر آن وہ محبوب ہے پرواہ ظاہر ہوتا ہے کسی حالت پیری میں کبھی جوانی میں اور  
ہر وقت نیا باس پہن کر ظاہر ہوتا ہے اور دل کے کریم ہر جاتا ہے۔)  
مع تہجد و اشک سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ جو معی و صیت ہے (یعنی زندہ کرنے والا اور مارنے  
والا) تو چونکہ اس کی کوئی صفت کسی وقت معطل نہیں رہتی اس لئے کائنات ہر لحظہ فنا  
ہوتی ہے اور پھر سے پیدا ہوتی ہے لیکن اس کی خبر ہر کس دنا گس کو نہیں ہوتی سوائے اُن لوگوں  
کے جو اللہ کے دوست اور مقرب ہیں۔



## مقبول ۳۱ بوقت اشراق و شبت بروز چار شنبہ ۱۲ رجب سال ۱۲۸۰

**عرس و سماع** حضرت سلطان الاولیاء کے عرس کا پہلا دن تھا۔ قوالوں نے قوالی شروع کی۔ حضرت اقدس کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحب اللہ دیگر خلفاء، خدام اور صوفیان باصفا مجلس سماع میں موجود تھے۔ جب قوالوں نے شروع میں سار پرغہ الہی پڑھا تو اس پر حضرت اقدس کو تدریس کے حال آیا لیکن جلد ہی فرد ہو گیا اس کے بعد قوالوں نے یہ اشعار گائے۔

نور خدا بسینہ ما موج می زند      ایں بحر در سینہ ما موج می زند  
اں سے کشیش دل منور گدا      مدعا عند شینہ ما موج می زند

(ہمارے سینے میں نور خدا موجیں مار رہا ہے اور یہ سمندر ہمارے سینے کے اندر ٹھاکر مار رہا ہے۔ وہ شراب کے جس نے حضرت منصور کا شیشہ بدل بیچ دیا۔ ہمارے پیاز ساغریں موجیں مار رہا ہے)۔ ان اشعار پر حضرت اقدس کو سال آیا۔ باقی صوفیوں پر بھی دھندل و حال کی کیفیت طاری رہی اور جوش و خروش و غرور سے سماع سنتے رہے اور قوالوں کو کافی قدر ناز و دل ہوا۔

## مقبول ۳۱ بوقت عصر بروز دو شنبہ ۱۲ رجب ۱۲۸۰

حضرت اقدس سبیدین شریف رکھتے تھے اور لوگوں کا کافی ہجوم تھا۔ بعض کھڑے تھے۔ بعض بیٹھے تھے اور ہر شخص موقع پا کر اپنی حاجات پیش کر رہا تھا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور میری بیانی جاتی رہی ہے۔ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ میری بیانی واپس لوٹا دے۔ آپ نے فرمایا حدیث شریف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیانی پر صبر کرے اللہ تعالیٰ اُسے بہشت عطا کرتا ہے۔

# مقبوس بوقت اشراق روز چہار شنبہ ۱۳ ماہ سال مذکور

۸	۱۱	۱۴	۱
۱۳	۲	۵	۱۲
۳	۱۶	۹	۶
۱۰	۵	۴	۱۵

حضرت اقدس نے منشی محکم الدین صاحب سے

تقویم فقہیہ

فرمایا کہ مرقع شریف میں تقویم فقہیہ دوسری سے لکھا

گیا ہے اب اس کا نقش اس طرح پڑ کر دہرے میں کہوں۔ پس حضرت اقدس نے یہ نقش اس طرح پڑ کر لیا۔

نقش تقویم فقہیہ

اس کے بعد حضرت اقدس نے کتاب منہاج العارفین اشاکریہ

کمال سے رابطہ نسبت توحید کو قوی کرتا ہے

دو بار تین پڑھیں :

”اے رام چندر، ایک بار کیلا س پھاڑ کے اندر عبادت کرتا تھا۔  
 کسی چیز سے مجھے تعلق نہیں تھا، فقط عبادت۔“  
 ”اے ارجن، جوگ کے طریق میں استقامت کرنا کہ منزل سے  
 نجات پائے۔“

اس کے بعد فرمایا کہ اس عبارت میں بشت جی نے رام چندر کو اپنے ساتھ رابطہ اور تعلق قائم کرنے کی تعلیم دی ہے۔ فرمایا کہ مشائخ کے درمیان یہ سوال مشہور ہے کہ وہ کیا چیز ہے جو نسبت توحید کو قوی کرتی ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تعین خاص کے ساتھ تعلق پیدا کرنا بعد رابطہ قائم کرنا۔ یعنی نبی یا ولی کے تعین کے ساتھ۔ اگرچہ ظاہری صورت میں تعین خاص یعنی وجود مقید کی پرستش مشرک ہے لیکن چونکہ اس عمل سے مقید کے ذریعہ مطلق تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ مقید سے یہ تعلق در رابطہ نسبت توحید کو قوی کرتا ہے اور ذات مطلق تک پہنچاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ احمد سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام رابطہ میں تھا۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر



محبت ہو گئی تھی کہ حق تعالیٰ سے بھی اس خیال سے محبت کرتا تھا کہ خالق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دوست رکھتا تھا۔

اس کے بعد  
مردی غلام رسول

**کیا مجاز سے تعلق رکھنے سے بھی نسبت قوی ہوتی ہے**

کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آیا یہ تعلق درابطہ مظاہر کامل سے مخصوص ہے مثل انبیاء و اولیاء یا غیر کامل سے بھی جیسے عاشق و مہجوبان مجازی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کا جواب آپ نے خود دیتے ہوئے فرمایا کہ صرف مظاہر کامل سے تعلق درابطہ نسبت توحید کو قوی کرتا ہے غیر کامل مظاہر سے نہیں۔ اگرچہ بعض لوگ یہ بیانہ بنتے ہیں کہ مطلق (ذات حق) کو مقید (محبوب مجازی) میں دیکھتے ہیں اور رابطہ قائم کرتے ہیں لیکن اس صورت میں مطلق کو طفیل بنا دیا گیا ہے۔ اس رابطہ سے نسبت توحید میں ترقی نہیں ہوتی مگر اس میں مستثنیات بھی ہیں مثلاً شیخ فخر الدین عراقی کا، جس کا شمار کاملین و مذکور میں ہوتا ہے طریق یہی تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ شبلی جب آذان سننے تھے تو فرماتے تھے کہ اگر تیرا فرمان نہ ہوتا تو ہم غیر کا نام نہ سنتے۔ فرمایا دیکھو شیخ شبلی کو غیرت توحید نے یہاں تک پہنچا دیا تھا کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آذان میں نام سن کر وجد اور جوش اور رقص میں آجاتے تھے اور غیرت توحید کے سبب ان کو یہ نام سننے کی طاقت نہ تھی۔

اس کے بعد شان و شوکت

**کبریائی صرف حق تعالیٰ کو زیب دیتی ہے**

حضرت اقدس نے فرمایا کہ دراصل شان و شوکت حق تعالیٰ کو زیب دیتی ہے۔ کبریائی و عظمت صفت حق سبحانہ ہے لہذا جو شخص یا جو چیز سر بلند کرتی ہے غیرت کبریائی اُس کے سر کو نیچے کر دیتی ہے اور خاک میں ملا دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ کہ جس پر غصہ نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جس کے چار حصے کئے گئے ہیں میں تھے حضرت یوسفؑ کو عطا ہوئے اور ایک حصہ سارے جان ملا ہے۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے پر نظر کرنے کی کسی کو طاقت نہ تھی چنانچہ زمان مصر میں سے بعض نے اپنے ہاتھ اٹھا ڈالے تھے، بعض مجنوں ہو گئیں اور بعض نے جان دے دی۔ چند عورتیں جانی سلامت لے گئیں

لیکن وہ بھی آپ کی محبت میں مرشارتیں پس غیرت حسن اذی نے یہ کام کیا کہ یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کیا، مجاہدوں کے مقابلہ برداشت کرانے، کوئیں میں ڈالا گیا اور چند دراہم میں فروخت اور پھر حصر کے کوچہ بازار میں گھم کر فروخت کرایا، قید خانہ میں بند کیا۔ حتیٰ کہ نبوت قیامت ہی میں حاصل ہوئی۔ فرمایا ہے

بے سلطان معشوقان غیر راست      ز شرف ملک معشوقیش دور است

فلک یک نقطہ از ملک کاشش      چنان یک قطرہ از بحر نازشش

(معشوقوں کا بادشاہ (خدا تعالیٰ) غیر ہے اور تیرے شرف یعنی جلتے طلوع سے معشوق کا ملک دور ہے۔ اس کے کالات میں فلک ایک نقطہ کی حیثیت رکھتا ہے جیسے سندھ میں سے ایک قطرہ)۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک

سُو مَرغلن پر حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی تہنیتیہ

دن حضرت خواجہ حسن بصریؒ

رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک حبشی ایک خوبصورت عورت سے بوس و کنار کر رہا تھا اور بوتلی سے شراب نکال کر خود بھی پی رہا تھا اور اس عورت کو بھی پلا رہا تھا۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے دل میں خیال آیا کہ اگرچہ میں سارے جہان سے بڑا ہوں لیکن کم از کم اس حبشی سے تو اچھا ہوں گا۔ اس اثنا میں اتفاقاً ایک جہاز دہاؤں غرق ہونے لگا جس پر قیس حبشیتیں آدمی سوار انہوں نے شور برپا کیا کہ ہمیں بچاؤ۔ یہ دیکھ کر حبشی مدلی کے اندر کود پڑا اور دو آدمیوں کو لے کر کنارے پرے آیا لیکن ایک آدمی باقی رہ گیا جو غلطے کھا رہا تھا۔ حبشی نے حضرت حسن بصریؒ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے حسن مجھے یہ خیال تھا کہ اس حبشی سے بہتر ہوں اب اس ایک آدمی کو تو نکال د۔ یہ سن کر آپ بہت نادام ہوئے اور حبشی نے چلا لنگ لگا کر اس آخری آدمی کو بھی

لے یاد رہے کہ اوپر کلام اپنے آپ کو دنیا کا برترین سمجھتے ہیں اس آدمی کو دیکھ کر آپ کے دل میں خیال آیا کہ کم از کم اس آدمی سے تو اچھا ہوں گا کہ جو بوس و کنار اور شراب نوشی میں مشغول ہے۔ یہ خیال بشری تقاضا کے سبب آپ کے دل میں آیا جس پر تنبیہ ہوئی۔



نکال دیا۔ اس کے بعد اُس نے حضرت شیخ سے کہا کہ ترجمے بڑا اعلیٰ ہے آپ کو بہتر سمجھتا ہے  
اس عورت سے پوچھ کہ یہ میری بیوی ہے یا نہیں اور اس بوقلمانی میں خالص پانی بھرا ہوا ہے اور  
تم اسے شراب سمجھ کر ٹوڑنے کے مرتکب ہوئے ہو۔ یہ سن کر حضرت شیخ عزیز پریشان ہوئے  
اس کے بعد فرمایا کہ ماضی محمد اکرم داجلی نے خط لکھا ہے کہ میں چالیس سال سے مشائخ  
عظام کے عرس پر حاضری دیتا ہوں لیکن اس سال میں شریعت نہیں کر سکا۔ آپ نے فرمایا کہ  
جو شخص چالیس سال تک عرس میں شامل ہوتا رہے وہ ضرور صاحب نسبت ہے۔

اس کے بعد ایک خادمہ نے عرض کیا کہ حضور دو بزرگوں کا فاتحہ تیار کرنا ہے اندر سے پوچھ  
رہے ہیں کہ طعام کچھا کچھا جائے اور کھانا کھا دیا جائے یا علیحدہ۔ آپ نے فرمایا دو بزرگوں  
کے لئے علیحدہ علیحدہ طعام کچھایا جائے اور علیحدہ فاتحہ دیا جائے۔ کچھا درست نہیں۔

اس کے بعد احق نے عرض کیا

**کیا بیعت کے بعد بیعت تبرک جائز ہے** کہ حضور یاں غوث بخش صاحب  
ساکن شیدائی کی بیعت کس کے ساتھ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اُن سے دریافت کیا تھا انہوں  
نے جواب دیا کہ پہلے میری بیعت خواجہ نور احمد صاحب ہار دی سے تھی اس کے بعد اپنے والد ماجد  
سے بیعت کی ہے اور میری اصلی بیعت بھی اپنے والد صاحب سے ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ  
پہلی بیعت تبرک ہوئی اور دوسری بیعت ارادت۔ چنانچہ جس طرح بیعت تبرک بیعت  
ارادت کے بعد جائز ہے اسی طرح بیعت ارادت سے پہلے بھی جائز ہے۔ ۲۱ میں ارادت  
لازم نہیں آتا (یعنی آدمی بیعت کا مترتد نہیں بنتا)۔ چنانچہ جب ایک غیر باغ کسی شیخ سے  
بیعت کرتا ہے اور باغ ہو کر دوسرے شیخ سے بیعت کرتا ہے تو پہلی بیعت بیعت  
تبرک کہلاتی ہے۔ یہ جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ یہ بیعت تبرک ہے۔ اگلے  
بعد فرمایا کہ میان گل محمد صاحب، میان شیر محمد صاحب، میان خیر محمد صاحب اور تمام مستورات  
حتیٰ کہ میری ہمیشہ ماجہ اور غلام غلام مائی صاحبہ حضرت میان نور احمد صاحب سے بیعت ہیں  
ہمارے خاندان کے تمام لوگ میان نور احمد صاحب سے بیعت ہیں سوائے میرے شیخ حضرت  
غزاد دیر کے، جن کی بیعت اپنے والد حضرت محبوب الہی کے ساتھ ہے۔

اس کے بعد فنا اور معاصی کا ذکر  
**فنائے حقیقی کے بعد احتمالِ گناہ ختم ہو جاتا ہے**  
 فرمایا کہ جب تک ساک پر فائے حقیقی متحقق نہیں ہوتا، احتمالِ معاصی اور بدی سے محفوظ نہیں رہتا۔

اس کے بعد حضرت نوحؑ کے طوفان کا ذکر ہونے لگا۔  
**طوفانِ نوح اور شاستر**  
 کسی نے عرض کیا کہ حضور اہل شاستر حضرت نوحؑ کے طوفان آنے کے حکم ہیں۔ فرمایا کس طرح انکار کرتے ہیں۔ میں نے خود ان کی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ صفا قیامتیں گند چکی ہیں اور صفا آنے والی ہیں۔ قیامت کو وہ لوگ پر لو کہتے ہیں اور ان کے نزدیک پر لو یعنی صورتوں میں آتی ہے، پانی سے، ہوا سے یا آتش سے۔ چنانچہ پانی کی قیامت کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ ظلالِ اکھشیر کی کشتی کو مچھل نے اپنی پشت کا سہارا دے کر بچا لیا۔ پس وہ اکھشیر نوح علیہ السلام ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آبی پر نور دار ب چند فاکہ اور چند ہزار اور چند سال گزر چکے ہیں یہ بھی درست ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اہل قوارب تک کو صحیح روایات ملی ہیں اس سے پہلے روایات صحیح نہیں رہیں اور نوح علیہ السلام ان سے پہلے تھے ان کا زمانہ اور تھاوا اس کو ثابت مدت گزر چکی ہے جبکہ اہل شاستر کا بیان ہے جو کچھ مورخین اسلام نے طوفانِ نوح کی مدت کے متعلق لکھا ہے محض قیاس آرائی ہے۔ فرمایا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ طوفانی نوح ہندوستان میں نہیں آیا تھا اس کی توجیہ یہ ہے کہ سوائے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی ساری دُنویں زمین کے لئے مبعوث نہیں ہوا۔ قرآن شریف میں جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر آیا ان کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ فلاں فلاں خطہ زمین کے لئے مبعوث ہوئے۔ پس قرآن میں طوفانِ نوحؑ کے متعلق یہ جو آیت ہے کہ : **وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي اَلْاَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دِيَارًا** اس سے مراد وہی مخصوص زمین ہے۔

اس کے بعد زودادہ پر گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے  
**زودادہ اور مادہ ایک چیز تھیں**  
 فرمایا، زودادہ وہی ایک چیز نہ ہے۔ کیونکہ زودادہ "فعل" ہے اور مادہ "مفعول" ہے۔ جب مفعولِ فعلیہ (ACTIVE AGENT) پہلا



ہوتی ہے تو اس کے تقاضے صورت انفعالیہ (PASSIVE ORIENT) اس سے خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ پہلے حضرت آدمؑ صورت فعلیہ میں پیدا ہوئے اس کے بعد حسب مقتضایہ حضرت بی بی حواؑ ان کے بائیں پلو سے پیدا ہوئیں۔ چونکہ حضرت آدمؑ صورت فعلیہ اللہ ہیں اور اصل فعل اور خطر دل ہے اور دل بائیں پلو میں ہے اس لیے بی بی حواؑ جو صورت انفعالیہ ہیں آدمؑ کے بائیں پلو سے پیدا ہوئیں۔

حق تعالیٰ کی قدرت سے  
**نرمحتاج ہے مادہ محتاج الیہ یا عاشق و معشوق ہے**

صورت انفعالیہ کو محتاج الیہ اور صورت فعلیہ کو محتاج بنایا گیا ہے پس محتاج الیہ معشوق ہے آدمؑ ہر محتاج عاشق اور ہر کمال شایع معشوقیت ہے چونکہ حسن و نازدہی پر وہی صورت انفعالیہ کو دئی گئی ہے جو محتاج الیہ یا معشوق ہے۔ احتیاج، درد، سوز، شوق، محنت اور استغادہ جو عاشقی کے موافق ہے صورت فعلیہ کو دیے گئے ہیں جو عاشق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سونا، چاندی اور لکڑی کپڑے عورت کے لئے جو صورت انفعالیہ ہے، حلال کر دیے گئے ہیں لیکن مردوں کے لئے حرام ہیں۔ جب بی بی حواؑ حضرت آدمؑ علیہ السلام کے پلو سے پیدا ہوئیں تو نہایت حسین تھیں یہاں تک کہ حضرت یوسفؑ کے عرس سے بھی ان کا حسن زیادہ تھا۔ چنانچہ حضرت آدمؑ اس کے حسن و جمال پر عاشق ہو گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ عورت انفعالیہ کے جو خلق الیہ اللہ معشوق ہے تمام کمالات صورت فعلیہ میں موجود ہیں جو عاشق ہے۔ پس صورت فعلیہ نے حسب مقتضائے خود صورت فعلیہ کو ظاہر کیا۔ گویا صورت انفعالیہ مکس ہے صورت فعلیہ کا۔ چنانچہ رُوح میں جو صورت فعلیہ ہے تمام کمالات

لے یہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی قابلیت کا کمال ہے کہ علم الحیاء (BIOLOGY) کے متعلق نہایت صحیح اصولی بیان فرما رہے ہیں۔ حالانکہ یہ علم بہت دقیق ہے اور سوائے ماہرین فن کے اس کو کوئی نہیں جانتا اور یہ علم حال ہی میں نشوونما پر ہے حالانکہ خواجہ صاحبؒ کے زمانے میں وہ سس نظام میں یہ علم شامل نہیں تھا نہ اب ہے۔

وصفت مثل علم، حیات، قدرت، سمع، بصر، ہاتھ پاؤں موجود ہیں اس لئے اس کے  
تفاضل کے مطابق جسم میں جو صورت انفعالیہ ہے، بھی وہ صفات موجود ہیں پس تمام ذکر (جمع  
ذکر بمعنی نثر) از قسم حیوانات، نباتات جو صورت فعلیہ ہیں کے اندر احتیاج، آرزو، اند شوق، کھا  
گیہے اور حیوانات و نباتات کے مؤثر طبقہ کے اندر بے پرواہی، بے نیازی، استغناء  
نازادہ، غمخسرد کھا گیہے۔ اگرچہ شہوت و دونوں کے اندر رکھی گئی ہے اس کے باوجود جب تک  
خوشامد، تلافی اور متابعت نہیں کرتا اس کی فطرت مطلوب تک رسائی نہیں ہوتی۔ یہ نہیں جوتا  
کہ مادہ جو محتاج الیہ اللہ معشوق ہے خود بخود خواہش کرنے اور نرسے زبردستی کام لے لیکن  
زبردستی اور عاشق ہے خوشامد اور منت سماجت سے جب اس کا مطلب پورا نہیں ہوتا  
جبر زبردستی سے باز نہیں آتا۔ یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ مادہ خود بخود زبردستی کر کے نرسے کام  
لے لے یہی حال تمام جانوروں کا ہے۔ کتا، بلی، کبوتر، بیل، گھوڑا، بکری وغیرہ سب اجناس کے  
نرسے پہلے تقاضا کرتے ہیں اور خوشامد اور چالو سی کے بعد مادہ کو آدہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ قدرت نے مادہ کے مقابلہ میں لطافت، نزاکت اور شہیہ  
زیادہ دیا ہے۔ چنانچہ مرد کو دائرہ دی گئی ہے لیکن عورت کو نہیں دی گئی۔ عورت کا چہرہ مرد کے  
چہرے کے مقابلے میں زیادہ نازک و لطیف ہے اسی طرح نر کو حامل بنایا گیہے اور نعلیت  
کا جسم عطا کیا گیہے اور مادہ کو مفعولیت یا انفعالیت کا جسم دیا گیہے۔ نباتات میں بھی یہی  
پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کھجور میں مادہ کھجور زیادہ لطیف و نازک ہوتی ہے بہ نسبت نر کھجور کے۔ جب تک

لے عربی شاعری میں مرد عاشق اور عورت معشوق ہوتی ہے لیکن ہندی شاعری میں عورت عاشق اور  
مرد معشوق ہوتا ہے۔ لہذا عربی شاعری فطرت کے مطابق اور ہندی شاعری فطرت کے خلاف ہے  
مگر یہی وجہ ہے کہ قافرانہ عورت کی طرف سے زبردستی زنا کا مقدمہ ناممکن اور غلط قرار دیا  
گیہے۔ اگر مرد زبردستی زنا کا مرتکب ہوا ہو تو اسے سزا دی جاتی ہے لیکن اگر کوئی مرد  
یہ دعوائے کرے کہ عورت نے زبردستی اسے زنا پر مجبور کیا ہے تو عورت کو کوئی سزا نہیں  
ملتی کیونکہ یہ امر ناممکن اور محال ہے۔



دن میں نہ کھو نہ جو، مادہ کجور کو چیل نہیں لگتا۔ نر کی فقط نر لگنے سے مادہ کجور بار آور ہو جاتی ہے  
اسی طرح جو نہ ہے اور اس کے بغیر گندم اچھی طرح پیدا نہیں ہوئی اور گندم خود مادہ ثبوت ہے  
اُس نے آدم علیہ السلام اور حضرت خرم اور حضرت خرم سے شکوہ کیا  
اس کے بعد فرمایا کہ سترہ اناقات جوڑتہ حیوانات سے قریب ہے گندم اور غنم  
(کجور) ہے اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نخل کی صودت میں تھکی مٹی ہوئی ہے۔

## مقبول بوقت اشراق بروز جمعہ ۱۵ رجب ۱۳۱۸ھ

حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں بدگمانی ناجائز ہے  
صحابہ کرام کا ذکر جو درجہ ہوتا  
راقم الحروف نے عرض کیا  
کہ قبل میں نے کئی اہلسنت و جماعت کے لوگ دیکھے ہیں جو حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان  
کی شان میں سورن اور جڑا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ جلیل القدر صحابی تھے۔ حضرت اقدس نے  
فرمایا کہ قرآن مجید کی آیت: محمد الرسول اللہ والذین معہ اشدا علی الکفار احما  
بینہم ط میں رحمت، شفقت، الفت و محبت ثابت ہے اس میں کسی قسم کی تاویل کی  
گنجائش نہیں ہے۔ لہذا اصحاب کرام کے درمیان جو مشافرت، مخالفت اور مجاہدت (ظنی)  
ہوئی، یہ اجتہاد کی وجہ سے تھی نہ کہ بغض و عداوت، حسد، کینہ اور دشمنی کی وجہ سے۔ اگرچہ لوگوں  
ایک کو برحق اور دوسرے کو مظلوم سمجھتے ہیں لیکن چونکہ دونوں کی فرض انہما برحق تھی اس لئے  
جو حق پر تھا اُس کو ثواب کے دو حصے ملیں گے اور جو حق پر نہ تھا اُس کو ثواب میں سے ایک حصہ  
ملے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے بعد مجاہدین انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور انحضرت

لے وہ شفقت جس کی طرف سے حضرت موسیٰؑ نے انا و بھکم کی اور شنی نخل یعنی کجور کا درخت تھا۔  
یہ حدیث کا فیصلہ ہے کہ اجتہاد کی غلطی پہنے دانے کو ثواب کا ایک حصہ ملتا ہے اور جو غلطی پر نہ ہو اُس کو دو حصے  
اجتہاد کی غلطی یہ ہے کہ جس کام کو آدمی صحیح اور جائز سمجھ کر کچھ مل اور غلوں نیت سے کرے (باقی آئندہ صفحہ پر)

صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر یہ ایمان لانا ہمارے لئے فرض ہے۔ جب خبر صادق نے اپنی زبان مبارک سے اپنے تمام اصحاب کی تعریف فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ میرے اصحاب کو دوست رکھو کیونکہ ان کی مدد سستی خدا تعالیٰ انداز کے رسول کی دوستی ہے اور ان کو بُراست کہو اور اُن سے بدگمانی مت کرو کیونکہ جو شخص میرے اصحاب کو ایذا پہنچاتا ہے وہ مجھے ایذا پہنچاتا ہے اور مجھے ایذا پہنچاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو ایذا پہنچاتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ میرے اصحاب خیار الناس (سب سے بہترین) اور افضل الامۃ (ساری اُمت میں افضل ہیں) اور مومن ہیں اور وہ ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے، کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص میرے اصحاب میں سے کسی ایک کی اقتدا کرے گا وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ لہذا اصحاب کرام کے متعلق بدگمانی اور بغضی کرنا اور ان کے لئے برا عقائد ہونا خبر صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے اور اُن آیات قرآنی کی تکذیب ہے جو اصحاب کرام کی مدد و ثناء میں نازل ہوئیں اور خبر صادق اور آیات قرآنی کی تکذیب کفر لازم آتا ہے فعوذ باللہ من ذلک۔ پس ہم پر واجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پر اور قرآن شریف پر ایمان لائیں اور تمام اصحاب کرام کو صدق دل سے دوست رکھیں۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ جو متقی اور اکابر اصحاب میں سے ہیں کے حق میں بغض و حد رکھنا اور بدگمانی کرنا سراسر شقاوت (گنہگاری) ہے۔

اس کے بعد  
**قولِ جنید: اولیائے کرام سے بدظن ہونے سے ایمان سلب ہو سکتا ہے** | فرمایا کہ حضرت

ابو محمد ردیمؒ جو حضرت جنیدؒ کے اکابر و خلفاء میں سے تھے جب بلند ترین مقامات تک پہنچے تو انہوں نے اپنی تعلیم (خدمت و ملامت) کے لئے ظاہری روئے اختیار کیا اور دلالی کا پیشہ اختیار کر کے اپنے گھر پر تالین، مجلس اور درشیم بچا دیا اور امیروں کی طرح گاؤں گھیرے گئے اور سارا دن

(بقیہ گذشتہ صفحہ) لیکن درحقیقت وہ کام حسنہ اللہ غلط ہو تو اس کی غلطی تصور نہیں ہوتی بلکہ اس کے ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے لیکن اگر وہ کام حسنہ اللہ بھیجے گئے تو اس کو وہ نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ قوانین اسلام سے دینی ہر تو کسی عالم سے دریافت کرنا فرض ہے۔



تجارت میں مشغول رہنے لگے۔ جب خبر مدیثون تک پہنچی تو انھوں نے اٹھ زنی شروع کر دی۔ اس حضرت خواجه صاحب نے فرمایا کہ منہی کو آخری مقام پر پہنچنے کے بعد اختیار ہو سکے کہ خواہ عوام ان اس کی طرح کسپ معاش کرے خواہ فقرا کی دوشیں پر چلے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ جنیدؒ نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ رویم کے پاس ہرگز ہرگز نہ جانا کیونکہ وہ تھیں میں ہے اور تجھے اُن سے مل کر نقصان ہو گا۔ لیکن ایک دن اُس آدمی پر حضرت شیخ رویمؒ کی محبت نے غلبہ کیا اور وہ اُن کو ملنے چلا گیا۔ جب واپس آیا تو حضرت جنیدؒ نے پوچھا کہ رویمؒ کو دیکھنے کے بعد تم اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو؟ اُس نے کہا کہ میں رویمؒ کو ولی اللہ اور کامل مکی شیخ سمجھتا ہوں۔ شیخ جنیدؒ نے فرمایا ولی اللہ وہ ہے کہ تم اُس کے منکر نہ ہوئے کیونکہ کالیوں سے منکر انکار کرنے کی وجہ سے آدمی کے دل میں ایمان کا ذرہ بھر نہیں رہتا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب اس قدر نزاکت ہے کہ محض انکار کے خیال سے یعنی ایمان سے کچھ کہے بغیر ایمان سلب ہو جاتا ہے تو جو لوگ صحابہ کرام کے خلاف بغض و حسد اور براعتقا رکھتے ہیں اور شکر میں یہاں تک کہ گالی گوج تک سے پرہیز نہیں کرتے اُن کے ایمان کا کیا حال ہو گا۔ فرمایا کہ صلح سبتہ (حدیث کی چھ کتابیں جن کی صحت میں کوئی شک نہیں) میں بے شمار ایسی احادیث ہیں جن میں صحابہ کرام کی عظمت شان مکرّمہ، رفعت، جلالت، قدرت و منزلت تعظیم و تکریم آئی ہے۔ اس کے بعد عاشقانِ اہلِ حجاز کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا جن کالمین اہلِ حجاز کہ حقیقت کا جلوہ نظر آیا ہے وہ بھی اس قدر بلند مرتبہ کے لوگ ہیں کہ بعض کالمین اہلِ حقیقت نے بھی ان کی زیارت کی آرزو ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ محبُ انبی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ کاش ہم کسی مائی ہمیر کی قبر دیکھتے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ میں حادثہ شاہ جہانی ہمیر کے خاندان کے پیر

تھے، اُن کے گھر آئے ہوئے تھے۔ جب نماز کا وقت آیا تو انہوں نے اسی مائی ہمیر کی نماز

گھر ہی میں مٹائی، پھر نماز پڑھنا شروع کر دی لیکن مائی ہمیر اپنے کام کی کے سلسلے میں کئی بار اُن کے

آگے سے گذرتی رہی۔ جب شاہ صاحب غمان سے فانی ہوئے تو مانی میر کو بکارت خستہ ہوئے اور فرمایا کہ  
نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہیں گذرنا چاہیے۔ مانی ہیئر کاشاہ صاحب، میں عاشق مزاج ہوں  
خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے عشق میں اس قدر مست اور بے خود ہوں کہ آپ کی آمد آپ کی نماز  
کی بجائے کوئی خبر نہیں تھی لیکن آپ تو نماز میں خدا کے ساتھ شاغل تھے آپ کو میرا اللہ میرے چلنے  
پہرنے کا علم کیسے ہوا۔ یہ سن کر شاہ صاحب شرمندہ ہوئے۔

اس کے بعد مندریاد  
میاں راجھا صاحب

## ہیر اور سستی خواتین عشاق کی قافلہ سالار ہیں

اور زاد نامہ بتاتے۔ پس مانی ہیر اور میاں راجھا نے عشق نہایت پاکبازی اور صحت گذارا۔ علاقہ  
پنجاب میں جتنی خواتین عشاق ہو گذری ہیں مثل ہیر، صاحبان، سوہنی وغیرہ سب کی سردار مانی ہیر  
اور علاقہ سندھ و بلوچستان میں عاشق خواتین مثل سستی، مولیٰ وغیرہ ان کی سردار مانی سستی  
اس کے بعد مہتمم دربار سے فرمایا کہ مجھے مانی ہیر کی کوئی اُنس نہیں ہے بلکہ مانی سستی سے اُنس ہے  
اس کی وجہ چرستان اور دیرانہ ہے جو مجھے بہت پسند ہے اور سستی نے بھی اسی دیرانے کو بہستان  
اور بیابان میں پھینکے تھے تنہا بھوک اور پیاس کی حالت میں بھاگ بھاگ کر اپنی جان قربان کھئی۔

اس کے بعد فرمایا کہ اہل مجاز اگر چہ تنقید میں رہے

## مجاز کی یک مینی سے روحانی فوائد

یا مجاز پرستی میں عمر گزار دی ہے) ہیر بھی جو کھدیکہ ہیں (ایک دیکھنے والے تھے اس لئے کمال کو پہنچے

اس کے بعد آپ نے یہ غزل پڑھی ہے

بے پردہ صفات جلالش ندیدہ کس	غیر از تعینات کمالش ندیدہ کس
چون غابر شدہ بشورت اشیلئے کائنات	چوں ذات بے مثال شالوش ندیدہ کس
بحریت بحر عشق کو اانش ندیدہ کس	جز موج و از جباب نشانش ندیدہ کس
از ابروان و غمزہ جہاں را شکار کرد	ایں طرف ہیں کہ تیرہ کمالش ندیدہ کس
گو یا بہ ہر زبان و بشناست ہیر سمیع	در حیرت کہ گوشش ز بانش ندیدہ کس
ہر وقت و ہر زمان و مکان می کند مہم	بلکہ کہ ہر زمان و مکانش ندیدہ کس



شاہد ہیں کہ گلشنِ حقیقت شگفتہ است ہر دم بد بہارِ رزقِ غیب کس  
 گھبائے بے شمار شگفتہ زہرِ طوفان نیزنگِ گلشنِ کہ نہاں غیب کس  
 صورتِ پذیریت چوں کہ حقیقتش زینِ مدئے جو بکسِ فیاضِ عید کس  
 زینِ مدئے بجز گمانِ و خیالِ غیبِ اندیشِ غیب کس  
 در پردہ آشکار و بے پردہ شد نہاں شاہد ہیں ادا و دلاشِ غیب کس

صفات کے پردے کے بغیر اسے یعنی محبوبِ حقیقی کو کسی نے نہیں دیکھا۔ تعینات کے بغیر  
 اُس کے کمال کو کسی نے نہیں دیکھا۔

جب وہ اشیائے کائنات کی شکل میں ظاہر ہوا ہے اُس کی ذات بے مثل کی طرح اس کی  
 مثال کو کسی نے نہیں دیکھا۔

بحرِ عشق ایسا سمندر ہے کہ اس کا کنارہ کش نہیں دیکھا سوائے موجِ ادبِ باب کے اس کا  
 نشان کسی نے نہیں دیکھا۔

محبوبِ حقیقی نے اپنی تیغِ ابرو اور غنڈہ سے ہمارے جہان کو خراب کر دیا ہے لیکن تعجب  
 یہ ہے کہ اس کے تیر و کان کو کسی نے نہیں دیکھا۔

وہ ہر زبان سے بات کر رہا ہے اُدھر کان سے سنا ہے لیکن اس کے گوشِ دُربان کو کسی نے  
 نہیں دیکھا۔

وہ ہر وقت اور ہر مکان میں مستِ فِراغ ہے لیکن کمال یہ ہے کہ اُسے مکانِ دُربان میں کسی نے  
 نہیں دیکھا۔

اُسے دیکھنے والا دیکھو اس کے عشق کی بہار کیسے کھل ہے اس کے چرخِ شمس میں ہر وقت  
 بہار ہی بہار ہے خزاں کو کسی نے نہیں دیکھی۔

اگرچہ اس کے باغ کے پھول ہر طرف کھلے ہوئے ہیں لیکن باغ کے درخت آج تک کسی نے

نہ تعینات جمع ہے تعین کی حسبِ کا مطلب ہے اشیائے کائنات مثلِ انسان، جانور، پہاڑ، درخت وغیرہ۔ شعر کا  
 مطلب یہ ہے کہ خزانِ کائنات کو سوائے مظاہرِ صفات (تعینات) کے کوئی نہیں دیکھا جاسکتا۔

نہیں دیکھے (یعنی صفات ظاہر ذات پر مشیدہ ہے)  
 چونکہ اس کی حقیقت یعنی ذات بے صورت ہے اس لئے اس کے عکس کے بغیر کوئی چیز  
 نظر نہیں آتی اور عکس ہی آئینہ کائنات ہے۔  
 یہی وجہ ہے، سب لوگ اس کو خیال کی دنیا میں دیکھتے ہیں ظاہر کی دنیا میں اسے کسی نے  
 نہیں دیکھا۔

وہ پردہ پوشش ہونے کے باوجود ظاہر ہے اور بے پردہ ہونے کے سبب چھپا ہوا ہے  
 اس کے ناز و ادا کا محبوب آج تک کسی نے نہیں دیکھا

محبوب کے دو عاشق موتے ہیں اور عاشق کا ایک معشوق | اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح  
 حسن ذات حقیقی کی

ایک صفت ہے اس طرح عشق بھی اس کی صفت ہے جیسا کہ حدیث کنت کثر احتیاء صاحبیت  
 ان احرف فخلقت الخلق (میں حسن و جمال کا ایک صفتی خزانہ تھا مجھے خواہش ہوئی  
 کہ مجھے کوئی دیکھے پس اس لئے کائنات کو پیدا کیا) سے یہ بات ظاہر ہے اس وجہ سے کہ کثر  
 مخفیاً سے مراد عین الہی ہے جن قائل کہ صفت ذاتی ہے اور صاحبیت احدی سے مراد عشق  
 حقیقی ہے اور خلقت الخلق سے مراد ہے عشق ماری یا عشق مجازی ہے جو عشق حقیقی کا اثر ہے  
 اور غنی ہے جس طرح ایک عین اپنے عشق کے سبب جو اس کی صفت ذاتی ہے اپنے حسن پر عاشق و معشوق  
 حقیقتاً دلپہا۔ اسی طرح جو شخص کسی عین کو دیکھتا ہے تو اس عین کا عشق دیکھنے والے کے دل میں  
 اثر انداز ہوتا ہے۔ چنانچہ اس عشق کا عکس دیکھنے والے کے دل میں پیشہ جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے

لے کیا خوب کہہ کر پردہ پوشش لے آتشا و اگر ایسا ہے اور بے پردگی نے مس چھپا دیا ہے یعنی اگرچہ اس نے اشیاء کا  
 کائنات و تعینات کا پردہ پہن لیا پھر بھی بار و گن نے اسی پردہ سے اس کا نشان پاکر دھندلیا ہے اور بے پردگی نے  
 اس میں چھپا دیا ہے کہ اس کے مٹی جاں سوز کی بے پناہ درد شفی دیکھنے والوں کی آنکھیں چند چھپا گئیں ہیں۔ ماضی میں  
 کا قائل ہے کہ حق تعالیٰ شدتِ غم و راد شدتِ قرب کی وجہ سے نظر نہیں آتے۔ لہذا اس قدر عظیم الشان ہستی کس طرح چھپ  
 سکتی تھی۔



کہ دیکھنے والا اس حسین کے عشق پر بالفرض عاشق ہو جائے کہ اس کا عشق عارضی اور غیر طبعی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشق بالفرض کا عشق کچھ عرصے کے بعد زوال پذیر ہو جاتا ہے سوائے چند اشخاص کے مثل جن جن وغیرہ اب چونکہ عشق حقیقی صورتِ فعلیہ رکھتا ہے اور عشق عارضی صورتِ انفعالی رکھتا ہے۔ اس لئے جو کوئی رتبہ فعلیہ رکھتا ہے محتاج اور عاشق ہوتا ہے اور معشوق محتاج ایہ ہوتا ہے پس جو بصورت کے دو معشوق ہوتے ہیں۔ ایک اس کا اپنا حسن کیونکہ معشوق حقیقی وہی ہے وہ سراسر عاشق عارضی جو اس کا معشوق عارضی اور غیر طبعی ہے اور کہ دیکھنے والے کا یعنی جو عاشق بالفرض ہے ایک معشوق ہے یعنی وہی حسین۔ پس جو شخص وہ معشوق رکھتا ہے ایک معشوق رکھنے والے کی نسبت ڈگنا بے فائدہ ہوتا ہے اس وجہ سے کہ اس کا دماغ صرف کٹیہ رہتا ہے۔

## مقبول ۳۲: بوقت عصر بروز شنبہ ۲۳ ماہ سال مذکور

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور میں آپ کا وظیفہ خلاصی از معرفت میری وظیفہ سلوک  
 ٹرید ہوں اور عرصہ چار سال سے میں چوری سے تائب ہو چکا ہوں لیکن اب مجھ پر لوگوں نے چوری کا الزام لگایا ہے اور حکومت کرپورٹ کر دی ہے۔ تین دن کے بعد میری حاکم کے سامنے حاضری ہے۔ میرے جال پر توجہ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کچھ پڑھے ہوئے ہو۔ اس نے کہا کچھ نہیں پڑھا۔ آپ نے پوچھا کہ اللہ اکبر کہہ سکتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں یہ تو بہت آسانی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر ایک سو سے چند بار زیادہ پڑھا کر دینی ہر تسبیح میں پانچ چھ دانے زیادہ پڑھے جائیں اور اس کے بعد رات کے لئے دعا مانگا کہ اس کے بعد ایک

لے حضرت خٹ اہل علم کے الہامات میں ہے یو الہام یہ ہے یا غوث الاعظم خیر الطالبین  
 وخیر المطلبین الانسان (سب سے بڑا طالب میں خدا تعالیٰ) ہوں اور سب سے بڑا مطلب انسان  
 ہے۔ مختصر یہ کہ حق تعالیٰ کے مدد پر ہیں۔ ایک خود اللہ ایک انسان لیکن انسان کا مجرب صرف ایک ہے یعنی  
 حق تعالیٰ۔

شخص نے عرض کیا کہ حضور مجھے وظیفہ سلوک عطا فرمایا جیسے۔ آپ نے فرمایا کہ نماز عصر کے بعد سورۃ علقہ  
یتساولدین ۷ پانچ بار، نماز عشاء کے بعد سورۃ اخلاص تین سو بار، درود شریف تین سو بار  
اور کز عیب ایک سو بار پڑھا کر دے۔ یہ ہمارے خواجگان کا قریبی وظیفہ ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر رات کے وقت نہ ہو سکے تو دن میں پچھا کر لیکن شرط یہ ہے کہ شروع رات  
میں ہوا دہاتی دن میں پورا کیا جائے لیکن ایسا نہ ہو کہ ہمیشہ پی کر دیکھ بوقت ضرورت جائز ہے (یعنی اگر رات  
کے وقت کوئی مجبوری ہو اور ناغہ ہونے کا ڈر ہو تو اس وظیفہ کا کچھ حصہ رات کو شروع کر لے اور دن کو  
پورا کرے لیکن کوشش یہ کرے کہ رات کے وقت پڑھے)۔

## مقبوس ۳۵: بوقت اشراق بروز یکشنبہ ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

**حروف تہجی میں حکمت** | حضرت اقدس نے فرمایا کہ لغت عربی میں حروف تہجی ان تین  
ہیں۔ ان تین حروف کے وضع کرنے میں یعنی نہ زیادہ  
نہ کم ہونے میں ایک حکمت ہے۔ وہ حکمت یہ ہے کہ تین حروف چنداں شمار پر حاوی ہیں۔ ایک اعداد پر  
کیونکہ مراتب اعداد چار ہیں۔ ایک احاد (یعنی اکائی) دوم عشرات (دہائی) سوم مائت (سیکڑہ)  
چہارم آلف (ہزار)۔ پس الف جن کا عدد ایک ہے سے لے کر طائیک جس کا عدد ۹۰ ہے احاد  
ختم ہو جاتے ہیں اور آلف کا ترتیبین پر ختم ہو جاتا ہے۔ دوسری چیز جس پر حروف حاوی ہیں  
ہفت کراکب سیارہ ہیں، تیسری چیز ہفت آسمان ہیں، چوتھی چیز بارہ برج ہیں پانچویں چیز یہ ہے  
منازل نجوم پر حاوی ہیں۔

## مقبوس ۳۶: بوقت اشراق بروز یکشنبہ ۲۴ شعبان ۱۳۱۸ھ

**شفل حقیقی میں خیال ماسوی کیسے ترک ہو سکتا ہے** | شفل حقیقی میں ماسوس  
ماسوی اللہ کے وارد



ہونے کا ذکر ہوا تھا۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ وہ شغل حقیقی کہ جس میں ماسوائے اللہ کا خیال بالکل نہ آئے ہمیں ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔ ہر وقت ہمارے دل میں ماسوائے کا خیال (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری چیزوں کا خیال) دل میں مرجیں مارتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شغل حقیقی یہ ہے کہ جب ذکر کرنے کے لئے بیٹھے تو آنکھیں بند کر کے ماسوائے خیال کو دفع کر دے اگر اس طریقے سے کام کرے گا تو کامیاب ہو جائے گا۔ کیونکہ اصل چیز مزاج حال ہے۔ آریہ : و مزاجہ من تسنیم کا اشارہ اسی شغل کی طرف ہے۔ صرف زبان سے پڑھنے سے ثواب ضرور ملتا ہے لیکن فخر جو حاصل حق کا نام ہے، ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔

اس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں کہ جس کو کسی ذوق نہ ہو اس ذوق کی حالت میں ماسوائے کا خیال بالکل کم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ماسوائے کا خیال بالکل دفع نہیں ہوتا تاہم اس میں قلت ضرور واقع ہوتی ہے اور یہ بھی غنیمت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ امام غزالی فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں کہ جسے الہام نہ ہوتا ہو۔ یہ خطرات (خیالات) الہام ہر شخص کو ہوتا ہے | جو ہر وقت آدمی کے دل میں وارد ہوتے ہیں الہام میں لیکن حوام کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ با اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عام آدمی کے دل میں ایسا خیال پیدا ہوتا ہے جس کے مطابق خارج میں ظہور ہوتا ہے اور یہ اتفاق عام طور پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ بے شک یہ خیالات الہامات ہیں جو ہر شخص کے دل میں وارد ہوتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا کہ مرزا بیدل کے اس شعر کا کیا مطلب ہے۔

**مرزا بیدل متقدمین پر سبقت لے گئے**

اگر نکتہ نبروت نہ بخبرات جز یہ تعلیم پیش یا  
و اگر بتلی ایسا مذاری بیج جانتیہ ادب چیم بخیا

(اگر نبروت کا منکر نہیں ہے تو دل کے خیالات کی تعلیم کہ اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور اگر تجھے بتلی پر ایمان ہے یعنی اس بات کا تجھے یقین ہے کہ ہر چیز ذات حق کی تخلیق کا مظہر ہے تو

کسی چیز کو بے ادب نکلے نہ دیکھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ کل برکت علی نے بیدل کی یہ غزل پڑھی جس سے بہت شور برپا ہوا۔

بہر عمر با قوس زویم و زلفت مرغِ خارا      چہ تیاستے کہ نے رنڈ ز کست را بکنا را  
نہ بارے ز حیا رسد نہ پر سنگاہ و عار رسد      چو رسد بر نسبت پار رسد کفایت بہار

جانتا چاہیے کہ یہ جو حضرت خواجہ صاحب نے اس شعر سے پہلے فرمایا تھا کہ برکت علی قرآن نے کل یہ اشعار پڑھے جس سے بہت شور برپا ہوا، اس کا قصہ یوں ہے کہ کل شام کے وقت برکت علی غلط میں حضرت اقدس کو مندرجہ بالا غزل سنائی جس سے آپ پر اس قدر دھندلے ہوئی عاری ہوئی کہ پہلے سے دس گنا زیادہ مٹی بیان تک کر تین دفعہ ہنگ سے نیچے گر گئے۔ آخر کھڑے ہو کر اپنے رقص کیا۔ یہ حالت ظہر تک قائم رہی۔ اس کے بعد فرمایا کہ مرزا بیدل نے ایسے شعر کہے ہیں کہ طاقت بشری سے باہر نظر آتے ہیں۔ یہ غزل بھی مرزا بیدل ہے۔

ہم خیال چٹنگ می زند قمع چو جنوں دل تنگا

کہ ہزار میکہ سے دور برکاب گردش تنگا

دعشق ہمیشہ محبوب کی چشم مست سے مستی کے جام نوش کرتے ہیں شاعر کہا ہے کہ

د شرع شش چہ نے ساری ہولے دست تیرے ساتھ شراب نوشی کی میکی ابھی ہمارے نشہ کا شوق پورا نہیں ہوا کی تیاست ہے کہ محبوب ہمارے پہلو سے ہم تک نہیں پہنچتا۔ اس شعر کا مطلب سمجھنے کے لئے مختصر مٹی کی تہیہ کا فرقہ ہے۔ حدیثی حضرات فرماتے ہیں کہ اگرچہ محبوب حقیقی نے اپنا پتہ ہماری رگوں جان سے بھی زیادہ قریب تیا ہے لیکن اس کا دماغ اس قدر مشکل ہے کہ قرب کی جانب جتنی منازل طے کی جائیں ہر منزل کے اوپر اور منزل ہے اور یہ قصہ ختم نہیں ہوتا اس وجہ سے گرامی چلا گئے۔

شبلی نے وصل دگر نہ چشم مالتے      ایم و زلف یار وصل مالتے

اسی مضمون کو سعدی نے یوں ادا کیا۔

ز عشق غصیتے دارد نہ سعدی را منی دایا      میرد تشنه مستحق و دایا ہچان باقی

جب یہ بات ہے تو ہر عاشق اگرچہ عین وصل میں ہے اور قرب کی مزید منازل طے کر کے اور زیادہ قریب (باقی اشعار مضمون پر)



جب محبوب کی آنکھ سے سے توحید کے پیلے پتہ ہوں تو اس قدر محویت اور مستی طاری ہو جاتی ہے کہ ہزار  
بھاگ کر ہماری رکاب چومتے ہیں۔ چشم محبوب سے سے فوشی کو شیخ فخر الدین عراقی نے یوں بیان  
فرمایا ہے ۔

نخستین بادہ کا زجر حجام کردند  
ز چشم مست ساقی دام کردند  
چو خود کردند از خویش فاشی  
عراقی را چہرہ بدنام کردند

مقبوس<sup>۳۷</sup> : بوقت اشراق پر زود تائبہ<sup>۳۸</sup> اشعبان<sup>۳۹</sup>

نوٹ : اس مقبوس میں کوئی تعلیمی چیز نہیں ہے اس لئے ترک کیا گیا ہے ۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ) ہونا چاہتا ہے اور یہ بات نہ نصیب ہوتی ہے نہ نصیب ہوگی قیامت تک اور قیامت کے بعد بہشت  
میں بھی نہ کیونکہ عاشق ابدانہ باوجود ازل قرینے وصال کے کرتار ہے گا کیونکہ قرب کے بعد قریب ترک شان اول ختم نہیں ہوں گی ۔  
ایسے مرزا بیدل چٹاٹھے ہیں کہ یہ کیا قیامت ہے کہ اسے محبوب میں وصال کی حالت میں بھی سیری نہیں ہوتی اور پورے  
قرب کے لئے ہمیشہ جان ترہتی رہتی ہے ۔ کسی شاعر نے اس معنوں کو یوں ادا کیا ہے ۔

دل آرام و در دل آرام جوئے لب از تشنگی خشک و بر غرض چہئے  
محبوب مدد ہے مگر محبوب کی تلاش ہے ۔ محبوب حالت ہے پاس ہے تو مدد بھیجے کہنے خوب کہا ہے  
”قدر آئکہ فوق اول جلدیہ“ ”فوق اول“ کا مطلب وہی قرب تر سے قریب ترین ہے ۔

کنارہ پر کس سے دونا ہوا عشق

مرض بڑھا گیا جوں جوں دوا کی

دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ میرا ابمداد افقہ نہ تیرے دامن تک پہنچ سکتا ہے نہ دھار کے لئے اسے اڑھ سکتا ہے مگر  
پہنچ سکتا ہے تر مرن تیرے پاؤں تک پہنچ سکتا ہے ۔

## مقبوس ۳۸: بوقت ایشراق برز سہ شنبہ ۴ ماہ و سال مذکور

حاضری میں سے کھانے عزم کیا کہ حنفیہ جابلقا اور جابلقا کا کیا مطلب ہے۔  
 آپ نے فرمایا کہ وہ عالم مثال ہے کہ جس میں سرنے کے جہنم جاتیں گے۔  
 عالم مثال دو قسم ہے۔ متصل اور منفصل۔

### جابلقا و جابلقا

عالم مثال منفصل کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو برزخ واسطہ ہے۔ عالم ادراج اور عالم اجسام کے درمیان اس وجہ سے

### عالم مثال منفصل

کہ جسم کے اندر روح کا فیضان اور تفرشت جو واسطہ نہیں ہو سکا کیونکہ موقع اس قدر لطیف ہے اور ایسا جبر ہے جو مادہ سے مجرود (پاک) ہے اور بسیط و منزہ ہے، شکل و رنگ، زمان و مکان سے، لیکن جسم اس کے برعکس ہے (یعنی کثیف اور مشغول ہے) چونکہ اجسام اور ادراج کے درمیان کوئی مناسبت نہ تھی، حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک ایسا لطیف عالم (جہان) مرکب فرمایا جو کثافت سے پاک ہے اور لطافت و نورانیت میں ادراج سے مشابہت رکھتا ہے۔ نیز اجسام کے ساتھ بھی اُسے ایک گروہ و نہایت محال ہے تاکہ عالم ادراج اور عالم اجسام کی صفات مشترکہ ہوں اس لئے بدن سے تعلق سے قبل ادراج اسی عالم مثال میں ہوتی ہیں یہ ہے جابلقا۔

عالم مثال منفصل کی دوسری قسم وہ ہے جو دنیا و آخرت کے درمیان واسطہ ہے جس طرح روح اور جسم کے درمیان کوئی مناسبت نہیں اس طرح دنیا و آخرت کے درمیان بھی کوئی مناسبت و نسبت

نہ جابلقا و جابلقا۔ جابلقا سے مراد وہ عالم برزخ ہے جہاں ادراج حوت کے بعد باقی ہیں یہ عالم برزخ اس عالم کے مختلف ہے جہاں ادراج اکسر دنیا میں آنے سے پہلے ہوتی ہیں لہذا جابلقا کہتے ہیں جابلقا مشرقی اجسام میں واقع ہے اور جابلقا مغربی اجسام میں واقع ہے جابلقا مراتب تنزلات سے ہے اور جابلقا مراتب عروج سے۔ جابلقا میں تمام ادراج احوال کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ یہ عالم بھی روحانی جبر و نفاذی غیر مادی ہے۔ جابلقا مجمع البحرین ہے جو بامکان کا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ "سرور ربانی" مصنفہ حضرت قطب الدین محمد غوث اعظمی رحمۃ اللہ علیہ



نہیں ہے۔ چونکہ دنیا و آخرت کے مابین واسطہ ضروری تھا اس لئے حق تعالیٰ نے ایک ایسا عالم (جہان) پیدا فرمایا کہ جس میں دنیا و آخرت کی صفات مشترک ہوں تاکہ دنیا و آخرت کے مابین تعلق قائم ہو سکے۔ چنانچہ یہ عالم مثال ہے جس میں مروجہ مروج سے ملحقہ ہو کر رہتا ہے یعنی موت کے بعد اس جہان کو جا بجا کہتے ہیں۔

## عالم مثال متصل

عالم مثال متصل وہ ہے کہ خیال میں اشیا کی صورت دیکھی جاتی ہے۔ اس قسم کے عالم مثال میں اہلک مشروط ہے قوت و مافیہ سے اس وجہ سے کہ خیالی صورتیں انسان کی قوت متخیلہ کے بغیر اپنی ذات سے بالکل موجود نہیں ہیں بجز عالم مثال کی ضرورت بالا اقسام کے جن میں اشیا کا وجود بذات خود بغیر قوت متخیلہ انسانی موجود ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو کام ایک جہان میں کیا جاتا ہے دوسرے جہان میں یاد نہیں رہتا۔ مثلاً ایک شخص نے جو کام عالم ارجح اور عالم اجسام کے درمیان کیلئے اُسے وہ کام عالم اجسام میں یاد نہیں رہتا جیسے ایک چھوٹا بچہ جو کام عالم غفلت میں کرتا ہے بڑا ہو کر اُسے یاد نہیں رہتا تو اسے عالم مثال میں کیا ہوا کام کیسے یاد رہ سکتا ہے۔ اسی طرح جو کام دنیا میں کیا جاتا ہے وہ عالم برزخ میں یاد نہیں رہتا۔ نیز کہ دیکھو، جو کام آدمی خواب میں کرتا ہے یعنی جس وقت خواہ اس معطل ہوتے ہیں، بیدار ہو کر اسے بہت کم یاد رہ جاتا ہے باوجودیکہ خواب میں روح اور جسم کا تعلق ابھی باقی ہے لیکن موت کے بعد جب حواس بالکل معطل ہو جاتے ہیں دنیا کے کام کیسے یاد رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ موت کے بعد روح کا تعلق جسم سے نہیں رہتا بلکہ ایک اور لطیف جسم کے ساتھ ہو جاتا ہے جو ہر جہاں بھی زیادہ لطیف ہوتا ہے اس لئے دنیا میں کیا ہوا کام آخرت میں یاد نہیں رہتا۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب بیگم تاج محل فوت ہو گئی تو شاہجہاں بادشاہ پر دیوانوں کی سہی حالت عاری ہو گئی۔ اس وقت ایک بزرگ نے شاہجہاں کے سر پر اپنی ٹوپی اتار کر کہی قلم سے ایک دلکش باغ نظر آیا جس کے اندر ایک محل تھا اور اس محل میں بیگم تاج محل ایک تخت پر بیٹھی قرآن شریف پڑھ رہی ہے۔ شاہجہاں نے اپنی بیوی کو پہچان لیا لیکن جب بیگم نے اُسے دیکھا تو اس نے ایک چیخ ماری۔ اس کی خادمہ نے بادشاہ کو علامت کی کہ تم کوں جو، اخذ مت آؤ۔ اس نے کہا میں شاہجہاں ہوں اور یہ میری بیوی ہے جو تخت پر بیٹھی قرآن پڑھ رہی ہے۔ خادمہ نے کہا، تمہارے پوچھ کر آتی ہوں۔ اس نے جا کر ممتاز بیگم کو یہ ماجرا سنایا۔ بیگم منہ میں انگلی ڈال کر سوچنے لگی کہ کون شاہجہاں جہاں ہے آپ کو میرا خادمہ بتا رہے

کچھ دیر بعد کہنے لگی کہ میں مجھے تھوڑا سا یاد آتا ہے کہ راستے پر ایک سرائے تھی جہاں ہم ٹھہرے تھے اور میں نے سنا تھا کہ شاہجہان نامی بادشاہ بھی اس سرائے میں قیام فرمایا ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے کوشے ہیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔ ہمیں ان پر

## تجسس سے عمل بہتر ہے

ایمان لے آنا چاہیے اور دلیل نہیں طلب کرنی چاہیے کہ کس طرح ہیں۔ جو کچھ ہے اس پر بغیر حرج و مرجہ ایمان لے آئے۔ اگر زیادہ عقل کو دخل سے تراس کر دیکھے جیسا کہ مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے: امنت بما جاء من عند الله علی مراد الله وما جاء من عند رسول الله علی مراد رسول الله وبما جاء من عند اولیاء الله علی مراد اولیاء الله۔ (میں ایمان لے آیا جو کہ اللہ تعالیٰ سے آیا ہے اللہ تعالیٰ کی مراد پر اور ایمان لایا جو کہ آیا رسول اللہ کی طرف سے رسول اللہ کی مراد پر اور ایمان لایا جو کہ آیا دیار اللہ کی طرف سے دیار اللہ کی مراد پر)۔

اس کے بعد فرمایا کہ انسان حق تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ حقائق معلوم کرنے کے لئے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (میں نے پیدا کیا نہیں جن اور انسان کہ مگر اس بات کے لئے کہ عبادت کریں)۔ پس ہر شخص کو چاہیے کہ ہر سانس کو آخری سانس سمجھے اور حق تعالیٰ کی عبادت اور ذکر میں مشغول رہے تاکہ آخرت میں نجات اور خوشی حاصل ہو اور بہشت کی نعمت ملے جس نے عبادت نہ کی وہ آخرت میں مقید ہو گا اور عذاب و دوزخ پائے گا۔ فرمایا جو کچھ ہے موجود ہے ماضی سے کوئی سرکار نہیں کیونکہ وہ گزر چکا ہے اور مستقبل کی کچھ خبر نہیں کہ نصیب ہو گا یا نہیں۔ پس زمانہ حال کو نصیحت سمجھ کر خوب محنت کرے اور عبادت میں گزارے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حاجت بشری کے لئے جلتے تھے تو غایغ ہو کر فوراً تیمم فرماتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور پانی تک جانے یا لے آئے میں کوئی دیر لگتی تھی ایک ہی مرتبہ وضو فرمائیے۔ فرمایا معلوم نہیں کہ پانی لانے اور وضو کرنے تک میں زندہ بھی رہ جاتا یا نہیں

اس کے بعد مذہب شیعہ کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس شیعہ مذہب کی ابتداء

نے فرمایا کہ شیعہ مذہب کا استقلال سال ۱۱۸۰ھ میں



بادشاہ اسماعیل صفوی کے عہد میں جو اجراء ایران کا بادشاہ تھا۔ اس سے پہلے ایران میں شیعوں اور رافضیوں کی بڑی کمزوری تھی۔ فرمایا اس اسماعیل صفوی کا باپ سلطان حیدر صفوی مسلمان اور قدر سے درویش تھا سلطان حیدر صفوی کا دادا شیخ ابراہیم کامل وقت تھا اور اس کا باپ شیخ علی بھی درویش کامل تھا اس کا باپ شیخ محمد الدین بھی دل کامل رکھتا تھا۔ باپ شیخ صفی الدین اور بی بی جویدہ نجیبہ و صحیح نسب کے کاشمار بھی اکابر اولیاء اللہ میں ہوتا تھا۔ بادشاہان صفوی تمام ان کی اولاد میں گئے ہیں،

اس کے بعد فرمایا کہ یہ سلطان اسماعیل صفوی راوی شریعت یعنی اہل سنت و جماعت اور طریقت جو اس کے آباؤ اجداد کا طریق تھا، سے منحرف ہو کر شیعہ مذہب ہو گیا۔ جب ایران کے تخت پر بیٹھا تو تمام اہل ایران کو شیعہ بنالیا۔ اس نے اس مذہب کی اس قدر اشاعت کی کہ آج تک ایران اس سے آزاد نہیں ہوا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک ایران کے تمام بادشاہ شیعہ رہے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ حقیقتِ مالِ خدا تعالیٰ جانتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ جو حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جو فساد پیدا کرے گا اور اپنے آپ کو میری آل سے بنائے گا لیکن میری آل میں سے نہیں ہوگا۔ کیونکہ میری آل میں سے جو شخص ہوگا، نیک و صالح ہوگا۔ یہ اسماعیل صفوی کے متعلق پیش گوئی ہے جو سید ہے لیکن بدعتیہ اور مفید ہونے کی وجہ سے آل نبی سے خارج کر دیا گیا ہے اور اس حدیث شریف کا مصلح بن گیا ہے؛ ثبوتہ سداً و قداماً۔  
تحت قدی رجل من اهل بدعتی ینزع منہ منی و لیس منی انما اولیاء المتقون ط یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف میں وارد ہوئی ہے

اس کے بعد آپ نے قرآن پڑھنے | حضرت خواجہ صاحب کی ابتدائی تعلیم کے متعلق فرمایا کہ میں نے قرآن شریف بیان ہی صدر الدین کے ہاں پڑھا ہے جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے محمد بخش کے ہاں قرآن ختم کیا۔ کتب نظم میں ہی حافظہ خواجہ جی کے ہاں پڑھا شروع کیا۔ چند کتب پڑھنے کے بعد میں جی محمد بخش کے بھائی میاں احمد یار خوجہ کے ہاں چند کتابیں پڑھیں اور پھر میاں جی بن خروار جی کے ہاں تمام کتب نظم ختم کیں۔ اس کے بعد یہ تجویز ہوئی کہ لکھنؤ میں کوئی ایسا استاد پڑھائے جو خشک مقلد نہ ہو بلکہ

وہ جاہلیت سے بھی کچھ واقف ہو تاکہ تصوف و توحید کی باتیں کان میں ڈالتا رہے۔ اس کام کے لئے مولوی  
 مرید بخش کو منتخب کیا گیا چنانچہ جب ان کو خط لکھا گیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ میرے پاس ایمان کا  
 ایک ذرہ ہے۔ آپ پاہتے ہیں کہ یہ بھی سلب کر اگر جاؤں لہذا میں نہیں آتا۔ چنانچہ دوسری کتابیں چننا  
 کے لئے مولوی قائم الدین کو مقرر کیا گیا اور تمام درسی کتابیں میں نے ان سے پڑھیں بعد میں ان تمام استاد  
 نے مجھ سے تصوف اور توحید کی کتابیں فرمایا کہ میان قائم الدین مجھے بہت مارتے تھے اور شدید فز میں لگا  
 تھے اور اکثر اوقات محض نفسانیت سے مارتے تھے (یعنی غصے پر قابو نہ پاسکتے تھے)۔ ایک دفعہ  
 میان قائم الدین میرے دل کے بیمار میں مبتلا ہو گئے۔ ایک دن میں نے کہا میان جی اگر میں دھارکوں  
 اور آپ کا بیمار دفع ہو جائے تو کیا دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ تین دن کی جھوٹی دوا چاہئے۔ چنانچہ میں نے  
 روضۂ اقدس کے اندر جا کر حضرت محبوب الہیؒ کے غول کے نیچے پانچ کی طرف گھس کر بہت  
 دیر دھارک کی جھوٹی دواں غینہ آگئی دوسرے دن میان جی کا بیمار اتر گیا لیکن میان جی نے وعدہ دیا تو نہ  
 کی اور مجھے پکڑ کر پٹھایا۔ میں نے وعدہ یاد دلایا لیکن انہوں نے کہا مجھے اس لئے شفا ہوئی ہے کہ میں  
 تجھے پٹھاؤں۔ اس سے میں غموں ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز میان جی کو پھر بیمار ہو گیا اور کافی عرصے تک  
 رہا۔

اس کے بعد فرمایا کہ میان جی پر خوردار مجھے زور دیکھ کر نہیں کہتے تھے صرف زبانی تنبیہ کرتے  
 تھے اور ہاتھ سے دہشت دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے درجن آتے ہیں، خبردار آئندہ کوئی حرکت  
 نہ کرنا۔ فرمایا ایک دن میں ایک لڑکے کو گھوڑا بنا کر اس پر سوار ہوا اور اسے دوڑا رہا تھا کہ میان جی پر خوردار  
 جو پاس ہی سو رہے تھے بیدار ہو گئے اور زور سے آواز دی کہ کیا کر رہے ہو۔ میں خاموش ہو کر بیٹھ گیا میان جی  
 پھر سو گئے ایک ساعت کے بعد میان جی اٹھے اور حراسِ باخہ ہو کر میرے پاس آئے اور کہا کہ میں گھوڑا  
 بنا ہوں اور تم مجھ پر ساری کرو۔ یہ بات میں نے بالکل قبول نہ کی اس کے بعد میان جی نے میرے ناموں  
 صاحب سے سفارش کرائی میرے ناموں نے مجھ سے کہا کہ ان کی بات مان لو۔ چنانچہ میان جی صاحب  
 گھوڑا بن گئے اور میں ان پر سوار ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں لگاؤ اللہ ہاتھ سے چاہے بھی دکھاؤ زبانی  
 بھی ہنسنا دیکھنا کہ سوار کرتے ہیں۔ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی جب میں بڑا ہوا تو مجھے میان جی نے بتایا  
 کہ جس روز اپنے لڑکے کو گھوڑا بنایا تھا اور میں نے آپ کو سرزنش کی تھی تو حضرت محبوب الہیؒ نے مجھے



خواب میں زجر و توبیخ کی تھی اور فرمایا کہ تم نے کیوں اس کو سرزنش کی اور دہشت زدہ کیا اسی وجہ سے میں گھر ڈانا اور آپ کو سوار کیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خضرؑ اور دیاؑ فرماتے تھے کہ میں بنخود دار بعد میں سکیں جو گئے تھے شروع میں وہ شاگردوں کو مارا کرتے تھے۔ جن قدر انہوں نے مجھے مارا مجھے یاد ہے۔ میرے قبلہ فرماتا ہے یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن طالب علموں کو چھٹی ہوتی ہے چنانچہ ایک دن میں رشکوں کے ساتھ گھوم کا تھا کہ حضرت قبلہ محبوب الہیؑ کا دروازہ سے گزر ہوا۔ مجھے بھرا میرے استاد سے فرمایا کہ میں جی دیکھیں یہ کیا کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا تہذیب جمعہ ہے میں نے آخرت میں کچھ دے دی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اور اپنے پاس رکھو۔ چنانچہ میں جی نے مجھے اٹھایا۔ میں نے بہت دیر تک پڑا مارا اور دیا لیکن وہ مجھے لے گئے اور ایک دوبارہ آخرت میں کچھ دے دی۔ اس کے بعد میں جی بنخود دار نے کہا کہ مجھے خواب میں حضرت محبوب الہیؑ نے تنبیہ فرمائی کہ میرے بیٹے کو کیوں زجر و توبیخ کی۔ پھر فرمایا کہ تم اس سے نرمی کر دیا سختی وہ میری طرح مزدہر گا۔ اس کے بعد اسی خواب میں میرے متعلق فرمایا کہ بنخود دار کو کوئیں میں ڈال دو چنانچہ لوگوں نے مجھے ایک تنگ دھار ایک کوئیں میں ڈال دیا جس سے میرا دم گھٹنے لگا جب بیدار ہوا تو اسی طرح میرا سانس چڑھا ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے حضرت خواجہ محمدؒ سے عرض کیا کہ قبلہ آپ حضرات نے مجھے صاحبزادہ کی تعلیم پر اس قدر یکایت و عا کر یہی کہ حضرت قبلہ محبوب الہیؑ مجھ سے راضی ہو جائیں اور میری پریشانی دور ہو۔

## مقبول ۳۹: بوقت شراق برزخ چار شنبہ ۵ شعبان ۱۳۱۸ھ

خلیفہ محمد اعظم شیدائویؒ کا فخر ہو رہا تھا حضرت اندس نے فرمایا کہ جب حضرت سلطان الادلیار نے خلیفہ محمد اعظمؒ اور مولوی عبداللہ صاحب احمد پوریؒ کو اجازت بہت اور خلافت عطار فرمائی تو ان دنوں مولوی خوش بخش اوچھلے جو حضرت قبلہ عالم ہمدانیؒ کے مریئے اگر عرض کیا کہ قبلہ آپ نے مولوی عبداللہ احمد پوری کو غفلت دی ہے۔ آپ نے فرمایا میں غفلت اس لئے دی ہے کہ وہ عالم ہے۔ صالح ہے اور سچا ہے جو کہ وہ۔

اکثر سیاحت میں رہتا ہے۔ اس نے سلسلہ عالیہ کرتی دے گا۔ اس کے بعد انہوں نے پوچھا کہ محمد خلیفہ  
کو بھی خلافت دی ہے؟ فرمایا محمد خلیفہ کی گردن میں حقہ خلافت ڈال کر میں نے محفوظ کر لیا ہے ورنہ  
آسمان پر اڑ جاتا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے فرمایا کہ مجھے مولوی خدا بخش ساکن شیلانی  
نے جبر پڑا راست باز ہے اور دروغ گو نہیں ہے، خود بتایا کہ طالب علمی کے زمانے میں میں ایک کتاب  
خلیفہ محمد خلیفہ کے مزار کے اندر ایک طاق میں رکھی تھی۔ رات کو میں کتاب اٹھانے کے لئے اٹھ گیا اور مزار  
کے سرانے کی طرف طاق میں اٹھ سے کتاب کو تلاش کیا لیکن کتاب نہ ملی۔ مزار سے آواز آئی کہ کتاب  
پاختی کی طرف طاق میں رکھی ہے اور تلاش سرانے کی طرف کر رہے ہیں۔ ہر جب میں نے پاختی کے طاق  
میں اٹھ ڈالا تو کتاب مل گئی انہوں نے کہا کہ میں نے خلیفہ صاحب کو دیکھا تھا اور ان کی آواز پہچانتا تھا  
اس بات وہی آواز تھی۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ مزار سے آواز دینا عام آدمی کا کام نہیں  
اس کے بعد فکر کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ دو ہزار روپیہ  
نگر کا خرچ

نگر کے جہید یا رعد کی خواہش کے اندر سے میرے پاس نافضل ہے۔ اب میں نے  
سرچا ہے کہ یہ غریب مسکینوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ فکر میں مہمانوں اور مسافروں کی ان شکلیں کے علاوہ  
نگر کے خدام کو خلیفہ دینے پر ایک ماہی (۲۴ من) گندم تیسرے دن خرچ ہو جاتی ہے اور شال (چلوں)  
دوسرے روز ایک ماہی ختم ہوتی ہے۔ حضرت قبلہ سلطان الادبیار قدس سرہ کے زمانے میں اس قدر غلہ  
صرف مہمانوں اور مسافروں کے گھوڑوں پر خرچ آتا تھا آپ کے دن دس ہزار روپیہ اور معتبر اشخاص و وزراء  
مہمان ہوتے تھے اور روزانہ گوشت، پلاؤ، زردہ اور فالودہ پکاتا تھا اور ظاہر میں کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تھا۔  
آپ نے ساری عمر ناب صاحب بہاول پور سے ایک روپیہ تک نہ لیا اور نہ اپنے خدام کو لینے کی اجازت  
اور زمین اور جاگیر میں ہے آپ نے بالشت بھر زمین قبول نہ فرمائی، البتہ نذر و نیاز جو شخص صدق دل سے  
لاتا تھا قبول فرماتے تھے اس کے باوجود آپ علماء جہان کو سیکڑوں روپے عطا فرماتے تھے اور ہر ایک  
کے لئے ماہوار تنخواہ مقرر تھی اور عالم کی شادی کے لئے ایک ہتھ (مطلاتی) اور ایک جزو مقرر تھا جو  
خود عطا فرماتے تھے۔ فرمایا جس قدر حضرت سلطان بہاول پور کے زمانے میں نگر میں خرچ ہوتا تھا  
اس کے بعد کچھ کچھ نہیں ہو اس کے بعد فرمایا اس کا خرچ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے فکر کا ہے حساب



خروج تھا لیکن ظاہری اسباب کہہ نہ تھے اگرچہ ان کے فکر میں نان خشک قتی تھی لیکن ہمارے صاحبزادگان اور علماء و علماء کو سینکڑوں روپے نقد ملے تھے جس قدر خروج حضرت قبلہ عالم ہارویؒ کے ان روپے خفا نہ کیے کسی اور نے نہیں کیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب پہلی بار ہاروی سلطان محمود بیگؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے حرم مبارک پر گئے تو انہوں نے اپنے شیخ حضرت سلطان الادویار سے پوچھا کہ تہذیب آیا آپ نے ختم خواجگانِ حشت پر حلیہ یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا اپنا لنگر ہے خرچ کرائیں اور جاری رکھیں ان کا اپنی مرضی ہے مجھے کیا کہ ختم چڑھوں (شاید یہ ختم حصولِ برکت کے لئے ہوتا تھا)۔

اس کے بعد ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔

### اجتہاد ائمہ مجتہدین

آپ نے فرمایا کہ لفظ علماء جو حدیث العلماء ودثة الانبیاء میں مذکور ہے، عام ہے اور علماء ظاہر و علماء باطن دونوں اس میں شامل ہیں اس وجہ سے کہ علم انبیاء دو قسم کا ہے۔ ظاہری اور باطنی لہذا اس کے وارث بھی دو گروہ ہوں گے۔ علماء ظاہر نے جو آخرتِ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری علم کے وارث ہیں، اجتہاد کے احکام مرتب کئے ہیں چنانچہ تم دیکھ سکتے ہو کہ انہوں نے کس قدر کام ہائے نمایاں انجام دیے ہیں اسی طرح علماء باطن نے جو آخرتِ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی علوم کے وارث ہیں، آخرتِ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی علوم پر جو مشتمل ہے کشف و الہام پر مرتب کیا چنانچہ دیکھو انہوں نے اسرارِ باطنی کے علوم کو کس کمال پر پہنچایا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم شیخ القاب سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ قدس سرہ اگرچہ حنفی مذہب پسند تھا پھر بھی آپ دوسرے مذاہب کو ترجیح دیتے تھے۔ "نعمات الانس" میں حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ تھے جو خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ خداوند مجھے رجال الغیب میں سے کوئی بزرگ دکھا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوئے ہیں اور وہاں رجال الغیب میں سے ایک بزرگ بھی پاس بیٹھے تھے۔ چنانچہ بیدار ہو کر آپ کے مزار پر گئے کہ شاید رجال الغیب کی زیارت ہو جاوے وہاں جا کر دیکھا کہ وہی بزرگ جن کو رات خواب میں مزار کے پاس کھڑا دیکھا تھا، وہاں کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کا قدم اس کے لئے آگے بڑھے تو وہ بزرگ تیزی سے باہر نکل گئے۔ یہ بھی ان کے

پچھے دوڑتے ہوئے گئے جب وہ بزرگ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے تو دریائے دو طرفوں کے  
ایک قدم کے برابر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے اور وہ دریائے پار چل گئے۔ انہوں نے قسم لے  
کر آواز دی کہ ظہر بائیں اور میری بات سنی میں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کا مذہب کب سے بزرگ  
نے فرمایا کہ: ”حنیفاً مسلماً“ انہوں نے واپس آکر حضرت خوشاہ ظلم کو یہ ماجرا سنایا۔ آپ نے  
فرمایا کہ مشرق سے مغرب تک سوائے اس شخص کے کہ جس کے ساتھ تم نے وفات کی ہے اور یا  
کوئی مل اللہ حنفی المذہب نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت خوشاہ ظلم کا یہ قول ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ  
کس معنی میں آپ نے فرمایا۔ حالانکہ اس زمانے میں اولیائے ہندوستان سے قطع نظر فراسان اور  
خاص کر چٹ شریف میں بہت سے نامدار اولیائے کرام حنفی المذہب موجود تھے۔

## مقبول: بوقت اشراق بروز شنبہ ۱۵ شعبان ۱۳۱۸ھ

**حضرت شیخ مولیٰ حصاص**  
 (ان پڑھ) ہوں۔ میرا ایک سال ہے جس کا جواب غایت فرمادیں۔ میرا نام مولیٰ حصاص شیرازی ہے  
 چونکہ آپ ماری دنیا میں مشہور تھے۔ مشائخِ حرم نے جواب دیا کہ آپ ایضاً اُمتی ہیں کہ آپ کو کسی مسئلہ کے  
 پوچھنے کی ضرورت نہیں، خود عالم آپ سے متغیہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ بے شک جب ظلم لدنی  
 حاصل ہو جاتا ہے تعلیم کی ضرورت نہیں رہتی۔ فرمایا کہ شیخ مولیٰ حصاص فرماتے ہیں کہ میں قبائع و صر

نے چونکہ ادیار اللہ محقق ہوتے ہیں ان کو ایمان تقیہ کی بجائے ایمان تحقیق اور تصدیق حاصل ہوتا ہے لہذا وہ تقیہ  
 خارج ہوتے ہیں لہذا حضرت غوث الاعظم کا مقصد شاید یہ تھا کہ تمام ادیان کے کلام حقیقتاً خود صاحب  
 مذہب ہوتے ہیں اور کسی امام کے عقیدہ نہیں ہوتے چنانچہ اکثر مشائخ نے اپنی کتابوں میں یہ فرمایا ہے کہ ہم اپنے  
 شیخ کے عقیدہ ہیں دوسرے کسی امام کے عقیدہ نہیں ہیں۔



حرم شریف میں رہے، شایع حرم کے پاس جو شخص سائل سے کراۓ اتفاقاً وہ میری طرف بھیج دیتے تھے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق گفتگو ہونے لگی، اپنے

فرمایا کہ حضرت خواجہ حکیم اللہ جہاں آبادیؒ نے فرمایا کہ جو شخص ایک لاکھ مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے اس کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بے حجاب و بے حجاب کلام فرماتے ہیں۔ درود مختصر ہے، اللہم صل وسلم علی سیدنا رسولک محمد تعینک الاقدم والمظہر الاقلام لا سمک الاعظم بعدد تعجیلات ذلک و تعینات منانک و علی اللہ کذلک ط

اس کے بعد فرمایا کہ یہ شرط بھی نہیں ہے کہ روزمرہ مقررہ تعداد میں پڑھے بلکہ ہر روز جس قدر ہر کے پڑھے حتیٰ کہ ایک لاکھ پڑا ہو جائے۔ اسلوب الفاظ اور تعین اوقات و ایام بھی مشروط نہیں تاخیر یا ضرورت یا با ضرورت ہر جیسے ترجمہ کئی عروج نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ آپ کی کن جوں کے خطبات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درود شریف ان کی اپنی تالیف ہے چنانچہ خطبہ عشر و کالمہ میں تحریر فرماتے ہیں: صل علی تعینک الاقدم والمظہر الاقلام لا سمک الاعظم اور برق شریف کے خطبہ میں لکھتے ہیں کہ صل علی تعینک الاقدم والمظہر الاقلام لا سمک الاعظم۔

اس کے بعد راگ کے متعلق گفتگو ہونے لگی، فرمایا کہ راگ کی طرح دنیا میں کوئی چیز ٹوڑ نہیں ہے شرط یہ ہے کہ پیر کی ذات مبارک کو جوڑ ہو۔

اس کے بعد توحید علی کے متعلق گفتگو ہونے لگی، فرمایا کہ عارف کی توحید علی اود ہے اور اس شخص کی توحید علی جو صرف کتابوں کا مطالعہ کر کے

عالم ہو گیا ہے، اود ہے۔ عارف کی جس چیز پر نظر پڑتی ہے اُسے حفظ و ذوق و سرور و روحی حاصل ہوتا ہے کیونکہ عارف ذات حق کے سوا کسی چیز کو موجود حقیقی نہیں سمجھتا۔ مجردات کی تمام ذات، صفات و افعال کو وہ ذات و صفات و افعال ذات مطلق میں منسلک سمجھتا ہے اور اس کا یہ علم حال پر مبنی ہوتا ہے بخلاف اس شخص کے جس کا علم حال سے خالی ہوتا ہے اور آیت شریفہ: و مزاجہ من تسنیم عینا یشریب جہا المقربون میں اُسی حال اور ذوق کی شراب کی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہم اور ہمارے وہ پیران  
طریقت جو مولانا جامیؒ کے بعد ہوئے ہیں سب مل کر تجدید و جوی

## مولانا جامیؒ کی عظمت

ہیں مولانا جامیؒ کے متقد ہیں۔

ادبیائے کرام کا ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے | اس کے بعد  
کسی شخص نے

کہا کہ حافظ حدیق محمد صاحب ساکن بھجڑ ٹنڈی بہتر تھے دوسرے آدمی نے کہا کہ ان سے مولوی  
ابو اسیم سرحدی زیادہ بہتر تھے۔ تیسرے نے کہا کہ مولوی عبدالرحمن سکری بہتر تھے۔ حضرت  
اقدس نے تبسم پر فرمایا کہ ہر شخص اپنے خیال کے مطابق بزرگوں کے مراتب کا اندازہ لگا کر کہہ رہا ہے  
کہ فلاں بہتر ہے فلاں سے لیکن حقیقت حال کا کسی کو علم نہیں ہے۔ فرمایا یہ سب نیک تھے اور  
بہتر تھے۔ (یعنی حرام کو بزرگوں کا فرق مراتب نہ کھائے کیساں ادب ملحوظ رکھنا چاہیے)۔

## مقبوس: بوقت اشراق بزرگ شنبہ ۱۶ شعبان ۱۳۱۸ھ

کتب سیرت و تواریخ میں سقم کا ذکر ہو رہا تھے حضرت اقدس  
نے فرمایا کہ سیر الاولیاء کس قدر معتبر و مستند ہے اس میں

## کتب تواریخ و سیر میں سقم

بھی سقم موجود ہیں۔ اس کے بعد آپ نے وہ کتاب منکوا کر حضرت خواجه قطب الدین اوشی قدس سرہ  
کے حالات سے یہ عبارت پڑھی:

”یہ بزرگ ماہ مبارک رجب المرجب ۵۲۲ھ میں شہر بغداد میں امام ابو الیث

کی مسجد میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ اوسدی اردانیؒ، شیخ

برہائی الدین حشتیؒ اور شیخ محمد اصفہانیؒ کی موجودگی میں حضرت شیخ الاسلام خرم

معین الدین سحریؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ آپ کا دصال ۱۴۰۰ھ رجب الاول ۶۳۳ھ کو ہوا اس میں بہت فرق ہے

کیونکہ حضرت خواجه بزرگ اجمیریؒ کی تاریخ دصال ۱۴۰۰ھ رجب ۶۳۳ھ ہے۔



اس کے بعد فرمایا کہ اسی طرح کتاب نفحات الانس بھی مستند ہے لیکن اس میں بعض عبارات صحیح نہیں ہیں چنانچہ شیخ رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ابتدائے سلوک میں حضرت شیخ احمد سیوطی کی خدمت میں رہے ہیں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک بزرگ کے حوالے کیا گیا ہے کہ جن کا لقب کبریٰ ہے۔ ایک دن کسی شہر سے لوگ آ رہے تھے، اُن سے پوچھا کہ آیا تمہارے شہر میں کوئی خدا تعالیٰ کا راستہ دکھانے والا بزرگ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ایک بزرگ ہیں جن کا نام نجم الدین، لقب کبریٰ ہے۔ اگرچہ وہ جوان ہیں لیکن بڑے باکمال اور عظیم الشان بزرگ ہیں اور طالبانِ حق کی تربیت میں بہت ہدایت رکھتے ہیں۔ شیخ رضی الدین نے کبریٰ کا لفظ سنتے ہی اس شہر کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور شیخ احمد سیوطی سے اجازت طلب کی۔ اپنے فرمایا ذرا شہر جاؤ۔ سڑکی کا موسم ہے برف پڑ رہی ہے موسم اچھا ہو جائے تو پھر چلے جانا لیکن انہوں نے ایک زسنی اور کمال شوق میں روز بروز پڑے چنانچہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں دیکر کمال کر پئے۔

فرمایا یہ عبارت بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ شیخ احمد سیوطی اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے زمانے میں کافی فرق ہے۔ شیخ نجم الدین کے خلیفہ فلاں تھے اور ان کے فلاں خلیفہ جو شیخ احمد سیوطی کے ہمعصر تھے، دیکھو ان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

## مقبول: بوقت اشراق بروز شنبہ ۱۸ ماہ سال مذکور

سماع کی حالت و حرمت کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی حضرت اقدس نے فرمایا کہ سماع جوازِ سماع حلال ہے کیونکہ سماع کے بالا حالت (بذاتِ خود) حرام ہونے کے متعلق کوئی قطعی یا قطعی دلیل قائم نہیں ہوئی۔ جن احادیث میں سماع کے حرام ہونے کا حکم وارد ہوا ہے وہ بالغرض ہے۔ اس وجہ یہ ہے کہ زمانہ رجائیت میں لوگ عیش و عشرت کی مجلس منعقد کرتے

تھے یعنی نفسِ سماع کی حرمت نہیں بلکہ اس کے ساتھ دوسری حرام کے شامل ہونے سے حرام قرار دیا گیا ہے۔

تھے جس میں شراب اور لہو و لعب و معاشرت تک شامل کرتے تھے چنانچہ جب قرآن مجید میں شراب کے حرام ہونے کے احکام وارد ہوئے تو ان مجالس میں سماع سمیت تمام چیزوں کی بالخصوص عزت وارد ہو گئی۔ لہذا سماع کی حرمت کا انحصار اس کی وضع و ہیئت پر ہے جس کا اوپر ذکر ہوا اگر مجلس سماع میں شراب، لہو و لعب وغیرہ ہوتو بیشک یہ سماع حرام ہے۔ جذبات خود نہیں بلکہ بالعرض حرام ہے لیکن اگر مجلس سماع حرام چیزوں سے خالی ہے پھر جبکہ صدیق اکرام کی مجالس سماع ہوں تو اس قسم کا سماع حلال ہے قطعاً حرام نہیں نہ بالاصل نہ بالعرض۔ اب رہی یہ بات کہ بعض مشائخ نے سماع نہیں مثلاً شائع نقشبند اور بعض نے سماع ہے مثلاً فراج گاہی مشیت تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شائع نقشبند یہ کافر میں مداریہ مشغول و مراقبہ (یعنی ان کی مشغولی کا انحصار خاموشی پر ہے)۔ اس وجہ سے وہ سماع نہیں سنتے نہ کہ اس وجہ سے کہ سماع حرام ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم سنا سنا رہے اور میں کانوں میں انگلیاں دے کر بیٹھ جاتا ہوں۔ پس آنحضرت نے کانوں میں انگلیاں نہ دیں اور حضرت عمرؓ نہ سنتے رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سماع حلال ہے۔ اب اگر سماع حرام ہو تو آپ حضرت عمرؓ کو کیوں سننے دیتے اور کانوں میں انگلیاں دینے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کسی خاص مشغل میں تھے۔ حضرات مشیت کافر کے باب میں مداریہ جوش اور ذوق و شوق ہے اسی سبب سے وہ سماع سنتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ چنانچہ  
**ہر شیخ نے سماع کے متعلق اجتہاد سے کام لیا**  
 امام دین تھے ہر شیخ نے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر جو چیز متحسن دیکھی اسے اسامیہ رقیق بنایا۔  
 چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ نے مشغول و مراقبہ کو مستحسن سمجھا یہ نہیں کہ انہوں نے سماع کو حرام قرار دیا۔

اے حضرت خلیفۃ الاولیاء نقشبند قدس سرہ کا مقولہ مشہور ہے۔ سماع کے متعلق آپ نے فرمایا کہ "مومنہ انکاری کہم نہیہ" کا بری کہم نہیہ (یعنی سماع سے نہ بچے انکار ہے اور نہ ہی میں یہ کام کرتا ہوں) سماع آپ اس لئے نہیں سنتے (باقی آئندہ صفحہ)



## مولانا جامی نقشبند کا سماع

فرمایا حضرت سروا جامی اگر یہ نقشبندی تھے لیکن چونکہ آپ مجتہد وقت تھے آپ نے سماع کو مستحسن سمجھ کر جائز قرار دیا ہے اور سماع سننے

تھے بلکہ آپ کے سماع کے بیت شائق تھے۔ مشائخ چشتیہ بھی خوب سماع سنتے تھے۔ یہ درست ہے کہ بعض مشائخ چشتیہ نے سماع نہیں سنا یا کم سنا ہے اس کا وجہ یہ کہ اؤپر بیان ہو چکا ہے یہ ہے کہ ہر شیخ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتا ہے۔

## حضرت مرزا جان جانان کا سماع

حضرت مرزا مظہر جان جانان نقشبندی تھے اور بڑے باکمال بزرگ تھے لیکن سماع کا بھی آپ کو بے حد شوق تھا

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز میں خدا تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی سکنت رکھی ہے۔ مجھے سلسلہ نقشبندیہ میں رکھنے میں سکنت یہ ہے کہ اس میں میرا وجود بچ گیا مددِ الٰہی میں سلسلہ چشتیہ میں ہر گز تھوڑے عرصے میں جل کر خاک ہو جاتا، زیادہ عرصہ زندہ نہ رہتا۔ یہ سلسلہ نقشبندیہ کی برکت ہے کہ سماع کے ساتھ سخت محبت کے باوجود تاب لایا ہوں۔

## مرزا مظہر جان جانان کا عشق مجازی

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ بزرگوں نے نسبت چشتیہ کو شراب کی مستی اور جوش

و غروش سے تشبیہ دی ہے اور نسبت نقشبندیہ کو ایفون کے نشہ سے ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مرزا مظہر جان جانان عاشقِ مزاج بھی تھے۔ آپ ایک ہندو لڑکے پر عاشق تھے جو برہمنی قوم سے تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے دیوان میں ایک شعر اس کے متعلق بھی لکھا ہے۔ فرمایا ایک دن سو رہے تھے اور اس ہندو لڑکے کو بیٹھنے پر بشار کا تھا جس طرح کوئی ٹھوڑے پر سوار ہو کر

(بقیہ گذشتہ صفحہ) تھے کہ آپ کے سلوک کا انحصار خاموشی پر تھا۔ یاد رہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت ابو بکر صدیقؓ پر جا کر ختم ہوتا ہے اور حضرت ابو بکرؓ کا نام و نشان تھے لہذا سلسلہ نقشبندیہ میں راتین خاموشی میں بیٹھنے اور ذکرِ جہری کی بجائے اس سلسلہ میں ذکرِ خفی کو ترجیح دی جاتی ہے لیکن سلسلہ چشتیہ میں حد و عشق و عشق و جوش و غروش ہے اس لئے ذکرِ جہری اور سماع سے خوب متنبی ہوتی ہے۔

لے یہ قول بھی حضرت مرزا مظہر جان جانان نقشبندیؒ کا ہے

بیعت تھی۔ اس کے بعد اپنے متعلقین سے فرمایا کہ معذور کو بچاؤ اور تصویر سے لود۔

اس کے بعد فرمایا کہ مرزا صاحب اور حضرت قبلہ مولانا محبت النبی دہلوی کے درمیان کمال دوستی اور محبت تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ نقشبندی بزرگ ایک دفعہ گانے بجانے والے لوگوں کے محلے گزرتے تھے اور وہ لوگ گانا کیلئے کی شوق کر رہے تھے جب ان کی آواز آپ کے کانوں میں پہنچی تو بے خود ہر کر گر پڑے اور بازو ٹوٹ گیا۔ کان دیر کے بعد کسی کا دہن سے گزر رہا تو دیکھا شیخ دفعتاً گرے پڑے پڑے ہیں اور بازو بھی ٹوٹا ہوا ہے۔ جب وہ ہر شس میں اُسے فرمایا کہ یہی وجہ ہے نقشبندی سماع نہیں سنتے۔

## مقبول ۳۳: بوقت اشراق بروز دوشنبہ ۲۴ ماہ سال مذکور

### شاعر علی حید کی بیعت

اس بات کا ذکر ہر دم تھا کہ علی حید صاحب ایاتِ سرمدی کی بیعت کہاں تھی۔ حضرت اندرس نے فرمایا کہ درگ کہتے ہیں کہ ان کی بیعت حضرت مولانا فرید الدین دہلوی کے ساتھ تھی لیکن یہ بات کہ حضرت مولانا بہتم گلوچہ راجہ تشریف لائے اور وہاں بیعت ہوئے۔ میرے نزدیک غیر صحیح ہے۔ ایک شخص نے کہا تھا:

لے ملاذ اشرف علی قانوی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک اور ایک حدیث ہے جس میں دہلی تھی اور ساتھ ہی لنگا رہی تھی جیسے اس کی آواز سن کر وہی ہوش ہو کر گر گئے۔ نیز ایک دفعہ جب ایک بزرگ کے قوال نے آپ کو قوالی سننے پر بھیج دیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا گو لیکن ساز نہ بجانا۔ جب اس نے گانا شروع کیا تو آپ سے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہاں ہے کہ میری پیشین گوئی سچ سننے سے منع فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے ایک مرید ابیہلم پر جو سالک بھی تھا کچھ حالت جاری ہو گئی اور دماغ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ باؤ سماع منو۔ جب اس نے سماع سنا تو حالت میں اعتدال آگیا۔ اس میں مولانا قانوی نے فرمایا کہ سماع کو صوفی کے صوفی پر استعمال کرنا چاہیے۔ ذکر خدا کے طور پر (ماخوذ از: جمن و جمشید)۔ مولانا قانوی کے ایک مرید جلیل علی خاں کی تالیف ہے۔



مکان میں بیعت ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ملتان چھوڑ کر راجہ، حضرت اقدس کا اس طرف میرے نزدیک بالکل صحیح نہیں لیکن علی حیدر کا دہلی جانا اور وہاں ٹھہرنا البتہ درست ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں بیعت ہوئے کیونکہ جب حضرت مولانا دہلی تشریف لائے تو پہلے مقام کھنڈہ پھیل میں ایک مکان کر اہ پرے کے کمرہ نشین پذیر ہوئے اور دس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اس وقت آپ کی پیرزادگی کے سوا شیخیت کی شہرت نہ تھی اس زمانے میں حضرت قبلہ عالم ہارویؒ نے بطور طالب علم پٹنہ شروع کیا۔ اس کے بعد رابطہ اذلی کی وجہ سے حضرت مولانا کانور ولایت حضرت قبلہ عالم پر ظاہر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے بیعت فرمائیں تو انہوں نے قبول فرمایا۔ آپ کی بیعت محلہ پھیل چھوڑنے کے دو ڈھائی ماہ بعد ہوئی اور بیعت کے بعد کابل پندرہ سال آپ حضرت مولانا کی خدمت میں رہے۔ چنانچہ ان پندرہ سالوں میں میاں علی حیدر برگزیدہ مرید نہ ہوئے۔ البتہ اس سے پہلے بیعت ہونے کا احتمال باقی ہے۔ ممکن ہے کہ ان دو ماہ میں کسی دن مرید نہ ہو گئے ہوں۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ پھیل دار ارقم کی طرح تھا چنانچہ اس دار ارقم کے اندر معدودے چند شاخیں کا داخل ہوتا تھا۔ اس طرح اس مقام پر بیعت ہونے والے بھی معدودے چند تھے چنانچہ از روئے شرف و فضیلت حضرت قبلہ عالم ہارویؒ سب سے پہلے مرید ہیں اور خلافت میں بھی آپ تمام خلفاء سے اسبق اور اقدم (سب سے پہلے) ہیں۔ حضرت قبلہ عالم کے مریدین مثل حضرت صاحب نار و دار حضرت حافظ صاحب اور حضرت سلطان الاولیاء بھی حضرت مولانا کے خلفاء سے مقدم ہیں۔ (یعنی حضرت مولانا کے باقی خلفاء کی خلافت سے پہلے یہ حضرات حضرت قبلہ عالم کے مرید ہوئے۔ کیونکہ ان پندرہ سالوں میں حضرت قبلہ عالم کے سوا کسی شخص کو خلافت عطا نہیں ہوئی تھی)۔ سو لہٰذا سب سے پہلے حضرت صاحب نار و دارؒ نے حضرت قبلہ عالم سے بیعت کی اس کے بعد حضرت حافظ صاحب اور قبلہ سلطان الاولیاء نے بیعت کی۔ اس وقت تک حضرت مولانا دہلیؒ نے اور کسی کو خلافت عطا نہیں کی تھی اس لئے حضرت قبلہ عالم کے مریدین کی باقی خلفاء پر بیعت حاصل ہو گئی اور تقدم حضرت قبلہ عالم درجہ اولیٰ ثابت ہوا اور خلافت کے بارے میں حضرت قبلہ سلطان الاولیاء کو حضرت حافظ صاحب

لے ارقم یعنی کالا سانپ جس پر سفید کڑیاں ہوں مطلب یہ کہ اس گھر میں بہت کم لوگ آتے جاتے تھے۔

پر تقدم حاصل ہے۔ (یعنی خلافت پہلے ملی)۔

## مقبوس ۴: بوقت اشراق بروز جمعہ ۱۲ شعبان سال مذکور

راقم الحروف نے عرض کیا کہ فلاں شخص وغینہ طلب کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ درود شریف  
اللهم صل وسلم علی سیدنا رسولک محمد تعینک الا قدم والمظہر الاتقوالا سمک  
الاعظم بعدد قبلیات ذانک و تعینات صفاتک و علی الہ کذا لک  
ایک سو بار صبح کی نماز سے پہلے پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے: اللہم زد نورنا وزد  
سرونا وزد حضورنا وزد معرفتنا وزد نعمتنا وزد محبتنا وزد عشقنا وزد شوقنا  
وزد ذوقنا وزد علمنا وزد باموالنا برحمتک یا ارحم الراحمین ط

اس کے بعد کوہالہ کے  
رہنے والے بزرگوں کا

### میاں صالح محمد شاہ صاحب اور مخدوم گنج بخش صاحب

ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ میاں صالح شاہ صاحب اور میاں موسیٰ شاہ صاحب کوہالہ بھی درویش  
اور فقیر تھے اور شیخ عبدالرحمن لکھنوی مصنف "کلمۃ الحق" ان کے مرید تھے۔ بعد ازاں فرمایا جب  
مخدوم صاحب گنج بخش جنگا در سجادہ نشین دہلی گیلانی، نواب صاحب عباسی والی ڈیرہ اور کی نارنگی  
کے بعد نویسیاں میں سکونت پذیر ہوئے تو وہاں انکی شہرت خوب ہوئی۔ میر صاحب تالپور جو سندھ کا حکمران  
تھا ان کا معتقد ہو گیا اور کافی نقد و اراضی دیکر وہاں ایک شہر کی بنیاد رکھی جس کا نام قادر پور رکھا گیا۔ چونکہ مخدوم  
صاحب کے مزاج میں تشدد و غلو بہت تھا انہوں نے یہاں صالح شاہ صاحب جو خود سید گیلانی تھے، انکے طرف  
کہلا بھیجا کہ آؤ اور اپنا نسب میر مجھے دکھاؤ لیکن وہ نہ آئے۔ دوسرے دن مخدوم صاحب نے کہلا بھیجا  
کہ اگر آج تم اپنی رضا و رغبت کے ساتھ نہ آئے تو چند آدمی بھیج کر گرفتار کرالوں گا۔ میاں صالح محمد شاہ صاحب  
نے کہلا بھیجا کہ میں آپ کا فقیر، دعا گو اور نیاز مند ہوں مجھے معاف کریں۔ جب رات کو مخدوم صاحب  
سوئے تو کچھ دیر کے بعد بیدار ہو کر کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا پٹنگ ایک بیابان جنگل میں پڑا ہے اور چاروں طرف  
جہاں تک نگاہ جاتی ہے جنگل ہی جنگل ہے سوائے ایک ناداقت شخص کے جو وہاں کھڑا کچھ اچھا چل رہا ہے۔



مخدوم صاحب نے ڈر اور خوف کی حالت میں اس شخص سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا میں نیاز مند صالح فقیر ہوں۔ مخدوم صاحب نے اپنے دل میں کہا کہ میں تو اس کی گرفتاری کا ارادہ کر رہا تھا۔ اب جنگل میں اس کے ہاتھ آگیا ہوں۔ اب کیا ہوگا۔ مخدوم صاحب نے اُن سے پوچھا کہ اب میں کیسے مگر جاؤں۔ میان صالح محمد شاہ صاحب نے کہا کہ آپ آرام سے سو جائیں جس طرح آپ آئے ہیں اسی طرح واپس پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ مخدوم صاحب سو گئے۔ جب بیدار ہو گئے تو اپنا پتلا اپنے گھر میں پایا۔ اس کے بعد ارادہ میان صالح محمد شاہ صاحب کے خلاف رکھتے تھے ترک کر دیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ واقعہ مخدوم صاحب رنج گیلانی کے ملفوظات میں بھی درج ہے کیونکہ مخدوم صاحب نے خود یہ واقعہ ملفوظات میں درج کرایا۔

### وظیفہ برکت برکت

اس کے بعد ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے برکت کا وظیفہ عطا فرمایا جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا بعد نماز ظہر چار سو بار دو ماہ تک پڑھے اور دو ماہ کے بعد روزانہ پچیس بار پڑھے۔ دعا یہ ہے: بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِی وَدِیْنِیْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِیْ وَعَالِیْ وَوَلَدِیْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی مَا عَطَانِی اللّٰهُ اللّٰهُ رَبِّیْ لَا اَشْرَکَ بِہٖ شَیْئًا اللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُ اَکْبَرُ وَاعِزُّوْا لِحُلِّیْ وَاعِظُمُوْا مِمَّا اَخَانُ وَاحْذَرُوْا غَیْرَیْ جَارِکَ وَجَلِّ ثَنَاءَکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ مُّرِیْدٍ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیْ اللّٰهُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ وَہُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَلِیُّ اللّٰهِ الَّذِیْ نَزَلَ الْکِتَابَ وَہُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ ط

### مقبول ۴۵: بوقت اشراق روز یکشنبہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

موت کا ذکر ہو رہا ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ عوام انسان مرتے ہیں، عارفین نہیں مرتے۔ روح کے لئے موت نہیں جیتا ہے۔ خواہ وہ عارف کی روح ہے یا غیر عارف کی۔ حیات کا

مطلبِ وجود تام و مستقل اور ہیکل حیوانی (حیوانی جسم) پر روح اللہ کی نظر حرارتِ عزیزہ کو بحال رکھتی ہے۔ موت سے مراد روح کا جذبہ حیوانی اور حرارتِ عزیزہ سے نظر ہٹا لینا ہے۔ بالفاظِ دیگر موت نام ہے جذبہ حیوانی سے نظر (توجہ) روح کے انفکاف (ختم ہونا) کا۔ اب چونکہ عالمِ برزخ میں بھی وجود ہوتا ہے لیکن نامکمل اور غیر مستقل وجود ہوتا ہے اس لئے اقامت پذیر نہیں ہو سکتا۔ سوائے اُس آدمی کی قوتِ تمخیل کے۔ چنانچہ جس آدمی کی قوتِ خیالیہ زیادہ وضاحت کے متشکل ہوگی چونکہ اہل دنیا کی قوتِ خیالیہ خام ہوتی ہے اس لئے اہل اللہ کا وجود عالمِ برزخ میں اس طرح واضح ہوتا ہے جس طرح اہل دنیا کا وجود دنیا میں۔ بلکہ اس سے بھی سو درجہ بہتر اور قوی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل دنیا کی موت کو موت کہتے ہیں اور اہل اللہ کی موت کو موت نہیں کہتے۔ عوامِ اناس اور عارفین کی موت میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

اس کے بعد اس بات پر گفتگو ہونے لگی کہ بعض شخص اپنے آپ کو سید کہے اس کی تعظیم لازمی ہے

لوگ اپنے آپ کو سید بتاتے ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حبیبِ پرہیز مردانِ خدا کا کام ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو سید بتاتا ہے اور درحقیقت سید نہیں ہے، اس کی تعظیم کرنی چاہیے، اس کے ساتھ نیاز سے پیش آنا چاہیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص خلیفہ شرف الدین پاروی کی خدمت میں اگر رہنے لگا، وہ اپنے آپ کو سید بتاتا تھا اور خلیفہ صاحب کا جلس اور انیس بن گیا تھا۔ خلیفہ صاحب بھی اس کے ساتھ ادب سے پیش آتے تھے۔ ایک فنِ خلیفہ صاحب کا ایک مُرید آیا جو اس شخص کو پہلے سے جانتا تھا۔ اُس نے آتے ہی اُس کے ساتھ بے حجابی سے گفتگو شروع کر دی اور کہا کہ خان صاحب طبیعت کیسی ہے اس ہے اس شخص کو سخت محسوس ہوئی اور حجاب سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ جب وہ مر گیا مگر سہل گیا تو خلیفہ صاحب بن بلائے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ مرید بہت خوش ہوا کہ آپ نے بڑا کرم فرمایا۔ غریب خان پر تشریف لائے ہیں۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ تم نے فلاں شخص کو جو ہمارے ہاں سید کہا تھا، خان صاحب کہا تھا۔ جس سے وہ بیچارہ بہت شرمندہ ہوا ہے آئندہ جب تم آؤ تو اسے شاہ صاحب کہہ کر مخاطب کرنا۔ پس یہ بات کہنے کے لیے آیا ہوں۔



## شیعوں پر حضرت سلطان الاولیاء کی فوج کشی

اس کے بعد راضیوں کی سرکشی کا ذکر ہونے لگا۔ ایک آدمی نے پوچھا کہ حضور حضرت سلطان الاولیاء نے کن راضیوں پر حملہ کیا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بڑا کبر شاہ اور کوٹ سہابہ کے سادات بخت راضی اور شیعیہ ہیں۔ ایک دفعہ ماشورہ کے دن اکبر شاہ اور دوسرے لوگ تانہریہ اٹھا کر مولوی احمد یار کے گھر کے پاس سے گزرے اور بلا وجہ مولوی صاحب اور ان کے متعلقین کو بڑا بھلا کہا جس سے فساد برپا ہو گیا۔ چونکہ مولوی صاحب اور ان کے ساتھ تھوڑے آدمی تھے۔ اور سادات صاحبان تیار ہو کر آئے تھے انہوں نے ان کی نالہ پٹ کی اور بہت ستایا حتیٰ کہ مولوی صاحب کے گھر میں گھس گئے۔ اور پردہ کا خیال نہ کیا۔ مولوی صاحب نے حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں آکر سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر حضرت سلطان الاولیاء کو غصہ آیا اور آپ نے اپنے تمام مریدین کو جو داد پورہ قوم سے تھے خطوط لکھے چنانچہ کہانی گڑھی ہٹا پور، فتح پور، کنڈانی، موسانی، شیدائی، اگرانی کے تمام داد پورہ لوگ ہتھیار لگا کر پہنچ گئے اور کل بارہ ہزار آدمی جمع ہو گئے یہ لشکر لے کر آپ حملہ آور ہوئے اور میانوالی کے قریب جا کر ٹھہرے۔ اندریں اشن نواب صاحب بہاول پور نے جو ابھی تخت نشین ہوئے تھے بھی کہلا بھیجا کہ داد پورہ قوم کو کہلا یا جائے کہ اگر کسی شیعیہ سادات کی مدد کی تو ان کی جاگیریں ضبط کر لی جائیں گی اور ان کو جلا وطن کر دیا جائے گا۔ اگر وہ جنگ کریں تو ہمیں مطلع کر دو کہ ہم اپنی فوج روانہ کریں یہ دیکھ کر سادات نے راہ فرار اختیار کی اور جلا وطنی اختیار کر لی اور مدت دراز کے بعد واپس آئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اسی طرح حضرت محبوب الہی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> بیت پور میں فساد کے زمانے میں بھی اس قسم کا فساد علامۃ سیدت پور میں ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سجادگی کی ابتدا میں حضرت قبلہ محبوب الہی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> سیدت پور

تشریف لے گئے۔ آپ کے بھائی صاحب بھی ساتھ تھے۔ وہاں ایک مسلمان طالب علم اور ایک ہندو کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ ہندو نے اس طالب علم کو گالی دی۔ اس پر میرے چچا صاحب کو سخت غصہ آیا اور فساد بڑھ گیا۔ چونکہ فیادیم سیت پور اور علاقے کے دیگر امراء اور روسا حضرت سلطان الاولیاء کے مرید تھے انہوں نے یہ کام کیا کہ ان کے بست خانوں میں جا کر بست توڑ دیئے اور ان کی گائیں ذبح کر ڈالیں ان کے اموال کو مال غنیمت بنالیا اور ہندوؤں کو خوب مار پیٹ کی۔ اس زمانے میں علاقہ سیت پور بہاولپور میں شامل تھا۔ ہندوؤں نے نواب صاحب کے ہاں واویلا کیا لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

### حضرت کی للہیت سے کافر مسلمان ہو گیا

اس کے بعد انسانیستہ

گئی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ صابہ کہ ام بھی کفار کے ساتھ جنگ کرتے تھے۔ کفار کو غلام بناتے تھے اور ان کو ذلیل و خوار کرتے تھے۔ مال غنیمت حاصل کرتے تھے۔ بیسکن صابہ کے دل میں رعونت و انسانیستہ کی بوتلم نہ تھی۔ محض رضائے الہی کے لیے سب کام کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علیؑ نے ایک کافر کو تین دن مسلسل روائی کے بعد مغلوب کیا۔ اس وجہ سے کہ وہ طاقت میں آپ کا ہم پلہ تھا۔ جب آپ نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ اور سرتق سے جدا کرنے کا ارادہ کیا۔ تو کافر نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔ اس پر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ کافر نے کہا کہ تین دن مجھ سے لڑتے رہے ہو۔ اور اب جب کہ مجھ پر غالب آگئے ہو تو مجھے قتل کرنے کی بجائے آپ نے زندہ چھوڑ دیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ جنگ کرنا محض رضائے الہی کی خاطر تھا۔ جب تو نے میرے منہ پر تھوک تو میں ڈر گیا کہ مبادا انسانیستہ کا اخیر میں شامل ہو جائے۔ اس لیے تجھے چھوڑ دیا یہ دیکھ کر کافر اسی وقت مسلمان ہو گیا۔



## مقبول ۴۶: بوقت اشراق بڑھمبرات رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ

حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاءؒ کے دس خلفاء اور بہت مقربین و اصحاب تھے۔ اسی طرح حضرت سلطان الاولیاءؒ حضرت قاضی محمد عاقلؒ کے بھی بہت خلفاء تھے۔ نیز حضرت سلطان المشائخؒ کی طرح حضرت سلطان الاولیاءؒ بھی سخاوت و رشد و ہدایت اور تحریم شریعت میں مشہور تھے۔ حتیٰ کہ لقب میں بھی یکساں ہے جس طرح حضرت سلطان المشائخؒ کا فیض عام تھا۔ سلطان الاولیاءؒ کے فیض سے بھی علاقے کے تمام غلام، علماء، فضلاء، امراء و سادات اور سرداران قوم سرفراز تھے۔ لیکن کتاب تکریم سیر الاولیاء اچھی اور جید کتاب نہیں ہے اس میں سلطان الاولیاءؒ کے صرف چار خلفاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک مولوی سلطان محمود صاحب خان بیگمئی دوسرے خلیفہ شرف الدین صاحب پرارویؒ ان کے علاوہ دو بعد میں۔ لیکن کتاب کے مصنف نے حضرت شیخ کے خلفاء کے علاوہ احباب میں سے صرف پانچ کا ذکر کیا ہے حالانکہ حضرت اقدس کے خلفاء اور احباب بے شمار تھے۔ مثلاً گل حسن و میر بیچ، مولوی اللہ دین جیسے آپ کے ہزاروں احباب تھے۔

حضرت شیخ شہاب الدینؒ | اس کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین عمر

سہروردی قدس سرہ کی عظمت کا ذکر ہونے لگا۔ ایک شخص نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدینؒ شہودی تھے۔ نہ کہ وجودی اس وجہ سے انہوں نے حضرت شیخ اکبر کے مقلد نامہ و اکلمات کہے ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا یہ ان لوگوں کی جہالت اور زولمت ہے ورنہ حضرت شیخ طریقت کے

ع۔ یعنی نظریہ وحدت الوجود کی بجائے وحدت الہیہ کے قائل تھے وحدت الوجود اور وحدت الہیہ کی تشریح پہلے مقالیں کے حاشیوں میں ہو چکی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ”مقدمہ کتاب“

امام الائمہ میں۔ اور آپ کی کتاب عوارف المعارف اصول طریقت میں نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے۔ حضرت خواجہ گنج شکرؒ کو حضرت شیخ شہاب الدین ہمدردی کی نسبت جید سند ملی ہے اور آپ کے بعد یہ اناد مسلسل و پیوستہ ہم تک پہنچی ہیں، چنانچہ مولوی گل محمد نے تلمذ میں حضرت شیخ کی بہت مدحت و ثنا کی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اسی طرح بعض لوگ مولانا جامیؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ عارف نہیں تھے۔ حالانکہ عبدالرحمن جامیؒ سید العارفین ہیں اور ہمارے تمام مشائخ نے مسئلہ وحدت الوجود میں مولانا جامیؒ کا اتباع کیا ہے اور آپ کو توحید میں امام و پیشوا مانا ہے۔

**حضرت اکبر کو قطب وقت مانتے ہوئے فتویٰ کفر لگانا** | اس کے بعد فرمایا کہ بعض لوگوں نے حضرت شیخ اکبرؒ محی الدین ابن عربیؒ پر کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ شیخ عزیز الدین عبدالسلام نے جن کا شمار اکابر مشائخ میں ہوتا ہے بھی ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس وقت شیخ عزیز الدینؒ کے ایک خادم نے آپ سے دریافت کیا کہ آج کل قطب وقت کون ہے شیخ عزیز الدینؒ نے فرمایا کہ اس وقت قطب مدار شیخ اکبرؒ محی الدینؒ عربیؒ ہیں خادم نے عرض کیا کہ پھر آپ نے کفر کا فتویٰ کیسے لگایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب مجھے تم نے قاص وقت میں پوچھا ہے تو یہی جواب ہے۔ اگر عام وقت میں یعنی عوام کے سامنے پوچھو گے تو وہی فتوے دوں گا۔

**حضرت امام عبداللہ یافعیؒ** | اس کے بعد حضرت امام عبداللہ یافعیؒ کا ذکر کرنے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ امام یافعیؒ حضرت معدوم جابائیاں اوچی کے مشائخ میں سے ہیں۔ امام یافعیؒ نے اپنی تاریخ رجس کا نام تاریخ یافعیؒ (یافعی ہے) میں لکھا ہے کہ تین مشائخ ایسے ہیں کہ جن کا چوتھا نہیں ہے۔ شیخ نجم الدین اصفہانیؒ شیخ ابوالفتح ثنائیؒ حضرت معدوم نصیر الدین چراغ دہلویؒ



## مقبول بوقت عاشائے بدھ جمعہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ

ایک موحی نے حضرت اقدس کی خدمت میں اکر  
**حضرت اقدس کا عدل** عرض کیا کہ غلام شخص کے لڑکے نے مجھے مارا ہے

اپنے خدام سے فرمایا کہ لڑکے کو پکڑ کر پیش کر دو۔ لیکن وہ مفرور ہو گیا ایک دن وہ پکڑا گیا اور  
 حضرت اقدس کے سامنے لایا گیا۔ حضرت نے موحی کو طلب فرمایا اندریں استاد آپ نے  
 حاضرین نے فرمایا کہ میں موحی سے کہوں گا کہ لڑکے کو اسی طرح مارو جس طرح اس نے تجھے  
 مارا ہے اور تم لوگ لڑکے کی سفارش کرنا اور موحی سے کہنا کہ معاف کر دے۔ چنانچہ جب  
 موحی آیا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ اسے مارو جس طرح اس نے تجھے مارا۔ یہ سنتے ہی  
 موحی کا دل بھر آیا اور اس نے عرض کیا کہ حضور مجھے میرا حق مل گیا ہے۔ میں نے لڑکے کو غلامی  
 اس کے بعد فرمایا کہ عدل حاکم کی

**برائی کا بدلہ نیکی میں دینا جو ان مردی ہے** طرف سے ہوتا ہے اور احسان ظلم

کی طرف سے۔ شیخ سعدی نے اپنی کتاب گلستان میں فرمایا ہے۔

بگوئی بادل کو دن چنانست کہ بدکردن بجائے نیک مردان

(دروں کیساتھ نیکی کرنا ایسا ہے جیسے نیکیوں کیساتھ بدائی کرنا نیز شیخ سعدی نے بوتان میں فرمایا)

اگر مردی احسن الی من اساء بدی را بدی سہل باشد جزا

(برائی کا جواب برائی میں آسان ہے بہادر می ہے کہ تو احسان کرے اس کے ساتھ جس نے

میرے ساتھ برائی کی) فرمایا کہ ان دونوں اشعار میں تناقض و تعارض نہیں ہے۔

پہلا شعر پہلے شخص کے حق میں ہے۔ اور دوسرا اشعار دوسرے شخص کے حق میں ہے۔  
 تناقض و تعارض اس وقت لازم آتا ہے جب دونوں اشعار ایک ہی شخص کے حق میں کہے  
 جائیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ پہلا شعر شریعت میں صحیح ہے۔ دوسرا طریقت میں تو یہ جواب  
 اس کا صحیح ہے۔ کیونکہ شریعت اور طریقت ایک چیز ہے۔ الگ الگ نہیں ہیں۔

## مقبول ہوتے اشراق برز شنبہ ۳۱ ماہ و سال مذکور

فقراء اہل ہنود | فقرائے ہنود کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہر زمانے کا دستور الگ رہا ہے۔ بعض مشائخ متقدمین

نے فقرائے ہنود کو لفظ حکماء سے یاد کیا ہے۔ بعض نے کفار سے بعض مشائخ متاخرین نے ان کو فقرائے ہنود اور بعض نے جوگی کہا ہے۔ داراشکوہ صاحب کہتے ہیں کہ جس طرح اہل اسلام میں اہل کمال اور اہل عرفان ہیں۔ اسی طرح ہنود میں بھی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں محمود میاں احمد فرماتے ہیں کہ میں نے دو جوگی دیکھے ہیں۔ ایک کے اندر یہ قدرت عظمیٰ کہ پھیل کر بانی کی طرح ہو جاتا تھا اور دوسرے جوگی میں یہ کمال تھا کہ جس شخص کو شکروم کر کے کھلاتا تھا وہ اس کا گو ویدہ ہو جاتا تھا اور اس کا پچھا نہیں چھوڑتا تھا بلکہ تا حیات اس کا طریقہ اختیار کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک فرنگی کو شکروم کر کے کھلائی تھی اس نے نصرا نیت سے منحرف ہو کر اس کا طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ اور زون لباس پہن کر جوگی کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہمارا مبدع بھی اپنے وقت کے نبی تھے وہ راجہ نیپال کے بیٹے تھے۔

### مہاتما بدھ اور موت کا علاج

جب جوان ہوئے تو سارا دن عیش و عشرت میں گزارتے تھے جس طرح راجہ زادگان اور شاہ زادگان کا دستور ہے۔ ایک دن وہ شکار کے ارادے سے باہر گئے۔ راستے میں چند لوگوں کو دیکھا کہ ایک مریض کو اٹھایا جا رہے ہیں۔ ان سے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے لوگوں نے کہا اس کو بیماری ہے انہوں نے پوچھا بیماری کیا ہوتی ہے۔ لوگوں نے کہا بیماری تکلیف درد اور الم کا نام ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا اس سے چھٹکارے کا کوئی طریقہ ہے لوگوں نے کہا کہ اگر ایام زندگی باقی ہیں تو علاج ہو سکتا ہے یہ سن کر دل میں کہنے لگے کہ یہ کوئی علاج نہیں ہے اس کے بعد ہمارا مبدع غزوہ ہو کر واپس چلے گئے اور خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ گئے چند دنوں کے بعد پھر شکار کو نکلے تو یہ دیکھا کہ چند لوگ ایک خانہ لیے جا رہے ہیں۔ ان سے پوچھا کہ یہ کیا چیز



ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ آدمی بیمار ہو گیا تھا۔ اب فوت ہو گیا ہے انہوں نے پوچھا کیا موت کا کوئی علاج ہے لوگوں نے جواب دیا کہ موت کا کوئی علاج نہیں ہے یہ سن کر واپس چلے گئے اور بیٹھ کر سوچتے رہے کہ موت کا کوئی علاج تلاش کرنا چاہیے تاکہ موت سے آدمی بچ جائے۔ اور زندہ بچاؤ ہو جائے۔ یہ سوچتے سوچتے ایک دن گھر سے باہر نکل گئے۔ اور جنگل میں رہنا شروع کر دیا۔ جب بھوک لگتی تھی درختوں کے پتے کھایا کرتے تھے۔ اور چشموں سے پانی پیا کرتے تھے آخر ایک دن پہاڑ کی چوٹی پر ایک درویش ملا جو شام اپنے وقت کا بی ہو گا۔ اس درویش نے کہا کہ موت کا علاج جیون مکت ہے جو شخص جیون مکت حاصل کر لیتا ہے ہرگز نہیں مرتا۔ جیون زندہ رہتا ہے اور تمام دردِ عالم اور امراض سے نجات حاصل کر لیتا ہے یہ خوش خبری سن کر ہاتا بدھ صاحب خوش ہوئے۔ اور اس درویش سے پوچھا کہ جیون مکت کس طرح حاصل ہوتا ہے درویش نے جواب دیا کہ اسی کے حصول کے لیے میرے پاس ایک طریقہ ہے تم یہاں ٹھہر جاؤ میں تلوں گا چنانچہ ہاتا بدھ نے اس درویش کی صحبت اختیار کر لی اور درویش نے سلوک کی تربیت شروع کر دی۔ کچھ عرصے کے بعد ہاتا بدھ کو جیون مکت حاصل ہو گیا جس سے مراد ہے فنائے نفس اور طس حقیقی (یعنی فنا فی اللہ) اور معرفت نامہ اس کے بعد وہ نبوت سے مشرف ہوئے اور اپنی قوم کے لیے راہبر بنے۔ یہ کام کر کے وہ درویش چلے گئے۔ جب ہاتا بدھ اپنے والد کے پاس آئے اور اپنے مذہب کی دعوت دی تو اس نے قبول کر لی۔ اس کے بعد لوگ جو ق درجہ ان کے مذہب میں داخل ہونے لگے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شاہ بدیع الدین مدار جن کا شمار اکابر  
**شاہ بدیع الدین مدار** ادلیا میں ہوتا ہے۔ اوائل زندگی میں کاپی کے مقام پر

اقامت پذیر ہوئے اور ساری خلقت آپ کی معتقد ہو گئی۔ ایک دن اس کے علاقے کا حکمران قادر خان نامی گھوڑے پر سوار ہو کر شاہ مدار کی زیارت کے لیے آیا اور آپ کے خادموں سے کہا کہ حضرت شیخ کو میرے آنے کی اطلاع دو تاکہ زیارت کریں خادموں نے آکر کہا کہ شیخ فرماتے ہیں کہ ابھی میں ایک آدمی کے ساتھ بات کر رہا ہوں۔ کسی دوسرے وقت ملاقات کی جائے گی قادر خان نے جو گھوڑے پر سوار تھا۔ مگر دن اوپر کر کے سوئی کے اندر چھا تک کر دکھانا معلوم ہوا

کہ حضرت شیخ ایک جوگی سے بات کر رہے ہیں۔ اس سے وہ غصے ہوا۔ اور کہا کہ یہ کیا درویشی ہے کہ میں مسلمان دینی کی خاطر آیا ہوں۔ میری ملاقات کے لیے فرصت نہیں ہے اور بے دینی جوگی کے ساتھ بات کرنے کی فرصت ہے چنانچہ اس نے حضرت شیخ کے خادموں سے کہا ان کو کہو کہ میرے شہر سے چلے جائیں یہ کہہ کر چلا گیا۔ جب آپ کو اس بات کی خبر ہوئی تو اسی وقت کالپی سے نکل کر آپ نے دریا پار کیا اور قادر خان کو مدد دے کر چلے گئے۔ لیکن ایک خادم کو یہ کہہ کر وہاں چھوڑ دیا کہ دیکھنا قادر خان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ جو نہی آپ نے دریا عبور کیا قادر خان کے جسم پر آبلے نمودار ہوئے جس سے اسے سخت درد ہونے لگا۔ آخر اس نے اپنے پیر شیخ سراج کی خدمت میں جاکر ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے قادر خان کو اپنا پیرا بن دیا جس کے پٹنہ سے وہ صحت یاب ہو گیا اس خادم نے یہ واقعہ حضرت شاہ مدار کے سامنے بیان کیا۔ چونکہ شاہ مدار ولایت موسوی رکھتے تھے۔ جلال میں آکر شیخ سراج کی طرف متوجہ ہوئے جس کی وجہ سے ان کے جسم پر آبلے نکلے آئے اس پر شیخ سراج نے جو عارف کامل تھے شاہ مدار کو کھلا بھیجا کہ میں نے تمہارا سلسلہ قطع کر دیا ہے یہ پیغام سن کر شاہ مدار نے اپنے مریدین کو خطوط لکھے کہ چونکہ میرا سلسلہ ایک شیخ کامل نے قطع کر دیا ہے۔ میں اپنے کسی مرید یا خلیفہ کو اجازت نہیں دینا کہ میرے بعد بیعت کریں اور سلسلہ جاری رکھیں چنانچہ سلسلہ مدار کے اکثر لوگ سلسلہ مینا پر داخل ہو گئے۔

شاہ مدار کی تین نادر خصوصیات | اس کے بعد فرمایا کہ شاہ مدار میں تین چیزیں عجیب و غریب تھیں ایک یہ کہ بارہ سال تک انہوں نے کھانا نہ کھایا۔ دوسری یہ کہ مقام احدیت میں تھے قیصری یہ کہ ہمیشہ اپنے چہرہ مبارک پر برقعہ یا چادر رکھتے تھے۔ کیونکہ جو شخص آپ کے چہرے پر نظر ڈالتا تھا بے اختیار مسجد میں گر جاتا تھا۔

رندی و قلندر می شرب | اس کے بعد رندی اور قلندر می شرب کے متعلق گفتگو ہونے لگی حضرت اقدس نے فرمایا کہ اصطلاح صوفیہ کرام میں رندی و قلندر می سے مراد ہے فقرا اختیار کرنا، فرائض واجبات اور



سنن مؤکدہ پر اکتفا کر کے کثرتِ نوافل ترک کرنا تاکہ خلقت کے اندران کی مذمت ہو اور ان کا فقر پوشیدہ رہ سکے اور قلندر و دہے جو ان صفات سے منصف ہو۔

**اوقات صلوٰۃ پنجگانہ** | اس کے بعد اوقات نماز پنجگانہ کا ذکر ہونے لگا حضرت

اندلس نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تمام نمازوں کا وقت ایک تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہر نماز کے لیے جداگانہ وقت مقرر ہوا۔ لیکن ان اوقات کے شروع ہونے اور ختم ہونے میں ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے۔

**وقت نماز فجر** | چنانچہ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور آخری وقت طلوع آفتاب تک ہے لیکن صبح صادق کی ابتدا

میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک صبح صادق کی ابتدا اس سفیدی سے ہوتی ہے جو آفاق آسمان پر نمودار ہوتی ہے اور پھیل جاتی ہے اور بعض کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو زمین کی اشیاء پر ظاہر ہو کر پھیل جاتی ہے۔

**وقت نماز ظہر** | نماز ظہر کی ابتدا زوالِ آفتاب ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں لیکن ظہر کے آخر وقت میں اختلاف ہے چنانچہ امام ابو حنیفہ کا فیصلہ

یہ ہے ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ کسی چیز کا سایہ اس کی لمبائی سے دوگنا نہ ہو جائے۔ سایہ اصلیٰ اور اکثر علماء نے یہی فتویٰ دیا ہے لیکن امام یوسف اور امام محمد (جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں) کے نزدیک ظہر کا وقت اس وقت ختم ہوتا ہے جب کسی چیز کا سایہ اس چیز کی لمبائی کے برابر ہو۔ یعنی اصلیٰ سایہ (جھکاؤ والا سایہ چھوڑ کر) چنانچہ بعض علماء نے شیخین (یعنی امام یوسف اور امام محمد) کا فیصلہ تسلیم کیا ہے۔

غیر اصلیٰ سایہ مراد یہ ہے کہ سردی کے موسم میں جب سورج جنوب کی طرف چلا جاتا تو تو اشیاء کا سایہ ہر وقت شمال کی طرف رہتا ہے۔ یہ شمالی سایہ شمار نہیں ہوتا۔ اور کل سایے میں یہ سایہ نکال کر باقی جو سایہ رہتا ہے۔ وہ اصلیٰ سایہ کہلاتا ہے۔

## وقت نماز عصر

اسی طرح عصر کے وقت کی ابتداء میں بھی فرق ہے امام ابوحنیفہ عصر کا وقت اشیا کے دگنے مائے سے شروع کرتے ہیں۔ اور شیعین ایک گنا سایہ سے لیکن امام ابوحنیفہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ ظہر کا وقت ایک گنا سایہ کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ اور عصر کا وقت دو گنا سایہ سے شروع ہوتا ہے اور باقی جو وقت درمیان میں بچ جاتا ہے وہ مکمل ہے اس میں کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ نماز عصر کے اختتام کا وقت غروب آفتاب تک ہے لیکن حسن بن زیاد کے نزدیک جب آفتاب زرد ہوتا ہے تو عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے اور ان کے نزدیک سورج کے زرد ہونے اور غروب کے درمیان جو وقت ہے وہ مکمل ہے اس کے اندر کوئی نماز نہیں۔ سورج زرد ہونے کی علامت یہ ہے کہ سورج پر نظر ڈالنے سے آنکھیں نہ چنڈھیاں ہیں۔

## وقت نماز مغرب

نماز مغرب کی ابتدا غروب آفتاب کے بعد ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ لیکن مغرب کے آخری وقت میں اختلاف ہے چنانچہ امام اعظمؒ کے نزدیک مغرب کا آخری وقت شفق کے گم ہونے تک ہے۔ یعنی جب تک جانب مغرب میں سفیدی موجود ہے جو سرخی کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ نماز مغرب باڑے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہی قول ہے۔ حاکم بن حاکم اور امام محمدؒ کے نزدیک مغرب کا آخری وقت شفق (یعنی سرخی) گم ہونے تک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ کا مسلک بھی یہی ہے۔

## وقت نماز عشاء

عشاء کے اوقات میں بھی اختلاف ہے جو نماز مغرب کے اوقات کے اختلاف کی وجہ سے چنانچہ امام اعظمؒ کے نزدیک عشاء کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب مغرب کی سفیدی ختم ہوتی ہے لیکن حاکم بن حاکم کے نزدیک سرخی ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور عشاء کی آخری وقت صبح صادق کے طلوع تک ہے اگرچہ صبح صادق کے طلوع میں تھوڑا سا اختلاف ہے جس



کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اس کے بعد فرائض، واجبات، اور سنن (جمع سنت) نماز کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے یہ شعر پڑھا

فرائض ندانی شوی در حق  
عجبش نوق تقن رست  
چوں واجب ندانی شوی در خط  
فضت، تقن، لقت، جسر

اس کے بعد آپ نے ان شعرا کے مختصر معانی بیان فرمائے۔

فرائض نماز اپنے فرمایا کہ عجبش، نوق، تقن، رست کا مطلب یہ ہے کہ عجبش کے الف کا مطلب ہے اندام یعنی جسم پاک کرنا۔ پہلی جیم سے جام پاک کرنا مراد ہے۔ اور دوسری جیم سے جائے نماز کا پاک ہونا مراد ہے۔ سین کا مطلب ہے ستر (نگاہیں) ڈھانپنا۔ نوق میں نون سے مراد یہ ہے کہ نماز فرض ہے۔ واؤ سے مراد یہ ہے کہ بدوقت، پر پڑھی جائے۔ تق سے مراد ہے قبلہ رو ہونا یہ تمام باتیں فرائض نماز میں شامل ہیں۔ تقن کے حرف ”تا“ سے مراد تکبیر تحریر ہے پہلے ”تاف“ سے مراد ہے قرأت پڑھنا اور دوسرے ”تاف“ سے مراد ”قیام“ ہے۔ ”رست“ کی ”را“ سے مراد کوچ ہے جب فرض ہے ”سین“ سے مراد سجدہ ہے اور تاف مراد قعدہ یعنی ”النجیات“ میں بیٹھنا ہے یہ سب امور فرض ہیں۔

اس کے بعد نماز کے اپنے بائیں واجبات کا ذکر فرمایا جو ان واجبات نماز الفاظ سے نکلتے ہیں۔ یعنی فضت، تقن، لقت، جسر سے

لفظ فضت کے ”ف“ سے مراد فاتحہ پڑھنا ”ض“ سے مراد ضم سورۃ (سورۃ کا ملانا) ہے۔ اور ”تا“ سے مراد قرأت پڑھنا ہے۔ تقن کے پہلے ”تا“ سے مراد ”تعدیل“ ارکان ہے۔ ”تاف“ سے مراد قعدہ ادائی (پہلی النجیات) ہے اور دوسری ”تا“ سے مراد دوسری النجیات ہے لقت میں ”لام“ سے مراد ”سلام“ ہے۔ ”تاف“ سے مراد ”تموت در وتر“ ہے اور ”تا“ سے مراد دونوں عیدوں میں نہ اند تکبیر میں ”جسر“ میں جیم سے مراد جسر یعنی باز پڑھنا ہے۔ ”سین“ سے مراد سر یعنی آہستہ خفی طبع پر پڑھنا ہے۔ اور ”را“ سے مراد ترتیب ہے یہ تمام واجبات نماز میں۔

## احکام پردہ

اس کے بعد عورتوں کے پردہ کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت بی بی ام سلمہؓ اور حضرت بی بی میمونہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھیں، تحقیق کہ حضرت ابی ام کلثومؓ جو نابینا تھے آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پردہ کرو۔ بی بی ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ نابینا نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ عورتوں کو چاہیئے کہ نابینا مردوں سے بھی پردہ کریں۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بی بی ام سلمہؓ کے گھر تشریف تشریف رکھتے تھے۔ وہاں ایک محنت مٹھا تھا۔ اس نے حضرت بی بی ام سلمہؓ کے بھائی حضرت عبد اللہ سے مخاطب ہو کر کوئی بیہودہ بات کہی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اُندھ محنتوں سے بھی پردہ کرنا چاہیئے اس کے بعد حضرت اقدس نے یہ شعر پڑھا۔

احمد تو عاشقی یہ مستحکم تراچہ کار سلسلہ شد شد شد (احمد جام)

(احمد تو عاشق تجھے پیری مریدی سے کیا کام، سلسلہ ٹوٹوٹا نہ ہوا نہ ہوا)

## مقبول ۹۹ بوقت چاشت بروز ۲ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

شجر منومہ کیا تھا حضرت اقدس ایک طالب علم کو کتاب شرح مائید عار ہے تھے افعال المفار تہ اور طفق جو افعال مقارب میں سے ہے کی بحث میں آپ نے یہ آیت پڑھی طفقاً مخصفاً تو فرمایا کہ حضرت آدمؑ اور حواؑ شجر منومہ چکے کے بعد اپنا ستر درختوں کے پتوں سے چھپانے لگے۔ اب سوال یہ ہے کہ شجر منومہ کھانے کے بعد ستر چھپانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ چنانچہ اس سے مراد تعلق مرد و زن ہے۔ اور اس لغزش کی وجہ سے جو سرزد ہوئی ان کا لباس ان سے لے لیا گیا۔ اور پرگنائے درختان جنت سے ستر چھپانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔



درس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں  
مولانا جامی کی عظمت

جب آخری عمر میں آپ نے یہ کتاب دیکھی تو فرمایا کہ یہ کس کی تصنیف ہے لیکن یہ کتاب صحیح  
نہیں کیونکہ کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ کتاب وفات سے چار ماہ پہلے لکھی تھی۔  
چنانچہ کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ شرح الراء رمضان ۱۰۹۶ھ میں ختم ہو گئی اور آپ کے وصال  
بروز جمعہ ۱۱ محرم سال مذکور کو ہوا۔ آپ کی عمر کا سی سال تھی اس کے بعد فرمایا کہ جس وقت  
مولانا جامی نے یہ کتاب لکھی اس وقت آپ قطب الاقطاب اور سارے جہان کے مالک  
تھے حضرت قبلہ محبوب الہی اور حضرت مولانا فخر الدین گیلانی میرے شیخ مولانا جامی کو اپنا پیر  
سمجھتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولانا جامی اس قدر صاحب کمال اور مقبول تھے کہ جب قصد  
حج اور زیارت روضہ اقدس کے لیے روانہ ہوئے تو حوام الناس، علماء، فضلاء، رؤساء اور  
بادشاہان وقت بعد نیاز و اعلاص اگر زیارت کے لیے جمع ہوئے اور آپ کی جدائی سے  
بے حد غمگین ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے درخواست کی کہ سفر کا ارادہ ترک کر دیں۔ لیکن آپ نے  
درخواست قبول نہ فرمائی۔ چنانچہ آپ جب ہرات سے روانہ ہو کر نیشاپور، سبزوار، بلخام  
اور سمنان سے ہوتے ہوئے سجدان پہنچے تو سجدان کا بادشاہ قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا اور تین  
دن تک کے لیے دعوت دی۔ اور دعوت کے دوران اس نے تاج و تہذیب پرانے پیش کیے اور  
اپنی فوج کا ایک دستہ حضرت شیخ کی حفاظت اور خدمت کے لیے قافلے کے ساتھ بھیج کر بغداد  
کی سرحد تک پہنچایا۔ بغداد میں کچھ عرصہ ٹھہر کر آپ حضرت امام حسن کی زیارت کے لیے کربلا معلّا  
گئے۔ بغداد کے حکام، علماء اور شہر کے لوگوں نے آپ کی ضیافت کی۔ اور نذرانے پیش  
کیے۔ بغداد کے قیام کے دوران آپ کے ان اشعار پر کافی بحث ہوئی۔ جو آپ نے اپنی کتاب  
سلسلۃ الہرب میں رافضیوں کے خلاف لکھے ہیں۔ حاکم بغداد نے ایک مجلس مباحثہ مقرر  
کی جس میں علماء امرائے کثرت سے شرکت کی۔ آخر رافضیوں کا سردار اسمی نعمت حیدری بحث  
میں ہار گیا اور بہت شرمندہ اور رسوا ہوا۔ بغداد سے آپ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور  
دہشتے میں نجف اشرف جا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

وہاں سید شرف الدین، سید السادات نقیب تھے۔ انہوں نے علما و فضلاء امر کے ساتھ اگر مولانا جامی کا استقبال کیا اور ضیافت کی۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو روزہ اقدس پر حاضری کی اور ظاہری و باطنی نعمت سے مالا مال ہوئے۔ چند ایام کے بعد آپ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حج کر کے دوبارہ مدینہ منورہ کی حاضری دی۔ وہاں حکام اور امرائے شام کی طرف سے دمشق آنے کی دعوت موصول ہوئی۔ وہاں کے باشندوں نے بھی آپ کا نہایت احترام و نیاز مندی سے استقبال کیا۔ دعوتیں دیں اور نذرانے پیش کئے۔ دمشق سے آپ حلب شریف لے گئے وہاں بھی آپ کو بہت مقبولیت ہوئی اور تحائف و نذرانے پیش کیے گئے۔ جب آپ کی آمد کی خبر سلطان روم (موجودہ ترکی) کو ہوئی تو اس نے اپنے خاص آدمیوں کے ذریعے کئی ہزار اخرفیوں کا نذرانہ ارسال کیا اور درخواست کی کہ ارض روم کو بھی قدم منت لے روم سے سرفراز فرمایا جائے۔ لیکن سلطان روم کے آدمیوں کی حضرت مولانا جامی سے ملاقات نہ ہو سکی۔ کیونکہ اس وقت آپ تبریز کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ تبریز میں بھی حکام، امراء و فضلاء نے آپ کا اسی خلوص و نیاز مندی سے استقبال کیا اور نذرانے اور تحائف پیش کیے۔ اس کے بعد آذربائیجان پہنچے۔ آذربائیجان کے بادشاہ نے کمال اخلاص و نیاز مندی سے آپ کا استقبال کیا اور ضیافت کے بعد تحائف و نذرانے پیش کیے حتیٰ کہ آپ اپنے مسکن ہرات پہنچ گئے آپ کی آمد پر بادشاہ خراسان مرزا سلطان حسین بہت خوش ہوا۔ اور دعوتوں اور ضیافتوں کے بعد کثرت سے نذرانے پیش کیے۔ اس اشار میں میر شیر علی نے جو مولانا جامی کے راسخ الاعتقاد مریدین میں سے تھا۔ آپ کو ایک خط لکھا جس میں یہ رباعی درج تھی۔

انصاف بدہائے فلک مینا فام      تا ازین دو کہ ام خوب ترک و خیرام

خورشید جہاں تاب تو از جانب صبح      یا ماہ جہاں گرد از جانب شام

ہائے آسمان نیگوں انصاف سے کہہ کہ ان دو میں سے کس کا خرام خوب تر ہے۔ تمہارے

آفتاب کا صبح کی جانب سے یا میرے ماہتاب (مولانا جامی) کا شام کی جانب سے،

اس کے بعد مول کے محلات کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ

محلات مومل

جب میں شہزادی مومل کے شہر لاہور گیا تو مومل کے محلات



کے آثار دیکھے۔ کھنڈرات کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے رات کو خواب کو مول کو بھی دیکھا جو اسی حسن و جمال اور عشوہ و ناز میں ممتی۔

یہ خواب کافی طویل تھا اور ساری رات دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس بات پر گفتگو

### کیا نیند میں قلب فرما رہتا ہے

ہونے لگی کہ دل حالت خواب و بیداری میں ذاکر و شاغل رہتا ہے۔ حضرت اقدس نے تبسم فرماتے ہوئے میاں یعقوب کی طرف دیکھا جو مجلس میں بیٹھے نیند کر رہے تھے۔ بعض دن ان کا سر زمین سے جاگتا تھا۔ اور ٹوپی نیچے گر پڑتی تھی۔ اس کے باوجود میاں یعقوب یہ وعدہ کرتے تھے کہ میرا دل ذاکر رہتا ہے اس وجہ سے حضرت اقدس تبسم ہوئے اور دیگر حاضرین ہنس پڑے۔ اس سے میاں یعقوب بیدار ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ میں دل میں مشغول تھا حضرت اقدس نے فرمایا کہ ذکر زبانی ہوا قلبی محض ہوشیاری اور بیداری سے تعلق رکھتا ہے جو شخص نیند کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا دل ذاکر رہتا ہے۔ محض کاذب اور دروغ گو ہے۔

اس کے بعد بعض چیزوں کی خواست کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا قبلہ محبوب الہی فرمایا کہ تے

تھے کہ لیکر کی کڑا می خوش ہے لیکر کی کڑا می کو گھر میں نہیں لانا چاہیئے۔ اور اسے کام میں نہیں لانا چاہیئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک چنہ افغانستان سے خریدا تھا۔ وہ بھی خوش و شوم تھا خریدتے وقت یہ اقرار نامہ لکھا گیا کہ اگر خریدتے والا فوت ہو جائے تو اس کا بیٹا قیمت ادا کرے گا میں نے وہ چنہ نہ پینا بلکہ میاں غلام محمد پشوری کو دے دیا۔ اس خیال سے نہیں کہ منحوس ہے بلکہ اچھی اور نفیس چیز سمجھ کر تبرک کے طور پر دیا لیکن چونکہ وہ چنہ منحوس تھا۔ وہ گھر جاتے ہی فوت ہو گئے۔

و مطلب یہ ہے کہ جو بزرگان دین سوتے ہوئے ذاکر و شاغل ہیں وہ دراصل بیدار ہوشیار ہوتے ہیں۔ نیند میں نہیں ہوتے جب نیند آگئی تو ذکر و مشغل رقع ہوا۔ چونکہ غفلت ہے اس لئے جو نیند میں ذاکر و شاغل ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ بھڑکے۔

## مقبول وقت چار شنبہ ۲ شوال ۱۳۱۸ھ

درس شرح ملا | حضرت اقدس درس شرح ملا دے رہے تھے حروف شرط کی بحث کے دوران جب یہ الفاظ پڑھ گئے۔ "وَإِذَا تَقْدَمُ"

القسم الاول الكلام۔ اے فی اول زمان التكلم بالكلام فصيح ترك فی الکو نہ طرف زمان فقط تو حضرت اقدس نے مولوی غلام رسول صاحب سے جو کتب درسیہ نحو کے ماہر تھے۔ دریافت کیا کہ فی اول زمان التكلم سے کیا مراد ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ نیز چونکہ حواشی میں بھی اس عبارت کی توجہ درج نہ تھی حضرت اقدس نے فرمایا کہ کلام صفت ہے۔ جو تکلم کی ذات سے قائم و ثابت ہے بلکہ میں اس کی ذات ہے نہ وہاں تقدیم ہے نہ تاخیر، تقدم اور اولیت کا مطلب ہے ایک چیز کا دوسری چیز سے پہلے واقع ہونا۔ اس لئے متن پر اعتراض وارد ہوتا تھا۔ چنانچہ شارح نے اس اعتراض کو یوں رفع کیا ہے۔ اذ تقدم القسم فی اول زمان التكلم بالكلام اس وجہ سے کہ تکلم میں حروف اور کلمات کی ترتیب تقدم و تاخیر سے ہوتی ہے۔ نیز زمانہ یہ بھی پایا جاتا ہے اس کے بعد اپنے مولوی صاحب کا ذکر سے بوجھا کہ کلام اللہ جو قدیم ہے۔ اور ہمارا کلام جو حادث ہے یہ کس طرح پر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ کلام کے دو اقسام ہیں لفظی اور نفسی، لفظی حادث ہے اور نفسی کلام قدیم قدیم ہے اور کلام حادث حادث ہے۔ چونکہ ہم حادث ہیں ہمارا کلام بھی لفظی ہوگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا جب ساری کائنات میں ہستی حق اور وجود مطلق کا ظہور ہے جملہ صفات مثل علم، حیات، قدرت، ارادہ، سمع، بصر کلام بھی ذاتیہ قدیمہ ہیں۔ اور اسی کی ذات سے قائم ہے۔ تنبیہ۔ کلام دو قسم ہے۔ لفظی و نفسی، چونکہ کلام لفظی میں زمانہ پایا جاتا ہے نہ کہ کلام نفسی میں اگرچہ متن کی عبارت پر ایک شق سے اعتراض وارد ہوتا ہے۔ یعنی کلام لفظی سے لیکن دوسری شق یعنی کلام نفس سے اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ شارح نے دفعہ اعتراض کے لئے لفظ فی اول زمان التكلم زائد لگا دیا ہے۔



## مقبول ۵۔ بوقت اشراق دو شنبہ ۴ اشوال ۱۳۱۸ھ

### سائل کو جھڑکنے کا مسئلہ

حاضریں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور وہ کون سے صحابی تھے جو عنفات شریفین میں جاپوں سے سوال کر رہے تھے اور حضرت علیؑ نے ان کو گرفتار کر کے درے لگائے اور فرمایا کہ تو اس قدر متبرک دن اور متبرک مقام پر غیر اللہ سے سوال کر رہا ہے اس پر ایک اور آدمی نے عرض کیا کہ قبلہ حکم تو یہ ہے کہ **وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَرْ** (سائل کو مدت جھڑا کو) حضرت علیؑ نے سائل کو کیے درے لگائے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس آدمی نے حضرت علیؑ سے سوال نہیں کیا تھا۔ بلکہ دوسرے لوگوں سے سوال کر رہا تھا۔ چونکہ حضرت علیؑ کم از کم اللہ و جہاں امام وقت تھے۔ آپ نے اس متبرک دن اور متبرک مقام پر غیر اللہ سے سوال کرنے والے کے فعل بد کو دیکھ کر اس کو سزا دی۔ **وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَرْ** کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص سے سوال کیا جائے اسے چاہیے کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دے اگرچہ روٹی کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔

### غیر اللہ کی قسم کھانا

اس کے بعد احقر اتم نے عرض کیا کہ حضور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے بعض ادنیٰ چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً **وَالَّذِينَ**۔ **وَالزَّيْتُونَ**۔ **ثَمِينَ** اور **زَيْتُونَ** ادنیٰ چیزیں ہیں۔ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے بعض اعلیٰ اور عظیم انسان چیزوں کی قسم بھی کھائی ہے۔ مثلاً **هَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ** اور **وَالشَّمْسِ وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ وَالنَّجْمِ** اس کا کیا سبب ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ دراصل ہر شے اور ہر چیز مہتمم بالانسان ہے فرمایا کہ کتاب معانی تاج العماز شرح گلشن راز میں لکھا ہے کہ ادنیٰ مخلوق کے لئے اعلیٰ مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ اولیاء اور انبیاء کی قسم کھانا بھی جائز نہیں صرف خدا تعالیٰ کی قسم کھانا جائز ہے۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ حقیقی ہے اس کے لیے ہر چیز کی قسم کھانا صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر چیز فی حد ذاتہ اس کی عین ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا دوسری چیزوں کی قسم کھانا گویا اپنی قسم کھانا ہے لہذا **وَالَّذِينَ وَالزَّيْتُونَ** دراصل اللہ ہے۔ پس یہ بھی وح

وجود کی ایک دلیل ہے اس سے خالق و مخلوق کی حینیت ثابت ہے ۔

## مقبول ۵۲۔ بوقت ظہر و شنبہ ۵ ذیقعد سال مذکور

وظیفہ محبت و ذوق و شوق الہی | ایک شخص نے حق تعالیٰ کی محبت اور ذوق و شوق کا وظیفہ دریافت کیا تو اپنے فرمایا کہ

سوئے سے پہلے اکتائیس بار یہ وظیفہ پڑھا کر ۔ یا حبیبی یا قیوم یا لا الہ الا انت اسئلک ان تعنی قلبی بنور معرفتک ابدًا ط

## مقبول ۵۳۔ بوقت ظہر و شنبہ ۶ ذیقعد ۱۳۱۸ھ

کرامات کی بعض غلط باتیں مشہور ہو جاتی ہیں | اس بات کا ذکر مہر و محاکمہ مارڈاڑ (ہندوستان) کے علاقے میں

لوگ غلہ کے دانے زمین میں بودیتے ہیں اور چند روز وہاں بیٹھ جاتے ہیں چند ایام میں دانے اُگ آتے ہیں اور خوشے نکل کر فصل تیار ہو جاتا ہے ۔ حضرت اقدس نے فرمایا اس قسم کے عجیب و غریب واقعات شاید ایک بار کسی سے سرزد ہو جاتے ہیں تو لوگ مشہور کر دیتے ہیں کہ اس علاقے میں ہمیشہ اسی طرح ہوتا ہے چنانچہ سادات ساکن چک جو جعفر شاہ کی اولاد ہیں سے ہیں کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اگر وہ کسی کو بد دعا دیں کہ تجھے باؤلا کتا یا گیدڑ کاٹے گا تو ضرور ان کو وہ سزا ملتی ہے اور جب وہ شخص ان کی روانہ کے نیچے سے گزرتا ہے تو شعیاب ہو جاتا ہے ۔ ممکن ہے کسی زمانے میں کسی ایک شخص سے یہ کرامت سرزد ہوئی ہو لیکن اب لوگوں کا یہ اعتقاد ہو گیا ہے کہ وہاں کے تمام سادات میں یہ صفت ہے ۔ اسی طرح لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم نور محمد صاحب کی ہمیشہ صاحبہ حضرت بی بی غلام غافلہ جن کا مزار منگلوت شریف میں مخدوم صاحب کے مزار کے قریب ہے ۔ اگر کوئی غیر کو رحمان کے مزار پر جائے تو نابینا ہو جاتا



ہے۔ یا کوئی حاملہ عورت جائے تو اس کا حمل گر جاتا ہے۔ لیکن ہے کسی دقت یہ بات واقع ہوئی ہو۔ لیکن اب لوگوں کا یہ اعتقاد ہو گیا ہے کہ اسی طرح ہوگا۔ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے۔ کرامات کا ظہور کبھی کبھی ہوتا ہے۔ اور کسی مصلحت کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن ہر جگہ اور ہر شخص سے کرامات کا ظہور دائمی طور پر ہرگز نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ان سے دائمی طور پر کرامات کا ظہور ہو تو لوگ ان کو مظہر کامل اور دوسروں کو مظہر باطل تصور کریں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت محبوب الہی پاک تین شریف گئے ہوئے تھے۔ اور آپ پر کمال ذوق و شوق اور جوش طاری تھا۔

## مقبول ۵۴ بوقت ظہر روز یکشنبہ الاولیٰ بعد سال مذکور

شاہ زادہ مرزا احمد اختر کرانوی نے حاضر ہو کر دو خط حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیے۔ ایک خط مولانا ابو محمد عبد الودود قادری بخش ساکن جزیرہ اندامان کی طرف سے تھا۔ جو حضرت اقدس کے خلفائے ہیں اور دوسرا خط میاں ابو محمد عبد الرحیم ساکن رنگون کا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا خط پڑھو چنانچہ دونوں خطوط آپ کو حرف بحرف پڑھ کر سنائے گئے آپ سنا گئے ہو کر سنتے رہے۔ اور گاہے گاہے سر ہلاتے رہے۔ یاد رہے کہ خط میں مولانا عبد الودود نے سلسلہ کی ترقی اور مریدوں کے حالات اور اپنی روحانی مشغولی وغیرہ کے متعلق حالات لکھے تھے۔ نیز انہوں نے ختم خواجگان کی اجازت طلب کی تھی۔ اور مولانا محمد ابراہیم اور مولانا ابو محمد عبد الرحیم صوبہ دار رحبت ہفتم رنگونی کے بارے میں عطائے خلافت کی سفارش کی تھی اور مولانا عبد الرحیم کے خط میں چند واقعات و مشاہدات کے متعلق استفسار تھا۔

حضرت شیخ مشاء علودنیوری رح نے وظیفہ عطاءیتا علون جو معد عصر پڑھا

جاتا ہے پانچ بار پڑھا اور سترگوں ہو کر مراقب ہو گئے ایک ساعت کے بعد سہاٹھا کہ فرمایا شیخ مشاء علودنیوری قدس سرہ کے متعلق کتب تواریخ مثل نفحات الانس، سفینۃ الایاء و مرآۃ الاسرار، سیر الایاء اور کلمہ مولوی گل محمد صاحب احمد پوری وغیرہ میں اختلاف ہے بعض لکھتے ہیں کہ مشاء دینیوری شیخ جنید کے خلیفہ ہیں۔ اور شیخ احمد اسود دینیوری جو سلسلہ سرور دیہ کے اکابر شائع میں سے ہیں۔ انہی شیخ مشاء دینیوری کے مرید ہیں اور شیخ علودنیوری جو سلسلہ حشمتیہ میں حضرت شیخ ابوالسحاق شامی حشمتی کے پیر ہیں شیخ بسیرہ بصری کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا



کہ سیرت کی تمام کتابوں میں سلسلہ جنید یہ سہروردیہ کے ساتھ آپ کا اسم گرامی شیخ مشا دینوری لکھا گیا ہے اور سلسلہ چشتیہ میں شیخ علودینوری درج ہے چنانچہ نفحات الانس شریف میں حضرت شیخ ابواسحاق شامیؒ کے ذکر میں لکھا ہے کہ آپ حضرت شیخ علودینوری کے اصحاب میں سے ہیں اور وہ شیخ ہبیرہ بصریؒ کے اصحاب میں سے ہیں۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الہی جب اپنے مخلص کو خلافت نامہ لکھ کر دیتے تھے۔ تو حضرت شیخ ابواسحاق کے فرقہ خلافت کے متعلق یہی لکھتے تھے کہ انہوں نے شیخ علودینوریؒ سے فرقہ خلافت حاصل کیا اور انہوں نے حضرت شیخ ہبیرہ بصریؒ سے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ مشا دینوری دونوں نام ایک ہی شیخ کے ہیں اس وجہ سے کہ تذکرہ نویسوں نے حضرت شیخ مشا دینوری کے جو اوصاف و حالات لکھے ہیں وہ بعینہ وہی ہیں جو شیخ مشا دینوریؒ کے ہیں۔ چنانچہ شیخ مشا دینوری کے حالات میں لکھا ہے کہ مد سے فیکر مدت تک رسیدائش سے قبر تک تمام عرصہ قائم الدبر تھے یہاں تک کہ ایام شیر خوارگی میں دن کے وقت والدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ اور یہی صفت بعینہ شیخ علودینوریؒ کے تذکروں میں پائی جاتی ہے۔ نیز جو مشا دینوریؒ کی تاریخ و مناسبت ہے وہی شیخ علودینوریؒ کی ہے۔ اسی طرح دونوں بزرگوں کے تمام حالات زندگی یکساں ہیں چونکہ آپ کو دو ہزار بزرگوں سے خلافت حاصل تھی ایک حضرت شیخ جنید بغدادی سے دوم شیخ ہبیرہ بصری سے اس لئے دونوں سلسلوں میں آپ کا اسم گرامی درج ہے۔ ایک نسبت جنید یہ سہروردیہ سے اور ایک نسبت چشتیہ سے۔ اسی طرح ایک بزرگ متعدد مشائخ سے خلافت حاصل کرنے کی مثالیں تاریخ میں بہت ہیں اس کے بعد اپنے خادم سے کتاب تذکرہ تالواد

**حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ** طلب فرمائی۔ کتاب مکمل کر اپنے شیخ ابوسعید

ابن الخیرؒ کے ذکر سے یہ عبارت پڑھی۔

روایت ہے کہ ندی کے کنارے حضرت شیخ کی ایک مسجد تھی جہاں ایک عذاب کا زخمت تھا مسجد کے مؤذن کا نام موسیٰ تھا۔ ایک دن آپ وعظ کر رہے تھے۔ وعظ میں آپ نے یہ آیات پڑھیں۔ من ساطعی البواد الا یہن فی البقعة المبارکة .... من السحرة ان یا موسیٰ

انی انا اللہ کسی نے حضرت شیخ سے دریافت کیا کہ اہل آیات کے معنی کیا ہیں آپ نے فرمایا  
 من شاطی الواد الہیمن سے مراد یہی دشت خاوران ہے۔ زیادہ سے کہ جس علاقے میں  
 آپ کا شہر منہ واقع ہے اسے دشت خاوران کہتے ہیں۔ فی البقعتہ المبارک سے مراد یہی  
 مسجد ہے۔ من الشجرۃ کا اشارہ اس درخت کی طرف ہے۔ ان یا موسیٰ سے مراد یہی موسیٰ  
 مؤذنؒ ہیں۔ انی انا اللہ سنا یہ سنتے ہی لوگوں میں شور قیامت برپا ہوا۔ اور ایسا ہنگام  
 کہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پینے شریف لائے  
 اور تم سے حقیقت بیان کی لیکیں تم نے ایک نہ سنی نہ حقیقت کو پہنچا نا نہ اپنی منہ سے باز آئے  
 آج اللہ عزوجل تم سے صاف صاف کہہ رہا ہے۔ لیکن تم نہیں سنتے اور نہ ہی ہرٹ سے باز  
 ہو۔ اس آیت کا معنی ہے۔ فانی ہونا اور فانی ہونے پر حقیقت منکشف ہوتی ہے تو اظہار کرتے  
 ہیں۔ لیکن خود درمیان میں نہیں مہتے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ خاوران سے  
 شیخ کی مراد اپنی ذات ہے۔ اس کے بعد کتاب سے یہ عبارت پڑھی۔

ایک دن حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر استاد ابو القاسم قشیریؒ کے پاس بیٹھے تھے انہوں  
 نے فرمایا کہ کسی شیخ کو یہ بات دائمی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ فرمایا  
 اچھی طرح دیکھ کہ جواب دو۔ نکس ہے کہ حاصل ہو۔ انہوں نے کہا اگر ہوگی تو شاندار شیخ کو وقت  
 خوش حاصل تھا۔ آپ نے فرمایا یہ بھی نادرات میں سے ہے۔

اس کے بعد یہ عبارت پڑھی۔ روایت ہے کہ ایک دن حضرت شیخ وعظ فرما رہے  
 تھے جوش میں فرمایا کہ لیس فی حبیبی موسیٰ اللہ (میرے جبر میں اللہ کے سوا کچھ نہیں یہ کہتے ہوئے  
 شیخ نے اپنی انگلی کا اشارہ اپنے جبے کی طرف کیا جو پہنے ہوئے تھے اور انگلی آپ کے سینہ تک  
 پہنچی۔ اس وقت مجلس میں عام لوگوں کے علاوہ خواص بھی بیٹھے تھے مثل امام محمد جوئیؒ استاد  
 ابو القاسم قشیریؒ استاد اسماعیل جالونی وغیرہم۔ لیکن اس بات پر کسی نے اعتراض نہ کیا۔ سب  
 بے خود ہو کر نیچے بیٹھے تھے۔ اور حضرت شیخ تخت پر بیٹھے تھے۔ البتہ انہوں نے انا کا کہ یہ  
 قول شیخ مفسور علاج کا ہے جس کی وجہ سے ان کو تختہ دار پر لٹکایا گیا اور آپ تختہ دار پر بٹھائے  
 گئے ہیں آپ نے فرمایا ہاں وہ مائتس تھا ہم معشوق ہیں وہ پیرہ دار تھا ہم خلعت بخش ہیں۔



## مقبول ۵۸: بوقت ظہر روز پنجشنبہ ۲۹ ذیقعد سال مذکور

حضرت اقدس حضرت خواجہ بخش تونسوی مابین محبت | اس بات کا ذکر ہو رہا تھا کہ حضرت اقدس اور خواجہ

اللہ بخش صاحب تونسوی کے درمیان بہت محبت ہے حاضر یہ مجلس میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور میں سنا ہے کہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی نے حضور اقدس سے کہا تھا کہ اب میں حضرت قبلہ عالم ہمدانی کے عرس پر صرف آپ حضور کی ملاقات کی خاطر آتا ہوں حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ نہیں فرمایا تھا بلکہ مجھے مخاطب کر کے اس طرح فرمایا تھا کہ ایک دن تمام ہمدانی صاحبزادگان نے جمع ہو کر مجھ سے یہ کہا کہ حضرت قبلہ خواجہ محمد سلیمان حضرت قبلہ عالم کے رسالہ سے پانچ سال پہلے اجازت لے کر تونہ شریف میں آرام پذیر ہو گئے تھے حالانکہ آپ کے بدن کی توانائی اور دنیا کی بھال تھی اور آپ وجود کہ آپ کی جسمانی طاقت کم ہو گئی ہے اور دنیا کی بھی کمزور ہے۔ ہر سال گوناگوں تکالیف برداشت کر کے عرس پر تشریف لاتے ہیں اب آپ حضرت قبلہ عالم سے اجازت لے کر آرام فرمادیں میں نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی (ان کو یہ جواب دیا کہ بے شک تم سچ کہتے ہو ۱۰ اب مجھے گھر میں بیٹھ کر آرام کرنا چاہیے پچاس سال ہوئے کہ میں نے حضرت قبلہ عالم کا کوئی عرس قضا نہیں کیا۔ پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ جب تک تاک میں سانس اور جسم میں جان ہے خواہ سہولت ہو خواہ دشواری عرس مبارک پر کشاں کشاں حاضر ہوا کروں۔ لیکن جہاں قبل از میں میرا عرس میں شریک ہونا حضرت قبلہ عالم کی خاطر تھا۔ اب میری نیت کے اکثر حصے میں آپ کی ملاقات بھی شامل ہو گئی ہے۔ اس پر فقیر عبد اللہ خان تپانی نے عرض کیا کہ قبلہ اس سے معلوم کہ حضرت میاں اللہ بخش صاحب تونسوی کو حضور اقدس سے بہت محبت تھی آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ہے نیاز ہے یہ سب محبت اور مودت نیاز سے پیدا ہوتی ہے نیاز سے ایک شخص کے دل میں دوسرے کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور نیاز کرنے والا اس کا محبوب ہی جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خادم

جہانیاں ادھی جس شخص کے پاس جاتے تھے اس قدر عجز و نیاز سے پیش آتے تھے کہ وہ شیخ ضرور ان کو نہت عطا کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے کیونکہ نیاز کی وجہ سے ان کے دل میں آپ کے لیے کمال محبت پیدا ہو جاتی تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی جناب میں بھی عجز و انکسار کام تختہ عاجزی | آتا ہے چنانچہ شیخ فرید الدین عطار نے اپنی کتاب منطق الطیر میں لکھا ہے کہ اس تمام پرندوں نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ حضرت سیرخ کی درگاہ میں حاضر ہونے کے لیے کونسا تختہ پیش کیا جائے۔ تمام اشیاء کا ذکر کر کے انہوں نے کہا کہ یہ تمام چیزیں سیرخ کے پاس موجود ہیں کوئی ایسی چیز ان کے پیش کی جائے جو ان کے ہاں موجود نہ ہو۔ اور وہ چیز 'نیاز' ہے یہ چیز ہمارے پاس ہے ان کے پاس نہیں ہے پس یہی تختہ ان کے شانِ شان ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ عطار لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں ایک آئینہ بطور تختہ پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ بازار میں ہزاروں آئینے پڑے ہیں یہ کیا تختہ لائے ہو۔ اس آدمی نے عرض کیا کہ بے شک بازار میں ہزاروں آئینے پڑے ہیں۔ لیکن چونکہ عجز و جہان اور بے نظیر زمان حضور کا رخ انور ہے اور رخ انور کا مشاہدہ آئینہ کے بغیر ممکن ہے۔ اس لیے یہ آئینہ آپ کی خدمت میں لایا ہوں تاکہ آپ عجز و جہان کا مشاہدہ کر سکیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہماری قیمتی اور عجز و انکسار آئینہ ہے اس کی ہستی اور بے نیازی کا وہ اس آئینہ میں اپنی ہستی اور بے نیازی کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ چونکہ حق تعالیٰ کا مقصد اپنے حسن و جمال کا مشاہدہ تھا۔ اور اس کا مشاہدہ بدون آئینہ عجز و نیستی ممکن نہ تھا۔ اس لیے ہماری قیمتی اور عجز و نیاز اسے بہت مرغوب ہے۔ اگر ہمارے اندر بھی ہستی اور بے نیازی کا دعویٰ ہو تو کمالاتِ قادریت، مقدوریت سے جدا نہیں ہوتے خالقیت مخلوقیت سے ممتاز نہیں ہوئی۔ اور اگوہیت واضح نہیں ہوتی۔ خلاصہ یہ کہ قدرت واجب تعالیٰ کا اظہار عجز و نیاز کے بغیر نہیں ہوتا۔

اس کے بعد نماز باجماعت ادا کی اور فراغت کے بعد شروع سخن کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اگرچہ شروع سخن کے میدان میں ہر شخص حضرت امیر خسرو



کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ لیکن اپنے شیخ علیہ رحمۃ کی منقبت میں ان کے مندرجہ ذیل اشعار میں سقم پایا جاتا ہے۔

قلب عالم نظام ملت و دین      کافآب کمال شدرخ او  
از جنید و شبلی و معروف      یادگار است ذات فرخ او  
شیخ ایساں اگر چہیں بودے      ورنہ بودند اینچنین شیخ او

فرمایا کہ تیرے شعر کے دوسرے مصرع میں کافیہ صحیح نہیں ہے نیز اس شعر کے معنی بھی میری سمجھ میں نہیں آتے۔

فرمایا کہ جس قدر کمال زیادہ ہوتا ہے اعتدال بھی اسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ استغراق کی تین اقسام ہیں اول استغراق ذات حق سبحانہ دوم استغراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

### اقسام استغراق

سوم استغراق شیخ بعض اولیائے کرام ذات حق میں مستغرق ہوتے ہیں حضرت سلطان المشائخ کو اپنے شیخ کی ذات میں استغراق تھا۔ ایک دن کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کثرت سے لوگوں کو کہیں بیعت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک دن میرے شیخ حضرت شیخ ضیوخ العالم خواجہ گنج شکر مجھ سے خوش تھے۔ اور میں آپ کے قدموں پر گرنا ہوا تھا آپ نے فرمایا نظام ہو عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا مالگو جو کچھ مانگتے ہو۔ میں تجھے دیتا ہوں پس میں نے جو کچھ عرض کیا فرمایا "میں نے دیا" میں نے بہت معروضات پیش کئے اور آپ یہی فرماتے رہے کہ "میں نے دیا" جب میں معروضات سے فارغ ہوا تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ نظام اگر قیامت کے دن حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی درجہ یا مرتبہ حاصل ہوا تو جب تک تجھے اور تمہارے تمام مریدین اور ان کے مریدیوں کو بہشت میں نہیں لاؤں گا

علا معلوم ہوتا ہے کہ اس شعر میں کوئی کتابت طباعت کی غلطی واقع ہو گئی ہے اس شعر کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اگر جنید و شبلی و معروف کو اپنی شے کی طرح ہوتے تو وہ ایسے نہ ہوتے جیسے ہیں بلکہ اس سے برتر ہوتے۔

بہشت میں قدم نہیں رکھوں گا۔ چونکہ میرے شیخ نے اسی جام سے شربت نوش فرمائی ہے۔ جس سے حضرت شیخ جنید اور بایزید نے فرمائی ہے اس لئے میں کثرت سے لوگوں کو مرید کرتا ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ میں بہشت میں داخل ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھو اگرچہ حضرت سلطان المشائخ کو اپنے شیخ کی ذات میں استغراق تھا۔ لیکن پاس ادب کی خاطر اپنے اپنے شیخ کو شیخ جنید اور بایزید سے افضل نہیں کیا۔ یہ کمال اعتدال کی علامت ہے جو آپ کو ہر علوم و مرتبت حاصل تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ امیر خسرو کا اولیا کرام کے مراتب میں فرق کرنا گناہ ہے | حال بھی یہی تھا۔ ان کو بھی اپنے شیخ

میں استغراق تھا۔ لیکن اپنے شیخ سے کمال محبت کے باوجود انہوں نے متذکرہ بالا اشعار میں اعتدال سے کام لیا ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں جیسا کہ مولوی محمد اکرم نے اپنی کتاب اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت جلال الدین تھانی فرمے ”مجذوب ساکب تھے۔ بلکہ جذب و سلوک سے بھی گزر کر عالم باطن میں جنید اور شبلی زمان ہو چکے تھے بلکہ ان سے بھی بلند تر مقام پر پہنچ چکے تھے۔ اور آپ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ دماں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنی مثال آپ ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اولیا کرام کے مراتب میں فرق کرنا اور ایک ولی اللہ کو دوسرے ولی اللہ پر فوقیت دینا اور افضل کہنا کار گناہ ہے اس وجہ سے کہ اولیا کرام کے مراتب خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جس وقت میں اور میاں جی قائم الدین صاحب لوائح شریف میں ہم سبق تھے اور سبق حضرت فخرالادویا سے پڑھتے تھے۔ تو ایک دن دوران سبق میں حضرت غوث الاعظمؒ اور حضرت خواجہ بزرگ خواجہ جمیری قدس سرہ کا یکجا تذکرہ آیا۔ ہم دونوں نے چپکے سے یہ شورہ کیا کہ حضرت شیخ سے دریافت کریں کہ ان دونوں حضرات کا مرتبہ کس طرح ہے حضرت شیخ نے پوچھا کہ کیا باتیں کر رہے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ ان دونوں حضرات کے مدارج میں کیا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے گنہگار بنانا چاہتے ہو۔ یہ سن کر ہم خاموش ہو گئے۔



اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قید محبوب الہی کی مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ ہمارے سلسلہ چشتیہ میں جو بلند مرتبہ مشائخ کرام ہیں ان کی مثال دیگر سلاسل میں نہیں ملتی۔ آپ نے فرمایا یہ بات مدت کو یہ بات غلط ہے۔ ہر سلسلہ میں باکمال مشائخ ہیں اور ہر شخص اپنے مشائخ کو باکمال سمجھتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے پر کو دوسرے بزرگوں سے بہتر سمجھے تو یہ گناہ نہیں ہے۔

## مقبوس ۵۹ = بوقت عصر بروز شنبہ ۲ ذی الحج ۱۳۱۸ھ

ایک شخص نے مرگی کی بیماری کا تنوید طلب کیا آپ نے فرمایا کہ موم اور گندرت وغیرہ تیار رکھو کل تنوید لکھیں گے اس کے بعد فرمایا کہ بڑی بڑی بیماری ہے اس شخص نے عرض کیا کہ قبل پہلے یہ مرض خفیف تھا اب شدید ہو گیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مرقہ شریف میں لکھا ہے کہ ایک شخص مرض مرگی میں مبتلا تھا۔ حضرت شیخ اس کے دایں کان میں فرماتے تھے کہ تجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ اس شخص کو چھوڑ دو ورنہ تجھے جلا دوں گا۔

## مقبوس ۶۰ = بوقت چاشت بروز شنبہ ۳ ذی الحج ۱۳۱۸ھ

حضرت اقدس نے اپنے صاحبزادہ قطب المومنین حضرت خواجہ محمد بخش کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ جب یہ احقر دروازہ پر پہنچا تو کھڑا ہو گیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا اندر آ جاؤ احقر اندر جا کر آداب بجالایا اور بیٹھ گیا۔

مشہد وحدت الوجود اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ

بہر ہی مکتی۔ حضرت اقدس

نے فرمایا کتاب اقتباس الانار میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ وحدت الوجود پر گفتگو فرما رہے تھے آپ کے فرزند شیخ رکن الدین اور چند دیگر اشخاص موجود تھے۔ شیخ رکن الدین نے عرض کیا کہ حضور کا فرمان یہ ہے کہ مشہد وحدت الوجود پر ایمان لانا ضروری ہے مالا کہ

قرآن شریف اور احادیث میں کسی جگہ صاف طور پر مسئلہ وحدت الوجود بیان نہیں ہوا۔ نیز آئمہ مذاہب سے بھی یہ مسئلہ مقبول نہیں ہوا۔ اس لیے ہمیں خوف ہے کہ مبادا قیامت میں اس مسئلہ کی وجہ سے ہمیں مواخذہ ہو۔ یہ سن کر حضرت شیخ عبدالقدوس اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میرے بیٹے بھی وحدت الوجود کے منکر ہیں۔ میں ان کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ کیونکہ میرا مشرب اور ہے اور انہوں نے اور مذاہب اختیار کر رکھا ہے یہ کہہ کر آپ تحائف کی طرف پیادہ روانہ ہو گئے۔ اور فرمایا کہ شیخ حلال الدین کا حال معلوم کروں گا۔ اگر وہ بھی میرا ہم مشرب نہیں تو اس سے بھی علیحدہ ہو جاؤں گا۔ چنانچہ شیخ اس خیال سے تحائف کی طرف جا رہے تھے۔ اور آپ کے تمام فرزند اور مریدین خاموشی سے آپ کے پیچھے جا رہے تھے۔ اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ حضرت شیخ کو راضی کر لیں اور واپس لائیں۔ اس اثنا میں شاہ اسلام حاکم لنگوہ جو آپ کا مرید تھا۔ یہ خبر سنتے ہی گھوڑا دوڑا کر آیا۔ اور حضرت شیخ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ حضرت اقدس کا اپنے علمائے سے باہر جانا بڑی بات ہے۔ جب بادشاہیوں کو اس کا علم ہوا تو وہ مجھے ضرور قتل کرادے گا۔ کیونکہ وہ یہ سمجھے گا کہ ضرور حاکم وقت سے کوئی بے ادبی اور گستاخی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے شیخ نے جلا وطنی اختیار کر لی ہے۔ یہ سن کر حضرت شیخ طوعاً کرہاً واپس تشریف لائے اور اپنے خلیفہ شیخ حلال الدین کے پاس قاصد بھیجا کہ یہاں آجاؤ۔ جب وہ وہاں پہنچے تو شیخ نے ان سے دریافت کیا کہ حلال الدین تمہارا کیا مشرب ہے۔ انہوں نے آیات قرآنی اور احادیث کے ذریعے مسلک وحدت الوجود ثابت کیا اور توحید کے حقائق و معارف بیان کیے۔ اور عرض کیا کہ حضور میرا مسلک یہ ہے کہ یہ دیکھ کر حضرت شیخ نے ان کو گلے سے لگا لیا۔ اور ان کے حال پر بہت شفقت فرمائی۔

اس کے بعد فرمایا کہ اقتباس انوار میں لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ کے ہم تمام بیٹے الگ تھنک رہتے تھے۔ اور ہمارے پیچھے کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تھا۔ کیونکہ لوگ کہتے تھے کہ ان کا دین اور مشرب اور ہے۔ اور ہمارا دین و مشرب اور ہے ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے لیکن ہمارا ایک بھائی جس کا نام علی تھا حضرت شیخ کے ہاں مقبول تھا اور ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا تھا۔ اور تمام کام کو کرتا تھا۔ آپ نماز بھی اس کے پیچھے پڑھتے تھے۔



ایک دن میرا بھائی علی حضرت شیخ کی خدمت میں بیٹھا خوش الحانی سے ابیاتِ وحدتِ وجود سنا رہا تھا۔ اور ہم سب کے مجوسی کی حالت میں الگ تھے آخر چند ایام کے بعد ایک دن ہم نے بہت آہ زاری کے بعد عرض کیا کہ حضور ہمارا مذہب و مشرب بھی شیخ کی طرح وحدتِ وجود ہے۔ اور یہی ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے اور اس عقیدہ پر ثابت قدم رہیں گے یہ سن کر حضرت شیخ نے ہماری تقصیر معاف فرمائی ہے اور اس قدر شفقت اور عنایت فرمائی کہ بیان سے باہر ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ  
**شیخ رکن الدین و شیخ جلال الدین تھانیسری کی عظمت**

کامل بزرگ تھے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس فرمایا کہ تھے کہ اگر حق تعالیٰ نے قیامت کے دن مجھ سے پوچھا کہ ہمارسی بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو تو دوائیں ہاتھ میں رکن الدین کو اور بائیں ہاتھ میں جلال الدین تھانیسری کو لے کر عرض کروں گا کہ یہ الہ العالمین یہ تحفہ لایا ہوں۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ عبدالقدوس  
**شاہ عبدالقدوس گنگوہی کا لباس**

جو سے یہ بات مشہور ہے کہ سلسلہ صابریہ میں جو قدر و جلال غالب تھا۔ حضرت شیخ عبدالقدوس کے علم و جمال سے اس میں اعتدال آگیا۔ فرمایا اوائلِ حال میں حضرت شیخ عبدالقدوس کے گھر میں تنگی اور عسرت تھی لیکن اواخر میں خیر و برکت بڑھ گئی تھی۔ شروع میں آپ کا لباس ایک پیوند شدہ گلیم تھی۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس کوئی لباس نہ تھا۔ بلکہ وہ گلیم میں بھی جگہ جگہ پر بھٹ چکی تھی۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ گلی کو جوں سے کپڑے کے ٹکڑے چھو چھو کر اس پر گلیم پیوند لگاتے تھے۔ اور یہ آپ کا روزمرہ کا دستور تھا۔

**حضرت شیخ حسام الدین مانکیوڑی اور سماع**

اس کے بعد فرمایا کہ جب شیخ عبداللہ شطاردی مانکیوڑ پینچے تو

حضرت شیخ حسام الدین عا ماکپوری مجلس سماع میں مشغول تھے۔ آپ کے ساتھ دو اور بزرگ بھی قوالی میں مست تھے اور وہ ہیں اگر قص کر رہے تھے۔ چنانچہ ان تین حضرات نے اپنے کپڑے اتار کر قوالوں کو پیش کئے صرف ستر پوش باقی تھے وہ چلبستے تھے کہ یہ بھی قوالوں کو دے دیں چنانچہ انہوں نے دولائی درمائی سے اپنا ستر چھپا کر اپنے ستر پوش بھی قوالوں کو دے دیئے۔ اس کے بعد دولائی سے جو روٹی نکلی تھی۔ اس کو ترہ کر کے اپنا ستر چھپایا اور درمائی کا کپڑا بھی قوالوں کو دے دیا اور اسی حالت میں اٹھ کر حضرت شیخ عبداللہ شطاری سے ملے باہر چلے گئے۔ راستے میں کسی نے پان کی ٹوکری پیش کی تو حضرت حسام الدین نے پان پھینک کر ٹوکری کلاہ کے طور پر سر پر رکھ لی۔ اور اسی حالت میں شیخ عبداللہ شطاری کے پاس جا کر ملاقات کی۔ اس کے بعد مولوی کریم بخش ساکن علاقہ مظفر گڑھ نے دو فدا ندیشیں کیں اور آپ سرنگوں ہو کر سنتے رہے۔

## مقبوس ۹: بوقت ظہر روز چہار شنبہ ۶ ماہ و سال مذکور

ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ قبل میرے اس بیٹے کو بخار آیا تھا جس کی وجہ سے یہ گونگا ہو گیا ہے حضور تو جو فرمائیں اپنے پوچھا کہ آیا بخار سے پہلے بولتا تھا اس نے

علا حضرت شیخ حسام الدین ماکپوری حضرت شیخ نور قطب عالم کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ اپنے والد حضرت خواجہ علاء الدین کے خلیفہ تھے جو حضرت شیخ انجمی سراج الدین کے خلیفہ تھے اور آپ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت پیر بابا بنیرمی جو صوبہ سرحد کے اکابر منہج ہیں ایک واسطہ سے حضرت شیخ حسام الدین ماکپوری کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اخوند درویشہ جن کا کہ مرزا ارپشاد میں مرجع خلافت ہے۔ حضرت پیر بنیرمی جن کا اسم گرامی حضرت سید علی ہے کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت پیر بابا بنیرمی کے ذریعے علاقہ سرحد میں سلمہ عالیہ چشتیہ نظامیہ نے بہت ترقی کی۔



عوض کیا کہ جی ہاں بخار سے پہلے نہایت خوش کلام تھا اپنے بوجھاکہ بہرہ بھی ہو گیا ہے اس نے  
 کہا جی ہاں قوت گویائی اور قوت سمیع دونوں سے محروم ہو گیا ہے اپنے فرمایا کہ سمیع تابع نطق  
 ہے بلکہ نطق تابع سمیع ہے اس وجہ سے کہ مادر زاد رنگا وہی ہے جو مادر زاد بھرہ ہوتا ہے کیونکہ  
 بچے کی تعلیم کا ذریعہ کان ہیں جب بہرہ ہوتا ہے تو نہ کچھ سن سکتا ہے نہ بولتا سیکتا ہے ۔  
 لیکن بعد میں اشارات سے بات سمجھ لیتا ہے اور جواب دیتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ سمیع  
 تابع نطق نہیں اور اس بچے کو تپ کی وجہ دونوں جو اس میں فتور واقع ہو گیا ہے لیکن سمیع میں  
 فتور ناقص ہے ۔

## مقبول ۶۲ = بوقت عصر بزرگ پختہ، ماہ و سال مذکور

مسئلہ جبر و قدر کے متعلق گفتگو پورہی تھی حضرت اقدس نے  
 فرمایا تمام قرآن مجید قدر پر دلالت کرتا ہے اور احادیث  
 شریف جبر پر دلالت کرتا ہے ۔ پس صراط مستقیم جبر و قدر کے درمیان ہے ۔ اور اس بات کا  
 سمجھنا بہت مشکل کام ہے ۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو کچھ عبد کرتا ہے اپنی قدرت اور اختیار سے  
 کرتا ہے ۔ اور اس کام میں کمال لذت اور خط حاصل کرتا ہے ۔ یہ بات نہیں ہے کہ کوئی شخص جبر  
 اور زور سے اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ کام کرتا ہے ۔ لیکن اس کی قدرت ، اختیار اور فعل کا خالق اور  
 پیدا کرنے والا حق سبحانہ ہے اس وجہ سے کہ جو کچھ موجود ہے ۔ بہت حق تعالیٰ ہے اور صفات  
 توابع بہت ہے ۔ (اس بہت کے تابع ہیں) پس ہر قدرت و اختیار فعل حق سبحانہ ، تعالیٰ سے منسوب  
 ہے لیکن چونکہ ہر قدرت اختیار و فعل کا ظہور اور مدد ظاہری طور پر عبد سے ہوتا ہے اس لیے  
 اس فعل و اختیار کا نذرہ کے ساتھ منسوب کرنا جائز ہے ۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن کسی  
 نے حضرت سلطان الاولیاء صاحب الروضۃ سے دریافت کیا کہ عبد کو اختیار ہے یا نہیں  
 ہے ۔ اپنے فرمایا کہ حق سبحانہ ، تعالیٰ نے جس نوع اور جس مقدار میں چاہا ہے اپنی صفت  
 اختیار کو عباد کے مظاہر میں ظاہر کیا ہے ۔ اس کے بعد فرمایا کہ حقیقت میں جبر ہے ۔ بعد ازاں

مولوی محمد قاسم کی ساکن سمیناں نے عرض کیا کہ قبلہ حضرت علیؑ کا قول عَرَفْتُ رَبِّي بَضْعِ الْعِزَامِ (میں نے اپنے رب کو پہنچا اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے) بھی جبر پر دلالت کرتا ہے چنانچہ شارحین اہل ظواہر نے لکھا ہے کہ بَضْعِ عِزَامِ اور قَضْدِ مَاسْمَہ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ ہمارا ایک صانع ہے کہ جس کے دست قدرت میں ہمارے اختیار کی باگ دُور ہے اور ہم مجبور ہیں حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس عبارت کا معنی جبر پر دلالت نہیں کرتا بلکہ حصول عرفان پر دلالت کرتا ہے اور یہ قول معرفت اور عرفان پر دلیل ہے نہ کہ جبر پر۔ مثلاً جس شخص نے تکبیر تحریر کی اپنے آپ کی نفی کی اور فانی ہوا۔ اس نے حق تعالیٰ کا اثبات کیا اور بحر شہود وحدت ذات مقدس میں مود مستغرق ہوا۔ اس کے تمام عزائم اور ارادے بھی بَضْعِ عِزَامِ اور یہی معرفت و عرفان ہے جو اس کو حاصل ہوا۔ لہذا عرفت ربی بَضْعِ الْعِزَامِ کا مطلب یہ ہوا کہ پہنچنا ہم نے اپنے پروردگار کو بسبب اپنے مود فانی ہونے کے اور میرے عزائم بَضْعِ عِزَامِ ہونے کے کیونکہ وہاں مرث ذات ہی ذات حق نہ میرے عزائم عَرَفْتُ رَبِّي تَبَقِي (میں نے اپنے رب کو پہنچا) کے معنی بھی یہی ہیں۔ ۱

اس کے بعد حضرت اقدس نے نماز عصر باجماعت ادا کی اور مجلس عام کا حکم دیا چنانچہ دربان نے تمام لوگوں کو اندر بلا دیا۔ اس شان میں پاک پتی شریف کے ایک مجاہد نے آگ چند تبرکات اور دو دستار نذر کئے۔ ایک دستار سفید ملل کی حقی جو گیارہ گز لمبی تھی۔ اور دوسری زرد رنگ کی حقی جو دو گز لمبی تھی۔ حضرت اقدس نے کھڑے ہو کر پہلے سفید دستار کا مبارک پر باندھی اس کے اوپر زرد دستار باندھی۔ کچھ دیر کے بعد اپنے دونوں دستار اناکار خادم کو دیئے تاکہ محفوظ کرے۔

نہا جیہا کہ عارف رومیؒ فرماتے ہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ مگر دلیل باہداز دے رو قباب (آفتاب اپنی دلیل آپ ہے۔ اگر اثبات آفتاب چاہتے ہو تو آفتاب سے منہ مت پھیرو)



## مقبول ۶۳: بوقت زوال الشراق بزرگوشنبہ ازواج الحج ۱۳۱۸ھ

حضرت محبوب الہی کے عرس کی دوسری مجلس کے بعد ختم پڑھا گیا دعا کے بعد حضرت اقدس نے دروں اتھ فرش سے لگا کر اپنے قلب سے لگاٹے۔ یہ عمل دوبار کیا۔ اس کے بعد روضہ اقدس کے اندر جا کر مبلغ گیارہ روپے کا آستان عالیہ پر نذرانہ رکھا۔ اور زیارت کر کے باہر تشریف لائے پہلے آپ کی عادت مبارک یہ تھی کہ نو روپے نذرانہ رکھتے تھے اس دفعہ گیارہ روپے رکھے۔

## مقبول ۶۴: ازواج الحج ۱۳۱۸ھ

حضرت اقدس روضہ مبارک والی مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ اس آٹار میں اجمیر شریف کے مجاور نے چند تبرکات اور ایک دستار سفید نذر کی۔ حضرت اقدس نے کھڑے ہو کر دستار سر پر باندھی اور بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد دستار مبارک سر سے اتار کر خادم کو دی تاکہ صندوق میں رکھ دے۔

## مقبول ۶۵: بوقت ظہر بزرگوشنبہ ۴ اربابہ و سال مذکور

اوقات نماز ایک کشمیری مولوی صاحب نے جو چند ماہ سے حصول سلوک کی خاطر مقیم تھے۔ ظہر کی اذان دی اس کی عادت تھی کہ جونہی ذرا سا زوال آتا۔ اذان دے دیتا تھا۔ اسی طرح عصر کی اذان بھی دوسری مثل ختم ہونے سے پہلے دیتا تھا۔ اسے بہت سمجھایا گیا تھا۔ لیکن باز نہیں آتا تھا۔ جب لوگوں نے اذان کی آواز سنی تو تعجب ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کا یہ خیال ہے کہ میں ہر نماز اول وقت میں پڑھتا ہوں۔ حالانکہ اسے اوقات نماز کی خبر نہیں ہے اور عصر کی نماز ظہر

کے وقت میں پڑھتا ہے اس کی یہ نماز جائز نہیں ہے۔ اگر عصر کی نماز آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے پڑھے تو اختلاف سے بچ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ وقت متفق علیہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے ظہر اور عصر کا وقت پہنچانے کے لیے دو کوڑیاں نصب کر رکھی ہیں اس کے علاوہ ایک گھڑی عمل کی دیوار پر لگی ہوئی ہے۔ اور ایک ہر وقت میرے پاس رہتی ہے اوقات نماز کا آسانی سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ میں نہایت کوشش سے ساعت بساعت اور لحظہ لحظہ ہر نماز کا وقت دیکھتا رہتا ہوں۔ ظہر اور عصر کی نماز کے اوقات کو صحیح کرنے کی جس قدر کوشش میں کرتا ہوں اس سے زیادہ تصور میں نہیں آ سکتی۔ لہذا جو رنگ اس مولوی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کی نماز ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھتے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب کے گردو مشل سایہ تک ہے (یعنی کسی چیز کے دگنے سایہ تک) اسی سایہ کاٹ کر اصلی سایہ سے مراد وہ سایہ ہے جو آفتاب کے عام طور پر جنوب کی جانب ہونے کی وجہ سے ہر دیوار اور ہر چیز کا سایہ قدرے شمال کی طرف رہتا ہے خواہ میں دوپہر کا وقت ہی کیوں نہ ہو۔ اور امام ابی یوسفؒ و امام احمدؒ و امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں) اور امام شافعیؒ اور امام حنفیؒ کے نزدیک نماز ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لیکر ایک مثل سایہ تک ہے۔ (یعنی جب کسی چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔ اصلی سایہ کاٹ کر) ایک روایت کے مطابق امام اعظمؒ بھی ایک مثل کے تائل ہیں لیکن امام اعظمؒ کے فتویٰ کے مطابق دو مثل ضروری ہے۔ نیز ہمارے مشائخ عظام نے بھی دو مثل پر عمل کیا ہے اس کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ حضرت فخر الادبیائے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی گل محمد احمد پوری نے اپنی کتاب مکملہ میں لکھا ہے کہ حضرت قبلہ سلطان الادبیاء اول مثل میں نماز ظہر پڑھتے تھے اور دوسری مثل پر ظہر کی نماز کا وقت فوت ہو جانے کے تاکی تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک نماز ظہر کا وقت مثل اول ہے یہ غلط لکھا ہے۔ اس وجہ سے کہ حضرت سلطان الادبیاء اکثر نماز ظہر مثل ثانی میں پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی اول مثل میں بھی پڑھ لیتے تھے



## مقبول ۶۶ = بوقت ظہر سہ شنبہ ۱۹ ماہ و سال مذکور

آج مولوی محمد تاسم ساکن قصبہ سینان کو جو ذریعہ غازیان کے مضافات میں ہے اجازت  
بیعت حاصل ہوئی۔ اور اس راقم الحروف کے خلافت نامہ کی طرح خلافت نامہ لکھا گیا  
اس کے بعد اپنے خاںقاہ شریف پر نماز عصر باجماعت ادا کی۔ فراغت کے بعد ایک  
شخص حضرت اقدس کے سامنے سر بسجود ہو کر دیر تک رونا مارا۔ اور حضرت اقدس کمال  
شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے۔

## مقبول ۶۷ = بوقت عصر بزر شنبہ ۲۱ ماہ و سال مذکور

میر گل محمد خان ابن نواب قصیر خاں گسی کا قصیدہ | مجلس میں میر گل محمد خان ابی نثار  
قصیر خاں گسی دہلی ریاست  
جمل ربوچستان، حضرت اقدس کی مدح میں اپنے تصنیف کردہ اشعار پڑھ کر سنا رہے تھے۔  
اور حضرت اقدس سرنگوں ہو کر سن رہے تھے۔ اس کے بعد احقر راقم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ  
اس نظم میں مرقی اشعار ایسے ہیں جو لکھنے کے قابل نہیں۔ بعد میں یہ نظم مجھے دکھانیں ان اشعار  
پر نشان لگا دوں گا۔ وہ قصیدہ یہ ہے۔

بکش گو ہر تنائے پر خشتی  
بعد خولیش حضرت غوث اعظم  
درے کمون اندر سلسلہ پشت  
نشت بر سر پر شرع اول الدین  
دلے ہنہفتہ در پردہ صفائی  
ابودار عارفان وقت خود گوئے

بزن زیا بوج منکر کشتی  
معلیٰ شیخ کامل قطب عالم  
معلیٰ خاندانش خشت خشت  
ہمایوں بادشاہ اوج تکیں  
مجسم صورت آمد نور ذاتی  
خدا دادا نے حسد گوئے خدا جوئے

فرید الحق والدین فردا فردا  
 قدم زد بر فراز بے ریائی  
 شود هرگز بے دعوت خدایا !  
 در آئینه دلش هر غیب روشن  
 خدیو هفت کشور مهر نه طاق !  
 کرم او هفت دوزخ را کند آب  
 نیش تازه دارو فخر سر را  
 سیاست شین شاہی هفت افلاک  
 خمیر کنت کنز در گل او !  
 زہے شاہنشاہ بے تخت و تاج  
 بعد اجلال آن ماہ جہاں تاب  
 نباشد آن گل جاں بخش ہریار  
 دے از بوسے او در جلد او طمان  
 بستر حق بنی را محرم راز  
 بنائے شرح را شمع شب افروز  
 براہ حق نمائی نیک سادک  
 چنان نازد بعد پیش اولیائی !  
 رموز آموز اسرار الہی  
 بہار آرائے گلزار حقیقت  
 بدین خوبی کہ خورشید خاک را پیش  
 حالش را بہر اداں دل خریدار  
 عزیز مصر دار الحسن پنجاب  
 ہمائے اوج عزت برتر از غیر

بہت رہا ہر ابرار او پاد  
 پیش آورد در راہ مسطفا  
 ملائک از پیش ہچون غلامان  
 بود از موم مرا تشنہ ز آب  
 دے از مہر کشور ہاشدہ طاق  
 غضب رو بہشت جنت را دہ تاب  
 موم قہر او سوز و سقر را  
 سرس از زندگی پیوستہ بر خاک  
 خزینہ دھو معکم در مل او  
 سلاطین جہانش جلدہ محتاج  
 فرزند پنج نوبت او بہ پنجاب  
 شدتش خاک بہادر پو ماورا  
 تمامی اہل دل را زندہ شد جہاں  
 بہ یزم دل علی را دوست و ساز  
 قلوب الصادقین را حکمت آموز  
 ولایت مثل ملک ادرست ماک  
 کہ در دوران احمد انبیائی  
 زود ہر ملک وحدت کوں شاہی  
 صفا پیرائے آئینہ طریقت  
 بفریہ چاہر آمد جلوہ گاہش  
 زہے یوسف زہے گمئی بازار  
 کہ جودش شش جہت را میداد  
 دواش بر ہوائے لامکان میر



فلک یک کنگره از کاخ او حبش  
 شهنشایه ولایت ملک ملوک  
 منزله ذات او فارغ تر از غیب  
 نواز و لطف او جبریلیاں را  
 دماغ فرشتیاں را کرده معور  
 بدش بر ملک دل با صد علم زد  
 بحسب و دبر دنیا مثل او کم  
 سخاوت او همه از بے ریائی  
 عزیز لوط عصمت کسای  
 نگاہش پرده پوشش پرده عالم  
 نگاہ عصمتش ناآشنا شد  
 سگان را فیض بخش کرده بر جا  
 نسبت فاروقیش باعث عدم کفر  
 خلیفه وقت فرزند خلیفه  
 همیشه رسیده پوشی رانده  
 شهبان طوق فرماشش مطلق  
 دلش آینه اسرار الهی  
 انیس حرمان پاک درگاه  
 نمایان کرده محراب و ابرو  
 ابود و گوسه بطن عشق بازی  
 نظر کیاں بحسن و قبح انداخت  
 بدو جا کرده سیر کبریائی  
 نگارین سرو از گلزار مسعود

همه خبر قریباں در خیل فوجش  
 زده سرایت اقباس بر لاهوت  
 کلامش جنگی المام از غیب  
 فروز و حسن او اسرافیلیاں را  
 چراغ عرشیاں را داده صد نور  
 قلم او بر جریده جاں رستم زد  
 گزیده راه و رسم ابن ادم  
 کند در محفلش حاتم گدائی  
 جهان بر عصمتش داده گواهی  
 دلش آینه اسرار اعظم  
 خا برد ست گلرویاں جیانش  
 کرامتش چون نجم الدین کبری  
 که فادق اسلام است هم کفر  
 گزیده پاک مذہب بر حنیف  
 نفقه چرخ اطلس در گلیه  
 کشاده در جهان اسرار خلق  
 تماشا کرده دروے بر آنچه فواید  
 جلیس بزم قدسی لی مع الله  
 سجودش خلق پیشش همه سو  
 یکے داند حقیقی و مجازی  
 وجود خلق ذات الله شناخت  
 از و در بندگی پیدا حنائی  
 منور مشد ایوان محمّد

مبرا دامنش از گردالوات  
 طغیانش ملک عالم در آستان است  
 دل از شوق زانند سیر دارد  
 چو شمس الدین تبریز جهان تاب  
 بزیر این کهن طاق زبرجد  
 دلش از غیر حق پر اعتراض است  
 گزیده بارگاه پیچتن ادرست  
 قیام از دے زمین و آسمان را  
 ازال دے خردنیا خردین است  
 بخورده جام از یاده توکل !  
 نشسته از ره توقیر احمد  
 بصورت عیب پوش و هم خطا بخش  
 خطش زالی حکم رانی دو جهانست  
 چو پروار دودوست آن محمد دین  
 درون مغدوب بیرون زاهد پاک  
 بظاهر پاک سنت پیغمبر  
 رس حکمت بگردن جان سوخت است  
 به سجاده مشیت استوائے  
 سمند شوق را داده بجایے  
 نگه از کیمائے خود چو انداخت  
 جمال مرز و حسن آن یار  
 بود طبع جالش راحت جان  
 بهد عرفان نبرد شعله طور

بزیر مفت گنبد غوث اغواش  
 صغیر وقت هم شبلی زمان است  
 فیوض از خواجہ اجمیر دارد  
 چو قطب الدین اوشی قطب الانظار  
 علی صورت محمد سیرت آمد  
 همه فیض از فضل ابن عباس است  
 محب الخاص شاه ذوالمنن ادرست  
 نظام اردے نظامی خاندان را  
 که خاص از حرمان فخر الدین است  
 چراغ افروز بزم شیخ بهیل  
 بر سجاده عاتق محمد  
 سرور جهان مولانا خدا بخش  
 که حجت نامه فخر جهانست  
 دعایش را ملک گویند آمین  
 نهاده کرسی عزت بر اندک  
 به باطن سرمد آسارند به شر  
 بعالم ثانی شیخ الشیوخ است  
 به سجاده شریعت کامگارے  
 زمین و آسمان را کرده گارے  
 مس مدحیم خاک را طلا ساخت  
 به بخشد جلوه چون دانه بجز وار  
 جلال اندر جالش مانده پنهان  
 چو مرز و یک بهیما مستحق نور



زود دودہ زنگے ہم از قلب عشاق  
 اگر با قہر کشتہ زباں را !  
 چون دانش در جلال آید بصدر فر  
 کرم او چون نواز د عالمی را  
 بغیر از افسرد اورنگ نشا ہی  
 محیط آمد علوم مس خاکیاں را  
 طفیل بین دستش اندر آفاق  
 برائے ساکنان خاطر آگاہ  
 شراب بخود می در جام کرده  
 کشاده در جہاں دکان تلقین  
 مبارک پشیوائے خاص دہم عام  
 قلم برد دفتر تقلید رانده  
 قدم بر خادہ معنی کشودہ  
 دو قطب آمد جنوبی و شمالی  
 زہے نائب رسول اللہ با فیض  
 دلش غرق محبت اصل تا فرع  
 جہاں روشن نموده با لطف  
 زمان تا بہست زو پر نور بادا  
 خدایا تاکہ بہست ای چرخ اختر  
 براں در گاہ زیب از بندگان باد  
 طفیل ادبیائے دہی احمد

چو صیقل از بر باہاں ز اوراق  
 دمش صرصر رسد باغ بہاں را  
 شگاندہ کوہ با اللہ اکبر  
 نے دریا رساند شبنمی را  
 بہمت از سلاطین باج خواہی  
 سبق آموختہ افلاکیاں را  
 شدہ بر مہرہ تسبیح دریاق  
 چو مد پیش ذکا مشعل برہا  
 دوائی درد خاص دہم کردہ  
 شدہ سودائی اوسود برکیں  
 زدہ پے پے بر پے خیر البشر گام  
 بر نیز خطبہ توحید خواندہ  
 رہ الفقیر فخری طے نمودہ  
 یگانہ قطب او باشد محالی  
 کہ بخشیدہ بہمت خلق از فیض  
 زبانش مجتہد ہم مفتی شرع  
 چراغ خانہ اہل تصوف  
 بفرزدان او پر نور بادا  
 چراغ دودمانش باد افور  
 چہ جائے بندگان بل از سگان باد  
 الہی بخش عاصی گل محمد

## مقبول ۶۸ بوقت عصر و جمعۃ المبارک ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۱۸ھ

اس بات کا ذکر ہو رہا تھا کہ سورۃ توبہ کے  
 سورۃ توبہ میں اللہ نے ہونے کی وجہ | شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کیوں نہیں  
 آئی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ چونکہ حرف الف انسان کامل کے بالمقابل ہے پس جس طرح  
 احدیت مطلقہ کے بعد انسان کامل یقیناً اول ہے اسی طرح حرف ب یقیناً اول ہے الف  
 کے بعد۔ اور جس طرح ذات حق سبحانہ مرتبہ احدیت میں بی رنگی اور اطلاق ہے۔ اسی طرح  
 حرف الف میں بھی بے رنگی اور اطلاق محض ہے جس طرح ہستی مطلقہ نے مرتبہ احدیت سے  
 تنزل کر کے یقیناً اول یعنی حقیقت انسان کامل میں ظہور فرمایا۔ اسی طرح ذات الف نے مرتبہ  
 اطلاق سے تنزل کر کے صورت حرف ب میں یقیناً اول اختیار کیا۔ جس طرح باقی اشیاء کا ظہور  
 اور آغاز انسان کامل سے ہوا ہے۔ اسی طرح ہر چیز حرف ب سے پیدا ہوئی ہے چونکہ ہر چیز کا  
 آغاز حرف ب ہے۔ اس لئے ہر کام کے شروع میں بسم اللہ جو حرف با سے شروع ہوا اور  
 چونکہ قرآن شریف کی ہر سورت جداگانہ صحیفہ ہے۔ اس لیے ہر سورت بسم اللہ سے شروع  
 اور نازل ہوئی ہے تاکہ ہدایت یا آغاز حرف با سے ہو۔ لیکن سورت توبہ میں بسم اللہ کی  
 ضرورت نہ تھی اس لیے بسم اللہ نازل نہ ہوئی اس وجہ سے کہ یہ سورت پہلے ہی سے حرف با  
 سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ بعض کتب منزلہ بھی حرف با سے شروع ہوئی  
 ہیں چنانچہ ثنوی شریف جس کے متعلق لکھا گیا ہے کہ سے

فیہ پیغمبر دے دارد کتاب

وہ بھی حرف با سے شروع ہوتی ہے

بشواز نے چوں حکایت میکند و ز عبد اللہ شکایت میکند

۱ نیز فرمایا گیا ہے کہ ثنوی معنوی مولوی۔ ہست قرآن در زبان پہلوی



## مقبول ۶۹ = بوقت ظہر روز شنبہ ۳ محرم ۱۳۱۸ھ

حضرت اقدس تلامذت قرآن کرہ رہے تھے۔ تلامذت سے فارغ ہو کر نماز عصر باجماعت ادا کی۔ اس کے بعد ایک مرید کو خلوت میں بلا کر یہ وظیفہ کا تذکرہ لکھ کر عطا فرمایا۔ اللّٰهُمَّ الرَّبِّیْ فِیْ مَنْافِیْ اَنْبِیَاءِکَ وَاصْفَانِکَ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرْجًا وَارْزُقْنِیْ فِیْ مَنْعِیْ مَا صَدَلَ بَیْہِ عَلٰی اِحَابَتِہِ دَعْوِیْ سَاعَاتِ بَارِسُورَتِ وَالشَّمْسِ وَسُورَةِ الْوَعْدِ وَسُورَةِ الْاَنْکَلَامِ سَاعَاتِ بَارِہِ اَوْ اَرَاہِ اَتِیَاتِ نُّوْرِ مَعْنٰی اللّٰہِ نُوْرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلٰی اٰخِرِہِ اَکِیْسِ بَارِہِ۔

## مقبول ۷۰ = بوقت عصر روز یکشنبہ ۲۹ محرم ۱۳۱۹ھ

ایک شیعہ امام کا اعتراف حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی یاہمی بحث متعلق

حضور اقدس کتاب بخفہ عشریہ کا مطالعہ کر رہے تھے کتاب میں سے آپ نے یہ عبارت پڑھ کر سنائی۔ ”موید باللہ میحییٰ بن حمزہ زیدی جن کا شمار اکابر شیعہ میں ہوتا ہے۔ اپنی کتاب اطواق الجوامہ فی مباحث الامامہ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا گند ایک قوم پر ہوا جو حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کی شکایت کر رہے تھے۔ میں نے جاکر حضرت علیؓ کو اطلاع دی اور عرض کیا ان لوگوں کا خیال ہے کہ آپ چھاپا ہے میں جو کچھ یہ لوگ بر ملا کہتے ان لوگوں کو ہرگز یہ کہنے کی جرأت نہیں ہو سکتی ان لوگوں کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ہے اور پہلے اس نے یہ بات ظاہر کی ہے۔“

حضرت علیؓ کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی عظمت | یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا

یہاں خدا تعالیٰ رحمت کرے خدا تعالیٰ ان دونوں پر یہ کہہ کر آپ اسٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد

میں داخل ہوئے۔ اور میر پر چڑھ کر اپنے اپنی ریش مبارک کو ماتے میں لیا۔ جو سفید تھی اور اس قدر روئے کہ آنسو ریش مبارک پر گر رہے تھے اس آئین میں بے شمار لوگ جمع ہو چکے تھے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا شر ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں کی۔ دو وزیروں اور دو رفیقوں اور قوم قریش کے دوسرواروں اور مسلمانوں کے دو بالوں کی مذمت کرتے ہیں جو کچھ وہ لوگ کہتے ہیں اس سے بزار ہوں اور اس پر ان لوگوں کو سزا دوں گا اور تقرر لگاؤں گا ان دونوں حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت خدمت کی ہے۔ اور وفاداری کی ہے۔ اور ہمیشہ احکام خداوندی کی شروعات میں انہوں نے بے حد جدوجہد کی ہے۔ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بہت کوشش کی ہے انہوں نے لوگوں کے مسائل اور مقدمات کے حل کئے اور جو لوگ مزاکے مستحق تھے ان کو سزائیں دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دو حضرات کی رائے سے کسی کی رائے کو زیادہ بہتر نہیں سمجھتے تھے۔ اور ان دونوں سے زیادہ کسی کو دوست نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو ان دونوں صاحبان سے راضی تھے۔ اور باقی مسلمان بھی راضی اور خوش تھے۔ ان دونوں حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی سے ذرہ بھر تجاویز نہ کیا۔ پس ان دونوں کا اسی حالت میں وصال ہوا۔ خدائے تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جو دانے کو اگانے والا اور جانوں کو پیدا کرنے والا ہے جو شخص ان دونوں حضرات کو دوست رکھتا ہے۔ وہ بلند درجہ رکھنے والا مومن ہے اور جو شخص ان کو دشمن سمجھتا ہے یا ان سے نفرت کرتا ہے وہ بد نصیب ہے اور دین سے خارج ہے اور جو شخص ان کی برائی کرتا ہے۔ خدا اس پر لعنت کرے۔ اور تم اثناء اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا شر دیکھ لو گے حضرت علیؑ نے عبداللہ بن سبا کو ملک بدر کر دیا۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے عبداللہ بن سبا کو بلوایا اور اس کو ملک بدر کر کے مدائن کی طرف نکال دیا اور فرمایا یہ سبامیرے ساتھ ایک ہی شہر میں ہرگز نہیں رہے گا۔



## مقبول = بوقت عصر کثینہ ۲۱ صفر ۱۳۱۹ھ

**عمل برائے دفع مرض مولشی** | ایک شخص نے عرض کیا کہ قبل مال مولشی اور آدمیوں میں بیماری پھیل جاتی ہے تو لوگ مجھے دغیہ مرض

کے لیے کچھ پڑھنے اور دم کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن مجھے کچھ نہیں آتا۔ مہربانی کر کے مجھے کچھ بتائیں۔  
 آپ نے فرمایا کہ سورت فاتحہ مع التسمیات بار اور سلسلہ خواجگان ایک بار پڑھ کر دم کیا کر و اور شہادت کی انگلی کو اٹھا کر مولشی کے گرد گھما کر محاصرہ کر لیا کر و۔ اور اس حالت میں کلام مذکور پڑھتے رہو۔ اور دم کرتے رہو۔ اس کے بعد اسی آدمی نے عرض کیا کہ حضور میرا ایک رشتہ دار عرصہ سے تپ میں مبتلا ہے۔ اس کے لیے کوئی توفیق مرحمت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ توفیق سے بھی بہتر یہ ہے کہ صبح کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک سو بار پڑھ کر ایک درگھونٹ پانی پر دم کر کے ہمارے اس کو پلا دیا کر و۔ لیکن وضو کامل کے پڑھا کر و۔ اس کے بعد کچھ دیر خاموش ہو کر حضرت اقدس نے یہ شعر پڑھا۔

موسیا آداب دانان دیگر اند سوختہ جان وردانان دیگر اند

(اے مومنے آداب خداوندی جاننے والے اور ہوتے ہیں۔ سوختہ جان اور سوختہ ارواح

اور ہوتے ہیں)

## مقبول = بوقت عصر روز چہار شنبہ ۲۲ صفر ۱۳۱۹ھ

**ادراک بسیط و ادراک مرکب** | حضرت اقدس نے فرمایا کہ اسیری کی پیغزل حاصل ہوئی ہے۔

افہام قاصر اند زکنہ صفات ما	قطرہ ایست ز دریائے ذات ما
اسم و صفات ما شد مجملات ذات ما	از غیر من جو نام و نشان نیست در جہان

بلے خواست رو بروئے من آورد بت پرست  
 ہرگز کہ کرد سجدہ بر لات و منات و ما  
 (۱) عقل بشر بجز ذات حق میں سے ایک قطرہ ہے۔ قطرہ کس طرح اس کی ذات سے کہ اس  
 کو سمجھ سکتا ہے۔

(۲) غیر اللہ کا نام و نشان ہی نہیں جو کچھ موجود ہے سب اسی صفات کا مظہر ہے۔

(۳) جب غیر کا وجود ہی نہیں تو لات و منات کا پرستار نادانستہ طور پر حق تعالیٰ ہی کا

ساجد ہے)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس شعر کے معنی یہ ہیں۔

وے کو عشقِ خوبان دلجو است اگر داند و گرنہ عاشقِ است

(جو شخص بھی عاشقِ مجاز ہے خواہ وہ جانے یا نہ جانے، مانے یا نہ مانے وہ عاشقِ  
 حق ہے) لیکن یہ بات کسی سمجھ میں نہ آئی۔ آخر آپ نے خود فرمایا کہ بت پرست جو لات و منات  
 کو بخواست یعنی دانستہ سجدہ کرتا ہے۔ وہ ہمیں بے خواست یعنی نادانستہ سجدہ کرتا

ہے اس کے بعد یہ آیت پڑھی الم تر ان الله سجد له من في السموات ومن في الارض  
 والشمس والقمر والنجوم والشجر والادواب ركبوا له فكل ساجد وكفى بالله غفورا  
 کو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ اور سورج و چاند ستارے پہاڑ، درخت

چوپائے) اس کے بعد فرمایا کہ بخواست نادانستہ ادراک بسیط ہے اور با خواست دانستہ  
 ادراک مرکب ہے اور تمنائے ایمان و کفر اور مار و ثواب و عذاب بھی ہی ادراک مرکب ہے۔

اس وجہ سے کہ ادراک بسیط کے اعتبار سے ہر چیز فرمانہ دار ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے سبحان  
 من اطاع العاصی بعصيانہ و ذکر الناس بنسبائہ و ا پاک ہے وہ ذات جس کی اطاعت

ع حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی فرماتے ہیں کہ اهدنا الصراط المستقیم ایک دعا ہے راہ ہدایت  
 کی ہی کافی تھی۔ اس کے فوراً بعد صراط الذین انعمت علیہم آنے کی وجہ سے کہ دیے ہر شخص اور ہر  
 چیز صراط مستقیم پر ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے مشیت الہی سے جو کام جس چیز کے ذمہ لگایا ہے وہ  
 پابندی سے انجام دے رہی ہے۔ صراط الذین انعمت علیہم دعاء خاص ہے اس نعمت  
 اس کے لئے جو انبیاء و اولیاء کو نصیب ہوئی ہے۔



کرنا گنہگار ایسے گناہ سے اور جس کا ذکر کرتا ہے غافل اپنی عقلت سے) اس کے بعد فرمایا کہ ایسی ہی کی تمام عزلیں آسمان میں مشکل نہیں۔ البتہ یہ اشعار درانت طلب ہیں۔

عالم نہ بلند ہی و نہ پستی دارد      دل میں مہر مخموری دوستی دارد  
از دیر و حرم مقصد دل عشق خود است      ای آئینہ سخت خود پرستی دارد  
و اہ کائنات میں نہ بلند ہی ہے نہ پستی ہے۔ یعنی نہ آسمان ہے نہ زمین یہ سب یقیناً انسان نے اپنے وجم و مسمی کی وجہ سے بنا رکھے ہیں۔

(۳) دیر و حرم میں کافر اور مومن جس کی پرستش کر رہے ہیں۔ سب اپنی پرستش ہے یہ آئینہ رقب انسان، نہایت خود پرست واقع ہوا ہے)

مولانا رکن الدین کاتب ملفوظات کا عرفان | اس کے بعد حضرت اقدس  
عالمش ہو گئے۔ اس محل بیان

کے بعد مولوی رکن الدین کاتب ملفوظات نے یوں شرح بیان کی ہے۔

آیت مذکور کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا و ما خلقت الجن والانس الا لبعثون (نہیں پیدا کیا ہم نے جن والی کو سوائے عبادت کے لئے) اس آیت کا بھی وہی مطلب ہے۔ اور حدیث شریف کل میسر لما خلق لہ شاہد کا معنی یہ ہے کہ ہر چیز عبادت پر مکلف ہے۔ اب چونکہ اسما و صفات الہیہ مختلف ہیں۔ عبادات بھی مختلف ہیں اللہ تعالیٰ کے دو اسماء مفضل (گمراہ کنندہ) اور مادی رہایت دہندہ) ہیں پس جو چیز مفضل کا مظہر ہے وہ بطریق عبادت اطاعت کرتی ہے۔ اور جو چیز اسم مادی کا مظہر ہے۔ وہ بطریق صلاحت (گمراہی) اس کی اطاعت کرتی ہے۔ آیت و ما من دایتہ فی الارض الا هو اخذ بنا میثاقا ان رجب علی صراط مستقیم بھی اسی پر ناطق ہے۔ چونکہ حق تعالیٰ اور عارفان حق کے نزدیک ہر چیز زندہ ہے۔ اس لیے آیت مذکور میں ہر چیز کو دابہ کہا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے ہر چیز میں حق سبحانہ البس بران ذاتی و صفاتی متشرف ہے خواہ وہ راہ ہدایت پر ہے یا گمراہی پر وہ صراط مستقیم پر ہے۔ اس سے کہ موجودات میں سے کوئی موجود متحرک نہیں ہوتا سوائے اس اسم الہی کے جس کا وہ مربوط ہے یا مظہر ہے اس لئے وہ ہر حال

میں صراط مستقیم پر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وان من شیء الا یصلح محمدہ  
ولکن لا یقمنون لہم (کوئی چیز ایسی نہیں جو تبخیر نہیں بیان کرتی مگر تم اس کی تسبیح کو  
سمجھ نہیں سکتے۔ یہ آیت بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔ تم اس کی تسبیح نہیں سمجھ سکتے کیونکہ  
تم اس کا نام مخالفت، ان کا گمراہی اور ضلالت رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ عبادت ہے۔

ادراک بسیطہ ادراک مرکب کی حقیقت سمجھنے کے لیے یہ جاننا  
**مراتب ادراک**

ضروری ہے کہ ادراک کے تین مراتب ہیں۔ اول البشری دوم بشرط  
لاشی، سوم بشرط شئی پس پہلا مطلق ادراک ہے۔ دوسرا ادراک سا فوج ہے جسے ادراک  
بسیط بھی کہتے ہیں۔ تیسرا ادراک مقید ہے جسے ادراک مرکب بھی کہتے ہیں۔

ادراک بسیط سے مراد وہ تصور حق ہے کہ جس کا شعور مدرک کو نہیں  
**ادراک بسیط** پہنچتا اور ذہول اور بے شعوری ہوتی ہے۔ یہ ادراک ہر چیز اور ہر شخص  
کو حاصل ہے جس چیز کو دیکھتا ہے۔ اس میں حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے لیکن اس بات کا اسے شعور  
نہیں ہوتا کہ حق کو دیکھ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ غایت ظہور یا شدت ظہور جس کے ساتھ ذات  
حق ہوتا وہ ہر لحظہ مشہور ہے اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ لہذا اسی ادراک بسیط کے لحاظ سے ہر چیز  
واصل باللہ اور مطیع و فرمانبردار حق ہے۔ اور اضطرابی، جبری اور بے اختیاری طور پر حق تعالیٰ  
کی عبادت میں ہے۔ یسبح للہ ما فی السموات سے یہی عبادت مراد ہے۔ اور سبحان من اطاع  
العاصی بعصیانہ و ذکر الانسی بانیانہ سے یہی اطاعت و اضطرابی مراد ہے۔

ادراک مرکب سے مراد ذات حق کا وہ ادراک ہے کہ جس کا علم مدرک  
**ادراک مرکب** کو ہو۔ اس قسم کا ادراک ہر چیز اور ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض

کو میر ہو تا ہے۔ اور جس شخص کو ادراک مرکب حاصل ہے۔ وہ عارف باللہ ہے۔ خواہ وہ  
واصل باللہ بھی نہ ہو۔ اس وجہ سے کہ ادراک مرکب عرفان ہے اور محل صواب و خطا اور مدارائے  
و کفر اور دنیا و ثواب و عذاب یہی ادراک مرکب ہے۔ اور احکام شریعت کی بنیاد بھی ادراک  
مرکب ہے۔ اولیاء کرام کافرق اور تفاضل مراتب اسی ادراک مرکب کی کمی و بیشی پر منحصر ہے  
جس شخص کو یہ ادراک زیادہ حاصل ہے عرفان میں اس کا مرتبہ زیادہ بلند ہوتا ہے۔



مذکور بالا شرح کے بعد اس شعر سے

## پہلے شعر کے معنی

عالم نہ ملندی و نہ پستی دارد      دل این ہمہ غمخواری و مستی دارد  
 کے معنی یہ ہوئے کہ کائنات میں درحقیقت نہ ملندی ہے نہ پستی ہے یہ جو آسمان کی بلندی  
 اور زمین کی پستی یا دیگر نشیب و فراز نظر آتا ہے۔ یہ اضافی اور اعتباری ہے۔ حقیقی نہیں یہ اس  
 وجہ سے نظر آتا ہے کہ وہ یکے والے اپنے وہم و گمان میں مبتلا ہے اور اسی صورت اور غمخواری میں  
 اسی طرح دیکھتا ہے۔ جیسے کہ ایک دیوانہ آدمی ہر چیز کو اپنی دیوانگی کی نظر سے غلط دیکھتا ہے۔  
 نقل ہے کہ ایک دیوانے کو یہ خیال ہو گیا کہ میں گائے ہوں اور لوگوں سے کتا تھا کہ میں گائے  
 ہوں مجھے ذبح کرو۔ اسے ایک حکیم کے پاس لے گئے اس نے کہا اے یہ گائے ہے اسے ذبح  
 کرو۔ جب اسے زمین پر لٹایا گیا اور خیر سی اس کے گلے پر رکھی گئی تو حکیم نے کہا کہ اسے چھوڑ دو  
 یہ گائے دہلی ہے۔ اسے کچھ کھلاؤ تاکہ موٹی ہو جائے۔ پھر ذبح کریں گے۔ یہ دیکھ کر دیوانے نے  
 کہا اچھا لاؤ مجھے کچھ کھلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اسے مقوی غذا اور ادویات کھلانا شروع کیا جس سے  
 وہ اچھا ہو گیا۔ یہ اس کا وہم تھا۔ کہ خود کو گائے تصور کر رہا تھا۔ پس ملندی و پستی بخیر و شر نفع و  
 نقصان، دوستی و دشمنی وغیرہ جو کچھ دنیا میں ہے انسان کے وہم کی پیداوار ہے درحقیقت نہ  
 کوئی چیز نفع بخش ہے۔ نہ نقصان دہ۔ شیخ عراقی نے فرمایا ہے کہ حقیقت مانند گڑہ  
 (گول چیز) ہے۔ جہاں انگلی رکھو وہی اس کا وسط ہے۔ ایک گول گیند میں نہ ملندی ہے نہ پستی  
 ہے بلکہ تمام جگہ سوا ہے۔

## دوسرے شعر کے معنی

بے خواست رو برائے منی اور دست پرست      ہرگز کہہ سجدہ بر لات و منات ما  
 کے معنی یہ ہیں حتیٰ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص بت لات و منات کو جو میرے منظر ہر  
 میں۔ بخواست یعنی دانستہ طور پر سجدہ کرتا ہے۔ یعنی اور اک مرکب سے سجدہ کرتا ہے۔ یہ  
 بتوں کے آگے تقاضائے ذاتی سے سجدہ کرنا دراصل میرے آگے سجدہ کرنا ہے۔ نہ دانستہ

طور پر یا اور اک بیٹا کے اعتبار سے کافر اپنے کفر سے عابد ہے ، اور مومن اپنے ایمان سے عابد ہے۔ یہ دونوں ذاتی نعمات سے ہیں۔ حضرت قید فرالارلیا رکایہ شعر بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔

رومیں کافر آورد و مومن ! کعبہ و دیر سونات فم  
(خواہ کافر ہو یا مومن ، خواہ وہ کعبہ کے آگے سر بسجود ہے یا بت کے سامنے وہ میرا  
ہی عابد ہے ۔)

**مقبول = بوقت عصر روز پنجشنبہ ۲۵ صفر ۱۳۱۹ھ**

**حضرت خواجہ مودود چشتی اور شیخ احمد جام کی ملاقات** | جب شیخ احمد جام زندہ  
پیل جن کا شمار اولیائے کرام اور مقدائے روزگار میں ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ ابو یوسف کے زمانہ  
کی خبریں کہ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ سے ملاقات کی خاطر جنت کی طرف  
روانہ ہوئے تو مخالفین نے حضرت خواجہ مودود کے کان میں یہ بات ڈالی کہ خواجہ احمد جام آپ  
کی دلالت سلب کرنے کی خاطر آرہے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی حضرت خواجہ مودود چشتی نے مراقبہ  
کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سراسر اٹھا کر فرمایا کہ یہ بات غلط ہے۔ شیخ احمد جام غلو میں نیت اور  
محبت کی خاطر ملاقات کی خاطر آرہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ مودود چشتی دیوار پر سوار

علا یہ اور اک بیٹا کی رو سے ہے۔ لیکن اور اک مرکب یعنی احکام شریعت کی رو سے کافر کافر ہے اور مومن  
مومن ہے کافر و دوزخ کا مستحق ہے اور مومن جنت کا لیکن دوزخ کیلئے۔ جلال و درست اور جنت  
جال و درست ہے دونوں ذات حق کی شائیں ہیں۔ کافر جلال کا مستحق ہے۔ مومن جلال کا۔ عونا کا قتل ہے کہ دونوں  
مرزے اڑائیں گے۔ لیکن دونوں کے مزدوں میں فرق ہوگا۔ جو فرق جلال و جلال میں ہے۔ تعلق باللہ دونوں  
کو حاصل ہے۔ صرف نوعیت تعلق میں فرق ہے۔



ہو کر اس شان سے ان کے استقبال کے لئے نکلے کہ چار ہزار اولیاء کبار اور خلفائے نامدار آپ  
 کے ہمراہ تھے۔ ادھر شیخ احمد جام شیریں سوار ہو کر آ رہے تھے۔ دریا ئے توفیق کے کنارے  
 دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ اور دونوں اپنی سواری سے اتر کر ایک دوسرے سے بغلیگر  
 ہوئے۔ اور کافی دیر تک بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے اس کے بعد خواجہ علی حکیم جو حضرت خواجہ  
 مودود چشتی قدس سرہ کے معتقد تھے کے مکان پر تین دن تک مجلس سماع میں مشغول  
 رہے۔ اور دونوں پر مدد و تواجد کی حالت رہی۔ اس کیفیت و مستی کو غنیمت جان کر ان  
 کے مخالفین نے چاہا کہ شیخ احمد جام کا کام تمام کر دیں۔ لیکن حضرت خواجہ مودود چشتی  
 نے ان کے دل کی بات معلوم کر کے ان پر ایسی نگاہ قرار دوائی کہ بیہوش ہو کر گر گئے۔ مجلس  
 سماع سے فراغت کے بعد شیخ احمد جام نے بے ہوشوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے  
 حقیقت حال سے ان کو آگاہ فرمایا۔ شیخ احمد جام نے ان سے درگزر فرمایا اور نفقت سے ان  
 کے سروں پر پانچ پھیرا تو وہ ہوش میں آکر اٹھ بیٹھے اور دونوں بزرگوں کے پاؤں پر گر گئے  
 اس کے بعد دونوں بزرگ خلوت میں چلے گئے۔ اور ایک دوسرے سے فیضانِ صحبت کر کے  
 رخصت ہوئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولانا جامی نے نفحات الانس  
 میں یہ واقع اور طرح سے بیان کیا ہے۔ نیز فرمایا کہ حضرت خواجہ مودود چشتی بڑے بزرگ  
 ہیں۔ یہ آپ کا زور ولایت ہے کہ جس سے سلسلہ رجنیہ میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔ اس  
 کے بعد فرمایا کہ آپ کے دس ہزار خلفائے تھے جن کی بدولت دنیا کے مشرق و مغرب  
 شمال و جنوب میں سلسلہ رجنیہ پھیلا ہے۔ سخی سرور بھی آپ کے فیض یافتہ ہیں۔ چونکہ سلسلہ  
 رجنیہ میں سماع بہت محبوب ہے حضرت سخی سرور کے مزار پر ہر وقت وصول ہکتے رہتے  
 ہیں فرمایا کہ ہندوستان اور پنجاب بھر میں حمیرت خواجہ مودود چشتی کے خلفاء موجود ہیں اس  
 زمانے میں قلعہ قصور مشائخ رجنیہ سے پُر تھا۔ تو زانی، عزیز زانی اور ملک زانی میں مشائخ مودود  
 کثرت سے تھے۔ اگرچہ تو زانی زیادہ تر ہندوستان میں تھے۔ لیکن ان کے خلفاء قصور میں

حضرت شیخ سخی سرور کا مزار ڈیرہ غازیخان کے مغرب میں کہ سلیمان کے دامن میں ہے

## مقبول: بوقت عصر روزِ شنبہ، ۲ صفر ۱۳۱۹ھ

حضرت قاضی نور محمد صاحب | سردار قیصر خاں لکھی ساکن محل نے جو حضرت  
اقدس کے مریدان خاص اور زبیریت افغان

میں سے تھے۔ عرض کیا کہ حضور چونکہ کوٹ مٹھن شریف علاقہ بلوچستان میں ہے اور بلوچ  
قومیں ہمیشہ آپس میں برسرِ پیکار رہتی ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء کس طرح ان جنگجو قوموں کے دیرینا  
رہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء کے بڑے بھائی قاضی میاں نور محمد صاحب حاکم  
وقت تھے۔ وہ ان لوگوں کے شر و فساد کو دباتے رہتے تھے۔ قیصر خاں صاحب نے عرض کیا کہ قبلیہ  
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب ظاہری حکومت کے علاوہ صاحب فقر و ولایت بھی تھے  
چنانچہ نواب صاحب نے اسرارِ الابرار میں اگرچہ حضرت قبلہ عالم مدارِ وحی کے تمام خلفاء کے  
حالات لکھے ہیں۔ قاضی نور محمد صاحب کے متعلق بہت زیادہ لکھا ہے۔

قید خانہ میں شیخ کے قصوے بیڑیوں کا ٹوٹ جانا | حضرت اقدس نے فرمایا  
ہاں معلوم ہوتا ہے کہ آپ

درویش بھی تھے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ علاقہ ڈیرہ غازی خان داخل۔ ہرنڈ  
کوٹ مٹھن شریف صوبہ حیدرآباد سندھ میں شامل تھے۔ اور میاں غلام علی شاہ سیڈی  
کلموڑہ حیدرآباد سندھ کا باؤشا۔ اور حضرت قاضی نور محمد صاحب اس کی طرف سے اس  
علاقے کے حاکم وقت تھے۔ تو ان کے کسی وجہ سے قید کر کے بادشاہ نے حیدرآباد کے قیدخانہ  
میں بھیج دیا تھا۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ قید خانہ میں جب میں اپنے شیخ حضرت  
قبلہ عالم کا مراقبہ ہو کر تصور کرتا تھا۔ تو میری بیڑیاں اور زنجیر ٹوٹ کر گر پڑتے تھے اور  
سپاہیوں سے کہتا تھا کہ آؤ میری بیڑیاں گر گئی ہیں۔ ٹھیک کہ دو۔ جب وہ بیڑیاں لگا کر  
چلے گئے تھے۔ تو اور مراقبہ کر کے تصور شیخ کرتا تھا۔ تو بیڑیاں پھر ٹوٹ جاتی تھیں۔ اور



میں سپاہیوں کو کہہ کر ٹھیک کرنا تھا جب کئی بار یہی واقعہ ہوا تو انہوں نے غلام علی تارا کے پاس جا کر ماجرہ بیان کیا۔ اس نے کہا ان کا خاندان فقیرانہ ہے اور عملیات میں کام لے۔ ان کو ٹھہلی پیاز۔ اور لمس کھلاؤ تاکہ اس سے ان کے عملیات کا اثر زائل ہو جائے۔ جب وہ یہ چیزیں میرے پاس لائے تو میں نے کہا لاؤ یہ چیزیں مجھے بہت پسند ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کئی روز مجھے یہ چیزیں کھلائیں۔ لیکن وہ زنجیر اس طرح ٹوٹتے رہے اور کوئی فرق واقع نہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ قید خانہ میں میں نے یہ بھی مراقبہ میں دیکھا کہ میرے سامنے چار شخص ظاہر ہوئے۔ تین سفید ریش تھے۔ اور ایک نوجوان تھا۔ اور ان تین بزرگوں نے نوجوان سے کہا کہ غلام علی شاہ نے قاضی صاحب پر بہت ظلم کیا ہے۔ اس کی داڑھی اور دوسرے سر کے بال مونڈ کر اس کا منہ کالا کر دو اور گدے پر سوار کر کے لوگوں کو دکھاؤ۔ اس کے بعد وہ چار بزرگ غائب ہو گئے اور ایک سفید ریش بزرگ ظاہر ہوئے۔ میں نے ان سے کہا کہ حضرت اس سے پہلے بزرگ آئے تھے۔ اور وہ یہ بات کہہ کر غائب ہو گئے ہیں۔

میں نے ان کو پہچانا اور نہ آپ کو پہچانتا ہوں کہ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں فقیر مخدوم جہانیاں جہاں گشت ہوں اور ان تین سفید ریش بزرگوں میں سے ایک حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر تھے۔ دوسرے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا مٹائی تھے۔ حضرت مخدوم شیر شاہ سید جلال اوجی تھے اور وہ نوجوان حضرت لعل شہباز عثمان مرودندھی تھے۔ کیونکہ یہ ملک لعل شہباز کے تھرنہ میں تھا۔ اس لیے ان تینوں بزرگوں نے ان سے کہا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ واقعہ بھی حضرت قاضی صاحب کے فقرا کا ثبوت ہے کہ خان صاحب صادق محمد خان عباسی حضرت سلطان لویا کے مرید تھے اور لاہور کی وجہ سے قاضی نور محمد صاحب سے کہتے تھے کہ قاضی صاحب آپ کا بیٹا دس ماہ عابد عورت کی طرح ہے۔ اسی وجہ سے کہ آپ بہت فریب تھے۔ اور بیٹا بڑا تھا۔ جب حضرت سلطان لاہور آیا تو اس بات کا علم ہوا تو فرمایا کہ اب صاحب آپ میرے بھائی کے ساتھ مذاق کرتے ہیں اور وہ خواہش ہو جاتے ہیں۔ مگر انہوں نے بھی یہی بات کہی تو آپ کا بیٹا بھی اسی قدر بڑا ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضرت سلطان لاہور نے فرمایا کہ شیخ حسین دودھ لاہور کی ایک بیوہ عورت کو

نکاح کرنے کی خاطر گھر لائے۔ وہ عورت حاملہ تھی، چنانچہ جو مرد عورت اسے دیکھنے کے لیے آتے تھے، سب مذاق کے طور پر ہی کہتے تھے، کہ عجیب دلہن آئی ہے، جو حاملہ بھی ہے۔ شیخ حسین باہر دروازے پر بیٹھے تھے، یہ سن کر فرماتے تھے، کہ بی بی تجھے بھی حمل ہے۔ یہ کہتے ہی ان طعنہ دینے والی عورتوں کو حمل ہو جاتا تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک اور واقعہ بھی حضرت قاضی صاحب کی ولایت پر دلالت کرتا ہے وہ یہ کہ حضرت سلطان الادلیا فرمایا کرتے تھے، کہ اگر میرے چہرے کے چمڑے سے میرے بھائی کے لیے جو تیار کیا جائے تو میرے لیے باعث سعادت ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ قول بھی ان کی ولایت پر دلالت کرتا ہے، کہ حضرت قبلہ عالم مدارسی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا اس طرف آنا قاضی صاحب کی خاطر ہے اور اس علاقے میں جس کسی کو فائدہ پہنچا ہے انہی کی بدولت پہنچا ہے۔ نواب قیصر خاں نے عرض کیا کہ خواہ حضرت صاحب نادر و والدہ ہوں ان کو بھی قاضی صاحب کی بدولت فائدہ پہنچا ہے، اس کے بعد قیصر خاں نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ عالم نے یہاں تشریف لا کر حضرت قاضی صاحب کو بیعت کیا تھا، فرمایا اہل مدار شریف سے پایادہ چل کر چند درویشوں کے ساتھ بستی یاریوالی میں تشریف لائے، جہاں قاضی صاحب گاہے گاہے رہتے تھے، اگرچہ متعلقیام کوٹ شریف میں تھا۔ پھر بھی آپ کبھی کبھی یاریوالی میں رہتے تھے، جو آپ کے مدد و پدر بزرگوار کا مقام تھا جب حضرت قبلہ عالم ناز پڑھنے کے لیے مسجد میں آتے تھے، حضرت قاضی صاحب تخت پوش پر بیٹھے ہوتے تھے، ایک فقیر نے حضرت قبلہ عالم کے کان میں یہ بات کہی کہ اگر یہ لوٹا آدمی جو تخت پوش پر بیٹھا ہے، رقص کرے تو تانہ لگے گا، حضرت قبلہ عالم نے ہنس کر فرمایا اور قاضی صاحب پر ایسی ہباد بھری لگاؤ والی کہ جس سے قاضی صاحب پر مدد طاری ہو گیا۔ اور تخت سے گر کر زمیں پر لوٹنے لگے، جب ہوش میں آئے تو پہچان لیا کہ یہ وہی درویش ہیں جن کو خواب میں دیکھا تھا، آپ اسی وقت یاریوالی میں مرید ہو گئے۔



## مقبول = بوقت چاشت بروز شنبہ ۲۹ صفر ۱۳۱۹ھ

راقم الحروف اور نواب قیصر خان کے درمیان اس  
نواب قیصر خان کا عرفان | شعر کے معنی پر اختلاف رونما ہوا ہے

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد | اگر حفظ مراتب کنی زندیقی

سردار قیصر خان اور سردار عبداللہ تپانی یہ معنی کرتے تھے کہ ہر مرتبہ از وجود یعنی ہر مرتبہ  
حکم وجود یعنی ذات بحت رکھتا ہے۔ اگر حفظ مراتب وجود جس سے مراد ذات بحت کا  
پہنچنا سنا ہے نہیں کرتے تو زندیق رہے دیں ہو، اور میں کہتا ہوں کہ مراتب وجود میں سے  
ہر مرتبہ علیحدہ حکم رکھتا ہے۔ مثلاً ایک مرتبہ میں حضرت وجود واجب ہے۔ اللہ ہے رحمن ہے  
اور معبود ہے۔ اور دوسرے مرتبے میں مملوک ہے۔ مرحوم ہے۔ عابد ہے اگر تو ان مراتب  
میں کسی مرتبہ کے آداب نہیں بجالاتا تو زندیق ہے۔ اگرچہ فی الحقیقت واجب، ممکن، اللہ  
رب، مملوک، مرحوم، معبود، عابد سب حضرت وجود مطابق ہیں جیسے کہ دریا کے امواج  
لیکن موج کو دریا نہیں کہا جاسکتا۔ اسی وجہ سے مراتب آب میں دریا نام ہے۔ مرتبہ کل اکا اور  
موج مرتبہ جزو کا نام۔ اگرچہ امواج و دریا وہی آب مطلق ہیں۔

یہ سن کہ حضرت اقدس خوش ہوئے اور فرمایا کہ لواحق شریف  
حقیقت وجود | لاؤ۔ وہاں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے۔ جب کتاب

لائی گئی تو آپ نے دیکھ کر یہ عبارت پڑھی۔

لاحقہ بعیت و رسوم۔ حقیقت وجود اگرچہ تمام ذہنی اور خارجی موجودات پر مقول  
و محمول ہو سکتی ہے۔ پھر بھی اس کے مراتب میں تفاوت ہے بعض کے اوپر بعض اور ہر  
مرتبے میں اس کے مخصوص نام۔ صفات، نسب و اعتبارات ہیں جو تمام مراتب میں نہیں  
جیسے کہ مرتبہ الوہیت و الہیت اور مرتبہ عبودیت و خلیفت۔ چنانچہ مراتب الوہیت  
مثل اللہ و رحمن کا مراتب کوئی (مخلوق) پر اطلاق میں کفر اور محض زندق ہے اسی طرح اسمائے





اور کمال غیض و غضب ہیں آجائے اور اپنی نفسانیت چھپانے کے لیے یہ کہے کہ اس جگہ سی  
 غیض و غضب و ظہور ہوا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مشائخ عظام اپنے مرید کا امتحان لینے کی  
 خاطر ان کو گالی دلاتے ہیں، زد و کوب کرتے ہیں، پتھر مروتاتے ہیں تاکہ دیکھیں مرید کیا کرتے  
 ہیں۔ اور کیا کہتا ہے۔ فرمایا جنگلی خیال مشکل کام ہے اور اس کا مدار دل پر ہے، چنانچہ یہ مشہور  
 واقعہ ہے کہ کبھی کبھی حضرت مولوی سلطان محمود صاحب (خان یلوی) حالت سماع میں یا امام  
 ملاقات کے وقت حضور حضرت سلطان الاولیاء کے قدموں پر گر کر سجدہ کرتے تھے اور حضرت  
 اقدس کچھ نہ فرماتے تھے۔ لیکن جب مولوی گل محمد صاحب احمد پوری آپ کے قدموں پر گرتے یا  
 سجدہ کرتے تھے تو آپ جھک کر ان کی پستانی کے نیچے ہاتھ رکھ لیتے تھے اور نیچے نہیں گرنے  
 دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر لوگ خیال کرتے تھے کہ حضرت اقدس مولوی گل محمد صاحب پر زیادہ  
 لطف و شفقت فرماتے ہیں حالانکہ زیادہ شفقت مولوی سلطان محمود صاحب پر فرماتے  
 تھے۔ آپ ان کو نہیں روکتے تھے۔ بلکہ سیدھے کھڑے رہتے تھے لیکن مولوی گل محمد صاحب  
 کا حال اس کے برعکس تھا۔ اس لیے حضرت خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شیخ استاد  
 ہوتے ہیں۔

(بقیہ جانشین) الی اللہ کا عابد مقرر کیا ہے وہ پورا کیے بغیر ہرگز نہ خیال بخندہ ہوئے کہ کثافت نفس اے بندہ متنا  
 پر پرواز کرنے دیتی ہے۔ آج کل کے صوفیوں میں یہی بات دیکھنے میں آئی ہے کہ عبادت، ریاضات اور  
 عبادات جس سے نفس کشی مطلوب ہے۔ چھوڑ کر تن آسانی اختیار کرتے ہیں اور یہی سمجھتے ہیں کہ فقط خیال سے  
 کام بن جاتا ہے وہ یہ نہیں جانتے یا سمجھتے ہیں کہیں کام چوری اور نفسانیت کے غلبہ میں اگر عبادت چھوڑ  
 جاتے ہیں کہ فحاشی نفس یعنی خصال ذلیلہ سے نجات حاصل کیے بغیر عالم قدس میں پرواز اور ذات حق میں  
 فنا ممکن ہے اور جب تک غلبہ نفس موجود ہے وحدت وجود کا خیال ہرگز ہرگز پختہ نہیں ہو سکتا۔ پختہ تو  
 بجائے نور پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ سلوک الی اللہ کی بنیاد صوم و سلوۃ اور احکام شریعت کی پابندی ہے  
 لیکن یہ حضرات صوم و سلوۃ تو پہلے دن بند کر دیتے ہیں اس خیال سے کہ جب خود عابد و معبود ہے تو  
 نازکس کی اور کہاں کا روزہ یہ نہ نہ تو ہے اور کفر سے کم نہیں۔

اس کے بعد فرمایا میاں حسین علی شاہ احمد پوری نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا حال ہے کہ جب بدن اور لباس پاک ہوتا ہے اور عبادت کی طرف رجوع ہوتا ہے تو معاملہ نظر آتا ہے لیکن ناپاکی بدن و لباس اور ترک عبادت اور خیالات باطل کے وقت غلبہ توجہ اور فوق رجوع زیادہ ہوتا ہے حضرت اقدس نے فرمایا یہ حالت نیک و بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا کہ وہ تو نجاست کی حالت ہوتی ہے۔ فرمایا باطن ناپاک نہیں ہے۔ چنانچہ جس جگہ اور جس حالت میں حق ظاہر ہو یہ اس کی شان ہے۔

اس کے بعد فرمایا آداب سماع پر گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا **آداب سماع** | آج کل آداب سماع بہرہاں ترک ہو چکے ہیں۔ لیکن میاں کوٹ مٹھن شریف میں اسی طرح باقی ہیں۔ فرمایا اجیر شریف میں مجلس سماع میں چائے نوشی ہوتی ہے۔ اس

بامشغع عظام نے دو وجوہات بھی بتائی ہیں ایک یہ کہ بعض اوقات شیطان دعوہ کرتا ہے کہ پاکی کے وقت توجہ کا خیال نہیں آنے دیتا اور ناپاکی کے وقت مزاحمت نہیں کرتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے بھی آزمائش ہوتی ہے چنانچہ بعض لوگ مشغع کیا تہ بات کرتے ہیں جب ہم صوم صلوٰۃ کی پابندی کرتے ہیں تو کاروبار میں نقصان ہوتا ہے اور پابندی نہیں کرتے تو ہوتی ہے یہ خدا کا ک طرف سے آزمائش ہوتی ہے کہ دیکھیں میرا بندہ مال و دولت کی خاطر مجھے ترک کرتا ہے یا میری خاطر مال و دولت ترک کرتا ہے ناپاکی کے وقت انوار کے وارد ہونگی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ بعض اوقات دوسرے عوامل شامل ہو جاتے ہیں مثلاً انسان کا اس وقت پیٹ خالی ہوتا ہے جس سے اکثر انوار برکات زیادہ وارد ہوتے ہیں۔ یا اس وقت غلبہ عشق و محبت زیادہ ہے جس سے انوار توحید زیادہ نازل ہوتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ انسان کو اپنا طلیب آپ ہونا چاہیئے اور اپنی حالت کی اچھی طرح تشخیص کرنی چاہیئے اور شریعت کی کوئی کوہرگز مانتے سے نہیں جانے دینا چاہیئے کیونکہ اس سے بہتر ذریعہ اور میسر و تیز حق و باطل کا اور کوئی نہیں۔

۲۔ اجیر شریف میں اکثر اوقات چائے نوشی وقفے کے دوران ہوتی ہے۔ چونکہ ساری رات سماع جاری رہتا ہے۔ تنہا دور کرنے کے لیے درمیان میں سماع ترک کر کے چائے نوشی کی جاتی ہے۔



کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت سلطان الادب حضرت شیخ الشیوخ خواجہ گنج شکر کے عرس پر  
 پاک پتی شریف کے ہوئے تھے چونکہ وہاں آداب سماع ملحوظ نہ تھے اور عورتیں اور بچے اور سہو  
 وغیرہ بھی مجلس میں شامل ہوتے تھے۔ اس لئے حضرت شیخ مولوی گل محمد صاحب احمد پوری  
 سے فرماتے تھے کہ یہاں آداب سماع متروک ہیں۔ مجلس سماع میں داخل نہ ہونا۔ ایک  
 دفعہ مجلس قائم ہوئی تو دیوان صاحب نے ہر شخص کے پاس آدمی بھیجے کہ سماع میں شرکت  
 کریں۔ مولوی گل محمد صاحب کے پاس آدمی بھیجا لیکن انہوں نے معذرت کی اور معافی کے  
 خواست گار ہوئے۔ دیوان صاحب نے حضرت سلطان الادب سے کہا کہ آپ نے دیکھ  
 لیا ہے کہ مولوی گل محمد مجلس میں شریک نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ عالم ہیں چونکہ  
 یہاں فصل سماع متروک میں اس وجہ سے وہ حاضر نہیں ہوئے اس کے بعد فرمایا کہ جب تک  
 ہم بالغ نہیں ہوئے تھے ہمیں مجلس سماع میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ حضرت  
 قطب الدین نے عرض کیا کہ قبلہ جب تک میں چھوٹا تھا مجلس خانہ کے سوراخوں سے  
 دیکھتا تھا در کے مارے دیکھ کر بھاگ جاتا تھا۔ بالغ ہونے کے بعد مجلس میں داخل ہونے کی  
 اجازت ملی۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی  
**آداب سماع کے خلاف عمل کی سزا** | محمد عالم احسان پوری لکھنؤ کا تھا جو انہیں بہت  
 پیارا تھا اور ہر وقت ساتھ رکھتے تھے ایک دن مجلس سماع منعقد ہوئی انہوں نے حضرت  
 قبلہ محبوب الہی سے عرض کیا کہ میرے بیٹے کو اندر جانے کی اجازت دے دی جاوے  
 آپ نے فرمایا کہ یہ ابھی چھوٹا ہے نابالغ بچوں کا فصل سماع میں داخل ہونا جائز نہیں۔ لیکن  
 جب انہوں نے بہت مدت سماجت کی تو آپ نے طوعاً و کرہاً اجازت دے دی جب  
 وہ عرس کے بعد گھر واپس گئے تو بچہ فوت ہو گیا۔ اس پر لوگوں نے ان کو بہت ملامت  
 کی کہ آپ نے حضرت شیخ کا کہنا نہیں مانا اس لیے بچہ فوت ہو گیا۔ یہ واقعہ سارے جہان  
 میں مشہور ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مجلس سماع میں اصل ڈھولک کا بجانا ہے۔ جو صرف کوٹ مٹھی

شریف میں باقی ہے۔ دیگر تمام مقامات پر ڈھونک کی جگہ بلند، تنبور اور سازنگی نے جگہ لے لی ہے۔ کوٹ مٹھن شریف میں بعض لوگ دیگر آلات سماع لے آتے ہیں اور بجاتے بھی ہیں۔ لیکن یہ عام دستور نہیں ہے۔ عام دستور ڈھونک کا ہے۔

**مشائخ اور نواز سونگھنا** | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم ہمارا دوستی بادشاہ حضرت سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد سلیمان حضرت محبوب الہی

اور حضرت فخر الاولیاء تمام حضرات نواز استعمال کرتے تھے۔ لیکن مجلس سماع میں صرف دو حضرات نواز استعمال کرتے تھے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور حضرت فخر الاولیاء یہ بات مشہور ہے کہ جب حضرت تونسوی پر وہ عطار سی ہوتا تھا تو نواز بہت کھینچتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ دوستی باریہ اتفاق بھی ہوا کہ مجلس میں حضرت فخر الاولیاء نے پانی نوش فرمایا لیکن مجلس سے باہر جا کر پانی پیا اور پھر مجلس میں شامل ہوئے۔

## مقبوض = بوقت عصر روزِ دو شنبہ ۴ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

**مجاہدہ نفس** | حضرت اقدس نے فرمایا کہ سلسلہ سہیلیہ میں تمام منتہیان گوشت نہیں کھاتے دوسرے سلاسل کے لوگ اگر گوشت ترک نہیں کرتے تاہم بہت مشائخ نے اپنے لیے گوشت ترک کیا ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ مولانا محب النبی فخر الدین دہلوی قدس سرہ نے ساری عمر اپنے لیے کوئی بھانور ذبح نہیں کیا تھا۔ اگرچہ بیماری کی حالت میں طبیب نے کما تھا۔ چونکہ مرغ کا گوشت کھانا چاہیے لیکن اپنے فرمایا ہرگز نہیں اگر بارانا سے مل جائے تو درست ہے ورنہ ہرگز نہیں کھاؤں گا۔

**حضرت ابو بکر واسطی اور حضرت سہیل تشری کا مجاہدہ** | اس کے بعد فرمایا کہ دو بزرگ ایسے ہوئے ہیں جو پیدائشی

روزہ دار تھے اور ساری عمر روزہ دار رہے ایک حضرت ابو بکر واسطی دوسرے حضرت سہیل بن عبد اللہ تشری تھے۔ حضرت سہیل سات سات دن تک صوم وصال رکھتے تھے اور سات



دن کے بعد افطار کرتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کا شمار مشائخ متاخر  
**حضرت یحییٰ مدنیؒ کا مجاہدہ** میں ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے اس قدر مجاہدہ کیا ہے کہ بنبرگاہ

سوارت سے وضو کر کے جب جہاز میں سوار ہوئے تو وہ دو ماہ سفر کرنے کے بعد جب  
 جہد پہنچے تو دوسرا وضو کیا۔ اس کے بعد تیس سال تک ایک وضو کے ساتھ رہے۔ اور ان تین  
 سالوں میں آپ نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ (سبحان اللہ سبحان اللہ)

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ ابوسعید الخجیرؒ ایک ایسے بزرگ  
**حضرت ابوسعید الخجیرؒ کا مجاہدہ** ہیں کہ جن کے متعلق صاحب نفحات الانس نے لکھا ہے

کہ آپ کا اسم گرامی فضل اللہ بن ابی الخیر تھا اور آپ اہل طریقت کے اندر سلطان وقت تھے  
 اور تمام مشائخ آپ کے مسخر تھے اور سارے جہاں کا رجوع آپ کی طرف تھا۔ اس وجہ سے کہ آپ  
 اہم شریعت، طریقت و حقیقت تھے اور ظاہری طور پر بھی آپ بادشاہوں کی طرح شان و  
 شوکت سے رہتے تھے۔ عمدہ لباس پہنتے تھے اور لنگر میں نہایت عمدہ طعام تیار کرتے تھے  
 اس لئے آپ ظاہر و باطن کے بادشاہ تھے۔ ایک دن آپ لذیذ کھانے کھا رہے تھے۔ ایک شخص  
 نے یہ دیکھ کر اعتراض کیا کہ یا حضرت صوفی ہو کر آپ اس قدر لذیذ اور مکلف طعام کھاتے  
 ہیں۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب سے میں نے اس درخت  
 کے ساتھ متعلق ہو کر قرآن مجید کے اسی پارے ختم کئے ہیں یہ مکلف کھانے مجھ پر حلال ہو گئے  
 ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت شیخ ابوالفضل سرخی  
 (سرخی) باغ میں تھے۔ آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ دوستوں کے ساتھ ایسا سلوک روا  
 رکھا جاتا ہے کہ بال اور ناخن بڑھ گئے ہیں۔ لیکن ایک پیسہ پاس نہیں ہے کہ حمام کو دیکر حمامت  
 بنواؤں۔ اس وقت ایک اور آدمی بھی باغ میں موجود تھا۔ اس نے دیکھا کہ تمام درختوں کے پتے  
 اور ٹہنیاں زرد خالص ہو گئی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ نفحات الانس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک رات کا باغ میں قوت کے

پتے جمع کرنے کے لیے پھر دیکھا کہ شیخ ابوالفضل موجود تھے۔ انہوں نے بارگاہ رب العزت میں مناجات کی کہ یا اللہ آپ نے مجھے ایک رویہ بھی نہیں دیا کہ بال کنوئیں دو ستوں کے یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ کہتے ہی تمام درختوں کے پتے اور ٹہنیاں زردا لسن ہو گئیں۔ یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ عجب حال ہے ہم دل کی بات بھی تجھ سے نہیں کہہ سکتے۔

اس کے بعد ایک شخص نے عرض کیا کہ قبلہ مشہور ہے  
**حضرت خواجہ گنج شکر کا مجاہدہ** | کہ حضرت خواجہ گنج شکر نے بارہ سال کنوئیں میں ملوث

ہو کر عبادت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ کتابوں میں بارہ سال کا ذکر بھی آیا ہے۔ لیکن یہ روایت مستند نہیں ہے۔ معتبر روایت یہ ہے کہ آپ نے ایک مقام پر چالیس روز کنوئیں میں ملوث ہو کر صلوٰۃ معکوس ادا کی۔ اور یہ روایت پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ اوج مہر کے میں مسجد حاج کے دروازے پر مخدوم فضل الدین کی منافقہ کی غریب جانب مخدوم خیر نواز صاحب کی حویلی کے دروازے کے پاس چالیس روز صلوٰۃ معکوس ادا کی۔ اس مسجد کے سامنے ایک درخت تھا۔ جس کی ایک شاخ کنوئیں کے اوپر تھی۔ چنانچہ آپ نے ایک مولوی کو حکم دیا کہ نیا لیا تھا اور وہ آدمی آپ کو عشاء کی نماز کے بعد کنوئیں میں لٹا دیتا تھا۔ صبح کے نماز سے پہلے آکر وہ نکال لیتا تھا۔ یہ عمل چالیس روز رہا۔ ممکن ہے کسی اور مقام پر بھی چالیس دن صلوٰۃ معکوس ادا کی ہو۔ لیکن بارہ سال والی روایت صحیح نہیں ہے۔

## مقبول = بوقت دوپہر روز یکشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

حضرت اقدس مع حضرت قطب الدین اور  
**میلاد شریف کے موقع پر محفل سماع** | صوفیاں باصفا و دیگر اصحاب مجلس عرس حضور  
 حضرت سرور کائنات فیض موجودات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر مجلس میں تشریف  
 رکھتے تھے اور قال گوگ قوالی میں سرگرم تھے۔ جب انہوں نے یہ شعر پڑھا تو حضرت اقدس  
 پر جوش سے گریہ طاری ہو گیا۔



کشتگان خنجر تسلیم را ! ہر زمان از غیب جان دیگر است  
(جو لوگ تیغ تسلیم دھنائے حق میں شہید ہو چکے ہیں ان کے لیے ہر لمحہ غیب سے نئی  
جان ہے)

محمد بخش و لد میاں صلاتی سکنہ چاچہ والہاں قریب کے اس شعر پر بھی آپ پر یہ گریہ طاری  
رہا ہے

بیائے دل کہ بر حال خراب خوشی گریم      ہاں ابراہیم چشم پر آب خوشی گریم  
(اے دل اُدھم اپنے حال زار پر روئیں اور اپنی چشم پر آپ سے ابر برسائیں)  
اس کے قوالوں نے یہ غزل گائی ہے  
ساتیا باز یا مہر دینے نگریم      سالہا کہ میں آشفہ لبوت نگریم  
(ایسے ساتی واپس آنا کہ تیرا چاند جیسا چہرہ دیکھیں۔ کئی سال گزر چکے ہیں کہ میں بغیر  
تیری اشعار میں ہوں۔)

۲۔ صرف میرا دل تیرے دام زلف کا قیدی نہیں ہے بلکہ مجھ جیسے سینکڑوں دلہن تیری  
زلفوں میں گرفتار نظر آ رہے ہیں) ان اشعار پر بھی آپ نے جوشِ تمام کے ساتھ گریہ کیا۔  
اس کے بعد آپ کی حالت بہتر ہوئی تو برکت علی زبانی کو اشارہ فرمایا اس نے یہ اشعار پڑھے :  
ترک میں اٹے میں غلام روکے تو      جبرِ مکان جہان بند روئے تو  
مہرِ شہر پر زخوبانِ منم و خیال ماہے      چہ کنم کہ چشم بہ خون کند کبکس نگاہے  
(۱۔ اے میرے محبوب میں تیرے رخِ انور کا غلام ہوں میں کیا دنیا کے تمام محبوب  
تیرے غلام ہیں، ۲۔ سارا شہر محبوبوں سے بھرا پڑا ہے لیکن میرا دل اس چاند کی تلاش  
میں ہے۔ میں کیا کروں۔ میری بدخصلت آنکھ کسی دوسرے کی طرف نظر ہی نہیں کرتی)  
ان اشعار پر حضرت اقدس پر دوبارہ گریہ طاری ہو گیا۔ اس کے بعد قوالوں نے یہ اشعار  
گائے

چوں دل بادبرے آرام گرد      بوجل دیگرے کے کام گرد  
کجا پر دانا پردہ سوئے خورشید      کہ باشد سوئے شمعِ اشد امید

۱- جب دل اپنے دہر کے ہاں آرام پذیر ہوتا ہے تو کسی اور کے وصل سے وہ کیسے شام کام ہو سکتا ہے۔ ۲- پروانہ کی کیا مجال ہے کہ آفتاب کی طرف پرواز کرے اس کی امید گاہ تو فقط شمع ہے)

ان اشعار پر بھی آپ پر گریہ طاری رہا اللہ سر مبارک ہلاتے رہے۔  
اس کے بعد قوالوں نے یہ نعت پڑھی ہے

اے صدر ایوانِ رسل مے شمع جمع انبیاؑ خورشیدِ اوجِ سلطنتِ جنتِ کبریاؑ  
(اے جماعتِ انبیاؑ علیم السلام کے امام اور برہم رسل کی شمع آپ کو نبی کی سلطنت کے مالک اور ملکِ کبریا کے بادشاہ ہیں)

اس نعت کے شروع ہوتے ہی ساری محفل پر ذوق و شوق طاری ہو گیا۔ حضرت اقدس نے چند ضمام کو اشارہ کیا کہ صفتِ نیا کر ان لوگوں کے درمیان کھڑے ہو جائیں۔ اس وقت حضرت اقدس پر بھی گریہ و جد طاری تھا۔ لیکن آپ اسی جگہ بیٹھے رہے اور ذوق و شوق کی حالت میں سر مبارک ہلاتے رہے۔ حتیٰ کہ ٹوپی سر سے گر گئی۔ قوال گاتے رہے اور حضرت اقدس پر وہی حالت طاری رہی کوئی ایک ساعت کے بعد آپ کی حالت فرو ہوئی اور ٹوپی سر پر رکھ کر قدرے گریہ کرتے رہے اور تحیر پر تحیر بڑھتا رہا۔ حضرت کے صاحب زادہ صاحب بھی کمالِ جوش کے ساتھ گریہ کر رہے تھے اور حضرت اقدس کے سامنے جھڑک کر آپ کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لے کر چوم رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر اہل مجلس میں بھی ذوق و شوق موجزن ہوا اور کافی دیر تک یہی حالت قائم رہی آخر حضرت صاحب زادہ کی حالت قدرے فرو ہوئی لیکن دیر تک گریہ جاری رہا۔

اس کے بعد قوالوں نے یہ اشعار پڑھے

جنتِ سرائے بار نور      رضوانِ امانت دار تو  
اے از گل رخسار تو!      فردوسِ اعلیٰ راضیا

یہ نعت حضرت شیخ احمد جام کی ہے۔



ترک نلک بند ہوئے      نور ملک از روئے تو  
والیل وصف ہوئے تو      نعتِ جمالِ والیل

(جنت تری ہوئی ہے رضوان تیرا غلام ہے۔ تیرے رخ انور سے بہشت منور ہے  
سورۃ والیل تیری زلف کی اور سورۃ والضحیٰ تیرے حسن و جمال کی تعریف ہے۔ ان اشعار  
پر حضرت اقدس پر پھر سے گریہ طاری ہو گیا۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے گئے تھے

دیگر معالیٰ نے مجھ پر بتا      نہیں کوئی جہاں میں تیرے سوا  
خود وعظمانا الحق تو نے کہا      ہوا شوق خودی چڑھا داریہ چلا  
ان اشعار پر آپ نے ایسا تبسم و منواز فرمایا کہ دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے اس کے  
بعد یکارگی آپ پر گریہ طاری ہو گیا خاص کر اس شعر پر ہے  
خود وعظمانا الحق تو نے کہا      ہوا شوق خودی چڑھا داریہ چلا  
آپ بے حد روئے۔ ایک دفعہ جب آپ پر گریہ طاری تھا تو قوالوں کو اشارہ  
فرمایا کہ

”چوں دل باد بے آرام گیر“ پھر کہو۔

آخر میں محمد بخش قوال نے یہ غزل گائی تھی

پیش ازین کا آثارِ غیب اندھ بجائے وجود      برنخِ غیب و نشانات در میانِ منی بودہ ام

(اس سے قبل کہ غیب سے آثار وجود ظاہر ہوئے ہم غیب و معجز کے درمیان ہرگز تھے

یعنی بطور تعین اول) شروع میں قوالوں نے ”برنخ“ کو ”برنخ“ پڑھا۔ لیکن حضرت اقدس

نے ان کی تصحیح اور ”برنخ“ پر پڑھنے کا حکم دیا۔ نیز جب قوالوں نے مصرعہ ”دیگر معالیٰ نے“

مجھ پر بتا“ تیز تر گایا تو دھوکہ فزانے بھی سرعت سے دھوکہ بجا نا شروع کیا۔ لیکن

حضرت اقدس نے ماتحت سے اشارہ فرمایا کہ آہستہ بجانے کو کہا۔ یاد رہے کہ نطق ”مالی“ دراصل

”معالی“ ہے جو ابوالمعالی کا مخفف ہے۔ حضرت شاہ ابوالمعالی حضرت شاہ میراں بیگ

کے شیخ تھے۔

## مقبول ۹ = بوقت سحر روز چہار شنبہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ

حضرت اقدس پنگ پر سوتے ہوئے تھے  
حضرت خواجہ صاحب کمال وصال پر ملال | اور دست راست سینہ بے کنز پر پڑھا تھا

اور دست چپ دراز تھا۔ اس وقت آپ کے بائیں پاؤں کا انگوٹھا لرز رہا تھا یہ علامت قطبیت ہے۔ اس وقت آپ کمال استغراق و شغل باطن میں مشغول تھے اور ذکر اسم ذات اللہ بے دریغ جاری تھا۔ آپ کے سانس بھی تیز ہو چکا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر راقم الحوادث پر خوف طاری تھا اور پنگ کے پاس بیٹھ کر آہ و فغان میں مشغول تھا۔ صبح کی نماز کے وقت دلاور خان خادم نے عرض کیا کہ قبہ درالی حاضر ہے۔ حضرت اقدس نے آنکھیں کھول کر دوالی نوش فرمائی۔ اشراق کے وقت میاں برکت علی قرال نے عرض کیا کہ قبہ اس غلام نے کتاب زمینی میں سے چند اشعار یاد کئے ہیں۔ ستارے کو اڑوں اور حضرت کی خدمت میں پیش کر دوں۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ نہیں۔ اس دوبارہ عرض کیا کہ قبہ حاضر کی خواہش ہے کہ ستارہ ادا اشعار پڑھو۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ ”کیوں نہ“ لیکن بعد میں حاضر نے مشورہ کیا کہ حضرت اقدس پر ضعف و استغراق اور مشغولی کمال درجہ طاری ہے۔ خاموشی بہتر ہے۔ اس کے بعد ضعف آنا فنا برپا ہوا گیا۔ اور استغراق اور ذکر اسم ذات میں بھی ساعت بساعت اور خطہ خطہ ترقی ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ دوپہر کے وقفہ سب لوگ حضرت کی زندگی سے یابوس ہو گئے آخر بوقت مغرب شب پنجشنبہ ہفتم ۱۰ ماہ ربیع الثانی سال ۱۳۱۹ھ مطابق دسمبر ماہ سالون سال ہندوی

۲۴ ماہ جولائی ۱۹۰۷ء طار روح مقدس قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ اور کنگرہ ایوان اعلیٰ علیین پر جا کر رفیق اعلیٰ سے پیوست ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳۱۹ھ

تاریخ وصال مولوی محمد امین گنہ گوتھ جینی نے یوں لکالی۔ ”اے تقدیر خدا“

۱۳۱۹ھ

مولوی عزیز الدین ہالو پوری نے یہ تاریخ وصال لکالی ہے گفت بیل ز باغ نقر پرید

مولوی محمد حسین احمد آبادی نے یہ تاریخ وصال لکالی ہے



رفت از جہاں سوئے جنان صوفی نبیل  
 مولائے غلام فرید آں شہر حبیبیل  
 مشہور بود بیکہ بفقہ و سخن و علم  
 ذکرش بخیرے سخن او جمیل

ۛ

علی محمد خان ستونی تخلص غمناک فریدی غلف خان صاحب فقیر محمد، غلام حیدر خان  
 قزوی فریدی نازکی نے تاریخ ولادت اور تاریخ وصال ایک ہی رباعی میں نکال ہے ۔

تاریخ ولادت تبجلی کرد چوں غور شید عالم  
 منور شد ز نوازشش ارض و افلاک

تاریخ وصال

دو عالم را محزون بش کرد تاریکی  
 بظلمت شد دل اندر درد غمناک





مزار مبارک حضرت خواجہ نظام الدین



آهی تا بود خورشید و ماهی  
چراغ چشتیاں را روشنائی

---

اگر گشتی سرا سر باد گیرد  
چراغ چشتیاں هرگز نمیرد



- ۱- سرود لبرال (مصنف) قطب زمان حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہؒ  
۲- تربیۃ العشاق ملفوظات  
۳- برزخ (مصنف)  
۴- مضامین ذوقی (اردو)  
۵- مضامین ذوقی (انگلش)  
۶- بادہ و ساغر (روحانی ناول)  
۷- اسلامک پیسچو الزم (انگلش)  
۸- نیوسرچلائٹ آن ویدک ایرینز  
۹- حقیقتِ قصوف (اردو)  
۱۰- انزائیسپیکٹس آف فیکہ (مصنف) حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ  
۱۱- الوری ڈیسے پکھٹیں ان اسلام  
۱۲- مارلے سیج آف گاڈ اینڈ ہنر پرافٹ (مجموعہ احادیث)  
۱۳- مقامِ بخشش (مصنف) مولانا الحاج کیتان واحد بخش سیال ربانی  
۱۴- اسلامک صوفی ازم (انگلش)  
۱۵- روحانیتِ اسلام (اردو)  
۱۶- مشاہدہ حق  
۱۷- عظمتِ اہل بیت رسولؐ  
۱۸- شرح لواح جامیؒ  
۱۹- مسئلہ وحدت الوجود وحدت الشہود  
۲۰- مرآۃ الاسرار (قصوف کی ایک ہزار سالہ تاریخ) (مصنف) شیخ عبدالرحمن چشتیؒ  
۲۱- اقتباس الانوار (تاریخ صوفیا چشتیہ صابریہ) (مصنف) حضرت محمد اکرم قدوسیؒ  
۲۲- جوامع الکلم (اردو ترجمہ) مصنف: حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ  
۲۳- مکتوبات قدوسیہ (اردو ترجمہ) مولانا الحاج کیتان واحد بخش سیال چشتی صابری  
۲۴- پاکستان کی عظیم نشان مقامی قوت  
۲۵- تذکرہ حضرت خواجہ فدا بخش خیر لوریؒ





الفیصل  
ناشران قیامگران کتب  
عزیزنس ٹرنیٹ اردو بازار لاہور